ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما

اصح السیر

فی ھدی

خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یعنی

سوانح اقدس جناب سرورِ عالم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حصہ اوّل

تالیف

حضرت مولانا حکیم ابو البرکات عبدالرؤف صاحب قادری داناپوری

باہتمام

احقر محمد غنی حیدر آروی مالک مطبع ہٰذا

در مطبع رہنما ہند واقع کلکتہ نمبر ۲۵ بنیاپوکر لین انٹالی طبع گردید

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

کتاب مُستطاب

اصح السیر

فی ھدی

خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی

سوانح اقدس جناب سرورِ عالم احمد مجتبیٰ محمد مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

(حصۂ اوّل)

جس میں مقدمہ سیرت مع تاریخ عرب قبل البعثت مختصر مگر نہایت جامع ہے پھر سیرت رسول اللہ صلعم از ولادت تا وفات۔ انساب کا حال مکمل کتاب المغازی۔ مکمل کتاب الاموال۔ کتاب الوفود حضور کے قاصد مکاتیب حجۃ الوداع کا مفصل حال۔ ازواج النبی صلعم کے حالات اور بے شمار معلومات کا ذخیرہ ہے۔ بہت سے اہم معرکۃ الآراء مسائل پر عالمانہ بحث ہے۔ اور یہ سب چیزیں اصح ترین روایات سے ماخوذ ہیں۔

(تالیف)

حضرت مولانا حکیم ابو البرکات عبد الرؤف صاحب قادری دانا پوری

باہتمام احقر محمد غنی حیدر آروی

در مطبع ریاست ہند واقع کلکتہ نمبر ۵۲ بنیا پوکر لین انٹالی طبع گردید

شکریہ

یہ کتاب مطالب و معانی اور مضامین کے لحاظ سے جس پایہ کی ہے اُس پر اصحاب علم اور اصحاب نظر خود رائے قائم کرینگے۔ مگر شکر ہے کہ بلحاظ محاسن ظاہری کے بھی اچھی چھپ گئی ہے۔ علمی مضامین کا جمع کر دینا تو میرا کام تھا۔ مگر اتنی بڑی کتاب کا اچھی نگرانی اور عمدہ صحت کے ساتھ طبع کرانا اور اُس کا خرچ برداشت کرنا میرے بس کی بات نہ تھی۔ یہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی برکت تھی جو کتاب طبع ہو گئی جن لوگوں نے اس عظیم المرتبت کام میں میری امداد کی ہے اُنمیں جناب حاجی محمد اسمٰعیل صاحب کا میں بہت ممنون ہوں۔ حاجی صاحب موصوف اگر ابتدا نہ کرتے تو شاید یہ کتاب ابھی طبع نہ ہو سکتی۔ موصوف نے دو سو جلدوں کی پیشگی قیمت ادا کر کے مجھ کو اِس قابل کر دیا کہ مَیں نے طباعت شروع کر دی۔ اسکے بعد اور لوگوں نے بھی اسیطرح حصّہ لیا جزاھم اللہ خیر الجزاء

ابو البرکات عبد الرؤف عفی عنہ

قادری۔ داناپوری

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا

خدا کا کس طرح شکریہ ادا کروں۔ اور اُسکے اس انعام کا کن لفظوں میں ذکر کروں کہ آج جناب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا ایک حصہ پیش کرنے کے لائق ہوا۔ یہ میری زندگی کا سب سے بڑا سرمایہ۔ اور میری محنت کا سب سے بڑا اندوختہ ہے اور خداوندِ عالم اگر قبول فرمائے تو میری نجات کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ میں کچھ نہیں کہہ سکتا کہ اس تصنیف میں کتنی مدّت صرف ہوئی اِس لیئے کہ حدیثِ دوست کے سوا دنیا میں میرا مشغلہ ہی کیا تھا۔ نہ معلوم کتنی راتیں جاگی گئیں۔ کتنے دفتر چھانے گئے کتنے اوراق الٹے گئے لیکن اس تمام تحقیق و تفتیش کا مطلب صرف ایک تھا وہ یہی کہ حضورؐ کی تعلیم وطریقہ کا صحیح حال معلوم ہو۔ بظاہر حضورؐ کی سیرت پر کوئی کتاب لکھنی زیادہ مشکل کام نہیں ہے اسلیئے کہ بے شمار کتابیں سیرت اور مغازی پر لکھی جا چکی ہیں۔ احادیث کے متون وشروح حضورؐ ہی کے حالات سے معمور ہیں اُنکو پیشِ نظر رکھکر تھوڑے دنوں میں ایک سیرت بآسانی مرتب کیجاسکتی ہے حضورؐ کے چھوٹے بڑے سب حالات ان کتابوں میں موجود ہیں لیکن باوجود اس کے اب بھی یہ بہت مشکل کام ہے۔ اور کثرتِ تصنیف ہی کثرتِ اختلاف کا باعث ہے جس کی وجہ سے حقائق کی تلاش اہلِ نظر ہی کر سکتا ہے دوسرا نہیں۔

یہ رسولُ اللہ کی سیرت ہے۔ آپ کا ایک ایک لفظ۔ اور ایک ایک فعل اسلام کے لیئے حجّت ہے۔ روایات کے الفاظ۔ اور مفاہیم کے ادنیٰ تغیر سے مذاہب بن گئے ہیں۔ اِس لیئے ہر ہر سطر۔ ہر ہر لفظ۔ اور ہر ہر روایت کو بڑی جانچ اور بڑی احتیاط سے لکھنے کی ضرورت ہے۔ اتنی کثیر تصنیفات کے باوجود **مغازی** کی ترتیب اور اس کی تکمیل جسقدر مشکل ہے اس سے اہلِ نظر واقف ہیں جو ترتیب مغازی کی میں نے اِس کتاب میں رکھی ہے غالباً وہ اصح ترین ترتیب ہے اور اہم مواضع اختلاف کے موقع پر میں نے اس کے وجوہ ودلائل کی طرف اشارات بھی کر دیئے ہیں۔ گو طوالت کے خوف سے اکثر تفصیلی مباحث سے احتراز کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اہلِ علم اِس کتاب میں **کتاب المغازی** کو جامع مکمل۔ اور بہترین ترتیب پر پائیں گے۔

اُردو میں سیرت پر بہتر کتاب صرف ایک ہی ابتک لکھی گئی ہے یعنی مولانا شبلی کی سیرت نبوی مگر انہوں نے مغازی پر جو کچھ لکھا ہے بادلِ ناخواستہ۔ اُس میں جو کچھ خامیاں ہیں اہلِ علم سے مخفی نہیں ہے خصوصاً **غزوۂ بدر** کے حالات میں تو انہوں نے عجیب وغریب جدّت کی ہے۔ تمام واقعات کو پلٹ دیا ہے تمام روایاتِ صحیحہ کو ترک کر دیا ہے۔ قرآن پاک سے غزوہ کے حالات کو مرتّب کرنے کا دعویٰ کیا ہے۔ اور قرآن پاک کے مطالب ایسے لیئے ہیں اور اُس سے وہ باتیں پیدا کی ہیں جو ابتک کسی نے نہ کی تھی۔ مولانا کی نیت خراب نہ تھی واقعات میں اُلٹ پھیر اور

مطالب میں ردّ وبدل اُنھوں نے اِس لیئے کیا کہ عیسائیوں کا جواب دیا جائے اور بتایا جائے کہ غزوۂ بدر اسلیئے نہیں ہوا کہ رسول اللہ قریش کے قافلہ تجارت پر حملہ کی نیت سے نکلے تھے بلکہ اِس لیئے ہوا کہ خود قریش مدینہ پر حملہ کرنے آئے تھے۔ مگر مولانا کی یہ تکلیف بیکار ہے۔ صرف بدر کے واقعات کو بدلنے سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ اسلام نے **محارب قوم** کی تجارت کو روکنے کی اجازت دی ہے حضوؐر کا تعامل کثرت سے اس کے ثبوت میں پیش کیا جا سکتا ہے اور دنیا کی تمام مہذّب قوموں کا اس پر عمل ہے معترضین سے کہیئے کہ اسلام کی تعلیم محض تخیلات پر قائم نہیں ہے عملی تعلیم ہے۔ اور محارب قوم کے مقابلہ میں بغیر اس عمل کے چارہ نہیں ہے

کتاب الاموال پر قُدما کی تصنیفات تھیں۔ مگر اب وہ مفقود ہیں میں نے صرف احادیث اور فقہ کی مدد سے میں کتاب الاموال مرتب کیا ہے بعض جگہ سیرت کی روایتوں سے مدد لی ہے۔ اور اب یہ بحث بہت سے اہم معلومات کا ذخیرہ ہو گئی ہے یہ چیز علما اور طلبا کے خاص توجہ کی ہے۔

ارکان اسلام پر مفصّل بحث حصّہ دوم کے تعلیمات میں ہوگی۔ مگر اس جلد میں بھی جن جن مقامات سے جن ارکان اسلام کا خاص تعلق ہے وہاں اس کو بیان کر دیا ہے لیکن **حجۃ الوداع** کو جزئیات کی پوری تفصیل کے ساتھ مع ماله وماعلیہ اسی جلد میں بیان کر دیا ہے۔

جن ضروری فقہی مسائل کا سیرت کے کسی خاص محل سے خاص تعلق تھا ان کو وہاں بتا دیا ہے اور بعض معرکۃ الآرار فقہی مسئلہ پر ایسی جامع مکمل اور مبسوط بحث لکھدی گئی ہے کہ اہل انصاف کو انشاء اللہ تعالیٰ اس مسئلہ خاص میں اشتباہ کی ضرورت باقی نہ رہے گی مثلاً **اراضی حرم** کا حکم فتح مکّہ میں۔ **نکاح محرم** کی بحث عمرۃ القضا میں **متعہ** کی بحث غزوۂ خیبر اور فتح مکّہ میں۔ **قنوت نازلہ** اور **قنوت فجر** کی بحث بیر معونہ میں **خلافت** اور **امامت** کی بحث حجۃ الوداع کے آخر میں۔ **پردۂ شرعی** کی بحث۔ ازواج مطہرات کے حالات میں اِسی طرح اور مباحث بھی ہیں جنکا حال فہرست سے معلوم ہوگا۔

ارادہ تھا کہ اس کتاب میں صحابہ کرام کے انساب اور آپس کے تعلقات کو بالاستیعاب بتایا جائے مگر اس خیال کو بدلنا پڑا اسلیئے کہ کتاب کا بڑا حصّہ سیرۃ کے بجائے صحابہ کے حالات میں ہو جاتا۔ تاہم حضوؐر کے اعمام وعمّات۔ اور اُنکی اولاد۔ امہات المومنین اور اُن کے انساب۔ جابجا صحابہ کے آپس کے رشتہ جتنی تفصیل سے اس کتاب میں ہیں شاید ایک جگہ ان کا ملنا ممکن نہیں ہے۔

مشتبہ اسمار مشکل الفاظ۔ اور مقامات کے نام کا صحیح اعراب بتا دیا ہے اور جہاں ضرورت معلوم ہوئی وہاں معنی کی توضیح بھی کر دی ہے۔

افسوس ہے کہ طباعت کا تجربہ نہ ہونے کی وجہ سے اس کتاب کی ابتدا میں دو غلطیاں ہو گئی ہیں۔ اوّل یہ کہ

بہت سے حوالجات مسودہ سے علیحدہ حاشیہ کے لیئے دوسرے کاغذ پر لکھے ہوئے تھے غلطی سے وہ پریس میں نہ دیا گیا۔ دُوم مسودہ میں عربی عبارتوں کا ترجمہ نہ تھا ہجرت تک کتاب چھپ گئی تب یہ غلطی معلوم ہوئی اِس لیئے وہ حوالجات بھی رہ گئے۔ اور حدیث کے بعض ٹکروں کا۔ اور بعض اشعار کا ترجمہ بھی رہ گیا۔ یہ دونوں کوتاہیاں صرف ابتدار کتاب میں ہیں۔ ہجرت کے بعد حتے الوسع اس کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔

اس کتاب میں جن جن روایتوں کے متعلق ابن سعد کا حوالہ ہے۔ وہ روایتیں محض **طبقات ابن سعد** مطبوعہ یورپ کے بھروسہ پر نہیں لکھی گئی ہیں۔ اس کی وجہ مقدمہ میں لکھ چکا ہوں۔ مَیں نے صرف وہی روایتیں لی ہیں جن کو اصحاب نقل میں سے کسی نے اپنی کتاب میں درج کیا ہو مثلاً زاد المعاد **ابن قیم**۔ شرح مسلم **نووی**۔ شرح بخاری **ابن حجر**۔ شرح بخاری **عینی**۔ اصابہ۔ اسد الغابہ۔ شرح مواہب **زُرقانی**۔ شرح بخاری **قسطلانی**۔ شرح سفر السعادت **شاہ عبد الحق** صاحب۔ مدارج النبوۃ منہ۔ وغیرہ طبقات کی جو روایتیں اصحاب نقل کی کتابوں میں نہ ملی ہیں نے اُس کو چھوڑ دیا ہے۔ ابن حجر نے ابن سعد کی بعض روایتیں لکھی ہیں۔ اور وہ روایت طبقات میں موجود ہے مگر دونوں کے الفاظ میں کچھ فرق ہے میں نے ایسے موقع پر ابن حجر کے حوالہ کو ترجیح دی ہے۔ دُو روایتوں میں مجھ کو یہ اتفاق ہوا ہے۔

ابن اسحٰق کی روایتیں بھی مذکورۂ بالا کتابوں سے یا **سنن** کی روایتوں سے ماخوذ ہیں لیکن بعض روایتیں صرف **سیرۃ ابن ہشام** سے بھی لی گئی ہیں بعض جگہ یہ بھی ہے کہ ان لوگوں نے جو روایت ابن اسحاق کی لکھی ہے وہ اُس کے خلاف ہے جو ابن ہشام نے ابن اسحاق کی روایت لکھی ہے جیسا کہ غزوۂ احزاب کے شرکار کی تعداد میں مَیں ذکر کیا ہے۔ ایسی حالت میں بھی اصحاب نقل کے بیان کو ترجیح ہوگی۔ واللہ اعلم

ابتدار کتاب میں جن جن روایتوں کا حوالہ رہ گیا ہے وہ یا تو **سیرۃ ابن ہشام** سے ماخوذ ہے یا **زاد المعاد** سے یا **صحاح ستہ** کی کتابوں سے۔ اور آیات کے محل نزول کا جہاں جہاں ذکر ہے وہ یا تو ابن اسحاق کی روایت ہے اور سیرۃ ابن ہشام سے ماخوذ ہے یا تفسیر کبیر **امام رازی**۔ تفسیر معالم التنزیل **بغوی**۔ تفسیر **بیضاوی**۔ یا تفسیر **اتقان** وغیرہ سے۔

الفاظ کی تعریب و تصحیح میں زیادہ امداد نہایہ ابن اثیر اور **قاموس** سے لی گئی ہے لیکن **زُرقانی** شرح مواہب۔ **نیل الاوطار** قاضی شوکانی۔ اصابہ۔ **فتح الباری**۔ **مغنی** وغیرہ سے بھی بہت جگہ امداد لی گئی ہے ان کے علاوہ احادیث کی روایتوں کا ماخذ بالالتزام روایتوں کے ساتھ ذکر کر دیا ہے۔ شاید صحیحین کی بعض روایتوں کے ساتھ حوالہ مذکور نہ ہو۔ اور غایۃ اعتماد کی وجہ سے بے پروائی ہوگئی ہو تو ممکن ہے۔

بہت سے صحابہ کے حالات۔ بہت سے مقامات کی توضیح۔ بہت سے علمی اختلافات کے متعلق اہم مباحث اس کتاب کے حاشیہ میں ہیں مگر افسوس ہے کہ اُس کی فہرست مرتب نہ ہوسکی۔ کتاب کی طباعت میں تاخیر بہت ہوگئی ہے اور طبع کے قبل فہرست مرتب نہیں ہوسکتی تھی۔ احباب کا تقاضا شدید ہے اسلیئے اب اشاعت میں تاخیر نہیں کیجاسکتی۔ اگر خداوند کریم نے توفیق دی اور حصّہ دوم کی طباعت کا جلد موقع ملا تو اُس میں دونوں حصّہ کے حاشیہ کی مکمل فہرست دیجائے گی۔

عموماً اصحاب سیرت سنین پر کتاب کو تقسیم کرتے ہیں۔ اور ایک ایک سال میں ہر قسم کے واقعات کو جمع کرتے ہیں۔ لیکن اسمیں اکثر دو خرابیاں ہوتی ہیں۔ خلط مبحث بھی ہوجاتا ہے اور مباحث منتشر بھی ہوجاتے ہیں۔ ایک ایک چیز کیلیئے مختلف سنین میں مباحث دیکھنے پڑتے ہیں اور جنلوگوں نے سنین کی پابندی کے ساتھ مباحث کو ایک جگہ جمع کرنے کی کوشش کی ہے وہ فی الواقع سنین کی پابندی نہ کرسکے ہیں۔ میں نے اس کتاب میں حضورؐ کے حالات کو دو حصّہ پر تقسیم کردیا ہے۔ **اوّل حصّہ** میں اگرچہ ازولادت تا وفات حضورؐ کے حالات ہیں مگر وہی حالات جنکا تعلق اسلام کی تبلیغ واشاعت اور بزورِ اسلامی قوت کی ترقی سے ہے جس کو حضورؐ کی مجاہدانہ زندگی کہہ سکتے ہیں یعنی یہ کہ حضورؐ نے اسلامی قوت کو ترقی دینے میں کیا کیا ذرائع اختیار کیئے۔ **حصّہ دوم** میں پیغمبرانہ زندگی ہوگی یعنی دلائل النبوۃ۔ معجزات۔ معراج۔ مراتب۔ شمائل اور سب سے بڑی بات یہ کہ آپ نے دنیا کے سامنے کیا چیز پیش کی یعنی تعلیمات اور اصلاحات وغیرہ اور وہ حصّہ بھی ازولادت تا وفات پوری زندگی کے حالات کو شامل ہوگا۔ کیا عجب ہے کہ اہل علم اس ترتیب کو زیادہ پسند کریں کیونکہ اسمیں خلط مبحث بھی کم ہوگا اور مباحث بھی زیادہ منتشر نہ ہوں گے واللہ الھادی وعلیہ التکلان۔

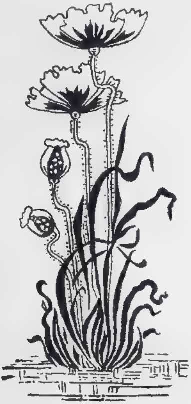
جمادی الاوّل سنہ ۱۳۵۱ ہجری
مطابق ستمبر سنہ ۱۹۳۲ء

ابوالبرکات عبدالرؤف عفی عنہ
قادری۔ داناپوری

فہرست مقدّمہ

اصح السیر فی ہدی خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم

فہرست مضامین اصح السیر فی ہدی خیر البشر صلعم



إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

کتاب مُستطاب

اصح السّیر

فی ھدی

خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یعنی

سوانح اقدس جناب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حصہ اوّل۔ مجاہدانہ زندگی

جس میں

مقدمۂ سیرت مجمل تاریخ عرب سیرت و مدارج تبلیغ اور نایاب فقہی تحقیقات ہیں،

تالیف

حضرت مولانا حکیم ابو البرکات عبد الرّؤف صاحب قادری داناپوری

باہتمام احقر محمد غنی حیدر آروی

در مطبع دستاهند واقع کلکته نمبر ۵۲ بنیاپوکر لین طبع گردید

سنہ ۱۳۵۱ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مُقدّمہ

الحمد للہ ربّ العالمین والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ خیر الخلائق محمد واٰلہ واصحابہ وازواجہٖ وذرّیاتہ واھل بیتہ اجمعین

اما بعد۔ کائنات عالم میں جتنے علمی و عملی کام ہیں اُن میں سب سے مقدم اور سب سے ضروری کام یہ ہے کہ خود انسان کے اخلاق حسنہ کی تربیت کی جائے۔ اور ان کو مرتبہ کمال تک پہنچایا جائے۔ اور اسی کام کے لئے خدائے ذوالجلال نے ابتدائے آفرینش عالم سے اِس وقت تک ہمیشہ اپنے بے شمار انبیاء ورسول بھیجے۔ بہت سی کتابیں اور صحائف نازل کیں۔ اور دنیا کا کوئی خطہ باقی نہ رہا جہاں اللہ پاک کی طرف سے معلّم اخلاق نہ آیا ہو وَاِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْرٌ[1]۔ ان سارے انبیاء اور مرسلین کا مقصد ایک تھا تعلیم ایک تھی۔ ایک دوسرے کے مُصدّق تھے کسی نے کبھی کسی دوسرے کی مخالفت نہ کی۔ اولاد نبی آدمؑ کا ان سے زیادہ بہتر ہمدرد کوئی دوسرا نہیں۔ اِن سے زیادہ سچی اور صحیح تعلیم دینے والا نہ کوئی انسان ہوسکتا ہے نہ فرشتہ۔ اِن خدا کے پاک بندوں نے جو کچھ کہا وہ اپنی طرف سے نہ کہا اِن کی تعلیم خدا کی تعلیم تھی جس کو وہ خدا کے بندوں تک پہنچانے آئے تھے۔ اور اپنے کام کو اپنی اپنی وسعت بھر انجام دیکر چلے گئے۔ آج اچھّے اخلاق کے جتنے نمونے دُنیا کے کسی خطہ یا دنیا کی کسی قوم میں پائے جاتے ہیں وہ انہیں بزرگان کے قدوم کی برکت سے ہیں۔

مگر انسان نے کیا کیا؟ اور اپنے فرائض کو کیونکر انجام دیا؟ تم کو حیرت ہوگی جب تم اِن لاکھوں رہبر اِن قدرت کی تعلیمات کو تلاش کرنا چاہو تو ساری عمر تلاش کرنے کے بعد تعلیم کا ایک ورق بھی تم کو ایسا نہیں مل سکتا جس کو یقینی طور پر کسی نبی یا رسول کی طرف منسوب کرسکو۔ دُنیا کا اکثر خطّہ آج یہ بھی نہیں بتا سکتا کہ اس ملک میں

[1] کوئی جماعت نہیں ہے مگر اُن میں ڈرانے والا گذر چکا ہے (قرآن کریم) ۱۲ منہ

کوئی خدا کا پیغمبر آیا بھی یا نہیں۔ اسلام کے قبل دُنیا میں صرف دو قومیں تھیں یہود اور نصاریٰ جو حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی اُمّت ہونے کا دعویٰ کرتی تھیں۔ اور انہیں کے ذریعہ سے بعض انبیا ورُسل کے نام زندہ تھے۔ اِن میں سے نصاریٰ کے پاس تو کوئی ایسی کتاب موجود ہی نہ تھی جس کو حضرت عیسےٰؑ نے خدا کی کتاب کہا ہو۔ حضرت عیسٰیؑ کے چار حواری متی۔ مرقس۔ لوقا۔ اور یوحنا نے اپنی اپنی سمجھ کے موافق حضرت عیسیٰؑ کے بعض وعظوں کو جمع کیا ہے۔ بس وہی ہے جس کو خدا کی کتاب کہو یا حواریوں کی کتاب۔ اس میں بھی پیچھے کچھ تغیّر وتبدّل ہوا یا بعینہ اُسی طرح باقی ہے جس طرح اُن بزرگان نے جمع کیا تھا اس کی تحقیق مشکل ہے۔ نہ اِس کے لئے کوئی سند ہے نہ ثبوت۔

باقی توریت۔ تو جس کو یہود توریت کہتے تھے اُس کے مضامین سے یہ ظاہر ہے کہ اُس کا بہت سا حصّہ حضرت موسیٰؑ کے بہت بعد لکھا گیا۔ اور جس حصّہ کو کہہ سکتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ کے وقت میں لکھا گیا۔ اُسکے متعلق بھی کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ الہامی الفاظ ہیں یا مفاہیم۔ اور روایت بالمعنے۔ احکام عشر کے سوا سب مشکوک ہے اور اس کا بھی قطعاً کوئی ثبوت نہیں ہے کہ یہ تحریر حضرت موسیٰؑ کے وقت سے اب تک بعینہٖ محفوظ ہے اور اس میں تغیرات اور تبدیلیاں نہیں ہوئیں۔ بلکہ روایت یہ ہے کہ ڈیڑھ سو برس تک تابوت سکینہ کے ساتھ توریت بھی بُت پرستوں کے قبضہ میں رہی۔ اور یہود کے پاس کوئی توریت نہ تھی۔ اس لئے کہ اس کا ایک ہی نسخہ تھا۔ ایک بزرگ نے اپنی یاد یا اپنے الہام سے توریت لکھوا دی تھی۔

قرآن شریف

اب انبیا ورُسل کی تعلیمات اور احکام خداوندی کے جاننے کا صرف ایک ذریعہ ہے۔ اور وہ وہی ہے جو خاتم النبیین جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا۔ قرآن پاک کی حفاظت کا ذمہ خود خداوند پاک نے لیا۔ اور اس کے الفاظ میں ردّوبدل کرنا انسان کے اختیار سے باہر ہو گیا۔ ہم بہت اختصار کے ساتھ بتائینگے کہ ابتدا ازنزول سے اب تک یہ کیونکر محفوظ ہے اور آیندہ اس کی حفاظت کے کیا کیا ذرائع ہیں۔

خداوند کریم نے رسول اللہؐ کے ذریعہ جو احکام بھیجے وہ دُو طرح کے ہیں۔ ایک وحی متلو یعنی قرآن پاک یعنی کلام اللہ۔ اور دوسرے وحی غیر متلو۔ قرآن پاک کی حفاظت کیونکر ہوئی۔ غور کیجئے۔

(۱) نماز ہر مسلمان پر فرض ہوئی۔ روزانہ پانچ وقت میں سترہ رکعتیں تو صرف فرض ہیں۔ اِس کے علاوہ سنن ونوافل ہیں۔ اور ہر رکعت میں کچھ قرآن پڑھنا ضرور ہے فاقرؤا ما تیسّر منہ[۱]۔ اس لئے ہر شخص پر فرض

[۱] جتنا قرآن بآسانی پڑھنا ممکن ہو پڑھ لو (قرآن) ۱۲ منہ

ہوگیا کہ مسلمان ہونے کے بعد کچھ صحیح قرآن پڑھنا سیکھے۔ چاہے وہ کسی ملک کا ہو۔ اور قرآن کا مطلب سمجھتا ہو یا نہ سمجھتا ہو قرآن کی تعلیم حاصل کرنا اور اُس کے مفہوم کو سمجھنا ہر شخص پر فرض عین نہیں ہو سکتا۔ مگر جو چیز جزو عبادت ہو گئی اُس سے کوئی مستثنیٰ نہیں ہو سکتا۔ اِس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن جس جس طرح نازل ہوتا گیا لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہوتا گیا۔ اور چونکہ عبادت کی صحت اس کی صحت پر موقوف تھی اس لئے اعراب۔ طریقِ ادا۔ تلفظ اِس طرح مشق ہوتا گیا کہ اعراب اور تلفظ میں بھی تغیّر و تبدّل ناممکن ہو گیا۔ آیۂ بالا سے معلوم ہو گیا کہ نماز میں قرآن پڑھنے کا حکم ہے اور قرآن کا ترجمہ قرآن نہیں ہوتا اس لئے اگر کوئی شخص نماز میں قرآن کا ترجمہ پڑھے تو نماز نہ ہو گی اِس لئے اُن الفاظ ہی کا یاد کرنا ضرور ہے۔

نماز میں اگر آیاتِ قرآنی کو سمجھکر پڑھے تو اس کے بہتری میں کلام نہیں۔ لیکن نہ سمجھے تاہم نفس نماز میں اس سے کوئی خرابی نہیں پیدا ہوتی۔ نماز ایک عبادت ہے اور اس سے مقصود اصلی خشوع و خضوع پیدا کرنا ہے اور وہ آیات کا مطلب نہ سمجھنے سے بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ ایک بے علم جو آیات کو کلام اللہ سمجھکر پڑھ لیتا ہے۔ دل سے خدا کی طرف متوجہ رہتا ہے خشوع و خضوع اُس پر غالب ہوتی ہے اُس کی نماز اُس عالم کی نماز سے ہزار گونہ بہتر ہے۔ جو آیات کو پڑھکر معانی کی تحقیق اور مسائل کے استخراج میں پھنس جاتا ہے۔ اور عبادت کے وقت علمی تحقیقات کرنے لگتا ہے۔

(۲) یاد کے علاوہ خود حضورؐ نے دوسرا اہتمام یہ کیا کہ جیسے جیسے آیتیں نازل ہوتی گئیں آپ اپنے کاتبوں سے اُس کو لکھواتے گئے۔ حضورؐ کے کاتب بہت تھے جن کا ذکر آگے آتا ہے۔ اُن میں بہت سے کاتبِ وحی کے لقب سے مشہور ہیں۔ ساری آیتیں ایک طرح نہیں لکھی جاسکتی تھیں۔ اِس لئے کہ کتابت کا اُسوقت کوئی خاص انتظام نہ تھا۔ درخت کے چھالوں پر۔ جانوروں کے چمڑوں پر۔ اونٹ اور غنم کی چوڑی ہڈیوں پر۔ پتھر کے پتلے اور چوڑے ٹکروں پر۔ یہ آیتیں لکھی گئی تھیں۔ یہ لکھی ہوئی آیتیں حضورؐ کے پاس تھیں۔ کاتبانِ وحی کے پاس تھیں اور دُوسرے اصحاب کے پاس بھی اصل یا اُس کی نقلیں پھیل گئی تھیں۔

(۳) آیتیں متفرق طور پر کبھی ایک کبھی چند نازل ہوتی تھیں۔ اُن آیات کو جس ترتیب سے جس سورہ میں رکھنا ہوتا تھا وہ خود حضورؐ بتاتے تھے۔ اِس لئے سورتیں حضورؐ کے سامنے بن گئی تھیں۔ اور سورتوں کا نام بھی اُسیوقت تجویز ہو چکا تھا۔ صحاح و سُنن کی بے شمار روایتوں میں موجود ہے کہ حضورؐ نے کس کس نماز میں کون کون سی سورہ پڑھی۔ اور کون کون سی سورہ پڑھنے کے لئے صحابہ سے کہا۔ لیکن یہ ترتیب زبانی اور حافظہ پر تھی۔ لکھی ہوئی آیتیں اُسی طرح متفرق تھیں۔ اُس کو حضورؐ کے سامنے مرتب نہیں کیا گیا اور نہ حضورؐ کے سامنے سورتوں میں ترتیب مقرر ہوئی تھی یعنی یہ طے نہیں ہوا تھا کہ کون سورہ کس سورہ کے بعد رکھی جائے۔

(۴) جنگ یمامہ کے بعد سب سے پہلے حضرت صدیق اور حضرت فاروق ؓ نے اِس کی ضرورت محسوس کی کہ تحریر میں بھی تمام متفرق آیتوں کو جمع کرلیا جائے۔ اونھوں نے حضرت زید ابن ثابت ؓ اور دوسرے کاتبانِ وحی اور تمام صحابہ کے مشورہ سے خاص اہتمام کے ساتھ اس طرح لکھی ہوئی تمام آیتوں کو جمع کرکے حفاظ صحابہ کے زیرِ نگرانی مرتب کیا۔ علامہ سیوطی نے تفصیل سے اس ترتیب کا حال تفسیر اتقان میں لکھا ہے۔ یہ مرتب مجموعہ پہلے حضرت ابوبکر ؓ کے پاس تھا۔ پھر جناب فاروق ؓ کے پاس۔ اُن کے بعد حضرت حفصہ ؓ کے پاس۔

(۵) یہ مجموعہ مرتب ہوگیا تھا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ سورہ کی ترتیب کا یا تو کوئی متفقہ فیصلہ اُس وقت طے نہ پایا۔ یا اس کی کوشش ہی نہ کی گئی۔ اس کی تکمیل حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے وقت میں کی۔ اور اسی لئے اُن کو جامع القرآن کہتے ہیں۔

(۶) قرآن پاک ابتدائے نزول سے اب تک برابر سینوں میں محفوظ رہا۔ ہر ملک میں۔ ہر قریہ میں۔ اور ہر گھر میں جہاں اسلام پہنچا اس کی تلاوت ہوتی رہی۔ ہزار ہا قلمی نسخے ہمیشہ موجود رہے بیحد و حساب تفسیریں لکھی گئیں۔ اِس کے ایک ایک حرف گن ڈالے گئے۔ ایک ایک لفظ پر مختلف اعتبارات سے بڑی بڑی بحثیں تیار کرلی گئیں۔ اقطاع عالم کی لاکھوں مساجد میں ہر سال رمضان کے مہینہ حفاظ از ابتدا تا انتہا پورا قرآن سُناتے رہے۔ اور خبیث سے خبیث شخصوں کے لئے بھی کوئی رُاستہ باقی نہ رہا کہ خدا کی اس کتاب میں کسی طرح ادنےٰ تغیر و تبدل بھی کرسکیں۔

سُنن رسُول اللہ صلعم

یہ تو قرآن پاک کا حال تھا۔ لیکن رسول اللہ ؐ کے احکام اس کے سوا اور بھی ہیں۔ اور وہ بھی وحی اور حکم خداوندی ہے۔ اللہ پاک فرماتا ہے ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ[۱] یعنی رسول اللہ ؐ اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے۔ وہ وہی کہتے ہیں جو اُن پر وحی کی جاتی ہے۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ اور دارمی میں حضرت مقداد بن معدیکرب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا کہ اے لوگو آگاہ ہو جاؤ جس طرح مجھ کو خدا کی طرف سے قرآن دیا گیا اسی طرح اور احکام بھی دیئے گئے ہیں۔ ایسا ہوگا کہ آسودہ لوگ اپنی گدّیوں پر بیٹھ کر کہینگے کہ قرآن میں جو حلال یا حرام کیا گیا صرف اسی کو حلال یا حرام سمجھو۔ حالانکہ بہت سی چیزیں رسول اللہ ؐ نے حرام بتائیں اور وہ بھی اُسی طرح حرام ہیں جس طرح خدا کی بتائی ہوئی چیزیں۔

جب حال یہ ہے تو ضرور ہوگیا کہ قرآن شریف کے علاوہ رسول اللہ ؐ نے جو جو احکام دیئے وُہ بھی

---

[۱] رسول اللہ اپنی طرف سے کچھ نہیں بولتے جو وہ کہتے ہیں وہ خدا کی وحی ہے جو اُن کو بھیجی گئی۔ (قرآن) ۱۲ منہ

اصلی حالت میں محفوظ رہیں۔ مگر مشکل یہ تھی کہ جس طرح قرآن پاک کی آیتیں حضورؐ لکھوا دیتے تھے اگر اُسی طرح ان احکام کو بھی لکھوا دیتے تو قرآن کے ساتھ التباس کا اندیشہ تھا۔ اِس لئے حضورؐ نے منع کر دیا کہ میرے احکام میں سے قرآن پاک کے علاوہ اور کچھ نہ لکھو۔ جیسا کہ **صحیح مسلم** میں ہے۔

حضورؐ کے منع کر دینے سے حضورؐ کے احکام اُس وقت باقاعدہ نہ لکھے گئے۔ تاہم جلیل القدر اصحاب کے پاس بعض احکام لکھے ہوئے موجود تھے۔ حضرت **ابوبکرؓ** کے پاس ایک تحریر تھی جس میں صدقات کی مقدار حضورؐ نے متعین کر دی تھی۔ اور حضرت صدیقؓ نے اُس کی نقل حضرت **انسؓ** کو دی تھی جب اُن کو صدقہ وصول کرنے کے لئے **بحرین** بھیجا تھا۔ بخاری میں وہ تحریر ہے اور اُسی پر جمہور اہل اسلام کا عمل ہے۔ زکوٰۃ ہی کے متعلق ایک دوسری تحریر حضرت **عمر** رضی اللہ عنہ کے پاس تھی۔ تیسری تحریر وہ تھی جو آپؐ نے **یمن** بھیجی تھی۔ اُس میں دیات۔ زکوٰۃ۔ احکام طلاق۔ عتاق۔ صلوٰۃ وغیرہ کے بہت سے مسائل تھے۔ کبائر کا ذکر تھا۔ مس مصحف کا حکم تھا۔ اُس کی نسبت **امام احمدؒ** صاحب کہتے ہیں کہ بلاشبہ وہ رسول اللہؐ کی تحریر ہے۔ اور **دیات** کی مقدار میں تمام فقہا نے اُس سے استدلال کیا ہے۔ اُس کو حاکم اور نسائی نے متصلاً روایت کیا ہے۔ اور ابوداؤد نے مرسلاً۔ ایک خط آپؐ کا **بنی زہیرؓ** کے پاس تھا جس کا ذکر میں نے مغازی میں کیا ہے۔ حضرت **علیؓ** کے پاس ایک تحریر تھی جس میں دیۃ کا حکم تھا۔ بخاری۔ مسلم۔ نسائی۔ اور مسند امام احمد وغیرہ میں روایت ہے کہ حضرت علیؓ سے پوچھا گیا کہ آپ کے پاس کوئی کتاب ہے۔ فرمایا کہ نہیں۔ صرف **کتاب اللہ** ہے اور یہ **صحیفہ**۔ وہ صحیفہ نکال کر دکھایا تو اُس میں دیۃ کا حکم تھا۔ صحیح مسلم کے مقدمہ میں غالباً اسی صحیفہ کا ذکر ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کے پاس ایک کتاب لائی گئی جس میں حضرت علیؓ کے قضایا تھے تو انہوں نے بقدر ایک ذرعہ چھوڑ کر باقی کو محو کر دیا۔ یہ اسلئے کہ لوگوں نے اس میں خلط ملط کر دیا تھا۔ ان میں ایک تحریر وہ بھی شمار کی جا سکتی ہے جو **بخاری** وغیرہ میں مروی ہے کہ مکہ میں جب حضورؐ نے خطبہ ارشاد فرمایا تو **یمن** کے ایک شخص نے جن کو **ابوشاہ** کہتے تھے حضورؐ سے کہا کہ یارسول اللہؐ یہ خطبہ مجھے لکھ دیجئے۔ آپؐ نے حکم دیا کہ اس خطبہ کو ابوشاہ کے لئے لکھ دو۔ حضرت **عبداللہ بن عمروؓ** کے پاس بھی کچھ تحریر تھی۔ حضرت ابوہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عمروؓ حدیث لکھ لیا کرتے تھے۔ جیسا کہ بخاری اور ترمذی وغیرہ میں ہے۔ الغرض بڑی تلاش وجستجو کے بعد احکام کے متعلق چند متفرق تحریروں کا پتہ ملتا ہے جو اُس وقت لکھ لی گئی تھیں۔ ورنہ رسول اللہؐ کی تیئس ۲۳ برس کی تعلیم جلیل القدر اصحاب کے قوت حافظہ اور قوت ضبط کی وجہ سے اُن کی یاد پر موقوف تھی۔

ابن سعدؒ نے زہری سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ چاہا کہ سنن رسول اللہؐ کو جمع کر لیا جائے۔ اِس کے لئے ایک مہینہ تک اُنہوں نے استخارہ کیا۔ آخر ایک روز صبح کے وقت اس کے خلاف

فیصلہ کرلیا۔ اور فرمایا کہ ہمیں ایک قوم یاد آئی جس نے خود کتاب لکھی اور اُس میں پھنس گئی۔ اور خدا کی کتاب کو چھوڑ دیا مطلب یہ تھا کہ اگر سُنن جمع کردی جائیں تو ممکن ہے کہ لوگ کتاب اللہ سے غافل ہوجائیں۔ اور **سیوطی** نے موطا کی شرح میں عروہ بن الزبیرؓ سے بھی اسی طرح کی روایت لکھی ہے اُس میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے صحابہ سے اس بارہ میں مشورہ کیا۔ عامۂ صحابہ اِس پر راضی تھے۔ مگر خود حضرت عمرؓ کو تردد تھا۔ ایک مہینہ تک استخارہ کرتے رہے۔ اور آخر فیصلہ کیا کہ سُنن جمع نہ کی جائیں۔ اس لئے کہ اس سے اندیشہ ہے کہ لوگ کتاب اللہ سے غافل ہوجائینگے۔

صحابۂ کرام اور کبار تابعین زبانی روایتیں بیان کرتے تھے۔ اور زبانی یاد کرتے تھے۔ اُن میں بڑے بڑے حفاظ تھے۔ بڑی بڑی طویل روایتیں بسند متصل بلفظہٖ اُن کو یاد تھیں۔ مگر جب ایسے علماء اُمت میں سے بہتوں کا انتقال ہوگیا تو اندیشہ پیدا ہوا کہ ایسا نہو کہ اِن بزرگوں کے ساتھ ان علوم کا خاتمہ ہوجائے۔ **امیرالمومنین عمر ابن عبدالعزیز**ؒ نے اِس اندیشہ کو زیادہ محسوس کیا۔ اور **موطا امام محمدؒ** میں امام مالکؒ سے مروی ہے کہ امیرالمومنین عمر ابن عبدالعزیزؒ نے ابوبکر محمد بن حزم کو لکھا کہ رسول اللہؐ کی حدیثیں حضورؐ کے سنن اور اسی طرح کی چیزیں لکھ لیں۔ اس کو امام بخاریؒ نے بھی تعلیقاً اپنے صحیح میں ذکر کیا ہے۔ اور **ابونعیم** نے تاریخ اصبہان میں لکھا ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے تمام ملک میں لکھا کہ رسول اللہؐ کی حدیث جہاں ملے جمع کرو **ابن عبدالبرؒ** نے تمہید میں امام مالکؒ سے روایت کیا ہے کہ امیرالمومنین عمر بن عبدالعزیزؒ نے تمام امصار میں لکھا۔ اور ابوبکر بن عمر بن حزم کو بھی لکھا کہ رسول اللہؐ کی سنتیں جمع کریں۔ اور لکھ کر ان کے پاس بھیجیں ابن حزم نے لکھا مگر بھیجنے سے پہلے امیرالمومنین کا انتقال ہوگیا۔ **ابن حجر** بخاری کی شرح میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیزؒ کی خلافت میں اُن کے حکم سے سب سے پہلے **ابن شہاب** نے حدیثوں کو مدوّن کیا۔ اور **ابونعیم** نے حلیہ میں مالک بن انسؒ سے روایت کیا ہے کہ علم کو پہلے پہلے **ابن شہاب** نے مدوّن کیا ہے۔ **سیوطی** لکھتے ہیں کہ حدیث کی کتاب پہلے پہلے تصنیف کی اور حدیثوں کو مرتب کیا۔ امام مالکؒ نے مدینہ میں ابن جریج نے مکہ میں۔ ربیع بن صبیح یا سعید ابن ابی عروبہ یا حماد ابن سلمہ نے بصرہ میں۔ سفیان ثوری نے کوفہ میں۔ اوزاعی نے شام میں۔ ہشیم نے واسط میں۔ معمر نے یمن میں جریر بن عبدالحمید نے رَی میں۔ ابن المبارک نے خراسان میں۔ **حافظ ابن حجر** اور **عراقی** اِن لوگوں کے نسبت کہتے ہیں کہ یہ سب ایک زمانہ کے لوگ تھے اس لئے نہیں کہا جاسکتا کہ اِن میں کس کی تصنیف پہلے ہوئی کس کی پیچھے۔

لیکن اس میں شبہ نہیں کہ ابواب پر حدیثوں کی ترتیب سب سے پہلے امام مالک صاحبؒ نے موطا میں کی۔ اور یہی طریقہ پیچھے پسند ہوا۔ اُن کے بعد لوگوں نے اُن کی اقتدا کی لیکن موطا میں ابواب بھی تھوڑے

تھے اور حدیثیں بھی کم تھیں پیچھے لوگوں نے بڑھایا حتی کہ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے تنقید وتصحیح میں اور اصحاب سنن نے ابواب اور مزوریات کے استیعاب میں اِنتہائے کمال تک پہنچایا۔

سیرۃ

اصحاب حدیث دراصل تین امور کو جمع کرتے ہیں (۱) رسول اللہؐ نے کیا فرمایا (۲) رسول اللہؐ نے کیا کام کیا (۳) رسول اللہؐ کے سامنے یا رسول اللہؐ کے وقت میں کیا کیا گیا۔ اصحاب سیرۃ بھی اُنہیں تین امور کو جمع کرتے ہیں۔ اِس لئے اصل کام دونوں کا ایک ہے۔ مگر باوجود اِس کے دونوں میں بڑا فرق ہے۔ اصحاب حدیث کا مقصود بالذات احکام کو جاننا ہوتا ہے۔ اور رسول اللہؐ کی ذات سے اُن کی بحث ضمناً یا التزاماً ہوتی ہے۔ اور اصحاب سیر کا مقصود بالذات رسول اللہؐ کو جاننا ہے۔ احکام پر اُن کے یہاں بحث ضمناً ہوتی ہے۔ اِس لئے محدثین کا مدارِ بحث یہ ہوتا ہے کہ یہ فعل یا یہ قول رسول اللہؐ کا ہے یا نہیں۔ اُن کی تمام تر قوت اِس تحقیق میں صرف ہوتی ہے کہ اِس قول یا فعل کا انتساب رسول اللہؐ کی طرف صحیح ہے یا نہیں لیکن اصحاب سیرۃ کو یہ بھی کرنا پڑتا ہے اور اِس کے سوا اس کے ساتھ دو باتیں اور معلوم کرنی پڑتی ہیں ایک یہ کہ حضورؐ نے کب ایسا کہا یا کیا۔ دوم یہ کہ ایسا کہنے یا کرنے کی وجہ کیا ہوئی۔ اصحاب سیرۃ حضورؐ کے اقوال وافعال کو مسلسل اور مربوط بتانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اُس کے اسباب وعلل کو بھی جاننا چاہتے ہیں۔ اصحاب حدیث کہتے ہیں کہ اس کی ضرورت نہیں ہے جب صحت کے ساتھ یہ معلوم ہو جائے کہ یہ قول یا یہ فعل رسول اللہؐ کا ہے تو وہ رسول اللہؐ کی سنت اور آپؐ کا طریقہ ہو گیا۔ گو یہ نہ معلوم ہو کہ رسول اللہؐ نے کب کس دن۔ کس تاریخ ایسا کہا یا ایسا کیا۔

اِس فرق کی وجہ سے اصحاب سیرۃ اور اصحاب حدیث کی دو جماعتیں الگ الگ بن گئیں۔ اور معیارِ تحقیق بھی دونوں کا جُدا ہو گیا۔ محدثین رواۃ کی ثقاہت۔ تقویٰ اور دیانت کی کمی زیادتی کی بنا پر مقبول رواۃ کی روایتوں میں اختلاف کے وقت ترجیح دیتے ہیں۔ اور اصحاب سیرۃ حالات کی موافقت اور واقعات کے علم کی بنا پر ترجیح دیتے ہیں۔

مُحدّثین نے رسول اللہؐ کے قول وفعل کی صحت دریافت کرنے کے لئے جیسے احتیاط سے قواعد بنائے ہیں اُس کی نظیر عالم میں نہیں مل سکتی۔ وہ بے سند کسی بات کو قبول نہیں کرتے۔ رواۃ حدیث میں سے ایک ایک کے حالات کی نہایت احتیاط سے تنقیح کی ہے۔ مدارج مقرر کر دیئے ہیں اور بتا دیا ہے کہ کس کی بات کہاں تک قابل قبول ہے اور کہاں تک قابل رد۔ اصحاب حدیث ہوں یا اصحاب سیرۃ

جھوٹوں کی روایتیں کوئی قبول نہیں کرتا جس راوی پر جرح شدید ہو اُس کی بات کوئی قبول نہیں کرتا مگر جہاں فرق ہوتا ہے وہ ذیل کے بیان سے سمجھ میں آئے گا۔

امام مسلم اپنے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ معتبر اور مقبول رواۃ میں بھی مراتب کا فرق ہے۔ مثلاً حسن بصری اور ابن سیرین کے دو شاگرد ہیں جو تقویٰ۔ امانت اور احتیاط میں بہت عالی مرتبہ ہیں۔ ابن عون اور ایوب سختیانی اور اُنہیں کے دو شاگرد اور ہیں۔ عوف بن جمیلہ۔ اور اشعث الحمرانی جو معتبر تو ہیں مگر مرتبہ میں ابن عون اور ایوب سختیانی سے کم ہیں۔ اگر کوئی روایت عوف اور اشعث کی ابن عون اور ایوب کے خلاف ہو تو محدثین اس بنا پر اس سے انکار کرینگے کہ اُن سے بڑے مرتبہ کے لوگوں نے اُن کے خلاف روایت کیا ہے۔ مگر اصحاب سیرۃ یہ نہیں کرینگے۔ وہ کہینگے کہ سب معتبر ہیں جسکے روایت کی تصدیق واقعات سے ہوگی اُس کی روایت معتبر ہوگی۔ اور مثلاً عطا ابن السائب۔ یزید بن ابی زیاد اور لیث بن سلیم محدثین کے نزدیک معتبر اور مستند ہیں۔ لیکن اُن کا مرتبہ اسمٰعیل بن ابی خالد سلیمٰن الاعمش۔ اور منصور المعتمر کے مثل نہیں ہے۔ لہٰذا اگر کوئی روایت عطا۔ یزید۔ اور لیث کی اُن کے خلاف ہو تو محدثین کے نزدیک مقبول نہ ہوگی۔ مگر اصحاب سیرۃ واقعات سے جانچکر ترجیح دینگے۔

بہت سے رواۃ محدثین کے نزدیک اس وجہ سے متروک یا منکر ہیں کہ اُن کی روایتیں مشاہیر اہل علم و دیانت کے خلاف ہیں۔ مثلاً عبداللہ بن محرر تبع تابعین۔ رقہ کے قاضی تھے۔ حسن قتادہ۔ زہری اور نافع مولی ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ اسی بنا پر متروک ہیں۔ ابوالعطوف اور جراح بن منہال۔ حکم بن عتیبہ اور زہری کے شاگرد ہیں۔ اور یزید بن ہارون کے اُستاد۔ وہ اسی بنا پر منکر الحدیث ہیں۔ اِس طرح ترجیح کے بارہ میں اصحاب سیر اور اصحاب حدیث کا راستہ مختلف ہوگیا۔

یہاں پر یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ اصحاب سیر اور اصحاب حدیث واقعی دو جماعت نہیں ہیں جتنے اصحاب سیر ہیں وہ اصحاب حدیث بھی ہیں۔ اور جتنے اصحاب حدیث ہیں وہ اصحاب سیر بھی۔ مگر سیرت پر جب اُن کو واقعات جمع کرنے پڑتے ہیں۔ اور سیرۃ کے مقاصد کو پورا کرنا ہوتا ہے تو اس کے شرائط اور وجوہ ترجیح میں مناسب تبدیلی کرنی پڑتی ہے۔ اصل یہ ہے کہ ہر زمانہ میں بڑے بڑے اصحاب تقوےٰ و دیانت اُن امور کی طرف بہت کم توجہ کرتے ہیں۔ جس کا اصحاب سیرت کو بیان کرنا ضرور ہے۔ اور جس کو اصحاب حدیث نے بھی ناسخ و منسوخ سمجھنے کے لئے۔ احکام کی ترتیب کو جاننے کے لئے۔ اور بہت سے احادیث کا صحیح مطلب سمجھنے کے لئے ضروری سمجھا ہے۔ اس لئے اصحاب سیرۃ کو ایسے معلومات کا

اخذ کرنا ضرور ہوگیا گو وہ ایسے لوگوں سے ملے جو ثقاہت اور تدین میں بہت اعلیٰ پایہ کے نہ ہوں مگر معتبر ہوں اور اُن پر شدید جرح نہ ہوئی ہو۔

اصحاب سیر لکھتے ہیں کہ حضورؐ کی پیدائش کے وقت یا اُس کے قریب حجاز کی معاشرتی یا مذہبی حالت کیا تھی۔ اِس کے لکھنے کا منشا یہ ہوتا ہے کہ حضورؐ کی تعلیمات سے حالات میں کیا تغیرات ہوئے۔ اور کون سا حکم کس کس مناسبت سے دیا گیا۔ یہ بغیر اُن حالات کو جانے ہوئے معلوم نہیں ہو سکتا۔ محدثین کے شرائط کے موافق ایک روایت بھی ان معلومات کے متعلق نہیں مل سکتی۔ اِلّا وہ جو خود جناب رسول اللہؐ نے بیان کی پیدائش سے نبوت تک کے حالات کی بھی یہی حالت ہے۔ بڑے سے بڑے محتاط محدثین نے بھی یہی کیا کہ رسول اللہؐ کے بیان کے علاوہ صحابہ اور کبار تابعین کے صحیح اقوال کو جمع کیا ہے۔ گو واقعہ کے وقت وہ موجود نہ تھے۔ کیونکہ اس کے سوا چارہ نہیں ہے۔

مغازی کے حالات دونوں لکھتے ہیں۔ محدثین بھی اور اصحاب سیرۃ بھی۔ مگر دونوں کے لکھنے میں فرق ہے۔ فتح مکہ کے متعلق محدثین اتنا لکھتے ہیں۔ کہ قریش نے حدیبیہ کے معاہدہ کو توڑا۔ اور بنی خزاعہ پر ظلم کیا جو رسول اللہ کے حلیف تھے۔ اس لئے رسول اللہؐ نے حملہ کیا اور فتح مکہ ہوا لیکن اصحاب سیرۃ اتنا ہی نہیں لکھتے وہ یہ بھی بتاتے ہیں کہ یہ معاہدہ کتنا اہم تھا۔ بنی بکر اور بنی خزاعہ کی جنگ عرصہ سے چلی آرہی تھی۔ اس معاہدہ کی وجہ سے وہ جنگ رُک گئی تھی۔ قریش نے عہد توڑ کر پھر اُس جنگ کو مشتعل کر دیا تھا۔ اس کی توضیح اسی طرح ممکن تھی کہ بنی بکر اور بنی خزاعہ کے نزاعات کی کچھ تاریخ بیان کریں۔ مگر اس باب میں محدثین کے شرائط کے موافق واقعات تک متدین مسلمانوں کی متصل روایت کیونکر مل سکتی تھی اور ایسی روایت نہ ملنے کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ بنی الدیل کے لوگوں نے جو کچھ اپنے کافر باپ دادا سے سُنا تھا اور جس میں عرصہ تک وہ خود مبتلا رہ چکے تھے وہ سب قابل اعتبار نہ ہو اور رد کر دیا جائے

نجران کے نصاریٰ اور خیبر کے یہود کے متعلق بہت سی اہم باتیں تھیں جو انہیں کے ذریعہ سے معلوم ہو سکتی تھیں۔ محدثین اس کی اجازت کیونکر دیتے۔ مگر اہل سیرۃ نے اُن کے واسطہ سے بھی روایتیں جمع کیں۔

الغرض محدثین کے یہاں جو صحیح روایتیں ہیں۔ اصحاب سیرۃ کو اُن کی ترجیح میں کلام نہیں ہے لیکن اُن کو اپنی ضروریات کے لئے اور روایتیں بھی لینی پڑتی ہیں۔ جس کے لئے وہ اپنا معیار الگ قائم کرتے ہیں۔ بلاشبہ جس طرح حدیث کی کتابوں میں محدثین کے شدید احتیاط کے باوجود بہت سی غلط اور موضوع روایتیں داخل ہو گئی ہیں اِس طرح سیرۃ میں بھی بہت سی موضوعات ہیں۔ لیکن اِن موضوعات کو

خارج کردیا جائے تو دنیا کے کسی قوم کی کوئی تاریخ اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ اِس لئے کہ اور کہیں نہ سند ہے نہ موضوعات کو جُدا کیا جاسکتا ہے۔

اصحاب سیرۃ جو باتیں بتاتے ہیں وہ تاریخوار مسلسل اور مربوط ہوتی ہیں۔ احادیث صحیحہ کے تمام واقعات بھی سیرۃ کی اس توضیح کی وجہ سے اپنی اپنی جگہ نمایاں نظر آتے ہیں۔ محدثین اپنے اسانید عالیہ کے باوجود۔ واقعات کو سمجھنے کیلئے اصحاب سیر کے محتاج ہوتے ہیں۔ بلکہ بعض جگہ اپنے نقص کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

صحیح مسلم کی روایت ہے جس کی سند عالی ہونے میں شبہ نہیں کہ ابوسفیان نے رسول اللہؐ سے کہا کہ میں اُم حبیبہؓ کو آپ کے عقد میں دیتا ہوں۔ اور آپ نے قبول کیا۔ اصحاب سیرۃ کہتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ باتفاق اہل سیرۃ اُم حبیبہؓ کا عقد حبشہ میں ہوا۔ اور اُس وقت ہوا جب ابوسفیان کا فرادر محارب تھا۔ جمہور محدثین تسلیم کرتے ہیں کہ صحیح مسلم کی یہ روایت قابل قبول نہیں ہے۔

بخاری کی روایت ہے کہ اِفک عائشہ صدیقہؓ کے بعد حضورؐ نے مسجد میں فرمایا کہ کون ہے جوان منافقوں کے مقابلہ میں مستعد ہو۔ حضرت سعد بن مُعاذ کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ میں مستعد ہوں۔ یارسول اللہ۔ اصحاب سیرۃ کہتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ اصحاب سیرۃ متفق ہیں کہ حضرت سعدؓ کا غزوہ احزاب کے بعد بنی قریظہ کا فیصلہ کرکے انتقال ہوگیا۔ اور صحیح یہ ہے کہ غزوہ مریسیع جس میں اِفک کا قصہ ہوا وہ اُس کے بعد ہوا۔ اس لئے حضرت سعدؓ تو افک کے وقت تھے ہی نہیں۔ اکثر محدثین تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن مُعاذ کا نام اس روایت میں رواۃ کا تسامح ہے۔

سیرۃ کا تحریری مواد

میں عرض کرچکا ہوں کہ احکام کے متعلق تحریری سرمایہ حضورؐ کے وقت میں جمع نہ ہوسکا اور جو کچھ تھا وہ بہت کم۔ لیکن سیرۃ کے متعلق اُس سے بہت زیادہ تحریری مادّہ جمع ہوچکا تھا۔

جن حضرات نے حضورؐ کی تحریری خدمت انجام دی اُن کے نام ابن قیم نے حسب ذیل لکھے ہیں:۔
حضرت ابوبکرؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت زبیرؓ۔ عامر بن فہیرہؓ۔ عمرو بن العاصؓ۔ اُبَی بن کعبؓ۔ عبداللہ بن الأرقم۔ ثابت بن قیس بن شماسؓ۔ حنظلہ ابن الربیع الاسدی۔ مغیرہ بن شعبہؓ۔ عبداللہ بن رواحہ۔ خالد ابن الولیدؓ۔ خالد بن سعید ابن العاصؓ۔ معاویہ ابن ابی سفیانؓ۔ زید بن ثابتؓ۔
اور علامہ زرقانی نے ان کے علاوہ اور نام بھی لکھے ہیں۔ طلحہ بن عبیداللہ۔ سعید ابن العاص اُن کے

دُودھائی خالدؓ۔ ابانؓ۔ سعد ابن ابی وقاصؓ۔ شرجبیل بن حسنہؓ۔ العلاء الحضرمیؓ۔ معیقیب دوسیؓ۔ حذیفہ ابن الیمانؓ۔ حویطب ابن عبدالعزیٰؓ۔

یہ سب حضورؐ کے کاتب ہیں۔ اِن میں وحی لکھنے والے بھی ہیں اور خط وکتابت کرنیوالے بھی۔ بخاری میں حضرت انسؓ کی روایت قتادہؓ سے ہے کہ رسول اللہؐ کے وقت میں چار آدمیوں نے قرآن جمع کیا تھا اُبیؓ معاذؓ۔ ابوزیدؓ۔ زیدبن ثابتؓ۔ مدائنی کہتے ہیں کہ زیدبن ثابتؓ وحی لکھتے تھے۔ اور معاویہؓ آپ کے اور قبائل کے درمیان خط وکتابت کرتے تھے۔ حضرت علیؓ نے صلح حدیبیہ لکھا تھا۔ عبداللہ ابنؓ الارقم بادشاہوں کے نام خطوط لکھتے تھے۔ اُبی ابن کعبؓ نے عمّان کا خط لکھا تھا۔ عرباض بن ساریہؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ نے دعا کی تھی اَللّٰھُمَّ علّم معاویۃ الحساب والکتاب۔ بخاری میں تعلیقاً مذکور ہے کہ حضورؐ نے زید بن ثابتؓ سے کہا تھا کہ یہودیوں کی تحریر سیکھ لو۔ اُنھوں نے سیکھا چنانچہ یہودیوں کو وہی خط لکھتے تھے اور اُن کے خطوط کا وہی جواب دیتے تھے۔

حضورؐ نے ہرقل کو روم خط لکھا۔ کسریٰ کو ایران۔ نجاشی کو حبشہ۔ مقوقس کو اسکندریہ۔ منذر ابن ساوی کو بحرین۔ ہوذہ بن علی کو یمامہ۔ حارث ابن ابی شمر غسانی کو دمشق۔ یہ سیرۃ کا عظیم الشان تحریری سرمایہ ہے۔ یہ خطوط حضور نے خود لکھوائے۔ اور انہیں حضرات نے لکھے تھے۔ اس لئے بقرینہ غالب اِن کے پاس اُس کی نقلیں موجود ہونگی۔

اِن خطوط کے علاوہ یحنہ ابن رویہ صاحب ایلہ کو آپ نے ایک صلحنامہ لکھکر دیا۔ اہل جربا اور اذرج کو ایک صلحنامہ لکھکر دیا۔ اکیدر صاحب دومۃ الجندل کو صلحنامہ لکھ کر دیا۔ اہل خیبر سے بٹائی کا معاملہ تحریری ہوا۔ اہل فدک سے تحریری صلح ہوئی۔ علامہ زرقانی لکھتے ہیں کہ تمیم داری کی قوم داریین کے لئے آپ نے ایک ہبہ نامہ لکھا جس میں بیت عینون۔ جبرون۔ مرطوم اور بیت ابراہیم سب اُن لوگوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے لکھدیا۔ ابن ہشام لکھتے ہیں کہ جب ہجرت کر کے حضورؐ مدینہ تشریف لائے۔ تو ایک معاہدہ حضور نے لکھوایا۔ جس میں مہاجرین انصار اور یہود کے حقوق اور مل کر مدینہ کی حفاظت کا قاعدہ بتایا گیا۔ اس کے علاوہ علیحدہ علیحدہ یہود کے قبائل بنی قینقاع۔ بنی نضیر۔ اور بنی قریظہ کے ساتھ آپ کا تحریری معاہدہ ہوا۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان جو قبائل تھے اُن میں سے اکثر کے ساتھ آپ کی تحریری صلح ہوئی۔ بہت سے خطوط اور صلحنامہ کا ذکر میں نے کتاب المغازی میں کیا ہے۔

یہ سب تحریری سرمایہ حضور کی سیرت کا ضروری حصہ ہے۔ اور ان سب کی نقل کا حضورؐ کے

کاتبوں کے پاس موجود ہونا قرین قیاس ہے لیکن محدثین کے اعلیٰ اسناد کے ساتھ ان میں سے صرف چند چیزیں ملتی ہیں ورنہ سب اصحاب سیرۃ کے پاس ہیں۔ اور احادیث کے بھی انہیں کتابوں میں ہے جن کو سیرۃ کی روایتیں کہہ سکتے ہیں۔

سیرۃ کی تدوین

امام مالکؒ صاحب کی روایت سے پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ حضورؐ کے سُنن کو سب سے پہلے امام ابن شہاب زہریؒ نے جمع کیا۔ یہ بھی روایت ہے کہ مغازی کو بھی سب سے پہلے انہیں نے مرتب کیا۔ امام بخاریؒ نے افک کا قصہ ان سے روایت کیا ہے۔ اس سے اندازہ معلوم ہو جاتا ہے کہ انہوں نے متعدد روایات کو ایک ساتھ کیونکر جمع کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ عروہ ابن الزبیرؓ سعید ابن المسیبؒ علقمہ ابن وقاصؓ عبیداللہ بن عبداللہؒ سب نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے اور ہر ایک کی روایت میں متفرق اور کم و بیش باتیں تھیں۔ سب کو ہم نے جمع کر دیا ہے۔ اس کے بعد روایت ہے۔

امام زُہری سے پہلے سیرۃ اور حدیث کے عالموں میں کچھ زیادہ فرق نہ تھا۔ البتہ بعض علماء صاحب المغازی کے نام سے مشہور تھے۔ شاید اس وجہ سے کہ اُن کو مغازی کی روایتیں زیادہ معلوم تھیں۔ یا اس وجہ سے کہ مغازی کی روایتیں زیادہ بیان کرتے تھے۔ امام زُہری کے وقت میں چار عالم بے نظیر سمجھے جاتے تھے۔ ابن المسیبؒ مدینہ میں شعبیؒ کوفہ میں۔ حسنؒ بصری بصرہ میں۔ اور مکحولؒ شام میں۔ یہ سب ائمہ حدیث بھی ہیں اور ائمہ سیر بھی۔ زُہریؒ اِن چاروں کے فیض یافتہ تھے۔ اور امام زہریؒ کے شاگردوں ہی نے سُنن اور سیرت کو بظاہر دُو فنوں کی حیثیت سے نمایاں کیا۔ ایک طرف امام مالک اور سفین ابن عُیینہ جیسے ائمہ حدیث ان کے شاگرد تھے جنھوں نے علم حدیث کی بنیاد کو مستحکم کیا۔ اور دوسری طرف امام السیر والاخبار محمد بن اسحٰق بن یسار۔ اور موسیٰ بن عقبہ ان کے شاگرد تھے جن کی روایات و تصنیفات سے فن سیرۃ ایک مستقل فن بن گیا۔

مغازیٔ موسے بن عقبہ۔ اور مغازی ابن اسحٰق سیرۃ کی پہلی دُو تصنیفات ہیں۔ اِس فن میں پیچھے جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں سب کی بنیاد اِن دُو کتابوں پر ہے۔ دونوں بڑے مرتبہ کے محدث تھے۔ موسیٰ بن عقبہ پر تو کسی کو اعتراض نہیں ہے۔ مگر ابن اسحٰق پر امام مالکؒ صاحب نے جرح کی ہے۔ محدثین کی بڑی جماعت اس جرح کو قبول نہیں کرتی۔ اور شاید اسی جرح کی وجہ سے محدثین نے یہ قاعدہ بنایا کہ معاصر کی جرح معاصر کے حق میں مقبول نہ ہوگی۔ گو جرح کرنے والا کسی مرتبہ کا ہو۔ امام مالک صاحب کا پایہ جیسا عالی ہے اُس سے کون ناواقف ہے۔ مگر باوجود ان کی جرح کے تمام اصحاب سُنن نے

محمد ابن اسحٰقؒ سے روایت لی ہے۔ امام بخاریؒ نے بھی تعلیقات میں اِن کا ذکر کیا ہے۔ اور غزوہ مریسیع کی تاریخ کے اختلاف میں اِن کا حوالہ دیا ہے۔ جزء القرأۃ میں ان کی روایت کو صحیح کہا ہے۔ یحییٰ بن سعید۔ سفیان ثوری۔ نخعی۔ ابن عیینہ ایسے محدثین نے اِن سے روایت لی ہے۔

محمد بن اسحاق پر دو جرح ہے[۱] اول یہ کہ وہ تدلیس کرتے تھے۔ دوم اہل کتاب سے روایت لیتے تھے۔ مدلسین سے تمام ائمہ حدیث روایت لیتے ہیں۔ البتہ جس روایت میں تدلیس کا شبہہ ہو اس سے استدلال صحیح نہ ہوگا۔ اور مدلس کا عنعنہ ہمیشہ قابل اعتبار نہیں ہوتا۔ دوسری جرح کی صحیح وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ نجران کے نصاریٰ یا خیبر کے یہود سے اُن واقعات کی تحقیق کرنا جو مسلمانوں کو معلوم نہیں ہوسکتیں کیوں قابل اعتراض ہے۔ البتہ احکام میں اُن سے استدلال درست نہ ہوگا۔

الغرض اِن ذوائمہ فن کی تصنیف کی وجہ سے سیرۃ کی طرف لوگوں کو عام رغبت پیدا ہوگئی۔ اور اس فن پر مختلف کتابیں لکھی گئیں۔ اِس کے بعد **واقدی** کا ظہور ہوا۔ واقدی نے مغازی اور سیرت پر روایات کا انبار لگا دیا۔ اور واقعات کو اس تفصیل و تسلسل سے بیان کیا کہ خود جو شخص اُن واقعات کے وقت موجود ہوتا وہ بھی جزئیات کو اس تفصیل سے یاد نہیں رکھ سکتا۔ واقدی کی اِن تفصیلات کی وجہ سے محدثین متفق ہوگئے کہ واقدی اور واقدی کی روایتیں اعتبار کے قابل نہیں ہیں اور واقدی باتفاق محدثین متروک ہیں۔ لیکن متروک ہونے کے باوجود شاید سیرۃ۔ مغازی۔ اور رجال کی کوئی کتاب ایسی موجود نہیں ہے جو واقدی کی روایتوں سے خالی ہو۔ اصل یہ ہے کہ واقدی گو متروک ہیں مگر حجاز کے مقامات اور غزوات و سرایا اور دوسرے واقعات کے محل و مقامات کو جتنا صحت و صفائی سے واقدی بیان کرتے ہیں کوئی دوسرا نہیں کرسکتا۔ واقدی کی واقفیت اور تبحر علمی سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ مگر اس میں شک نہیں کہ ان کے تفصیلی بیانات سب مشتبہ ہیں۔ ابن حجر عسقلانی تقریب میں لکھتے ہیں کہ محمد بن عمر بن واقد الاسلمی الواقدی مدینہ کے رہنے والے اور قاضی تھے۔ بغداد میں قیام کرلیا تھا۔ باوجود اس کے کہ ان کا علم بڑا وسیع تھا یہ متروک ہیں۔

واقدی متروک ہیں۔ مگر ان کے ایک شاگرد **محمد بن سعد** مقبول و بڑے پایہ کے شخص ہیں اِن کی کتاب **طبقات ابن سعد** بہت مشہور اور بہت مقبول کتاب ہے۔ صحابہ کے حالات میں

---

[۱] ایک یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان پر تشیع کا شبہہ تھا۔ مگر اسوقت کا تشیع یہ نہ تھا جواب ہے۔ امام بخاری نے ایسے لوگوں سے روایتیں لی ہیں جن پر تشیع کا شبہہ تھا۔ اور یہ شبہہ تو امام شافعیؒ پر بھی کیا گیا ہے۔ بہرکیف اگر ہو بھی تو اُس سے سیرۃ کی روایات غیر معتبر نہ ہونگی۔ واللہ اعلم ۱۲ منہ۔

اِس سے پہلے اتنی بڑی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔

موسیٰ ابن عقبہ کی مغازی عرصہ ہوا مفقود ہوگئی۔ مگر تقریباً ساری کتاب متفرق طور پر متاخرین کی تصنیفات میں نقل کرلی گئی ہے **مغازی ابن اسحٰق** کا اصل نسخہ مفقود ہے۔ مگر ابن ہشام نے نئے طریقہ سے مغازی ابن اسحٰق کو درست کیا۔ الفاظ کی تصحیح۔ اشعار کی شرح اور بعض جگہ کمی وزیادتی کی مشکل اسماء کی توضیح۔ اور کچھ روایات کے اضافہ کے ساتھ مرتب کیا۔ جو سیرت ابن ہشام کے نام سے مشہور ہے۔ یہ کتاب بار بار چھپی اس کا مصری نسخہ موجود ہے۔ اِس کے علاوہ ابن اسحٰق کی روایتیں بھی تمام متداول کتابوں میں موجود ہیں **طبقات ابن سعد** عرصہ سے مفقود تھی مسلمانوں کے پاس اس کا مکمل نسخہ کہیں بھی موجود نہ تھا۔ اب یورپ کے عیسائیوں نے اس کو چھپوایا ہے۔ اور وہی میرے پیشِ نظر ہے۔ مگر اس کی کوئی سند نہیں ہے کہ یہ نسخہ اصل تصنیف کے موافق ہے۔ وفاتِ رسول اللہؐ کے متعلق اور اُمہات المومنینؓ کے متعلق بعض ایسی روایتیں اِس میں موجود ہیں جن کا اسلامی تصنیفات میں باوجود تلاش کے مجھ کو پتہ نہ ملا۔ ابن سعد کی اکثر روایتوں کو متاخرین نے نقل کیا ہے۔ مگر ان مہملات کو کسی نے نہیں لکھا۔ میں یقین کے ساتھ یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ یہ یورپ کا الحاق ہے۔ اِس لئے کہ **طبقات ابن سعد** خود کوئی ایسی کتاب نہیں جس کی ساری روایتیں قابل قبول ہوں۔ تاہم چونکہ یہ پوری کتاب ہمیں یورپ کے واسطہ سے ملی ہے اس کے بھروسہ پر ابن سعد کا حوالہ بھی جائز نہیں ہوسکتا۔ جب تک اُس کی سند متداول کتابوں سے نہ ملجائے۔ حدیث، سیرت اور تفسیر کی اور کتابیں بھی عیسائیوں نے چھاپی ہیں۔ اِن کتابوں کی بھی کوئی سند نہیں ہے۔ اور نہ اُن پر اعتماد ہے اُن میں سے صرف وہی باتیں قابل قبول ہونگی جسکی سند متداول کتابوں میں ملجائے ملّا علی قاریؒ موضوعات کبیر میں لکھتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ ایک [illegible] بنویہ مسائل	قلت ومن القواعد الکلیۃ ان نقل الاحادیث

لہ تعجب یہ ہے کہ بعض علماء محمد ابن اسحاق کو اس بنا پر مجروح قرار دیتے ہیں کہ انہوں نے بعض یہود اور نصاریٰ سے روایت لی ہے مگر خود اپنی تصنیف کا مدار عیسائیوں کی تصنیفات پر رکھتے ہیں یا اُن کتابوں پر جو اگرچہ ائمہ فن کی تصنیف ہیں مگر اسوقت وہ صرف عیسائیوں کے ذریعہ سے ملی ہیں۔ اِن کتابوں میں بہت سی روایتیں متداول اسلامی کتابوں کے خلاف ہیں اور اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ یہ روایتیں اصل کتاب کی ہیں یا الحاق ہے۔ مولانا شبلی نے سیرۃ میں مفسرین کی روایتوں کا عموماً انکار کیا ہے۔ سیر کی بعض روایتوں کا معمولی جرح کی بنا پر انکار کیا ہے مگر عیسائیوں کی روایتوں کو بڑی بے پروائی سے قبول کیا ہے حالانکہ اسلامی اصول اور محدثین کے قاعدہ کے موافق اِن روایتوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے بلاشبہ مفسرین کی بہت سی روایتیں قابل اعتبار نہیں ہیں اصحاب سیر کی بھی سب روایت حجۃ نہیں ہے لیکن پھر بھی اُن کی تمام روایتوں کا علی العموم انکار صحیح نہیں ہے لیکن عیسائیوں کی تو کوئی روایت بھی حجۃ نہیں ہوسکتی۔ واللہ اعلم۔

النبوية والمسائل الفقهية والتفاسير القرآنية لا يجوز الا من الكتب المتداولة لعدم الاعتماد على غيرها من وضع الزنادقة والحاق الملاحدة۔ بخلاف كتب المحفوظة فان نسخها يكون صحيحة متعددة۔	فقہیہ اور قرآن کی تفسیر میں صرف انہیں کتابوں سے نقل کرنی جائز ہے جو متداول و رائج ہوں کیونکہ جو کتابیں رائج اور متداول نہیں ہیں اُن پر اعتماد نہیں رہا۔ زندیقوں نے باتیں گڑھ لی ہیں۔ ملاحدہ نے اپنی طرف سے ملا دیا ہے۔ محفوظ اور متداول کتابوں میں یہ شبہہ نہیں رہتا کیونکہ اُس کے صحیح متعدد نسخے موجود رہتے ہیں اُس میں یہ شرارت نہیں چل سکتی۔

یہ قاعدہ اُن کتابوں کے لئے بھی ہے جس کا اتفاقیہ کوئی نسخہ کسی مسلمان کے پاس پایا جائے مگر وہ کتاب متداول نہ ہو۔ تو جو کتاب مسلمانوں کے پاس بالکل نہ ہو محض عیسائیوں کے ذریعہ سے آئی ہو اُس کا کیا اعتبار ہے۔

بہرکیف سیرۃ کی یہ تین کتابیں اُمہات کتب ہیں۔ اور اُن کی ایک ایک روایت کو محدثین نے جانچا ہے اور اُس کی توثیق کی ہے یا انکار۔ اُن کے بعد جو کتابیں لکھی گئیں اُن میں بھی جو قابل توجہ تھیں اور اصحاب فن کی تصنیف تھیں اُن کی روایتوں پر بھی محدثین نے سند اور معنے کے اعتبار سے بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ کون سی روایت کس درجہ کی ہے۔ کون قابلِ قبول ہے اور کون قابلِ رد۔ متاخرین یہ کرتے ہیں کہ پہلے موسےٰ بن عقبہ۔ محمد بن اسحاق۔ یا ابن سعد میں سے جس کی جس کی روایت ملے اُس کو لکھتے ہیں۔ پھر اُن کی تائید یا مخالفت میں دوسرے اصحاب سیرۃ میں سے کسی کی روایت ہو تو لکھتے ہیں اُس کے بعد اگر اُس روایت کے متعلق ائمہ اہل حدیث میں سے کسی کی تنقید یا توثیق ہو تو اُس کو درج کرتے ہیں اور پھر اُس کے موافق یا مخالف حدیث کی روایتیں ہوں تو اُس کو لکھتے ہیں۔ پھر رجال و اسناد کی امداد سے کسی روایت کو راجح کسی کو مرجوح قرار دیتے ہیں۔ شراح حدیث بھی یہی کرتے ہیں۔ اور فی الواقع دونوں کا کام ایک ہوتا ہے۔ صرف ترتیب کا فرق ہوتا ہے حدیث کی کتابیں فقہی ابواب پر تقسیم ہوتی ہیں۔ اور سیرت کی کتابوں کی سنین پر واقعات کی ترتیب ہوتی ہے تحقیق کی یہی صورت ہے مگر اس سے لازمی طور پر کتاب کا طویل ہو جانا ضرور ہے۔ اِس لئے اُس سے عام فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ سب سے بہتر صورت اب یہ ہے کہ تحقیق کے بعد جو باتیں راجح قرار پائیں صرف اُنہیں روایتوں کو جمع کیا جائے۔

اِس سیرۃ کی ترتیب

سیرۃ کی ابتدا کرتے ہی خودبخود دو سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ حضور کیا تھے؟ اور آپ نے کیا کیا؟

فطرۃً اسی ترتیب سے جواب بھی ہونا چاہیئے۔ میں نے اسی سوال کی بنا پر سیرۃ کا ۲ حصہ کر دیا ہے۔ مگر ضرورت کے لحاظ سے اس کے جواب کی ترتیب بدل دی ہے۔ **جلد دویم** میں نبوۃ دلائل النبوۃ معجزات شق صدر۔ شق قمر۔ معراج۔ اور شمائل کا بیان ہوگا۔ اور اُس میں تعلیمات پر مفصل بحث ہوگی۔ عبادات اور اخلاق کا ذکر ہوگا۔ اور اصلاحات کی تفصیل ہوگی۔ اور **جلد اول** میں یہ بیان ہے کہ حضورؐ نے کیا کیا اور کس طرح کیا۔ اس میں پیدائش سے وفات تک مسلسل حالات ہیں۔ اور اس سے حضورؐ کی مبلغانہ اور مجاہدانہ زندگی کا پورا نقشہ آئینہ کی طرح ظاہر ہو جائیگا۔

پیدائش سے نبوت تک کے حالات صحیح روایتوں سے جتنا معلوم ہے وہ بہت کم ہے اور اُس زمانہ کی بہت سی روایتیں معجزات کی ہیں۔ جن کی جگہ جلد ثانی ہے۔ اس جلد میں صرف خاندانی حالات۔ خانگی زندگی اور عادات واطوار کے متعلق بالکل سادہ حالات ہیں۔ البتہ ۲ چیز اہم اور بحث طلب ہے۔ **ورقہ ابن نوفل** کی پیشین گوئی۔ اور **بحیرہ** ونسطورہ کی روایت۔ ورقہ کی پیشین گوئی بخاری کی روایت سے ثابت ہے۔ اس میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا۔ البتہ بحیرہ کا قصہ ہے اُس کو میں نے معجزہ کی حیثیت سے نہیں لکھا۔ صرف یہ دکھلانا مقصود تھا کہ حضورؐ نے شام کا سفر بچپن میں بھی کیا تھا۔ اس سفر کا حال تقریباً تمام اہل سیر لکھتے ہیں۔ اور بحیرہ سے ملنے کا حال بھی لکھتے ہیں۔ لیکن سب سے بہتر وہ روایت ہے، جو ترمذی میں ابو موسےٰ اشعریؓ سے مروی ہے۔ ابن حجر اصابہ میں لکھتے ہیں کہ اس روایت کے رجال سب ثقاۃ ہیں لیکن اس کے آخر میں ایک جملہ ہے جو بالکل لغو ہے۔ وہ یہ کہ ابو طالب نے حضورؐ کو واپس کیا۔ اور ابو بکرؓ نے بلال کو آپ کے ساتھ کر دیا۔ یہ لغو اس لئے ہے کہ اُس وقت ابو بکرؓ خود کمسن تھے اور بلالؓ حبشی اُن کے پاس نہ تھے۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ احتمال ہے کہ راوی نے کسی اور روایت کا جملہ غلطی سے اُس میں شامل کر دیا ہے۔ روایت صحیح ہے اور اس جملہ کے سوا اور کوئی بات اس میں قابلِ[۱] انکار نہیں ہے مگر میری سمجھ میں نہ آیا کہ کس لفظ سے معلوم ہوا کہ بلال سے مراد بلال حبشی مؤذنِ رسول اللہ ہیں ممکن ہے کہ کوئی اور بلال بھی ابو بکرؓ کے غلام ہوں۔ اور باوجود کمسنی کے ابو بکرؓ بھی خواجہ ابو طالب کے ساتھ سفر میں گئے ہوں۔ واللہ اعلم۔

[۱] مولانا شبلی نے اس روایت پر ۲ اعتراضات کئے ہیں۔ اول یہ کہ عبد الرحمٰن ابن غزوان اس کے ایک راوی ہیں جو مجروح ہیں حالانکہ عبد الرحمٰن مذکور صحیح بخاری کے رواۃ میں سے ہیں۔ دویم یہ کہ ابو موسیٰ اشعریؓ اس کے آخر راوی ہیں وہ واقعہ کے وقت موجود نہ تھے اور انہوں نے یہ بتایا نہیں کہ کس سے سُنا۔ نہ بتایا اگر بلا تحقیق غلط بیانی کا توان سے قرینہ نہیں ہے۔ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا ہوگا۔ صحابہ کا بیان حجت ہے۔ واللہ اعلم ۱۲ منہ

نسطورا راہب کا قصہ ابن سعد نے واقدی سے روایت کیا ہے لیکن شرف المصطفےٰ میں ابی سعید نیساپوری نے اس سفر کا حال لکھا ہے۔ جبکہ حضرت خدیجہؓ نے میسرہ کے ساتھ تجارت کے لئے آپؐ کو شام بھیجا تھا اور وہ راہب کا ملنا بھی لکھتے ہیں مگر اس دفعہ بھی راہب کا نام وہ بحیرا لکھتے ہیں۔ ابن مندہ اور ابونعیم نے حضرت ابن عباسؓ سے ایک اور سفر کا حال لکھا ہے کہ اس میں ابوبکرؓ بھی آپؐ کے ساتھ تھے۔ راہب کا نام بحیرا لکھا ہے۔ اصابہ اور اسد الغابہ دونوں میں بحیرا کا حال ہے۔ واللہ اعلم۔

دوسرا زمانہ بعثت سے ہجرت تک۔ یہ زمانہ ہے جس میں رسول اللہؐ اور ان کے ساتھیوں کے استقلال کی خدا کی طرف سے سخت آزمائش ہوئی۔ حضورؐ نے توحید کی صدا بلند کی اور سارا عرب۔ سارا حجاز۔ تمام قبائل اور خود اپنا خاندان دشمن ہوگیا۔ آپؐ کے ساتھ چند کمزور خدا کے بندے تھے اور وہ بھی اپنی اپنی مصیبتوں میں مبتلا تھے۔ مگر ایک دن کے لئے بھی آپ نے تبلیغ میں سستی نہ کی۔ ایک طرف اسلامی تعلیمات کا سنگ بنیاد رکھا جا رہا تھا۔ دوسری طرف خدا کے راستہ کی خدا کے بندوں کو دعوت دی جا رہی تھی۔ لیکن وہ زمانہ ایسا نہ تھا کہ صحابہ بالاستیعاب تمام واقعات کو جمع کرنے کا خیال کرتے۔ اس زمانہ کے اہم معجزات صحابہ کو یاد رہے جس کا ذکر جلد دوم میں ہے۔ ہجرت حبشہ۔ طائف کا سفر۔ اور ہجرت مدینہ ایسے واقعات ہیں جسکو صحابہ کسی طرح فراموش نہ کر سکتے تھے وہ رہے مظالم کی داستانوں میں سے صرف اہم باتوں کو میں نے جلد اول میں درج کیا ہے۔ اور جہانتک ممکن ہوا صرف اُنہیں واقعات کو لیا ہے جن پر اکثر اہل سیرت کا اتفاق ہے۔ اور احادیث میں بھی اُس کی سند پائی جاتی ہے۔

تیسرا زمانہ ہجرت کے بعد سے وفات تک کا زمانہ ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب مجبور ہوکر رسول اللہؐ نے توحید کی حمایت میں تلوار اُٹھائی۔ اور پھر اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جو کچھ آپ نے کیا اس سے دنیا واقف ہے۔ اس مُدت کا ایک ایک دن اور اس کا کام سیرۃ کی کتابوں میں آئینہ کی طرح روشن ہے جلد اول کا یہی حصہ مہتم بالشان ہے جس میں اس زمانہ کے حالات ہیں۔ اور میں نے کوشش کی ہے کہ اس زمانہ کے وہی حالات درج کئے جائیں جو محقق اور معتبر ہوں۔ مرجوح روایتوں کو حتی الوسع ترک کر دیا گیا ہے۔

درایت اور عقل

یورپ نے جو سطحی تعلیم ایشیا میں پھیلا دی ہے اس کا ایک اثر ہمارے نوجوانوں پر عجیب

ف نسطورا کا حال بھی اصابہ میں ہے ۱۲

دغیب پڑا ہے۔ اُن کا دعویٰ ہے کہ ہر بات کو عقل کے معیار پر جانچ کر قبول کرنا چاہیئے۔ اور جو بات عقل کے خلاف ہو اُس کو رد کر دینا چاہیئے۔ بظاہر یہ بہت معقول بات ہے۔ مگر اسی کے ساتھ جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ وہ ہر ایسی بات کو جس کو اپنی بے علمی اور ناواقفیت کی وجہ سے سمجھ نہ سکیں خلاف عقل کہتے ہیں۔ اور ہر اُس چیز کو جو اُن کی رائے میں صحیح نہ ہو خلاف عقل کہتے ہیں۔ وہ علم۔ سمجھ۔ رائے۔ وہم۔ قیاس وغیرہ کے فرق سے بالکل ناواقف ہوتے ہیں تو پھر ایسے لوگوں کا عقل کو معیار بنانا کس قدر مضحکہ خیز ہو جاتا ہے۔ یہ لوگ اسی فرضی عقل کے دھوکہ میں مبتلا ہو کر بہت سے مذہبی روایات اور تعلیمات کے متعلق مذبذب ہو گئے ہیں۔ اور شکوک و شبہات میں مبتلا ہو رہے ہیں۔

جو چیزیں عقلا اور حکماء کے نزدیک محال عادی ہیں ان کا بھی ہونا اور عادت کا ٹوٹ جانا ممکن ہے مثلاً یہ ہو سکتا ہے کہ آگ پانی کا کام دے اور پانی آگ کا۔ کیونکہ مادّیات میں تغیرات جاری ہیں۔ اِس کے ثبوت میں بے حد وحساب تاریخی شہادتیں موجود ہیں۔ اور یہ محض تاریخی مسئلہ ہے۔ کیونکہ خرق عادت تاریخ ہی سے ثابت ہو سکتا ہے۔ اس کے خلاف عقلی دلائل پیش کرنا طفلانہ حرکت ہے۔ اس لئے کہ کلام محالات عقلیہ میں نہیں ہے۔ محالات عادیہ میں ہے۔ اِس کی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ دلائل النبوۃ اور معجزات کے بحث میں آئے گی۔

لیکن اِن کے مباحث کا دائرہ اب محالات عقلی یا محالات عادی تک محدود نہیں رہا اُنہوں نے بُت پرستوں کی صحبت میں پرورش پائی اور مشرکوں اور عیسائیوں سے تعلیم حاصل کی۔ اور انہیں کے زیر اثر بہت سی چیزوں کو اچھی اور بہت سی چیزوں کو بُری سمجھنے لگے اب اُن کی عقل قبول نہیں کرتی کہ جس کو وہ بُرا سمجھتے ہیں اُس کو رسول اللہؐ نے اچھا کہا ہو یا جس کو وہ اچھا سمجھتے ہیں اُس کو رسول اللہؐ نے بُرا کہا ہو۔ اور محض اسی بناء پر بہت سی حدیثوں کو وہ خلاف عقل قرار دیکر رد کرتے ہیں۔ اور بہت سے موضوعات کو صحیح قرار دیکر قبول کرتے ہیں۔ اِن لوگوں پر مسلمانوں کے بدعات و رسومات کا تو کوئی اثر نہ ہوا اس لئے کہ ایسی صحبتوں میں نہ پلے نہ پرورش پائی۔ نہ تعلیم حاصل کی۔ مگر اُن پر مشرکوں اور بُت پرستوں کے خیالات غالب ہو گئے ہیں۔ توحید و رسالت کی عزت ہی اُن میں باقی نہ رہی۔ یہ اچھائی یا بُرائی کا معیار رسول اللہؐ کی تعلیم کو نہیں سمجھتے۔ بلکہ ہندوستان یا یورپ کے قائم کردہ معیار کے موافق رسول اللہؐ کو بنانا چاہتے ہیں۔

ایسے لوگ جو بدعات اور رسوم و رواج کے احاطہ کے اندر صاحب تمیز ہوئے اُن کی حالت اِس کے برعکس ہے۔ اُن کی عقل اُنہیں احادیث کو قبول کرتی ہے جو رواج کے موافق ہو گو سند اً موضوع ہو

اور جو اس کے خلاف ہو وہ قابل رد ہے گو سند اً صحیح ہو۔

کاش یہ حضرات سمجھتے کہ کوئی ذی عقل یہ حکم نہیں دے سکتا کہ ایسی خیالی آرائیوں سے شہادتیں رد کردی جائیں۔ سندیں شہادت کے مثل ہیں اور رسول اللہؐ کی تعلیم وہی ہے جو صحیح اسناد سے ثابت ہو گو وہ اِن کے عقل کے خلاف ہو یا اُن کے عقل کے۔

اِن لوگوں کو جناب مولانا شبلی کے ایک بیان سے بڑی مدد ملی ہے۔ مولانا شبلی کی نسبت یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ وہ ہر شخص کو اختیار دیں کہ کسی روایت کا محض اس بنا پر انکار کردے کہ وہ اس کو عقل کے خلاف سمجھتا ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ اُن کے بیان سے یہی مفہوم سمجھا جاتا ہے۔

مولانا سیرۃ میں بھی اور اپنی دوسری تصنیفات میں بھی بسط و تفصیل سے لکھتے ہیں کہ محدثین کے نزدیک احادیث کو پرکھنے کا ایک اصول درایت بھی ہے جس طرح قرآن کریم کے خلاف کوئی روایت ہو تو رد کردی جائے گی۔ اور یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ اس کی سند کیسی ہے۔ اسی طرح جو روایت عقل کے خلاف ہو وہ بھی رد کردی جائے گی سند دیکھنے کی ضرورت نہیں۔

یہ مولانا کی تحریر کا خلاصہ ہے۔ مولانا سے تسامح یہ ہوا ہے کہ وہ درایت اور عقل کو ایک چیز سمجھتے ہیں۔ دوم درایت کو اسناد پر ترجیح دیتے ہیں یہ دونوں باتیں غلط ہیں اور کسی محدّث کا یہ مسلک نہیں ہے۔ بلکہ صریح البطلان ہے۔

درایت کے معنی عقل نہیں ہے علم اور تجربہ کے بعد جو ملکہ حاصل ہوتا ہے اُس کو درایۃ کہتے ہیں محدثین کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کو رسول اللہؐ کی سیرۃ سے پوری واقفیت ہو اور اس بارہ میں جتنی روایات صحیحہ ہیں وہ اُس کے پیش نظر ہوں۔ رسول اللہؐ کے وقت کے واقعات اور حالات پر عبور رکھتا ہو ایسے شخص کو ایک طرح کی معرفت اور بصیرت حاصل ہوجائے گی۔ اُسی کو درایۃ کہتے ہیں۔ ایسے شخص کے سامنے جب کوئی روایت آئے گی اور اُس کی سند نہ معلوم ہو تو وہ اپنی اسی بصیرۃ کی بنا پر کہہ سکیگا کہ یہ حدیث رسول اللہؐ کی ہو سکتی ہے یا نہیں۔ مُلّا علی قاری موضوعات کبیر میں لکھتے ہیں:۔

وقد سُئل ابن قیّم الجوزیۃ هل یمکن معرفۃ الحدیث الموضوع بضابط من غیر ان ینظر فی سندہ۔ فقال هذا سوال عظیم القدر۔ وانّما یعرف ذلک من تطلع فی معرفۃ	ابن قیم جوزی سے پوچھا گیا کہ کیا یہ ممکن ہو کہ حدیث موضوع کو کسی قاعدہ سے جان لیں بغیر سند دیکھے ہوئے۔ کہا یہ بڑے مرتبہ کا سوال ہے۔ یہ وہ شخص جانتا ہے جو سنن پر حاوی ہو اور جس کے خون اور گوشت میں وہ مخلوط ہو گئی ہوں۔ اور اُس میں

السنن الصحيحة۔ وخلطت بلحمه و دمه وصار له فيها ملكة۔ واختصاص شديد بمعرفة السنن والاثار ومعرفة سيرة الرسول عليه الصلوٰة والسلام وهديه فيما يامربه۔ وينهى عنه و يخبر عنه ويدعوا اليه۔ و يحبه و يكرهه ويشرعه للامة بحيث كانه مخالط له عليه الصلوٰة والسلام۔ بين اصحابه الكرام فمثل هذا يعرف من احواله وهديه وكلامه واقواله وافعاله

اُس کو ملکہ حاصل ہو گیا ہو سُنن اور آثار کے پہچاننے میں۔ رسول اللہ کی سیرۃ کو پہچاننے میں۔ اور حضورؐ کی ہدایۃ کو پہچاننے میں جس کا حضور حکم دیتے تھے جس سے منع کرتے تھے جس بات کی خبر دیتے تھے جس طرف دعوت دیتے تھے جس بات کو پسند کرتے تھے جس کو بُرا سمجھتے تھے۔ جس کی اُمت کو تعلیم دیتے تھے سب کے جاننے میں اُس کو شدید خصوصیت حاصل ہو گئی ہو۔ گویا وہ حضور کے ساتھ صحابہ میں ملا ہوا موجود ہے۔ اس طرح کا آدمی حضورؐ کے احوال۔ ہدایت کلام۔ اور اقوال و افعال کو جانتا ہے۔

عقل کو معیار بنانے کا اگر یہ مطلب ہے کہ جو بات عقل و سمجھ سے باہر ہو اس کا انکار کر دیا جائے۔ تو بڑی مشکل ہے۔ معاد کی باتیں اکثر ایسی ہیں جن کا ادراک عقل نہیں کر سکتی۔ حشر۔ نشر۔ عذاب قبر۔ اعمال کا حساب و کتاب۔ جزا۔ سزا۔ جنت۔ دوزخ ایسی چیزیں ہیں جن کا ادراک صرف عقل سے نہیں ہو سکتا۔ اعتقادیات کی اکثر باتیں ہیں جن میں عقل کو دخل نہیں ہے۔ یہ سب باتیں انبیاء کرام کی تعلیم سے معلوم ہوئی ہیں۔ کیا ان چیزوں کا اس لئے انکار کیا جا سکتا ہے کہ یہ ہماری عقل میں نہیں آتیں۔

موضوع حدیثیں بنانے والے سب احمق نہ تھے۔ وہ بھی آج کل کے عقلمندوں کی طرح بہت سی باتیں اچھی سمجھ کر لوگوں میں پھیلاتے تھے۔ حالانکہ وہی باتیں آج ہمارے لئے فتنہ کا باعث ہو رہی ہیں۔ متعبد صوفیہ کی ایک جماعت کرامیہ تھی۔ یہ لوگ کہتے تھے کہ ترغیب و ترہیب کے لئے حدیثیں بنانا جائز ہے۔ بظاہر نہ ان کی نیت خراب تھی نہ بیوقوفی تھی۔ مگر ان کی اس عقلمندی کا نتیجہ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہزارہا موضوعات حدیثوں میں داخل ہو گئی ہیں اور اختلافات کا باعث بن رہی ہیں۔

سید شریف جرجانی اپنے رسالہ اصول حدیث میں لکھتے ہیں کہ **ابو عصمہ نوح بن مریم** نے قرآن کریم کی سورتوں اور آیتوں کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں وضع کیں۔ اُن سے پوچھا گیا کہ ایک ایک سورہ کی فضیلت میں جو تم عکرمہ عن ابن عباس کی سند سے روایتیں بیان کرتے ہو یہ کہاں سے بیان کرتے ہو تو اُنہوں نے کہا کہ لوگوں نے قرآن چھوڑ دیا ہے۔ امام **ابو حنیفہ** کی فقہ۔ اور

محمد ابن اسحاق کی مغازی میں پھنس گئے ہیں۔ اس لئے میں نے محض خدا کے واسطے حدیثیں بنا کر بیان کر دیں۔ تاکہ لوگوں کو قرآن کریم کی طرف رغبت ہو۔

ابن عدی لکھتے ہیں کہ عبدالکریم بن ابی العوجاء کے قتل کا جب محمد بن سلیمان بن علی نے حکم دیا تو اُس نے اقرار کیا کہ میں نے چار ہزار حدیثیں وضع کر کے تم لوگوں میں پھیلا دی ہیں جس میں کسی چیز کو حلال کسی چیز کو حرام بتایا ہے۔ لطف تو یہ ہے کہ اِن اقرار کرنے والوں کا اقرار بھی قابل اعتبار نہیں ہے ممکن ہے کہ اس اقرار سے بھی شرارت مقصود ہو۔ غرض یہ ہو کہ لوگ رسول اللہؐ کی صحیح حدیثوں کی طرف سے مشکوک ہو جائیں۔ یہ حدیثیں خلافِ عقل نہیں ہیں مگر فتنۂ عظیم کا باعث ہیں۔

بلاشبہ بعض حدیثیں ایسی بھی ہیں جن سے اجتماع ضدین کا مثلاً جواز ثابت ہوتا ہے وہ عقل ہی کے نہیں عقل صریح اور بداہتہ کے بھی خلاف ہیں۔ مگر اس سے یہ اصول نہیں پیدا ہوتا کہ جو بات بھی عقل میں نہ آئے وہ رد کر دی جائے۔ ورنہ موضوعات سے زیادہ صحیح حدیثوں کو رد کر دینا ہوگا۔

جس طرح یہ ضرور ہے کہ موضوع اور جھوٹی حدیثیں رد کر دی جائیں اسی طرح یہ بھی ضرور ہے کہ رسول اللہؐ کی صحیح تعلیم ترک نہ ہونے پائے۔ اِس لئے تحقیق کی اصل چیز اسانید ہیں۔ کیونکہ یہ اسانید ثقہ اور معتبر لوگوں کی شہادتیں ہیں۔ جو روایتیں مستند اور صحیح الاسناد ہوں اُن کو قبول کرنا واجب ہے۔ جن روایتوں کا موضوع ہونا ثابت ہو جائے اُن کو رد کرنا واجب ہے۔ باقی وہ روایتیں جس کے اسناد نہ معلوم ہوں اُن کے بارہ میں اُن علماء کے بیان پر اعتماد ضروری ہے جن کو احادیث رسول اللہؐ اور سیرۃ نبویہ پر عبور اور ملکۂ راسخہ حاصل ہے۔ کیونکہ وہ الفاظ کی رکاکت وسخافت۔ طرز کلام اور دوسرے قرائن سے سمجھ سکتے ہیں کہ یہ رسول اللہؐ کا کلام ہو سکتا ہے یا نہیں۔ ایک مشاق انشاء پرداز۔ ایک کہنہ مشق شاعر کسی کلام کو دیکھ کر کہہ سکتا ہے کہ یہ کس کا کلام ہے۔ ایک جوہری کسی موتی کے آب و رنگ کو دیکھ کر کہہ سکتا ہے کہ سچا ہے یا جھوٹا۔ ایک مشاق سونار بغیر کسوٹی پر کسے بتا سکتا ہے کہ یہ سونا کس درجہ کا ہے مگر ان میں کوئی بھی کوئی قاعدہ نہیں بتا سکتا جس سے ہر شخص پرکھنے پر قادر ہو جائے۔ قادر وہی ہوگا جو مشق اور مزاولت سے اُسی طرح کا ملکہ اور درایت حاصل کرے۔

ایسے مشاق علماء کا فرمانا اگرچہ بڑی حد تک قابلِ اعتبار ہوگا مگر اُسی وقت تک جب تک اسناد کا علم نہ ہو جائے۔ اسناد معلوم ہو جانے کے بعد ان کے قیاسات بھی قابلِ قبول نہیں رہتے۔ ابن جوزی نے موضوعات پر بہت بڑی کتاب لکھی۔ مگر پیچھے علماء نے بتایا کہ اس میں بہت سی حدیثیں ہیں جن کو موضوع نہیں کہہ سکتے۔ علامہ مجدُالدین فیروز آبادی نے سفرالسعادت میں بہت سی حدیثوں کا

انکار کیا مگر مولانا شیخ عبدالحق صاحبؒ نے ان میں سے بہت سی حدیثوں کے اسناد بتائے۔
محدثین تو احادیث کا محض عقل وقیاس کی بنا پر کیا انکار کرینگے۔ بہت سے محدثین امام ابو حنیفہؒ کو صاحبِ قیاس و اہل الرائے کہتے ہیں۔ مگر وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ بسند صحیح رسول اللہؐ کی حدیث ملجائے تو قیاس و رائے کو ترک کردو۔ فقہ حنفی کی کتابیں اُٹھا کر دیکھو صدہا مسائل میں وہ لوگ لکھتے ہیں کہ اگرچہ قیاس کا اقتضا یہ تھا مگر فلاں حدیث کی وجہ سے قیاس ترک کیا گیا۔
البتہ جو حدیثیں قرآن کے خلاف ہوں اور تاویل ممکن نہ ہو۔ یا کوئی حدیث کسی دوسری صحیح اور قوی حدیث کے خلاف ہو اور تطبیق نہ ہوسکے تو یہ حدیث رد کردی جائے گی۔ واللہ اعلم

عقل کی گمراہی

اِنسان میں بہترین جوہر **عقل** ہے۔ اور کسی چیز کی خوبی یا خرابی کی اصل تمیز عقل ہی کے ذریعہ سے ہوسکتی ہے مختلف مذاہب کے درمیان حق و باطل کا امتیاز بھی عقل ہی کے ذریعہ سے ہوسکتا ہے۔ مگر عقل اس کا نام نہیں ہے کہ ہر چیز میں ہر شخص بلا سمجھے بوجھے مداخلت شروع کردے۔ اور جس کا جو دل چاہے کہنے لگے **عقل** کا منشا یہ ہے کہ جس علم یا جس فن میں کسی کو کمال ہو اسکی بات اس علم کے متعلق قبول کیجائے۔ مرض کے متعلق **طبیب** ہی کی رائے قبول کیجائے وکیل کی نہیں تعمیر کے متعلق **انجینیر** کا مشورہ قبول کیا جائے فلسفی کا نہیں اسیطرح مذہبی و اخلاقی مسائل میں انہیں علما کی رائے قابل قبول ہوگی۔ جنھوں نے اس کی تعلیم و تحقیق میں اپنی عمر کا معقول حصہ صرف کیا ہو۔ ایسے لوگ اگر کسی روایت یا کسی مسئلہ کو عقل سلیم کے خلاف بتائیں۔ تو اُن کی بات یقیناً قابل قبول ہوگی۔ مگر جس شخص نے نہ مذہبی تعلیم حاصل کی ہو نہ اخلاقی۔ اُس کی عقل اِس وادی میں کیا کام دے گی۔
بسا اوقات جس کو ہم عقل سمجھتے ہیں وہ بے عقلی اور نادانی ہوتی ہے۔ غلط علم۔ اور غلط تجربہ کی وجہ سے اِنسانی عقل ماؤف ہوجاتی ہے۔ اچھی چیز کو بُری اور بُری کو اچھی سمجھنے لگتی ہے۔
یورپ کو ایشیا کے مقابلہ میں اسوقت جو مادّی تفوق حاصل ہے اُس کا سب سے خراب نتیجہ یہ نکلا ہے کہ ایشیا کی ذہنی قابلیت تقریبًا مفقود ہوتی جاتی ہے۔ اپنے لئے خود اپنا راستہ تجویز کرنے کی صلاحیت ہم میں باقی نہ رہی۔ عام غلامانہ ذہنیت ہم میں پھیل گئی ہے۔ یورپ کی اندھی تقلید کا نام ہمنے عقلمندی رکھا شکل۔ صورت۔ لباس۔ کھیل کود۔ فسق و فجور میں یورپ کی نقل ہمارے نزدیک حریّت و آزادی ہے۔ اپنے مذہب۔ اپنی معاشرت۔ اپنی تاریخ۔ اپنی تہذیب کی مخالفت اور عفت۔ عصمت حیا ادب۔ مروت سے دست برداری کا نام **روشن خیالی** ہے۔ اور اس حریّت و روشن خیالی کے خوبی کی

دلیل ہمارے پاس صرف یہ ہے کہ یورپ میں یہ ہوتا ہے یا یورپ کے فلاں فلاسفر نے اس طرح کہا ہے۔
حقیقت یہ ہے کہ ایشیا کے ممالک اور علاقہ جات پر یورپ کا اس وقت جتنا قبضہ ہے۔ اُس سے بہت زیادہ ہمارے عقول واذہان پر اس کی حکومت ہے۔ تم دیکھو اس وقت اکثر محکوم ممالک کوشش کر رہے ہیں کہ ہمارا ملک یورپ کے دست تظلم سے نجات حاصل کرے۔ مگر ذہنی غلامی کا یہ حال ہے کہ کوئی ملک آزادی کا راستہ خود اپنے لئے اپنے مناسب حال تجویز نہیں کرتا۔ جن کی گرفت سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں اُنہیں کی ہدایات کو ذریعہ نجات بھی سمجھتے ہیں۔ یا للعجب۔
جن لوگوں کی ذہنی غلامی کا یہ عالم ہو۔ اُن سے کیونکر اُمید کی جا سکتی ہے کہ وہ صحیح عقلی نتائج حاصل کر سکینگے۔ میں بعض مثالیں دینا چاہتا ہوں جس سے معلوم ہو جائے گا کہ ایسے ماؤف دماغ کیسی عقلی گمراہی میں مبتلا ہیں۔
(۱) ایک بہت ہی اعلےٰ تعلیم یافتہ مشہور مسلم رہنما نے میرے پاس ایک دفعہ ایک خط لکھا کہ "ہم لوگوں کو شرعی احکام کے متعلق رائے دینے سے کیوں روکا جاتا ہے۔ میں ڈارون کی تھیوری پر رائے لکھتا ہوں سکسپیر کی زبان پر اپنی رائے شائع کرتا ہوں ... ... کے قانون پر تنقید کرتا ہوں اور کوئی ہمیں نہیں روکتا۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ مذہبی اور اخلاقی تعلیم سے ہمیں روکا جاتا ہے۔ علماءِ اسلام نے ہندو برہمنوں کی طرح مذہب کو صرف اپنے لئے مخصوص کر لیا ہے۔ اس کا میں سخت مخالف ہوں" یہ قول کسی معمولی شخص کا نہیں ہے۔ بہت بڑے تعلیم یافتہ کا قول ہے۔
عالم برہمن کی طرح کسی ذات کا نام نہیں ہے۔ جو شخص شرعی علوم حاصل کرے وہ عالم ہو۔ مگر آپ گویا فرماتے ہیں کہ ہم بغیر قرآن پڑھے کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کا مطلب یہ ہے۔ بغیر حدیث پڑھے کہہ سکتے ہیں کہ حدیث کا حکم یہ ہے۔ بغیر فقہ پڑھے کہہ سکتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کی رائے یہ ہے۔ اور یہ کہنے کا حق ہمیں اسلئے حاصل ہو کہ ڈارون کی تھیوری سکسپیر کے ڈراما۔ اور .... کے قانون میں ہمیں قابلیت حاصل ہے۔
(۲) اسلام کے قبل دنیا کی ایک بڑی لعنت وطنیّت تھی۔ دنیا میں جس قدر خونریزیاں ہوئیں اُس میں بہت زیادہ حصہ اسی وطنیّت کا ہے۔ آج بھی جتنی لڑائیاں ہو رہی ہیں وہ اسی وطنیّت کی برکت ہے۔ وطنیت کا بڑا غلبہ یورپ میں ہے۔ اور اسی وجہ سے بہترین علم عقل و فہم کے باوجود ہر وقت سارا یورپ آمادہ پیکار ہے۔
اسلام نے وطنیّت کی بنیاد اُکھیڑ دی تھی۔ بتایا کہ ہر ملک میں انسان دو طرح کے

ہیں۔ اچھے انسان ۔ اور بُرے انسان ۔ تمام دنیا کے اچھے ایک قوم ہیں اور بُرے ایک قوم فرمایا کونوا عباد اللہ اخوانا [1] ۔ اور فرمایا الکفر ملۃ واحدۃ [2]

جدید عقلا کو اس سے تسکین نہیں ہوتی۔ کیونکہ یورپ میں قومیت کا معیار **وطنیت** ہی ہے۔ بڑے زور شور سے یہ لعنت پھر مسلمانوں کے سر منڈھی جا رہی ہے۔ جس لعنت سے دنیا نے بمشکل جزوی نجات حاصل کی تھی وہی پھر دُنیا پر مسلط کی جا رہی ہے اور اس کے لئے حب الوطن من الایمان اور اسی طرح کی دُوسری منگھڑت حدیثیں شائع کی جاتی ہیں۔ انتہائی بیباکی سے اعلان کیا جاتا ہے کہ نعوذ باللہ رسول اللہؐ نے ملکی آزادی کے لئے جہاد کیا۔ حالانکہ حضورؐ نے فرما دیا ہے کہ جو مقاتلہ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے کیا جائے وہی جہاد ہے۔

غزوۂ اُحد کی روایتوں میں آتا ہے کہ مدینہ میں ایک شخص **قزمان** تھا جس کو رسول اللہؐ نے جہنمی کہا تھا مگر غزوۂ اُحد کے روز وہ نہایت شجاعت سے بڑے معرکہ کی لڑائی لڑا۔ صحابہ کو حیرت ہوئی کہ ایسے شخص کو رسول اللہؐ نے جہنمی کیسے کہا۔ وہ زخمی ہوا تو صحابہ نے اُس کو نجات کی بشارت دی۔ مگر اس نے کہا کہ نجات کی بشارت کیسی میں تو قوم کے لئے محض قومیت کی پاسداری میں لڑا ہوں۔ صحابہ کو تسکین ہوگئی اور سمجھ گئے کہ رسول اللہؐ اس کو کیوں جہنمی کہتے تھے۔

(۳) رسول اللہؐ نے توحید کا اعلان کیا اور تیرہ (۱۳) برس تک لوگوں کو وعظ و پند کے ذریعہ سمجھاتے رہے کہ نیکی کیا ہے اور بُرائی کیا ہے۔ ہر شخص رُشد و غَی کو سمجھ گیا۔ حق و باطل واضح ہوگیا۔ حجت و دلیل کی تمام منزلیں طے ہوگئیں۔ لیکن باطل پرستی فنا نہ ہوئی۔ تب آپ نے حق کی حمایت میں تلوار اُٹھائی باطل کے ابطال پر عملی اقدام شروع کیا۔ اور ساری دنیا کے سامنے اعلان کیا تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دس برس کے اندر وہ ملک جو تمام شیطانوں کی آبادی تھی فرشتوں کی بستی بن گئی۔ ہر شخص بھلائی و نیکی کا مجسمہ تھا بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ۔ اصحاب رسول اللہؐ اوامر کا ترک اور نواہی پر عمل دیکھ نہیں سکتے تھے۔ ظلم دنیا سے مٹ گیا۔ فسق و فجور فنا ہوگیا۔ شرک و بُت پرستی کالعدم ہوگئی۔ ہمت۔ دلیری۔ عدل و انصاف سے سینے معمور ہوگئے۔ شیاطین کی ہمتیں پست ہوگئیں۔ باطل کا بازار سرد ہوگیا۔ اور ہر طرف جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا کا عملی اعلان ہوگیا۔

غزوات کے یہ عملی نتائج ہمارے سامنے واضح ہیں۔ تاریخیں علی الاعلان اس کی شاہد ہیں مگر جدید عُقلا کہتے ہیں کہ مذہب کے لئے جنگ نہیں چاہئے۔ ملک کے لئے لڑو۔ روپیہ کے لئے لڑو۔ اپنے

[1] اللہ کے بندو بھائی بھائی ہو جاؤ۔ ۱۲ منہ [2] کفر ایک ملت ہے ۱۲ منہ

بنائے ہوئے قانون کو رائج اور قائم کرنے کے لئے لڑو۔ مگر خدا کی توحید اور خدا کا قانون رائج کرنے کے لئے نہ لڑو۔ نیکی کی معاونت اور بدی کی مخالفت کے لئے نہ لڑو۔ کیونکہ یورپ کے عُقلا مذہب کے لئے جنگ کو منع کرتے ہیں۔

(۴) **بُت پرستی** کوئی مذہب نہیں ہے۔ کوئی نبی۔ کوئی مصلح۔ بلکہ کوئی ذی عقل یہ نہیں کہہ سکتا کہ مٹی یا پتھر کی مورت خود بناؤ۔ یا لکڑی۔ دھات یا کسی چیز کا بُت اپنے ہاتھ سے خود گڑھو۔ اور خود اس کے سامنے سجدہ کرو۔ اُس کو حاجت روا سمجھو۔ یا اُس میں کسی طرح کی قدرت و اختیار کا اعتقاد رکھو۔ یہ جہالت ہے اور ہر ملک ہر مذہب ہر قوم کے آدمی جب جہالت و بے علمی میں مبتلا ہوتے ہیں تو شرک و بت پرستی میں بھی پھنس جاتے ہیں۔ جب مذہبی تعلیم مفقود ہو جاتی ہے تو لازمی طور پر شرک شائع ہو جاتا ہے۔ اور بت پرستی پھیل جاتی ہے۔ نہ بُت پرستوں کا کوئی رہبر ہے۔ نہ اُن کا کوئی مسلمہ قانون ہے۔ نہ کوئی ایک مذہبی یا اخلاقی طریقہ ہے۔ اِس لئے بُت پرستی کو ایک مستقل مذہب سمجھنا خود ایک جہالت ہے۔ تمام مذاہب حقہ کے نزدیک کوئی اخلاقی جرم بُت پرستی سے زیادہ بُرا نہیں ہے۔ چوری۔ زنا کاری۔ جھوٹ۔ دغا بازی کو کوئی مذہبی عبادت بنائے تو وہ مذہب نہیں ہو جائے گا۔ اسی طرح **بُت پرستی** خود مذہب نہیں ہو سکتی۔ بُت پرستی۔ آتش پرستی۔ ستارہ پرستی۔ سب کا ایک حکم ہے۔ اِن کو چھوڑ کر اور جس قدر مذاہب ہیں جس کی بنیاد کسی نبی کسی رسول یا کسی رہبر کی تعلیم پر ہے سب میں **توحید** کی تعلیم ہے۔ اور اسی تعلیم کے لئے انبیاء و رسل مبعوث ہوئے۔ **توحید** کے اعتقاد کے بغیر کسی نیکی کی کوئی مستقل بنیاد باقی نہیں رہتی اور برائیوں سے بچنے کا دلی جذبہ پیدا نہیں ہو سکتا۔

ایسے لوگ بھی جن کو خدا پر اعتقاد نہ ہو برائیوں سے بچتے ہیں۔ اِس لئے کہ برائیوں سے لوگوں میں ذِلت ہوتی ہے لیکن ایسی برائیوں سے اُن کو کوئی چیز روک نہیں سکتی۔ جس کو وہ لوگوں سے چھپا سکیں۔ کیونکہ نہ اُن کو کوئی خوف ہے نہ اُن کا دل اُن پر ملامت کرتا ہے۔ اِسی لئے یہ لوگ بُرائی اُسی کو کہتے ہیں جو ظاہر ہو جائے۔ یا قانوناً ثابت ہو جائے۔ اِسی طرح وہ نیکی بھی کرتے ہیں مگر صرف اس لئے کہ لوگ اس کو پسند کرتے ہیں اُن کی نیکی میں کوئی اخلاقی قوت پوشیدہ نہیں ہوتی۔

وطنیت اور **نسل** کی بنا پر بے شمار اور بے انتہا قبائل پیدا ہو گئے تھے۔ اور قومیں بن گئی تھیں اِسلام نے قومیت کے اِن دونوں بنیادوں کی مخالفت کی۔ ایک وطن۔ ایک زمین اور ایک ملک میں ایک موحد فرشتہ صفت انسان پیدا ہوتا ہے۔ اور اُسی جگہ اُس کے پڑوس میں ایک شیطان بدکردار بھی ہوتا ہے۔ نسل کی بھی یہی حالت ہے۔ آذر بُت تراش کے گھر میں حضرت ابراہیم علیہ السّلام پیدا ہوتے ہیں جو خدا کے خلیل اور رسول اعظم ہیں۔ اور حضرت نوح علیہ السّلام نبی تھے۔ مگر اُن کی اولاد کافروں سے

ملجاتی ہے اور نبی کا خلاف کرتی ہے۔ اس لئے اِن دونوں چیزوں کو اخوت اور قومیت کی بنیاد بنانا غلط اور دھوکہ تھا۔

اسلام نے بتایا کہ موحد۔ خدا پرست۔ نیک کردار کسی ملک اور کسی نسل کے ہوں بھائی بھائی اور ایک قوم ہیں۔ وہ ایک جماعت کے لوگ ہیں۔ اور اُن کو حکم دیا گیا کونوا عباد اللہ اخوانا۔ یہی جماعت عنداللہ مقبول ہے۔ فرمایا انّ اکرمکم عند اللہ اتقاکم[1]۔ اور جو لوگ مشرک بدکردار۔ خدا کے دشمن ہیں وہ کسی ملک اور کسی نسل کے ہوں سب ایک قوم ہیں۔ چاہے خدا کے سوا کسی چیز کی پرستش کرتے ہوں اس لئے فرمایا الکفر ملة واحدة[2]۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ خدا کی مخلوق ۲ حصہ پر خود بخود تقسیم ہے۔ نیک اور بد۔ تو خداوند کریم نے حکم دیا کہ نیکوں کا یہ بھی فرض ہے کہ نیکی کو دُنیا میں غالب رکھیں۔ اور اس کی حمایت میں اپنی تمام تر قوت صرف کر دیں۔ قرآن کریم کی صدہا آیتیں۔ احادیث صحیحہ کا بڑا دفتر اس حکم سے بھرا پڑا ہے۔ کہ اعلاء کلمة اللہ کیلئے جہاد فرض ہے۔ دنیا نے دیکھا کہ اس حکم کے بعد کس طرح توحید کا غلبہ ہوا۔ کس طرح شیطان مغلوب ہوا۔ کیونکر بُت پرستی فنا ہوئی۔ کس طرح دُنیا خدا کی حمد و ستایش سے بھر گئی۔ کس طرح وہ باتیں پوری ہوئیں جس کی تمنا میں حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت موسےٰؑ۔ حضرت عیسیٰؑ اور تمام انبیاء کرام نے اپنی عمریں صرف کر دی تھیں عرب جو بُت پرستی کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ وہاں سے شیطان مایوس ہو گیا۔ کہ اب اس سرزمین پر سوائے خدائے ذوالجلال کے کسی کو سجدہ نہیں کیا جائیگا۔ ایران جہاں ایک شخص بھی خدائے قدوس کا نام لینے والا

[1] تم میں سے خدا کے نزدیک مکرم وہ ہے جو متقی زیادہ ہو ۱۲ منہ [2] خدا نے قرآن پاک میں جابجا کفار کی رفاقت اور دوستی کو منع کیا۔ سورہ توبہ رکوع تین میں ہے یا ایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا اٰباءکم واخوانکم اولیاء ان استحبّوا الکفر علی الایمان ؕ ومن یتولھم منکم فاولٰئک ھم الظٰلمون ○ قل ان کان اٰباؤکم وابناؤکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال ن اقترفتموھا وتجارة تخشون کسادھا ومسٰکن ترضونھا احبّ الیکم من اللہ ورسولہ وجھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ ؕ واللہ لا یھدی القوم الفٰسقین ○ اے ایمان والو اپنے باپ اور اپنے بھائیوں کو رفیق نہ بناؤ۔ اگر وہ ایمان کے مقابلہ میں کفر کو پسند کریں اور وہ لوگ جو تم میں سے اُن کی رفاقت کریں وہ لوگ ظالم ہیں۔ کہدو کہ اگر تمہارے باپ۔ تمہاری اولاد۔ تمہارے بھائی۔ تمہاری بیبیاں۔ تمہاری برادری اور مال جو تم نے حاصل کیا ہے اور تجارة جس کے کساد بازاری سے ڈرتے ہو۔ اور مکانات جو تمہیں پسند ہیں۔ یہ سب اگر خدا۔ خدا کے رسول و رجہاد فی سبیل سے زیادہ پسند ہے تو انتظار کرو کہ خدا اپنا حکم بھیجے۔ خدا نافرمان قوم کی ہدایت نہیں کرتا ۱۲۔ واللہ اعلم۔

نہ تھا وہاں لکھوکھا اور کروڑہا سر خدا کے سامنے جھک گئے۔ شیطانی قوانین کو حضورؐ نے اپنے پیروں کے نیچے روند دیا۔ اور خدائی احکام پر ہر جگہ حکومت ہونے لگی۔

کیا **توحید** کا یہ غلبہ اور بت پرستی کی یہ شکست ایسی باتیں نہ تھیں جس پر حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کی امت اور انبیا کے ماننے والوں کو سچی خوشی حاصل ہوتی۔ اور کیا اگر خود حضرت موسےٰ اور حضرت عیسیٰ موجود ہوتے تو ان کے لئے اس سے زیادہ خوشی کی اور بات ہو سکتی تھی۔ آخر کس چیز نے **یہود و نصاریٰ** کو اس خوشی میں شرکت سے باز رکھا۔ بلکہ یہود کو علانیہ بت پرستی کی حمایت پر آمادہ کر دیا۔ جیسا کہ غزوۂ احزاب کے وقت ہوا۔ اسی نسلی تفریق اور وطنیت کی لعنت نے۔ **یہود** کہتے تھے کہ نبوت بنی اسرائیل ہی کے لئے خاص ہے۔ عیسائیوں میں سے **ہرقل** نے بھی اور **مقوقس** نے بھی صاف کہدیا کہ میرا خیال تھا کہ نبی آخر الزماں کا ظہور شام میں ہوگا بس یہ چیز تھی جو اُن کو **توحید** کی حمایت سے بھی روکے ہوئے تھی۔

نصاریٰ کا اعتراض

عیسائیوں کو **جہاد فی سبیل اللہ** پر بڑا اعتراض ہے۔ اور اس پر انہوں نے بہت سی کتابیں بھی لکھ ڈالیں۔ اعتراض کا ماحصل یہ ہے کہ مذہب کے لئے لڑنا نہیں چاہیئے۔ رسول اللہؐ نے جو کچھ کیا وہ **سکندر** اور **تیمور** ایسے فاتحوں کے مناسب تو تھا۔ مگر انبیا کی شان کے مناسب نہ تھا۔ ان بدنصیبوں کی شاید یہ غرض ہے کہ انبیا کی یہی شان ہے کہ وہ ہمیشہ مغلوب رہیں۔ قوتیں ہمیشہ اُن کے مخالفین اور شیاطین کے پاس رہیں۔ وہ جب چاہیں انبیا کو تکلیفیں پہنچائیں۔ پریشان کریں۔ قتل کریں۔ آگ میں ڈالیں۔ انبیا بالکل بے دست و پا۔ مجبور۔ محتاج۔ اور ان کے مظالم کے سامنے سرنگوں رہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ الزامات اُن کے ہیں جو انبیا کی اتباع اور حمایت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ مگر فی الواقع اس اعتراض و الزام کا منشا کچھ اور ہے۔ خدائے ذوالجلال نے جب اپنے خاص بندوں کو اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے تلوار ہاتھ میں لینے کا حکم دیا۔ اور رسول اللہؐ سے کہا حرّض المومنین علی القتال کہ مومنین کو قتال پر آمادہ کرو تو دُنیا کا نقشہ بدل گیا جن لوگوں نے حق کی حمایت میں تلوار اُٹھائی اُن کی دلیری۔ ہمت اور جوہر شجاعت نے دنیا میں تہلکہ ڈالدیا۔ مظالم اور بُت پرستی کے گھروں میں ماتم پڑگیا۔ فتوحات کا راستہ اُن کے لئے صاف ہوگیا۔ ایشیا اور یورپ کی طاقتیں اُن کے سامنے سرنگوں ہوگئیں۔ ایشیا کی یہی بڑھتی ہوئی طاقت تھی

جس کو یورپ کی **وطنیّت** برداشت نہیں کرسکتی تھی۔ مگر مردانِ خدا کے راستہ میں حائل ہونا بھی اُن کے بس کی بات نہ تھی۔ اِس لئے یہ پروپگنڈا کیا گیا۔ جس نے ایشیا اور خصوصاً مسلمانوں کے تمام شریفانہ جذبات کو فنا کردیا۔ اس پروپگنڈا کے خوف سے مسلمانوں نے وہ باتیں اختیار کیں جس کو وہ اپنے اصطلاح میں **عجز۔ انکسار۔ قناعت**۔ اور صبر کہتے ہیں۔ مگر وہ نہیں سمجھتے کہ یہ چیزیں بھی صفاتِ حسنہ میں اُسیوقت داخل ہوتی ہیں جب قوت اور طاقت حاصل ہونے کے بعد اختیار کیجائیں بے اختیار۔ محتاج۔ فقیر تو یہ کرتا ہی ہے۔ وہ یہ نہ کرے تو اور کرہی کیا سکتا ہے۔

یورپ کے اس پروپگنڈا کی وجہ سے آج مسلمانوں میں ایک جماعت پیدا ہوگئی ہے جو اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے **جہاد بالسیف** کو بہت بُرا سمجھتی ہے۔ رسول اللہؐ کے غزوات کو اسلامی تاریخ پر بدنما داغ سمجھتی ہے۔ اور اپنے دانست میں وہ اسلامی خدمت اسی کو سمجھتی ہے کہ اسلامی تاریخ سے یہ داغ مٹادیا جائے مگر آیاتِ قرآنی کی کثرت۔ احادیث صحیحہ کا دفتر اس کو یہ کرنے نہیں دیتا۔ لہٰذا اُس نے تاویل پیدا کی ہے کہ یہ سارے غزوات۔ **مدافعت** اور حفاظت خود اختیاری کے لئے تھے۔ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے نہ تھے۔

یہ جواب اُس مذہب کی طرف سے دیا جاتا تو شاید کسی حد تک صحیح بن سکتا جس میں **رہبانیّت** کی تعلیم دی گئی ہو۔ مگر وہ مذہب ہاتھ میں تلوار لینے سے کیونکر انکار کرسکتا ہے۔ جس میں قتل وقصاص۔ اور حدود وقضا بھی جزو مذہب ہو۔ جس مذہب میں صاحبِ حق کو حق دلانا۔ ظالم ومظلوم میں انصاف کرنا فرض کیا گیا ہو۔ یہ چیزیں بغیر حاکمانہ اختیار کے پوری نہیں ہوسکتیں اور حاکمانہ اختیار صرف مواعظِ حسنہ سے حاصل نہیں ہوتے۔ ممکن ہے کہ اور انبیا شیطانی حکومتوں پر صابر وشاکر رہے ہوں مگر اسلام کے ساتھ ساتھ خدا کا یہ اعلان بھی آیا وکتبنا فی الزبور ان الارض یرثھا عبادی الصّٰلحون۔ یعنی ہم نے زبور میں لکھ دیا ہے کہ زمین کی بادشاہت انبیا اور انبیا کے متبعین کے لئے ہے۔ اسلام کے یہ جدید وکلا فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جہاد نہیں کیا۔ توحید کے قیام کے لئے جہاد نہیں کیا۔ بُت پرستی کو مٹانے کے لئے جہاد نہیں کیا۔ دُنیا میں نیکی پھیلانے کے لئے جہاد نہیں کیا۔ جتنے غزوات رسول اللہؐ نے کئے۔ اور جتنی لڑائیاں صحابہ لڑے وہ صرف اپنی حفاظت اور اپنے بچاؤ کے لئے انہوں نے مدافعت کی تھی۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون۔

یہ جواب کیوں دیا جاتا ہے صرف اِس لئے کہ ذہنی غلامی نے ہم کو اس قابل نہیں رکھا اور ہمّت وشجاعت کے وہ شریفانہ جذبات ہمارے اندر باقی نہ رہے جس سے ہم سمجھ سکیں کہ رسول اللہؐ

اور اُن کے تبعین پر اعلاء کلمۃ اللہ کا حق اپنی حفاظت اور مدافعت سے زیادہ ضروری ہے وہ اپنے تمام مخالفین اور بڑے سے بڑے دشمن کو معاف کر سکتے تھے۔ مگر خدا کی مخالفت اور بُت پرستی و شرک کی اشاعت کو معاف نہیں کر سکتے تھے۔

عقل سلیم

عقل ایک نعمت ہے۔ اور بلا شبہ کسی چیز کے حق یا ناحق ہونے کا ثبوت براہین و دلائل ہی کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔ مگر عقلیں متفاوت نہ ہوتیں تو عقلا کے اندر اختلافات ہی کیوں ہوتے۔ تم غور کروگے تو دنیا کا ہر کندۂ ناتراش اپنی عقل کو سارے جہان سے بڑھ کر جانتا ہے۔ ایک احمق بھی ایک بڑے فلسفی کے خلاف آواز بلند کرتا ہے۔

جن لوگوں نے عقلی تحقیقات میں عمریں صرف کر دیں۔ وہ بھی کسی ایک عقلی بحث پر متفق نہ ہو سکے فیثا غورس نے ایک زمانہ میں زور تقریر اور قوت استدلال سے تمام دنیا کو نظام شمسی کے قبول کرنے پر مجبور کر دیا۔ لیکن اُس کے بعد جب بطلیموس کی باری آئی تو اُس نے فیثا غورس کے تمام نظام کو اُلٹ کر رکھدیا اور ساری دنیا سے اپنی بات منوالی۔ اب یورپ نے بطلیموس کے تمام تحقیقات کو باطل ثابت کر دیا۔ اور وہی فیثا غورس کے فرسودہ نظام کو حق سمجھ کر قبول کیا۔

اخلاقیات کا بھی یہی حال ہے۔ ہندوستان کے بت پرستوں کی اتنی بڑی قوم یہ پسند نہیں کرتی کہ جس عورت و مرد میں خون کا کچھ بھی لگاؤ ہو۔ اُن میں ازدواج کا تعلق اور شادی بیاہ ہو اس کے برعکس آتش پرست پارسی ہیں۔ جو عقل میں کسی طرح ان بُت پرستوں سے کم نہیں کہی جاسکتے وہ اپنے خاص عزیزوں اور حقیقی بہن سے بھی زن و شوئی کے تعلقات میں بُرائی نہیں سمجھتے۔ یورپ جس نے عقلی ترقی کے دعوؤں سے آج آسمان و زمین ایک کر دیا ہے اور وہ ہر قسم کے اخلاقی قید سے بھی نجات حاصل کر کے آزادی میں حیوانیت سے بھی بڑھتے جا رہے ہیں۔ وہ تو بیاہ و شادی کے قیدی کو اُٹھا دینا چاہتے ہیں تاکہ عورت و مرد بلا قید جس کا جس سے دل چاہے مل سکیں۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا تم اسلام کو ان میں سے کسی ایک کی عقل کے موافق بنا دینا چاہتے ہو۔ یا خود اسلام کی تعلیم کو سمجھنا چاہتے ہو۔ اسلام کو سمجھنے کے لئے عقل سلیم کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے اس کی تحقیق کی جائے کہ رسول اللہ ﷺ نے کیا تعلیم دی اور اسلام نے کیا بتایا۔ اور یہ محض نقلی بحث ہے اپنی رائے ملا دینے سے وہ خاص رسول اللہ ﷺ کی تعلیم باقی نہ رہے گی۔ ہاں اس کے بعد اگر خدا نے عقل و فہم

عطا فرمایا ہے۔ تو غور کر سکتے ہو کہ دلائل و براہین عقلی اسلامی تعلیم کے موافق ہیں۔ یا اُن گم کردہ راہ کفار کے موافق ہیں۔ قرآن پاک نے ہر جگہ کفار کو مخاطب کیا ہے اور یہی کہا ہے کہ تم پہلے میری تعلیم سُن لو۔ پھر مظاہر قدرت پر تدبر اور تفکر کی نگاہ ڈالو۔ خداداد عقل سے کام لو۔ تو اسی تعلیم کو حق پاؤ گے۔ اور تمہاری عقلیں بھی انہیں باتوں کے حق ہونے کی ہدایت کریں گی۔ مگر غلطی یہ ہے کہ ہمارے نوجوان پہلے بطور خود کسی بات کے اچھی یا بُری ہونے کا فیصلہ کر لیتے ہیں۔ اور اس کو عقل کے موافق سمجھتے ہیں تو اس کو اسلام یا رسول اللہ ؐ کی طرف بھی منسوب کر دیتے ہیں یا اُنہوں نے کسی **فلسفی** کا قول سُنا۔ یا **ڈارون** کی تھیوری اُن کے کان میں پڑی اور پسند آ گئی تو کہہ دیا کہ یہی اسلام کی تعلیم بھی ہے۔ یہ دین میں تحریف ہے۔ انبیاء متقدمین کے تعلیم میں جو تحریف ہوئی وہ بھی اسی طرح۔ اور مسلمانوں میں جس قدر بدعات۔ مکروہات اور خرافات رائج ہو گئے ہیں اس کا بھی زیادہ حصہ اسی طرح آیا ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

قدیم عرب

قدیم عرب کے تاریخی معلومات کے ذرائع باقی نہ رہے۔ صرف دو ذریعہ ہے کہ اس سے جو کچھ معلوم ہو وہ تو بلا شبہہ صحیح ہے لیکن اس کے سوا اور جتنے ذرائع ہیں سب مشتبہ ہیں۔ ایک **قرآن پاک** ہے اس سے بہت سی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ دوئم خود جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیانات ہیں۔ ان دو کے سوا عرب جاہلیت کے اشعار اور زبانی روایتوں کا درجہ ہے۔ مگر جس طرح ہندوستان کے بت پرستوں میں **رامائن** اور **مہابھارت** کے متعلق مبالغہ آمیز بیانات اور اشعار مشہور ہیں ویسے ہی عربوں میں بھی تھے۔ اُن میں سے اُن باتوں کی صحت میں شبہہ نہیں جس کی تصدیق قرآن پاک یا احادیث صحیحہ سے ہوتی ہو۔ لیکن اس کے بعد وہ باتیں بھی قابل سماعت ہو سکتی ہیں جو مختلف بیانات میں **قدر مشترک** کا حکم رکھتی ہوں۔ عرب کی تاریخ کا کچھ حصہ **بائیبل** میں بھی ملتا ہے۔ مگر موجودہ بائیبل تحریف شدہ ہے۔ تاہم تاریخ کی کوئی تحریر اس سے زیادہ قدیم نہیں مل سکتی۔ اور یہ یقینی ہے کہ جس قدر تحریف زبانی روایات میں یا شعراء کے کلام میں ہوئی ہے۔ اتنی ایک مذہبی کتاب میں نہیں ہو سکتی۔ اس لئے بائیبل کی روایتوں کو دوسرے بیانات پر یقیناً ترجیح حاصل ہوگی۔

یورپ نے تاریخ امم کی تحقیق کا ایک جدید طریقہ جاری کیا ہے یعنی **کتبات و آثار** وغیرہ سے وہ مختلف ملکوں کی تاریخ مرتب کر رہے ہیں۔ ایسی مرتب کی ہوئی تاریخ کا جہاں شرائع سے تعلق ہو وہاں بالکل اعتبار کے قابل نہیں ہے۔ اگرچہ اس کو صحیح معلومات کا بہت قوی ذریعہ سمجھا جاتا ہے اس کے

کئی وجوہ ہیں۔ اوّل یہ کہ اس کا انتظام زیادہ تر ایسے ہاتھوں میں ہے جو اصولاً مذاہب ہی کے خلاف ہیں۔ دُوم گو کتبات و آثار کو اس طریقِ تحقیق کی بنیاد قرار دی جاتی ہے۔ مگر اس بنیاد پر فرضی اور قیاسی نتائج کی ایک عمارت تیار کرلی جاتی ہے۔ اور قیاسات میں ہمیشہ تغیرّ و تبدل ممکن ہے۔ سَوُم کتبات و آثار جس پر اس عمارت کی بنیاد ہوتی ہے اُس میں بہت دھوکہ ہوسکتا ہے۔ چہارم جدید کتبات اور جدید آثار کا دریافت کرنا دولت اور شہرت کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اِس لئے جدید معلومات حاصل کرنے میں بہت کچھ کارستانیاں کی جاتی ہیں۔ ہاں اگر ثقہ اور متدین غیر متعصب لوگ ایسے آثار و کتبات پر اپنی شہادتیں بیان کریں تو قبول کرنے میں مضائقہ نہیں ہے۔ مگر یہ مشکل ہے اس لئے کہ اِن لوگوں کے اخلاقی حالات کے معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

قوم عاد

قرآن پاک میں قوم عاد اور قوم ثمود کا حال بہت جگہ ہے۔ قوم عاد کی طرف حضرت ہود علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے اور قوم ثمود کی طرف حضرت صالح علیہ السّلام۔ یہ دونوں قومیں بہت قدیم ہیں۔ اِن کا معتبر تاریخی حال کچھ معلوم نہیں۔ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت زبردست قومیں تھیں۔ عاد کی نسبت سورہ اعراف میں ہے کہ یہ لوگ نوح علیہ السّلام کے بعد تھے اور بڑے طاقتور تھے۔ اور سورۃ الشعراء میں ہے کہ بلندیوں کی جگہ انھوں نے بڑی بڑی یادگاریں بنائی تھیں۔ محلات ایسے مستحکم اور مضبوط بنائے تھے کہ شاید ہمیشہ دنیا میں رہنے کا ارادہ کرلیا تھا۔ ان کے اختیارات بڑے وسیع اور گرفت بہت سخت تھی۔ خُدا نے جانور۔ اولاد۔ باغ۔ اور چشمے عنایت کئے تھے۔ سورۂ والفجر میں تصریح ہے کہ اِن کا شہر ارم تھا جس کے مکانات عالی شان تھے۔ اُس کے عماد اور ستون ایسے تھے کہ ان کے مثل دُنیا کے کسی شہر میں نہ تھا۔ سورۃ الاحقاف میں مذکور ہے کہ یہ لوگ احقاف میں تھے۔ احقاف ریگ کے بلند ٹیلوں کو کہتے ہیں۔ یہاں مُراد یمن ہے۔ اور ارض مہرہ اور عمّان کا درمیانی حصہ۔ اسی میں خدا فرماتا ہے کہ ہم نے اُن کو کان۔ آنکھ۔ اور دل دیا تھا یعنی وہ بڑے بیدار۔ ہوشیار۔ اور دلیر تھے۔

قوم ثمود

قوم ثمود کی نسبت سورۂ اعراف میں ہے کہ یہ قوم قوم عاد کے بعد اُن کی قائم مقام اور خلیفہ تھی۔ زمین کی حکومت اِن کی تھی۔ نرم زمین پر انھوں نے قصور و محلات تیار کئے تھے۔ اور پہاڑوں کو کاٹ کر

اُس میں مکانات بنائے تھے۔ سورۃ **الشعراء** میں ہے کہ اِن کے پاس باغ۔ چشمے۔ اور کھیتیاں تھیں کھجور کے درخت تھے جس کے خوشے ٹوٹے پڑتے تھے۔ بڑے خوش وخرم اور بڑے چین وآرام سے تھے۔ سورۃ **الحجر** میں ان کو اصحاب الحجر کہا گیا ہے۔ اور سورۂ **والفجر** میں ان کی جگہ وادی القریٰ بتائی گئی ہے۔ مقام حجر اور وادی القریٰ دونوں جگہیں قریب ہی قریب ہیں۔

بخاری ومسلم کی روایتیں ہیں کہ تبوک جاتے وقت جب رسول اللہ صلعم مقام حجر میں پہنچے تو اُس کو آپؐ نے **دیار ثمود** بتایا۔ مُنہ پر کپڑا ڈال لیا۔ اور وہاں سے نکل جانے میں جلدی کی۔ وہاں کا پانی پینے کو منع کردیا۔ وہاں کے پانی سے صحابہؓ نے آٹا گوندھا تھا۔ اس کو پھینک دینے یا اونٹوں کو کھلا دینے کا حکم دیا۔ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ ثمود کے مکانات کی نشانیاں رسول اللہؐ کے وقت میں موجود تھیں۔ حجاز ریلوے کا ایک اسٹیشن **مدائن صالح** اسی مقام حجر میں ہے اور ثمود کے مکانات کے آثار اب تک اس کے قریب موجود ہیں۔

صحیح طور پر کچھ معلوم نہیں کہ اِن قوموں کی حکومت کتنے دنوں تک رہی۔ اِن میں کتنے بادشاہ ہوئے اور انہوں نے کیسی حکومت کی۔ عرب میں جو روایتیں زبانی مشہور تھیں۔ اور مفسرین واصحاب سیر نے جو حالتیں اُن روایات سے جمع کئے ہیں وہ مبالغہ آمیز ہیں لیکن جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا خود قرآن کے الفاظ سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت متمدن اور ترقی یافتہ قومیں تھیں۔ سُورۂ فرقان کی ایک آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عاد۔ ثمود اور اصحاب الرس کے درمیان اور بھی بہت سی قومیں ہوئی ہیں یہ سب قومیں خدا اور رسول کی نافرمانی کی وجہ سے ہلاک اور ناپید ہوگئیں اُن کا نام ونشان بھی باقی نہ رہا۔

عرب کی تاریخ

عرب کی تاریخ کو عموماً مورخین واصحاب سیر تین حصّوں پر تقسیم کرتے ہیں۔

عرب بائدہ یعنی وہ قومیں جو بنی قحطان سے پہلے تھیں۔ اور سب فنا ہوگئیں۔ **عرب عاربہ** یعنی بنی قحطان جو مین اور اس کے اطراف پر عرصہ تک حکمران رہے۔ **عرب مستعربہ** جن کو بنی اسمٰعیل اور بنی عدنان کہتے ہیں۔ یہ لوگ حجاز اور اس کے اطراف میں تھے۔

اس تقسیم سے معلوم ہوتا ہے کہ عاد وثمود کی قومیں عرب بائدہ میں داخل ہیں لیکن ہشیم ابن عدی نے حضرت ابن عباسؓ سے ایک روایت لکھی ہے کہ عرب عاربہ کی تاریخ ارم کے زمانہ سے شروع ہوتی ہے اور وہ دس جماعتیں تھیں۔ عادؔ۔ ثمودؔ۔ طسمؔ۔ جدیسؔ۔ عمالیقؔ۔ عبیلؔ۔ امیمؔ۔ وبارؔ۔ جاسمؔ۔ قحطانؔ۔ اس روایت کی بنا پر **عرب بائدہ** میں وہ قومیں ہونگی جن کا زمانہ عاد ارم سے بھی پہلے تھا۔ **عاد اولیٰ** کا ذکر قرآن پاک

میں ہے۔

اب اس صورت میں تسلیم کرنا ہوگا کہ عاد اولی دوسرے لوگ تھے اور عاد ارم دوسرے۔ حضرت ہود علیہ السلام عاد ارم کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ اور اُن کا زمانہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد تھا لیکن عاد اولی کا زمانہ اس سے پہلے ہوگا۔ عاد اولی کے متعلق بھی بہت سی روایتیں عرب میں مشہور تھیں مگر وہ سب کہانیاں ہیں۔

طسم وجدیس بھی بنی قحطان کے پہلے تھے لیکن اُن کے بقایا یمامہ اور بحرین وغیرہ میں کچھ بھی بہت باقی تھے سلاطین حمیر نے اپنی ترقی کے زمانہ میں اُن کو قتل و ہلاک کیا۔ اور وہ فنا ہوگئے۔ عمالقہ بھی یمن میں تھے۔ لیکن سبا سے پہلے ایرانیوں کا یمن میں غلبہ ہوگیا تھا۔ انہوں نے عمالقہ کو یمن سے نکالدیا۔ پیچھے کنعان سے حورب کی پہاڑیوں تک ان کی بستیاں تھیں اور بنی اسرائیل جب مصر سے نکل کر صحرائے تیہ کے راستہ شام آنا چاہتے تھے تو صحرائے تیہ میں ان کو عمالقہ سے مقابلہ کرنا پڑا تھا۔ اُسوقت صحرائے تیہ میں اُن کی بستیاں تھیں۔

اسی طرح مذکورہ قبائل یکے بعد دیگرے عرب کے مختلف خطوں میں آباد تھے۔ مستند تفصیلی حالات اُن کے معلوم نہیں۔ البتہ **بنی قحطان** کا حال معلوم ہے۔ اِنہیں میں سلاطین **حمیر وسبا** ہوئے۔ انہیں میں **تبابعہ** کی حکومتیں ہوئیں۔ اِس لئے ہم بنی قحطان کے بادشاہوں کی فہرست حمزہ اصفہانی کی کتاب تاریخ ملوک الارض سے ذیل میں درج کرتے ہیں۔ اس سے عرب کی ترقی و زوال کا ایک نقشہ ذہن نشیں ہوجائیگا۔

بنی قحطان

اہل یمن اپنی تاریخ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ یمن میں پہلے یعرب بن قحطان آئے۔ اور اُن کے پوتے **سبا** بن یشجب بن یعرب نے قوم عاد سے لڑکر ان کو قتل کیا۔ قید کرکے غلام بنایا۔ اور یمن سے اُن کا نام مٹادیا۔ اور اپنی حکومت قائم کی **سبا** کا نام عبد شمس تھا۔ مگر عاد کی قوم کو غلام بنانے کی وجہ سے سبا لقب ہوگیا۔ یہ ابو القبیلہ ہیں۔ سبائی ملوک سب ان کی اولاد ہیں۔ سبا کی وجہ سے یمن کا نام بھی ارض سبا ہوگیا۔ سبا کے وقت میں فتوحات ہوئے۔ حکومت کی بنیاد پڑگئی لیکن نظم نہ ہوسکا۔ منظم حکومت پہلے پہلے ان کے لڑکے **حمیر بن سبا** نے قائم کی۔ اِس لئے بعض اہل یمن **یعرب** بن قحطان کو یمن کا پہلا بادشاہ سمجھتے ہیں۔ اور بعض **سبا** بن یشجب بن یعرب کو۔ بعض حمیر بن سبا کو۔

حمیر بن سبا کے پندرہ پشت بعد **الحارث الرائش** یمن کا حکمران ہوا۔ اس کے وقت میں سبائی حکومت کو بڑی ترقی ہوئی۔ اس کے قبل اہل یمن کی دو حکومتیں علیحدہ علیحدہ تھیں ایک ارض سبا

ہیں اور ایک حضرموت ہیں۔ کبھی پہلے اہل یمن ایک نہ ہو سکے تھے رائش نے دونوں پر قبضہ کر کے سب کو تابع بنایا اسی لئے رائش کو **تبع** کہتے تھے۔ اہل یمن کہتے ہیں کہ اس کے فتوحات کا دائرہ بڑا وسیع تھا **ترک** اور **آذربیجان** پر قابض ہو گیا تھا اور اس کے غزوات کی حد **ہند** تک پہنچ گئی تھی۔ واللہ اعلم

رائش کے بعد اُس کا لڑکا ابرہہ[19] ذوالمنار حکمراں ہوا۔ اُس نے راستوں میں علامات کے لئے بہت سے منار بنائے تھے۔ ابرہہ کے بعد اس کا لڑکا افریقیش[20] ابن ابرہہ ابن الرائش بادشاہ ہوا۔ آخر مغرب میں بربر کے قصد سے جنگ کیا۔ اور وہاں ایک شہر افریقیہ بسایا۔ افریقیش کے بعد اس کا بھائی ذوالاذعار[21] بن ابرہہ بادشاہ ہوا۔ ذوالاذعار کے بعد ملکہ بلقیس کا باپ ہداد[22] بن شراحیل بادشاہ ہوا۔ اس کے بعد ملکہ بلقیس[23] حکمراں ہوئیں۔ ان کے حکمران ہونے کے بیس برس بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان سے عقد کر لیا۔

حمیر یمن کہتے ہیں کہ عرم ملکہ بلقیس ہی نے بنایا تھا۔ مگر دوسرے مؤرخین عرب کہتے ہیں کہ عرم لقمان بن عاد نے تبابعہ سے بہت پہلے بنایا تھا۔ بلقیس نے مرمت کی تھی۔ یہ عرم پیچھے بہت دنوں تک باقی رہا۔ سیل العرم میں رسول اللہ ؐ سے چار سو برس پہلے تباہ ہوا۔ لقمان ابن عاد رائش سے پہلے تھا اور رائش کے وقت میں مرا۔

قرآن پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ سبا کا ملک بلقیس کے وقت میں بہت سرسبز و شاداب تھا۔ میں آگے وہ آیتیں لکھونگا جس سے سبا کی آبادی اور سیل عرم کی تباہی کا حال معلوم ہوگا۔

ملکہ بلقیس کے بعد اُن کا چچا ناشر[24] نعم بن شراحیل بادشاہ ہوا۔ اور ناشر کے بعد **شمر یرعش**[25] حکمران ہوا۔ یہ افریقیش ابن ابرہہ ابن الرائش کا لڑکا تھا۔ اس کے فتوحات بڑے وسیع تھے۔ اہل یمن کہتے ہیں کہ **ذوالقرنین** اسی کا لقب تھا۔ قرآن میں اسی کا تذکرہ ہے سکندر کے متعلق یہ لقب پیچھے غلطی سے مشہور ہو گیا ہے۔ دوسرے تاریخی دلائل کے علاوہ وہ ایک وجہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ **ذو** عربی لفظ ہے سکندر رومی کا یہ لقب کیونکر ہو سکتا ہے **یمن** میں اس طرح کے لقب کا ہمیشہ دستور تھا۔ چنانچہ ذونواس۔ ذوجیشان۔ ذوشناتر۔ ذوکلاع۔ ذوجدن۔ ذویزن وغیرہ مشہور خطابات ہیں

اہل یمن کہتے ہیں کہ اس نے خراسان پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور شہر **صغد** کو اس نے کھدوا دیا تھا اس لئے اُس کا نام شمر کند ہو گیا۔ جو بعد کو معرب ہو کر **سمرقند** بن گیا۔ واللہ اعلم۔

شمر کے بعد اس کا لڑکا ابو[26] مالک بادشاہ ہوا۔ اعشی شاعر نے اپنے کلام میں جو ابو مالک کا ذکر کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ اُس سے یہی مراد ہے واللہ اعلم۔ ابو مالک کے بعد اقرن[27] ابن ابی مالک حکمران ہوا۔

یہی تبع ثانی ہے اس کے بعد ذو جیشان بن الاقرن بادشاہ ہوا جس نے طسم و جدیس کے بقایا کو قتل و ہلاک کیا۔ مورخین عرب کہتے ہیں کہ بحرین۔ عمان اور یمامہ میں طسم و جدیس کے بقایا اب تک بہت تھے ان کو اسی نے فنا کیا۔ اعشیٰ شاعر نے اُن کا مرثیہ لکھا ہے اور اس میں ان قدیم قبائل کا بھی ذکر کیا ہے

ذو جیشان کے بعد اس کا بھائی تبع ابن الاقرن حکمران ہوا۔ یہ تبع اول ہے اس کے بعد اُس کا لڑکا کلی کرب بن تبع بن الاقرن حکمران ہوا۔ کلی کرب کے بعد اس کا لڑکا اسعد ابو کرب بن کلی کرب حکمران ہوا۔ جو تبع اوسط ہے۔ اہل یمن کا خیال ہے کہ قرآن شریف میں جس تبع کا ذکر ہے وہ یہی ہے۔ قرآن پاک نے تبع کی بُرائی نہیں بیان کی ہر بلکہ اس کی قوم کی۔ یہ تبع بڑا فوجی آدمی تھا۔ آرام و آسائش کی پرواہ نہیں کرتا تھا۔ برابر سفر میں رہتا تھا۔ اس لئے اُس کی قوم اس سے ناراض ہوگئی۔ اور اُس کے لڑکے حسان بن تبع کو ملا کر اسکو قتل کرا دیا۔

اسعد ابو کرب کے بعد حسان بن تبع یعنی اُس کا لڑکا حکمران ہوا اور جدیس کے کچھ لوگ اب بھی یمامہ میں باقی رہ گئے تھے اُن کو قتل کرنے لگا۔ وہ بہت عاجز ہوگئے تھے انہوں نے اس کے بھائی عمرو ابن تبع کو ملایا اور بیعت کا وعدہ کیا تو عمرو نے بھائی کو قتل کر دیا۔ تب عمرو بن تبع حکمران ہوا۔ یہی موثبان اور ذی الاعواد ہے۔ یہ ہمیشہ بیمار اور ذی فراش رہتا تھا۔ وثاب حمیر کی لغت میں فرش کو کہتے ہیں اور موثبان کے معنی ذی فراش ہیں اس لئے موثبان مشہور ہوا۔ اور ذی الاعواد اس لئے مشہور ہوا کہ اگر کہیں جانا ہوتا تو تخت پر مُردوں کی طرح کاندھوں پر جاتا تھا۔ اسود بن یعفر کے اشعار میں ذی الاعواد کا ذکر ہے۔

ذی الاعواد کے بعد چار ملوک اور ہوئے تب عبید کلال بن مثوب حکمران ہوگیا یہ نصرانی تھا۔ مگر پوشیدہ۔ نصرانیت ظاہر نہیں کرتا تھا۔ عبید کلال کے بعد تبع بن حسان بن تبع بن کلی کرب بن تبع بن الاقرن بادشاہ ہوا۔ یہی تبع اصغر اور آخری تبع ہے۔

یہ تبع مکہ اور مدینہ گیا تھا اور بنی معد پر آکل المرار کے پوتے حارث بن عمرو ابن حجر آکل المرار الکندی کو بادشاہ بنا دیا تھا۔ جس سے وہاں کندہ کی ایک حکومت قائم ہوگئی تھی۔ بکر۔ تمیم۔ قیس۔ تغلب۔ اسد۔ کے تمام قبائل اور نزار کا بڑا حصہ حارث کے ماتحت ہوگیا تھا۔ اور اتنی قوت اس نے حاصل کرلی تھی کہ منذر ابن ماء السماء کو اس نے حیرہ سے نکالدیا۔ اور وہاں لخمیوں کی جگہ کندہ کی حکومت قائم کر دی اسی تبع نے پہلے پہلے کعبہ پر غلاف چڑھایا اس سے پہلے یہ دستور نہ تھا۔ یہ تبع مدینہ میں یہود سے

ملا۔ اُن کا طریقہ پسند کیا اور یہودی ہو گیا۔ پھر دو یہودی عالم کو اپنے ساتھ یمن لے گیا اور وہاں پہلے پہلے یہودیت کی اشاعت کی۔ اسی نے اہلِ یمن اور ربیعہ کے درمیان معاہدہ کرایا۔ واللہ اعلم

تبع بن حسان کے بعد مرثد بن عبید کلال حکمران ہوا۔ اور اسی کے وقت میں حمیر کی قوت متفرق اور منتشر ہو گئی۔ پھر اُس کا لڑکا ویعہ بن مرثد حکمران ہوا۔ پھر ابرہہ ابن الصباح حکمران ہو گیا پھر صہبان بن محرث حاکم ہوا۔ اس کے بعد صباح ابن ابرہہ ابن الصباح ہوا۔ اُس کے بعد حسان بن عمرو بن تبع بادشاہ ہوا۔ اُس کے پاس خالد بن جعفر بن کلاب قید ہو کر آیا تھا۔ اِس نے چھوڑ دیا۔ اس لئے خالد نے اس کی مدح لکھی ہے۔

حسان کے بعد ایک شخص ذو شناتر بادشاہ ہو گیا۔ یہ نہ شاہی خاندان سے تھا نہ اُس کی اخلاقی حالت اچھی تھی۔ اپنے ایک خوبصورت غلام ذو نواس سے اُس نے بدفعلی کرنی چاہی۔ اُس نے چھری مار کر پیٹ چاک کر دیا۔ یہ مر گیا اور ذو نواس بادشاہ ہو گیا۔ یہ ذو نواس قصی بن کلاب کا معاصر تھا۔ اور یہی صاحب اُخدود ہے جس کا ذکر سورہ بروج میں ہے۔ یہ یثرب گیا تھا یہودیت اس کو پسند آئی۔ وہاں کے یہود نے اس کو نجران کے نصاریٰ کے خلاف بھڑکا دیا۔ آل جفنہ یعنی غسانی ملوک کی وجہ سے نجران میں کچھ نصرانی ہو گئے تھے۔ اُس نے وہاں جا کر گڑھے کھدوائے۔ اُس میں آگ جلوائی اور جو شخص نصرانیت سے تائب نہ ہوتا اُس کو اُسی آگ میں ڈلوا دیتا۔ بہت سے نصاریٰ کے ساتھ اس نے یہ سلوک کیا۔ آخر یمن کا ایک نصرانی ذو ثعلبان بحر احمر کو عبور کر کے حبشہ پہنچا اور وہاں یہ خبر پہنچائی۔ حبشہ کا بادشاہ بڑی فوج کے ساتھ یمن آیا۔ ذو نواس بھاگا اور یمن میں حبشہ کی حکومت قائم ہو گئی۔ ایک شخص ذو جدن نے کچھ مقابلہ کیا مگر وہ بھی بھاگا۔

اس کے بعد تین حبشی بادشاہوں نے یمن میں حکومت کی۔ پہلا ابرہہ بن الاشرم۔ یہی صاحب فیل ہے جس کا ذکر الم ترکیف کی سورہ میں ہے۔ اس نے مکہ پر حملہ کر کے بیت اللہ کو گرا دینا چاہا تھا وہیں عذاب الٰہی سے تباہ ہو گیا۔ اس کے بعد یکسوم بن ابرہہ ہوا۔ پھر مسروق۔

مسروق کے وقت میں حمیر کا ایک شخص سیف بن ذی یزن ایران گیا۔ اور نوشیرواں سے امداد حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اور اسی امداد سے حبش کا یمن میں اُس نے خاتمہ کر دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ خاتمہ حرب فجار کے دس برس بعد ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ تعمیر کعبہ سے پانچ برس پہلے حضورؐ کی عمر اس وقت تقریباً تیس سال کی تھی۔

اس کے بعد یمن کی آزادی جاتی رہی۔ وہ ایران کا ایک صوبہ ہو کر رہ گیا تھا۔ ہجرت کے وقت

باذان وہاں کے عامل تھے۔ یہ فارسی النسل تھے۔ اور فیروز وداد ویہ ان کے ساتھ ایرانی افسر تھے۔ یہ سب مسلمان ہوگئے۔ واللہ اعلم۔

تبصرہ

میں نے تمام تاریخی تفصیلات کو ترک کر دیا ہے۔ صرف اُسی قدر لکھا ہے جس کو تاریخ یمن کا قدر مشترک بیان کہہ سکتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوگا کہ سبائی، حمیری اور تبابعہ کی مختلف اور جُدا جُدا سلطنتیں نہ تھیں۔ سبا بن شیجب سب کا جدِ اعلیٰ ہے۔ اُسی کی اولاد سبائی ملوک ہیں اور اُسی کا لڑکا حمیر بن سبا چونکہ منظم سلطنت کا بانی ہے۔ اس کے بعد کے تمام سلاطین کو ملوک حمیر بھی کہتے ہیں۔ رائش کو جو سبا اور حمیر ہی کی اولاد میں سے پہلے پہلے تبع کا لقب دیا گیا۔ کیونکہ اُس نے اُن لوگوں کو تابع کیا جو پہلے تابع نہ ہو سکے تھے۔ اور اقرن کو بھی اسی طرح تبع کا لقب ملا لیکن تبع بن الاقرن کے بعد سے تبع بن حسان تک جتنے شاہانِ حمیر ہوئے سب تبع کہلائے

ملوک سبا میں دو بادشاہ زبردست ہوئے ہیں جنہوں نے اس سلطنت کو عروج کمال تک پہنچایا۔ رائش اور یرعش۔ سبا کے وقت سے اس خاندان کی حکومت شروع ہوتی ہے۔ اور مرثد بن عبید کلال پر قوت کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اُس کے بعد بھی حمیری ملوک ہوئے مگر متفرق طور پر۔

سبا و حمیر کی تاریخ میں جو چیز بالکل غیر اطمینان بخش ہے وہ سلاطین حمیر کی تعداد ہے۔ سبا کے وقت سے مرثد بن ابی عبید کلال تک دو ہزار برس سے زیادہ کی مُدت ہے۔ اس طویل مُدت میں صرف چالیس ملوک کا نام آتا ہے جو بالکل قرین قیاس نہیں ہے۔ مگر شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ عربوں میں یہ قاعدہ تھا اور اب بھی ہے کہ کئی کئی پشتوں تک ایک ہی نام چلا جاتا ہے۔ شاید اس تاریخ میں یہ ہوا ہے کہ ایک نام کے مسلسل جس قدر ملوک ہوئے اُن کو ایک تسلیم کر لیا گیا ہے۔

ملوک سبا کے عروج و کمال کی داستان بہت طویل ہے۔ مگر ہم اُسی قدر لکھتے ہیں جس قدر قرآن میں صاف و صریح ہے۔ سبا کے تمدن کا نقشہ خداوند کریم نے سورۂ سبا کی آیتوں میں بتایا ہے وہ یہ ہے کہ سبا کا عروج جس حد تک پہنچ گیا تھا وہ خود خدا کی قدرت کی نشانی تھی۔ اگر وہ غور کرتے۔ اُن کا شہر ہر قسم کی خرابیوں سے پاک وصاف تھا۔ داہنے بائیں باغ تھے۔ جن میں خدا کے عطا کئے ہوئے رزق کی انتہا نہ تھی۔ ارضِ سبا سے شام تک مسلسل ملی ہوئی آبادیاں تھیں۔ ہر جگہ منازل بنے ہوئے تھے۔ عمدہ کھانا اور اچھے پانی کا سامان ہر جگہ بافراط تھا۔ رات ہو یا دن ہر وقت سفر میں امن تھا۔ مسافر کو

زادِ راہ ساتھ لینے کی ضرورت نہ تھی۔ نہ بھوک پیاس کا ڈر تھا نہ تکلیف و بیماری کا اندیشہ۔ نہ چوری ڈکیتی کا خوف

لقد کان لسبأٍ فی مسکنهم اٰیۃ جنّتٰن عن یمینٍ و شمالٍ کلوا من رزق ربکم واشکروا له بلدۃ طیبۃ و ربّ غفور ۝ فاعرضوا فارسلنا علیهم سیل العرم وبدلنٰهم بجنتیهم جنتین ذواتی اکل خمط واثل وشیٔ من سدر قلیل ۝ ذٰلک جزینٰهم بما کفروا وهل نجزی الا الکفور ۝ وجعلنا بینهم وبین القری التی بٰرکنا فیها قری ظاهرۃ وقدرنا فیها السیر سیروا فیها لیالی وایاما اٰمنین ۝

سبا کے لئے اُن کی آبادی میں (اگر غور کرتے تو) خدا کی نشانیاں تھیں۔ دو باغ تھے داہنے اور بائیں۔ حکم تھا کہ خوب کھاؤ۔ خدا کا رزق اور شکر کرو لطیف شہر (رہنے کو ہے) اور خدا معاف کرنیوالا ہے لیکن انہوں نے روگردانی کی تو ہم نے سیل عرم بھیجا اور اُن کے دونوں باغوں کو ایسے باغوں سے بدلدیا جس میں بدمزہ پھل تھے۔ جھاؤ کا درخت تھا اور کچھ تھوڑی جھربیری تھی۔ یہ ہم نے ان کو اُن کے ناشکری کی سزا دی۔ اور ہم صرف ناشکروں کی سزا کرتے ہیں۔ اور ہم نے سبا اور شام کے درمیان نزدیک نزدیک بستیاں بنا دیں اور منزلیں مقرر کردی تھیں کہ رات اور دن جب چاہیں امن سے سیر کریں

اس آیۃ سے معلوم ہوا کہ ملک کی مادی اور انتظامی ترقی مرتبہ کمال تک پہنچ گئی تھی شہر کی انتظامی حالت بہت ہی اچھی تھی۔ رزق کی کثرت تھی۔ اطمینان اور امن عام تھا۔ مگر جب انہوں نے اس پر بھی ناشکری کی تو سیل العرم کی شکل میں اُن پر عذاب الٰہی نازل ہوا۔

یمن بلکہ سارے عرب میں سیل عرم نے تغیر عظیم پیدا کر دیا۔ رسول اللہؐ سے چار سو برس پہلے یمن میں یہ سیلاب آیا۔ اور اُس نے سبا کے ملک کی سرسبزی و شادابی کو جس کا ذکر اوپر ہوا تباہ کر دیا اور سارا ملک ریگستان ہو کر رہ گیا۔ یہ امر مشتبہ ہے کہ اس سیلاب کی ظاہر وجہ کیا ہوئی۔ عرم کے معنی شدید سخت۔ حد سے بڑھا ہوا ہے۔ تو سیل عرم کے معنی ہوئے حد سے بڑھا ہوا سیلاب۔ اور کہتے ہیں کہ عرم وادی کا بھی نام ہے اور عرم بسکون پتھر ہے جس سے عرمہ ہے۔ اور تمام مفسرین حضرت ابن عباسؓ اور حضرت وہبؒ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ عرم ایک دیوار کا نام ہے جس کو لقمان بن عاد یا ملکہ بلقیس نے بنایا تھا۔ یہ پہاڑ کی گھاٹیوں کو گھیر کر درمیان میں حوض بنا دیا تھا۔ اس طرح کہ پہاڑ اور وادی کا تمام پانی اوس حوض میں جمع ہوتا تھا اور اسی سے تمام ملک میں آب پاشی ہوتی تھی۔ سیل عرم نے اس دیوار اور اس حوض کو تباہ کر دیا۔ اور اس کی تباہی نے ملک کو تباہ کر دیا اس کے بعد پھر اس کی تعمیر نہ ہو سکی۔

ترمذی میں فروہ بن مسیک المرادی کی ایک روایت ہے کہ جب آیۃ سبا نازل ہوئی تو ایک شخص نے پوچھا کہ یا رسول اللہ سبا کیا ہے حضورؐ نے فرمایا کہ سبا ایک شخص تھا جس کے دس لڑکے تھے۔ چار شام میں رہے۔ لخم۔ جذام۔ غسان۔ عاملہ۔ اور چھ یمن میں۔ ازد۔ اشعریین حمیر۔ کندہ۔ مذحج۔ انمار۔ دریافت کیا کہ انمار کیا؟۔ فرمایا کہ جس سے خثعم اور بجیلہ ہیں۔ لڑکے سے مراد صلبی لڑکا نہیں ہے بلکہ صرف یہ غرض ہے کہ یہ تمام قبائل سبا کی اولاد ہیں۔

خداوند پاک نے سورۂ نمل میں ملکہ بلقیس کا حال تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اُس کی ایک آیۃ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت سبا کا تمدن کیسا تھا۔ ہُد ہُد نے آکر حضرت سلیمانؑ سے بیان کیا کہ میں سبا سے آرہا ہوں۔ وہاں کی حکومت ایک عورت کو حاصل ہے۔ میں نے دیکھا کہ اُس کو ہر طرح کی نعمت عطا کی گئی ہے۔ اور اُس کا تخت بڑا عظیم الشان ہے۔ وہ اور اُس کی قوم آفتاب کو سجدہ کرتی ہے خدا کو نہیں۔

فقال احطتُّ بما لم تُحط به وجئتك من سبإٍ بنبإٍ يقينٍ انى وجدت امرأة تملكهم واوتيتْ من كل شيءٍ ولها عرش عظيم○ وجدتها وقومها يسجدون للشمس من دون الله ط

سورۂ نمل پارہ ۱۹۔

ہُد ہُد نے کہا کہ میں نے ایسی بات معلوم کی ہے جس کا علم آپ کو نہیں ہے۔ میں آپ کے پاس سبا سے ایک صحیح خبر لے کر آیا ہوں میں نے دیکھا کہ اُن کی مالکہ ایک عورت ہے جس کو (دنیا کی) ہر طرح کی چیز دی گئی ہے۔ اور اُس کے پاس تخت بڑا عظیم الشان ہے۔ میں نے دیکھا کہ وہ عورت اور اُس کی قوم آفتاب کو سجدہ کرتی ہے۔ خدا کو نہیں۔

لخم کی حکومت حیرہ میں

عرب کی دو متمدن حکومتیں اور تھیں اور عرصہ تک حکمران رہیں۔ لخم کی حکومت عراق میں۔ اور غسانیوں کی شام کے سرحد پر۔ جب سبا کا ملک سیل عرم سے تباہ ہوگیا تو مارب یعنی سبا کے دارالسلطنت سے لوگ عراق اور شام کی طرف چلے آئے۔ چنانچہ ازد کے قبائل میں سے کچھ لوگ مالک بن فہم ازدی کیساتھ سواد عراق میں آئے۔ اور بحرین اور اُس کے اطراف کے قبائل سے معاہدہ کیا اور تنوخ کہلائے۔ مالک بن فہم ازدی حاکم ہوا۔ اور انبار میں قیام کیا۔ اُس کے بعد اُس کا لڑکا جذیمہ بن مالک بن فہم حکمران ہوا یہی جذیمۃ الابرش اور جذیمۃ الوضاح کے نام سے مشہور ہے۔ یہ سواد سے حیرہ تک انبار۔ رقہ۔ عین التمر قطقطانہ اور بادیہ عرب کی تمام ملحقہ آبادی پر قابض ہوگیا۔ آخر میں معد کے تمام قبائل پر۔ اور یمن کے بعض حصہ پر بھی

اُس کی حکومت ہو گئی۔ جذیمہ کو کوئی اولاد نہ تھی سوائے ایک لڑکی کے۔ اس لئے اُس کے بعد اُس کی بہن کا لڑکا عمرو بن عدی بادشاہ ہوا۔ اُس نے حیرہ کو اپنا دارالسلطنت بنایا اور اسی کو اہل عراق۔ عراق کا پہلا بادشاہ لکھتے ہیں۔ اس کی ماں جذیمۃ الابرش کی بہن تھی۔ مگر باپ کی طرف سے یہ آل بنی نصر تھا۔ اس کے بعد امرأ القیس البدأ ابن عمرو بن عدی حکمران ہوا۔ اس کے وقت میں اَوس بن قلام العملیقی برسر اقتدار ہو گیا تھا۔ اور آل نصر سے حکومت نکل گئی تھی۔ لیکن اُس سے جحجبا بن عتیل نے حکومت چھین لی تھی اور جحجبا قتل ہو گیا۔ تو پھر آلِ بنی نصر میں حکومت آئی۔ امرؤ القیس محرق بادشاہ ہوا۔ اور اُس کے بعد اُس کا لڑکا النعمان الاعور بادشاہ ہوا۔ یہی نعمان **خورنق** اور **سدیر** کی مشہور عمارتوں کا بانی ہے۔ کہتے ہیں کہ مخالفین سے بدلہ لینے میں جتنا سخت یہ تھا عرب کا کوئی بادشاہ اُتنا سخت نہیں ہوا۔ یہ شام میں کئی دفعہ لڑا۔ اور شامیوں کو بہت پریشان کیا۔ ملک کا انتظام بہت اچھا کرتا تھا۔ دولت۔ غلام۔ گھوڑے اسکے پاس اتنے جمع ہو گئے تھے کہ حیرہ کے ملوک میں سے کسی کے پاس کبھی اتنے جمع نہ ہوئے۔ ایک روز اپنے محل خورنق میں بیٹھا ہوا تھا جس طرف دیکھا پُر رونق اور سرسبز تھا۔ باغ۔ باغیچہ۔ درخت۔ نہریں۔ چراگاہ۔ صیدگاہ۔ ہر طرف خوش منظر۔ اور دلچسپ نظارہ تھا۔ **فرات** محل کے سامنے بہہ رہا تھا۔ کشتیاں گھوم رہی تھیں۔ غواص غوطے لگا رہے تھے۔ مچھوے مچھلیاں مار رہے تھے حیرہ کا پُر رونق شہر دولت و ثروت سے معمور۔ اور بہت ہی دلکش تھا۔ گھوڑے کثرت سے گھوم رہے تھے۔ رعایا ہر طرف خوش اور بشاش پھر رہی تھی۔ اِن سب چیزوں کو دیکھ کر اُس کے دل پر بڑا اثر پڑا۔ سوچنے لگا کہ یہ سب مال و دولت کس کام کی چیز ہے۔ آج میری ہے۔ کل کسی اور کا ان سب پر قبضہ ہوگا۔ رات کیوقت ایک چادر اُس نے ساتھ لی۔ اور نکل گیا۔ پھر کسی نے نہ دیکھا کہ کہاں گیا۔ تب اُس کا لڑکا منذر[9] بن نعمان اعور بادشاہ ہوا۔ پھر اسود بن منذر حکمران ہوا۔ پھر اُس کا بھائی منذر بن منذر حکمران ہوا۔ اُس کے بعد اُس کا بھتیجا نعمان ابن الاسود حکمران ہوا۔ اس کے بعد لخم ہی کا ایک شخص ابو یعفر بن علقمۃ الذمیلی اس کا قائم مقام ہو گیا۔ اس کے بعد پھر نعمان اعور کا لڑکا امرؤ القیس بن نعمان بن امرؤ القیس حکمران ہوا۔ اس کے بعد اُس کا لڑکا منذر[15] بن امرؤ القیس بادشاہ ہوا۔ جو منذر ابن ماء السماء مشہور ہے۔ ماء السماء اس کی ماں کا نام تھا۔ حُسن کی وجہ سے اِس نام سے مشہور تھی۔ اسی کے وقت میں حارث[16] مقصورہ بن عمرو بن حجر آکل المرار کندی نے حیرہ پر قبضہ کر لیا۔ اور کندہ کی حکومت وہاں قائم کر دی۔ اور لخمیوں کی حکومت جاتی رہی۔ لیکن جب نوشیرواں ایران کے تخت پر بیٹھا۔ تو اس نے منذر کو بلوایا۔ مدد کی اور کندہ کو حیرہ سے نکال دیا۔ اور دوبارہ منذر[17] بن امرؤ القیس بادشاہ ہوا۔ اُس کے بعد اس کا لڑکا عمرو[18] ابن منذر بادشاہ ہوا۔ اُس کے بادشاہ ہونے کے

آٹھ برس چھ مہینے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی۔ اور اُسی سال ابرہہ ابن الاشرم نے ہاتھی کے ساتھ مکہ پر حملہ کیا۔ عمرو کے بعد اُس کا بھائی قابوس بن المنذر حکمران ہوا۔ مگر اس کو فیشہرت فارسی نے قتل کر دیا۔ اور وہ ایک برس بادشاہ رہا۔ پھر قابوس اور عمرو کا بھائی منذر ابن المنذر بادشاہ ہوا۔ پھر اُس کا لڑکا نعمان بن منذر بادشاہ ہوا۔ کہتے ہیں کہ یہ نصرانی ہو گیا تھا۔ پہلے بُت پرست تھا اسکو کسریٰ پرویز بن ہرمز نے قتل کر دیا اور اسی پر لخمیوں کی حکومت تمام ہوئی۔ اُس کے بعد ایاس بن قبیصۃ الطائی اور پھر زادیہ فارسی تھوڑے دنوں تک حکمران رہے۔ اُن کے بعد پھر منذر بن نعمان بن منذر حکمران ہوا تھا۔ جو جواثی میں قتل ہوا۔ اور اُس کے بعد خالد بن الولیدؓ حیرہ پہنچے۔ واللہ اعلم۔

ملوکِ غسّان

جس طرح ایران کے ماتحت آلِ بنی نصر کی حکومت عراق پر تھی اُسیطرح قیصر کے ماتحت سرحد شام پر غسانی حکومت تھی۔ جن کو آلِ جفنہ بھی کہتے ہیں۔

سیل عرم کی وجہ سے جب سبا و حمیر کا ملک تباہ ہوا۔ اور مآرب سے پریشان ہو کر اُمراءِ حمیر منتشر اور متفرق ہوئے۔ تو **ازد** کی ایک جماعت شام کے سرحد پر ایک چشمہ کے کنارہ آکر مقیم ہوئی جس کا نام **غسّان** تھا۔ اور اسی وجہ سے یہ لوگ بھی غسان یا غسانی کہلانے لگے۔ اس جگہ پہلے سلیح بن حلوان کی حکومت تھی۔ چند روز اتفاق رہا مگر پھر جنگ ہوئی۔ اور ان لوگوں نے وہاں سے سلیح کو نکال دیا۔ واللہ اعلم۔

سلیح کے نکالنے کے بعد جفنہ بن عمرو مزیقیا پہلے پہلے غسانی بادشاہ ہوا۔ اس نے حوران کے اطراف میں بہت سے قُریٰ آباد کئے۔ اور بنو قضاعہ و بنو جلق وغیرہ سے برابر لڑنا پڑتا تھا۔ اس لئے قلعے بھی محافظت کے لئے بنائے۔ اُس کے بعد عمرو بن جفنہ بادشاہ ہوا جس نے **دیر حالی**۔ **دیر ایوب**۔ **دیر ہناد** وغیرہ تعمیر کیا۔ پھر ثعلبہ بن عمرو بن جفنہ حکمران ہوا۔ اس نے حوران کے اطراف سے ارض بلقاء تک چشمے اور کوئے بنوائے۔ پھر حارث بن ثعلبہ حکمران ہوا۔ پھر جبلہ ابن الحارث جسنے پُل اور مسافر خانے بنوائے پھر حارث بن جبلہ حکمران ہوا اور اس نے بلقاء میں قیام کیا۔ اور وہاں **قلعہ** اور قصر وغیرہ بنوایا پھر منذر الاکبر بن الحارث حکمران ہوا۔ پھر اُس کا بھائی نعمان بن الحارث حکمران ہوا۔ پھر اُس کا بھائی منذر الاصغر بن الحارث حکمران ہوا۔ اس نے جارب میں قیام کیا۔ اور **قصر جارب اور محارب** وغیرہ وہاں بنوایا۔ اُس کے بعد ایہم بن الحارث حکمران ہوا۔ اور **دیر ضخم** اور **دیر النبوۃ** بنوایا۔ پھر اُس کا بھائی عمرو

بن الحارث حکمران ہوا۔ اُس نے سدیر میں قیام کیا۔ اور **قصر الصفا۔ صفاۃ العجلات** اور **قصر منار** بنوایا۔ اُس کے بعد جفنۃ[12] الاصغر بن المنذر بن الحارث ہوا۔ یہی محرق مشہور ہے۔ اور اس کی اولاد کو آلِ محرق کہتے تھے کیونکہ اسی نے حیرہ کو جلا دیا تھا۔ پھر نعمان[13] اصغر بن منذر اکبر بن الحارث حکمران ہوا۔ اس کے بعد نعمان[14] بن عمرو بن منذر حکمران ہوا۔ جو **قصر سویدا** اور **قصر جارب** کا بانی ہے۔ یہ عرب کی مشہور عمارتیں تھیں۔ پھر جبلہ[15] بن نعمان حکمران ہوا۔ اُس نے صفین میں قیام کیا۔ عین ایاغ اسی نے بنوایا تھا۔ اور منذر ابن ماء السما کے ساتھ اس کی جنگ ہوئی تھی۔ پھر نعمان[16] ابن ایہم ابن حارث حکمران ہوا۔ پھر اس کا بھائی حارث[17] ابن ایہم۔ پھر نعمان[18] بن حارث۔ پھر منذر[19] ابن نعمان۔ پھر اس کا بھائی عمرو[20] بن نعمان۔ پھر اُس کا بھائی حجر ابن[21] نعمان پھر اُس کا لڑکا حارث[22] بن حجر۔ پھر جبلہ[23] بن الحارث۔ اُس کے بعد اس کا لڑکا حارث[24] بن جبلہ ہوا۔ جو بنی کنانہ سے لڑا تھا۔ اور وہ جابیہ میں رہتا تھا۔ واللہ اعلم۔ پھر اس کا لڑکا نعمان[25] بن حارث ہوا جس کی کنیت ابوکرب تھی نابغہ نے اس کا مرثیہ لکھا ہے۔ اس نے بھی یادگار عمارتیں بنوائی تھیں۔ اس کے بعد ایہم[26] بن جبلہ حکمران ہوا اس کی عمارتیں بہت مشہور ہیں۔ **تدمّر۔ قصر برکہ۔ ذات انمار** وغیرہ اسی کی بنوائی ہوئی عمارتیں تھیں۔ پھر اُس کا بھائی منذر[27] ابن جبلہ۔ پھر دوسرا بھائی شراحیل[28] بن جبلہ۔ پھر تیسرا بھائی۔ عمرو[29] بن جبلہ حکمران ہوا۔ پھر اُس کا بھتیجا جبلہ[30] بن حارث بن جبلہ حکمران ہوا۔ اُس کے بعد غسّان کا آخری حکمران جبلہ[31] بن الایہم بن جبلہ بن الحارث حکمران ہوا۔ یہ مسلمان ہو گیا تھا۔ پھر مرتد ہو کر نصرانی ہو گیا۔ اور روم جا کر لاپتہ ہو گیا۔ واللہ اعلم

خلاصہ

اس مختصر تاریخ سے یہ معلوم ہو گیا کہ حضورؐ کی پیدائش کے وقت **یمن** پر حبشہ کی حکومت تھی لیکن بعثت سے پہلے وہ حکومت بھی ختم ہو گئی اور اُس کے ساتھ یمن کی آزادی بھی ختم ہو چکی تھی یعنی وہ ایران کے ماتحت ہو گیا تھا۔ یمن میں حمیر کے امرا بہت تھے۔ مگر اُن کی کوئی طاقت نہ تھی۔ تاہم سب ملوک کہلاتے تھے۔ حضر موت۔ عمان یمامہ۔ تہامہ وغیرہ میں بھی اس طرح کے اُمرا بہت تھے۔ اور اُن میں سے بھی اکثر ملوک ہی کہلاتے تھے۔ مگر اُن میں سے کسی کے پاس اتنی طاقت بھی نہ تھی کہ وہ اپنے زیر اثر علاقہ میں انتظام قائم رکھ سکیں۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ پورے جزیرہ نماء عرب میں کسی طرح کا کوئی ملکی انتظام قائم نہ تھا۔ چوری۔ ڈکیتی۔ قتل۔ خونریزی۔ زنا۔ فسق و فجور سارے مُلک میں عام تھا۔ اور ان چیزوں کو روکنے والی کوئی طاقت ملک کے کسی حصہ میں موجود نہ تھی۔ معاش کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ تعلیم و تعلّم کا تو کہیں وہم و گمان بھی نہ تھا۔ عرب کی ترقی اور تہذیب و تمدن کا زمانہ جو کچھ تھا وہ **سیل عرم** سے پہلے تھا۔ سیل عرم کی وجہ سے یمن تباہ ہوا اور اس کی تباہی نے سارے

ملک میں ابتری اور تباہی پھیلا دی تھی۔ اور اس کے بعد سے برابر عرب کی حالت پست ہوتی گئی۔ چارسو برس کے بعد اب اُن کی حالت یہ ہوگئی تھی کہ درحقیقت وہ حیوانوں سے بدتر ہوگئے تھے۔ حیرہ میں کچھ طاقت تھی مگر میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے وہاں بھی طاقت کا خاتمہ ہوچکا تھا۔ اور حیرہ کی پہلی طاقت بھی ایران کے زیر اثر تھی۔ وہ عرب کی آزاد طاقت نہ تھی۔ اور **غسان** کا بھی یہی حال تھا۔ تاہم نسبتاً عراق کی حالت اچھی تھی اور غسان کی حالت ان سے بھی اچھی تھی۔ مگر انکا اثر ملک کے اندرونی حالت پر کچھ بھی نہ تھا اور تھا بھی تو بہت کم سارا عرب اس حال سے تنگ آچکا تھا کہ دفعتہً اسلام کا ظہور ہوا۔ یہ عرب کے لئے سب سے بڑی نعمت تھی۔ اور سارے عرب نے اس نعمت کو محسوس کیا۔ اِسی لئے صرف قریش اور قریش کے زیر اثر قبائل نے تو بیشک اسلام کی مخالفت کی لیکن یہ سرہوگئے تو سارا عرب خود بخود اسلام کے آغوش میں آگیا۔ اور اُس کا پھر جو کچھ نتیجہ ہوا اور عرب کی حالت جس طرح پلٹی اُس سے ساری دنیا واقف ہے۔ واللہ اعلم۔

ابوالبرکات عبدالرؤف عفی عنہ
قادری داناپوری

ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ ہجری
مطابق اگست ۱۹۳۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ابوالقاسم محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان یہاں تک آپ کا نسب صحیح طریقوں سے ثابت ہے اسکے بعد اختلاف ہے۔

اجداد و جدات

حضور کے جد اعلےٰ عبدمناف بن قصی کی اولادیں حسب ذیل ہیں ہاشم۔ عبدشمس مطلب یہ تین بھائی اور پانچ بہنیں تماضر حیہ۔ ام الاخثم۔ قلابہ۔ ام سفیان حقیقی بھائی بہنیں ہیں۔ اِن سب کی ماں عاتکہ بن مرہ زوجہ عبدمناف ہیں۔ جو بنی ثعلبہ بن بہثہ کی عورت تھیں نوفل بن عبدمناف چوتھے لڑکے ہیں۔ اُن کی ماں واقدہ بنت عمرو المازنیہ ہیں۔ پانچویں لڑکے ابوعمر اور ایک لڑکی ریطہ ہیں۔ ان دونوں کی ماں قبیلہ ثقیف کی ایک عورت تھیں۔ اسطرح اُن کے پانچ لڑکے۔ چھ لڑکیاں۔ اور تین زوجہ تھیں اُن میں سے حضور کے جد امجد ہاشم کی ماں عاتکہ بنت مرہ ہیں۔ عاتکہ کی ماں صفیہ بنت حوزہ بنی بکر بن ہوازن میں سے ہیں۔ صفیہ کی ماں عائذ اللہ بن سعد العشیرہ بن مذحج کی لڑکی ہیں واللہ اعلم اِن سب کی اولاد بنی عبدمناف ہے۔

اولادِ ہاشم

آپ کے جدِ اعلیٰ ہاشم کے چار لڑکے اور پانچ لڑکیاں تھیں۔ ہاشم کی ایک زوجہ سلمیٰ بنت عمرو بن زید مدینہ کی تھیں قبیلہ خزرج کے بنی نجار کی معزز خاتون تھیں اُنکے لڑکے عبدالمطلب بن ہاشم اور رقیہ بنت ہاشم ہیں سلمیٰ کی ماں عمیرہ بنت صخر اور عمیرہ کی ماں سلمیٰ بنت عبدالاشہل نجاریہ تھیں دوسرے لڑکے اسد بن ہاشم اُن کی ماں قیلہ بنت عامر الخزاعی ہیں تیسرے لڑکے ابی صیفی بن ہاشم اور حیہ بنت ہاشم اُن کی ماں ہند بنت عمرو بن ثعلبہ خزرجیہ ہیں چوتھے نضلہ بن ہاشم اور الشفا بنت ہاشم ان کی بھی ماں بنی قضاعہ کی ایک عورت تھیں۔ دو لڑکیاں خالدہ بنت ہاشم ضعیفہ بنت ہاشم اُن کی ماں واقدہ بنت ابی عدی مازنیہ ہیں واللہ اعلم۔ اِن سب کی اولاد بنی ہاشم ہیں

اولادِ عبدالمطلب

اعمام وعمات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تمام اصحاب سیر لکھتے ہیں کہ رسول اللہ کے دس چچا تھے۔ مگر جو نام لکھتے ہیں وہ دس سے زیادہ ہوتے ہیں۔ ابن ہشام نے تو مع عبداللہ کے دس لکھا ہے۔ اوروں نے حضرت عبداللہ کو چھوڑ کر دس لکھا ہے۔ سیرۃ ابن ہشام میں خواجہ عبدالمطلب کے دس لڑکوں کے نام یہ ہیں حمزہ۔ العباس۔ ابو طالب عبد مناف۔ ابولہب عبدالعزی۔ زبیر۔ مقوم۔ ضرار۔ مغیثرہ لقبہ حجل۔ عبداللہ۔ حارث۔ ابن اثیر نے اِس پر اضافہ کیا ہے عبدالکعبہ۔ قثم۔ الغیداق۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ حجل کو کثرت مال اور کثرت خیرات کی وجہ سے الغیداق بھی کہتے ہیں لیکن ابن اثیر لکھتے ہیں کہ حجل کی ماں ہالہ بنت اُہیب ہیں۔ اور الغیداق کی ماں ممنعہ بنت عمرو ابن قیم لکھتے ہیں کہ الغیداق کا نام مصعب یا نوفل تھا۔ وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ بعض

روایت ہے کہ ایک چچا آپ کے اور تھے العوام واللہ اعلم

ابن ہشام لکھتے ہیں کہ پھوپھی آپ کی چھ تھیں صفیہؓ۔ ام حکیم البیضار۔ عاتکہ۔ امیمہ۔ اروٰی۔ برّہ۔

آپ کے اعمام میں سب سے بڑے حارث تھے اور حضرت عباس سب سے چھوٹے عبدالکعبہ ضرار۔ اور قثم کا بچپن میں انتقال ہوگیا۔ صرف دو چچا نے آپ کے اسلام قبول کیا حضرت حمزہ اور حضرت عباس یہی عباس خلفا بنی عباس کے جداعلے ہیں کہتے ہیں کہ مامون الرشید نے اپنے زمانہ میں بنی عباس کا شمار کیا تھا چھ لاکھ تھے۔ واللہ اعلم

۱۔ آپ کی حقیقی دادی فاطمہ بنت عمرو بن عائذ تھیں اُن کی اولاد یہ ہیں ابوطالب عبداللہ زبیر۔ عبدالکعبہ۔ ام حکیم البیضار۔ عاتکہ۔ برّہ۔ امیمہ۔ اروی۔ اِس لیئے یہ آپ کے حقیقی اعمام وعمات ہیں۔

۲۔ آپ کے دادا عبدالمطلب کی دوسری زوجہ ہالہ بنت اُہیب ہیں۔ اُن سے اولاد ہوئی حمزہ۔ مقوم۔ حجل اور صفیہؓ۔ یہ ہالہ۔ رسول اللہ کی والدہ یعنے آمنہ بنت وہب کی چچازاد بہن بھی ہیں۔ آپ کے نانا وہب اور حضرت حمزہ کے نانا اُہیب دونوں حقیقی بھائی تھے۔

۳۔ تیسری زوجہ نتیلہ بنت جناب۔ ان سے حضرت عباس اور ضرار پیدا ہوئے۔

۴۔ چوتھی زوجہ صفیہؓ بنت جُنْدُب اُن سے حارث اور قثم ہیں۔

۵۔ پانچویں لبنیٰ بنت ہاجران سے ابولہب عبدالعزیٰ

۶۔ چھٹی ممنعہ بنت عمرو ان سے غیداق جن کا نام نوفل یا مصعب تھا پیدا ہوئے۔

ابن آثیر لکھتے ہیں کہ بعض کہتے ہیں کہ قثم بھی انھیں کے لڑکے تھے تب قثم غیداق کے حقیقی بھائی تھے نہ حارث کے۔ واللہ اعلم

ابن ہشام لکھتے ہیں کہ آپ کی دادی فاطمہ بنت عمرو بن عائذ کی ماں کا نام صخرہ بنت عبد بن عمران تھا۔ اور صخرہ کی ماں کا نام تخمر بنت عبد بن قصیؔ

عمّات النبی صلعم

(ام حکیم البیضاء) رسول اللہ کے والد جناب عبداللہ کی یہ توأم ہیں۔ اِن کا عقد کُریز بن ربیعہ سے ہوا۔ دو اولاد ہوئی ایک اروٰی[1] بنت کُریز جو حضرت عثمان بن عفان کی ماں ہیں۔ اور ایک عامر[2] بن کریز

(عاتکہ) اِن کا عقد ابو امیہ بن المغیرہ مخزومی سے ہوا یعنی ام المومنین ام سلمہ کے باپ سے دو اولاد ہوئی زہیر اور[3] عبداللہ یہ دونوں حضرت اُم سلمہ کے سوتیلے بھائی ہیں

(برّہ) اِن کا عقد پہلے عبدالاسد بن ہلال مخزومی سے ہوا جس سے حضرت ابو سلمہ پیدا ہوئے جو حضرت اُم سلمہ کے پہلے شوہر ہیں۔ اُن کے بعد ان کا عقد ابو رہم بن عبدالعزیٰ سے ہوا جس سے ابو سبرہ[4] پیدا ہوئے

---

[1] اروی بنت کریز ابن حجر اصابہ میں ابن سعد سے نقل کرتے ہیں کہ اُن سے پہلے عفان نے عقد کیا تو حضرت عثمان اور آمنہ پیدا ہوئیں۔ پھر عقبہ بن ابی معیط نے عقد کیا تو ولید۔ عمار۔ خالد۔ ام کلثوم۔ ام حکیم اور ہند پیدا ہوئیں۔ یہ مسلمان ہوئیں ہجرت کیا اور ابن مندہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان کے خلافت میں ان کا انتقال ہوا واللہ اعلم ۱۲ منہ

[2] عامر بن کریز فتح مکہ کے روز مسلمان ہوئے ان کے لڑکے عبداللہ بن عامر پیچھے بصرہ کے امیر ہوئے تھے یعنی حضرت عثمان کے زمانہ میں ۱۲ منہ

[3] زہیر اور عبداللہ دونوں مسلمان ہوئے ابن سعد نے زہیر کو اُن دس لوگوں میں بتایا ہے جو رسول اللہ کو تکلیف دیتے تھے اور ابن اسحاق نے ان لوگوں میں شمار کیا ہے جنہوں نے صحیفہ قریش کو باطل کرنے کی کوشش کی تھی ان لوگوں میں سے زہیر کے سوا اور کوئی مسلمان نہ ہوا اور عبداللہ ابو سفیان کے ساتھ فتح مکہ کے ایام میں راستہ میں مسلمان ہوئے ۱۲ منہ

[4] ابو سبرہ یہ سابقین اولین سے ہیں حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر بدر میں شریک ہوئے باتفاق بدری ہیں واللہ اعلم ۱۲ منہ

(امیمہ) ان کا عقد عُمیر بن وہب سے ہوا جس سے طُلیب[1] بن عمیر ہوئے

(صفیّہ) ان کا عقد پہلے حارث بن امیّہ سے ہوا۔ اُن کے بعد العوام بن خویلد یعنی ام المومنین حضرت خدیجہ کے بھائی سے۔ اُن سے اُن کو تین لڑکے ہوئے حضرت زبیر بن العوام۔ سائب۔ عبدالکعبہ عبدالکعبہ بچپن میں مرگئے

حضور کے عمات میں سے حضرت صفیہ مسلمان ہوئیں۔ اروی اور عاتکہ کے اسلام میں اختلاف ہے واللہ اعلم

والدہ ماجدہ

آپ کی والدہ ماجدہ آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرّہ بن کعب بن لوی ہیں حضور کا جدی نسب ماں کے ساتھ کلاب بن مرّہ میں ملتا ہے حضرت آمنہ کی ماں یعنی رسول اللہ کی نانی کا نام برّہ بنت عبدالعزی بن عثمان بن عبدالدار بن قصیّ بن کلاب بن مرّہ ہے برّہ کی ماں یعنی آپ کی پرنانی اُم حبیب بنت اسد بن عبدالعزی بن قصیّ بن کلاب ہیں اُم حبیب کی ماں برّہ بنت عوف بن عبید بن عویج بن عدی بن کعب بن لوی ہیں

ولادت اور یتیمی

آپ کے والد ماجد جناب عبداللہ بن عبدالمطلب نے آمنہ خاتون سے شادی کی اور حضرت آمنہ حاملہ ہوئیں اُس کے بعد ہی خواجہ عبدالمطّلب نے اُن کو کھجور کے لیئے مدینہ بھیجا۔ وہیں پچیس برس کی عمر میں ان کا انتقال ہوگیا۔ اُن کے انتقال کے

[1] طُلیب بن عُمیر ابن حجر لکھتے ہیں کہ ان کی ماں اروی بنت عبدالمطلب ہیں ابن اسحاق ؒ انکو حبشہ کی طرف ہجرت کرنیوالوں میں لکھا ہے اور صرف واقدی نے اُن کا نام بدر کے شرکا میں لکھا ہے واللہ اعلم ۱۲

بعد آٹھ یا بارہ[۱۲] ربیع الاوّل کو پیر کے دن صبح صادق کے وقت خاص بیت اللہ کے اندر حضور پیدا ہوئے۔ آپ کی پیدائش اُسی سال ہوئی جس سال اصحاب فیل نے مکّہ پر حملہ کیا تھا۔ والد کا انتقال ہو چکا تھا اس لئے آپ اپنے دادا عبدالمطلب کی کفالت میں رہ

رضاعت

پیدائش کے بعد کئی دن تک آپ کے چچا ابولہب کی لونڈی ثُوَیبہ[۱] نے آپ کو دُودھ پلایا۔ ثُوَیبہ نے اِس سے پہلے آپ کے چچا حضرت حمزہ بن عبدالمطّلب کو دودھ پلایا تھا اور حضور کے بعد اُسی نے حضرت ابوسلمہ کو بھی دودھ پلایا اسی وجہ سے یہ دونوں حضور کی رضاعی بھائی ہیں۔ ثُوَیبہ کا لڑکا جس کے ساتھ حضور نے دودھ پیا تھا اُس کا نام مسروح تھا شرفاء قریش کا قاعدہ تھا کہ بچوں کو ایام رضاعت میں کسی دودھ پلانیوالی کے سپرد کر کے بدوی قبائل میں پرورش کراتے تھے اسی قاعدہ کے موافق حضور کو بنی سعد بن بکر کی ایک خوش نصیب خاتون دودھ پلانے کے لئے گئیں ان کا نام حضرت حلیمہ بنت ابی ذُؤَیب السعدی تھا جب آپ پھرنے چلنے لگے تو وہیں شقّ صدر کا واقعہ ہوا۔ اور اُس کے بعد حضرت حلیمہ نے آپ کو آپ کی والدہ ماجدہ کی خدمت میں لاکر اُن کے سپرد کر دیا حضرت حلیمہ نے آپ کے چچازاد بھائی ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطّلب کو بھی دودھ پلایا تھا حلیمہ کے ایک لڑکے کا نام عبداللہ[۲] بن الحارث تھا انھیں کے ساتھ حضور نے

---

[۱] ابن حجر لکھتے ہیں کہ صرف ابن مندہ نے ان کو صحابیات میں ذکر کیا ہے ابن سعد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ثوَیبہ مسلمان نہیں ہوئیں حضرت خدیجہ ان کی عزت کرتی تھیں کیونکہ یہ رسول اللہ کی ماں تھیں۔ ہجرت کے بعد ابولہب نے اُن کو آزاد کر دیا تھا اور رسول اللہ ان کے لئے برابر کپڑہ بھیجتے تھے خیبر سے واپس آنے کے بعد ان کے انتقال کی خبر ملی اُن کے لڑکے مسروح کے اسلام کا حال معلوم نہیں مگر احتمال ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

[۲] ابن سعد نے ایک روایت لکھی ہے کہ حارث بن عبدالعزی حضرت حلیمہ کے شوہر اور رسول اللہ کے والد رضاعی مکہ میں آکر مسلمان ہوگئے تھے اُسی میں دوسری روایت ہے کہ عبداللہ بن حارث رسول اللہ کے بھائی رضاعی مسلمان ہوئے تھے ممکن ہے کہ دونوں مسلمان ہوگئے ہوں واللہ اعلم ۱۲ منہ

دودھ پیا تھا۔ ایک لڑکی اُنیسہ تھیں ایک حُذافہ[1] اور انھیں کا لقب اُشیمار تھا یہ بڑی تھیں اور حضور کی خدمت کیا کرتی تھیں غزوۂ حنین کے بعد حضور کی خدمت میں آئی تھیں حضور نے اُن کے بیٹھنے کے لیئے اپنی چادر مبارک بچھادی تھی

والدہ ماجدہ اور عبدالمطلب کا اِنتقال

کچھ روز کے بعد آپ کو ساتھ لیکر آپ کی والدہ مدینہ گئیں۔ وہاں قبیلہ بنی نجار میں آپکے والد کا ناںہال تھا جب حضور کی عمر چھ سال کی ہوئی تو مدینہ سے واپس آتے ہوئے مقام "ابوا" میں آپ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوگیا اور اب آپ بالکل یتیم ہوگئے اور اپنے دادا عبدالمطلب ہی کی کفالت میں رہے جب آپ آٹھ برس دو مہینہ دس دن کے ہوئے تو آپ کے جدامجد عبدالمطّلب نے بھی انتقال کیا۔ اسلیئے آپ کو آپ کے حقیقی چچا جناب خواجہ ابوطالب نے اپنی ولایت میں لیا

سفر شام اور بحیریٰ

حضور کی عمر جب بارہ سال دو مہینہ کی ہوئی اسوقت خواجہ ابوطالب نے تجارت کی غرض سے شام کا سفر کیا اور حضور کو بھی اپنے ساتھ لے گئے۔ جب مقام "تیما" میں پہنچے تو وہاں بحیریٰ راہب[2] ملا بعض روایتوں میں ہے کہ یہ یہود عالم تھا۔ اور بعض روایتوں میں

---

[1] حذافہ بجائے مہملہ مضمومہ بعدہٗ ذال والف وبعدہٗ فا اور بعض نے جذامہ لکھا ہے یعنی بجیم وذال معجمہ بعض بجائے منقوطہ بالا ودال مہملہ بعدہٗ الف ومیم لیکن پہلا صحیح ہے (اصابہ) غزوہ ہوازن کے بعد مسلمان ہوئیں وہاں ان کا حال ہے ۱۲ منہ

[2] ایک بحیرا راہب کا ذکر اصحاب رسول اللہ میں ہے۔ اور بحیرا راہب سے حدیث کی ایک روایت بھی ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ یہی بحیرا ہیں بعض کہتے ہیں کہ وہ بحیرا راہب حضرت جعفر کے ساتھ آئے تھے مگر انمیں سے کوئی روایت ثابت نہیں ہے ۱۲ منہ

ہے کہ یہ نصرانی راہب تھا واللہ اعلم۔ اُس نے کتب قدیمہ کی پیشین گوئیوں کے مطابق آپ میں نبوت کی کچھ علامتیں دیکھیں اور خواجہ ابو طالب سے پوچھا کہ یہ لڑکا جو تمہارے ساتھ ہے کون ہے۔ انھوں نے کہا کہ یہ میرا بھتیجا ہے بحیری نے کہا کہ کیا آپ کو اسکے ساتھ محبت ہے۔ انھوں نے کہا بیشک۔ بحیری نے کہا کہ میں آپ کو ایک بات بتاتا ہوں۔ بخدا آپ اگر انھیں شام لے گئے تو یہود ان کے دشمن ہو جائیں گے اور قتل کرنا چاہینگے آپ ان کو واپس لیجائیے۔ چنانچہ خواجہ ابو طالب وہیں سے حضور کو ساتھ لیکر واپس چلے آئے۔ بعض روایت میں ہے کہ آپ کو کسی غلام کے ساتھ واپس کیا۔

دوسرا سفر

تیئیس یا چوبیس سال کی عمر میں خدیجہ بنت خویلد کا مال تجارت لیکر اُن کے غلام[1] میسرہ کے ساتھ آپ نے شام کا سفر کیا اس سفر میں نسطورا راہب مقام بُصری میں آپ سے ملا اور تقریباً ویسی ہی پیش گوئی اُس نے کی جیسا بُحیرا نے کی تھی۔ اس سفر میں کئی معجزات کا ظاہر ہونا میسرہ بیان کرتے ہیں

خدیجہ بنت خویلد سے عقد

جب آپ کی عمر پچیس سال دو مہینہ دس دن کی ہوئی تو آپ نے حضرت خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصیؐ سے عقد کیا۔ حضرت خدیجہ ایک حسین اور دولتمند عورت تھیں بہت سے سرداران قریش ان کے ساتھ عقد کے خواہشمند تھے مگر انھوں نے سب سے انکار کر دیا تھا۔ حضور کی امانت۔ دیانت۔ اور صداقت کا مکہ میں

---

[1] میسرہ سے بعض روایتیں دلائل النبوۃ کی مروی ہیں مگر یہ صحیح طور سے معلوم نہیں کہ بعثت کے زمانہ تک یہ باقی رہے یا نہیں۔ ابن حجر نے اصابہ میں ان کا ذکر کیا ہے ۱۲ منہ

شہرہ ہوا۔ اور آپ کی پاکبازی کا ہر جگہ ذکر ہونے لگا تو یہ خبریں حضرت خدیجہ کو بھی ملیں اور حضور کی پھوپھی حضرت صفیہؓ حضرت خدیجہ کے بھائی یعنی عوام بن خویلد کی زوجہ تھیں اُن سے تمام حالات ذاتی اُن کو معلوم ہوئے۔ اس لئے حضور کی طرف ان کو رغبت پیدا ہوئی۔ مزید امتحان کی غرض سے اپنا مال تجارت دیکر اپنے غلام میسرہ کے ساتھ تجارت کے لیے حضور کو انھوں نے شام بھیجا اُس میں حضور کی دیانت اور صفات عالیہ کا اُن کو بہت ثبوت ملا اس لیئے انھوں نے نفیسہ بنت امیہؓ یعنی اخت یعلے بن امیہ کے ذریعہ خود حضور کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا۔ ابن اسحٰق لکھتے ہیں کہ بلاکر بالمشافہ بھی بات پختہ کی اس موقع پر اس پسند کی جو وجہ انھوں نے بیان کی ہے وہ خود اُن کے الفاظ میں یہ ہے انہا قالت لما خطبتہا انی قد رغبت فیک لحسن خلقک و صدق حدیثک یعنی میں نے آپ کی صداقت اور اچھے اخلاق کی وجہ سے آپ کو پسند کیا۔

حضور نے اس کی اطلاع خواجہ ابوطالب کو دی۔ انھوں نے اِس کو نہایت خوشی سے منظور کیا۔ پھر بنی ہاشم اور رؤسا مضر کو لیکر حضرت خدیجہ کے مکان پر گئے اور نکاح ہوا اس نکاح کے وقت خواجہ ابوطالب نے نہایت بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ سے یہ بات اچھی طرح معلوم ہوجاتی ہے کہ اُس وقت آپ کے بزرگوں کا آپ کے متعلق کیسا خیال تھا اور آپ کے عادات و اطوار نے ان پر کیا اثر ڈالا تھا۔ خواجہ ابوطالب کے خطبہ کے یہ الفاظ ہیں۔

الحمد للہ الذی جعلنا من ذریۃ ابراھیم۔ وزرع اسمٰعیل۔
وضئضئی معد و عنصر مضر۔ وحضنۃ بیتہ وسواس
حرمہ۔ وجعل لنا بیتاً محجوجاً وحرماً امناً۔ وجعلنا الحکام علی
الناس۔ ثم ان ابن اخی محمد ابن عبد اللہ لا یوزن بہ رجل الا

رجحربہ۔ وان کان فی المال قل۔ فان المال ظل زائل وامر حائل۔ ومحمد من قد عرفتم قرابتہ منی قد خطب خدیجۃ بنت خویلد وبذل لھا من الصداق ما آجلہ من مالی عشرین بعیرا وھو واللہ بعد ھذا لہ بناء عظیم وخطر جلیل۔

حمد وثنا اُسی خدا کے لیئے ہے جس نے ہمیں ابراہیم کے فرزند اور اسمٰعیل کی ذریات میں بنایا ہمیں معد ومُضر کے پاک اصل سے باہر لایا۔ اپنے گھر کا نگہبان اور اپنے حرم کا پیشوا بنایا۔ ایسا گھر ہمیں عطا فرمایا کہ اطراف وجوانب کے لوگ اس کی زیارت کے قصد سے آتے ہیں۔ ایسا حرم عنایت فرمایا کہ جو شخص وہاں آجائے امان میں ہوجاتا ہے۔ اور ہمیں لوگوں پر حاکم مقرر کیا۔ امابعد یہ میرے بھائی کا لڑکا محمد بن عبداللہ ہے۔ یہ ایک ایسا جوان ہے کہ قریش کے کسی شخص کا اس سے مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ مگر یہ کہ یہ اس سے بڑھا رہے گا۔ ہاں مال اسکے پاس کم ہے لیکن مال ڈھلتی چھاں ہے۔ اور ایک چیز بدلنے والی ہے محمد وہ شخص ہے جس کی میرے ساتھ قرابت و یگانگت کو تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو۔ وہ خدیجہ بنت خویلد کو چاہتا ہے اور میرے مال میں سے بیس اونٹ مہر مقرر کرتا ہے۔ اور اس کا مستقبل خدا کی قسم عظیم الشان اور جلیل القدر ہے۔

جب خواجہ ابوطالب کا خطبہ تمام ہوا تو ورقہ بن نوفل نے بھی جو حضرت خدیجہ کے چچا زاد بھائی تھے خطبہ پڑھا۔ اُن کے خطبہ کا مضمون یہ ہے۔

حمد وثنا خدا کے لئے ہے جس نے ہمیں ویسا ہی بنایا جیسا کہ اُسے

ابوطالب آپ نے ذکر کیا۔ اور ہمیں وہ تمام فضیلتیں عطافرمائیں
جن کو آپ نے شمار کیا پس ہملوگ تمام عرب کے پیشوا اور سردار
ہیں۔ اور آپ لوگ تمام فضائل کے اہل ہیں۔ کوئی جماعت
آپ کے فضائل کا انکار نہیں کر سکتی۔ اور کوئی شخص آپ کے
فخروشرف کو رد نہیں کر سکتا۔ اور بیشک ہم لوگوں نے نہایت
رغبت سے آپ کے ساتھ شامل ہونے اور ملنے کو پسند کیا۔ پس
اے قریش گواہ رہو کہ خدیجہ بنت خویلد کو میں نے محمد بن عبداللہ
کی زوجیت میں دیا۔ چار سو مثقال کے بدلے۔

خواجہ ابوطالب نے فرمایا کہ اے ورقہ عمر بن اسد موجود ہیں میں بہتر سمجھتا ہوں کہ وہ بھی آپ کے بیان میں شریک ہوں۔ عمر بن اسد نے کہا کہ میں نے خدیجہ بنت خویلد کو محمد بن عبداللہ کی زوجیت میں دیا۔ اس پر طرفین سے ایجاب و قبول ہوگیا۔

نکاح کے وقت حضرت خدیجہ کی عمر چالیس سال کی تھی بیوہ تھیں۔ اس سے پہلے ان کا دو نکاح ہو چکا تھا۔ ایک ابی ہالہ بن زرارہ تمیمی سے اس سے دو اولاد ہوئی تھی ہند بن ابی ہالہ اور زینب بنت ابی ہالہ اس کے بعد عتیق بن عائذ مخزومی سے۔ اس سے بھی دو اولاد ہوئی تھی عبداللہ بن عتیق اور ایک لڑکی۔

رسول اللہ کی اولاد

رسول اللہ کو جتنی اولاد ہوئی سب حضرت خدیجہ سے۔ ایک حضرت ابراہیم ماریہ قبطیہ سے ہوئے تھے تفصیل آپ کے اولاد کی یہ ہے۔

بڑے حضرت قاسم جن کی وجہ سے حضور کی کنیت ابوالقاسم ہے۔ اتنی عمر ہوئی تھی کہ سواری پر چڑھ سکتے تھے۔ زینب بنت رسول اللہ یہ لڑکیوں میں سب سے بڑی تھیں اور شاید

حضرت قاسم سے بھی جیسا کہ بعض روایت ہے۔ ان کا عقد ابی العاص[۱] بن ربیع سے ہوا جو ہالہ بنت خویلد کے لڑکے تھے یعنی حضرت خدیجہ کی بہن کے لڑکے۔ ان کو ایک لڑکا ہوا عبداللہ[۲] بچپن میں انتقال ہوگیا۔ ایک لڑکی امامہ بنت ابی العاص ہوئیں۔ امامہ کا عقد حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہوا۔ اور اُن کے بعد مغیرہ بن نوفل سے اُن کے کوئی اولاد نہ رہی۔ اُن کے بعد رسول اللہ کی تین لڑکیاں ہوئیں رقیہؓ۔ ام کلثوم اور فاطمہ۔ رقیہؓ اور ام کلثومؓ حضور کے چچا ابولہب کے دو لڑکے عتبہ اور عُتیبہ سے بیاہی ہوئی تھیں اُس نے تبت یدا ابی لہب کے نزول کے بعد طلاق دیدیا تو یکے بعد دیگرے دونوں کا عقد حضرت عثمان بن عفان سے ہوا اسی وجہ سے اُن کا لقب ذوالنّورین ہے۔ ام کلثوم کو اولاد نہیں ہوئی۔ رقیہؓ کو عتبہ سے اولاد نہ ہوئی حضرت عثمان سے ایک لڑکا عبداللہ ہوا تھا بچپن میں انتقال ہوگیا حضرت فاطمہ زہرہ کا عقد حضرت علیؓ سے ہوا حضرت امام حسن حضرت امام حسین اور تمام سادات انھیں کی اولاد ہیں۔ رسول اللہ کی نسل انھیں سے جاری ہے اور تمام مشرق و مغرب میں پھیلی ہوئی ہے بارک اللہ فیہم

حضور کی یہ پانچ اولادیں بعثت سے پہلے ہوئیں چھٹی اولاد حضرت عبداللہ ہیں راجح یہ ہے کہ یہ بعثت کے بعد پیدا ہوئے اور اسی وجہ سے اُن کا لقب طیّب و طاہر ہے بعض کہتے ہیں کہ طیّب و طاہر عبداللہ کے علاوہ ہیں واللہ اعلم ان کا انتقال بھی بچپن میں ہوگیا۔

رسول اللہ کی یہ اولادیں حضرت خدیجہ سے ہیں ان کے علاوہ ایک صاحب زادے ابراہیم ہیں جو حضرت ماریہ قبطیہ سے ہوئے ان کا بچپن ہی میں انتقال ہوگیا۔

قصّۂ تحکیم

رسول اللہ کے اخلاق و عادات لڑکپن ہی سے ایسے تھے کہ آپ تمام مکہ میں ممتاز تھے

[۱] حضرت ابوالعاص ابن ربیع کا ذکر غزوہ بدر کے قیدیوں میں اور غزوہ حدیبیہ کے بعد مفصل مذکور ہے ۱۲
[۲] عبداللہ بن ابی العاص یا علی بن ابی العاص علی اختلاف الاقوال واللہ اعلم ۱۲ منہ

اکثر اصحاب سیر لکھتے ہیں کہ آپ قریش میں امین مشہور تھے۔ گو زیادہ زیادہ عمر کے لوگ قریش میں موجود تھے جو سردار قبیلہ تھے مگر کئی اہم واقعات میں ان سرداروں نے باوجود کم سنی کے آپ کو حکم بنایا۔ قریش کی محفلوں میں جس میں زیادہ تر لہو و لعب اور فسق و فجور تھا آپ شریک نہیں ہوتے تھے۔ حرب فجار میں دو دفعہ آپ شریک ہوئے ایک دفعہ آپ کی عمر پندرہ ۱۵ سولہ ۱۶ برس کی تھی دوسری دفعہ کچھ زیادہ اپنے چچا کی آپ امداد فرماتے تھے تیر وغیرہ جنگ کے وقت اُن کو دیتے تھے۔ آپ کے حضرت خدیجہ سے عقد کرنے کے بعد قریش نے کعبۃ اللہ کی جدید تعمیر کی۔ اس میں جب دیوار اس مقام تک پہنچی جہاں حجر اسود ہے تو قبائل میں اختلاف ہو گیا کہ حجر اسود کو اپنی جگہ پر کس قبیلہ کا آدمی رکھے اس وقت مشہور واقعہ تحکیم پیش آیا۔ آپ کی عمر اس وقت پینتیس ۳۵ سال کی تھی تمام سرداران قبائل آپ کے حکم ہونے پر خوش ہوئے۔ اور آپ نے ایسے عاقلانہ طریقہ سے اس کا ایسا فیصلہ کیا کہ سب راضی ہو گئے اور ایک بڑی خونریز جنگ ہوتے ہوتے رُک گئی۔ سب نے آپ کے قوت فیصلہ کی تعریف کی۔

زید بن عمرو[۱] سے گفتگو

بت پرستی سے طبعاً آپ کو نفرت تھی۔ آپ گھنٹوں اپنی قوم کی گمراہی کو سوچتے اور افسوس کرتے۔ کبھی پہاڑوں کے دامن میں چلے جاتے مظاہر قدرت پر غور کرتے توحید و بت پرستی کے مسئلہ میں غرق رہتے۔ پھر اٹھتے اور گھر آکر سو جاتے۔

زید بن حارثہ جو حضرت خدیجہ کے غلام تھے اور انھوں نے حضور کو دیدیا تھا برابر حضور کے ساتھ رہتے تھے حتیٰ کہ زید بن محمد مشہور ہو گئے تھے۔ فرماتے ہیں کہ ایک روز بعثت

[۱] زید بن عمرو کا انتقال بلا شبہ بعثت کے پہلے ہوا مگر تاہم محدثین ان کو اصحاب رسول اللہ میں ذکر کرتے ہیں یہ اس بنا پر صحیح ہو سکتا ہے کہ مومن تھے اور رسول اللہ سے ملے بھی واللہ اعلم ۱۲ منہ

کے قبل میں رسول اللہ کے ساتھ عوالی مکہ میں گیا۔ وہاں زید بن عمر بن نفیل سے رسول اللہ کی ملاقات ہوئی (یہ زید بھی بت پرستی سے متنفر تھے اور دین حق کی تلاش میں انھوں نے شام وعراق کا سفر بھی کیا تھا زید حضرت عمر کے چچازاد بھائی تھے۔ حضرت عمر کے باپ خطاب بن نفیل نے بت پرستی سے نفرت کی وجہ سے ان کو بہت تکلیف دی تھی اور مکہ میں آنا بھی مشکل کر دیا تھا) رسول اللہ اور زید بن عمر بڑے اخلاق سے ملے۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ اے زید یہ آپ کی قوم جیسی خباثت میں مبتلا ہے وہ آپ جانتے ہیں اس کا آپ کچھ علاج نہیں سوچتے۔ زید نے کہا کہ میں دین حق کی تلاش میں شام اور عراق گیا وہاں مجھ سے ایک متدین مسیحی عالم نے کہا کہ دین حق کا سب سے بڑا علمبردار بہت جلد مکہ سے ظاہر ہوگا۔ اُس کے ظہور کا ستارہ طلوع ہو چکا ہے میں اسی شوق میں اُس کی ہدایت کے موافق یہاں لوٹ کر آیا مگر یہاں حالات میں کوئی تغیر نہ پایا اس لئے حیران ہوں کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ حضور کے مبعث کے پہلے ان کا انتقال ہوگیا۔ حضور نے اُنکے حق میں فرمایا ہے ہو یبعث امۃ وحدہ یوم القیمہ۔ موحد تھے کفار کا ذبیحہ جو وہ بتوں پر ذبح کرتے تھے نہیں کھاتے تھے اور فرماتے تھے الٰہی الٰہ ابراھیم ودینی دین ابراھیم۔ ورقہ[۱] بن نوفل نے ان کا زبردست مرثیہ لکھا ہے۔

بعثت رسول اللہ

آپ پر استغراق اور محویت کا عالم بڑھتا گیا یہانتک کہ رات کو بھی پہاڑوں کی شب میں رہ جاتے پھر یہ حالت ہوئی کہ کھانا پینا بھی کم ہوگیا۔ کھجور یا جو کی روٹی اور ایک کوزہ پانی لے جاتے کبھی غار حرا میں کبھی کسی دوسرے غار یا کھوہ میں کئی کئی دن رہ جاتے پھر یہ حالت ہوئی کہ حضرت خدیجہ خود جاتیں اور تلاش کرکے آپ کو روٹی اور پانی پہنچاتیں

[۱] ورقہ بن نوفل موحد نصرانی تھے حضور نے ان کے نجات کی بشارت دی ہے ۱۲ منہ

آپ کے استغراق کا عالم بڑھتا گیا۔ پھر کچھ آثار و علائم بدایت وحی کے ظاہر ہوئے جن کی وجہ سے ابتدائً آپ کو استعجاب ہوا آخر جب آپ کی عمر چالیس سال کی ہوئی تو حضرت جبرئیل خدا کی طرف سے غار حرا میں پہلے پہلے یہ آیتیں علی القول الراجح آپ کے پاس لائے اقرا باسم ربك الذی خلق خلق الانسان من علق اقرا و ربك الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم۔ اس کے بعد متواتر وحی آنا شروع ہوئی جس میں الوہیت۔ توحید اور صفات کمال باری تعالیٰ کی تعلیم تھی اور رجوع الی الحق کی وصیت شرک سے اجتناب اور بت پرستی کی خرابیاں بیان کی گئی تھیں۔ بتایا گیا کہ خداوند کریم نے اپنے برگزیدہ رسولوں کو اسی امر کی تعلیم کے لئے ہمیشہ بھیجا اور ان کے ذریعہ سے بندوں کی ہدایت کے لئے کتابیں بھیجیں اُسی سلسلہ کی ایک کتاب یہ قرآن حکیم ہے اور اسکی تبلیغ کے لئے خدا نے تم کو اپنا رسول بنایا۔

سابقین اوّلین

خدا کی طرف سے یہ عظیم الشان خدمت آپ کے سپرد ہوئی۔ تمام دنیا کی ہدایت واصلاح کے لئے آپ مامور ہوئے۔ سب سے زیادہ مشکل یہ تھا کہ تبلیغ کی ابتدا آپ کو قریش سے کرنی پڑی قریش بت پرستی میں تمام عرب کے امام تھے اس کے علاوہ انھیں میں آپکے خاندان خاندانی بزرگ اور رشتہ دار تھے اور قاعدہ ہے کہ خاندانی بزرگوں کی ہدایت عزیزونکی زبان سے سب سے زیادہ مشکل کام ہے۔ مگر آپ کو خدا نے کامیابی کا یقین دلایا اور تبلیغ شروع کر دینے کا حکم ہوا چنانچہ آپ نے لوگوں کو توحید و رسالت کی طرف دعوت دی۔ جو لوگ پہلے ایمان لائے وہ لوگ مقربین بارگاہ الٰہی ہیں قرآن پاک میں ان کی تعریف ہے حضور نے ان کے متعلق بشارت دی ہے اس لئے ان مقبولان بارگاہ خداوندی سے واقف ہونا چاہیئے۔

سب سے پہلے حضرت[1] خدیجہ حضرت[2] ابوبکر صدیق حضرت[3] علی حضرت[4] زید بن حارثہ ایمان لائے۔ پھر حضرت صدیق کی نصیحت سے پانچ آدمی اور مسلمان ہوئے حضرت[5] زبیر بن العوام حضرت[6] عثمان بن عفان۔ حضرت[7] عبدالرحمن بن عوف۔ حضرت[8] طلحہ بن عبیداللہ حضرت[9] سعد بن ابی وقاص۔ حضرت خدیجہ کو چھوڑ کر یہ آٹھ مرد وہ ہیں جن کا اسلام سب سے

---

[۸] طلحہ بن عبیداللہ عشرہ بشرہ میں سے ہیں حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر پانچ آدمی سب سے پہلے مسلمان ہوئے ان میں سے ایک ہیں۔ چہرہ ان کا سفید سرخی مائل تھا سینہ چوڑا قد میانہ طلحۃ الفیاض مشہور تھا اور غزوۂ بدر میں غیر حاضر رہے شام گئے تھے لیکن غزوۂ احد میں بڑا کام کیا حضور نے ہجرت کے بعد ان سے اور حضرت ابو سے مواخات کرایا۔ انھوں نے چار عورتوں سے عقد کیا جو سب رسول اللہ کی کسی زوجہ کی بہن تھیں ام کلثوم بنت ابی بکر سے جو حضرت عائشہ کی بہن تھیں۔ حمنہ بنت جحش سے جو زینب کی بہن تھیں۔ فارعہ بنت ابی سفیان سے جو ام حبیبہ کی بہن تھیں۔ رقیہ بنت ابی امیہ سے جو ام سلمہ کی بہن تھیں مروان بن الحکم کی تیر سے جمادی الاولی ۳۶ھ میں شہید ہوئے اور ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ پنجشنبہ ۱۰ جمادی الآخر میں ۶۴ برس کی عمر میں واللہ اعلم ۱۲ منہ

[۹] سعد ابن ابی وقاص قریشی زہری ہیں ان کی ماں حمنہ بنت سفیان بن امیہ تھیں جو ابوسفیان بن حرب ابن امیہ کے چچا کی لڑکی تھیں بہت قدیم الاسلام ہیں اُن پانچ میں سے ایک ہیں جو حضرت صدیق کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ عشرہ بشرہ میں سے ہیں اور ان میں سب کے بعد ان کا انتقال ہوا۔ اسلام کے لئے سب سے پہلے انھوں نے ایک کافر کو قتل کیا۔ سب سے پہلا تیر اسلام کے لئے انھوں نے چلایا مشہور شہ سوار اور مشہور مجیب الدعوات تھے۔ مدائن ان کے ہاتھ پر فتح ہوا۔ کوفہ کو انھوں نے بنایا عراق کے فتح میں یہ سب سے پیش پیش تھے اصحاب رسول اللہ میں چار شخص شدید سمجھے جاتے تھے حضرت عمر حضرت علی حضرت زبیر اور حضرت سعد حضرت عمر نے ۲۱ھ میں ان کو کوفہ کا امیر مقرر کیا پھر حضرت عثمان نے اپنے زمانہ میں ان کو امیر مقرر کیا ابو نعیم نے کہا ہے کہ ۵۸ھ میں ان کا انتقال ہوا واقدی نے کہا ہے کہ ۵۵ھ میں ابن حجر کہتے ہیں کہ بعض روایت ہے ۵۱ھ کی اور ۵۵ھ کی اور ۵۷ھ کی مگر مشہور ۵۸ھ ہی کی روایت ہے واللہ اعلم عقیق میں انتقال ہوا مدینہ میں مدفون ہوئے ۱۲ منہ

مقدم ہے عورتوں میں حضرت خدیجہ کے بعد سب سے پہلی عورت حضرت عباس کی زوجہ لبابہ بنت الحارث مسلمان ہوئیں انھیں کے لڑکے قثم بن عباس ہیں ان کے بعد یہ حضرات ایمان لائے حضرت خباب بن الارث[1] حضرت سعید بن زید[2] ان کی زوجہ حضرت فاطمہ بنت الخطاب حضرت عبداللہ بن مسعود[3] حضرت عثمان بن مظعون[4] حضرت ارقم بن ابی الارقم[5]

[1] خباب ابن الارث تمیمی تھے بنی زہرہ کے حلیف تھے تلوار بناتے تھے حضور نے ان سے اور جبیر بن عتیک سے مواخات کرادیا تھا انھوں نے سب سے پہلے اپنا اسلام ظاہر کیا۔ اور قریش نے ان کو بہت تکلیفیں دیں۔ کوفہ میں ان کا انتقال ہوا حضرت علیؓ نے ان کی تعریف میں کہا ہے اسلم راغباً ہاجر طائعاً عاش مجاہداً ۱۲ منہ

[2] سعید بن زید عشرہ مبشرہ میں سے ہیں حضور کے دار ارقم میں جانے سے پہلے مسلمان ہوئے حضرت عمر بن الخطاب کے بہنوئی ہیں اور مشہور موحد حضرت زید بن عمر ابن نفیل کے صاحبزادے ہیں۔ یہ مجیب الدعوات مشہور تھے اور فضلا صحابہ میں سے ہیں جنگ یرموک اور فتح دمشق میں شریک ہوئے تہتر سال کی عمر میں انتقال ہوا ۵۰ھ یا ۵۱ھ یا ۵۲ھ میں واللہ اعلم ۱۲ منہ

[3] یہ اسلام قبول کرنے میں چھٹے شخص ہیں حضور نے پہلے ان سے اور حضرت زبیر سے مواخات کرایا تھا پھر ہجرت کے بعد ان سے اور سعد بن معاذ سے۔ یہ برابر رسول اللہ کی خدمت میں رہتے تھے اہل بیت میں سے سمجھے جاتے تھے۔ بغوی روایت کرتے ہیں کہ اصحاب رسول اللہ میں یہ سب سے زیادہ زاہد اور آخرت کے راغب تھے۔ حضور نے فرمایا کہ ابن مسعود قرآن ٹھیک ویسا پڑھتے ہیں جیسا نازل ہوا ہے۔ ان کے بات کی کسی نے تردید کی تو حضرت عمر نے اس کو سزا دی کہ تو ابن مسعود کی تردید کرتا ہے حضرت عمر کی شہادت سے پہلے ۳۲ھ یا ۳۳ھ میں مدینہ میں انتقال ہوا ۱۲ منہ

[4] عثمان ابن مظعون۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ تیرہ آدمی کے بعد یہ مسلمان ہوئے۔ ہجرت کر کے اپنے لڑکے سائب بن عثمان کے ساتھ حبشہ گئے۔ وہاں سے لوٹے غزوۂ بدر میں شریک تھے اور اس کے بعد ۲ھ میں انکا انتقال ہوا۔ یہ پہلے مہاجر ہیں جن کا مدینہ میں انتقال ہوا اور پہلے مہاجر ہیں جو بقیع میں مدفون ہوئے حضور نے ان کو اپنا سلف صالح کہا ہے اصابہ ۱۲ منہ

[5] ارقم بن ابی الارقم۔ مخزومی ابن حجر لکھتے ہیں کہ سابقین اولین سے ہیں دس آدمی کے بعد مسلمان ہوئے اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے کہ یہ ساتویں شخص ہیں کوہ صفا پر ان کا

حضرت ابو سلمہ[۱] بن عبدالاسد مخزومی۔ حضرت ابو عبیدہ[۲] عامر بن الجراح۔ حضرت قدامہ[۳] بن مظعون

بقیہ ص۱۷

مکان تھا۔ ابتداءً حضور انھیں کے مکان میں خفیہ اسلام کی دعوت دیتے تھے جب حضرت عمر مسلمان ہوئے تو مسلمانوں کی تعداد چالیس ہو گئی اس کے بعد باہر دعوت دینے لگا ارقم مذکور بدر احد اور تمام مشاہد میں شریک ہوئے۔ ابن حجر نے لکھا ہے کہ عبدالبر کہتے ہیں کہ ابن ابی حاتم کو ایک وہم ہو گیا ہے وہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن ارقم جو حضرت عثمان کے وقت میں بیت المال پر معین تھے اُن کے والد یہی ارقم ہیں حالانکہ یہ مخزومی ہیں اور عبداللہ بن ارقم کے والد زہری تھے ۵۳ھ میں پچاسی برس کی عمر میں ان کا انتقال ہوا۔ وصیت کے موافق سعد بن ابی وقاص نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی واللہ اعلم ۱۲ منہ

۱؎ حضرت ابو سلمہ مخزومی ام المؤمنین ام سلمہ کے پہلے شوہر۔ رسول اللہ کے رضاعی بھائی سب سے پہلے مہاجر اُن کا تذکرہ ہجرت کے بیان میں آتا ہے ۱۲ منہ

۲؎ ابو عبیدہ عامر بن عبداللہ بن الجراح قدیم الاسلام ہیں ابن حجر نے نقل کیا ہے کہ ابو عبیدہ عثمان بن مظعون۔ عبیدہ ابن الحرث۔ عبدالرحمن بن عوف۔ ابو سلمہ سب ایک وقت دار ارقم میں مسلمان ہوئے۔ یہ عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ صاحب ہجرتین ہیں حضور نے ان کو اسلام کی تعلیم کے لئے یمن بھیجا تھا اور فرمایا کہ میری امت کے یہ امین ہیں بعض سرایا میں حضور نے ان کو امیر بنا کر بھیجا ذات السلاسل میں یہ مہاجرین و انصار کے امیر تھے۔ حضرت عمر نے خالد کے بعد شام کی لڑائیوں میں ان کو سپہ سالار بنایا۔ عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ رسول اللہ کو سب اصحاب سے زیادہ کس سے محبت تھی کہا ابو بکر سے میں نے کہا ان کے بعد کہا عمر میں نے کہا ان کے بعد کہا ابو عبیدہ بن الجراح سے ۱۸ھ کے طاعون عمواس میں ان کا انتقال ہوا۔ ابن مندہ نے واقدی کی روایت پر اعتماد کیا ہے کہ ان کی عمر ۵۸ سال ہوئی لیکن ابو اسحٰق کہتے ہیں کہ اکتالیس[۴۱] برس کے عمر میں انتقال ہوا ابن عائذ لکھتے ہیں کہ ارض اردن میں مدفون ہوئے اور حنا و کتم کا خضاب کیا کرتے تھے واللہ اعلم ۱۲ منہ

۳؎ قدامہ ابن مظعون۔ حضرت عثمان بن مظعون کے بھائی اور صفیہ بنت الخطاب یعنی حضرت عمر بن الخطاب کی بہن کے شوہر ہیں۔ سابقین اولین سے ہیں صاحب ہجرتین ہیں اور شرکاء بدر سے ہیں حضرت عمر نے ان کو بحرین میں عامل مقرر کیا تھا۔ جارود بحرین کے سردار تھے انھوں نے حضرت عمر سے کہا کہ قدامہ نے شراب پی ہے حضرت ابو ہریرہ اور قدامہ کی زوجہ ہند بنت الولید نے شہادت

حضرت عبیدہ بن الحارث بن عبدالمطلب حضرت جعفر بن ابی طالب ان کی زوجہ
اسماء بنت عمیس حضرت عبداللہ بن جحش حضرت ابو احمد بن جحش حضرت سائب بن

بقیہ صفحہ ۱۸

دی کہ میں نے پیتے تو نہیں دیکھا لیکن قے کرتے دیکھا ہے حضرت عمر نے ان پر حد قائم کی اور کوڑے لگوائے۔ اہل بدر میں سے صرف یہی ایک شخص ہیں جن کو حد ماری گئی۔ ابن حجر لکھتے ہیں کہ قدامہ کا انتقال ۳۶ھ میں حضرت علی کے ایام خلافت میں ہوا۔ ان کی عمر اڑسٹھ سال کی تھی اور ابن حبان نے ایک روایت لکھی ہے کہ ان کا انتقال ۵۶ھ میں ہوا واللہ اعلم ۱۲ منہ

ف۱ عبیدہ بن الحارث بن المطلب بن عبد مناف قدیم الاسلام ہیں اور بنی عبد مناف میں یہ سب سے مسن تھے رسول اللہ کے ساتھ مکہ میں تھے پھر مدینہ ہجرت کی غزوہ بدر میں سب سے پہلے مبارزہ کرنے والوں میں تھے قریش کے تین شخصوں کے مقابل یہی تین شخص گئے حضرت علی نے ولید کو قتل کیا حضرت حمزہ نے عتبہ کو قتل کیا اور شیبہ نے حضرت عبیدہ کو زخمی کیا صفرا میں جاکر انتقال ہوگیا اور شیبہ کو حضرت علی اور حمزہ نے قتل کر دیا۔ یہ ابن اسحق کی روایت ہے موسیٰ بن عقبہ کی روایت میں اس طرح ہے کہ کفار کی طرف سے عتبہ ربیعہ اور ولید تھے تینوں قتل ہوئے عبیدہ کا پیچھے انتقال ہوا واللہ اعلم ۱۲ منہ

ف۲ جعفر بن ابی طالب۔ غزوۂ موتہ میں ان کا ذکر ہے ۱۲ منہ

ف۳ عبداللہ بن جحش قدیم الاسلام اور صاحب ہجرتین ہیں غزوۂ احد میں شہید ہوئے کفار نے انکا پیٹ چاک کیا اور مثلہ کیا تھا یہ اور حضرت حمزہ ایک ہی قبر میں دفن کئے گئے۔ شہادت کے وقت چالیس سے کچھ زیادہ عمر تھی۔ ان کے سریہ کا تذکرہ آگے آتا ہے حضور نے ان کو امیر بنا کر نخلہ بھیجا تھا ابن حجر لکھتے ہیں کہ احد کے روز ان کی تلوار ٹوٹ گئی حضور نے ان کو ایک شاخ دی جو تلوار ہوگئی اور وہ باقی رہی حتےٰ کہ دو سو دینار میں بکی واللہ اعلم ۱۲ منہ

ف۴ ابو احمد بن جحش۔ ام المومنین زینب بنت جحش کے بھائی ہیں اس پر اتفاق ہے کہ یہ قدیم الاسلام ہیں مگر بلاذری نے ان کی ہجرت حبشہ سے انکار کیا ہے حضرت ابو سلمہ کے بعد سب سے پہلے ان کے بھائی عبداللہ بن جحش ان کے تمام خاندان کو لیکر مدینہ چلے گئے تھے یہ مکہ میں تنہا رہ گئے تھے پیچھے گئے اور بدر و احد وغیرہ میں شریک رہے ابو سفیان بن حرب کی لڑکی الفارعہ ان کی زوجہ تھیں اور دوسری لڑکی ام حبیبہ ان کے بھائی عبیداللہ بن جحش کی زوجہ تھیں عبیداللہ نصرانی ہوگئے

عثمان بن مظعون حضرت[۵۰] مطلب[۵۱] بن ازہر۔ ان کی زوجہ رملہ بنت ابی عوف حضرت[۵۲] عمیر بن ابی وقاص اخو سعد حضرت[۵۳] اسمار بنت[۵۳] ابی بکر حضرت[۵۴] عائشہ بنت[۵۴] ابی بکر بہت بچہ تھیں

بقیہ ص ۱۹

توام حبیبہ سے رسول اللہ نے عقد کیا۔ صحیحین کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا انتقال ام المومنین زینب بنت جحش کے سامنے ہوا ۱۲ منہ

۵۰ سائب بن عثمان ابن مظعون۔ قدیم الاسلام۔ صاحب ہجرتین اور اصحاب بدر سے ہیں غزوۂ بواط کے وقت حضور نے ان کو مدینہ کا امیر بنایا تھا۔ یمامہ میں مجروح ہوئے اور اسی سے انتقال ہوا اس وقت ان کی عمر تیس[۳۰] سے کچھ زیادہ تھی واللہ اعلم ۱۲ منہ

۵۱ مطلب ابن ازہر بن عبد عوف زہری ہیں۔ عبدالرحمن بن عوف کے چچا کے لڑکے قدیم الاسلام ہیں حبشہ ہجرت کر کے گئے تھے وہیں انتقال ہوگیا واللہ اعلم ۱۲ منہ

۵۲ عمیر بن ابی وقاص حضرت سعد بن ابی وقاص کے بھائی ہیں قدیم الاسلام۔ بدر میں شریک ہوئے اور وہیں شہید ہوئے واللہ اعلم ۱۲ منہ

۵۳ اسمار بنت ابی بکر صدیق حضرت عبداللہ بن زبیر کی والدہ اور اسمار کی والدہ کا نام قتلہ یا قتیلہ بنت عبدالعزی تھا۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ سترہ[۱۷] آدمی کے بعد یہ مسلمان ہوئی تھیں۔ حضور نے ان کو ہجرت کے وقت ذات النطاقین کہا تھا اسی لقب سے مشہور ہیں ان سے زبیر بن العوام نے عقد کیا۔ حاملہ تھیں تو ہجرت کیا۔ قبا میں عبداللہ بن زبیر پیدا ہوئے جب عبداللہ بن زبیر شہید ہوئے تو یہ زندہ تھیں ہشام بن عروہ کی روایت ہے کہ حضرت اسمار سو برس کی ہوگئی تھیں لیکن نہ دانت ٹوٹا تھا نہ عقل میں کچھ فتور ہوا تھا لیکن ابونعیم اصفہانی کہتے ہیں کہ ہجرت سے ۲۰ سال پہلے پیدا ہوئیں اور ۷۳ھ کے ابتدا میں انتقال ہوا۔

۵۴ عائشہ بنت ابی بکر ام المومنین۔ صدیقہ بنت صدیق محبوبہ رسول اللہ ان کی والدہ ام رومان بنت عامر کنانیہ ہیں صحیحین کی روایت ہے کہ ان سے حضور نے عقد کیا تو چھ[۶] برس کی تھیں دوسری روایت ہے سات برس کی اور جب زفاف ہوا تو نو[۹] برس کی تھیں۔ اور حضور کے وصال کے وقت اٹھارہ برس کی۔ ابن سعد لکھتے ہیں کہ زفاف شوال میں ہجرت کے پہلے سال ہوا۔ ان کی پیدائش مبعث کے چار یا پانچ[۵] برس بعد ہوئی۔ باوجود اسکے ان کا شمار قدیم الاسلام لوگوں میں ہے اسکے معنی یہ ہیں کہ گویا شروع ہی سے مسلمان تھیں۔ امہات المومنین کے ذکر میں ان کا مفصل تذکرہ ہوگا

حضرت عیاشؓ بن ابی ربیعہ اخو ابوجہل ان کی زوجہ اسماء بنت سلامہ۔ حضرت سلیطؓ بن عمرو۔ حضرت مسعودؓ بن ربیعہ حضرت خُنیسؓ بن حذافہ حضرت عامرؓ بن ربیعہ حضرت حاطبؓ

سلہ عیاش بن ابی ربیعہ عمرو ذی الرمحین بن المغیرہ مخزومی حضرت خالد بن الولید بن المغیرہ کے چچا کے لڑکے ہیں۔ اور ابوجہل کی اور ان کی ماں ایک ہیں یہ قدیم الاسلام اور صاحب ہجرتین ہیں یہ ہجرت کر کے مدینہ آگئے تھے مگر ابوجہل ان کو دھوکہ دیکر لے گیا اور بہت تکلیف دیتا تھا صحیحین میں ہے کہ حضور ان کے لئے فجر کے قنوت میں دعا کرتے تھے ۱۲ منہ

سلہ سلیط بن عمرو عامری سہیل بن عمرو کے بھائی ہیں۔ اور حضرت عمر بن الخطاب سے پہلے مسلمان ہوئے ابن اسحٰق نے ان کو مہاجرین حبشہ میں شمار کیا ہے۔ اور واقدی اور ابومعشر نے بدریین میں شمار کیا ہے۔ ابن اسحٰق نے لکھا ہے کہ ہوذہ بن علی رئیس یمامہ کے پاس سلیط بن عمرو کو قاصد بنا کر حضور نے بھیجا تھا واللہ اعلم ۱۲ منہ

سلہ مسعود بن ربیعہ۔ ابوعمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ کے دار ارقم میں جانے سے پہلے یہ مسلمان ہوئے اور مدینہ ہجرت کر کے گئے ابن اسحاق نے ان کو شرکاء بدر میں لکھا ہے ابومعشر کہتے ہیں کہ سنہ ۳۰ھ میں انکا انتقال ہوا اور ساٹھ سے کچھ زیادہ عمر تھی ابن الکلبی کہتے ہیں کہ آل مسعود کو القاری کہتے ہیں وہ لوگ مدینہ میں بنی زہرہ کے حلیف تھے واللہ اعلم ۱۲ منہ

سلہ خُنیس بن حذافہ خنیس بخائے معجمہ بصیغہ تصغیر اور آخر میں سین مہملہ قدیم الاسلام صاحب ہجرتین اور اصحاب بدر سے ہیں ان کو غزوۂ احد میں ایک زخم لگا تھا اسی سے انتقال ہوا۔ یہ حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطاب کے پہلے شوہر تھے ان کے انتقال کے بعد حضور نے ام المومنین حضرت حفصہ سے عقد کیا حمیدی کہتے ہیں کہ معمر کی روایت میں ان کا نام بحائے مہملہ و بائے موحدہ و شین معجمہ ہے بصیغۂ تصغیر وہ غلط ہے ۱۲ منہ

سلہ عامر بن ربیعہ قدیم الاسلام ہیں پہلے اپنی زوجہ لیلے بنت ابی خیثمہ کے ساتھ حبشہ گئے پھر مدینہ ہجرت کی غزوہ بدر اور بعد کے غزوات میں شریک رہے حضرت عمر کے والد خطاب نے ان کو متبنی کیا تھا اس لئے پہلے عامر بن الخطاب کہے جاتے تھے مگر جب حکم نازل ہوا ادعوھم لآبائھم تو عامر بن ربیعہ کہے جانے لگے حضرت عثمان جب حج کو گئے تو ان کو مدینہ پر حاکم مقرر کیا تھا۔ واقدی کہتے ہیں کہ ان کا انتقال حضرت عثمان کی شہادت کے بعد ہوا۔ ابوعبیدہ نے ذکر کیا ہے کہ سنہ ۳۲ھ میں انتقال ہوا یہی راجح ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ (باقی ص ۲۲ پر)

بن الحرث۔ اُن کی زوجہ فاطمہ[۲۴] بنت المحلل۔ حضرت خطاب[۲۵] بن الحرث اُن کی زوجہ فکیہہ[۲۶]
بنت حضرت یسار۔ حضرت معمر[1] بن الحارث[۲۷] حضرت نعیم[2] بن[۲۸] عبداللہ اخو بنی عدی حضرت خالد[3] بن سعید[۲۹]

بقیہ صفحہ ۲۱

لہ حاطب بن الحرث الجُمحی یہ ہجرت کرکے حبشہ گئے تھے وہیں انتقال ہوگیا ان کی زوجہ فاطمہ بنت المحلل العامر یہ بھی ساتھ تھیں وہیں ان کے دو لڑکے پیدا ہوئے محمد اور حارث جیسا کہ اسد الغابہ میں ہے اور ابن حجر نے طبرانی سے ذکر کیا ہو کہ حاطب اور ان کے بھائی خطاب نے حبشہ میں انتقال کیا ۱۲ منہ

[1] معمر بن الحرث۔ حاطب۔ خطاب۔ معمر بنو الحارث تینوں بھائی ہیں۔ ابن اسحق لکھتے ہیں کہ رسول اللہ کے دار ارقم میں جانے سے پہلے معمر مسلمان ہوئے اور ابن اسحق ان کو شرکاء بدر میں بھی لکھتے ہیں واللہ اعلم ۱۲ منہ

[2] نعیم بن عبداللہ العدوی المعروف بہ النحام یہ حضرت عمر سے پہلے مسلمان ہوئے تھے اور حضرت عمر کی بہن کو قرآن پاک سکھاتے تھے لیکن مکہ ہی میں رہے فتح مکہ سے تھوڑا قبل ہجرت کیا۔ وجہ یہ تھی کہ پہلے تو ان کا اسلام پوشیدہ تھا لیکن جب ظاہر ہوا تب بھی ان کی قوم ان کو تکلیف نہیں دیتی تھی۔ یہ بیواؤں اور یتیموں کو نفقہ بانٹتے تھے جب انہوں نے ہجرت کا ارادہ کیا تب بھی انکو بنی عدی کے لوگوں نے کہا کہ تم یہیں رہو جو دین تمہارا دل چاہے قبول کرو۔ واقدی کی روایت ہو کہ دس آدمی کے بعد یہ مسلمان ہوئے اور ابن خیثمہ کی روایت ہے کہ اڑتیس[۳۸] آدمی کے بعد مسلمان ہوئے موسےٰ بن عقبہ ابن اسحاق مصعب الزبیری اور عروہ وغیرہ سے روایت ہے کہ نعیم اجنادین کی جنگ میں شہید ہوئے یعنی حضرت عمر کی خلافت میں لیکن ابن البرقی اور ابن الکلبی سے ابن حجر نے نقل کیا ہے کہ غزوہ موتہ میں شہید ہوئے یعنی رسول اللہ کی حیات میں۔ اخبار مدینہ میں یہ روایت آتی ہے کہ مروان نے النحام سے ان کا گھر تین ہزار درہم میں خرید کر اپنے گھر میں ملایا تھا اس کا جواب دیتے ہیں کہ ابراہیم بن نعیم کو بھی النحام کہتے تھے واللہ اعلم ۱۲ منہ

[3] خالد بن سعید بن العاصی اسلام میں چوتھے یا پانچویں شخص ہیں۔ انھوں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ میرا باپ ہمیں جہنم میں ڈال رہا ہے رسول اللہ نے بچایا یہ حضرت صدیق کے پاس آئے اور خواب بیان کیا اور مسلمان ہوئے۔ ان کے والد کو خبر ہوئی تو اُس نے تکلیف دی اور کھانا بند کر دیا یہ چھپ گئے اور پھر حضرت جعفر اور عثمان کے ساتھ مع اپنی زوجہ کے حبشہ چلے گئے۔ ان کی لڑکی ام خالد وہیں پیدا ہوئیں مسلمہ بن محارب سے روایت ہے کہ ان کا اسلام حضرت علی سے پہلے تھا مگر باپ کی وجہ سے

بن العاص۔ آن کی زوجہ آمنہ[۲۹] بنت خلف یا ہمینہ حضرت[۳۰] حاطب[۳۱] بن عمرو حضرت[۳۲] ابو حذیفہ
بن عتبہ بن ربیعہ۔ حضرت[۳۳] واقد[۳۳] بن عبداللہ حلیف بنی عدی۔ حضرت[۳۴] خالد بن حزام

بقیہ صـ۲۲ـ

چھپاتے تھے اور ابن خالد سے روایت ہے کہ ان کے والد چار آدمی کے بعد مسلمان ہوئے ابوبکر علے زید بن حارثہ اور سعد بن ابی وقاص۔ خالد بن سعید حبشہ سے حضرت جعفر کے پہلے مدینہ آئے اور عمرۃ القضا میں شریک تھے۔ اس کے بعد حضور نے ان کو مذحج کے صدقات پر مقرر کر دیا تھا۔ اور ایک روایت ابن حجر نے لکھی ہے کہ حضرت ابوبکر نے ان کو ارتداد کے ایام میں مشارق شام پر مقرر کیا تھا موسٰے بن عقبہ سے ایک روایت ہے کہ مرج الصفر کے ایام میں شہید ہوئے اور موسٰے بن عقبہ ہی سے دوسری روایت ہے کہ اجنادین میں شہید ہوئے واللہ اعلم ۱۲ منہ

سلہ حاطب بن عمرو عامری سہیل بن عمرو اور سلیط بن عمرو کے بھائی ہیں بہت قدیم الاسلام ہیں ابن حجر لکھتے ہیں کہ امام زہری نے یقین کیا ہے کہ مہاجرین حبشہ میں یہ پہلے شخص ہیں۔ اور اس پر اتفاق ہے کہ یہ اصحاب بدر سے ہیں۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ لوگوں نے کہا ہے کہ حضرت سودہ بنت زمعہ کا عقد حضور کے ساتھ انھیں نے کیا تھا یہ اس پر دال ہے کہ ہجرت الی المدینہ سے لوٹ آئے تھے ۱۲ منہ

سلہ ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ۔ یہ حضرت معاویہ کے ماموں ہیں صاحب ہجرتین ہیں۔ دونوں قبلہ کی طرف نماز پڑھی اصحاب بدر سے ہیں ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ تینتالیس[۴۳] آدمی کے بعد مسلمان ہوئے۔ یہ یمامہ میں چھپن[۵۶] سال کی عمر میں شہید ہوئے ۱۲ منہ

سلہ واقد بن عبداللہ تیمی حنظلی حلیف بنی عدی بن کعب ابن اسحٰق نے ان کو سابقین الی الاسلام میں لکھا ہے اصحاب بدر سے ہیں۔ عبداللہ بن جحش کو حضور نے جب نخلہ بھیجا تھا تو اس میں یہ بھی تھے اور انھیں نے عمرو بن الحضرمی کو تیر مار کر قتل کیا تھا جس کے بارہ میں آیت نازل ہوئی یسئلونک عن الشھر الحرام الایہ حضرت عمر بن الخطاب نے اس قصہ کے متعلق اشعار کہے تھے اور خوشی ظاہر کی تھی۔ ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر کے ابتداء خلافت میں ان کا انتقال ہوا حکم جہاد کے بعد واقد بن عبداللہ پہلے قاتل ہیں ۱۲ منہ

سلہ خالد بن حزام بجائے مہملہ وزائے معجمہ بن خویلد بن اسد ام المومنین حضرت خدیجہ کے بھائی کے لڑکے ہیں قدیم الاسلام ہجرت کر کے حبشہ جا رہے تھے راستہ میں سانپ نے کاٹا اس سے ان کا انتقال ہو گیا ۱۲

حضرت[۱] عامر[۲۵] بن مالک۔ حضرت[۲] عاقل[۲۶] بن بکیر۔ حضرات[۳] ایاس[۲۷] بن بکیر۔ خالد[۴][۲۸] بن بکیر۔ عامر[۵][۲۹] بن بکیر۔ حضرت[۶] عمار[۵۰] بن یاسر۔ اُن کی ماں سمیہ[۵۱]۔ صہیب[۷] بن سنان[۵۲] رومی مولے بنی جدعان

[۱] عامر بن مالک یعنی ابو وقاص۔ یہ عامر حضرت سعد بن ابی وقاص کے بھائی ہیں دس آدمی کے بعد مسلمان ہوئے ابن حجر نے اصابہ میں لکھا ہے کہ واقدی نے حضرت سعد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ میں آیا تو دیکھا کہ میری ماں حمنہ بنت سفیان اور میرے بھائی عامر بن ابی وقاص کے پاس بہت لوگ جمع ہیں اور عامر مسلمان ہو گئے تھے۔ میں نے پوچھا کیا ہے تو لوگوں نے کہا کہ تمہاری ماں نے قسم کھایا ہے کہ جبتک عامر مرتد نہ ہو جائے وہ سایہ میں نہ جائے گی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ وَاِنْ جَاھِدَاکَ علی ان تشرک بی ما لیس لک بہ علم فلا تطعھما۔ اور بلاذری سے نقل کیا ہے کہ ہجرت ثانیہ میں عامر حبشہ گئے اور حضرت جعفر کے ساتھ واپس آئے اور شام میں حضرت عمر کی خلافت میں انتقال ہوا ۱۲ منہ

[۲] عاقل بن بکیر بن عبد یالیل بن ناشب بن غیرہ المعجمہ وتحتانیہ اللیثی حلیف بنی عدی سابقین اولین سے ہیں۔ عاقل اور ان کے بھائی ایاس اور عامر بنو بکیر سب غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور عاقل وہیں شہید ہوئے موسیٰ بن عقبہ سے اور ابن اسحاق سے ابن حجر نے نقل کیا ہے اور کہتے ہیں کہ ان کا نام غافل بغین معجمہ وفا تھا حضور نے بدلکر عاقل رکھا بمہملہ وقاف ابن حجر کہتے ہیں کہ دار ارقم میں سب سے پہلے بیعت عاقل بن بکیر نے کی تھی حکاہ الواقدی۔

[۳] ایاس بن بکیر قدیم الاسلام ہیں۔ بکر بن اسحاق کہتے ہیں کہ ایاس کے سوا اور کسی کے متعلق نہیں معلوم ہے کہ چار بھائی غزوۂ بدر میں شریک ہوئے ہوں یہ چار بھائی تھے سب نے ہجرت کی اور رفاعہ بن عبد المنذر کے یہاں ٹھہرے اور سب غزوۂ بدر میں شریک ہوئے ایاس[۱] عاقل[۲] خالد[۳] عامر[۴]۔ عاقل بدر ہی میں شہید ہوئے۔ ایاس فتح مصر میں شریک ہوئے اور ۳۴ھ میں انکا انتقال ہوا۔ خالد یوم الرجیع میں شہید ہوئے۔ عامر یمامہ میں شہید ہوئے ۱۲ منہ

[۴] خالد بن بکیر۔ عاقل بن بکیر اور ایاس بن بکیر کے بھائی ہیں چونتیس[۳۴] برس کی عمر میں یوم الرجیع میں شہید ہوئے۔ ابن مندہ نے نقل کیا ہے کہ عبد اللہ بن جحش کے سریہ میں یہ بھی تھے واللہ اعلم ۱۲ منہ

[۵] عامر بن بکیر ایاس بن بکیر اور عاقل بن بکیر کے حال میں ان کا ذکر ہوا ۱۲ منہ (بقیہ ص۲۵ پر)

اسلام کے وقت ان میں سے اکثر کا سن بیس برس سے کم تھا۔ اور ان کے خاندان کے بڑے لوگ کافر تھے اس لئے یہ لوگ مسلمان تو ہو گئے تھے مگر پوشیدہ۔ زیادہ غربا تھے جن کا مکہ میں کوئی حامی نہ تھا۔ کچھ غلام تھے جو رؤسا قریش کی نظروں میں کوئی عزت نہیں رکھتے تھے اس لئے ان کا اسلام پوشیدہ تھا۔ ارقم بن ابی الارقم مخزومی اسلام قبول کرنیوالوں میں بارھویں شخص ہیں۔ ان کا مکان صفا کے دامن میں تھا ان کے اسلام کے بعد حضور اور جو حضرات ایمان لائے تھے وہیں اکثر جمع ہوتے۔ وہیں تعلیم ہوتی۔ اور جس کو اسلام قبول کرنا ہوتا وہیں جاکر مسلمان ہوتا۔ یہ سب لوگ وہیں مسلمان ہوئے جو تیس یا پینتیس آدمی کے بعد حضرت عمار بن یاسرؓ اور حضرت صُہیبؓ بن سنان وہیں جاکر ایک وقت مسلمان ہوئے۔ اور مجاہد کی روایت ہے کہ سب سے پہلے جن لوگوں نے اسلام ظاہر کیا وہ یہ سات اشخاص ہیں۔ رسول اللہؐ۔ ابو بکر صدیقؓ بلالؓ بن رباح۔ خبابؓ۔ عمارؓ۔ صہیبؓ۔ سمیہؓ ام عمارؓ۔

بقیہ صفحہ

ؔ۵۶ عمارؓ بن یاسر۔ ان کا حال کتاب میں آگے مذکور ہے ان کی فضیلت میں بہت سی روایتیں ہیں حضرت خالدؓ بن ولید فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھ سے اور عمار سے کچھ تکرار ہو گئی میں حضور کے خدمت میں گیا تو فرمایا جس نے عمار سے عداوت کی اسنے خدا سے عداوت کی اور جسنے عمار سے بغض کیا اسنے خدا سے بغض کیا اور فرمایا کہ میرے بعد اتباع کرو ابو بکر اور عمر کی اور طریقہ اختیار کرو عمار کا۔ یہ حدیث تواتر کے قریب پہنچ گئی ہے کہ حضور نے حضرت عمارؓ سے کہا تھا کہ تم کو باغی جماعت قتل کر دے گی اور یہ متفق علیہ ذکر جنگ صفین میں یہ حضرت علیؓ کے ساتھ تھے معاویہؓ کے لوگوں نے ان کو شہید کیا ۳۷ھ کے ربیع میں ترانوے برس کی عمر میں شہید ہوئے۔ یمامہ میں حضرت عمار کا کان کٹ گیا تھا۔ پیچھے حضرت عمرؓ نے ان کو کوفہ کا عامل مقرر کیا تھا اور لکھا تھا کہ یہ نجبا اصحاب رسول اللہ سے ہیں ۱۲ منہ

ؔ۵۷ صہیب بن سنان رومی۔ اس میں اختلاف ہے کہ یہ اصلاً عربی تھے یا رومی۔ اسلام کے لئے بڑی تکلیف انھوں نے بھی برداشت کی حضرت عمار کی طرح۔ حضورؐ کی خدمت اسلام سے پہلے بھی انھوں نے کی ہے حضرت عمرؓ نے وصیت کی تھی کہ میرے جنازہ کی نماز صہیب پڑھائیں ۳۸ھ کے شوال میں ستر برس کی عمر میں انتقال ہوا ۱۲ منہ

بعثت کے دوسرے سال جب حضرت حمزہ بن عبدالمطلب مسلمان ہوئے تو یہ پہلے شخص تھے جن کے اسلام کا اثر کفار پر پڑا۔ تاہم حالت یہ تھی کہ اس وقت صرف دو وقت کی نماز فرض تھی ضحی۔ اور عصر اس کو بھی کفار کی نظروں سے چھپکر کہیں میدان یا پہاڑ کی دامن میں ادا کرتے تھے۔ البتہ طواف کے لئے خانہ کعبہ میں آتے تھے۔

تعذیب

جو غلام تھے ان کو اسلام قبول کرنے کے بعد کفار نے بڑی سخت ایذائیں پہنچائیں مگر اللہ کے ان مخلص بندوں نے غیر معمولی صبر واستقامت سے اس کو برداشت کیا۔ اور توحید واسلام پر ثابت قدم رہے۔ حضرت بلال اُن کی ماں حمامہ۔ ام عُبیس۔ النہدیہ اور ان کی لڑکی ان سب نے بڑی سخت تکلیفیں برداشت کیں۔ آخر حضرت ابوبکر صدیق نے ان سب کو خرید کر آزاد کیا۔ بنی مؤمل کی ایک جاریہ تھیں جن کو حضرت عمر نے (جو اسوقت کافر تھے) بہت ایذا دی تھی ان کو بھی حضرت صدیق نے خرید کر آزاد کیا۔ حضرت عمار بن یاسر بڑی مصیبت میں تھے ان کی ماں حضرت سمیہؓ نے ناقابل برداشت تکلیف سے جان دیدی حضرت عمار کو دوپہر کی دھوپ میں کفار لیجاتے اور رمضا ر مکہ میں طرح طرح کا عذاب دیتے۔ رسول اللہ اس طرف جاتے ان کی مصیبتیں دیکھتے اور فرماتے صبرا آل یاسر موعدکم الجنۃ[1] یہ سب کچھ تھا مگر اسلام پھیلتا جارہا تھا۔ مذکورہ حضرات کے علاوہ اور بہت سے حضرات پوشیدہ مسلمان ہوچکے تھے۔

[1] اے آلِ یاسر صبر کرو تم سب کے لئے جنت کا وعدہ ہے

آغاز دعوت اور اُس کا طریقہ

حضور کا قاعدہ تھا کہ جو آیتیں آپ پر نازل ہوتیں وہ مسلمانوں کو یاد کرا دیتے جو مسلمان نہیں ہوئے تھے ان کو یہ آیتیں پڑھکر سناتے اس میں خدا کی حمد۔ اس کے قدرت

کاملہ کا ذکر۔ اُس کے عزت جلال اور تمام صفات کاملہ کا بیان تھا۔ ایک ایک لفظ اسکا ایسا تھا جو کفار کو باوجود مخالفت کے لرزہ براندام کر دیتا تھا۔ اور معجز نما کشش سے لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا تھا۔ احکام میں سب سے پہلے نماز فرض ہوئی۔ حضرت جبرئیل آپ کو عقبہ کے پیچھے وادی میں لے گئے وہاں ایک چشمہ نمودار ہوا۔ حضرت جبرئیل نے وضو کرکے وضو کا قاعدہ بتایا اور امامت کرکے طریق نماز کی تعلیم دی۔ آپ نے حضرت خدیجہؓ کو اور دوسرے مسلمانوں کو وضو اور نماز کا قاعدہ سکھایا۔ حضور بھی اور صحابہ بھی کہیں چھپکر پہاڑوں کی شعب میں نماز ادا کرتے تھے۔

ایک روز جناب رسول اللہ اور حضرت علیؓ نماز پڑھ رہے تھے۔ وہاں خواجہ ابو طالب پہنچگئے وہ رسول اللہ کے چچا اور حضرت علی کے والد تھے۔ دیکھتے رہے۔ نماز کے بعد پوچھا کہ یہ کیا کر رہے تھے حضور نے فرمایا کہ اللہ پاک نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ بت پرستی سے منع کیا ہے اور اپنی خاص عبادت فرض کی ہے اور اسکے ادا کرنے کا یہی قاعدہ ہے۔ اے چچا آپ بھی خدا کے اس دین کو قبول کریں اور اس عظیم الشان کام میں میری امداد کریں۔

خواجہ ابو طالب نے کہا کہ اے عزیز میں اپنے آبائی دین کو چھوڑ تو نہیں سکتا لیکن تم اطمینان سے اپنا کام کرو میں ہر طرح تمہاری امداد اور حفاظت کروں گا۔ اصحاب سیر لکھتے ہیں کہ انھوں نے حضرت علی سے بھی کہا کہ بیٹا محمد کبھی تمہاری بدخواہی نہیں کر سکتے یہ جو کہیں ان کی بات پر عمل کرو۔

ایک دفعہ حضرت سعد بن ابی وقاص اسی طرح بعض ساتھیوں کے ساتھ چھپکر نماز پڑھ رہے تھے کفار نے دیکھ لیا اور شرارت کرنے لگے۔ حضرت سعد نے اونٹ کی ایک ہڈی اٹھا کر اس کو مارا اسی لئے کہتے ہیں کہ اسلام کی حمایت میں سب سے پہلا خون حضرت سعد نے کیا بعض روایتوں میں ہے کہ اسلام کی حمایت میں سب سے پہلی تلوار حضرت زبیر بن العوام نے اُٹھائی واللہ اعلم

دعوت کا دوسرا دور

تقریباً تین سال تک اسی طرح دعوت پوشیدہ رہی۔ جو خود مسلمان ہونے کے لئے جاتا اسے مسلمان کرتے جو شوق ظاہر کرتا اس کو کلام الٰہی سناتے۔ جو مسلمان ہو جاتا اسکو کلام اللہ یاد کراتے اور جو احکام نازل ہو چکے تھے اس کی تعلیم دیتے۔ بعثت کے تیسرے سال آیت نازل ہوئی فاصدع بما تؤمر واعرض عن المشرکین۔ وانذر عشیرتک الاقربین واخفض جناحک لمن اتبعک من المومنین وقل انی انا النذیر المبین۔ ان آیات کے نزول کے بعد علانیہ تبلیغ کا حکم ہوا۔ آپنے تمام قریش کو شہر کے باہر بلوایا اور صاف صاف احکام الٰہی پیش کر دیئے۔ توحید خالص کی تشریح کر دی۔ شرک و بت پرستی کی خرابیونکو بالتفصیل بیان کر دیا۔ اپنے اعمام و نبی اعمام اور اعزہ اور رشتہ داروں سے ایک ایک کو مخاطب کر کے کہدیا کہ ہر شخص کی نجات اپنے ایمان اور اعمال صالحہ پر موقوف ہے یہ نہ سمجھنا کہ ہم رسول اللہ کے رشتہ دار ہیں اس لیئے چھوٹ جائیں گے۔ ابتداءً اس پر کفار کچھ زیادہ نہ بگڑے لیکن جب آیۃ نازل ہوئی انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم[1] اور حضور نے بت اور بت پرستی کی خرابیوں کو صاف صاف واضح کرنا شروع کر دیا۔ تو کفار نے بڑے زور و شور سے عداوت شروع کر دی۔ اور سارے کفار آپ کی دشمنی پر متفق الکلمہ ہو کر اٹھے اور بڑی شدت سے مخالفت کی۔

جب خواجہ ابو طالب نے دیکھا کہ کفار شدید مخالفت کر رہے ہیں اور ان کو اندیشہ ہوا تو انھوں نے بھی علانیہ رسول اللہ کی حمایت کا اعلان کیا۔ ابو طالب اُس وقت مکہ میں اس پایہ کے شخص تھے جس کے مقابلہ کی ہمت کسی کو نہ تھی۔ تمام بنی عبد مناف انکے اشارہ پر سر کٹانے کے لئے مستعد تھے اس لئے کفار شدید مخالفت کے باوجود کچھ نہ کر سکے اور حضور نے اپنا تبلیغ کا طریقہ علی حالہ جاری رکھا۔

[1] تم اور جن کو خدا کے سوا تم پوجتے ہو جہنم کی ایندھن ہیں

خواجہ ابوطالب کے پاس پہلا وفد

جب کفار نے دیکھا کہ نہ ان پر ہماری ناراضی کا اثر پڑتا ہے۔ نہ ہمارے معبودوں کو بُرا کہنے سے رُکتے ہیں اور ان کے چچا ابوطالب ان کی حمایت کر رہے ہیں تو ان کا رنج وغصہ بہت بڑھ گیا۔ آخر سبھوں نے مشورہ کیا اور جمع ہو کر خواجہ ابوطالب کے پاس آئے ان میں قریش کے مشہور سردار یہ سب تھے۔

عتبہ بن ربیعہ۔ شیبہ بن ربیعہ۔ ابوسفیان بن حرب۔ عاص بن ہشام۔ اسود بن المطلب بن اسد۔ ابوالحکم عمر بن ہشام یعنی ابوجہل۔ ولید بن المغیرہ۔ منبہ بن الحجاج بن عامر۔ عاص بن وائل وغیرہ انھوں نے کہا کہ اے ابوطالب تمہارے بھتیجے نے ہمارے معبودوں کو گالی دیا۔ ہمارے دین میں عیب لگایا ہمارے عقائد کی برائیاں کیں۔ ہمارے آبا واجداد کو گمراہ کہا۔ اب یا تو تم ان کو ان باتوں سے روکو یا ان کی حمایت سے الگ ہو جاؤ کیونکہ تمہاری حالت بھی ہماری ہی سی ہے۔ تمہارا دین بھی وہی ہے جو ہمارا اور تمہارے عقائد وخیالات بھی وہی ہیں جو ہمارے۔

خواجہ ابوطالب نے ان لوگوں کو نہایت نرمی سے سمجھا کر رخصت کر دیا۔

دوسرا وفد

رسول اللہ صلعم علے حالہ اپنے کام میں مشغول رہے۔ اور قرآن پاک کی تعلیم علانیہ لوگوں کے سامنے پیش کرتے رہے۔ بہت سے لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ اور عقائد حقہ کا گہرا اثر لوگوں پر پڑنے لگا۔ اسلئے کفار میں اضطراب پیدا ہوا۔ اور قریش کے ہر مجمع میں رسول اللہ کا ذکر ہونے لگا ایک دوسرے کو بھڑکانے لگے۔ آخر سب ملکر پھر خواجہ ابوطالب کے پاس آئے۔ کہا کہ اے ابوطالب آپ عمر میں بھی ہم سب میں بڑے ہیں۔ مرتبہ بھی آپ کا ہم سب سے

بلند ہے۔ عزت بھی آپ کی سب سے زیادہ ہے۔ ہم سب نے چاہا اور آپ سے استدعا کی کہ اپنے بھتیجے کو ان باتوں سے روکیں لیکن آپ نے نہ روکا۔ اب خدا کی قسم ہم سے صبر نہیں ہو سکتا کہ ہمارے آبا کو گالی سنیں ہمارے عقائد کو علانیہ بُرا کہا جائے۔ ہمارے معبودوں میں عیب لگایا جائے۔ اب یا تو تم ان کو روکو یا پھر ہم تم سے اور ان سے لڑکر فیصلہ کریں گے یا ہم نہ رہینگے یا تم نہ رہو گے۔

اتنا کہکر وہ لوگ غصّہ میں اُٹھکر چلے گئے۔

خواجہ ابوطالب کا اضطراب

خواجہ ابوطالب اُس وقت سخت پریشان ہوئے۔ ان کو یہ بہت شاق ہوا کہ ساری قوم ناراض اور دشمن ہوگئی ہے مشکل یہ تھی کہ نہ ان کا نفس یہ گوارا کرتا تھا کہ اسلام قبول کرلیں۔ اور نہ یہ پسند تھا کہ رسول اللہ قتل کیئے جائیں یا ذلیل ہوں۔ انھوں نے اسی پریشانی میں رسول اللہ کو بلوایا اور کہا۔

"اے محمد۔ تمہاری قوم جمع ہو کر میرے پاس آئی تھی اور اس نے اس اس طرح مجھ سے گفتگو کی۔ تم ہم پر اور اپنے اوپر رحم کرو۔ ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈالو جو میرے برداشت کے قابل نہ ہو"

حضور نے سمجھا کہ ان کو کفار کے مقابلہ میں اپنا ضعف محسوس ہوا ہے اس لئے اب میری حمایت سے دست بردار ہونا چاہتے ہیں۔ اور مجھ کو کفار کے سپرد کر دینا چاہتے ہیں حضور نے فرمایا۔

"چچا۔ قسم ہے خدائے ذوالجلال کی میں مامور من اللہ ہوں۔ اگر یہ لوگ میرے داہنے ہاتھ میں آفتاب اور بائیں ہاتھ میں ماہتاب رکھدیں تاکہ میں ان احکام کی تبلیغ چھوڑ دوں تو یہ ناممکن ہے۔ یا تو خدا کی توحید کو غلبہ ہوگا بُت پرستی فنا ہو گی اور احکام الٰہی جاری ہونگے یا میں نہ رہوں گا۔ اور ہلاک کر دیا جاؤں گا۔" اس کے کہنے کے بعد آپ کے آنکھوں سے

آنسو نکل آئے۔ اور آپ اُٹھکر وہاں سے چلے۔
خواجہ ابو طالب پر آپ کی اس استقامت کا بہت اثر پڑا۔ انھوں نے بلایا۔ اور کہا کہ اے عزیز اے میرے بھتیجے جو تمہارا دل چاہے کہو اور کرو میں کسی حالت میں تم کو دشمنوں کے سپرد نہ کروں گا۔

کفار کا تیسرا اجتماع

اس کے بعد بھی جب کفار کو یقین ہو گیا کہ خواجہ ابو طالب کسی طرح رسول اللہ کی نفرت پسند نہیں کرینگے۔ اور نہ ان کی حمایت چھوڑینگے۔ اس کے لئے وہ سارے قوم کی مخالفت اور عداوت کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ تو اس کے لئے انھوں نے ایک ترکیب اور کی وہ لوگ عمارہ بن الولید کو ساتھ لیکر خواجہ ابو طالب کے پاس آئے۔ اور کہا کہ اے ابو طالب تمہارے بھتیجے نے ہمارے معبودوں کو ہمارے دین و عقائد کو۔ ہمارے آبا و اجداد کو جو کچھ کہا ہے اس سے تم واقف ہو۔ اب ہم تمہارے پاس عمارہ بن ولید کو لائے ہیں یہ قریش میں سب سے زیادہ عقلمند جوان ہے اس کو تم لے لو اور اس کے بدلہ تم اپنے بھتیجے کو میرے سپرد کردو۔ معاوضہ میں کوئی عذر اور مضایقہ نہ ہونا چاہیئے۔ خواجہ ابو طالب نے کہا کہ سبحان اللہ یہ تو بدترین سودا ہے۔ تم اپنا لڑکا دیتے ہو کہ ہم اس کو اپنے پاس سے کھلائیں۔ اور میرا لڑکا مانگتے ہو کہ اس کو قتل کرو۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا مطعم بن عدی نے کہا کہ اے ابو طالب تمہارے ساتھ تمہاری قوم نے بالکل انصاف کیا ہے جس پریشانی میں وہ مبتلا ہو گئے ہیں اُس سے بچنے کے لئے اُنھوں نے پوری کوشش کی مگر معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی کوئی بات قبول کرنے کے لئے تم تیار نہیں ہو۔ خواجہ ابو طالب نے کہا کہ واللہ یہ انصاف نہیں ہے۔ اور اے مطعم یہ تو ہی نے قوم کو بھڑکا کر میرے خلاف مظاہرہ کرایا ہے۔ اور تم سب چاہتے ہو کہ ہمیں ذلیل کرو۔ جاؤ تم لوگوں کے دل میں جو آئے کرو۔

اس کے بعد بظاہر یہ معلوم ہونے لگا کہ اب حرب قائم ہونا چاہتی ہے۔ حرب کے آثار ظاہر ہونے لگے اس وقت خواجہ ابو طالب نے قبائل قریش کو مخاطب کر کے اشعار کہے ہیں اور اُس میں خاصکر مطعم بن عدی کو۔ اور بنی عبد مناف کے دوسرے ایسے لوگوں کو مخاطب کیا ہے جو دشمنوں کے ساتھ مل گئے تھے۔ اُن میں کا دو شعر یہ ہے۔

اخص خصوصا عبد شمس و نوفلا ۔۔۔ هما نبذا نا مثل ما ینبذ الجمر

هما اشر کا فی المجد من لا ابا لہ ۔۔۔ من الناس الا ان یرس لہ ذکر

کُفّار کے مظالم

اِسکے بعد کفار قریش نے مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ جن جن قبائل میں لوگ مسلمان ہو گئے ہیں اُس قبیلہ والے خود اُن مسلمانوں کو سزا دیں تاکہ وہ لوگ پھر اپنے دین پر واپس آئیں یہ مسلمانوں کے لئے بڑی مصیبت اور آزمائش کا وقت تھا۔ سابقین اولین پر اُس وقت کفار کے ہاتھوں سے بڑے بڑے عذاب ہوئے۔ اور بڑی سخت تکلیفیں پہنچائی گئیں۔ آہ و بکا سے مکہ کا راستہ گونج اُٹھا۔ ہر طرف وا ویلا اور وا مصیبتا کی صدائیں بلند ہوئیں۔ جناب رسول اللہ بظاہر خواجہ ابو طالب کی وجہ سے ہنوز کفار کی دست درازیوں سے محفوظ تھے مگر ظاہر ہے کہ اُن کو سب سے زیادہ دشمنی حضور ہی کے ساتھ تھی۔ خواجہ ابو طالب نے جب کفار کی ان شرارتوں کو دیکھا۔ تو اپنی قوم کو رسول اللہ کی حمایت کی دعوت دی۔ سارے بنی عبد المطلب۔ تمام بنی ہاشم اور بنی عبد مناف میں سے اکثر نے اُن کی دعوت پر لبیک کہا اور جمع ہو گئے سوائے ایک ابو لہب کے جو اگرچہ رسول اللہ کا چچا تھا مگر پکّا کافر اور رسول اللہ کا شدید دشمن تھا اور دشمنوں کے ساتھ تھا۔ خواجہ ابو طالب نے اپنی قوم کے اس اجتماع پر ایک فخریہ قصیدہ میں خوشی کا اظہار کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ قریش اگر اپنی ساری طاقت بھی صرف کریں تو وہ بنی ہاشم کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

اشاعتِ اسلام

یہ سب کچھ ہورہا تھا۔ کفار حضور کے قتل کرنے کے بڑے بڑے منصوبے کررہے تھے۔ بار بار خواجہ ابوطالب کے پاس آتے تھے۔ آپس میں مشورے کرتے تھے۔ مسلمانوں کو تکلیفیں اور ایذائیں دیتے تھے۔ مگر حضور ان میں سے کسی بات کا جواب نہیں دیتے تھے۔ ان سب باتوں کا مقابلہ جو کچھ کررہے تھے وہ خواجہ ابوطالب۔ حضور اپنے کام میں مشغول تھے۔ قرآن پاک کی آیتیں جو برابر نازل ہورہی تھیں اُس کو لوگوں کے سامنے پیش کرتے تھے۔ خدا کی خالقیت اُس کی رزّاقی اور عزّت وجلال کو بیان فرماتے تھے۔ خدا کی خشیّت اور عبادت الٰہی کی تاکید کرتے تھے۔ نماز وغیرہ کے احکام جو آچکے تھے اُسکے ادا کرنے کی ترکیب بتاتے تھے۔ منہیات کی برائیاں ہر شخص کے دلوں پر نقش کرتے تھے۔ آپ کی تعلیم کا یہ اثر تھا کہ جو مسلمان ہوجاتا تھا وہ بُرائیوں سے پاک ایک فرشتہ صفت انسان بنجاتا تھا۔ ایمان میں کامل اور صبر واستقامت کا ایک پہاڑ ہوتا تھا جس کو کوئی خوف اور کوئی لالچ جنبش نہیں دیسکتی تھی

قرآن پاک کی آیتیں جن الفاظ میں خدا کی حمد وثنا بیان کرتی تھیں وہ ایسے پیارے اور ایسے مؤثر الفاظ تھے کہ جو سنتا تھا مست ہوجاتا تھا۔ اس کا یہ اثر تھا کہ اسلام روزانہ ترقی کررہا تھا مخالفین کے بھی ہر ہر گھر میں اِس کا چرچا تھا۔ مخالفین اتنی شدّت سے مخالفت کررہے تھے مگر وہ حیران تھے کہ خود اُن کے گھروں کی عورتیں۔ اُن کے جوان لڑکے۔ اُن کے سمجھدار لوگ جو قرآن پاک سُنتے تھے مسحور ہوجاتے تھے۔ اور پھر کوئی خوف اور کوئی لالچ اسلام قبول کرنے سے اُن کو روک نہ سکتی تھی۔

حضور کو ساحر مشہور کرنا

کفار قریش کے لئے ایک مشکل یہ پیش آئی کہ حج کا موسم آگیا۔ وہ سمجھے کہ محمد صلے اللہ علیہ

وسلم) کی نبوّت کا چرچہ عرب کے قبائل میں ہو چکا ہے۔ قبائل جمع ہوں گے تو وہ یقیناً اِسکی تحقیق کرنی چاہینگے۔ ایسا نہ ہو کہ محمد کا اِسلام اس طرح تمام قبائل میں پھیل جائے۔ اُس کی روک کے لئے مشورہ کرنے کو وہ سب ولید بن مغیرہ کے پاس جمع ہوئے۔ ولید اُن میں مُسن اور عقلمند شخص تھا ولید نے کہا کہ اے قریش حج کا موسم آگیا ہے۔ اور قبائل محمد کا تذکرہ سُن چکے ہیں۔ تم کو چاہیئے کہ اُن کے بارہ میں ایک رائے قائم کرلو۔ تاکہ ہر شخص قبائل کے لوگوں کے سامنے ایک ہی بات کہے ایسا نہ ہو کہ ایک کچھ کہے اور دوسرا کچھ۔ اور ایک کا قول دوسرے کے خلاف ہو تو اس کا نتیجہ اچھا نہ ہوگا۔

سبھوں نے کہا یہ بہت ٹھیک ہے۔ مگر رائے دو کہ کیا کہا جائے۔

ولید نے کہا کہ نہیں! تم لوگ کہو کیا کہو گے قریش نے کہا کہ ہم لوگ کہیں گے کہ محمد کاہن ہیں ولید نے کہا کہ واللہ وہ کاہن نہیں ہیں۔ میں نے کاہنوں کو دیکھا ہے اُن کے اور ان کے باتوں سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ قریش نے کہا کہ مجنون کہینگے ولید نے کہا کہ وہ مجنون بھی نہیں ہیں۔ کیا ہم لوگوں نے مجنون نہیں دیکھے۔ مجنون ایسے ہی ہوتے ہیں قریش نے کہا۔ اچھا شاعر کہینگے ولید نے کہا۔ ہم شعر خوب جانتے ہیں۔ رجز۔ ہزج۔ قریضہ۔ مقبوضہ۔ مبسوطہ۔ سب سے واقف ہیں اِن کا کلام ہرگز شعر نہیں ہے۔ قریش نے کہا کہ تو پھر ہم سب اُن کو ساحر کہیں گے ولید نے کہا کہ ہم نے ساحروں کو بھی دیکھا ہے۔ نہ تو اُن میں ساحروں کا ساعقد ہے۔ نہ نفث

سب نے کہا کہ اچھا تم بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے ولید نے کہا واللہ اس کلام میں کچھ لذّت ہی اور ہے۔ اور یہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو سب باطل ہے۔ مگر اس وقت اقرب یہی ہے کہ ہم سب اُن کو ساحر ہی کہیں۔ اسلئے کہ ان کے کلام کی وجہ سے۔ عورت مرد میں۔ باپ بیٹے میں بھائی

لہ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ولید بن المغیرہ کی شان میں آیہ نازل ہوئی ذرنی و من خلقت وحیداً وجعلت لہ مالاً ممدوداً و بنین شہوداً و مھّدت لہ تمھیداً ثم یطمع ان ازید کلا انہ کان لآیٰتنا عنیداً ۱۲ منہ

بھائی ہیں۔ اشخاص اور اُس کے اقربا میں تفریق اور جدائی ہوگئی ہے۔ اور اس قدر اختلافات پیدا ہوگئے ہیں۔ اور یہی سحر کا اثر ہوتا ہے۔

الغرض سب اسی امر پر متفق ہو کر اُٹھے۔ اور جب قبائل جمع ہوئے تو ایک ایک شخص کو حضور کے خلاف بھڑکایا۔ اور آپ کے پاس جانے سے ڈرایا۔ جب یہ قبائل منتشر ہوئے تو تمام عرب میں مخالفانہ جذبات پھیل گئے۔ اور سارے قبائل میں رسول اللہ کی دعوتِ نبوّت۔ اور بنی ہاشم کی حمایت کا ذکر ہونے لگا۔ خواجہ ابو طالب کو اندیشہ ہوا کہ کہیں قبائل ہر طرف سے بنی ہاشم پر حملہ نہ کر دیں۔ اُنھوں نے اُس وقت ایک طویل قصیدہ میں مکہ کے ایک ایک متبرک مقام کا نام لیکر اشراف قوم کو اپنی حمایت پر مستعد کیا ہے۔ اور بڑے استقلال کے ساتھ سب کو متنبہ کر دیا ہے کہ جو ہو جائے کسی حال میں یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم محمد کو دشمنوں کے سپرد کر دیں۔ اُسی قصیدہ میں یہ اشعار ہیں

کذبتم وبیت اللہ نترك مكة ونظعن الا امركم فی بلابل
کذبتم وبیت اللہ نبزی محمدًا ولما نطاعن دونه ونناضل
ونسلمه حتی نصرع حوله ونذهل عن ابنائنا والحلائل

اور اُسی میں ہے۔

وابیض یستسقی الغمام بوجه ثمال الیتامیٰ عصمة للارامل

قریش کے اس اشتعال اور شرارت کا نتیجہ یہ تو نہ نکلا کہ قبائل عرب بنی ہاشم کے خلاف مکہ پر حملہ کر دیں۔ بلکہ نتیجہ یہ نکلا کہ اہل مدینہ کو یہود سے سُنکر یہ انتظار تھا کہ کسی نبی کا ظہور جلد ہونے والا ہے جب اُن کو یہ خبر ملی تو یقین ہو گیا کہ یہ وہی نبی ہیں۔ اور وہاں سے آکر اُنھوں نے عقبہ میں بیعت کی اور مسلمان ہوئے۔

لہ جن لوگوں نے آیات خداوندی کو جادو شعر کہانت وغیرہ کہا ان کے بارہ میں نازل ہوا الذین جعلوا القرآن عضین فوربك لنسئلنهم اجمعین عما کانوا یعملون ۱۲ منہ

حضرت حمزہؓ کا اسلام

یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اُس زمانہ میں رسول اللہ زیادہ تر دار ارقم میں رہا کرتے تھے۔ ایک روز کوہ صفا کے پاس سے ابو جہل جا رہا تھا۔ اُس نے رسول اللہ کو دیکھا۔ تو آپ کی شان میں اُسنے گستاخی کی۔ نا ملائم الفاظ کہے۔ اور اسلام کو بُرا بھلا کہا۔ رسول اللہ ساکت سُنتے رہے اُس کا کچھ جواب نہ دیا۔ اِس کے بعد وہ بھی چلا گیا اور رسول اللہ بھی تشریف لے گئے۔ لیکن بنی جدعان کی ایک عورت جس کا مکان وہیں پر تھا یہ سب سُن رہی تھی اور دیکھ رہی تھی۔ اسکے بعد اُسی طرف سے حضرت حمزہؓ گزرے۔ حضرت حمزہؓ شکار کے بڑے شائق تھے اور قریش میں اُن کی عزت بھی بہت تھی۔ اُس عورت نے اُن سے بیان کیا کہ تمہارے بھتیجے سے ابو جہل نے آج یہ برتاؤ کیا اور وہ بالکل ساکت رہے۔ اُن کو یہ سُنکر بڑا غصّہ ہوا اُسی وقت ابو جہل کی تلاش میں چلے۔ دار الندوہ میں آئے دیکھا کہ مسجد میں کچھ لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے اُس کے قریب گئے اور اپنی کمان اُٹھا کر زور سے اُس کے سر پر ماری اور کہا کہ تو محمد کو گالی دیتا ہے اور جانتا نہیں کہ میں بھی اُنھیں کے دین پر ہوں جو وہ کہتے ہیں وہی میں بھی کہتا ہوں اگر طاقت ہے تو میرا رد کر۔ بنی مخزوم اُٹھے کہ ابو جہل کی حمایت کریں لیکن ابو جہل نے روک دیا۔ اور کہا ابو عمارہ کو کچھ نہ کہو واقعی میں نے آج اُنکے بھتیجے کو بُری گالیاں دی ہیں مگر اِس قصّہ کے بعد حضرت حمزہ واقعی اسلام پر ثابت قدم ہو گئے کفار پر اس کا بہت اثر پڑا کیونکہ یہ ایک دلیر اور شہ زور جوان تھے اُنھوں نے دیکھا کہ یہ اب رسول اللہ کی حمایت کریں گے۔ اور اسی وجہ سے اُن کے اسلام کے بعد کفار کی بہت سی شرارتیں کم ہو گئیں واللہ اعلم حضرت حمزہ بعثت کے دو برس بعد مسلمان ہوئے۔

عتبہ کا حضور کے پاس آنا

جب قریش نے دیکھا کہ قبائل کے اشتعال سے بھی کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اور حمزہؓ بن عبد المطلب

علانیہ مسلمان ہو جانے سے اِسلام کو بہت تقویت پہنچ گئی ہے تو وہ بہت پریشان ہوئے
ایک روز جناب رسول اللہ تنہا مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور قریش دار الندوہ میں جمع تھے۔
ابوالولید عتبہ بن ربیعہ قریش کا ایک معزز سردار تھا اُس نے کہا کہ اے قریش میں جاتا ہوں اور
محمد کے آگے چند امور پیش کرتا ہوں۔ اگر اُن میں سے کسی بات کو وہ قبول کر لیں تو ہم لوگ پورا
کر دینگے اور اس تردد سے نجات پائینگے۔ سب نے کہا کہ ہاں اے ابوالولید ضرور جاؤ اور گفتگو کرو۔
وہ رسول اللہ کے پاس آکر بیٹھا اور کہا کہ اے ابن عم ہماری جماعت میں جو تمہارا مرتبہ ہے اور شرافت
نسبی میں جو تمہارا درجہ ہے وہ ظاہر ہے۔ اِس میں کسی شخص کو کلام نہیں ہو سکتا لیکن تم نے ایک
امر عظیم پیش کیا ہے جس کی وجہ سے تم نے خود اپنی جماعت میں تفرقہ ڈالدیا۔ اُن کے عقائد کو بُرا
کہا۔ اُن کے معبود اور اُن کے دین میں عیب لگایا۔ اُن کے آبا و اجداد جو مر چکے ہیں اُن کی تکفیر کی۔
اِس لئے میں آیا ہوں آپ میری بات توجہ سے سُنیں چند امور میں پیش کرتا ہوں۔ اُن میں سے کوئی
بات آپ قبول کر سکیں تو فساد رُک جائیگا۔ رسول اللہ نے کہا کہ ہاں میں سُنتا ہوں فرمایئے
عتبہ نے کہا۔

اس دعوئ نبوت سے آپ کی غرض اگر مال جمع کرنا ہے تو ہم سب ملکر اتنا مال آپکے واسطے
جمع کر دینگے کہ آپ ہم سب سے زیادہ دولتمند ہو جائینگے۔ اور اگر آپ کی غرض شرف و سیادت ہو
تو ہم سب آپ کی سیادت تسلیم کرینگے اور آپ کی مرضی کے خلاف کوئی شخص کوئی کام نہیں کریگا
اور اگر آپ کی غرض بادشاہت کرنا ہے تو ہم تیار ہیں کہ آپ کو اپنا حاکم مقرر کر لیں لیکن اگر
اِن میں سے کسی چیز کی آپ کو خواہش نہ ہو بلکہ یہ باتیں دماغ کی خرابی اور جنون کی وجہ سے
ہوں اور اُس کا علاج ہم لوگوں کے اختیار میں نہ ہو تو ہم مستعد ہیں کہ سب لوگ ملکر مال جمع
کریں اور کسی کامل طبیب سے آپ کا علاج کرائیں تاکہ آپ کو صحت ہو جائے بعض وقت
بیماریاں اِس قسم کی ہوتی ہیں جو سمجھ میں نہیں آتیں دوا کرنے سے صحت ہو جاتی ہے حضور نے
عتبہ کی پوری تقریر کو نہایت سکوت اور تحمل سے سُنا جب وہ فارغ ہوا تو حضور نے فرمایا کہ

جو کچھ آپ کو کہنا تھا کہہ چکے اب سُنئے۔ عتبہ نے کہا کہ ہاں فرمایئے مَیں سُنتا ہوں حضور نے فرمایا۔
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمٓ تنزیلٌ من الرحمٰن الرحیم کتابٌ فصّلت اٰیاتہ قراٰنًا عربیا لقومٍ یعلمونٌ بشیرًا ونذیرًا فاعرض عنھم اکثرھم فھم لا یسمعون وقالوا قلوبنا فی اکنّۃ مما تدعونا الیہ ط

حضور پڑھ رہے تھے اور عتبہ محویت کے عالم میں اپنے دونوں ہاتھوں کو پشت کی جانب ٹیک کر متحیر سُن رہا تھا جب حضور نے آیۃ سجدہ پڑھی تو سجدہ میں چلے گئے۔ بعد اُسکے سجدہ سے سرِ مُبارک اٹھا کر فرمایا کہ اے عتبہ تم نے سُن لیا؟ اب غور کرو کہ ہمیں اور تمہیں کیا کرنا چاہیئے۔

عتبہ وہاں سے اُسی کیفیت میں اُٹھکر کفار کے پاس گیا۔ اُنھوں نے پوچھا کہ کہو کیا حال ہے عتبہ نے کہا کیا حال پوچھتے ہو میں نے ایک کلام سُنا ہے اور ایسا کلام کہ اللہ کی قسم اِس سے پہلے کبھی نہ سُنا تھا۔ نہ تو وہ شعر ہے۔ نہ سحر ہے۔ نہ کہانت ہے۔ اے قریش اِس شخص کے پیچھے نہ پڑو۔ یہ کلام اثر کیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ تم چھوڑ دو اگر یہ شخص غالب آیا تو اس کا غلبہ تمہارا غلبہ ہے۔ اور اسکی عزت تمہاری عزت ہے۔ اور اگر مغلوب ہوا تو تمہارا مقصد حاصل ہوا۔ تمہاری مداخلت کی ضرورت نہیں ہے۔ قریش نے کہا کہ اے ابوالولید خدا کی قسم اس شخص نے اپنے کلام سے تجھ کو مسحور کر دیا ہے عتبہ نے کہا کہ خیر میں نے اپنی رائے بیان کر دی ہے۔ اب تم کو اختیار ہے جو دل چاہے کرو۔

کفار کا حضور کے پاس اجتماع

اِس قصّہ کے بعد پھر ایک روز غروبِ آفتاب کے قریب کعبہ کے پاس بڑے بڑے کفار قریش جمع ہوئے جن میں یہ لوگ بھی تھے عتبہ بن ربیعہ۔ شیبہ بن ربیعہ۔ ابوسفیان بن حرب۔ نضر بن الحرث۔ ابوالبختری۔ اسود بن المطلب بن اسد۔ زمعہ بن الاسود۔ ولید بن المغیرہ۔ ابوجہل بن ہشام۔ عبداللہ بن ابی امیّہ۔ عاص بن وائل۔ بنیّہ بن الحجاج۔ امیّہ بن الخلف وغیرہ سبھوں نے مشورہ کیا کہ آج محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو بلا کر فیصلہ کر لو۔ حضور کے پاس آدمی گیا آپ

تشریف لائے۔ کفار نے وہی باتیں پیش کیں جو پہلے ابوالولید عقبہ بن ربیعہ نے پیش کی تھیں حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ پاک نے مجھے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے اور اپنی کتاب بھیجی ہے۔ میرا کام یہ ہے کہ بُرائی سے تم کو ڈراؤں اور بھلائی کی نصیحت کروں۔ میرا کام صرف احکام الٰہی کا تم کو پہنچا دینا ہے اگر تم نے قبول کر لیا تو دُنیا و آخرت میں تمہارا ہی فائدہ ہے۔ اور اگر نہ قبول کیا تو صبر کرونگا حتےٰ کہ اللہ پاک ہمارا تمہارا فیصلہ کرے۔ نہ تو اس تبلیغ کے لیئے تم سے مال چاہتا ہوں نہ شرف و بزرگی کا آرزومند ہوں۔ نہ ہمیں تمہاری بادشاہت کی تمنا ہے۔ میرا جو کچھ فرض ہے وہ بجا لاتا ہوں۔ اوکما قال

کفار قریش نے کہا کہ خیر اگر تم میری یہ باتیں قبول نہیں کرتے تو ایک کام کرو تم جانتے ہو کہ ہمارا شہر کسقدر تنگ ہے اور معیشت کی ہم لوگوں کو کیسی کمی ہے جس خدا نے تم کو رسول بنا کر بھیجا ہے اُس سے سوال کرو کہ اطراف شہر کے پہاڑوں کو یہاں سے ہٹا دے تاکہ ہمارا شہر وسیع ہو جائے۔ اور شام و عراق کی طرح اس میں نہریں جاری کر دے۔ اور ہم میں بعض گزشتہ لوگوں کو بھیجے جس میں قصی بن کلاب ضرور رہوں۔ تاکہ ہم اُن سے دریافت کریں کہ تمہاری باتیں حق ہیں یا نہیں اگر انھوں نے تمہاری تصدیق کر دی اور تمہاری دعا کی وجہ سے خدا نے یہ کر دیا جو میں نے سوال کیا ہے تو ہم لوگ تمہاری تصدیق کرینگے اور ہمیں یہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ خدا کے نزدیک تمہارا بڑا درجہ ہے۔

حضورؐ نے فرمایا کہ یہ میرا کام نہیں ہے میں جس لیئے بھیجا گیا ہوں وہ میں نے تم کو پہنچا دیا ہے اگر قبول کرو تو دین و دُنیا میں تمہارا ہی فائدہ ہے۔ نہ قبول کرو تو صبر کروں گا حتیٰ کہ اللہ پاک ہمارا تمہارا فیصلہ کرے۔

کفار قریش نے کہا کہ اچھا اگر تم میرے لیئے دعا نہیں کرتے تو کم از کم یہ دعا کرو کہ تمہارا خدا تم کو بڑے بڑے باغات اور بڑا بڑا محل دے۔ سونا اور چاندی کا بہت سا خزانہ دیکر تم کو بڑا دولتمند بنا دے تاکہ ہم تمہاری فضیلت سے واقف ہوں ابھی تو تم میری طرح بازاروں میں

جاتے ہو۔ میری طرح معاش کی تلاش کرتے ہو۔ پھر ہم کیسے سمجھ لیں کہ تم اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ہو جیسا کہ تمہارا دعویٰ ہے۔

حضور نے فرمایا کہ نہ میں اِس قسم کی دعا کروں گا نہ اِس لیے بھیجا گیا ہوں میں بشیر و نذیر بنا کر بھیجا گیا ہوں مانو تو تمہارا فائدہ ہے نہ مانو تو صبر کرونگا حتیٰ کہ اللہ پاک ہمارا تمہارا فیصلہ کرے

الغرض کفار ہر طرف سے اِسی قسم کے بیہودہ سوالات کرتے رہے اور آپ صبر کے ساتھ سُنتے رہے جب اُن کے ایمان کی جانب سے مایوسی ہوئی تو اٹھکر چلے آئے۔

آپکے اُٹھ آنے کے بعد ابوجہل نے آپ کے قتل کا مشورہ کیا۔ اور کہا کہ اگر بنی عبد مناف حمایت کریں تو اِس کی پرواہ نہ کیجائے۔ سارے کفار اس پر متفق ہوئے مگر اللہ پاک نے اُن کے ارادوں سے آپ کو محفوظ رکھا۔

کفار کا یہود سے مشورہ

جب کفار کو اپنے لغو اعتراضات اور مہمل سوالات کی حقیقت معلوم ہوئی تو اُنہوں نے نضر بن الحرث اور عقبہ بن ابی مُعیط کو مدینہ بھیجا تاکہ احبار یہود سے رسول اللہ کے دعاوی اور حالات کا تذکرہ کرکے اُن سے دریافت کریں کہ اس دعوی کی صداقت کے متعلق کیا سوالات کئے جائیں۔ احبار یہود نے اُن کو اصحاب کہف۔ ذوالقرنین۔ اور حقیقت روح کے متعلق کچھ سوالات بتائے۔ یہ لوگ جب وہاں سے لوٹ کر آئے تو ایک بڑا مجمع کرکے حضور سے اُنہوں نے وہ سوالات کیئے جس کے جواب میں بالتفصیل قرآن پاک کی آیتیں نازل[1] ہوئیں۔ اِس سے پہلے بھی جو جو سوالات کفار نے کیئے تھے تقریبًا سب کا جواب قرآن پاک میں نازل[2] ہوا۔ اور نہایت مؤثر طریقہ سے ان

---

[1] یہ سب سورۂ کہف میں ہے جو اسی کے بعد نازل ہوئی ۱۲ منہ

[2] سیرت به الجبال وقطعت به الارض وکلم به الموتی بل للہ الامر جمیعا اور یہ آیۃ ما لهذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق لولا انزل الیہ ملک فیکون

سوالات کی نوعیت بتادی گئی

استہزار کا مشورہ

جتنے قصوں کا ذکر ہوا تقریباً سب کی طرف قرآن پاک میں اشارات موجود ہیں۔ اسیطرح حضور پر یا احکام قرآنی پر یا طلب معجزات کے متعلق کفار کے جتنے شبہات یا اعتراضات تھے۔ جو حضور کے سامنے پیش ہوئے یا جنکے متعلق کفار آپس میں مشورہ کرتے تھے سب کا مختصر مگر تشفی بخش جواب قرآن میں موجود ہے اور قریش چونکہ مخاطب تھے ان اشارات اور جوابات کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ یہ جوابات ایسے دلکش طریقہ سے دیئے گئے ہیں جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ بہتوں کا رجحان اسلام کی صداقت کی طرف بڑھ گیا۔

اب بھی اگر آپ ایک طرف کفار کے ان اعتراضات اور مطالبات کو پیش نظر رکھیئے اور دوسری طرف اُن آیات کو جو اُن مواقع میں نازل ہوئیں تو خود بخود یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر کفار کیا چاہتے تھے کیا اُن کی غرض یہ تھی کہ وہ ایسے شخص کو نبی نہیں مانتے جو راضی بقضاء الٰہی ہو بلکہ ایسے شخص کو نبی تسلیم کرینگے جو مرضی مولیٰ کو اپنا تابع بنائے۔ کیا اُن کی غرض یہ تھی کہ ہم ایسے شخص کو رسول تسلیم نہیں کرتے جس کے دل میں دنیا کی لالچ نہ ہو اور جس کا دل خشیّت الٰہی سے معمور ہو بلکہ ایسے شخص کو رسول قبول کرینگے جو بڑا دولتمند ہو اور خدا سے بھی سونا اور چاندی طلب کرنے کا خواہشمند ہو۔ ان سوالات سے کفار کے جن قلبی جذبات کا اظہار ہوتا تھا اُس کے انکشاف کے بعد ضرور تھا کہ اُن کو اپنے سوالات کی حماقت پر ندامت ہوئی ہو۔ اور یہ چیز اُن کے لئے جتنی تکلیف دہ ہو سکتی تھی اُس کا سمجھنا کچھ زیادہ مشکل نہیں ہے۔

بقیہ صفحہ ۳۹

معہ نذیراً او یلقی الیہ کنز او تکون لہ جنۃ یاکل منہا الآیہ اور وما ارسلنا قبلک من المرسلین الا انّھم لیاکلون الطعام ویمشون فی الاسواق الآیہ اور قالوا لن نؤمن لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعاً الی قولہ تعالیٰ ھل کنت الابشراً رسولا وغیرہ آیات میں اِن اقوال کی طرف اشارہ ہے ۱۲ منہ

اِس لئے اُنہوں نے مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ کوئی شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے گفتگو یا تقریر نہ کرے۔ سوال و جواب نہ کرے۔ قرآن پاک نہ سُنے۔ کیونکہ اگر مناظرہ اور مباحثہ کیا گیا تو ایک روز یقیناً محمدؐ غالب آئیں گے۔ اب صرف الگ رہ کر ہر شخص اُن کا اور کتاب اللہ کا استہزا کرے۔

قرآن پاک کی کشش

کفار نے استہزا کرنے کا مشورہ متفقہ طے کیا۔ اور اُس پر اُنہوں نے عمل بھی شروع کر دیا تاہم حالت یہ تھی کہ شدید ترین کافر بھی قرآن پاک کی کشش سے مجبور تھا۔ حضور کا قاعدہ تھا کہ شب کے وقت نماز میں قرآن پاک بالجہر پڑھا کرتے تھے۔ نماز کے علاوہ بھی قرآن پاک پڑھتے تھے آپ کی آواز میں نہ بہت زیادہ جہر ہوتا تھا نہ بالکل خفی ایسا پڑھتے تھے کہ مکان کے باہر کا آدمی بھی سن سکتا تھا۔ کفار کی حالت یہ تھی کہ مکان کے قریب کہیں پر چھپکر بیٹھتے تھے اور سُنتے رہتے تھے۔ خصوصاً تہجد کے بعد بعض دفعہ کفار صبح تک بیٹھے رہ جاتے تھے۔ اس سے اُن کے قلوب پر کیسا اثر پڑتا تھا حسب ذیل قصہ سے اچھی طرح سمجھ میں آجائے گا۔

ایک شب میں ابوسفیان بن حرب۔ ابوجہل بن ہشام اور اخنس بن شریق تینوں گئے اور ایک کی دوسرے کو خبر نہ تھی۔ صبح ہوگئی تو تینوں اپنی اپنی جگہ سے نکل کر چلے تو راستہ میں ملاقات ہوگئی۔ چونکہ یہ فعل طے شدہ مشورہ کے خلاف تھا تینوں نے کہا کہ یہ ہم لوگوں نے غلطی کی اب کبھی نہ آنا چاہیئے۔ دوسری شب کو نہ رہا گیا تینوں گئے اور ہر ایک نے سمجھا کہ اور تو کوئی آج آیا نہ ہوگا۔ مگر جب اپنی جگہوں سے نکلے تو پھر راستہ میں تینوں کی ملاقات ہوئی اور تینوں اپنی حرکت پر نادم ہوئے اور پھر وعدہ کیا کہ اب کوئی ہرگز نہ آئے۔ مگر تیسری شب میں خیال ہوا کہ کل پختہ وعدہ ہوگیا ہے آج تو یقیناً کوئی نہ آئے گا اِس لئے پھر اپنے اپنے طور پر تینوں گئے۔ اور اُس روز اپنی حرکتوں پر سبھوں نے حیرت کی اور پختہ معاہدہ کیا۔ مگر صبح سویرے اخنس بن شریق اُٹھکر ابوسفیان کے پاس گیا اور پوچھا کہ اچھا بتاؤ جو کچھ تم نے محمد سے رات سُنا اُس کے متعلق تمہاری

کیا رائے ہے ابوسفیان نے کہا کہ یہ کلام بہت ہی ارفع ہے کچھ تو سمجھا۔ اور کچھ ایسی باتیں ہیں جہاں ہماری عقل نہیں پہنچ سکتی اُس کے معنی اور مفاہیم ہماری سمجھ سے بہت ارفع واعلیٰ ہیں۔ اخنس نے کہا کہ واقعی یہی رائے میری بھی ہے۔ اس کے بعد اخنس وہاں سے ابوجہل کے پاس گیا اور یہی سوال کیا۔ ابوجہل نے کہا کہ سُنا کیا بات یہ ہے کہ ہم سے اور بنو عبد مناف سے مقابلہ تھا۔ ہم دونوں تو مقابل سوار کے مثل تھے۔ کھانے کھلانے میں۔ حمل ونقل میں عطاوبخشش میں ہم دونوں برابر رہے! اب وہ کہتے ہیں کہ ہم میں نبی ہے جس کے پاس وحی آتی ہے اب اِس کا کیا علاج ہے ہم تو خدا کی قسم کبھی محمد کی تصدیق نہ کرینگے نہ اُن پر ایمان لائینگے۔ اِس قصہ کی طرف بھی قرآن پاک میں اشارات موجود ہیں۔

ابتلاءِ صحابہ

حضور کی حفاظت خداوند کریم کی طرف سے تھی۔ رعب رسالت تھا جس نے کفّار کو حضور کی جانب دست درازی سے روک دیا تھا۔ پھر خواجہ ابوطالب کی حمایت اور بنی ہاشم کی طرفداری تھی اُس کا بھی کفار پر بظاہر بڑا اثر تھا اور وہ حضور کو کچھ نہ کہہ سکتے تھے لیکن صحابہ کرام بڑے سخت مصائب میں مبتلا تھے اِس لئے حضور نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اُنکو اجازت دیدی۔

حبشہ کی طرف پہلی ہجرت

اسلام خدا کے فضل سے برابر پھیلتا جاتا تھا۔ کفّار کی تمام کوششیں بے نتیجہ ہو رہی تھیں اِس غصّہ میں اُنہوں نے اصحاب رسول اللہ کے ساتھ اور بھی زیادہ سختیاں شروع کیں۔ خبر ملی کہ ولید بن الولید سلمہ بن ہشام۔ اور عیاش بن ابی ربیعہ کو بنی مخزوم قتل کرنا چاہتے ہیں خواجہ ابوطالب اُن کو اپنی حمایت میں لے نہیں سکتے تھے۔ صحابہ کے لئے حالت بہت

نازک ہوگئی تو حضور نے مسلمانوں سے کہا کہ جس کا دل چاہے وہ حبشہ چلا جائے۔ وہاں جو بادشاہ ہے وہ انسان پر ظلم نہیں کرتا اس لیئے حضور کے ارشاد کے موافق بارہ مرد اور چار عورتوں نے پہلے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ اُن حضرات کے اسماء یہ ہیں۔

عثمان بن عفان۔ اُن کی زوجہ رقیہ بنت رسول اللہ۔ ابو حذیفہ بن عتبہ۔ اُن کی زوجہ سہلہ بنت سہیل۔ الزبیر بن العوام۔ مصعب بن عمیر۔ عبد الرحمٰن بن عوف۔ ابو سلمہ بن عبد الاسد مخزومی۔ اُن کی زوجہ ام سلمہ۔ عثمان بن مظعون۔ عامر بن ربیعہ۔ اُن کی زوجہ لیلیٰ بنت ابی خیثمہ ابو سبرہ بن ابی رُہم۔ سہیل بن بیضا اور غالباً ابو حاطب بن عمرو۔ عبد اللہ بن مسعود ابن ہشام نے دس مرد اور چار عورت لکھا ہے واللہ اعلم بعض لکھتے ہیں کہ مصعب بن عمیر اُن میں نہ تھے بعض لکھتے ہیں کہ ابو حاطب نہ تھے۔ ہجرت اولی کی فہرست میں عبد اللہ بن مسعود کو بھی نہیں لکھتے لیکن ہجرت اولی کے بعد جو لوگ حبشہ سے لوٹ کر آئے اُن میں سبھوں نے عبد اللہ بن مسعود کا نام لکھا ہے۔

مراجعت و ہجرت ثانیہ

یہ لوگ حبشہ میں بہت آرام سے تھے مگر وہاں خبر ملی کہ قریش مسلمان ہوگئے ہیں اور اب مکہ میں کوئی اندیشہ نہیں ہے اس لیئے یہ لوگ وہاں سے چلے آئے۔ یہاں آنے کے بعد معلوم ہوا کہ خبر غلط تھی اور قریش کی عداوت پہلے سے بھی زیادہ ہے۔ اس خبر نے ان حضرات کو متردد کیا آخر بعض تو وہیں سے پھر حبشہ لوٹ گئے اور بعض کسی کی جوار میں ہو کر مکہ میں داخل ہوئے لیکن یہاں یہ حالت تھی کہ کسی مسلمان کو اطمینان نہ تھا ہر وقت مصائب سے پریشان تھے اسلیئے حضور نے دوبارہ حبشہ جانے کے لئے مسلمانوں کو مشورہ دیا۔ چنانچہ پہلے حضرت جعفر ابن ابی طالب روانہ ہوئے اور اُس کے بعد دوسرے مسلمان یکے بعد دیگرے روانہ ہوئے بعض اپنے اہل و عیال کے ساتھ اور بعض تنہا گئے سارے مسلمان جنہوں نے

حبشہ کی طرف ہجرت کی اور وہاں مجتمع ہوئے اُن کی تعداد تراسی تھی اگر حضرت عمار بن یاسر کو بھی شمار کیا جائے مگر ان کا جانا مشتبہ ہے۔ اس تعداد میں وہ لڑکے داخل نہیں ہیں جو اُنکے ساتھ گئے تھے اور نہ وہ جو حبشہ میں پیدا ہوئے۔

کفّار کا حبشہ آدمی بھیجنا

کفار کو خبر ملی کہ مسلمان حبشہ میں اب بہت اطمینان سے ہیں اور ان کو وہاں ہر طرح کی عافیت ہے تو اُنہوں نے مشورہ کیا کہ کسی طرح حبشہ سے مسلمانوں کو نکلوانا چاہیئے اور پھر مکہ میں لانا چاہیئے۔ تاکہ تکلیف دیکر اُن کو پھر اپنے دین پر لایا جاسکے۔ چنانچہ اُنہوں نے اس کام کے لیئے دو آدمیوں کو منتخب کیا۔ عبداللہ بن ابی ربیعہ۔ اور عمرو بن العاص۔ یہ دونوں اپنے ساتھ قریش کا بہت سا تحفہ لیکر حبشہ گئے پہلے نجاشی کے سرداروں سے ملے اُن کو تحفے دیئے اور کہا کہ مکہ سے کچھ غلام اور کچھ ادنے درجہ کے لوگ بھاگ کر آپ کے یہاں چلے آئے ہیں۔ اُن لوگوں نے اپنے اجداد کے مذہب کو چھوڑ دیا ہے اور آپ کا دین بھی قبول نہیں کیا ہے۔ شرفاء مکہ نے جب اُن کو اس حرکت پر سزا دی تو وہ آپ کے ملک میں بھاگ آئے ہیں ہمکو شرفاء مکہ نے بھیجا ہے کہ آپ ہمارے آدمیوں کو ہمارے پاس واپس کردیں تو بہتر ہے۔ آپ لوگ اس ملک کے سردار ہیں مہربانی فرماکر نجاشی کے پاس میری سفارش کردیں تاکہ ہم اس مقصد میں کامیاب ہوں۔ اُنہوں نے اُن سے وعدہ کیا۔ پھر ان دونوں نے نجاشی کے سامنے قریش کے ہدیئے پیش کیئے اور اُس سے بھی یہی کہا اور کہا کہ ان میں جو غلام نہیں ہیں اُن کے باپ دادا موجود ہیں اس لیئے وہی لوگ اُن کی نگرانی کے زیادہ مستحق ہیں نجاشی کے سرداروں نے بھی اُس کی تائید کی لیکن نجاشی نے کہا کہ یہ نہیں ہوسکتا اُن لوگوں نے میری پناہ لی ہے اس لیئے ہم اُن کو حوالہ نہیں کرسکتے۔ ہاں ہم ان لوگونکو بلاتے ہیں دیکھو وہ کیا کہتے ہیں۔

جب اصحاب رسول اللہ آئے تو نجاشی نے کہا کہ تمہاری یہ کیا حالت ہے کہ تم نے اپنے آبار کے مذہب کو چھوڑ دیا اور دنیا کے کسی مذہب میں داخل بھی نہ ہوئے اور نیا راستہ اختیار کیا۔
مسلمانوں کی طرف سے حضرت جعفر ابن ابی طالب نے جواب دیا۔ فرمایا کہ اے بادشاہ ہم لوگ بتوں کو پوجتے تھے۔ مردے کھاتے تھے ہر طرح کے فواحش میں مبتلا تھے۔ قطع رحم کرتے تھے جوار کی پرواہ نہیں کرتے تھے ہم میں سے قوی ضعیف کو کھا جاتا تھا۔ ہماری یہی حالت تھی کہ اللہ پاک نے ہم میں ایک نبی بھیجا اس کے خاندان اور نسب اس کی امانت اور صداقت اس کے عفت اور تقویٰ سے ہم سب لوگ واقف ہیں اس نے ہم کو خدا کی توحید کی طرف دعوت دی۔ اس نے صرف خدائے واحد کی عبادت کا حکم دیا۔ اس نے تاکید کی کہ خدائے واحد کے علاوہ تمام پتھر وغیرہ کے بتوں کی پرستش ہم ترک کر دیں۔ اس نے ہمیں بتایا کہ صداقت امانت صلہ رحم۔ اور حسن جوار کو شعار بنائیں اور حرام کاموں سے۔ خونریزی۔ فواحشات جھوٹی گواہی سے۔ یتیم کے مال سے اور پاک دامن عورتوں کو تہمت لگانے سے باز آئیں۔ انہوں نے ہم کو خدا کی عبادت کا طریقہ بتایا۔ نماز روزہ۔ زکوٰۃ کی تعلیم دی۔ اے بادشاہ ہم نے ان کی باتوں کو قبول کیا۔ خدا کو واحد جانا۔ بتوں کی پرستش ترک کی حلال کو حلال سمجھا حرام کو حرام سمجھا اس لئے ہماری قوم ہماری دشمن ہو گئی اور ہم پر طرح طرح کے عذاب کئے وہ چاہتے ہیں کہ ہم خدا کی عبادت کے بجائے پھر بتوں کو پوجیں۔ مردے اور خبائث جو پہلے کھاتے تھے ویسی ہی کھائیں۔ اے بادشاہ جب ہم پر دنیا تنگ ہو گئی اور اپنے دین پر قائم رہنا مشکل ہو گیا تو اب آپ کے ملک میں آکر پناہ لیا ہے۔
نجاشی نے کہا کہ جو کلام خدا کی طرف سے تمہارا نبی لایا ہے اس میں کا کچھ تمہارے پاس ہے حضرت جعفر نے کہا کہ ہاں ہے۔ کہا کہ اچھا ہمیں سناؤ۔ حضرت جعفر نے کھیعص کی ابتدائی آیتیں پڑھیں۔ نجاشی اور اس کے ساتھی بہت روئے ان کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں اس کے بعد سب لوگ وہاں سے باہر آئے اور اندازہ معلوم ہوا کہ نجاشی ہرگز مسلمانوں کو

کفّار کے سپرد نہ کرے گا۔ لیکن عمرو بن العاص نے کہا کہ دیکھو کل ہم ان کا رنگ بدلتے ہیں۔ دوسرے روز یہ لوگ پھر نجاشی کے پاس گئے اور کہا کہ یہ لوگ حضرت عیسٰی کی شان میں بھی گستاخی کرتے ہیں کہتے ہیں کہ وہ خدا کے ایک بندے تھے نجاشی نے پھر صحابہ کو بلوایا پوچھا کہ تم حضرت عیسٰی کے حق میں کیا کہتے ہو حضرت جعفر نے کہا کہ ہم وہی کہتے ہیں جو ہمارے نبی پر اُن کے شان میں نازل ہوا یعنی ہو عبد اللہ ورسولہ وروحہ کلمتہٗ القاھا الی مریم العذراء البتول[1]۔ نجاشی نے کہا کہ خدا کی قسم عیسٰی ابن مریم اِس کے سوا کچھ نہیں ہیں۔ اُس کے سردار کچھ بگڑے مگر نجاشی نے اُن کو ڈانٹ دیا۔

نجاشی نے کفار قریش کے تحفے بھی واپس کر دیئے اور یہ لوگ خائب وخاسر مکہ واپس آ گئے۔

فائدہ۔ اُس وقت نماز دو وقت کی فرض تھی ضحیٰ اور عصر لیکن صوم۔ اور زکوٰۃ اسوقت فرض نہ تھا بلکہ وہ بہت پیچھے ہجرت کے بعد مدینہ میں فرض ہوا۔ مگر حضرت جعفر کی اِس تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ صوم نافلہ اور زکوٰۃ نافلہ کی تعلیم حضور اُس وقت بھی دیتے تھے۔ واللہ اعلم

اسلام عمر بن الخطاب

جن ایّام میں عبد اللہ ابن ابی ربیعہ اور عمرو بن العاص حبشہ گئے ہوئے تھے انہیں ایّام میں حضرت عمر بن الخطاب مسلمان ہوئے۔ واقعہ یہ ہوا کہ یہ تلوار لیکر چلے کہ آج دار ارقم میں جاکر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کروں راستہ میں بنی عدی بن کعب کے ایک شخص نعیم بن عبد اللہ النحام جو پہلے مسلمان ہو چکے تھے ملے۔ اُنھوں نے کہا کہ پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو۔ فاطمہ بنت الخطاب[2] اور سعید بن زید دونوں مسلمان ہو چکے ہیں۔ یہ غصّہ میں وہاں سے لوٹ کر سعید ابن زید کے یہاں گئے اُن کو غصّہ میں پکڑا حضرت فاطمہ چھڑانے کے لئے بڑھیں اُن کو ایک ضرب لگی کہ سر پھٹ گیا اور خون بہنے لگا مگر دونوں نے استقلال سے کہا کہ ہاں ہم ایمان لا چکے ہیں۔ تمہارا جو دل چاہے کرو۔ اس پر یہ کچھ نرم ہوئے

[1] یعنی وہ خدا کے بندے ہیں اس کے رسول ہیں۔ اُس کی روح ہیں۔ اور اس کے کلمہ ہیں جس کو خدا نے کنواری اور پاک مریم کیطرف ڈالدیا

[2] فاطمہ حضرت عمر کی بہن اور سعید بہنوئی ہیں ۱۲ منہ

قرآن پاک پڑھوا کر سنا تو پھر کیفیت ہی بدل گئی۔ اُسی وقت مستعد ہوئے کہ مسلمان ہو جائیں چنانچہ دارارقم میں جاکر مشرف باسلام ہوئے حضور نے اُن کو سینہ سے لپٹا لیا اور مسلمانوں نے خوشی میں اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ جب میرے والد عمر مسلمان ہوئے تو دریافت کیا کہ قریش میں کون شخص ہے جو باتوں کو جلد مشہور کرنے کا شائق ہے لوگوں نے بتایا کہ جمیل بن معمر الجمحی۔ حضرت عمر صبح کے وقت نکلے تو میں بھی ساتھ ہولیا وہ جمیل کے پاس آئے تو کہا کہ اے جمیل کیا انکو یہ معلوم ہوا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور محمد کے دین میں داخل ہو گیا ہوں۔ اتنا سُنتے ہی جمیل اٹھا اور اپنی چادر کو کھینچتا ہوا اپکا پیچھے پیچھے حضرت عمر بھی گئے جب وہ مسجد کے دروازہ پر پہنچا تو وہیں سے چلایا کہ اے قریش خبردار ہو جاؤ عمر صابی ہو گیا حضرت عمر نے کہا جھوٹا ہے میں مسلمان ہو گیا ہوں اور میں نے شہادت دیا ہے اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَنَّ محمداً عبدُہٗ و رسولہٗ۔ یہ سُننا تھا کہ کفار دوڑ پڑے اور تلوار چلنے لگی حتی کہ آفتاب سر پر آگیا۔ اتنے میں قریش کا ایک شیخ اچھا لباس پہنے ہوئے آیا پوچھا یہ تمہاری کیا حالت ہے کفار نے کہا کہ عمر صابی ہو گیا ہے۔ اس نے کہا ہٹ جاؤ ایک شخص نے اپنے لئے جو چاہا اختیار کیا تمہارا کیا مطلب ہے۔ کیا تمہارا گمان ہے کہ بنی عدی بن کعب تمہارے لئے اپنے آدمیوں کو یونہیں چھوڑ دیں گے۔ یہ سنکر سب ٹھنڈے ہو گئے۔

عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ ہجرت کے بعد میں نے والد سے دریافت کیا کہ یہ کون شخص تھے جن سے قریش اس طرح دب گئے تھے تو حضرت عمر نے فرمایا کہ عاص بن وائل تھے۔

حضرت عمر کا اسلام اسلام کی ایک فتح تھی کفار میں تہلکہ مچ گیا اور مسلمانوں کو فرحت و سرور حاصل ہوا۔ یہ جس وقت مسلمان ہوئے تو دارارقم میں اُس وقت کم و بیش چالیس آدمی موجود تھے آپ نے اُسی وقت فرمایا کہ یا رسول اللہ بُتوں کا پُوجا تو کفّار علانیہ کریں اور ہم خدائے بزرگ و برتر کی عبادت چھُپکر کریں یہ نہیں ہو سکتا۔ خدا کی عبادت علانیہ ہونی چاہئے

اُن کے اسلام کے بعد مسلمان علانیہ مسجد میں نماز ادا کرنے لگے اور جو چھپے ہوئے تھے اُن سب نے اپنا اسلام ظاہر کر دیا اور اب حضرت امیر حمزہ اور حضرت عمر بن الخطاب دو شخص تھے جو کفار کے مقابلہ میں مسلمانوں کے معین و محافظ تھے۔

کفّار کا تحریری معاہدہ

حبشہ سے عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو بن العاص خائب و خاسر لوٹ کر مکہ آئے اور قریش کو معلوم ہوا کہ وہاں مسلمان نہایت عافیت سے ہیں اور اُن کی ترکیب وہاں ایک نہ چلی۔ مکہ میں حضرت عمر مسلمان ہو گئے جس سے یہاں بھی مسلمانوں کو بڑی تقویت ہو گئی اور اب وہ علانیہ مسجد میں نماز بھی اپنے طریقہ سے پڑھنے لگے تو کفار میں بڑی بے چینی پیدا ہوئی آخر سب ایک مجلس میں جمع ہوئے اور یہ طے پایا کہ تمام قبیلے معاہدہ کریں کہ بنی ہاشم اور بنی المطلب سے تعلقات منقطع کر لیے جائیں۔ چنانچہ منصور بن عکرمہ یا نضر بن الحارث نے ایک کاغذ میں معاہدہ کا مضمون لکھا اور سب نے اُس پر دستخط کیا۔ معاہدہ کا مضمون یہ تھا۔ کہ بنی ہاشم اور بنی المطلب کی لڑکیوں سے نہ کوئی عقد کرے نہ اُن کو اپنی لڑکیاں دے۔ نہ اُن سے کوئی چیز خریدی جائے نہ اُن کے ہاتھ کوئی چیز بیچی جائے۔

جب یہ معاہدہ مکمل ہو گیا تو کفار نے زیادہ توثیق کے لئے اُس کو جوف کعبہ سے لٹکا دیا۔ بنی المطلب اور بنی ہاشم خواجہ ابو طالب کے پاس جمع ہوئے وہ اُن لوگوں کو اور رسول اللہ کو لیکر شعب ابو طالب میں چلے گئے۔ اس شعب میں بنی ہاشم دو یا تین ۳ برس رہے۔ اُن کو کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں مل سکتی تھی الا یہ کہ پوشیدہ۔ مثلاً ایک دفعہ حکیم بن حزام بن خویلد جو حضرت خدیجہ کے بھتیجے تھے غلام کے ساتھ کھانا لئے جا رہے تھے ابو جہل نے دیکھ لیا روکا ابو البختری آ گیا پوچھا کیوں اُس کو روکا ہے ابو جہل نے کہا یہ خلاف معاہدہ شعب میں کھانا لے جاتا ہے اِسے قریش میں ذلیل کروں گا۔ ابو البختری نے کہا وہ اپنا کھانا اپنی پھوپھی کے لئے لے جاتا ہے تو

کون روکنے والا ہے ابوجہل نہ مانا آخر ابوالبختری نے ابوجہل کو بہت پیٹا۔

اسی شعب میں حضرت عبداللہ بن عباس پیدا ہوئے جو بنی عباس کے جداعلیٰ ہیں۔

اُس وقت گو بنی ہاشم بڑی تکلیف میں تھے مگر رسول اللہ بے خوف ظاہر اور پوشیدہ دن اور رات تبلیغ کا کام خدا کے حکم سے انجام دے رہے تھے۔ کفار روکنے سے ڈرتے تھے اس لیئے کہ اب بنی ہاشم ہر وقت مستعد اور مجتمع تھے اور حضرت امیر حمزہ آپ کے ساتھ تھے۔ البتہ چھیڑ اور شرارت واستہزا کرتے تھے۔ خصوصاً امیہ بن خلف۔ اخنس بن شریق۔ نضر بن الحرث۔ ابولہب۔ عبداللہ بن الزبعری السہمی وغیرہ ان سب کے شان میں قرآن پاک کی آیتیں نازل ہوئیں اور اُن کے استہزا کا ناصحانہ جواب دیا گیا۔ ولید بن مغیرہ نے کہا کہ خدا کا کلام محمد پر آتا ہے حالانکہ ہم مکہ میں سب سے بڑے ہیں اور طائف میں ابومسعود عمرو بن عمیر الثقفی سب سے بڑے ہیں چاہیئے کہ ان دو قریوں کے دو بڑوں میں سے کسی کے پاس آتا۔ چنانچہ آیہ نازل ہوئی ولا انزل هذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم الآیہ۔

نزول قل یا ایہا الکافرون

ایک دفعہ حضور طواف کر رہے تھے اسود بن المطلب بن اسد۔ ولید بن المغیرہ۔ امیہ بن خلف عاص بن وائل قریش کے بڑے بڑے معمر آپ کے پاس آئے۔ اور کہا کہ اے محمدؐ ہم لوگ ایک امر پر فیصلہ کریں وہ یہ کہ جو عبادت تمہاری ہے وہ ہم لوگ بھی کریں اور جو عبادت ہم لوگ کی ہے وہ تم بھی کرو۔ جس عبادت میں بہتری ہو گی اس سے سب کو فائدہ پہنچے گا اُسی پر قل یا ایہا الکفرون کی سورہ نازل ہوئی یعنی تمہارے دین سے ہمیں غرض نہیں ہم تو جس کی عبادت کرتے ہیں اُسی کی کریں گے۔

معاہدہ کا خاتمہ اور بنی ہاشم کا باہر آنا

قریش نے جو معاہدہ لکھکر جوف کعبہ میں لٹکایا تھا اور جس کی وجہ سے دو یا تین برس تک

بنی ہاشم شعب ابی طالب میں مبتلا مصیبت و آلام رہے۔ آخر اس معاہدہ کا خاتمہ کرنے کے لئے قریش کے چند اشخاص مستعد ہوئے صورت یہ ہوئی کہ سب سے پہلے ہشام بن عمرو بن ربیعہ جو اپنے قبیلہ میں باعزت شخص تھے زہیر بن ابی امیہ کے پاس آئے۔ زہیر کی ماں عاتکہ بنت عبدالمطلب تھیں ہشام نے کہا کہ اے زہیر کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ تم کھاؤ پیو شادی بیاہ کرو اور تمہارے ماموں اِن سب باتوں سے محروم ہوں میں حلفیہ بیان کرسکتا ہوں کہ اگر ابوالحکم بن ہشام (یعنی ابوجہل) کے ماموں کی یہ حالت ہوتی اور ایسے معاہدہ کی طرف اس کو بلاتے تو وہ کبھی نہ آتا۔ زہیر نے کہا کہ میں تنہا کیا کروں اگر ایک شخص بھی اور ہوتا تو میں معاہدہ توڑ دیتا ہشام نے کہا میں ہوں۔ کہا کہ اچھا تو کسی اور کو بھی ملانا چاہیئے۔ ہشام نے پھر مطعم بن عدی کو بھی مستعد کیا پھر ابی البختری بن ہشام اور زمعہ بن الاسود بن المطلب بن اسد بھی اس پر راضی ہوئے سبھوں نے ایک جگہ جمع ہو کر مشورہ کیا۔ اور زہیر نے کہا کہ دارالندوہ میں پہلے میں اِس گفتگو کو چھیڑونگا۔ صبح کو سب جمع ہوئے زہیر نے آکر پہلے سات طواف کیا پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اے اہل مکہ کیا یہی مناسب ہے کہ ہملوگ مزے سے کھاتے پیتے رہیں اور بنی ہاشم ہلاک ہوں اور ہر چیز کے لئے ترستے رہیں میں تو جب تک اس ظالم صحیفہ کو ٹکڑہ ٹکڑہ نہ کر لوں بیٹھونگا نہیں۔ ایک طرف ابوجہل بیٹھا ہوا تھا وہیں سے بولا تو جھوٹا ہے صحیفہ نہیں پھاڑا جاسکتا۔ زمعہ بن الاسود نے کہا تو اکذب ہے ہم لوگ کبھی اُس کی تحریر پر راضی نہیں ہوئے۔ ابوالبختری نے کہا زمعہ ٹھیک کہتا ہے نہ ہم کبھی اُس کے مضمون سے راضی ہوئے نہ اَب ہم کو اس کا اقرار ہے۔ اسیطرح مطعم بن عدی اور ہشام بن عمر نے بھی کہا۔ ابوجہل نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ پہلے مشورہ ہو چکا ہے۔ ایک طرف خواجہ ابوطالب آکر بیٹھے ہوئے تھے اُنہوں نے کہا کہ محمدؐ کہتے ہیں کہ صحیفہ کو کیڑوں نے کھالیا ہے اور صرف جہاں خدا کا نام ہے چھوڑ دیا ہے اگر یہ صحیح ہے تو پھر اس معاہدہ کو قطع کرو اور اگر غلط ہے تو میں محمد کو تمہارے سپرد کردوں گا۔ آخر مطعم بن عدی صحیفہ کو اُتار لائے اور دیکھا کہ سب کو کیڑوں نے کھالیا ہے صرف وہ جگہ باقی ہے جہاں جہاں خدا کا نام ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ منصور بن عکرمہ جو اُس صحیفہ کا کاتب تھا اُس کا ہاتھ شل ہوگیا۔ واللہ اعلم

جب حضور شعب سے باہر آئے تو آپ کی عمر انچاس سال کی تھی گویا بعثت سے نویں سال کے آخر میں یا دسویں سال کے ابتدا میں آپ شعب سے باہر نکلے۔

حضرت طفیل دوسی کا اسلام

انہیں ایام میں جب حضور شعب سے باہر آئے حضرت طفیل دوسی خدمت میں حاضر ہوکر مسلمان ہوئے۔ حضرت طفیل قبیلہ دوس کے مشہور شاعر تھے۔ خود فرماتے ہیں کہ مَیں مکہ آیا تو قریش نے مجھ کو رسول اللہ کے سحر سے بہت ڈرایا۔ کہا کہ اُن کی باتیں جادو ہیں جس نے سُن لیا اختیار سے باہر ہوگیا میں اتنا ڈرا کہ کان میں کرسف ڈالکر مسجد گیا تا کہ آپ کی آواز نہ سُن سکوں۔ آخر صبح کے وقت رسول اللہ نے آکر نماز پڑھی اور اُس میں قرآن پاک پڑھا کلام اچھا معلوم ہوا۔ میں نے دل میں کہا کہ یہ کیا حماقت ہے میں ایک لبیب شاعر ہوں۔ کلام کے حسن و قبح کو سمجھ سکتا ہوں پھر کیا مضائقہ ہے اگر میں ان کا کلام سنوں۔ بہتر ہو تو قبول کروں۔ قبیح ہو تو رد کروں۔ چنانچہ مَیں آپ کے شامل چلا جب گھر پہنچے تو مَیں نے حضور سے کہا۔ کہ آپ کی قوم نے مجھے اِس طرح کہا لیکن خدا کو منظور تھا کہ میں آپ کا کلام سنوں۔ چنانچہ مَیں نے کچھ سُنا اور اب مجھ کو آپ کے کلام کو سننے کی خواہش ہے پیش کیجئے حضور نے اِسلام پیش کیا اور وہ مسلمان ہوگئے۔ اور بڑے ثابت قدم مسلمان ہوئے۔

قصّہ اراشی

اسی زمانہ میں ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا۔ ایک اراشی کچھ چیزیں بیچنے کو لایا۔ ابوجہل نے اُس سے چیزیں لیں اور دام نہ دیا۔ بیچارہ غریب پریشان دارالندوہ میں آیا۔ اور کہا کہ یامعشر قریش کیا آپ میں کوئی ایسا ہے جو ابوالحکم بن ہشام سے میرا حق دلوادے۔ مَیں ایک غریب مسافر

ہوں میرا حق اُس نے دبا لیا ہے۔ رسول اللہ اُس وقت مسجد میں بیٹھے تھے۔ قریش نے مذاقاً رسول اللہ کی طرف اشارہ کیا کہ وہ دلوا دینگے۔ وہ جانتے تھے کہ رسول اللہ سے ابوجہل کو کیسی دشمنی ہے۔ صرف رسول اللہ کو دق کرنا مقصود تھا بیچارہ ناواقف اراشی خدمت میں گیا اور اپنا حال بیان کیا اور کہا کہ قریش کہتے ہیں کہ آپ ہی تو دلوا سکتے ہیں رسول اللہ اُٹھے کہ چلو۔ قریش کو حیرت ہوئی۔ اپنے ایک آدمی کو بھیجا کہ دیکھو کیا ہوتا ہے۔ رسول اللہ نے جاکر دروازہ پر دستک دی۔ ابوجہل باہر آیا حضور نے کہا کہ اس کا حق دیدو۔ ابوجہل کے چہرہ پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں وہ فوراً گیا اور جو کچھ اراشی کا حق تھا لاکر دیدیا۔ جب قریش کے آدمی نے آکر حال بیان کیا تو سب متحیر ہوگئے۔ ابوجہل بھی جلد آگیا اُس سے حال دریافت کیا تو اُس نے بیان کیا کہ دستک کی آواز ہی سُنکر ہم پر غیر معمولی رُعب طاری ہوا جب آپ کے چہرہ پر نظر پڑی تو معلوم ہوا کہ ایک نر اُونٹ میرے کھانے کو مُنہ کھولے ہوئے ہے مجھ میں ہمّت نہ رہی کہ چون وچرا کر سکوں۔

رُکانہ سے مُصارعت

انہیں ایّام میں رُکانہ بن عبد یزید بن ہاشم بن المطلب بن عبد مناف سے مصارعۃ کا قصہ پیش آیا۔ رُکانہ قریش میں سب سے بڑا پہلوان تھا۔ ایک روز وہ اور رسول اللہ کسی شعب میں تنہا جمع ہوگئے۔ حضور نے فرمایا کہ رُکانہ تو خدا سے نہیں ڈرتا اور ایمان نہیں لاتا۔ اُس نے کہا حق ظاہر ہو تو ایمان لاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا تو تو بڑا پہلوان ہے اگر مَیں کشتی میں تجھے زیر کروں تو ایمان لائے گا۔ اُس نے کہا ہاں ضرور۔ اس پر آپ اس سے کشتی لڑے جب آپ نے اُس کو زور سے پکڑا تو اُس سے کچھ بن نہ سکا اور آپ نے زیر کیا۔ اُس کو تعجب ہوا کہنے لگا کہ دوبارہ لڑو آپ نے دوسرے بار بھی اُس کو زیر کیا حیرت سے کہنے لگا یہ تو عجیب بات ہے تم نے مجھے گرادیا۔ تمام قریش میں اُس نے مشہور کیا کہ محمدؐ بڑے جادوگر ہیں مگر ایمان نہ لایا۔

نجران کے نصاریٰ

حضور تنہا مسجد میں تھے۔ اور کفار دار الندوہ میں جمع تھے۔ کہ بیس سوار عیسائی نجران کے یا حبشہ کے علیٰ اختلاف الروایۃ خدمت میں حاضر ہوئے۔ اُنھوں نے حضور سے کچھ سوالات کیے آپ نے جوابات دیئے۔ فراغت کے بعد آپ نے اسلام کی دعوت دی اور قرآن پاک کی آیتیں پڑھیں۔ وہ ان آیات کو سنکر روئے۔ دعوت قبول کی اور مسلمان ہوگئے۔ اس کے بعد حضور سے رخصت لیکر روانہ ہوئے۔ تو ابوجہل اور چند قریش اُن کے پاس آئے اور کہا کہ تم لوگ عجیب نالائق ہو۔ اپنے ساتھ اور لوگوں کو بھی دین سے برگشتہ کر دگے۔ میں نے ایسے احمق سوار نہیں دیکھے تم نے اتنی جلدی کیا تحقیق کر لیا۔ اگر اطمینان سے بیٹھے بھی نہیں کہ اپنے دین سے برگشتہ ہوگئے۔ اُنھوں نے کہا سلامٌ علیکم لا نجاھلکم لنا ما نحن علیہ ولکم ما انتم علیہ اس وفد کا قرآن پاک میں ذکر ہے۔

آپ کے پڑوسی وہم جوار

رسول اللہ کے پڑوسی خصوصاً آپ کو سخت تکلیفیں پہنچاتے تھے اور بہت دق کیا کرتے تھے ابو لہب۔ حکم بن ابی العاص۔ عقبہ بن ابی معیط۔ عدی بن حمرا الثقفی۔ اصدا الہذلی وغیرہ نے بہت دق کیا۔ اور یہ سب کے سب کافر مرے سوائے ایک حکم[1] بن ابی العاص کے کہ وہ مسلمان ہوگئے تھے۔ یہ سب حضور کے مکان میں اوجھڑیاں چھیچھڑے پلیدیاں پھینک دیا کرتے تھے خصوصاً جب آپ نماز پڑھتے تو یہ لوگ ایسی شرارتیں زیادہ کرتے تھے آپ صبر کرتے ایک حجرہ ٹھیک کر لیا تھا اُسی میں چھپکر نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ اور ان پلیدیوں کو لکڑی سے اٹھا کر باہر پھینک دیا کرتے تھے۔

عام الحُزن

خواجہ ابوطالب بیمار ہوئے جب حالت زیادہ خراب ہوئی۔ تو عتبہ۔ شیبہ۔ ابوجہل۔ امیّہ بن خلف

[1] حکم ابن ابی العاص حضرت عثمان بن عفان کا چچا ہے انہیں کا لڑکا مروان بن الحکم ہے ۱۲ منہ

ابوسفیان وغیرہ کفار آئے۔ اور کہا کہ اے ابو طالب آپ کی حالت نازک ہوگئی ہے اور ہلوگوں ع اور آپ کے بھتیجے سے جو کچھ اختلاف ہے اُس سے آپ واقف ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ آپ اُن کو بلائے اور ہم سے اور اُن سے عہد لیجئے کہ ہم اُن کی عداوت سے باز آئیں اور وہ میری عداوت سے باز آئیں وہ ہمکو اور ہمارے دین کو بُرا کہنا چھوڑ دیں۔ ہم اُن کو اور اُن کے دین کو بُرا کہنا چھوڑ دیں۔

خواجہ ابو طالب نے رسول اللہ کو بلوایا اور کہا کہ اے عزیز یہ شرفار قوم تم سے معاہدہ کرنا چاہتو ہیں۔ خود بھی کچھ وعدہ کرنا چاہتے ہیں اور تم سے بھی کچھ وعدہ لینا چاہتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ چچا ہم صرف ایک بات اُن سے چاہتے ہیں۔ ابو جہل نے کہا دسؔ بات پر ہم راضی ہیں۔ آپنے فرمایا کہ تم لوگ اقرار کرو کہ لا الہ الا اللہ اور خدا کے سوا جس چیز کی عبادت کرتے ہو اُس سے باز آؤ۔ سبھوں نے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور کہا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم) تمہاری باتیں بھی عجیب ہیں۔ کیا چاہتے ہو کہ ہم سارے معبودوں کو چھوڑ کر صرف ایک کے ہوجائیں۔ اُس کے بعد وہ آپس میں بولے کہ یہ تمہارے منشار کے موافق کسی بات پر راضی نہ ہوں گے۔ اس قضیہ کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔

کفار تو چلے گئے لیکن اُس کے بعد حضور نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح خواجہ ابو طالب ایسی حالت میں بُت پرستی سے تائب ہو کر مسلمان ہوجاتے لیکن انہوں نے نہ مانا اور آخر شعب سے باہر آنے کے بعد آٹھویں مہینہ اُن کا انتقال ہوگیا۔

خواجہ ابو طالب کا انتقال رسول اللہ کے لئے صدمۂ عظیم تھا۔ یہ جس طرح بچپن سے آپ کے خبرگیراں رہے جسطرح ہمیشہ آپ کی حمایت کرتے رہے جس طرح آپ کے دشمنوں کے مقابلہ میں سینہ سپر رہے۔ وہ ایسی باتیں نہ تھیں جس کو حضور بھول سکتے تھے۔

خواجہ ابو طالب کے تین دن کے بعد یا پانچ دن بعد یا کچھ زیادہ دنوں بعد مگر بہر حال اسی سال حضرت خدیجہ کا انتقال ہوگیا۔ مکہ میں ابو طالب کے بعد کوئی دوسرا شخص جس سے آپ کو امداد ملی وہ حضرت خدیجہ تھیں جس وقت آپ بظاہر بالکل کس مپرسی کے عالم میں تھے اُس وقت صرف حضرت خدیجہ کی مالی امداد آپ کے ساتھ تھی جس وقت آپ کا دنیا میں کوئی

صادق مُبشر نہ تھا اُس وقت حضرت خدیجہ آپ کو مشورہ دیتی تھیں اور بہترین مشورہ جو وقت
آپ سخت پریشان اور دل شکستہ ہو جاتے تھے اُس وقت حضرت خدیجہ ہی آپکی تسلی و تشفی کرتی تھیں
مُشیر، مونس محبوب جو کچھ تھیں یہ تھیں۔ خواجہ ابو طالب کے بعد ہی ان کا انتقال جیسا حزن
وملال کا باعث ہو سکتا ہے ظاہر ہے اِس لئے اُس سال کا نام خود حضور نے عام الحزن رکھا۔

طائف کا سفر

خواجہ ابو طالب کے انتقال کے بعد کفار نے حضور کے ساتھ زیادہ گستاخیاں شروع کر دیں
اور اُن کی شرارتیں بہت بڑھ گئیں۔ حتیٰ کہ بعض دفعہ راستہ میں آپ کے سر پر ان بدمعاشوں نے
مٹی ڈال دی جس سے سر مُبارک اور محاسن شریف گرد آلود ہو گیا۔ قریش کے بعد دوسرا زبردست
قبیلہ بنی ثقیف کا طائف میں تھا۔ آپ نے خیال کیا کہ شاید یہ لوگ خدا کی طرف رجوع کریں اور
خدا کے دین کی حمایت کریں۔ اِس لئے آپ نے شوال کی ۲٦ یا ۲۷ تاریخ کو بعث کے دسویں
سال زید بن حارثہ کو ساتھ لیکر طائف کا سفر کیا۔ طائف میں بنی ثقیف کے تین شخص بہت معزز
تھے۔ عبد یالیل مسعود اور حبیب یہ تینوں بھائی تھے اور عمرو بن عمیر بن عوف کے لڑکے تھے اور
اُن میں سے ایک کے پاس قریش کے قبیلہ بنی جمح کی عورت بھی تھی۔ آپ ان تینوں سے ملے اور
خدا کی طرف اور خدا کے دین کی حمایت کی طرف اُن کو دعوت بھی دی مگر اُن لوگوں نے قبول
نہ کیا اور نہایت بے رُخی اور بداخلاقی سے پیش آئے بلکہ اُنھوں نے اپنے غلاموں اور لونڈوں کو
آپ کے پیچھے لگا دیا۔ وہ آپ کے پیچھے چلانے اور شور مچانے لگے۔ راستہ میں اسوجہ سے آپ کے پیچھے
مجمع ہو گیا۔ راستہ میں قریش کے دو بھائی عتبہ اور شیبہ کا باغ تھا آپ مجبور ہو کر اُس باغ میں چلے
گئے تب یہ مجمع منتشر ہوا۔
اُس مجمع نے آپ پر اینٹیں بھی پھینکی تھی جس سے آپ کی پنڈلیاں زخمی ہو گئیں اور اُس سے
خون بہا۔ اِس باغ میں عتبہ کا غلام عداس[1] نصرانی تھا وہ مسلمان ہوا۔ اور آپ کے سر مبارک اور

[1] عداس نصرانی کا ذکر بالفاظ مختلفہ ابن اسحاق موسیٰ بن عقبہ واقدی ابن عائذ وغیرہم کرتے ہیں۔ یہ نینوی کے
رہنے والے تھے جو موصل کے قریب ہے ۱۲ منہ

ہاتھ کو بوسہ دیا عتبہ نے پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا۔ عداس نے کہا کہ اس وقت دنیا میں اُن سے افضل کوئی شخص نہیں ہے تم اُن کی فضیلت سے واقف نہیں ہو یہ خدا کے نبی ہیں۔

اس کے بعد ایک روز نہایت مضطربانہ دعا آپ نے خدا کے سامنے کی خدا نے ملک الجبال کو آپ کی خدمت میں بھیجا کہ حکم دیجئے تو ابھی اخشبین کو جو مکہ کے دو پہاڑ ہیں ٹکرا دوں کہ سارے کفار پس کر رہ جائیں آپ نے فرمایا کہ نہیں شاید ان کے اصلاب سے موحّد پیدا ہوں جو خدا کی عبادت کریں۔

وہاں سے واپس ہوتے ہوئے جب آپ نخلہ میں پہنچے تو وہاں ٹھہر گئے رات کی تاریکی میں جب آپ نماز پڑھ رہے تھے تو نصیبین کے سات جن خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے اور انہوں نے اپنی قوم میں اسلام پھیلایا جن کا قرآن پاک میں تذکرہ ہے قل اوحی الیّ انہ استمع نفر من الجن الخ اور واذ صرفنا الیک نفراً من الجن یستمعون القرآن الآیہ اس کے بعد آپ مطعم بن عدی کے جوار میں مکہ آئے مطعم نے مع اپنی اولاد کے مسلح ہو کر آپ کی حفاظت کی حتی کہ آپ مسجد میں نماز پڑھ کر اپنے گھر آئے۔

لیلۃ المعراج

جب آپ کی عمر اکاون برس نو مہینہ کی ہوئی تو معراج ہوا۔ زمزم اور مقام ابراہیم کے درمیان سے آپ براق پر حضرت جبریل کے ساتھ پہلے بیت المقدس گئے اور پھر وہاں سے تقرب الٰہی کے انتہائی منازل میں بلائے گئے جہاں ملائکہ مقربین بھی نہیں جا سکتے اور اسی رات میں پانچ وقت کی نماز فرض ہوئی۔ امام زہری روایت کرتے ہیں کہ معراج ہجرت سے ایک برس پہلے ہوا۔ ابن عبدالبر وغیرہ کہتے ہیں کہ ایک برس دو مہینہ پہلے ہوا بعض روایت ہے کہ حضرت اُمّ ہانی کے مکان سے معراج ہوا واللہ اعلم

صبح کے وقت جب آپ نے اس کا ذکر کیا تو کفار نے بڑی شدت سے تکذیب کی جو انہیں

بیت المقدس سے واقف تھے اُنہوں نے امتحاناً سوالات کیے آپ نے ٹھیک ٹھیک بتایا راستہ میں قریش کے اونٹ اور قافلے تھے آپ نے بتایا کہ فلاں وقت پہنچے گا اور ٹھیک اُسی وقت پہنچا مگر اُن کی تکذیب کم نہ ہوئی بعض لوگ حضرت صدیق کے پاس گئے اور اُن سے کہا کہ تمہارے یہ رسول تو کہتے ہیں کہ وہ رات کو بیت المقدس سے ہو آئے جہاں قافلہ ایک مہینہ میں جاتا ہے اور ایک مہینہ میں آتا ہے۔ صدیق نے فرمایا کہ اگر وہ واقعی کہتے ہیں تو مَیں اُنکی تصدیق کرتا ہوں مَیں تو اُن کے اِس سے بھی بڑے بات کی تصدیق کرتا ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ آسمان کا فرشتہ میرے پاس وحی لاتا ہے اور مَیں اُس کو قبول کرتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت صدیق حضور کی خدمت میں آئے کہ یارسول اللہ کیا آپ نے ایسا فرمایا ہے حضور نے فرمایا کہ ہاں صدیق نے فرمایا مَیں اِس کی تصدیق کرتا ہوں یارسول اللہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں سچ ہے اسی روز حضرت ابوبکر کو صدیق کا خطاب ملا۔

تبلیغ میں سعی و کوشش

امام زہری فرماتے ہیں کہ حضور بعثت کے بعد تیرہ[۱۳] برس مکہ میں رہے تین برس تک تو تبلیغ مخفی طور پر کرتے رہے لیکن اُس کے بعد جب آپ نے علانیہ تبلیغ شروع کی تو موسم حج کے علاوہ عکاظ[۱]۔ مجنہ[۲]۔ ذی المجاز[۳] جہاں جہاں کفار جمع ہوتے تھے وہاں جاکر آپ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے۔ اور اسلام قبول کرنے میں دین و دنیا کے جو فوائد ہیں اُس سے مطلع کرتے تھے ایام

[۱] ابن اثیر نہایہ میں لکھتے ہیں کہ عکاظ مکہ کے قریب ایک جگہ ہے جہاں ایام جاہلیت میں بازار لگتا تھا اور چند روز وہاں کفار جمع رہتے تھے اور قاموس میں ہے کہ عکاظ بروزن غراب نخلہ اور طائف کے درمیان ایک بازار لگتا تھا ابتدار ذیقعدہ میں[۱] دس روز رہتا تھا قبائل جمع ہوکر تفاخر کرتے تھے اور اشعار پڑھتے تھے۔ مقابلہ ہوتا تھا ۱۲ منہ

[۲] مجنہ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ مجنہ اسفل مکہ میں چند میل پر ایک جگہ ہے جہاں عربوں کا بازار لگتا تھا بعض بکسر میم کہتے ہیں لیکن بفتح اکثر کا قول ہے ۱۲ منہ

[۳] ذوالمجاز بزائے معجمہ قاموس میں ہے کہ عربوں کا ایک بازار تھا عرفہ سے ایک فرسخ پر کبکب کے جانب ۱۲ منہ

حج میں جب قبائل منا میں جمع ہوتے تو آپ ایک ایک کے پاس جاتے اور ترغیب و ترہیب سے اسلام کی طرف رجوع کرنے کی کوشش کرتے۔ بسا اوقات ابولہب آپ کے پیچھے پیچھے جاتا اور لوگوں کو منع کرتا کہ اُن کی نہ سنو اور اُس کی اشتعال سے اکثر وہ لوگ حضور کو ایذائیں پہنچاتے مگر باوجود ان مصائب کے نہ آپ مایوس ہوتے نہ تبلیغ چھوڑتے۔ بلکہ دعا فرماتے کہ خداوندا یہ بے سمجھ ہیں اگر تو چاہے تو یہ راہ راست پر آجائیں۔

جن قبائل میں جا کر آپ نے تبلیغ کی ان کی تعداد بہت ہے جنکے نام معلوم ہیں وہ یہ ہیں بنو عامر بن صعصعہ۔ محارب بن حفصہ۔ فزارہ۔ غسّان۔ مرّہ۔ حنیفہ۔ سلیم۔ عبس۔ بنو النضر۔ بنو البکا۔ کندہ۔ کلب۔ حارث بن کعب۔ عذرہ۔ حضارمہ۔ اِن سب قبائل میں حضور پھرے مگر کوئی ایمان نہ لایا۔

مقدمۂ ہجرت

یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ اُس وقت شام عراق اور ہر جگہ کے یہود و نصاریٰ اس انتظار میں تھے کہ نبی کے ظہور کا یہ وقت ہے۔ مدینہ کے یہود اسی بنا پر انصار سے کہا کرتے تھے کہ جلد نبی کا ظہور ہوگا اُن کے ساتھ ملکر ہم تم پر غالب ہوں گے! اب یہ لوگ جب مکہ حج کے لیے گئے اور سُنا کہ یہاں ایک شخص نے نبوّت کا دعویٰ کیا ہے تو یہ لوگ اسلام کی طرف راغب ہوئے چنانچہ چھ یا آٹھ اشخاص منیٰ کے عقبہ میں جمع ہوئے اور حضور سے قرآن سُنا اسلام کا مطلب سمجھا اور مسلمان ہوئے البراء بن معرور الخزرجی کعبؓ بن مالک ابوالہیثمؓ مالک بن التیہان اسعدؓ بن زرارہ۔ رافعؓ مالک بن العجلان۔ قطبہؓ بن عامر بن حدیدہ۔ عقبہؓ بن عامر بن زید۔ جابرؓ بن عبداللہ۔ واقدی کی روایت ہے کہ ابوامامہ سعد بن زرارہ۔ اور ذکوان بن قیس عقبہ اولیٰ سے بھی پہلے آکر مسلمان ہو چکے تھے بہرکیف جب یہ لوگ لوٹے تو قرآن سیکھ کر گئے اور سب سے پہلے مدینہ کی مسجد بنی زریق میں قرآن پاک پڑھا گیا۔ دوسرے سال مدینہ کے یہ سب مسلمان سوائے

جابر بن عبداللہ کے اور سب آئے اور یہ پانچ اشخاص اور آئے معاذ بن الحرث۔ عوف بن الحرث ذکوان بن عبدالقیس۔ یزید بن ثعلبہ۔ عویمر بن مالک ان بارہ اشخاص نے عقبہ ثانیہ میں پھر بیعت کی اور مسلمان ہوئے۔ جب یہ لوگ جانے لگے تو حضور نے قرآن پاک کی تعلیم کے لئے عمرو بن اُم مکتوم اور مصعب عمیر کو اُن کے ساتھ کر دیا۔

عقبہ ثالثہ

عقبہ ثانیہ کے بعد جب سب لوگ مدینہ گئے تو وہاں حضرت مصعب بن عمیر[1] اُن کی امامت کرتے تھے۔ اُن کے اور عمرو بن[2] ام مکتوم کے ہاتھ پر وہاں بہت آدمی مسلمان ہوئے جن میں اُسید بن حُضیر اور سعد بن معاذ بھی تھے۔ اِن دو حضرات کے اسلام کی وجہ سے سارے کے سارے بنی عبدالاشہل مع زن و مرد مسلمان ہو گئے سوائے ایک عمرو بن ثابت بن وقش کے جو بعد کو غزوہ اُحد کے روز مسلمان ہوئے۔ اسلام مدینہ میں خوب پھیل گیا اور مصعب بن عمیر لوٹ کر مکہ آئے اس سال چونکہ مدینہ میں رسول اللہ کی خوب شہرت ہو گئی تھی۔ حج کے لئے جو قافلہ یہاں سے چلا اُس میں انصار اہل اسلام اور کفار کی بڑی جماعت شریک ہوئی۔ اور مکہ میں آ کر تہتر مرد و عورت نے اس دفعہ حضور کے ہاتھ پر عقبہ میں بیعت کی۔ اور عہد کیا کہ ہم آپ کی اور اسلام کی حفاظت کے لئے اسی طرح اپنی جانیں لڑا دینگے جس طرح اپنے نفس اپنے اہل و عیال اور

[1] مصعب بن عمیر قدیم الاسلام ہیں صاحب ہجرتین ہیں۔ سب سے پہلے مدینہ یہی گئے اور عمرو بن ام مکتوم یہ والدین کے پاس بڑے خوش پوش تھے لیکن انتقال کے بعد اتنا کپڑا نہ تھا کہ سب بدن چھپ سکے غزوہ احد میں شہید ہوئے اِن کا نسب ہے مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار عبدری رضی اللہ عنہ ۱۲ منہ

[2] ابن ام مکتوم اہل مدینہ کہتے ہیں کہ ان کا نام عبداللہ تھا اور اہل عراق کہتے ہیں کہ عمرو نام تھا یہی عند الاکثر ہے ماں کی طرف منسوب ہیں ماں کا نام ام مکتوم عاتکہ بنت عبداللہ بن عنکثہ بعین مہملہ بعدہ نون ساکن بعدہ کاف و مثلثہ اور باپ کا نام قیس بن زائدہ بن الاصم عامری۔ اُن کے باپ قیس حضرت خدیجہ کے ماموں تھے کیونکہ اُن کی ماں فاطمہ قیس کی بہن تھیں۔ یہ آنکھ سے معذور تھے عبس وتولی ان جاءہ الاعمی میں انہیں کا ذکر ہے ۱۲

اپنی عزت کے لئے لڑاتے ہیں۔
اسی رات کو بیعت کے موکّد کرنے کے بعد حضور نے اشاعت اسلام اور تعلیم دین کے لیئے ایئیں بارہ نقیب مقرر کر دیئے۔ ابو امامہ اسعد بن زرارہ۔ سعد ابن الربیع۔ عبداللہ بن رواحہ۔ رافع بن مالک۔ البراء بن معرور۔ عبداللہ بن عمرو بن حزام۔ سعد بن عبادہ۔ منذر بن عمرو۔ عبادہ بن الصامت یہ نو اشخاص قبیلہ خزرج[1] کے اور تین قبیلہ اوس کے۔ اُسید بن حضیر۔ سعد بن خیثمہ رفاعہ بن عبدالمنذر بعض کہتے ہیں کہ رفاعہ نہیں بلکہ ابوالہیثم مالک بن التیہان ان کے علاوہ دو عورتیں ام عمارہ[2] نسیبہ بنت کعب بن عمرو اور اسماء[3] بنت عمرو بن عدی

صحابہ کی ہجرت

جب عقبہ ثالثہ کے بعد مدینہ کے لوگ چلے گئے تو رسول اللہ نے مسلمانوں کو اجازت دیدی کہ وہ مدینہ ہجرت کر جائیں۔ سب سے پہلے حضرت ابو سلمہ مع اپنی بیوی اور بچہ کے روانہ ہوئے ام سلمہ کے قرابت مند مانع ہوئے کہ ہم ام سلمہ کو نہ جانے دینگے۔ ابو سلمہ کے قبیلہ والوں نے لڑکے کو ام سلمہ سے چھین لیا کہ تب اُس لڑکے کو ہم تمہارے پاس نہ جانے دینگے۔ اِس طرح حضرت ام سلمہ اُن کے شوہر اور اُن کا لڑکا تینوں علیحدہ علیحدہ کر دیئے گئے۔ آخر بڑی پریشانی کے بعد ان کا لڑکا ان کو ملا اور وہ ایک سال کے بعد عثمان بن ابی طلحہ کے ساتھ مدینہ جا کر اپنے شوہر سے ملیں حضرت

---

[1] خزرج بفتح خاء معجمہ و سکون زائے معجمہ و فتح رائے مہملہ و جیم ۱۲ منہ

[2] ام عمارہ نسیبہ بنت کعب عبداللہ بن کعب کی بہن زید بن عاصم کی زوجہ تھیں دو لڑکے ہوئے عبداللہ اور حبیب انکے بعد عزیہ بن عمرو سے عقد کیا تو تمیم اور خولہ ہوئے عزیہ بن عمرو کے ساتھ عقبہ میں حاضر ہو کر بیعت کی تھی یہ غزوۂ احد حدیبیہ خیبر اور فتح مکہ میں شریک تھیں۔ احد میں پہلے پانی پلاتی تھیں جب کفار کو غلبہ ہوا تو انہوں نے تلوار لے لی اور لڑیں۔ یہ مسیلمہ کی جنگ میں یمامہ بھی گئی تھیں وہاں اُن کو بارہ زخم لگے تھے اور ہاتھ بھی کٹ گیا تھا۔ یہ بنی نجار کی عورت تھیں ۱۲ منہ

[3] اسماء بنت عمرو بن عدی سلمیہ ہیں معاذ بن جبل کی ماں کنیت ام منیع ہے انہوں نے نسیبہ بنت کعب کے ساتھ عقبہ میں بیعت کی تھی ۱۲ منہ

ابوسلمہ کے بعد مسلمانوں نے مسلسل ہجرت کرنا شروع کردی حتےٰ کہ مکہ میں صرف رسول اللہ حضرت صدیق۔ اور حضرت علی رہ گئے یا وہ مسلمان جن کو کفار نے مقید کردیا اور مجبوراً جا نہ سکے اب حضور خود اپنی ہجرت کے لئے حکم الٰہی کے منتظر رہے اور حضرت صدیق نے کچھ انتظام بھی کرنا شروع کردیا

دارالندوہ کا مشورہ

جب کفار نے دیکھا کہ صحابہ رسول اللہ چلے گئے۔ اپنا مال ومتاع اور اپنے ذراری واطفال کو بھی ساتھ لے گئے۔ اور اوس اور خزرج کے قبیلے جو زبردست اور ذی اثر قبیلے ہیں وہ اُن کے ساتھ ہیں۔ تو اُن کو اب رسول اللہ کی طرف سے سخت خطرہ پیدا ہوا۔ سب کے سب دارالندوہ میں جمع ہوئے۔ اور یہ اُن کا ایسا زبردست اجتماع تھا کہ کوئی اہل الرائے مکہ کا ایسا نہ تھا جو اس مشورہ میں شریک نہ ہوا ہو۔ اِن کا اصلی سردار ابلیس ایک شیخ کبیر کی شکل میں موجود تھا حضور کو قتل کرنیکی مختلف تدبیریں پیش ہوئیں سب کو اُس شیخ کبیر نے ناپسند کیا آخر ابوجہل نے یہ ترکیب پیش کی کہ تمام قبائل سے ایک ایک جوان لیا جائے۔ اور ان سب کو تلوار دیجائے یہ سب ملکر بیک ضرب رسول اللہ کا خاتمہ کردیں۔ اِس طرح ان کا دم بہت سے قبائل میں تقسیم ہوجائیگا اور سارے قبائل کا بنی عبدمناف مقابلہ نہیں کرسکتے۔ بالفرض اگر انہوں نے دیت چاہی تو ہم لوگ دیت ادا کردیں گے۔ بڈھے شیخ نے اِس رائے کو پسند کیا اور یہی رائے طے پائی۔

ہجرت کا حکم اور ہجرت نبوی

حضور کی خدمت میں حضرت جبرئیل تشریف لائے۔ کفار کے مشورہ کی خبردی۔ ہجرت کا حکم ہوا۔ اور فرمایا کہ آج رات کو آپ اپنے بستر پر نہ سوئیں۔ حضور نے ٹھیک دوپہر کے وقت جاکر حضرت صدیق کو ہجرت کی خبر دیدی شب کے وقت کفار دروازہ پر جمع ہوگئے اور گھیر لیا آپنے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے بستر پر سُلادیا۔ خود دروازہ پر آئے اور یہ آیت تلاوت فرمائی

وجعلنا من بین ایدیھم سدًّا ومن خلفھم سدًّا فاغشینٰھم فھم لا یبصرون

اور ایک مٹھی بطحا کی خاک لیکر پھینکی جو تمام کفار کے سروں پر پڑی اور آپ نکلکر چلے گئے کسی کافر نے آپ کو نہ دیکھا۔ حضرت صدیق کے دروازہ سے اُن کے مکان میں گئے اور حضرت صدیق کو شامل لیکر دوسری طرف گھر کی کے راستہ روانہ ہوگئے۔ کفار حضور کے دروازہ پر جمع تھے ایک شخص نے آکر کہا کہ اب کیا کر رہے ہو وہ تو تمہارے سروں پر خاک ڈالکر چلے بھی گئے۔ کفار نے دیکھا تو سبھوں کے سروں پر خاک تھی وہ صاف کرنے لگے۔ حضور روانہ ہوکر غار ثور پر پہنچے اور تین دن تک اُس میں رہے مکڑے نے جالا تن دیا۔ پرندوں نے اُس پر انڈا دیدیا۔ کفار تلاش میں غار کے منہ تک پہنچے مگر خدا نے آپ کو اُن کے شر سے محفوظ رکھا۔ عامر بن فہیرہ تمام دن کفار کے ساتھ رہتے شام کے وقت بکریاں چرانے کے لیئے وہیں لے آتے اور کفار کے تلاش و مشورہ کی سب خبر پہنچاتے۔

عبداللہ ابن اریقط اللیثی کو جو ایک کافر تھے اور راستوں سے خوب واقف تھے راستہ بتانے کے لیئے مقرر کیا تھا۔ وہ تیسرے دن دو اونٹ لیکر آئے حضور۔ حضرت صدیق۔ عامر بن فہیرہ اور عبداللہ بن اریقط یہ چار آدمی روانہ ہوئے۔ کفار نے اعلان کیا تھا کہ جو ان کو گرفتار کرکے لائے اس کو ہر ایک کی دیت انعام ملے گی اس لیئے بہت سے لالچی تلاش میں تھے جب آپ قدید سے آگے جارہے تھے تو بنی مُدلج کے ایک شخص سے سُراقہ بن مالک کو خبر ملی اُس نے گھوڑے پر سوار ہوکر تعاقب کیا۔ قریب پہنچا تو آپ نے دعا کی اُس کے گھوڑے کا دونوں اگلا پیر زمین میں دھس گیا۔ وہ ڈر گیا اور معافی چاہی۔ اور وعدہ کیا کہ اگر نجات پاؤں تو کفار کو تعاقب سے روکوں گا۔ آپ نے دعا فرمائی اور اُس کو نجات ہوئی۔

حضور وہاں سے چلے۔ اُم معبد کے مسکن کے پاس پہنچے تو اُس کی بکریوں کے خشک تھنوں سے دودھ دوہا اتنا دودھ ہوا کہ خود بھی سب لوگ سیراب ہوئے۔ اور اُس کے ظروف بھی دودھ سے بھر گئے۔

مدینہ میں انصار کو خبر مل گئی تھی کہ رسول اللہ مدینہ آرہے ہیں۔ اور مکہ سے روانہ ہو چکے ہیں اس لیے وہ ہر روز حرّہ میں روزانہ صبح کو آکر انتظار کرتے تھے اور جب دھوپ تیز ہوتی تو واپس جاتے تھے۔ اسی طرح بارہ ربیع الاول پیر کے دن دھوپ تیز ہونے کے بعد وہ واپس جانے لگے تو ایک یہودی نے چلا کر کہا کہ وہ آرہے ہیں جن کا تم لوگ روزانہ انتظار کرتے ہو۔ اتنے میں بنی عمرو بن عوف نے زور سے تکبیر کہا۔ ساتھ ہی تمام مسلمانوں نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ ہر طرف فرحت و سرور کا غلغلہ ہو گیا۔ ہر شخص نے استقبال میں عجلت کی اور سب خدمت اقدس میں مؤدب حاضر ہوئے اُسی وقت یہ آیت شریف نازل ہوئی فان اللہ ھو مولاہ وجبریل وصالح المومنین و الملئکۃ بعد ذلک ظہیر۔ وہاں سے آپ قبا میں آئے بنی عمرو بن عوف میں علی الراجح کلثوم[1] بن الہدم کے مکان میں قیام فرمایا چودہ رات قبا میں قیام کیا۔ اور مسجد قبا کی بنیاد رکھی جو دنیا میں نبوت اور بعثت کے بعد پہلی مسجد ہے اور قرآن پاک میں اُس کی تعریف ہے حضور کی ہجرت کے تین روز بعد حضرت علی روانہ ہوئے اور وہ بھی یہیں آکر حضور کے ساتھ کلثوم کے مکان میں ٹھہرے۔

قبا سے جمعہ کے روز آپ روانہ ہوئے۔ اور بنی سالم کی مسجد میں جو بطن وادی میں ہے پہلا پہلا جمعہ آپ نے ادا فرمایا۔ اُس جمعہ میں ایک سو اہل مدینہ آپ کی جماعت میں شریک تھے تباع اُسی روز آپ چلے تمام قبائل جو راستہ میں تھے غایت اشتیاق میں اونٹ کی مہار تھام کر عرض کرتے تھے کہ یا رسول اللہ آپ ہم میں قیام فرمائیں۔ آپ نے فرمایا چھوڑ دو اونٹ مامور من اللہ ہے جس جگہ کا قیام خدا کو منظور ہو گا وہ خود بیٹھ جائے گا چنانچہ جس جگہ اب مسجد نبوی ہے وہ بنی

---

[1] کلثوم بن الہدم بکسر ہا وسکون دال موسیٰ بن عقبہ اور اکثر اہل مغازی کہتے ہیں کہ حضور نے ہجرت کے وقت قبا میں کلثوم کے مکان میں قیام فرمایا بعضوں نے کہا ہے کہ سعد بن خیثمہ کے مکان میں ٹھہرے۔ واقدی کہتے ہیں کہ قیام فرمایا کلثوم کے مکان میں لیکن لوگوں سے ملتے تھے اور گفتگو کرتے تھے ابن خیثمہ کے مکان میں طبری اور ابن قتیبہ کی روایت ہے کہ اصحاب رسول اللہ میں سب سے پہلے مدینہ میں کلثوم بن الہدم نے انتقال کیا اُن کے بعد اسعد بن زرارہ نے انتقال کیا کذا فی الاصابہ۔ واللہ اعلم ۱۲ منہ

نجّار کے دو لڑکے سہل و سُہیل[1] کا مربد تھا۔ اور اُسی کے پاس حضرت ایوب انصاریؓ کا مکان تھا اونٹ اُس مربد میں بیٹھ گیا۔ حضور نے حضرت ایوبؓ کے مکان میں قیام فرمایا اور اُس مربد کو خرید کر مسجد نبوی بنایا۔

بعثت کے تیرہویں سال حضور نے ہجرت کی۔ اُس وقت آپ کی عمر ترپن سال کی تھی۔ ربیع الاوّل کی ابتدا یا صفر کے آخر میں پیر کے دن آپ نے مکہ چھوڑا۔ اور پیر یا جمعہ کے دن بارہ ربیع الاوّل کو آپ قبا پہنچے۔ وہاں چودہ رات قیام فرمایا۔ وہاں سے جمعہ کے روز روانہ ہوئے اور اُسی روز شام کے وقت حضرت ایوب کے مکان میں پہنچے۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ جو فرحت و سرور اور جو انوار و تجلّیات اُس روز مدینہ میں ظاہر ہوئے جس روز حضور تشریف لائے نہ اُس سے پہلے ایسا ظاہر ہوا تھا نہ اُسکے بعد۔

عیال رسول اللہؐ

جب حضور حضرت ایوب کے مکان ہی میں تھے اسی وقت زید بن حارثہؓ اور ابو رافعؓ کو دو اونٹ اور پانچ سو درم دیکر مکہ بھیجا۔ وہ وہاں سے آپ کی دو لڑکیاں حضرت فاطمہؓ اور حضرت ام کلثومؓ کو۔ اور ام المومنین سودہؓ بنت زمعہ کو اور اسامہؓ بن زید اور اُن کی ماں ام ایمن کو مدینہ لے آئے۔ حضرت زینبؓ بنت رسول اللہ ؐ نہ آسکیں اُن کے شوہر ابو العاص ابن الربیع نے نہ آنے دیا۔ انہیں لوگوں کے ساتھ عبد اللہ ابن ابی بکر صدیقؓ حضرت صدّیق کے عیال کو بھی لے آئے۔ اُن میں حضرت عائشہؓ بھی تھیں۔ یہ سب لوگ حارثہ[2] بن النعمانؓ کے گھر ٹھہرے۔

[1] یہ دونوں عمرو نجاری کے یتیم لڑکے تھے۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ معاذ بن عفرا کی پرورش میں تھے اور موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ سعد بن زرارہ کے۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ شاید دونوں کے نگرانی میں ہوں واللہ اعلم ۱۲ منہ

[2] حارثہ بن النعمان بنی نجار سے تھے بدری ہیں اور اُن آٹھ میں سے ہیں جو حنین میں رسول اللہ کے ساتھ مستقل رہے ابن سعد کہتے ہیں کہ معاویہؓ کی خلافت تک زندہ رہے اور اُسی وقت انتقال کیا ۱۲ منہ

قبلہ

حضور نے جب مسجد نبوی بنائی تو اُس کا قبلہ بیت المقدس کی جانب رکھا مسجد میں چھت نہ تھی دروازے تین تھے باب الرحمۃ۔ باب النبی۔ اور ایک دروازہ پیچھے کی جانب مسجد کے مشرق حجرہ بنایا جس میں حضرت عائشہ صدیقہ آکر رہیں۔ اس حجرہ کا مقام وہی ہے جہاں اب مزار شریف ہے۔ حجرہ کی دیوار اینٹ کی تھی اور کھجور کی لکڑی اور شاخوں سے سایہ کر دیا گیا تھا۔ دوسرا حجرہ حضرت سودہ کے لیئے بنا۔ تقریباً ایک سال میں یہ سب تیار ہوا۔ ہجرت کے ایک برس ایک مہینہ بائیس۲۲ دن بعد حضرت فاطمہؓ بنت رسول اللہ کا عقد حضرت علی ابن ابی طالب سے ہوا۔ غالباً اُس وقت مسجد اور حجرہ تیار ہو چکا تھا۔ ہجرت کے سولہ ماہ بعد یعنی غزوۂ بدر سے دو ماہ قبل شعبان یا رجب کے مہینہ مکہ قبلہ ہو گیا جو اسلام کے ملت ابراہیمی ہونے کے زیادہ مناسب ہے۔ واللہ اعلم

مُواخات اور تنظیم

مدینہ میں انصار کے قبائل کے علاوہ یہود بہت تھے۔ یہودیوں کا تین قبیلہ بہت بڑا تھا بنو قینقاع۔ بنو النضیر۔ بنو قریظہ۔ اُس کے علاوہ انصار کے قبائل میں بھی یہود تھے۔ بنی نجّار۔ بنی عبدالاشہل۔ بنی ساعدہ۔ بنی عمرو بن عوف۔ بنی زریق۔ بنی حارثہ۔ بنی ثعلبہ سب میں یہود تھے اور بعض بڑے بڑے نامی احبار تھے۔ ہجرت سے پہلے یہود اور انصار میں ہمیشہ اختلاف رہتا تھا اور وہ اختلاف اُس وقت تک موجود تھا۔ ان قبائل کے آپس میں بھی بڑے بڑے اختلافات تھے۔ مہاجرین یہاں بالکل نووارد تھے اور مسافرانہ حالت میں تھے۔ حضور کو جب ذرا اطمینان ہوا تو آپنے اس طرف توجہ فرمائی۔ ایک روز حضرت انس بن مالک کے مکان میں نوّے مسلمان جمع تھے۔ جن میں نصف مہاجر تھے اور نصف انصار۔ آپ نے دو دو اشخاص کے درمیان مُواخات کرایا جس میں زیادہ یہ صورت تھی کہ ایک مہاجر اور ایک انصاری تھے لیکن ایسا بھی ہوا کہ بعض مہاجر

کا مہاجر سے اور بعض انصاری کا انصاری سے مواخات ہوا ہجرت کے آٹھ مہینہ بعد مواخات ہوا اور یہ مواخات اتنا قوی تھا کہ غزوۂ بدر سے پہلے عقد مواخات کی بنا پر ورثہ جاری ہوتا تھا اور ذوی الارحام کو ورثہ نہیں ملتا تھا لیکن جب آیت نازل ہوئی اولوا الارحام بعضھم اولی ببعض۔ تو ذوی الارحام کو ملنے لگا اور عقد مواخات کا ورثہ موقوف ہوا۔

اسکے بعد ایک بسیط تحریر آپ نے لکھوائی اُس میں صراحۃ سے ظاہر کر دیا گیا کہ اب آئندہ آپس کے تعلقات کیسے ہوں گے مسلم کا غیر مسلم سے۔ یہود کا غیر یہود سے۔ انصار کا مہاجرین سے۔ مہاجرین کا انصار سے۔ ایک قبیلہ کا دوسرے قبیلہ سے برتاؤ کیسا ہوگا۔ اور کس کس کے حقوق کیا ہونگے۔ ابن اسحق نے اس صحیفہ کی پوری عبارت نقل کی ہے اور یہ اُس وقت کے انتظام کے متعلق ایک مکمل دستاویز ہے۔ اس میں یہودیوں کو اپنے مذہب پر رہنے کا پورا اختیار دیا گیا ہو اُنکے جائداد اور اموال سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا ہے فتنہ و فساد کا پورا سدباب کیا گیا ہے مدینہ کے تحفظ کے لئے ملکر کام کرنے کے شرائط واضح کر دیئے گئے ہیں۔

کفار و مشرکین مدینہ

حضور نے مدینہ میں امن اور انتظام کے قیام کا پورا بندوبست کر دیا تھا۔ آپس کے جھگڑے بہت کچھ موقوف ہو چکے تھے صحابہ کو بہت کچھ اطمینان حاصل ہو گیا تھا مگر یہاں ایک فتنہ منافقین کا پیدا ہو گیا کفار مکہ اور کفار و مشرکین مدینہ کے حالات میں بڑا فرق تھا۔ اہل مکہ کی حالت یہ تھی کہ وہ کھلے دشمن تھے اور سخت دشمن۔ مگر جو اُن میں مسلمان ہوتا یا مسلمان نہ ہوتا مگر صرف حمایت کا وعدہ کر لیتا تو اُسکے وعدہ پر پورا اعتماد ہوتا تھا۔ وہ لوگ معاہدہ کے پورے پابند ہوتے تھے۔

لیکن مدینہ میں بڑی جماعت یہود کی تھی اُن میں بہت ایسے تھے جو بظاہر ایمان لائے مگر باوجود اس کے وہ شدید دشمن تھے۔ معاہدہ کرتے تھے مگر کوئی اعتماد نہ تھا کہ وقت پر اُس کو پورا کرینگے جب موقع ملتا وہ فورا معاہدہ کو کالعدم کر دیتے تھے الا ماشاء اللہ۔ یہاں ایک جماعت

منافقین کی پیدا ہوگئی تھی۔ یہ لوگ حضور سے یا مسلمانوں سے ملتے تو اسلام سے پوری محبت ظاہر کرتے لیکن جب علیحدہ ہوتے تو استہزا اور شرارت کرتے۔ سورۂ بقر کا بہت سا حصہ انہیں منافقین کے حالات میں ہے۔ یہ لوگ کبھی حضور کی جانب جھوٹی باتیں منسوب کر دیتے کبھی اسلام کی بعض تعلیم کا غلط مطلب لوگوں کو سمجھاتے کبھی انبیاء سابقین کے تعلیمات میں خلط ملط کر کے مسلمانوں کو غلط مطلب بتاتے۔ مخادعت۔ فریب۔ بدعہدی اُن کی عادت ثانیہ تھی۔ یہ باتیں یہودیوں میں بہت زیادہ تھیں۔ مدینہ کے بُت پرست قبائل کے کچھ لوگوں میں بھی انہیں کی صحبتوں سے یہ باتیں پیدا ہوگئی تھیں۔ منافقین میں خود علانیہ مخالفت کی جرأت نہ تھی لیکن مسلمانوں کو باہم لڑا دینے کی کوشش کرتے تھے مخلص مسلمانوں کی طرف سے حضور کو اور حضور کی جانب سے مسلمانوں کو بدظن کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ دوسرے عرب کے قبائل کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتے تھے۔ یہی سب ان کا کام تھا۔

انہیں منافقین نے غزوۂ بنی المصطلق سے لوٹتے وقت حضرت عائشہ صدیقہ پر تہمت باندھا جس کی تردید میں افک کی آیتیں نازل ہوئیں۔ غزوۂ تبوک سے لوٹتے ہوئے انہیں کم بختوں نے حضور کے شہید کرنے کا مشورہ کیا بلکہ انتظام کیا جس سے خدا نے آپ کو متنبہ کیا۔ انہیں بدنصیبوں نے مسجد ضرار بنا کر مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنی چاہی اور اسلام کے خلاف ایک مرکز قائم کرنا چاہا لیکن غزوۂ تبوک سے لوٹنے کے بعد اُن کی نیتوں سے خدا نے آپ کو مطلع کر دیا۔

اِن منافقین کے ناموں سے خدا نے آپ کو مطلع کر دیا تھا صرف شریعت کا پاس تھا کہ اُن کے ظاہری اقرار شہادت کی وجہ سے اُن کو ہمیشہ حضور چھوڑ دیا کرتے تھے۔ بلکہ اُن کے جنازہ کی نماز بھی پڑھتے تھے لیکن پیچھے آپ کو منافقین کے جنازہ کی نماز پڑھنے سے منع کر دیا گیا۔

تبوک سے لوٹتے وقت جن بارہ منافقین نے حضور کے ہلاک کرنے کا قصد کیا تھا اُن کے ناموں سے آپ نے حضرت ابوحذیفہؓ کو بھی مطلع کر دیا تھا اور اسی وجہ سے صحابہ اُن کو صاحب سِرِّ رسول اللہ کہتے تھے چنانچہ جب کوئی مشکوک شخص مرتا تھا تو حضرت عمرؓ دریافت کرتے تھے کہ اُسکے

جنازہ کی نماز ابوحذیفہؓ نے پڑھی یا نہیں ۔کیونکہ اگر اُن میں سے کوئی ہوتا تھا تو حضرت ابو حذیفہؓ اُس کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھتے تھے۔

حکم جہاد و قتال

جب تک حضور مکہ میں رہے آپ کو صرف یہ حکم تھا کہ دلائل اور حجت سے ۔بطریق احسن نصیحت کرکے لوگوں کو توحید کی طرف بلائیں ۔ اور بُت پرستی سے منع کریں۔ کفار کی ایذا اور شرارتوں کو صبر کے ساتھ برداشت کریں تاکہ حجت الہیہ قائم ہوجائے۔ اور حق و باطل واضح ہوجائے۔ حرب و قتال کی اجازت نہ تھی۔ اور تبلیغ کے لئے قتال جائز نہ تھا۔ ایک دفعہ حضرت سعدؓ اور ایک دفعہ حضرت زبیرؓ کو لڑنا پڑا تھا۔ اور ایمان لانے کے بعد ایک دفعہ حضرت عمرؓ لڑے مگر یہ تینوں واقعہ جہاد کے حکم سے پہلے کا ہے اِس سے محض حفاظت نفس مقصود تھا۔ ہجرت کے بعد صحابہ نے اپنا گھر بار۔ خاندان اقربا وطن اور قبیلہ سب کچھ اسلام کی محبت میں اور جناب رسول اللہ کی محبت میں ترک کردیا اور آپ کا ساتھ دیا۔ مگر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سارا عرب اور تمام یہود ان تھوڑے سے اللہ کے بندوں کو دنیا سے فنا کرنے کے لئے متفقہ طور سے کھڑے ہوگئے۔ جب یہ حالت ہوگئی تب آپ کو اجازت ہوئی کہ جو شخص تم سے لڑے اور ابتدا کرے اُس سے تم بھی لڑ سکتے ہو صحیح یہی ہے کہ آیۃ اِذن یعنی اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر ہجرت کے بعد نازل ہوئی مستدرک میں مروی ہے کہ حضرت صدیقؓ نے ہجرت کے بعد فرمایا کہ "انا للہ وانا الیہ راجعون ان کفار نے اپنے نبی کو اُس کے وطن سے نکال دیا ہے یہ ضرور ہلاک ہوں گے" اُس کے بعد یہ آیۃ نازل ہوئی ابن قیم لکھتے ہیں کہ اسکی سند علی شرط الصحیح ہے۔ لہٰذا گو سورہ مکی ہے مگر یہ آیۃ مدنی ہے۔ یہ اجازت بھی ابتداءً مشروط تھی یعنی صرف اُن سے لڑنے کی اجازت تھی جو پہلے قتال کی ابتدا کریں۔ وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم۔ لہٰذا جہاد کا حکم جو مکہ میں تھا اس سے مراد جہاد بالحجۃ اور جہاد بالقرآن ہے۔ اور ہجرت کے بعد ابتدائی آیتیں جن میں مقاتلہ اور جہاد کا حکم ہے اس سے مراد

مدافعت بالسیف ہے۔ آسکے بعد جب حق واضح ہوگیا۔ اور باطل ظاہر ہوگیا تو چونکہ تبلیغ اور حمایت احکام الٰہی بجمیع لوازمہ ماموربہ ہے اس لیے سارے کافروں سے کافۃً وہ ابتدا کریں یا نہ کریں مقاتلہ بھی ماموربہ ہوا بشرطیکہ نیت محض تبلیغ احکام ہو حق و باطل کے ظاہر ہوجانے کے بعد حق کے لیے مجبور کرنا اور باطل کو جبراً ترک کرانا اکراہ فی الدین نہ رہا۔ فرمایا لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی۔ اُس کے بعد اس حکم کو موکد فرمایا اور عذاب سے نجات کو جہاد بالنفس پر معلق ٹھہرایا فرمایا یاایھا الذین امنوا ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم تومنون باللّٰہ ورسولہ وتجاھدون فی سبیل اللّٰہ باموالکم وانفسکم الایہ بلکہ ظاہر کردیا کہ مومن کو ایمان کے بعد اپنے نفس اور اپنے اموال پر اختیار نہیں رہتا ان اللّٰہ اشتری من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ کیونکہ جس نے نفس کو خرید لیا ہے اُسی کے کام میں اُس کو صرف ہونا چاہیئے۔ اِسکے بعد آپ نے شاہان عالم اور اقوام دنیا کو دعوت توحید دی اور بتا دیا کہ عدم قبول کی حالت میں ہم بامر اللّٰہ جہاد بالسیف پر مامور ہیں۔ جیسا کہ اُن خطوط کی عبارتوں سے واضح ہے۔

قبائل یہود

قبائل یہود کے ساتھ جتنے غزوات ہوئے وہ بدر کے بعد اس لیئے سلسلہ کلام میں ان کا ذکر اپنے اپنے مقام پر ہونا چاہیئے مگر چونکہ یہ ایک مستقل قوم کا قصہ ہے اِس لیئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اِن کا ذکر ایک ساتھ کر دیا جائے۔

جب حضور ہجرت کرکے مدینہ آئے تو مسلمانوں کی تعداد کچھ زیادہ نہ تھی اور دشمنوں کے درمیان اُن کو احتیاط سے رہنا تھا۔ اس چھوٹی سی جماعت کا تمام عرب دشمن تھا حضور نے مدینہ اور اطراف کے قبائل سے معاہدات کیئے اور ضرور تھا کہ ان معاہدات کی پوری پابندی کی جائے۔ کیونکہ حفاظت کا صرف یہی طریقہ تھا جن قبائل سے آپ نے معاہدے کیئے ان میں یہود یونکہ تین بڑے

قبیلے یہ تھے جو اطراف مدینہ میں رہتے تھے بنو قینقاع۔ بنو النضیر۔ بنو قریظہ ان تینوں نے یکے بعد دیگرے معاہدہ کا خلاف کیا اور آخر نقض عہد اُن کے لئے تباہ کن ثابت ہوا۔

بنو قینقاعؓ

مدینہ کے قریب ہی بنو قینقاع رہتے تھے۔ یہ لوگ تاجر اور صناع تھے۔ غزوۂ بدر کے بعد سب سے پہلے انہوں نے عہد شکنی کی اور اُن سے جنگ ہوئی۔ واقعہ یہ ہوا کہ ایک عرب عورت اُن کے بازار میں گئی۔ دوکاندار نے شرارت کی اور اُس کو ننگا کر دیا اور خود سب ہنسنے لگے وہ چلّائی ایک عرب آیا اُس نے دوکاندار کو قتل کر دیا۔ یہود جمع ہو گئے اب عرب اور یہود میں لڑائی شروع ہو گئی حضور تشریف لائے اور آپ نے ملامت کی اس پر بنی قینقاع بگڑ گئے اور بولے کہ بدر کی فتح پر مغرور نہ ہونا وہ تمہاری قوم تھی اور لڑنا نہیں جانتی تھی اگر ہم سے سابقہ پڑا تو معلوم ہو جائے گا کہ لڑنے والے کیسے ہوتے ہیں۔ اور انہوں نے معاہدہ توڑ دیا۔ اس لئے حضور نے سنیچر کے روز نصف شوال میں ہجرت کے بیسویں مہینہ اُن پر حملہ کیا علم اسلام حضرت امیر حمزہ کو دیا اور مدینہ پر ابو لبابہؓ ابن المنذر کو خلیفہ کر دیا ابن ہشام کہتے ہیں کہ بشیر بن المنذر خلیفہ ہوئے تھے پندرہ روز محاصرہ رہا حتے کہ ذیقعدہ کا ہلال دیکھا گیا۔ آخر میں بنو قینقاع پر رعب طاری ہوا اور بلا شرط انہوں نے رسول اللہ کے حکم پر رضامندی ظاہر کی حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ انہیں کے شان میں یہ آیۃ ہے قل للذین کفروا ستغلبون وتحشرون الی جہنم وبئس المہاد۔ قد کان لکم فی فئتین التقتا ای فی البدر فئة تقاتل فی سبیل اللہ واخری کافرۃ یرونہم مثلیہم رای العین۔ واللہ یؤید بنصرہ من یشاء ان فی ذلک لعبرۃ لاولی الابصار۔ یہ قبیلہ قبیلہ خزرج کا حلیف تھا۔ اسلئے

۱؎ قینقاع ابن اثیر نہایہ میں لکھتے ہیں بفتح قاف اور نون کو بعض ضمہ کہتے ہیں بعض فتحہ بعض کسرہ اور یہی قاموس میں بھی ہے ۱۲ منہ

۲؎ ابو لبابہ ہی کا نام بشیر بن عبد المنذر تھا یہی صحیح ہے ۱۲ منہ

عبداللہ بن سلول راس المنافقین اور حضرت عبادہؓ بن الصامت نے سفارش کی حضور نے انہیں کو
اُن کے حق میں فیصلہ کا اختیار دیدیا انہوں نے فیصلہ کیا کہ ساری قوم مدینہ اور اطراف مدینہ کو
چھوڑ کر باہر چلی جائے۔ اُن میں چھ سو مرد جوان لڑنے کے قابل تھے اور یہودیوں میں یہی قبیلہ زیادہ
دلیر تھا۔ اُن کے اموال میں سے تین قوس۔ دو درع تین تلواریں تین نیزے حضور نے لیے اور اموال
کا خمس لیکر بقیہ محمد بن مسلمہ کے سپرد کیا۔ چونکہ انکی حضرت عبادہؓ نے سفارش کی تھی یہ آیت نازل
ہوئی یا ایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا الیھود والنصاری اولیاء الایہ

بنو النضیر[۱]

اِن کے بعد بنو النضیر کے یہودیوں نے عہد شکنی کی۔ اور اُن پر حملہ کیا گیا۔ امام بخاری کہتے
ہیں کہ امام زُہری حضرت عروہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ بنی نضیر بدر کے چھ ماہ بعد ہوا۔ اور
ابن اسحٰق لکھتے ہیں کہ یہ غزوہ غزوۂ احد اور بیر معونہ کے بعد ہوا اور یہی صحیح ہے پہلی روایت میں سہو
ہو گیا ہے۔ واللہ اعلم

قصّہ یوں ہوا کہ بنی کلاب کے دو شخصوں کو عمرو بن امیہ ضمیری نے قتل کر دیا تھا۔ اور بنو النضیر
بنی کلاب کے حلیف تھے۔ اس لیے حضور ان دونوں کی دیت کے متعلق گفتگو کرنے کو بنو النضیر
کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ کے شامل حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ و دوسرے بعض صحابہ
بھی تھے۔ وہ لوگ بظاہر بہت اخلاق سے ملے اور آپ کو ایک دیوار کے پاس بٹھایا۔ اُس کے بعد
آپس میں مشورہ کیا کہ دیوار کے اوپر سے ایک بڑا پتھر آپ پر گرا دیں تاکہ یہیں دب کر رہ جائیں عمرو
بن جحاش اس کے لئے تیار ہوا اور دیوار کے اوپر گیا۔ حضور کو بذریعہ وحی اسکی اطلاع ہوئی آپ فوراً ہاں سے
فوراً چپ چاپ اٹھکر چلے آئے جب صحابہ کو علم ہوا کہ حضور چلے گئے تو وہ بھی چلے آئے۔ آپ نے اُن سے
بنو النضیر کے مشورہ کا حال بیان کیا۔

[۱] قاموس میں ہے کہ نضیر امیر کے وزن پر ہے اور اس قبیلہ کی طرف نسبت نضری بفتحتین ہوتی ہے ۱۲ منہ

اس واقعہ کے بعد آپ نے بنوالنضیر کو کہلا بھیجا کہ دس روز کی تم کو مہلت دیجاتی ہے اسکے اندر تم اطراف مدینہ سے چلے جاؤ۔ اس مدت کے بعد جو شخص تم میں کا پایا جائے گا وہ قتل کر دیا جائے گا وہ جانا چاہتے تھے مگر راس المنافقین عبداللہ بن اُبی نے اُن کو کہلا بھیجا کہ تم ہرگز جگہ نہ چھوڑو۔ ہم دو ہزار آدمیوں سے تمہاری امداد کو ہر طرح تیار ہیں اور تمہارے قلعہ میں آکر تمہارے ساتھ مرنے کو مستعد ہیں۔ اِسکے علاوہ بنی قریظہ تمہاری مدد کریں گے۔ بنی غطفان تمہارے حلیف ہیں وہ تمہاری مدد کرینگے۔ یہ بات بنوالنضیر کے دل میں جم گئی۔ اُنہوں نے حضور کو جواب کہلا بھیجا کہ ہم نہیں جاتا جو آپ کے دل میں آئے کیجئے۔

اس جواب کے بعد حضور نے حملہ کی تیاری کا حکم دیا۔ مدینہ پر ابن اُم مکتومؓ کو خلیفہ کر دیا حضرت علیؓ کو فوج کا علم ملا۔ اور مسلمانوں نے جا کر بنوالنضیر کا محاصرہ کر لیا۔ بنو قریظہ غطفان اور منافقین میں سے کوئی ان کی امداد کو نہ آیا۔ اسی کو اللہ پاک نے سورۂ حشر میں بیان کیا ہے مثلہ کمثل الشیطان اذ قال للانسان اکفر فلما کفر قال انی بریٓ منک انی اخاف رب العالمین آخر وہ مستعد ہوئے کہ اپنا مکان اور قلعہ چھوڑ دیں اور باہر چلے جائیں حضور نے اجازت دی کہ آلات حرب کے سوا اور جتنا مال اونٹ پر لاد سکو لیکر مع اہل وعیال باہر چلے جاؤ۔ اور یہ علاقہ خالی کر دو۔ چنانچہ سب خیبر چلے گئے اور انہیں میں حیّ بن اخطب اُن کا رئیس بھی تھا۔

پچاس خود۔ پچاس درع تین سو چالیس تلواریں اُن کے پاس سے ملیں۔ سورہ حشر میں بنوالنضیر کے بہت حالات ہیں۔ بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ سورۂ حشر سورۃ النضیر ہے۔ بنوالنضیر کا اخراج ربیع الاوّل ۴ھ ہجری میں ہوا۔ ابن اسحٰق لکھتے ہیں کہ خمر کی حرمت اسی غزوہ میں ہوئی واللہ اعلم

بنی قریظہ[۱]

تیسرا قبیلہ یہودیوں کا مدینہ کے قریب بنی قریظہ کا تھا یہ سب سے شریر اور بدزبان جماعت تھی

[۱] قاموس میں ہے کہ قُریظہ جُہَینہ کے وزن پر یہود کے قبیلہ کا نام ہے یعنی بضم قاف وفتح رائے مہملہ بعدہٗ تحتانیہ وظائے معجمہ ۱۲ منہ

اور اسی لئے اللہ پاک نے اُن کو سزا بھی ایسی ہی سخت دی۔ اِس قبیلہ کا خاتمہ ۵ھ ہجری میں ہوا۔ قصہ یہ ہوا کہ اس دفعہ یہودیوں نے بڑی کوشش سے مسلمانوں کے فنا کر دینے کا پُورا انتظام کر دیا تھا۔ سلام ابن ابی الحقیق۔ سلام ابن مشکم۔ کنانہ ابن الربیع یہ بڑے بڑے یہود سردار عرب کے تمام قبائل میں گھومے۔ اور قریش۔ بنو سلیم۔ غطفان۔ بنو اسد۔ اشجع۔ فزارہ۔ بنو مرّہ سبھوں کو ایک ساتھ مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے مستعد کیا۔ چنانچہ مختلف قبائل کے دس ہزار عربوں نے مسلمانوں پر حملہ کیا۔ رسول اللہ نے صحابہ سے مشورہ کر کے طے کیا کہ مدینہ میں حفاظت نہیں ہو سکتی اس لئے مدینہ میں عورتوں اور بچّوں کو چھوڑ دیا اور تمام مرد آگے بڑھکر کوہ سلع کے پاس مجتمع ہوئے۔ کوہ کو پشت کی جانب کیا اور آگے خندق کھودی اور اُس میں محصور ہو کر رہے۔ خندق کے باہر تمام دشمن قبائل نے آکر گھیر لیا جو وقت مسلمان اس خندق میں محصور تھے اسی وقت خبر ملی کہ بنی قریظہ نے علانیہ معاہدہ فسخ کر دیا ہے۔ حیّ بن اخطب کے بہکانے میں آگئے ہیں اور کفار سے مل گئے ہیں۔ اِس خبر نے مسلمانوں کو بے چین کر دیا۔ اِس لئے کہ مدینہ میں عورتیں بچے اور اموال تھے اور ابن ام مکتوم خلیفہ بنا کر چھوڑ دیئے گئے تھے اُن کے حفاظت کی کوئی تدبیر نہ تھی۔ مرد سب خندق میں محصور تھے اور بنی قریظہ مدینہ کے قریب رہتے تھے ہر وقت ان کے حملہ کا اندیشہ تھا۔ حضور نے پہلے سعد بن معاذ ؓ اور خوات بن جبیر وغیرہ کو تحقیق کے لئے بھیجا کہ کیا واقعی بنی قریظہ نے معاہدہ توڑا ہے یا نہیں۔ جب ان لوگوں نے آکر خبر دی کہ خبر صحیح ہے تو آپ نے بنی حارثہ کے بعض جوانوں کو مدینہ بھیجدیا مگر تاہم مسلمان ہر وقت متردد تھے۔ ایک مہینہ تک کفار نے خندق کا محاصرہ رکھا جیسا غزوہ خندق کے بیان سے معلوم ہوگا اس کے بعد وہ منتشر ہوگئے اور مسلمان مدینہ میں آئے۔ ابھی مسلمانوں نے دم بھی نہ لیا تھا کہ حضرت جبرئیل ؑ نے بنی قریظہ پر حملہ کے لئے کہا۔ حضور نے حکم حملہ کا دیا اور فرمایا کہ "ہر شخص عصر کی نماز بنی قریظہ میں جا کر پڑھے" اِس جملہ کے مطلب میں صحابہ کا اختلاف ہوا کسی نے راستہ میں عصر پڑھ لی کسی نے عشار کے بعد جب بنی قریظہ میں پہنچے تب عصر ادا کی۔ بہر کیف مسلمانوں نے بنی قریظہ کا محاصرہ کیا پچیس روز محاصرہ رہا اور بنی قریظہ مایوس ہوگئے۔ اُن کے سردار کعب ابن اسد نے

کہا کہ اب نجات کی صورت یہ ہے کہ سب لوگ مسلمان ہو جاؤ تم سب جانتے ہو کہ یہ نبی برحق ہیں اگر یہ نہیں کرتے تو سب لوگ اپنی بیوی بچّوں کو خود قتل کر دو پھر تلوار لیکر نکلو پھر یا تو فتح حاصل کر یا سب جان دیدو۔ اگر یہ بھی نہیں ہو سکتا تو یک بیک سبت کے روز نکلکر حملہ کر دو اُس روز مسلمان غافل رہتے ہیں اُن کو یقین ہے کہ ہم سبت کے روز نہ لڑینگے۔

بنی قریظہ نے کعب کی تین صورتوں میں سے ایک بھی قبول نہ کیا اُنہوں نے حضور سے کہلا بھیجا کہ آپ ابو لبابہ بن عبدالمنذر کو بھیجدیجئے ہم اُن سے کچھ مشورہ کریں گے۔ ابو لبابہ اخوان بنی عمرو بن عوف میں تھے۔ بنی عوف قبیلہ اوس کے حلیف تھے۔ اوس بنی قریظہ کے حلیف تھے اس جہت سے اُنہوں نے ابو لبابہ کو بلایا تھا۔ یہ گئے تو سارے مرد و عورت اِن کے سامنے رونے لگے۔ اور پُوچھا کہ کیا ہم بلا شرط اطاعت کرلیں۔ اُنہوں نے کہ تو دیا کہ "ہاں"۔ مگر گلے کی طرف اشارہ کیا کہ قتل کیے جاؤ گے۔ اشارہ تو کر دیا مگر خود ہی سوچنے کہ میں نے خیانت کی۔ نادم ہوئے اور مدینہ چلے گئے۔ مسجد نبوی میں ایک ستون سے اپنے کو باندھا اور عہد کیا کہ جبتک حضور اپنے ہاتھ سے نہ کھولدیں بندھا رہوں گا۔ اور قسم کھایا کہ کبھی ارض بنی قریظہ میں نہ جاؤں گا چھ روز یہ اُسی طرح رہے۔ نماز کے وقت اُن کی زوجہ کھولدیتی تھیں اور نماز کے بعد پھر باندھ دیتی تھیں۔ چھ روز کے بعد آیۃ نازل ہوئی ان کا قصور معاف ہوا اور خود حضور نے آکر اپنے ہاتھ مبارک سے اُن کو کھولدیا۔

الغرض بنی قریظہ مجبور ہوئے اور بلا شرط زیر حکم آگئے۔ اس وقت ان کے حلیف بنی اوس کے لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ بنی قینقاع کے ساتھ جو سلوک آپ نے کیا وہ آپ کو معلوم ہے۔ بنی قینقاع خزرج کے حلیف تھے اور یہ ہمارے حلیف ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ کیا تم پسند کرو گے کہ ہم تمہارے ہی ایک شخص کو اُن کے بارہ میں حکم بنادیں سب رضی ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا اِس کے متعلق فیصلہ کا اختیار سعد بن معاذ کو ہے سب بہت خوش ہوئے۔ حضرت سعدؓ ایک زخم کی وجہ سے شریک نہ تھے لوگ جاکر اُن کو لائے۔ جب وہ آئے تو سب نے کہا کہ اے سعد بنی قریظہ کا فیصلہ تمہارے

حکم پر موقوف ہے۔ فرمایا کہ کیا میرا فیصلہ نافذ ہوگا سب نے کہا کہ ہاں پوچھا کہ کیا سب مسلمان بھی قبول کرلینگے۔ کہا کہ ہاں۔ رسول اللہ کی طرف ادباً صرف اشارہ کرکے پُوچھا کہ کیا حضور بھی قبول فرمائینگے کہا کہ ہاں۔ تب حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ میرا حکم یہ ہے کہ ان سب بلوغوں کو قتل کر دیا جائے۔ اُن کے ذریات گرفتار کرلیئے جائیں اور اُن کے اموال مسلمانوں میں تقسیم کردیئے جائیں حضور نے اُنکے فیصلہ کو قبول کرلیا اور بنوقریظہ کے کل جوان جن کی تعداد چھ سَو اور سات سو کے درمیان تھی قتل کردیئے گئے عورتوں کو قتل نہیں کیا گیا سوائے ایک کے۔ کعب بن سعد اُن کا رئیس قتل کیا گیا حیی ابن اخطب بنوالنضیر کا رئیس جس نے خیبر سے آکر اُن لوگوں کو عہد شکنی پر آمادہ کیا تھا اور انہیں میں موجود تھا وہ بھی قتل کیا گیا۔ اُن میں ایک شخص زبیر بن باطا تھا اُس کو اور اُس کے اہل اور اموال کو حضرت ثابت بن قیس نے رسول اللہ سے مانگ لیا تھا کہ یہ ہمیں ہبہ کردیئے جائیں چنانچہ وہ اُن کو ہبہ کر دیا گیا۔ حضرت ثابت نے زبیر سے کہا کہ تم اپنا مال اور اپنے اہل کو لے لو اور جہاں دل چاہے چلے جاؤ اُسنے اصرار کیا کہ نہیں ہم اپنے احبّا ہی کے ساتھ جائیں گے آخر وہ بھی قتل کردیا گیا۔ اُن میں سے ایک شخص عمر بن[1] سعد اُسی رات کو مسلمان ہو گئے تھے اور وہ عہد شکنی کے مشورہ کے وقت بھی بدعہدی کے خلاف تھے مگر پھر اُن کا پتہ نہ ملا۔ نہ معلوم مسلمان ہونے کے بعد وہ کہاں چلے گئے۔ حضور نے خبر دی کہ اُنکی نجات ہوگئی۔

یہود کے تین بڑے قبائل کا اِس طرح خاتمہ ہو گیا۔ سورۂ حشر بنوالنضیر کے حال میں ہے اور سورۂ احزاب میں بنوقریظہ کا تفصیلی تذکرہ ہے۔ اِس کے بعد مدینہ کے اطراف میں یہود کی کوئی بڑی جماعت نہ رہی البتہ مختلف قبائل میں جو منتشر تھے وہ رہے۔ غزوہ بنی قریظہ ربیع الاوّل ۵ھ میں ہوا۔ واللہ اعلم۔

کفار کے ساتھ معاملہ

قرآن پاک میں جن لوگوں نے تدبّر کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور کے پاس سب سے پہلے حکم

[1] عمرو بن سعد کے مسلمان ہونے کا ذکر ابن اسحٰق نے کیا ہے اور ابن اثیر نے نہایہ میں لکھا ہے کہ ابن شاہین نے ذکر کیا ہے ۱۲

آیا اقرا باسم ربک الذی خلق اُس وقت آپ کو درجہ نبوت عنایت ہوا لیکن اُسمیں تبلیغ کا کوئی حکم نہ تھا پھر حکم ہوا یا ایہا المدثر قم فانذر اُس وقت آپ پر تبلیغ فرض ہوئی لیکن تبلیغ مخفی طور پر تھی۔ اُس کے بعد حکم ہوا وانذر عشیرتک الاقربین اور دوسری آیتیں بھی نازل ہوئیں جس سے علی الاعلان تبلیغ کرنے کا حکم ہوا۔ آپ نے اپنی قوم کو پھر قریب کے قبائل کو پھر تمام عرب کو۔ پھر تمام عالم کو دعوت دی۔ اور سب کو نافرمانی کے وبال سے ڈراتے رہے بارہ تیرہ برس تک آپ کو قتال کی اجازت نہ تھی صرف ڈراتے تھے اور اُس کی وجہ سے جو مصائب پیش آتے اُس پر خود بھی صبر کرتے اور صحابہ کو بھی استقامت کی تلقین فرماتے۔ اسکے بعد آپ کو ہجرت کی اجازت ہوئی ساتھ ہی یہ بھی اذن ہوا کہ جو تم سے لڑے اُس سے تم بھی قتال کرو۔ جو نہ لڑے اُس سے تم بھی نہ لڑو اُسکے بعد آپ کو حکم آیا کہ اب سارے کفار و مشرکین سے مقاتلہ کرو وہ لڑائی کی ابتدا کریں یا نہ کریں حتیٰ یکون الدین کلہ للہ

جہاد بالسیف کے حکم کے بعد کفار کی تین قسم ہوگئی معاہد۔ حربی اور اہل ذمہ معاہد۔ جب تک معاہدہ کے پابند رہتے آپ کو بھی پابندی کا حکم تھا لیکن جب وہ عہد توڑ دیں تو اُس سے لڑنے کا حکم تھا مگر اُس کو نقض عہد سے مطلع کرنے کے بعد معاہدہ دو طرح کا ہوتا تھا موقت اور غیر موقت۔ غیر موقت معاہدہ کو توڑ کر اگر مخالف مظاہرہ بھی کرتا تو آپ اُس سے محاربہ کرتے۔ اور اگر مظاہرہ نہ کرتا تو آپ مختار تھے جدید معاہدہ کرتے یا اُس کو محارب شمار کرتے۔ اور موقت معاہدہ کے نقض کے بعد اگر مظاہرہ نہ ہوتا تو آپ مدت تمام کرنے کی اجازت دیتے تھے۔

سورہ برارت کے نزول کے بعد موقت معاہدہ کی بقیہ مدت پوری کرنے کی اجازت دی گئی اور جو معاہدہ مطلق تھا۔ یا جن قبائل سے نہ معاہدہ تھا نہ محاربہ اُن کو اعلان عام کے دن سے یعنی دس ذی الحجہ سے دس ربیع الاوّل تک چار مہینہ کی مہلت دی گئی فسیحوا فی الارض اربعۃ اشہر ان شہور کے گزر جانے کے بعد ان سے مقاتلہ کا حکم تھا فاذا انسلخ الاشہر الحرم فاقتلوا المشرکین اِس آیۃ میں الاشہر الحرم سے وہی چار مہینے مراد ہیں جس کی

مہلت دی گئی تھی۔ نہ وہ شہور حرام جن میں ہمیشہ قتال ممنوع ہے۔

اِس آیۃ میں چار مہینہ کی مہلت دی گئی ہے اس مدت کو مدت تیسیر کہتے ہیں موقت معاہدہ میں اعلان کے بعد جتنی مدت معاہدہ کے روسے باقی رہ گئی ہو وہی مدت تیسیر تھی مطلق معاہدہ میں اعلان عام کے دن سے جو ۱۰ ذی الحجہ کو ہوا تھا پُورا چار مہینہ مدت تیسیر تھی یعنی ۱۰ ربیع الاول تک لیکن جن لوگوں کو مدت تیسیر ملی وہ سب مسلمان ہوگئے۔ اس اعلان کی حالت حضرت صدیق کے حج میں مذکور ہے۔ باقی اہل ذمہ اُن سے لڑنا ناجائز تھا اور اُن کا تحفظ اپنے تحفظ کی طرح ضرور تھا

منافقین

ایسے لوگ جو بظاہر مسلمان ہو گئے تھے لیکن اُن کے دلوں میں ایمان کی روشنی نہ تھی بلکہ باطناً اِسلام کے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن تھے۔ اور حضور کو باعلام الٰہی اُن لوگوں کا حال معلوم ہو گیا تھا۔ ان لوگوں نے بڑی بڑی شرارتیں بھی کیں لیکن باوجود اسکے اُن کے اقرار ظاہری کی وجہ سے اُن کے ساتھ حضور مسلمانوں کا سا معاملہ کرتے تھے۔ البتہ حجۃ و دلیل سے اُن کو سمجھاتے ذرا سختی اور بے توجہی کا برتاؤ کرتے محبت کا سلوک نہ کرتے اور بعض باتوں پر اُن کو جھڑک دیتے مشورہ کی مجلسوں میں اُن کو شریک کرنا ناپسند فرماتے۔ آخر میں اُن کے جنازہ کی نماز پڑھنے سے اور اُن کے قبر پر دعاء مغفرت کرنے سے بھی آپ کو منع کر دیا گیا۔ واللہ اعلم

مومنین صادقین

آپ کا اپنے غلاموں سے یعنی صادق مسلمانوں سے برتاؤ یہ تھا کہ اُن کی بہت سی باتیں برداشت کر لیتے۔ اُن کی لغزشوں سے چشم پوشی کرتے۔ اُن کے قصوروں کو معاف کر دیتے۔ اُن کے لیئے استغفار کرتے۔ اور سب کاموں میں اُن سے مشورہ کرتے۔ ایسی شفقت اور ایسی عنایت فرماتے کہ لوگ اپنے والد اپنے اعزہ اپنے قبائل کو بھول جاتے۔ البتہ جو جہاد میں کوتاہی کرتا اُس سے باز پرس کرتے بڑی

درجہ کے تین صحابہؓ جن میں دو تو اصحاب بدر میں سے تھے اور ایک اہل عقبہ میں سے غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہوئے اور نہ شریک ہونے کی کوئی وجہ بھی اُنھوں نے بیان نہ کی آپ نے اُن سے گفتگو ترک کر دی اور صحابہ کو بھی اُن سے ملنے سے منع کر دیا جب عنداللہ اُن کا قصور معاف ہوا اور آپ کے پاس وحی آئی تب آپ نے بھی اُن کا قصور معاف فرمایا۔ حدود شرعیہ کے قائم کرنے میں آپ کبھی کسی کی رعایت نہیں فرماتے۔ اِس معاملہ میں ادنیٰ اعلیٰ۔ امیر غریب مخلص غیر مخلص سب برابر تھے۔ آپ اپنے اصحاب کو نصیحت فرماتے کہ شیاطین انس سے بچنے کی یہ ترکیب ہے کہ اُن کے بُرائی کے بدلہ نیکی کرو۔ جہالت کے مقابلہ میں تحمل کرو ظلم کے بدلہ عفو قطع رحم کے بدلہ صلہ رحم۔ اور شیاطین جن سے محفوظ رہنے کی صورت یہ ہے کہ خدا سے استعاذہ کرو۔ امر بالمعروف میں کوتاہی۔ فرائض و واجبات میں تساہل اور نہی عن المنکر سے غفلت کو آپ سخت ناپسند فرماتے اور اُس کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔

مغازی و سرایا

ہجرت کے بعد کا تقریباً کل زمانہ آپ کا مغازی و سرایا کی تہذیب و ترتیب میں صرف ہوا اِس واسطے یہ آپ کی سیرت کا بہت ہی مہتم بالشان حصّہ ہے۔ اور تمام مغازی کے وجوہ و اسباب و تفصیل و نتیجہ اسلامی تاریخ میں پُورا پُورا محفوظ ہے لیکن چونکہ یہ خود ایک وسیع مضمون ہے لہٰذا یہ سیرت اِس پر تفصیلاً بحث کی متحمل نہیں ہو سکتی تاہم اُس کو ذکر نہ کرنے سے سیرت کا مضمون بالکل ہی نامکمل رہ جائے گا۔ اِس لئے اختصار کے ساتھ اِس کے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں۔

غزوۂ بدر سے پہلے

سریہ حمزہؓ | حضور نے قتال کے اذن کے بعد رمضان کی ابتدا میں یعنی ہجرت کے چھ ماہ بعد ساتویں

---

[۱] یعنی کعب بن مالک اور ہلال ابن امیہ الواقفی اور مرارہ ابن الربیع العامری ۱۲ منہ

مہینہ پہلا پہلا علم حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب کے لئے درست فرمایا۔ یہ علم سفید تھا اور حضرت حمزہؓ کے ماتحت ابو مرثد الغنوی علم بردار تھے۔ اِس علم کے نیچے آپ نے مہاجرین میں سے تیس حضرات کو قریش کی ایک جماعت کے مقابلہ میں بھیجا تھا جو شام سے لوٹی آرہی تھی۔ اور اُس میں تین سو کفار قریش ابوجہل کے ماتحت شریک تھے حضرت حمزہؓ سیف البحر تک پہنچے جو مقام عیص کے قریب ہے اور کفار بھی ملے صفیں قتال کی درست ہوگئی تھیں لیکن ایک شخص مجدی بن عمرو الجہنی جو فریقین کا حلیف تھا بیچ میں پڑکر لڑائی موقوف کرادی۔

سریۂ عبیدہؓ بن الحارث

اس کے بعد شوال میں ہجرت کے آٹھویں مہینہ (۶۰) یا (۸۰) خاص مہاجر سواروں کو حضرت عبیدہ بن الحارثؓ کے ماتحت حضور نے رابغ بھیجا اُن کے لئے جو علم تیار ہوا وہ بھی سفید تھا اور مسطح[1] بن اثاثہ علم بردار تھے۔ یہ لوگ جب ثنیۃ مرّہ کے نیچے پہنچے تو وہاں دو سو قریش ابوسفیان بن حرب اور عکرمہ بن ابی جہل کے ساتھ جمع تھے۔ کوئی لڑائی نہ ہوئی لیکن حضرت سعد ابن ابی وقاص نے کفار پر تیر پھینکا اور یہ پہلا تیر تھا جو مسلمانوں کی طرف سے کفار پر پھینکا گیا۔ دو مسلمان مقداد[2] بن عمرو البہرانی اور عتبہ[3] بن غزوان المازنی بھی کفار کے ساتھ تھے وہ اُسی روز بھاگ کر مسلمانوں سے آملے۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان دونوں سریہ کے اولیت میں روایت مختلف ہے مگر غالباً سریہ حمزہؓ اور سریہ عبیدہؓ دونوں ایک وقت بھیجے گئے۔

---

[1] مسطح بکسر میم و سکون سین مہملہ و فتح طار مہملہ و سکون حائے مہملہ ۱۲ منہ

[2] مقداد بن عمرو ابن اسحاق نے اُن کی نسبت بہرانی لکھا ہے ابن اثیر بہرادی لکھتے ہیں بہرا بن عمرو کی طرف نسبت ہے انہیں کو مقداد کندی بھی کہتے ہیں چونکہ بنی کندہ کے حلیف تھے اور انہیں کو مقداد بن الاسود بھی کہتے ہیں اِس لئے کہ کندہ سے بھاگ کر مکہ آئے تو اسود بن عبد یغوث نے اُن کو متبنی کیا تھا۔ قدیم الاسلام میں ہجرت کرکے حبشہ گئے تھے وہاں سے آئے تو قریش نے روکا اور مدینہ نہ آنے دیا تھا اِس وقت مسلمانوں سے مل گئے ۱۲ منہ

[3] عتبہ بن غزوان یہ بہت قدیم الاسلام ہیں انہوں نے خود بصرہ میں خطبہ کے اندر بیان کیا کہ ہم ساتویں مسلمان ہیں چالیس برس کی عمر تھی جب حبشہ گئے پھر مقداد کے ساتھ مدینہ آئے۔ انہیں نے بصرہ کو بصرہ بنایا اور بصرہ میں مسجد بنائی یہ پیچھے بصرہ کے امیر ہوگئے تھے ۱۲ منہ

سریۂ سعد بن ابی وقاصؓ

ہجرت کے نویں مہینہ ذیقعدہ میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو بیس سواروں کے ساتھ قریش کی ایک جماعت کو روکنے کے لیے حضورؐ نے خرّار بھیجا۔ اور کہدیا کہ خرّار سے آگے نہ جانا۔ اُن کے لیے بھی جو علم بنا وہ سفید تھا۔ اور مقداد بنؓ عمرو علم بردار تھے۔ یہ لوگ صرف رات کے وقت راستہ چلتے تھے۔ پانچویں دن صبح کے وقت خرّار پہنچے تو معلوم ہوا کہ قریش کی جماعت ایک روز پہلے جا چکی۔

غزوۂ ودّان

جس کو غزوۃ الابوا بھی کہتے ہیں۔ یہ پہلا غزوہ ہے یعنی پہلی مرتبہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ کی نیت سے نکلے۔ ماہ صفر میں ہجرت کے بارہویں مہینہ مدینہ پر حضرت سعد بن عبادہؓ کو خلیفہ بنا کر آپ غزوہ کے لیے نکلے۔ علم سفید تھا علم بردار حضرت حمزہؓ تھے مقام ودّان تک قریش کی ایک جماعت کی مزاحمت کی غرض سے گئے مگر وہ لوگ نہ ملے۔ وہاں اُس وقت بنی ضمرہ کا سردار عمرو بن مخشی الضمیری تھا اُس سے آپ نے تحریری مصالحت کی اور لوٹ آئے۔ مدینہ سے پندرہ راتیں آپ باہر رہے۔

غزوۂ بواط

ماہ ربیع الاوّل میں ہجرت کے تیرھویں مہینہ مدینہ پر حضرت سعد بن معاذؓ کو خلیفہ بنا کر دو سو اصحاب کے ساتھ پھر آپ خود غزوہ کیلئے نکلے۔ علم سفید تھا۔ علم بردار حضرت سعد بن ابی وقاصؓ تھے۔ قریش کے ایک جماعت کی مزاحمت مقصود تھی جس میں امیہ بن خلف الجمحی ایک سو قریش اور دو ہزار پانچ سو اونٹ کے ساتھ تھا۔ آپ بواط تک گئے مگر دشمن نہ ملا اس لئے لوٹ آئے۔ بواط شام کی راہ میں جحفہ کے قریب جبال جہینہ میں ایک دو شاخہ پہاڑ ہے۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ اس دفعہ مدینہ پر آپ نے سائب بن عثمان بن مظعون کو خلیفہ بنایا تھا واللہ اعلم

غزوۂ سفوان

اسی مہینہ میں آپ نے کرز بن جابر الفہری کا تعاقب کیا۔ اُس نے مدینہ کے ایک طرف ڈاکا ڈالا تھا۔ مدینہ پر آپ نے زید بن حارثہؓ کو خلیفہ بنا دیا۔ اور خود اُس کے تعاقب میں نکلے۔ حضرت علیؓ کے ہاتھ میں سفید علم تھا۔ وادی سفوان تک آپ گئے جو بدر کے قریب ہے مگر وہ نہ ملا تو لوٹ آئے۔ اسی کو غزوۂ بدر اولی بھی کہتے ہیں۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ یہ غزوہ

ذی العشیرہ کے بعد ہوا۔

غزوہ ذی العشیرہ

اِس کے بعد ہجرت کے سولہویں مہینہ ماہ جمادی الآخر میں مدینہ پر ابوسلمہؓ بن عبدالاسد المخزومی کو خلیفہ بنا کر ڈیڑھ سو یا دو سو مہاجرین کے ساتھ آپ پھر قریش کے ایک جماعت کی مزاحمت کے لئے نکلے۔ لواء حضرت حمزہؓ کے ہاتھ میں تھا اور سفید تھا۔ آپ کو خبر ملی کہ قریش کی ایک جماعت قریش کا مال تجارت لیکر شام جانے کے لئے مکہ سے روانہ ہو چکی ہے۔ اُسی کی تلاش میں آپ نکلے ینبوع کے قریب ایک مقام تک تشریف لے گئے جس کا نام ذی العشیرہ یا ذی العشیر یا ذی العسیر مہملہ ہے۔ یہاں پہنچکر معلوم ہوا کہ کئی روز پہلے یہ جماعت یہاں سے آگے بڑھ گئی یہی جماعت جب شام سے لوٹی تو پھر آپ مزاحمت کے لئے نکلے جو بدر کبریٰ واقع ہوا۔ اِسی سفر میں آپ نے بنی مدلج اور اُن کے حلیف بنی ضمرہ سے مصالحت کی۔

سریہ عبداللہ بن جحشؓ

ماہ رجب میں ہجرت کے سترہویں مہینہ قریش کی نقل وحرکت کی تحقیق کے لئے حضورؐ نے حضرت عبداللہ بن جحشؓ کو بارہ[۱۲] آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا۔ اور عبداللہ بن جحشؓ کو امیر المومنین بنا دیا۔ دو دو آدمی ایک ایک اونٹ پر تھے ابن اسحٰق لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن جحشؓ کے علاوہ آٹھ آدمی تھے۔ اُن کے نام یہ ہیں۔ ابوحذیفہ بن عتبہؓ۔ عُکاشہ[۱] بن محصنؓ۔ عتبہ بن غزوانؓ۔ سعد بن ابی وقاصؓ۔ عامر بن ربیعہؓ۔ واقد بن عبداللہؓ۔ خالد بن بکیرؓ۔ سہیل بن بیضاؓ۔ اِس میں سب مہاجر تھے انصار میں سے کوئی نہ تھا۔

حضورؐ نے حضرت عبداللہؓ کو ایک بند خط دیا کہ دو دن کے سفر کے بعد اس خط کو پڑھو اور اُس پر عمل کرو جب انہوں نے حسب ہدایت خط پڑھا تو اُس میں حکم تھا کہ نخلہ چلے جاؤ جو طائف اور مکہ کے درمیان ہے۔ اور قریش کے قافلوں کی نقل وحرکت دیکھو اور اُن کی تحقیق کر کے ہمیں خبر دو۔ چونکہ یہ سخت خطرناک کام تھا اور دشمنوں کے عین مرکز میں جانا تھا۔ حضرت عبداللہؓ نے ساتھیوں سے کہا کہ

---

[۱] عُکاشہ بضم عین مہملہ وتخفیف کاف اسد الغابہ میں ہے کہ کاف کی تخفیف اور تشدید دونوں جائز ہیں بعدہٗ الف وشین معجمہ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ کان من سادات الصحابۃ وفضلائہم ۱۲ منہ

سمعاً وطاعةً ہم تو حسب الحکم جاتے ہیں مگر کسی پر جبر نہیں ہے جس کا دل چاہے چلے جو نہ جانا چاہے لوٹ جائے۔ سب جانے کے لیے مستعد ہوئے لیکن سعد بن ابی وقاصؓ اور عتبہ بن غزوانؓ ایک اونٹ پر تھے وہ اونٹ گم ہو گیا۔ یہ اونٹ کی تلاش میں دُور تک حیران ہوئے جب ملا تو یہ راستہ بھُول گئے اِس میں کئی روز کی تاخیر ہو گئی اِس لیئے رہ گئے۔ اور سب لوگ مع حضرت عبداللہ نخلہ پہنچے۔

جب یہ لوگ نخلہ پہنچے تو رجب کی آخری تاریخ تھی شام کے وقت قریش کا ایک قافلہ آیا جس میں عمرو بن الحضرمی تھا۔ اور عبداللہ بن المغیرہ کے دو لڑکے عثمان اور نوفل اور بنی مغیرہ کا مولیٰ حکم بن کیسان تھے اور اونٹ پر کھجور اور مال تجارت تھا۔ اصحاب رسول اللہ نے مشورہ کیا کہ بڑی دقت ہے اگر ان کو چھوڑ دیا جائے تو مکہ میں جاکر یہ میری یہاں موجودگی کا شور مچا دینگے۔ اور اگر لڑتے ہیں تو آج رجب ہے شہر حرام کی حرمت کے خلاف ہوگا۔ آخر رائے یہی قرار پائی کہ لڑکر خطرہ کو دفع کر دیا جائے ایک نے تیر مارا جس سے عمرو بن الحضرمی مرگیا۔ عثمان اور حکم کو انہوں نے گرفتار کرلیا۔ نوفل بھاگ گیا۔ اِس کے بعد اونٹ اور اسباب لیکر یہ لوگ مدینہ لوٹ آئے اور حضوؐر کی خدمت میں خمس پیش کیا۔

رجب ذیقعد۔ ذی الحجہ۔ محرم۔ اس چار مہینہ کی حرمت پر سب کا اتفاق تھا ان مہینوں میں لڑائی جائز نہ تھی اِس لیئے حضوؐر کو بھی یہ بات پسند نہ ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ تم لوگوں کو لڑائی کی تو اجازت نہ تھی پھر کیوں لڑے۔ مسلمانوں میں بھی یہ بات سخت ناگوار سمجھی گئی اور کفار نے تو شور مچا دیا کہ مسلمانوں نے شہور حرام کی حرمت بھی توڑ دی۔ ہر طرف سے سوالات ہونے لگے کہ ان مہینوں کے متعلق آخر اسلام کا کیا حکم ہے۔ اِس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یسئلونک عن الشھر الحرام قتال فیہ قل قتال فیہ کبیر وصدٌ عن سبیل اللہ وکفر بہ والمسجد الحرام واخراج اھلہ منہ اکبر عند اللہ والفتنۃ اکبر من القتل۔

بہرکیف عمرو بن الحضرمی پہلا کافر ہے جو مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا گیا[1]۔ اور یہ خمس اسلام کا پہلا خمس

[1] اور واقد بن عبداللہ تمیمی پہلے قاتل ہیں کیونکہ انہیں نے تیر مارا تھا جیسا کہ اسد الغابہ وغیرہ میں ہے۔

تھا اور عثمان و حکم یہ دونوں اسلام کے پہلے قیدی تھے۔

غزوۂ بدر القتال

اِس کے بعد رمضان شریف میں غزوۂ بدر واقع ہوا۔ یہ پہلا غزوہ ہے جس میں کفار قریش کا مسلمانوں سے بڑا مقابلہ ہوا۔ اور عظیم الشان فتح حاصل ہونے کے بعد اسلام کی حالت میں بہت بڑا تغیر واقع ہوگیا۔ سورۂ انفال میں تفصیلاً اور دوسرے مقامات میں اجمالاً اللہ پاک نے اِس غزوہ کا ذکر کیا ہے۔ اور اس فتح کو مسلمانوں پر خدا کا احسان بتایا ہے۔ واقعہ یہ ہے

تیاری قریش کا قافلہ جو شام گیا تھا۔ اور جس کی تلاش میں حضورؐ ذی العشیرہ تک گئے تھے۔ خبر ملی کہ وہ قافلہ شام سے لوٹا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس قافلہ کے ساتھ ابوسفیان بن حرب۔ مخرمہ بن نوفل۔ عمرو بن العاص وغیرہ تیس یا چالیس آدمی ہیں اور قریش کا مال تجارت جو اِن کے شامل ہے وہ بہت زیادہ ہے۔ حضورؐ کو جب یہ خبر ملی تو آپ نے اصحاب سے فرمایا کہ یہ قریش کا قافلہ ہے جنھوں نے تم کو تمہارے گھروں سے نکال دیا ہے۔ اور تمہارے اموال پر ناجائز قبضہ کر لیا ہے چلو شاید اللہ پاک اُس کا بدلہ تم کو دلادے او کما قال۔

روانگی مسلمان بڑی عجلت کے ساتھ چل پڑے۔ جو جس حال میں تھا روانہ ہوگیا صرف تین گھوڑے تھے۔ ایک حضرت زبیر بن العوامؓ کا۔ ایک حضرت مقداد بن الاسودؓ کا۔ ایک مرثد بن ابی مرثدؓ الغنوی کا۔ ستر اونٹ تھے ایک ایک اونٹ پر کئی کئی آدمی سوار ہوگئے۔ اسطرح تین سو سے کچھ زیادہ آدمی روانہ ہوئے کسی کو گمان بھی نہ تھا کہ کوئی بڑی جنگ ہوگی۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ پیر کے دن رمضان شریف کی آٹھ تاریخ کو آپ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ نماز کیلئے حضرت ابن ام مکتومؓ کو امام مقرر کر دیا جب روحا میں پہنچے تو وہاں سے ابولبابہ بن المنذرؓ کو مدینہ کا حاکم مقرر کر کے بھیجدیا۔ لوآ سفید حضرت مصعبؓ ابن عمیر کو ملا۔ دو سیاہ رایۃ تھا۔ ایک جس کا نام العقاب تھا وہ حضرت علی کرم کو۔ اور ایک انصار کا تھا وہ حضرت سعد بن معاذ کو ملا۔ اور ساق میں قیس بن صعصعہؓ مقرر کیے گئے۔

اِس طرح منزل بمنزل جب مقام صُفرا میں پہنچے تو وہاں سے بسبس بن عمرو الجہنیؓ اور عدیؓ بن ابی الزغبا کو آپ نے بدر کی طرف بھیجا تاکہ قافلہ کا پتا لگائیں کہ وہ کِدھر ہے۔

ابوسفیان کا انتظام قریش کے مخبر بھی لگے ہوئے تھے۔ جب آپ مدینہ سے روانہ ہوئے تو ابوسفیان کو اس کی خبر مل گئی۔ اُس نے ضمضم بن عمرو الغفاری کو اجرت پر مقرر کر کے مکہ بھیجا کہ قریش کو خبر کر دیں تاکہ وہ اپنا قافلہ بچائیں۔ اور خود راستہ بدلکر قافلہ کو دریا کی جانب لیکر روانہ ہوا۔

ضمضم جب مکہ میں پہنچا تو اُس وقت کے قاعدہ کے موافق بطن وادی میں اونٹ پر کھڑا ہوا قمیض کو پھاڑ ڈالا اور چلایا کہ اے قریش جلدی کرو جلدی ابوسفیان کے ساتھ تمہارے اموال ہیں اور محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے راستہ روکا ہے اُمید نہیں کہ بچا سکو جلدی کرو جلدی الغوث الغوث۔

قریش کا جوش جب مکہ میں یہ آواز پہنچی تو ہلچل مچ گئی بطون مکہ میں سے سوائے بنی عدی کے سب نکل آئے۔ اشراف مکہ میں سے ایک ابولہب تو نہ آیا ورنہ سب کے سب نکل آئے۔ اور بڑی شان و شوکت سے زرہیں لیکر اور پُوری طرح مسلح ہو کر نکلے۔ اور چونکہ ابھی نخلہ کا واقعہ تازہ تھا جس میں عمرو بن الحضرمی مارا گیا تھا اور اُس کا سامانِ قافلہ مسلمان لے گئے تھے اِس لیئے جوش انتقام اُن میں بڑے شدّت کا تھا۔

قریش کی خبر اور مشورہ حضورؐ مقام صُفرا[1] سے آگے بڑھکر ایک وادی میں پہنچے جس کا نام ذفران[2] تھا۔ تو آپ کو خبر ملی کہ قریش پُوری تیاری سے اپنے قافلہ اور مال کی حفاظت کے لیئے آرہے ہیں۔ اور مکہ سے روانہ ہوگئے ہیں۔

چونکہ مسلمان کسی بڑی جنگ کی نیت سے نہ نکلے تھے۔ اور اچھی طرح مسلح بھی نہ تھے اِس لیئے حضورؐ نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیئے۔ مہاجرین میں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمرؓ

---

[1] صُفرا بضم صاد و سکون فا ایک وادی کا نام ہے قاموس ۱۲ منہ

[2] ذفران قاموس میں ہی بفتح ذال معجمہ و کسر فا ایک وادی کا نام ہے جو وادی صفرا کے قریب ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

اور دوسرے اصحاب نے مستعدی کا اظہار کیا۔ آپ نے پھر دریافت کیا تو پھر مہاجرین نے جنگ کی رائے دی۔ آپ نے پھر سہ بارہ رائے طلب کی۔ آپ کی غرض یہ تھی کہ انصار کی رائے معلوم ہو کیونکہ انصار نے عقبہ کی بیعت کے وقت یہ وعدہ کیا تھا کہ ہم اپنے شہر میں آپ کی حفاظت کرینگے اور آپ کے دشمنوں سے لڑینگے لیکن یہ انصار کے وطن سے دور اتفاقیہ جنگ کا موقع پیش آگیا تھا۔ اس لیئے دیکھنا تھا کہ وہ ساتھ دینگے یا نہیں۔

سعد بن معاذؓ

حضور کے بار بار دریافت کرنے سے انصار سمجھ گئے۔ سب سے پہلے انصار میں سے حضرت سعد بن معاذؓ اُٹھے اور کہا کہ یا رسول اللہؐ آپ کی غرض یہ ہے کہ ہم لوگوں کی رائے دریافت کریں میں انصار کی طرف سے عرض کرتا ہوں کہ آپ ہم میں سے جس کی رسّی چاہیں کاٹ دیں اور جس کی چاہیں جوڑ دیں۔ آپ ہمارے اموال میں سے جتنا چاہیں لے لیں اور جتنا چاہیں ہمیں دیں اور جو آپ لے لینگے وہ ہمارے لیئے اُس سے بہتر ہوگا جو آپ چھوڑ دینگے۔ یا رسول اللہ آپ جو حکم کرینگے ہم لوگوں کی رائے اُس کے تابع ہوگی۔ یا رسول اللہ آپ جہاں جائینگے ہم آپ کے ساتھ ہوں گے۔ یا رسول اللہ آپ ارشاد فرمائیں تو اس سمندر میں آپ کے ساتھ داخل ہونیکو تیار ہوں۔ یا رسول اللہ آپ جنگ کریں ہم میں کا ایک شخص بھی خلاف نہ کرے گا۔

حضرت مقدادؓ

حضرت مقدادؓ[1] نے فرمایا کہ یا رسول اللہؐ ہم بنی اسرائیل نہیں ہیں جنہوں نے اپنے نبی حضرت موسےٰ علیہ السّلام سے کہا تھا اذھب انت وربک فقاتلا اناھٰھنا قاعدون ہم آپ کے غلام ہیں اور آپ کے داہنے بائیں آگے پیچھے ہر طرف نثار ہونے کے لیئے تیار رہیں۔

حضورؐ نے جب اپنے صحابہ کو اس طرح مستعد دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور آگے بڑھنے کا حکم دیا۔

ابوسفیان نکل گیا

ادھر ابوسفیان جب ساحل پر پہنچ گیا۔ اور اُس کو اپنی حفاظت کا اطمینان ہوگیا تو اُس نے قریش کو لکھا کہ تم لوگ اپنے مال اور آدمی

[1] یعنی حضرت مقداد بن الاسودؓ ۱۲ منہ

کے بچانے کے لئے نکلے تھے۔ اب لوٹ آؤ ہم لوگ بچ گئے اور مال سلامت ہے۔

قریش کی رائے میں اختلاف

ابوسفیان کا خط قریش کو اُس وقت ملا جب وہ لوگ مقام جحفہ میں تھے۔ اور انہوں نے ارادہ کیا کہ لوٹ جائیں مگر ابوجہل نے قسم کھائی کہ ہم اسی شان سے بدر تک جائینگے۔ وہاں اونٹ ذبح کرینگے اور جسقدر عرب ہماری پاس آئینگے اُن کو کھلائینگے تاکہ اس کے بعد عربوں پر اور تمام قبائل پر ہمارا رُعب چھا جائے۔

اخنس بن شریق نے لوٹنے کا مشورہ دیا مگر کسی نے نہ سُنا۔ البتہ بنی زہرہ کے تمام آدمی اخنس کے ساتھ لوٹ آئے۔ اِسی لئے کوئی زہری بدر میں شریک نہ ہوا۔

بنی ہاشم نے لوٹنا چاہا مگر اُن کو ابوجہل نے لوٹنے نہ دیا البتہ طالب بن ابی طالب اور کچھ لوگ اُن کے ساتھ مکّہ واپس چلے گئے۔ باقی تمام قریش بدر کی طرف روانہ ہوگئے۔

ابوسفیان کی صحیح خبر مسلمانوں کو نہ ملی

حضور نے بسبس[1] بن عمرو اور عدی بن ابی الزغبا کو بھیجا تھا کہ ابوسفیان کے قافلہ کی خبر لائیں۔ یہ لوگ بدر میں ابوسفیان کے آنے کی قبل پہنچے بدر کے کوئے کے پاس مجدی بن عمرو الجہنی[2] موجود تھا۔ اور دو عورتیں آپس میں گفتگو کر رہی تھیں کہ یہاں کل پرسوں تک قافلہ پہنچ جائے گا تو ہم اُس میں کام کر کے تمہارا قرض ادا کر دینگے۔ بسبس اور عدی نے یہ سُنا تو اپنے جانور کو پانی پلا کر فوراً وہاں سے لوٹے اور رسول اللہ کو خبر دی۔

لیکن اُن کے آنے کے بعد ابوسفیان خود قافلہ سے پہلے خبر لینے کے لئے بدر میں آیا اُس نے مجدی بن عمرو سے دریافت کیا۔ اور لید میں کھجور کی گٹھلیاں دیکھیں تو سمجھ گیا کہ یہاں مدینہ کے مخبر

---

[1] بسبس ابن اسحاق نے ان کا نام اسی طرح بغیر ہا کے لکھا ہے لیکن صحیح مسلم کی روایت میں اس قصّہ کا ذکر ہے اُس میں اِن کا نام بَسْبَسَہ ہے بروزن فَعْلَلَۃ کے بموحدتین مفتوحتین وسکون سین اوّل وفتح سین ثانی اور ابوداؤد کی روایت میں بُسَیْبَسَہ بتصغیر ہے ابن حجر نے اصابہ میں ابن کلبی سے ایک شعر نقل کیا ہے اسمیں بسبس بلا ہا ہے کہتے ہیں کہ اس شعر میں بھی مراد ہیں یہ جہنی تھے بنی جُھَینہ سے ۱۲ منہ

[2] جہنی حلیف بنی نجار ۱۲ منہ

آئے تھے۔ اِس لیئے قافلہ کو ساحل کی طرف لے گیا اور سلامت چلا گیا۔ مسلمانوں کو اُس کے راستہ بدلنے کا حال معلوم نہ ہو سکا۔

قریش کے پہنچنے کی خبر

حضوؐر ذفران سے روانہ ہوئے۔ اور جب مقام بدر کے قریب پہنچے تو ٹھہر گئے۔ شام کے وقت حضرت علی بن ابی طالبؓ زبیر بن العوامؓ سعد بن ابی وقاصؓ اور چند صحابہ کو بدر کی طرف بھیجا کہ خبر لائیں۔ اُن لوگوں نے قلیب بدر پر قریش کے دُو غلام کو پایا۔ پکڑ کرلے آئے۔ اُس وقت حضوؐر نماز پڑھ رہے تھے صحابہ نے غلاموں سے دریافت کیا کہ تم کس کے ساتھ ہو۔ غلاموں نے جواب دیا کہ ہم قریش کے ساتھ پانی بھرنے پر مقرر ہیں۔ صحابہ تو دل سے چاہتے تھے کہ ابو سفیان کا قافلہ ملے اِس لیئے اُن کو غلاموں کا یہ جواب پسند نہ ہوا اور اُن کو مارا۔ غلاموں نے ڈر سے کہدیا کہ ہم ابو سفیان کے ساتھ ہیں۔ تب اُنہوں نے اُس کو چھوڑ دیا۔ اتنے میں حضوؐر نماز سے فارغ ہوگئے اور فرمایا کہ جب اُس نے سچ کہا تب تم نے اُس کو مارا اور جب جھوٹ بولا تو چھوڑ دیا۔ بخدا دونوں سچ بولے دونوں قریش کے ساتھ ہیں۔

اِس کے بعد حضوؐر نے غلاموں سے دریافت کیا کہ قریش کہاں ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ عدوۃ قصوی میں یعنی انتہائی کنارہ میں جو بڑا ٹیلہ ہے اس کا نام عقنقل ہے۔ اُسی کے پیچھے مقیم ہیں۔ پوچھا کتنے ہیں۔ کہا بہت ہیں۔ پوچھا تعداد۔ کہا یہ ہمیں معلوم نہیں۔ پوچھا روزانہ کتنے اونٹ ذبح ہوتے ہیں۔ کہا ایک روز نُو ایک روز دسؔ۔ حضوؐر نے فرمایا کہ ہزار اور نو سو کے درمیان ہیں۔ پوچھا شرفار قریش میں سے کون کون ہے۔ اُس نے کہا عتبہ بن ربیعہ۔ شیبہ ابن ربیعہ۔ ابوالبختری بن ہشام حکیم بن حزام۔ نوفل بن خویلد۔ حارث بن عامر بن نوفل۔ نضر بن الحارث۔ زمعہ بن الاسود۔ ابوجہل بن ہشام۔ امیہ بن خلف۔ نبیہ بن الحجاج۔ سہیل بن عمرو۔ عمرو بن عبد ودؔ۔ حضوؐر صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ مکّہ نے اپنے جگر پاروں کو تمہاری طرف ڈالدیا ہے۔

مقامی حالات اور مسلمانوں کی مستعدی

قریش جس مقام میں ٹھہرے تھے اُس کے بعد ایک بڑا ٹیلہ تھا جس کا نام عقنقل تھا۔ اُس کے بعد نشیب نرم اور مٹّی ملی ہوئی زمین تھی پھر ریت کا بڑا میدان تھا۔ اور اُس میدان میں کئی کنوے تھے اُس

میدان کے عدوۃ الدنیا یعنی دوسرے کنارہ پر بلند زمین تھی اور ریتلی تھی۔ اور اس جگہ جو کُواں تھا اُس میں پانی بہت اور لطیف پانی تھا۔ اُس جگہ ہر سال بازار لگا کرتا تھا۔ اور عرب جمع ہوا کرتے تھے۔ حضرت حُبابؓ بن المنذر بن الجموح اس مقام کے حالات سے خوب واقف تھے۔

نوٹ:۔ قلیب عربی میں پُرانے کوئے کو کہتے ہیں۔ احادیث میں جو قلیب بدر کا ذکر آتا ہے اس سے یہی کوئے مراد ہیں۔

خدا کی شان اُس روز پانی برس گیا۔ اور تمام ریتلی زمین سخت ہوگئی اور چلنا پھرنا آسان ہوگیا۔ لیکن قریش کی طرف زمین نشیب اور نرم تھی پانی جمکر کیچڑ ہوگیا اور اُن کو چلنا پھرنا مشکل ہوگیا۔ حُباب[1] بن المنذرؓ کے مشورہ سے مسلمانوں نے آدھی رات کو بلند زمین کے کوئے پر قبضہ کیا۔ اور وہاں ایک حوض بنا کر اُس کو پانی سے بھر دیا۔ اور اُس کے علاوہ جسقدر کوئے تھے اُس کے پانی کو خراب کر دیا۔

جنگ کی تمہید جمعہ کا دن تھا۔ ہجرت کے دُوسرے سال رمضان کی ۱۷ تاریخ کو بدر کی لڑائی ہوئی جس وقت قریش عقنقل کے پیچھے سے اپنی شان وشوکت کے ساتھ نکلے اور رسول اللہ صلعم نے اُن کے فخر۔ اور اُن کے شان وشوکت کو دیکھا تو آپ نے دعا کے لیئے ہاتھ اُٹھایا اور نہایت عجز وانکسار سے خدائے ذوالجلال کے سامنے فتح ونصرت کی دعا کی پھر صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ فتح نہ کثرت تعداد پر موقوف ہے نہ شان وشوکت اور کثرت آلات حرب پر فتح کے لیئے جو چیز سب سے زیادہ ضروری ہے وہ صبر واستقامت ہے۔ پھر صحابہ کو آپ نے صبر و استقامت کی تلقین فرمائی۔

جب دونوں طرف صفیں درست ہوگئیں تو قریش نے عمیر بن وہب الجمحی کو بھیجا کہ مسلمانوں کی تعداد کا اندازہ کرے۔ اُس نے گھوڑے پر مسلمانوں کے چار طرف ایک چکر لگایا اور آکر بیان کیا کہ کم وبیش تین سَو ہیں۔ مگر ذرا ٹھہر و میں دیکھ لوں کہیں اور چھپے ہوئے نہ ہوں۔ اِسکے بعد دور تک

---

[1] حُبابؓ بحائے مہملہ بعدہٗ بائے موحدہ ابن سعد کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی خلافت میں ان کا انتقال ہوا عمر پچاس سے زاید ہوئی تھی انصاری خزرجی السلمی تھے ۱۲ منہ

گیا اور واپس آکر بیان کیا کہ کچھ نہیں جو کچھ ہیں یہی ہیں۔
مگر اُس نے کہا کہ اے قریش میں ایک بات دیکھکر آیا ہوں۔ تمہارے مقابل ایک ایسی قوم ہے جس کے پاس اُس کی تلوار کے سوا اور کوئی چیز پناہ کی نہیں ہے۔ اور خدا کی قسم اُن میں کا کوئی شخص نہیں مرے گا جبتک تمہارے ایک شخص کو نہ مار لے۔ پھر بتاؤ کہ اِس کے بعد تمہاری زندگی کیسی ہوگی۔ یہ حال ہے جو میں نے دیکھا اب تم جانو اور تمہاری رائے۔

حکیم بن حزام اور عتبہ

حکیم بن حزام نے جب یہ سنا تو عتبہ بن ربیعہ کے پاس گئے۔ اور کہا کہ اے ابوالولید تم قریش کے سردار ہو۔ اور ہم سب میں بڑے ہو۔ کیا چاہتے ہو کہ تمہارا ذکر خیر کے ساتھ باقی رہے۔ کیا یہ کر سکتے ہو کہ اِس وقت اپنے حلیف عمر بن الحضرمی کے خون کے مطالبہ سے باز آؤ اور اِس جنگ کو روک دو۔
عتبہ بن ربیعہ راضی ہوگیا اور اُس نے قریش کو مخاطب کر کے تقریر کی کہ یامعشر قریش محمد صلعم کے ساتھ لڑنے میں کوئی فائدہ معلوم نہیں ہوتا۔ بالفرض اگر تمہاری فتح ہو گئی تو کس کام کی ہم میں سے ہر شخص دیکھے گا کہ کسی کے چچا کا لڑکا کسی کے ماموں کا لڑکا ہمارے ہی ہاتھوں سے مرا ہوا پڑا ہے۔ ایسی فتح کو کون پسند کرے گا اور کس کو خوشی ہوگی۔

ابوجہل کی شرارت

ابوجہل کو یہ خبر ملی تو بہت غصّہ ہوا۔ عتبہ کو برا بھلا کہا پھر عمرو بن الحضرمی کے بھائی عامر بن الحضرمی کو بلا کر کہا کہ دیکھو عین وقت پر جبکہ تمہارے بھائی کے خون کا بدلہ آنکھوں کے سامنے موجود ہے تمہارا حلیف عتبہ ٹوٹنا چاہتا ہے اُٹھو اور اپنے بھائی کا ثار طلب کرو۔ اُس وقت عامر نے جیسا کہ ان عربوں کا قاعدہ تھا سُرین کھولکر واعمراہ واعمراہ کی آواز لگائی جس سے نیا جوش پھیل گیا۔ اور حکیم بن حزام اور عتبہ بن ربیعہ کی تمام کوششیں بیکار ہوگئیں۔

معرکۂ جنگ

مسلمانوں نے قلیب بدر کے پاس ایک بلند مقام پر حضورؐ کے لیئے ایک خیمہ نصب کر دیا تھا۔ جہاں سے پورا معرکۂ جنگ نظر آتا تھا۔ اُس میں حضورؐ اور حضرت صدیقؓ تشریف رکھتے تھے اور حضرت سعد بن معاذؓ ننگی تلوار لیئے ہوئے اُس کے سامنے پہرہ دیتے تھے اور

حضورؐ کی حفاظت کرتے تھے۔

ابن اسحاق کی روایت ہے کہ سب سے پہلے اسود بن عبدالاسد نے مسلمانوں کے حوض پر حملہ کیا اور مارا گیا۔ پھر ولید بن عتبہ۔ عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ صف سے نکلے اور مبازرت طلب کی۔ اِدھر سے حضرت علیؓ حضرت حمزہؓ اور عبیدہ بن حارثؓ گئے تینوں کافر مارے گئے۔ حضرت عبیدہؓ زخمی ہوئے پیر کٹ گیا۔ اور آخر فتح کے بعد لوٹتے وقت مقام صفرا میں انتقال ہو گیا۔

اُن کافروں کے مارے جانے کے بعد عام حملہ ہو گیا جنگ مغلوبہ شروع ہو گئی۔ مسلمانوں کی طرف پہلے مہجعؓ[1] مولے عمر بن الخطابؓ ایک تیر لگنے سے شہید ہوئے۔ پھر حارثہ ابن سراقہ انصاریؓ حوض سے پانی پی رہے تھے کہ ایک تیر لگی اور شہید ہوئے۔ حضرت عمیر بن الحمامؓ[2] نے ایک زور کا حملہ کیا اور شہید ہو گئے۔

حضورؐ کی دعا جنگ مغلوبہ بڑے زوروں کی ہو رہی تھی۔ اور حضورؐ دعا میں مشغول تھے استغراق کا یہ عالم تھا کہ چادر مبارک شانہ سے گر گئی اور آپ گریہ وزاری میں مشغول تھے۔

حضرت صدیقؓ نے چادر شانہ پر درست کر دی۔ آپ نے اُسی عالم کیف میں ایک مٹھی سنگریزہ زمین سے اُٹھایا اور اُس پر شاھت الوجوہ پڑھکر دم کیا اور قریش کی طرف پھینکا کوئی کافر نہ بچا جسکے آنکھوں میں نہ پڑا ہو۔ کفار اپنی آنکھیں ملنے لگے اور مسلمان اُن کو قتل کرنے لگے۔ اِسی کے متعلق اللہ پاک فرماتا ہے وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی یعنی جب تم نے (سنگریزہ) پھینکا تھا تو تم نے نہیں پھینکا بلکہ خدا نے پھینکا تھا۔ الغرض تھوڑی دیر میں لڑائی کا رنگ بدل گیا مسلمانوں کی فتح نمایاں نظر آنے لگی بڑے بڑے صنادید عرب مارے گئے۔ آخر مسلمانوں نے گرفتاریاں شروع کر دیں اور بہتوں کی مشکیں باندھ لیں پھر یہ حال ہوا کہ کفار بھاگنا چاہتے تھے اور پناہ نہ ملتی تھی۔

---

[1] مہجع العکی بکسر میم وسکون ہا بعدہٗ جیم مفتوحہ موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ بدر میں سب سے پہلے یہ شہید ہوئے ۱۲ منہ

[2] عمیر بتصغیر بن الحمام بضم حائے مہلہ وتخفیف میم ابن الجموح ابن زید السلمی ابن اسحاق نے ان کی شہادت اور جوش کا ایک موثر قصہ لکھا ہے ۱۲ منہ

اُمیّہ بن خلف مکّہ میں حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کی اُمیّہ بن خلف سے دوستی تھی۔ حضرت عبدالرحمن جارہے تھے اُمیّہ کی نظر پڑگئی بلایا اور مدد چاہی اُن کے ہاتھ میں زرہ تھی یہ دیکھنے لگے اُس نے اُمید دلائی کہ ہمیں بچاؤ زرہ کیا چیز ہے اُنہوں نے زرہ وہیں ڈالدی اور اُمیّہ بن خلف اور اُس کے لڑکے علی بن اُمیّہ کا ہاتھ پکڑا اور لے چلے۔ یہ اُمیّہ وہی شخص تھا جو حضرت بلالؓ کو رمضار مکّہ میں لے جاتا اور گرم تپتے ہوئے ریت پر اُن کو چت سُلاتا سینہ پر بھاری پتھر رکھتا اور کہتا کہ اِس کو اِسی طرح دھوپ میں پڑا رہنے دو جب تک دین اسلام ترک نہ کرے یا مر نہ جائے حضرت بلالؓ دھوپ اور پیاس میں تڑپتے اور احد احد کہتے اِس وقت جب یہ عبدالرحمن بن عوفؓ کے ساتھ تھا حضرت بلالؓ کی نظر پڑگئی چلا اُٹھے کہ اللہ اکبر یہ تو راس الکفر اُمیّہ ابن خلف ہے۔ لوگ جمع ہوگئے عبدالرحمنؓ نے کہا کہ بلالؓ یہ میرا قیدی ہے۔ حضرت بلالؓ نے کہا اللہ اکبر یہ بچ گیا تو میری نجات نہیں ہے۔ عبدالرحمنؓ اُس کو بچانے لگے بلالؓ نے انصار کو آواز دی کہ یہ راس الکفر اُمیّہ بن خلف ہے اگر یہ بچ گیا تو میری نجات نہیں ہے۔ لوگوں نے اُس کو مارنا شروع کیا حضرت عبدالرحمنؓ بچانے لگے حتیٰ کہ ایک مارا گیا حضرت عبدالرحمنؓ نے دوسرے کو کہا کہ زمین پر جھک جاؤ جھک گیا تو عبدالرحمنؓ اُس کے اوپر جھک گئے اور اُسکو اپنے نیچے لے لیا اور حضرت بلالؓ کہ رہو تھی لا نجوت ان نجی آخر انصار نے بغل سے تلوار بھونک کر اُس کو قتل کردیا۔

عُکاشہ بن محصنؓ مستند روایتوں سے ثابت ہے کہ اُسی روز عُکاشہ بن محصنؓ کی تلوار ٹوٹ گئی حضورؐ نے اُن کو ایک شاخ درخت کی دی کہ اس سے لڑو۔ اُنہوں نے اُس کو لیکر حرکت دی تو اُن کے ہاتھ میں وہ نہایت نفیس تلوار ہوگئی۔ اِس سے وہ غزوات میں برابر لڑا کرتے تھے حتیٰ کہ حضرت صدیقؓ کے ایّام خلافت میں شہید ہوئے۔

حضورؐ کا اعلان حضورؐ نے اعلان کردیا کہ بنی ہاشم خوشی سے لڑنے نہیں آئے ہیں اُن کو قتل نہ کیا جائے۔ عباس بن عبدالمطلب کو کوئی قتل نہ کرے۔ ابو البختری بن ہشام کو کوئی قتل نہ کرے۔ اِس اعلان کی ضرورت ظاہر ہے بنی ہاشم گو مسلمان نہ ہوئے مگر اِسلام کے لیئے

شروع سے اُنہوں نے تکلیفیں برداشت کیں حضرت عباسؓ ہمیشہ رسول اللہ کے معاون رہے حتے کہ عقبۂ اخیرہ میں جب انصار مدینہ نے رسول اللہ کو مدینہ آنے کی دعوت دی تو حضرت عباسؓ نے باوجود مسلمان نہ ہونے کے اُن سے کہا کہ خوب سمجھ کر دعوت دو یہاں وہ اپنے گھر اور اپنے لوگوں میں ہیں ہزار دشمنی بھی مگر کسی کی مجال نہیں ہے کہ اُن کے خلاف ہاتھ اُٹھائے۔ مدینہ میں وہ محض تمھاری ذمہ داری پر ہوں گے۔ لیکن بعض روایت میں ہے کہ حضرت عباسؓ پوشیدہ مسلمان تھے اور رسول اللہؐ کی اجازت سے مکہ میں مقیم تھے۔ اور وہاں کی خبر حضورؐ کے پاس بھیجا کرتے تھے فتح مکہ سے پہلے علانیہ مسلمان ہوگئے۔ اور ہجرت کرکے مدینہ چلے آئے۔ ابوالبختری سے مسلمانوں کی مخالفت کے متعلق کبھی کچھ سُنا نہیں گیا تھا بلکہ جب بنی ہاشم شعب ابی طالب میں محصور تھے تو اُنہوں نے بعض مرتبہ اُن کو کھانا پہنچانے میں مدد دی تھی۔ قریش کے اس صحیفہ کو جس کی وجہ سے بنی ہاشم اور ابوطالب اور رسول اللہؐ برسوں شعب میں محصور رہے باطل کرنے کی بعض لوگوں نے کوشش کی تو اُس کوشش کرنیوالوں میں ایک یہ بھی تھے۔

ابوالبختری مارا گیا

لیکن باوجود اس اعلان کے ابوالبختری مارا گیا۔ واقعہ یہ ہوا کہ مجذر ابن زیادؓ البلوی کا ابوالبختری سے سامنا ہوگیا مجذرؓ نے کہا کہ ہم لوگوں کو رسول اللہؐ نے تم کو قتل کرنے سے منع کر دیا ہے۔ ابوالبختری کے ساتھ اس کا ردیف تھا جو مکہ سے ساتھ آیا تھا اُسکا نام جنادہ بن ملیحہ بنت زہیر بن الحارث تھا۔ اُس نے پوچھا کہ میرے ردیف کا کیا ہوگا۔ مجذر نے کہا کہ ہمیں رسول اللہؐ نے صرف تمہارے قتل سے منع کیا ہے تمہارے ساتھی کو ہم نہیں چھوڑ سکتے ابوالبختری نے کہا کہ یہ نہیں ہوسکتا آخر لڑائی ہوئی اور مارا گیا۔

لہ مجذر بذال معجمہ ان کا لقب تھا اس کے معنی ہیں الغلیظ الضخیم نام عبداللہ تھا اس قصہ کو ابن اسحاق نے نقل کیا ہے موسےٰ بن عقبہ زہری سے نقل کرتے ہیں کہ بعض آدمی کہتے ہیں کہ ابوالبختری کو ابوالیسرؓ نے قتل کیا ہے لیکن اہم اور بڑی روایتیں یہی ہیں کہ مجذر نے قتل کیا۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ زبیر بن بکار اور واقدی کا بھی جزما یہی بیان ہے حاکم نے بھی یہی روایت کیا ہے سب کہتے ہیں کہ مجذر ہی نے قتل کیا ۱۲ منہ

ابو جہل

حضورؐ نے فرمایا کہ کوئی ابو جہل کی خبر لائے تھوڑے دیر میں حضورؐ کے پاس اُس کا سر آیا اور خبر دی گئی کہ وہ قتل کردیا گیا۔ آپ نے کہا اللہ الذی لا الٰہ الا ھو تین مرتبہ پھر کہا اللہ اکبر الحمد للہ الذی صدق وعدہٗ و نصر عبدہٗ وھزم الاحزاب وحدہٗ اِسکے بعد فرمایا کہ ذرا اُس کا سر ہمیں دکھاؤ جب آپ نے دیکھا تو فرمایا ھذا فرعون ھٰذہ الامۃ۔

کفار کی نعشوں سے خطاب

جب لڑائی ختم ہوئی تو آپ کفار کی نعشوں کے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ کیسے بُرے رشتہ دار اپنے نبی کے تم لوگ تھے تم نے ہمیں جھٹلایا دوسروں نے تصدیق کی۔ تم نے ہمیں ذلیل کیا دوسروں نے مدد دی۔ تم لوگوں نے ہم کو میرے گھر اور وطن سے نکال دیا دوسروں نے پناہ دی۔

پھر آپ نے حکم دیا کہ یہ سب لاشیں ایک کوئے میں ڈال دی جائیں جب سب نعشیں ڈالدی گئیں تو پھر آپ اُس کوئے پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے عتبہ بن ربیعہ اے شیبہ بن ربیعہ اے فلاں اے فلاں کیا تم نے اپنے رب کے قول کو سچّا پایا۔ ہم نے تو اپنے رب کے وعدہ کو ٹھیک ٹھیک سچ پایا۔

مراجعت

اِس کے بعد تین روز تک حضورؐ یہاں مقیم رہے پھر اموال غنیمت اور سب قیدیوں کو لیکر روانہ ہوئے۔ جب مقام صفرا میں پہنچے تو اموال غنیمت کو وہیں تقسیم کیا۔ مال غنیمت کی تقسیم کا اختیار سورۂ انفال میں نازل ہوا تھا۔ وہیں نضر بن الحارث بن کلدہ کو قتل کیا۔ پھر جب عرق الظبیۃ میں پہنچے تو وہاں عقبہ ابن ابی معیط کو قتل کیا۔ اِس کے بعد مظفر و منصور مدینہ میں داخل ہوئے ہر جگہ مسلمانوں کا رُعب چھا گیا۔ اطراف کے دشمن ڈرنے لگے۔ مدینہ کے بہت لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ عبد اللہ بن اُبی منافق اور اُس کے ساتھیوں نے بھی اُنہیں ایّام میں بظاہر اسلام قبول کیا۔

اصحاب بدر اور شہدا

کل تین سَو سے کچھ زیادہ مسلمان غزوۂ بدر میں شریک ہوئے جس میں (۸۶) مہاجر تھے (۶۱) اَوس کے لوگ اور (۱۷۰) خزرج کے آدمی تھے۔ اُنمیں (۲۲) شہید ہوئے (۱۴) مہاجر (۶) خزرج اور (۲) اَوس کے آدمی کفار کے (۷۰) قتل ہوئے۔ اور (۷۰) قید۔ اُن قیدیوں میں (۳) بنی ہاشم تھے عبّاس عقیل اور نوفل بن الحارث اصحاب بدر کی اِس تعداد

میں وہ لوگ داخل ہیں جو جنگ میں شریک نہ ہوئے مگر غزوہ کا ثواب اور غنیمت میں اُن کو حصہ ملا
بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ کچھ اوپر ساٹھ مہاجرین اور دوسو چالیس سے کچھ زیادہ انصار تھے
مگر اصحاب بدر کو نام بنام شمار کرنے سے وہ تعداد حاصل ہوتی ہے جو اوپر لکھی گئی۔

عثمان بن عفانؓ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت رقیہؓ بنت رسول اللہ سخت بدمزہ تھیں۔ اِس لیے حضرت عثمانؓ اور حضرت اُسامہ بن زیدؓ کو حضورؐ نے
اُن کی نگرانی کے لیے مدینہ میں چھوڑ دیا تھا اور یہ دونوں حضرات اسی لیے غزوۂ بدر میں شریک نہ ہوسکے
جب یہاں فتح ہوئی تو حضورؐ نے زید بن حارثہؓ کو فتح کی بشارت دینے کے لیے مدینہ روانہ کیا۔ حضرت
اُسامہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت زیدؓ اس وقت آئے جب حضرت رقیہؓ کا انتقال ہوگیا تھا اور ہم لوگ
دفن سے اُسی وقت فارغ ہوئے تھے۔ حضرت اُسامہؓ کہتے ہیں ہم جب والد کے پاس گئے تو لوگ اُن کو
گھیرے ہوئے تھے اور وہ کہ رہے تھے۔ کہ عتبہ بن ربیعہ شیبہ بن ربیعہ ابوجہل زمعہ بن الاسود ابوالبختری
اُمیہ بن خلف نبیہ بن الحجاج منبہ بن الحجاج سب قتل کئے گئے ہم نے پوچھا کہ والد کیا واقعی یہ سچ ہو
تو اُنھوں نے فرمایا کہ ہاں بیٹا سچ ہے۔

ابوالعاص بن الربیعؓ قیدیوں میں رسول اللہ کے داماد یعنی حضرت زینبؓ کے شوہر بھی تھے یہ ابوالعاص ہالہ بنت خویلد کے لڑکے تھے۔ اور ہالہ حضرت خدیجہؓ کی
حقیقی بہن تھیں۔ اِس لیے حضرت خدیجہؓ نے رسول اللہ سے مشورہ لیکر اپنی لڑکی زینبؓ بنت رسول اللہؐ
کا نبوت سے پہلے اُن کے ساتھ عقد کر دیا تھا اور بیٹے کی طرح اُن کے ساتھ محبت کرتی تھیں بعثت
کے بعد حضرت خدیجہ اور زینب مسلمان ہوگئیں لیکن ابوالعاص مسلمان نہ ہوئے۔ اختلاف دین
کی وجہ سے اُن میں جدائی کرانی لازم تھی لیکن مکہ میں چونکہ رسول اللہ کا حکم نافذ نہ تھا جُدائی نہوسکی
قریش نے جب حضورؐ کی مخالفت شروع کی تو اُن سے کہا کہ تم قریش کی جس لڑکی کو چاہو اُس سے
تمہارا عقد کر دیا جائے مگر محمدؐ کی لڑکی کو چھوڑ دو۔ اُنھوں نے انکار کیا کہ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ ہم اپنے
اہل کو بلا وجہ چھوڑ دیں۔ حالانکہ ابولہب کے لڑکوں نے قریش کے اِسی طرح کہنے پر چھوڑ دیا تھا حضورؐ

اُن کے اِس ہمت کی تعریف کیا کرتے تھے۔

یہ بدر میں قید ہو کر آئے۔ اور زینبؓ مکہ میں تھیں۔ تو جب دوسرے قیدیوں کے ورثا نے اپنے آدمیوں کو چھڑانے کے لئے مکہ سے فدیہ بھیجا تو حضرت زینبؓ نے بھی اُن کے چھڑانے کے لئے فدیہ روانہ کیا۔ اس فدیہ میں حضرت زینبؓ نے مال کے ساتھ اپنا ایک ہار بھی بھیجا تھا یہ ہار وہ تھا جو حضرت خدیجہؓ نے اُن کے عقد کے وقت اُن کو پہنا کر رخصت کیا تھا اُس ہار کو دیکھکر حضورؐ پر سخت رقت طاری ہوئی اور آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ اگر تم لوگ پسند کرو تو زینب کے قیدی کو چھوڑ دو اور اُس کا مال بھی واپس کر دو۔ سب صحابہ راضی ہوئے اور یہ چھوڑ دیئے گئے۔

اُن سے اور حضورؐ سے جو گفتگو ہوئی اُس کا کسی کو علم نہ ہوا۔ مگر واقعہ بدر کے ایک مہینہ بعد حضورؐ نے حضرت زید بن حارثہؓ اور ایک انصاری کو بھیجا کہ تم بطن یاجج[1] میں جاؤ وہاں زینبؓ آئینگی اُن کو ساتھ لے آؤ۔ چنانچہ یہ لوگ روانہ ہو گئے۔ ابو العاص جب مکہ گئے تو حضرت زینبؓ سے کہا کہ تم اپنے والد کے پاس مدینہ جاؤ۔ چنانچہ اُنھوں نے سفر کی تیاری شروع کر دی جب فارغ ہوئیں تو ابو العاص کے بھائی کنانہ بن الربیع ایک اونٹ لیکر آئے اور اُن کو لیکر روانہ ہوئے جب قریش کو خبر ہوئی کہ زینبؓ اپنے باپ کے پاس جا رہی ہیں تو چند شخصوں نے تعاقب کیا۔ سب سے آگے ھبار بن الاسود تھا اُس نے ایک تیر مارا جو حضرت زینبؓ کے ہودج سے آکر لگا حضرت زینبؓ حاملہ تھیں اُس صدمہ سے حمل ساقط ہو گیا۔ کنانہ نے اپنا تیر کمان اُٹھایا اور کہا کہ خبردار اگر کوئی آگے بڑھا تو میں مار ڈالونگا اتنے میں ابو سفیان آگیا اُس نے قریش کے لوگوں کو علیحدہ کیا۔ اور کنانہ کو سمجھایا کہ ابھی بدر کا واقعہ تازہ ہے اور تم اِن کو اِسطرح علانیہ لے جاتے ہو یہ کیا

---

[1] یاجج پہلا جیم ہے اور دوسرا حائے مہملہ مکہ کے قریب ایک موضع ہے جیسا کہ مغنی میں ہے۔ اور ابن اثیر نہایہ میں لکھتے ہیں کہ بطن یاجج مہموز ہے بکسر جیم اوّل مکہ سے تین میل پر ہے اور عبداللہ بن زبیرؓ کی منزل تھی اور قاموس میں ہے یاجج کیسمع و ینصر و یضرب موضع بمکہ مغنی میں دوسرے کے حا ہونے کی تصریح ہے اُس کی وجہ نہ معلوم ہوئی صحیح یہ ہے کہ دونوں جیم ہے یا شاید دو مقام ہو واللہ اعلم ۱۲ منہ

عقلمندی ہے۔ ہم کو محمدؐ کی لڑکی کے روکنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے مگر تم اس طرح نہ لیجاؤ ابھی واپس چلو کسی روز پوشیدہ لیجائیو۔ کنانہ نے مان لیا چند روز کے بعد شب کے وقت زید بن حارثہؓ تک پہنچا دیا اس طرح حضرت زینبؓ مدینہ چلی گئیں اور ابو العاص سے جدائی ہوگئی۔ چھ برس کے بعد ابو العاص[1] ایمان لائے اور پہلے ہی نکاح پر ان دونوں کے تعلقات پھر قائم ہوگئے۔

ایک جماعت جو مقتول ہوئی ہجرت نہ کرنے سے

حضورؐ جب مکہ میں تھے تو حارث بن زمعہ بن الاسود۔ ابو قیس بن الفاکہ بن المغیرہ۔ ابو قیس ابن الولید بن المغیرہ۔ علی بن اُمیۃ بن خلف۔ عاص بن منبہ بن الحجاج ایمان اور اسلام قبول کر چکے تھے لیکن جب حضورؐ نے ہجرت کی تو اُن لوگوں کو اُن کے آبا اور قبائل نے روک لیا۔ یہ اپنے لوگوں کے مطیع رہے حتیٰ کہ بدر میں کفار کے ساتھ مسلمانوں کے مقابل لڑنے آئے۔ اور آخر یہ سب مارے گئے اصحاب سیر لکھتے ہیں کہ انہیں لوگوں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی انّ الذین توفّاھم الملٰئکۃ ظالمی انفسھم قالوا فیم کنتم قالوا کنّا مستضعفین فی الارض قالوا الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا فاولٰئک ماواھم جھنم وساءت مصیرا۔

حضورؐ نے منع فرمایا کہ مسلمان ہجرت کی استطاعت ہونے پر کفار کے ساتھ نہ رہیں۔ اور آپ نے فرمایا کہ میں اُس سے بری ہوں جو مسلمان ہو کر کافروں کے درمیان مقیم رہے۔ اور آپ نے فرمایا کہ جو کافروں کے ساتھ سکونت اختیار کرے وہ اُنہیں کے مثل ہے۔ اور آپ نے فرمایا کہ ہجرت منقطع نہ ہوگی جب تک توبہ منقطع نہ ہو۔ اور آپ نے فرمایا کہ عنقریب ہجرت پر ہجرت ہوگی تو زمین کا بہترین شخص وہ ہوگا جو حضرت ابراہیمؑ کی ہجرت کی جگہ کو اختیار کرے۔ دوسری جگہ اشرار رہ جائیں گے جن کا حشر بندروں اور خنزیروں کے ساتھ ہوگا۔

قیدیوں سے سلوک

حضورؐ قیدیوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتے تھے۔ بدر کے قیدیوں کو صحابہؓ نے سختی سے باندھا تھا۔ وہ لوگ بے چین تھے۔ رونے کی آواز سنکر حضورؐ

[1] ابو العاص کے اسلام قبول کرنے کا حال آگے مذکور ہے ۱۲ منہ

تمام رات سوئے نہیں صحابہ کو معلوم ہوا تو بعض صحابہ نے حضرت عباسؓ کی بندش ڈھیلی کردی حضورؐ نے فرمایا کہ سب قیدیوں کی بندش ڈھیلی کردو۔ حضورؐ کا قاعدہ تھا کہ ایک خاندان کے کئی شخص گرفتار ہوں تو اُن میں تفریق ناپسند فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو شخص لڑکوں کو قید میں اُس کی ماں سے جدا کرے خداوند کریم قیامت کے روز اُس کو اُس کے احباب سے جُدا کرے گا۔

حضورؐ کا قاعدہ تھا کہ قیدیوں کے ساتھ مختلف حالتوں میں جیسی مصلحت ہوتی ویسا سلوک کرتے اسلام کے ساتھ جس کی دشمنی شدید ہوتی اُس کو قتل کرتے بعض کے فدیہ میں مال لیکر اُس کو چھوڑ دیتے اور وہ مال عام اسلامی ضرورتوں میں صرف ہوتا اور مسلمانوں کے کام آتا کسی کو مسلمان قیدی کے بدلہ میں چھوڑتے کسی کو یونہیں بلا کسی بدلہ کے چھوڑ دیتے۔

ثمامہ ابن اثال حنفی یمامہ کے رئیس تھے قید ہو کر آئے صحابہ نے اُن کو مسجد کے ستون سے باندھ دیا حضورؐ نے پُوچھا ثمامہ کیا حال ہے اُنہوں نے کہا کہ اگر قتل کیجیے تو بدلہ ہوگا معاف کیجیے تو مشکور ہوں گا۔ اور فدیہ لیجیے تو مال حاضر کروں آن کو حضور نے تیسرے روز بلا فدیہ چھوڑ دیا۔ وہ مسلمان ہوگئے اور بڑے ثابت قدم رہے۔ سلمہ بن الاکوعؓ کو ایک لونڈی کسی غزوہ میں ملی تھی اُسے مانگ کر مسلمان قیدیوں کے فدیہ میں مکہ بھیجا۔ جویریہ بنت الحارث سے آپ نے عقد کیا تو بنی المصطلق کے ایک سَو قیدی کو اُس رشتہ کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا صلح حدیبیہ میں ستر آدمی قید ہوئے اُن کو بلا کسی معاوضہ یا شرط کے چھوڑ دیا۔

بدر کے قیدیوں کے ساتھ بھی مختلف برتاؤ ہوا عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن الحارث خدا اور رسول کی دشمنی میں سخت تھے اُن کو قتل کر دیا۔ اوروں سے فدیہ لیکر چھوڑا جن لوگوں کے پاس مال نہ تھا اُن سے کہا کہ انصار کے لڑکوں کو لکھنا سکھا دیں یہی اُن کا فدیہ ہوا۔ کچھ لوگوں کو بلا فدیہ اور بدلہ کے چھوڑ دیا۔

غزوات بدر و اُحد کے درمیان

غزوۂ بنی سلیم حضورؐ جب بدر سے مدینہ واپس آئے تو اُس کے سات روز بعد مدینہ میں سباع بن عرفطہؓ یا ابن ام مکتومؓ کو خلیفہ بنا کر بنی سلیم کی جنگ کو تشریف لے گئے۔ معلوم ہوا تھا کہ وہ لوگ جمع ہوئے ہیں۔ آپ ماء الکدر تک گئے لیکن وہ لوگ نہ ملے۔ تین روز آپ وہاں مقیم رہے پھر مدینہ لوٹ آئے۔

غزوۂ سویق بدر کے دو مہینہ بعد غزوۂ سویق ہوا۔ مشرکین قریش جب بدر سے تباہ حال لوٹے تو اُن کو دیکھ کر ابو سفیان نے قسم کھالی کہ جب تک محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) سے جنگ نہ کروں گا سر سے پانی نہ چھلاؤں گا۔ آخر دو سو آدمیوں کو لیکر پوشیدہ مدینہ آیا۔ رات کے وقت سلام بن مشکم کے یہاں ٹھہرا صبح کو مدینہ کے کنارہ مقام عریض میں کچھ درخت کاٹ دیئے اور ایک انصاری پانی پٹار رہے تھے اُن کو قتل کر دیا اور بھاگا۔ حضورؐ کو خبر ہوئی تو تعاقب کیا اور قرقرۃ الکدر تک تشریف لے گئے مگر نہ ملا۔

کفّار بھاگتے ہوئے بوجھ ہلکا کرنے کے خیال سے بہت سا ستّو پھینکتے گئے تھے جو صحابہ کو ملا اور اسی لیئے اِس غزوہ کا نام غزوۂ سویق ہو گیا۔

غزوۂ بنی غطفان جس کو غزوۂ ذی امر بھی کہتے ہیں غزوۃ السویق کے بعد ہوا۔ غزوۃ السویق سے لوٹ کر حضورؐ ذی الحجہ کا پُورا مہینہ مدینہ میں رہے پھر بنی غطفان سے مقابلہ کی نیّت سے نجد تشریف لے گئے اور مدینہ میں حضرت عثمان بن عفانؓ کو خلیفہ مقرر کر دیا صفر کا پُورا مہینہ آپ وہاں رہے لیکن کوئی لڑائی نہ ہوئی لوٹ آئے۔

غزوۂ بحران ربیع الاوّل آپ مدینہ میں رہے۔ پھر ابن ام مکتومؓ کو خلیفہ بنا کر قریش کے مقابلہ کی نیّت سے نکلے۔ بحران تک تشریف لے گئے۔ ربیع الآخر اور جمادی الاوّل وہیں رہے جنگ نہ ہوئی لوٹ آئے۔

نوٹ:۔ بحران بائے موحدہ اور حائے مہملہ سے حجاز کا ایک معدن ہے اور مشہور مقام فرعہ کے قریب ہے

عبداللہ بن جحشؓ کے سریہ میں بھی اِس مقام کا ذکر ہو اور بعض رواۃ کی نسبت نجرانی اسی مقام کی طرف ہو
نجران نون اور جیم سے ایک دوسرا مقام ہو جہاں کے نصاریٰ ابتدائے اسلام میں مکہ آئے تھے۔ ابن اثیر نہایہ میں لکھتے ہیں کہ وہ حجاز شام اور یمن کی سرحد پر ہے لیکن کنز العلوم واللغۃ جو فی الحال مصر میں چھپی ہے اُس میں ہو کہ نجران یمن میں ہے واللہ اعلم

غزوۂ بنی قینقاع اِس کے بعد غزوۂ بنی قینقاع ہوا جس کا ذکر یہود کے حال میں ہو چکا ہے۔

قتل کعب بن اشرف کعب ابن اشرف یہود تھا اور حضورؐ کو سخت تکلیف دیتا تھا حضورؐ کے ہجو میں اشعار لکھتا۔ اور صحابہ کی عورتوں کو اشعار میں بُرا بھلا کہتا بدر کے بعد مکہ جا کر قریش کے سامنے اشعار پڑھے جس میں اُن کو خوب بھڑ کایا قبائل میں جا کر اُن کو مسلمانوں کی خلاف مشتعل کیا۔ اِس لیے حضورؐ کی مرضی پا کر محمد بن مسلمہؓ عباد بن بشرؓ حارث بن اوسؓ ابو عبیسؓ[۱] بن جبر اور ابو نائلہ سلکان بن سلامہؓ اُس کے قتل کے لیے مستعد ہوئے حضورؐ نے اُن لوگوں کو اجازت دی۔ اور یہ بھی اجازت دی کہ اگر ضرورت ہو تو مخادعتؓ کی گفتگو کر سکتے ہیں۔

جب یہ لوگ چلے تو حضورؐ خود بقیع الغرقد تک اُن کے ساتھ گئے اور رخصت کیا ابو نائلہ کعب کے رضاعی بھائی تھے۔ جب وہ وہاں پہنچے تو پہلے ابو نائلہ تنہا گئے۔ آواز دی وہ آیا تو اُنھوں نے ظاہر کیا کہ ہم لوگ رسول اللہ سے منحرف ہو گئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ کسی طرح محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) خراب اور ذلیل ہوں۔ وہ بہت خوش ہوا پھر اُنھوں نے اسلام کی وجہ سے اپنی پریشانی کا حال بیان کیا اور خواہش ظاہر کی کہ تم ہمارے ساتھیوں کا سامان حرب رہن رکھو اور خوراک کی چیزوں سے امداد کرو وہ فوراً راضی ہو گیا۔ اِس طرح ابو نائلہؓ اس کے مکان تک اپنے ساتھیوں کو مسلح لے جانے میں کامیاب ہو گئے۔

جب اِس طرح یہ لوگ وہاں پہنچگئے اور کعب نیچے آیا تو ابو نائلہ نے پکڑ لیا اور دوسرے لوگوں نے

[۱] ابو عبیسؓ بن جبر الاوسی ابن سعد کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے اُن کے اور حبیش بن حذافہؓ کے درمیان مواخات کرایا تھا ۱۲ منہ

قتل کیا اور اُس کا سر حضورؐ کی خدمت میں لے آئے۔ آخر رات تھی حضورؐ نماز پڑھ رہے تھے کہ یہ لوگ پہنچے۔ حارث ابن اوسؓ کو اپنے ہی ساتھیوں میں سے کسی کی تلوار سے زخم آگیا تھا۔ حضورؐ نے لعاب دہن لگا دیا فوراً اچھا ہوگیا۔

رات ہی کے وقت یہودیوں میں ہلچل مچگئی صبح کے وقت کچھ یہود حضورؐ کی خدمت میں آئے اور اس طرح کے قتل پر پریشانی کا اظہار کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ کعب کے اشعار گفتگو اور طرز عمل سے تم لوگ واقف ہو تم لوگ اگر اپنے معاہدہ پر قائم رہو تو تم سے ہم کو کوئی خصومت نہیں ہے اسکے بعد پھر معاہدہ کی تجدید ہوئی۔

غزوۂ اُحد

غزوۂ بدر میں بڑے بڑے اشراف قریش قتل ہوئے تھے اور جو صدمہ قریش کو بدر میں پہنچا تھا غالباً ایسا صدمہ اُن کو پہلے کبھی نہیں پہنچا تھا۔ اب اُن میں سب سے بڑا سردار ابوسفیان تھا اُس نے مدینہ پر حملہ کیا جیسا غزوۂ سویق میں معلوم ہوچکا ہے اور اُس کو پھر ناکامی ہوئی۔ اِس لیئے اب اُس نے پھر مدینہ پر ایک زبردست حملہ کی پُوری کوشش شروع کردی۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ کنانہ اور تہامہ کے قبائل نے قریش کا ساتھ دیا۔ عبداللہ بن ابی ربیعہ۔ عکرمہ بن ابی جہل۔ صفوان ابن امیہؓ اور دوسرے معززین نے مال جمع کرنے کا انتظام کیا۔ اِس طرح ابوسفیان قریش۔ اُن کے حلفا۔ اور احباش کو ملاکر تقریباً تین ہزار آدمیوں کو جمع کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ اور جب یہ لوگ روانہ ہوئے تو اپنی عورتوں کو بھی ساتھ لے لیا تاکہ اُن کی حمایت اور غیرت کی وجہ سے کوئی بھاگ نہ سکے الغرض قریش اِسطرح پُورے سازوسامان سے آئے۔ اور جبل اُحد کے قریب مقام عینین میں آکر ٹھہرے۔

ابن اسحٰق لکھتے ہیں کہ جو عورتیں قریش کے ساتھ آئی تھیں اُن میں یہ بھی تھیں۔ ابوسفیان کے ساتھ ہند بنت عتبہ۔ عکرمہ بن ابی جہل کے ساتھ ام حکیم بنت الحارث۔ حارث اور ابن ہشام کے ساتھ فاطمہ بنت الولید۔ صفوان ابن امیہ کے ساتھ برزہ بنت مسعود ابن ہشام اِس کا نام رقیہؓ

بنت مسعود لکھتے ہیں یعنی عبداللہ بن صفوان کی ماں۔ عمرو بن العاص کے ساتھ ریطہ بنت منبہ یہی عبداللہ بن عمرو بن العاص کی ماں ہیں۔ طلحہ بن ابی طلحہ کے ساتھ سلافہ بنت سعد خناس بن مالک کے ساتھ ابی برزہ بن عمیر آدر اُس کی ماں۔ اور یہی حضرت مصعب بن عمیرؓ کی بھی ماں تھیں اور عمرہ بنت علقمہ جو بنی الحارث ابن عبد مناۃ کی ایک عورت تھی۔

جب مدینہ میں قریش کی خبر پہنچی تو حضورؐ نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیئے۔ حضورؐ کی رائے یہ تھی کہ ہم لوگ مدینہ سے باہر نہ نکلیں۔ کفّار شہر پر حملہ کریں تو شہر ہی میں مرد سامنے مقابلہ کریں اور عورتیں مکانوں کے اوپر سے پتھر پھینک کر کفّار کو پریشان کر دیں۔ یہی رائے عبداللہ بن اُبَی کی بھی تھی۔ اور کفّار کی کثرت تعداد کی وجہ سے یہی رائے مناسب تھی۔ مگر بہت سے جلیل القدر صحابہ اس رائے کے خلاف ہوگئے۔ خصوصاً جو حضرات غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے اُن کو بہت جوش تھا اور کہنے لگے کہ ہم نکل کر مقابلہ کرینگے۔ شہر میں بیٹھ رہنا بزدلی کی علامت ہوگی۔ آخر حضورؐ با دلِ ناخواستہ مکان میں تشریف لے گئے اور مسلّح ہو کر نکلے تو مخلص اصحاب کو اپنے اصرار پر پشیمانی ہوئی۔ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ہم نے بیجا اصرار کیا ہے۔ آپ کے نزدیک اگر نکلنا مناسب نہیں ہے تو یہیں ٹھہریئے اور جس طرح مناسب ہو کیجیے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ نبی جب سلاح پہن لے تو جائز نہیں ہے کہ دشمن سے فیصلہ کیئے بغیر سلاح اُتارے۔

الغرض ۳ھ کے شوال میں جمعہ کے روز جمعہ کی نماز کے بعد ایک انصاری کے جنازہ کی نماز پڑھ کر حضورؐ ایک ہزار صحابہ کے ساتھ مدینہ سے نکلے۔ اور مدینہ میں امامت کے لیئے حضرت ابن ام مکتومؓ کو مقرر کر دیا۔ جب حضورؐ شوط میں پہنچے جو احد اور مدینہ کے درمیان ایک مقام ہے تو وہاں عبداللہ بن اُبَی تین سو منافقوں کے ساتھ جدا ہوگیا۔ اور کہا کہ جب تم میری نہیں سنتے اور دوسروں کے کہنے پر عمل کرتے ہو تو ہم اپنی گردنیں کیوں کٹوائیں۔ عبداللہ بن عمرو بن حزامؓ نے اُن کو سمجھا کر روکنے کی کوشش کی مگر بدنصیب نہ مانے اور علیحدہ ہوگئے۔ اِس کے بعد راستہ میں بعض دوسرے منافقین نے بھی کچھ شرارتیں کیں۔ مگر بہر کیف آپ احد پہنچے۔ اور وادی کے کنارہ

اِس طرح ٹھہرے کہ جبلِ احد کو پشت کی جانب کیا۔ اور منع کر دیا کہ جب تک ہم حکم نہ دیں کوئی شخص قتال شروع نہ کرے۔

سنیچر کے روز صبح کے وقت قتال کی تیاری ہوئی۔ آپ کے ساتھ سات سو آدمی[1] تھے اُن میں پچاس گھوڑے سوار تھے۔ آپ نے پچاس تیر اندازوں کو عبداللہ بن جبیرؓ[2] کے ماتحت فوج کے پیچھے ایک ایسی جگہ مقرر کر دیا جہاں سے اندیشہ تھا کہ دشمن پشت کی جانب سے فوج پر حملہ کر دیں گے اُن تیر اندازوں سے حضورؐ نے بتاکید کہدیا کہ تمہارا کام صرف یہ ہے کہ دشمن کو اس طرف آنے سے روکو اور فوج کی جو حالت بھی ہو تم یہاں سے ہرگز حرکت نہ کرو۔

اس کے بعد دوسرا انتظام آپ نے اس روز یہ کیا کہ کم عمر نوجوانوں کو قتال میں شرکت سے منع کر دیا۔ عبداللہ بن عمر بن الخطابؓ۔ اسامہ بن زیدؓ۔ اُسید بن ظہیرؓ عمرو بن حزامؓ براء بن عازبؓ[3] زید بن ارقمؓ[4] زید بن ثابتؓ[5] عرابہ[6] بن اوسؓ۔ سمرہ بن جندبؓ۔ رافع بن خدیجؓ اِن سب حضرات کو قتال میں شرکت سے روکا گیا لیکن جب لوگوں نے سفارش کی کہ سمرہؓ اور رافعؓ بہت اچھے تیر انداز ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اُن کی عمر پندرہ سال ہے تو اُن دو صاحبوں کو حضورؐ نے شرکت کی اجازت دیدی۔

---

[1] کیونکہ ہزار میں سے تین سو عبداللہ بن ابی کے ساتھ رہ گئے تھے ۱۲ منہ

[2] عبداللہ بن جبیرؓ انصاری خوات بن جبیر کے بھائی ہیں حضرت براءؓ سے بخاری میں روایت ہے کہ یہ تیر اندازوں کے امیر تھے اُحد کے روز اور جب تیر انداز جگہ سے ہٹنے تو یہ روک رہے تھے ۱۲ منہ

[3] ابن حجرؒ نے عبدالرحمٰن بن عوسجہ کے طریقہ سے ایک روایت حضرت براء بن عازبؓ سے نقل کی ہے کہ ہم کو کم سنی کی وجہ سے بدر میں رسول اللہ نے جدا کیا تھا اُحد میں ہم شریک ہوئے لیکن صحیح یہ ہے کہ بدر اور اُحد دونوں میں یہ شریک نہیں کیے گئے کم سنی کی وجہ سے ۱۲ منہ

[4] زید بن ارقم بنؓ زید انصاری خزرجی ۱۲ منہ

[5] زید بن ثابت بن ضحاک انصاری خزرجی کاتب وحی بدر میں کم سنی کی وجہ سے شریک نہیں کیے گئے اور صحیح یہ ہے کہ اُحد میں بھی نہیں کیے گئے مگر بعض روایت ہے کہ احد میں شریک کیے گئے واللہ اعلم ۱۲ منہ

[6] عرابہ بفتح عین مہملہ و رائے مہملہ مخففہ بعدہٗ الف و موحدہ انصاری اوسی ۱۲ منہ

اِس کے بعد حضورؐ نے صف بندی کی خود حضورؐ نے اُس روز دو زرہ پہنی تھی اور بوا رحضرت مصعبؓ بن عمیرؓ کو دیا تھا میمنہ اور میسرہ پر زبیر بن العوامؓ اور منذر بن عمروؓ کو مقرر کیا تھا۔ اپنی تلوار آپ نے ابی دُجانہ[1] سماک بن خرشہؓ کو عنایت کی جو بڑے شجاع اور بہادر ثابت ہوئے اور تلوار کا حق ادا کیا۔

قریش تین ہزار تھے اور اُن میں دو سو سوار تھے۔ اُن کے میمنہ پر خالد بن ولید اور میسرہ پر عکرمہ بن ابی جہل تھے۔

مشرکین کی طرف سے میدان میں سب سے پہلے ابو عامر عبداللہ بن عمرو بن صیفی نکلا۔ یہ ایام جاہلیہ میں قبیلہ بنی اوس کا بڑا سردار تھا۔ اسلام کے ظہور کے بعد حضور کا بڑا دشمن ہو گیا۔ مکہ چلا گیا قریش کو جنگ کی ترغیب دی اور اُمید دلائی کہ ہمیں دیکھ کر بنی اوس کے سب لوگ میری طرف مائل ہو جائیں گے اور میرے پاس چلے آئینگے۔ یہ پہلے راہب مشہور تھا حضورؐ نے ابو عامر فاسق کہا اور اِسی لقب سے مشہور ہو گیا۔ اُس نے میدان میں آکر اپنی قوم کو آواز دی۔ مگر قوم نے اِس فاسق کو وہی جواب دیا جس کا وہ مستحق تھا۔ خود اُس کے لڑکے حضرت حنظلہؓ ہیں جن کا ذکر آگے آتا ہے اُنہوں نے بھی اس کی پرواہ نہ کی۔ ابو عامر فاسق اُس روز مسلمانوں سے خوب لڑا اور شدید جنگ کی۔

اُس روز مسلمانوں کی طرف سے جن بزرگوں نے دادِ شجاعت دی وہ یہ ہیں۔ ابو دجانہؓ انصاری۔ حضرت طلحہؓ۔ شیر خدا حضرت حمزہؓ۔ اسد اللہ حضرت علیؓ۔ حضرت انس بن نضرؓ۔ سعد بن الربیعؓ دن کے اول وقت مسلمانوں کی فتح تھی۔ کفار پسپا ہوتے ہوئے اُس مقام تک پہنچ چکے تھے جہاں اُنکی عورتیں تھیں لیکن غلطی یہ ہوئی کہ تیر انداز مسلمانوں نے جب کفار کی ہزیمت دیکھی تو وہ الغنیمۃ الغنیمۃ کہتے ہوئے میدان میں چلے آئے اور اُس مرکز کو چھوڑ دیا جہاں اُن کو رسول اللہؐ نے مقرر کر دیا تھا حضرت عبداللہ بن جبیرؓ اُن کو روکتے رہے مگر اُنہوں نے خیال نہ کیا۔ قریش کے سواروں نے جب اُس مقام کو تیر اندازوں سے خالی پایا تو وہ اُس طرف سے مسلمانوں کی پشت کی جانب آگئے اور ہر طرف سے مسلمانوں کو

[1] ابی دُجانہ بضم مہلہ وتخفیف جیم سماک بکسر مہلہ وتخفیف میم بن خرشہ بفتح خائے معجمہ ورائے مہلہ وشین معجمہ مفتوحات ۱۲ منہ

احاطہ میں کرلیا۔ یہاں تک کہ ستر صحابہ شہید ہوگئے باقی منہزم ہوگئے اور رسول اللہ کفّار میں گھر گئے آپ کا چہرۂ مبارک زخمی ہوا۔ داہنی طرف نیچے کا موصلہ ٹوٹ گیا۔ فقنہ یعنی خود اس طرح سر میں بیٹھ گیا کہ اُس کا حلقہ نیچے گڑ گیا۔ کفّار نے پتھر مارے جس سے پہلوئے مبارک پر چوٹ آئی۔ اور آپ ایک گڈّھے میں گر گئے جو ابو عامر نے پہلے سے بنا رکھا تھا حضرت علیؓ نے آپ کو نکالا۔ حضرت طلحہؓ نے سنبھالا۔ خود کا حلقہ جو آپ کے جبڑوں میں گڑ گیا تھا اُس کو ابو عبیدہؓ بن جراح نے دانت سے پکڑ کر کھینچا جس سے اُن کے دو دانت گر گئے۔

کفّار نے ارادہ کیا کہ جو مسلمان درمیان میں آگئے ہیں اُن کو ہٹا کر رسول اللہ تک پہنچیں اور اُنھوں نے یورش کی مگر مسلمان درمیان میں حائل ہوئے اور تقریباً دس صحابہ وہیں شہید ہوگئے۔ حضرت ابو دجانہؓ اپنی پیٹھ کو ڈھال بنا کر رسول اللہ کے سامنے کھڑے ہوگئے کفّار نے اُن کی پیٹھ پر تیر برسائے مگر اُنھوں نے اپنی جگہ سے حرکت نہ کی۔

حضرت مصعبؓ بن عمیر علم بردار تھے رسول اللہ کے سامنے اُنھوں نے قتال شدید کیا اور آخر وہیں شہید ہوگئے۔ عمرو بن قمیئہ[1] نے اُن کو شہید کیا اور سمجھا کہ ہم نے رسول اللہ کو شہید کیا ہے چنانچہ کفّار میں جا کر اُس نے یہی کہا۔ مصعبؓ کے بعد علم حضورؐ نے حضرت علیؓ کو دیا۔

شیر خدا حضرت حمزہؓ کے متعلق خود اُن کے قاتل وحشی حبشی کا بیان ہے کہ جس طرف جاتے تھے معلوم ہوتا تھا کہ جس طرح اونٹ کے چلنے سے پتوں کے انبار میں انتشار پیدا ہو جاتا ہے اسی طرح اُن کے سامنے کفّار منتشر ہو جاتے تھے۔ ارطاۃ بن شرحبیل اور عثمان ابن ابی طلحہؓ دونوں یکے بعد دیگرے کفّار کے علم بردار ہوئے اُنھوں نے ان دونوں کو قتل کیا۔ سباع بن عبد العزّیٰ غبشانی آپ کے مقابلہ میں آیا آپ نے اُس کا بھی کام تمام کیا۔ آخر جبیر بن مطعم کے حبشی غلام نے جس کا نام وحشی تھا چھپ کر دُور سے آپ پر اپنا حبشی حربہ پھینکا جس سے آپ شہید ہوئے۔

ابو عامر فاسق مذکور کے لڑکے حضرت حنظلہؓ بڑے مرتبہ کے شخص ہیں غسیل الملائکہ اُن کا لقب ہے

[1] قمیئہ بفتح قاف وکسر میم وسکون یا و فتح ہمزہ کذا فی المغنی ۱۲ منہ

اُحد کے روز ابوسفیان کے مقابلہ میں لڑ رہے تھے اور غالب تھے قریب تھا کہ اُس کو قتل کریں۔ لیکن شدّاد بن الاسود نے یہ دیکھا تو ابوسفیان کی مدد کی اور اُن کو قتل کیا حضورؐ نے فرمایا کہ حنظلہ کو فرشتے غسل دے رہے ہیں اُن کے گھر تحقیق کرو کہ یہ خاص معاملہ اُن کے ساتھ کیوں ہے۔ اُن کی زوجہ نے کہا کہ جس وقت جہاد کا اعلان ہوا وہ جُنبی تھے اور اُسی حالت میں وہ چلے گئے تھے حضورؐ نے فرمایا کہ یہی وجہ ہے۔

اُسی روز کسی کے ضرب سے حضرت قتادہ بن نعمانؓ کی آنکھ نکل پڑی۔ اُن کو لوگ حضورؐ کے پاس لائے۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے اُن کی آنکھ کو اُس کی جگہ پر لگا دیا۔ تو کہتے ہیں کہ اُن کی وہ آنکھ دوسری آنکھ سے بہتر حالت میں تھی اور بہت صحیح تھی۔

الغرض مسلمان ہر طرف سے گھر گئے تھے۔ زور کی لڑائی ہر طرف ہو رہی تھی۔ کفار کی خاص یورش رسول اللہؐ پر تھی۔ ابن قمیئہ نے کفار میں مشہور کر دیا تھا کہ ہم نے رسول اللہ کو قتل کر دیا ہے شیطان نے اسی حالت میں بلندی سے آواز دی کہ محمدؐ قتل کر دیئے گئے۔ یہ سُنکر مسلمان حواس باختہ ہوگئے۔ اور ہر طرف اضطراب اور پریشانی چھاگئی۔

انس بن نضرؓ یعنی حضرت انس ابن مالکؓ کے چچا نے دیکھا کہ عمر بن الخطابؓ اور طلحہ بن عبید اللہؓ چند مہاجر اور انصار کے ساتھ ایک جگہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اُنہوں نے پوچھا کہ تم لوگ بیٹھے کیوں ہو۔ کہا کہ رسول اللہؐ شہید ہوگئے۔ اُنہوں نے کہا کہ پھر اب اُن کے بعد زندہ رہ کر کیا کروگے۔ اُٹھو جس کام کے لئے رسول اللہؐ نے جان دی ہے تم بھی جان دیدو۔ یہ کہکر آگے بڑھے اور حضرت سعد بن معاذؓ سے کہا کہ اے سعد ہمیں اُحد کے پاس سے جنّت کی بو آرہی ہے۔ اُس کے بعد مقابلہ کیا اور شہید ہوئے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے گنا تو اُن کے جسم پر ۸۰ ضرب تھے اور بخاری میں ہے کہ اسّی سے زیادہ زخم تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو بیسؔ زخم لگے تھے۔ کچھ زخم پیر میں لگا تھا جس سے وہ لنگڑے ہوگئے تھے۔

مسلمانوں کے اضطراب کا یہی عالم تھا کہ ایک جانب سے حضورؐ تشریف لائے کعب بن مالکؓ نے مغفر کے نیچے سے آپ کی آنکھیں دیکھی اور پہچان لیا۔ زور سے آواز دی کہ مسلمانو بشارت ہو یہ رسول اللہ موجود ہیں۔ یہ سُنکر ہر طرف سے صحابہؓ آکر جمع ہوگئے۔ آپ ایک شعب میں تشریف لے گئے۔ ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ علیؓ۔ طلحہؓ۔ زبیرؓ۔ حارث بن الصِمّہؓ[1] وغیرہم مہاجر و انصار آپ کے ساتھ تھے۔ آپ خون نکلنے کی وجہ سے کمزور ہوگئے تھے۔ اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور اُس روز بیٹھ کر آپ نے نماز پڑھائی اور صحابہ نے بھی بیٹھ کر آپ کے پیچھے نماز پڑھی ملعون اُبی بن خلف اپنے گھوڑے پر سوار حضورؐ کو قتل کرنے کی نیت سے وہاں آیا حضورؐ نے حارث بن الصِمّہؓ سے ایک حربہ لیکر اُس کی گردن پر مارا جس سے وہ تلملا گیا۔ گردن پر معمولی زخم آیا مگر وہ بھاگا۔

قریش میں جاکر اپنے زخم کی وجہ سے اُس نے بہت پریشانی ظاہر کی تو اُن لوگوں نے کہا کہ تمھاری عجیب حالت ہے یہ تو ایک معمولی سا خراش ہے اِس سے اتنا پریشان کیوں ہو۔ اُس نے کہا کہ تم نہیں جانتے ایک دفعہ محمدؐ نے کہا ہے کہ ہم تم کو قتل کرینگے۔ اِس لیئے یہ تو زخم ہے اگر وہ تھوک بھی دیتے تو موت یقینی تھی۔

یہ واقعہ یوں ہے کہ مکہ میں جاکر اُس ملعون نے ایک گھوڑا پالا تھا جس کا نام عود تھا۔ اُس کو چراتا تھا اور کہتا تھا کہ اِسی پر چڑھ کر محمدؐ کو قتل کروں گا حضورؐ کو خبر ملی تو آپ نے فرمایا کہ انشاء اللہ مَیں اُس کو قتل کروں گا۔ اُس روز اُسی گھوڑے پر آیا تھا جو یہ واقعہ پیش آیا آخر مکہ کی طرف لوٹتے وقت مقام سرف میں مرگیا۔

بنی عبدالاشہل میں ایک شخص تھے جو اصیرم مشہور تھے نام عمرو[2] بن ثابت تھا مسلمانوں کے ساتھ

---

[1] حارث بن الصِمّہ بکسر صاد مہلہ وتشدید میم انصاری نجاری ابن حجر اصابہ میں لکھتے ہیں کہ جن لوگوں نے اُن کو ابوجہیم سمجھا ہے اُن کو دھوکہ ہوا ہے جیسے مسلم اور اُن کو متبعین بلکہ صحیح یہ ہے کہ ابوجہیم اُن کے لڑکے تھے واللہ اعلم ۱۲ منہ

[2] عمرو بن ثابت بن وقش بن زغبہ بن زعورا بن عبدالاشہل وہ سلمہ بن ثابتؓ کے بھائی ہیں اور حضرت عبادؓ بن بشر کے چچا کے لڑکے اور حضرت حذیفہ بن الیمان کی بہن کے لڑکے۔ ان کا یہ نسب ابن اثیر نے لکھا ہے اور کہتے ہیں کہ یہی صحیح ہے ابن مندہ نے اس کے خلاف لکھا ہے وہ صحیح نہیں ہے ۱۲ منہ

نیکی سے پیش آتے تھے مگر اسلام قبول کرنے سے انکار کرتے تھے جس روز غزوۂ اُحد ہوا اُنکے دل میں خود بخود اسلام کی محبّت پیدا ہوئی۔ مسلمان ہوئے تلوار ہاتھ میں لی اور قتال میں آکر شریک ہوگئے مگر کسی کو خبر نہ ہوئی۔ جب بنی عبدالاشہل کے لوگ شہیدوں کی لاشیں دیکھ رہے تھے تو اُن پر نظر پڑگئی۔ استعجاباً لوگوں کی زبان سے نکلا کہ واللہ یہ تو اصیرم ہیں۔ دیکھا تو کچھ رمق زندگی باقی تھی پوچھا کیسے آئے قومی محبّت سے یا اسلام کی رغبت سے۔ اُنہوں نے کہا کہ میں خدا اور رسولؐ پر ایمان لایا۔ پھر رسول اللہ کی حمایت میں لڑا۔ اور جو حال اب ہے دیکھتے ہو۔ اسی وقت اُن کا انتقال ہوگیا۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ اصیرم نے ایک وقت کی نماز بھی قطعاً نہیں پڑھی مگر حضورؐ نے اُن کے جنتی ہونیکی بشارت دی۔

مدینہ میں ایک شخص قزمان تھا حضورؐ فرماتے تھے کہ یہ جہنمی ہے لیکن غزوۂ اُحد کے روز اُس نے کفّار کا بڑی دلیری سے مقابلہ کیا۔ تنہا سات آٹھ مشرکوں کو قتل کیا۔ صحابہؓ اُس کی دلیری سے بہت خوش ہوئے۔ زخمی ہوا تو دار بنی ظفر میں اُس کو لے گئے۔ مسلمانوں نے کہا کہ اے قزمان میں تجھ کو بشارت دیتا ہوں آج تو تو نے بڑا کام کیا ہے۔ اُس نے کہا کہ بشارت کیسی اور کس چیز کی ہم تو صرف قومی محبّت میں لڑے ہیں یہ نہ ہوتا تو ہم ہرگز نہ لڑتے۔ اِسکے بعد جب زخم کی تکلیف اُس کو زیادہ ہوئی تو اُس نے خودکشی کرلی۔

بنی ثعلبہ میں ایک شخص مخیریق یہودی تھا۔ اُس نے کہا کہ اے معشر یہود خدا کی قسم تم جانتے ہو کہ اس وقت محمد کی مدد کرنا تم پر فرض ہے۔ سبھوں نے کہا کہ آج سبت ہے۔ اُس نے کہا کہ اِسوقت سبت وغیرہ کچھ نہیں ہے اور اُس نے تلوار اُٹھائی اور جنگ میں شریک ہوا اور قتل ہوا حضورؐ نے فرمایا کہ مخیریق اچھا یہودی تھا۔

انصار نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہود ہمارے حلیف ہیں۔ اگر ارشاد ہو تو ہم اُن کو امداد کے لئے طلب کریں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ہم کو اُن کی ضرورت نہیں ہے۔

حارث بن سوید بن صامت ایک منافق تھا۔ غزوۂ اُحد میں حضورؐ کے ساتھ گیا مگر موقع پاکر

مجذرؓ بن زیاد بلوی کو شہید کر دیا۔ اور قریش کے ساتھ مکہ بھاگ گیا وہاں سے کچھ روز بعد اپنے بھائی جلاس بن سوید کو لکھا کہ میرے لیئے رسول اللہ سے معافی چاہو۔ مگر معافی مقبول نہ ہوئی۔ اور آیۃ نازل ہوئی کہ مرتد کے لیئے فلاح نہیں ہے۔ عرصہ کے بعد چھپکر مدینہ آیا کسی دیوار کے پاس سے پوشیدہ منہ چھپا کر جا رہا تھا حضورؐ نے دیکھ لیا حضرت عثمانؓ بن عفان کو حکم دیا انہوں نے اُس کو قتل کیا۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ہند بنت عتبہ اور اُس کے ساتھ کی عورتوں نے شہداء اُحد کو مثلہ کیا اُن کے کان اور ناک کاٹ کر اُس کا ہار بنایا۔ اور اپنا ہار ہند نے خوشی میں وحشی حبشی قاتل حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو دیدیا۔ حضرت حمزہؓ کا پیٹ چاک کر کے اُن کا جگر نکالکر چبایا۔ اور بہت سے فخریہ اشعار پڑھے۔

حلیس بن زبان الکنانی ایک کافر تھا۔ اُس نے دیکھا کہ ابوسفیان اس حالت میں بھی حضرت حمزہؓ کے دہن مبارک پر کمان سے مار رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ لو مزہ چکھو حلیس سے نہ دیکھا گیا اُس نے اپنے لوگوں سے کہا کہ اے بنی کنانہ دیکھتے ہو یہ قریش کا بڑا سردار ہے اور اپنے بنی عم کے ساتھ یہ سلوک کر رہا ہے۔ ابوسفیان چونکا کہ اُوہ یہ غلطی تھی دیکھو کسی سے اس کا ذکر مت کیجیو۔

اس کے بعد ابوسفیان جبل اُحد پر چڑھ گیا اور مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا کہ یہ غزوۂ بدر کا برابر بدلہ ہے۔ آج ہبل غالب ہوا۔ رسولُ اللہ کے حکم سے حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ اللہ غالب ہے اور وہی بزرگ و برتر ہے اور برابری نہیں ہو سکتی ہمارے مقتول جنّت میں ہیں تمہارے جہنّم میں۔

ابوسفیان نے جب حضرت عمرؓ کو دیکھا تو پوچھا کہ اے عمر کیا یہ سچ ہے کہ محمد قتل ہوئے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ بخدا نہیں۔ وہ تو تمہارا کلام سُن رہے ہیں۔ ابوسفیان نے کہا کہ ابن قمیئہ کہتا ہے کہ مَیں نے محمد کو قتل کیا مگر ہم تم کو اُس سے زیادہ سچا سمجھتے ہیں۔

پھر ابوسفیان نے مسلمانوں سے کہا کہ تمہارے مقتولوں میں کچھ لوگ مُثلہ کر دیئے گئے ہیں ہم کو اُس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہ اس سے ہم راضی ہوئے نہ ناراض۔ نہ ہم نے کسی کو ایسا کرنے کو کہا۔ نہ منع کیا۔

اِس کے بعد کفّار روانہ ہوگئے مگر ابو سفیان کہتا گیا کہ اب ہمارا تمہارا مقابلہ آئندہ سال بدر میں ہوگا۔

اِس کے بعد حضورؐ نے حضرت حمزہؓ کی نعش مبارک دیکھی تو آپ کو صدمۂ عظیم ہوا۔ تمام شہدار کے جنازہ کی نماز پڑھ کر اُن کو وہیں دفن کیا۔ ایک ایک قبر میں دو دو تین تین شہدار دفن کیے گئے بعض اصحاب بعض شہدار کی نعش کو مدینہ لے گئے تھے مگر بعد کو آپ نے فرمادیا کہ نہیں شہدار کو اُن کے مقتل ہی میں دفن کرو۔

حضرت صفیہؓ حضرت حمزہؓ کی حقیقی بہن تھیں۔ وہ دیکھنے کے لئے آنے لگیں تو حضورؐ نے اُن کے لڑکے حضرت زبیر بن العوامؓ کو بھیجا کہ منع کر کے واپس کرو۔ جب اُنھوں نے حضرت صفیہؓ کو رسول اللہؐ کا پیغام پہنچایا تو اُنھوں نے کہا کہ یہ کیوں میں سُن چکی ہوں کہ میرے بھائی کو کفار نے مُثلہ کیا ہے اور جانتی ہوں کہ اُن کی یہ حالت خدا کی راہ میں ہوئی ہے۔ جو کچھ ہوا ہے انشاء اللہ اس پر صبر کروں گی۔ اور مشیت الٰہی پر سب سے زیادہ راضی رہوں گی تب حضورؐ نے اجازت دیدی۔ اُنھوں نے جب بھائی کی نعش دیکھی تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا دعار مغفرت کی اور واپس چلی گئیں۔

غزوۂ اُحد سنیچر کے روز شوال کی پندرہ تاریخ کو ہوا اور زاد المعاد میں ہے کہ سات تاریخ کو سنہ ۳ ہجری میں ہوا یہ دن مسلمانوں کے لیئے بڑی مصیبت اور بلا کا دن تھا۔ بہت سے جلیل القدر صحابہ اُس روز شہید ہوگئے۔ اِس غزوہ میں صادق الایمان اور منافق اچھی طرح پہچان لیئے گئے۔ اس غزوہ میں صحابہ کو معلوم ہوگیا کہ رسول اللہؐ کے رائے کی ادنیٰ مخالفت بھی کیسے کیسے مصائب کا باعث ہوسکتی ہے۔

شہدار کی تجہیز و تکفین

انبیار اور صدیقین کے بعد سب سے بڑا مرتبہ حضرات شہدار کرام کا ہے۔ دنیا کی اصلاح اور توحید کی اشاعت اُنہیں کی قربانیوں کے برکت سے ہے۔ اُن کی روح اُن کا جسم اور اُن کے خون کا ایک

ایک قطرہ خدا کی راہ میں صرف ہوا ہے۔ خدا نے اُن کو حیاتِ ابدی اور سرورِ سرمدی عنایت فرمایا۔ قرآن پاک میں منع کیا گیا ہے کہ اُن کو مردہ نہ کہو وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے پاس رزق پاتے ہیں چونکہ شہدار کے تجہیز و تکفین اور غسل کے احکام بھی دوسرے لوگوں سے جدا ہیں اور اُن مسائل کے استخراج کا زیادہ تعلق غزوۂ اُحد سے ہے اسلیئے یہاں پر بعض مسائل کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے۔

غسل

ائمہ اربعہ۔ ارباب سیر۔ اور اصحاب حدیث سب متفق ہیں کہ شہدار کو غسل دینا نہیں چاہیئے کسی غزوہ میں شہدار کو غسل نہیں دیا گیا بلکہ حضورؐ سے منع ثابت ہے اور غزوۂ اُحد میں آپ نے فرمایا کہ شہدار کو اُن کے خون کے ساتھ دفن کرو۔ لیکن اگر علم ہو جائے کہ جُنبی تھے تو اُس حالت میں غسل کے متعلق اختلاف ہے امام ابو حنیفہؒ اور امام احمدؒ صاحب فرماتے ہیں کہ ایسی حالت میں غسل دینا واجب ہے۔ امام شافعیؒ صاحب فرماتے ہیں کہ اس حالت میں بھی غسل نہ دیا جائے۔ وجوب غسل کی دلیل یہ ہے کہ حضرت حنظلہ بن ابی عامر غسیل الملائکہؓ جُنبی تھے مسلمانوں کو اس کا علم نہ تھا تو فرشتوں نے غسل دیا۔ اور یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ واجب ہوتا تو خود حضورؐ غسل دیتے اسلیئے کہ جب غسل سے ملائکہ کے طہارت ہوگئی تو پھر غسل کی ضرورت باقی نہ رہی۔

کفن

یہ بھی متفق علیہ ہے کہ شہدارِ اُحد کو حضورؐ نے اُن کے لباس میں دفن کیا جدید کفن نہیں دیا مگر اختلاف یہ ہے کہ اُسی کپڑہ میں دفن کرنا علے سبیل الوجوب تھا یا علے سبیل الاستحباب والاولویہ امام ابو حنیفہؒ کا مشہور قول وجوب ہے امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک استحباباً تھا۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ اظہر اور موافق سنت کے قول امام ابو حنیفہؒ کا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت صفیہؓ نے دو کفن بھیجا تھا ایک حضرت حمزہؓ کو دیا گیا اور ایک دوسرے شہید کو اگر اُسی کپڑہ میں دفن کرنا واجب ہوتا تو یہ نہ دیا جاتا۔ یہ صحیح نہیں ہے حضرت حمزہؓ کو کفار نے مُثلہ کیا تھا۔ اُن کا پیٹ چاک کر دیا تھا۔ اُن کا جگر نکال لیا تھا اس لیئے مجبوراً اُن کو دوسرا کفن دینا ضرور ہو گیا۔ بغیر ایسے عذر کے جائز نہیں ہے۔ کفن کے جواز کا حکم ایسا ہی ضعیف ہے جیسا غسل کے جواز کا قول ضعیف ہے سنت رسولؐ کی پیروی بہر حال مقدم ہے۔

صلوٰۃ جنازہ

شہدا کے صلوٰۃ جنازہ کے متعلق اختلاف ہے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ شہید پر صلوٰۃ جنازہ منع کرتے ہیں۔ امام احمدؒ صاحب کا دو قول ہے ایک منع۔ اور دوسرا تعارض ادلّہ کی وجہ سے اختیار اور وسعت یعنی پڑھیں یا نہ پڑھیں۔ امام ابوحنیفہؒ واجب کہتے ہیں شافعیہؒ میں اختلاف ہے کہ منع سے مراد حرام ہے یا عدم وجوب۔ امام احمدؒ صاحب کے بعض قول سے استحباب بھی معلوم ہوتا ہے۔

جو لوگ منع کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ کسی روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضورؐ نے یا خلفاء راشدین نے یا حضورؐ کے حکّام نے کسی غزوہ میں یا کسی موقع پر ایسے شہدا کے جنازہ کی نماز پڑھی ہو جو معرکہ میں شہید ہوئے ہوں۔ غزوۂ اُحد کے متعلق حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ کی روایت بخاری اور ترمذی میں موجود ہے کہ حضورؐ نے شہداء اُحد کو بلا غسل اُن کے اپنے لباس میں بلا صلوٰۃ جنازہ پڑھے ہوئے دفن کیا۔

علماء احناف کہتے ہیں کہ تمام اصحاب سیر لکھ رہے ہیں کہ غزوہ اُحد میں حضورؐ نے شہدا کے جنازہ کی نماز پڑھی۔ ابن اسحاق حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے حضرت حمزہؓ کو چادر میں لپیٹا پھر اُن پر جنازہ کی نماز پڑھی اور اُس میں سات تکبیریں کہیں پھر دوسرے شہدا کو لالا کر اُن کے بغل میں رکھتے گئے اور حضورؐ اُن پر یکے بعد دیگرے نماز پڑھتے گئے حتیٰ کہ اُس روز حضورؐ نے بہتّر نمازیں جنازہ کی پڑھیں۔ واقدی کی روایت ہے کہ حضرت حمزہؓ کی نماز پہلے پڑھی اور اُس میں چار تکبیریں کہیں۔ پھر ایک ایک شہید کو اُن کے بغل میں رکھتے گئے نماز کے بعد اُن کو اُٹھا کر دوسرے کو رکھتے لیکن حضرت حمزہؓ کو اپنی جگہ پر رہنے دیتے۔ حتےٰ کہ ستّر نمازیں ہوئیں اور ہر نماز میں حضرت حمزہؓ کی نعش مبارک رہی۔

علاوہ اصحاب سیر کے خود صحیحین میں عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے کہ ایک روز رسول اللہؐ نکلے اور اہل اُحد پر آپ نے اُسی طرح نماز پڑھی جس طرح میّت کی نماز پڑھتے ہیں پھر ممبر کے جانب لوٹے شرح سفر السعادت میں شمنی سے منقول ہے کہ حاکم نے حضرت جابرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ

حضرت حمزہؓ کی نعش پر گئے اور اُن کا حال دیکھا تو بہت روئے۔ ایک انصاری نے اپنا کپڑہ حضرت حمزہؓ پر ڈالدیا۔ ابن ہمام نے اُس پر اضافہ کیا ہے کہ اس کے بعد شہدا پر آپ نے نماز پڑھی اسطرح کہ شہدا کو اُٹھا کر حضرت حمزہؓ کے پاس رکھتے جاتے تھے۔ نماز کے بعد اُن کو اُٹھا کر دوسرے کو رکھا جاتا تھا اور حضرت حمزہؓ کو اپنی جگہ پر چھوڑ دیا جاتا تھا۔ کما کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہو گو بعض رواۃ پر جرح ہوئی ہے مگر مختار توثیق ہے۔ اور بہر حال درجہ حسن سے نازل نہیں ہو۔ ایک حدیث ابن مسعودؓ سے مروی ہو کہ حضورؐ نے شہدا اُحد پر نوبت بہ نوبت نماز ادا کی اور حضرت حمزہؓ پر ستر نمازیں پڑھیں۔ اور دارقطنی نے اِس باب میں ابن عباسؓ سے ایک روایت ذکر کیا ہے۔ یہ دونوں روایتیں بھی درجہ حسن سے کم نہیں ہے۔

مانعین کہتے ہیں کہ اِن سب روایتوں میں کلام ہے اور سب کی سند مجروح ہے صرف حضرت عقبہ بن عامرؓ کی روایت صحیح ہے۔ مگر یہ غزوہٴ احد کے آٹھ برس بعد کا واقعہ ہے۔ خود بخاری میں حضرت عقبہؓ سے مروی ہے عن عقبہ بن عامر قال صلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی قتلے احد بعد ثمانی سنین کالمودع للاحیاء والاموات یہ وفات کے قریب حضورؐ نے شہدا پر وداع کے طور پر دعا پڑھی تھی جس طرح جنۃ البقیع میں جاکر آپ موتیٰ کے لیے دعائیں پڑھتے تھے اگر حقیقۃً صلوٰۃ جنازہ ہوتی تو آٹھ برس تاخیر کے کیا معنی۔

احناف کہتے ہیں کہ اِن روایات کی سندیں درجہ حسن سے نازل نہیں ہیں۔ اور حدیث حسن قابل استدلال ہے خصوصاً جب متعدد طریقہ سے اعتضاد موجود ہے۔ اِس کے علاوہ یہ حدیثیں مثبت ہیں۔ اور اس کے خلاف صرف ایک حدیث حضرت جابرؓ کی ہے اور وہ نافی ہے۔ اور قاعدہ ہو کہ مثبت کو نافی پر تقدم ہوتا ہو۔ روایات میں یہ تشریح موجود ہے کہ حضرت جابرؓ اپنے والد اور ماموں کی لاش کو لیکر مدینہ چلے گئے تھے تاکہ اپنی قبرستان میں اُن کو دفن کریں۔ غالباً نماز کے وقت وہ موجود نہ تھے اِس لیئے اُن کو حال معلوم نہ ہوا لیکن جو لوگ موجود تھے اور بیان کرتے ہیں کہ نماز ہوئی ان کے بیان سے انکار کی کیا وجہ ہے۔

مولانا شاہ عبدالحق صاحب شرح سفر السعادت میں لکھتے ہیں کہ حضرت صدیقؓ نے عمرو بن العاصؓ کو نو ہزار آدمیوں کے ساتھ ایلہ اور شام کے جانب بھیجا تھا۔ اُس میں ایک سو تیس آدمی شہید ہوئے اُن شہدا کے جنازہ کی نماز عمرو بن العاصؓ نے پڑھی۔

تدفین سنت یہ ہے کہ شہدا کو اُن کے مقتل میں دفن کیا جائے۔ اور دوسری جگہ اُن کو نہ لیجایا جائے۔ غزوۂ احد میں بعض صحابہ اپنے شہدا کو مدینہ لے گئے۔ لیکن رسول اللہ کی طرف سے منادی ہوئی کہ شہدا کو اُن کے مقتل میں لے آو۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم اپنے والد اور ماموں کی نعش کو پانی کے اونٹ پر رکھکر مدینہ لے گئے۔ اور چاہتے تھے کہ اپنے مقبرہ میں دفن کریں۔ کہ ایک شخص نے آواز دی کہ رسول اللہ تم لوگوں کو حکم دیتے ہیں کہ مقتولوں کو اُن کے مقتل میں واپس لیجاؤ اور وہیں دفن کرو جب ہم نے یہ سنا تو واپس ہوئے اور دونوں کو اُن کے مقتل میں دفن کیا۔ حضرت معاویہؓ کے زمانہ میں ایک دفعہ ہمیں لوگوں نے خبر دی کہ تمہارے والد کی قبر کھل گئی ہے۔ ہم گئے اور جاکر دیکھا کہ جس طرح ہم نے اُن کو دفن کیا تھا بالکل اُسی طرح ہیں کسی قسم کا تغیر نہیں ہوا ہے۔ ہمنے قبر کو درست کر دیا۔ اور اُس کے بعد قاعدہ ہو گیا کہ شہدا کو اُن کے مقتل میں دفن کیا جائے۔

حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ معلوم ہوتا تھا کہ میرے والد سوئے ہوئے ہیں۔ تھوڑا بہت بھی تغیر نہیں ہوا تھا۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ کیا آپ نے کفن کو بھی دیکھا تھا فرمایا کہ ایک خط دار چادر اُن کے مُنہ پر ڈالدی گئی تھی اور پیروں پر گھانس ڈالدی گئی تھی ہم نے دیکھا کہ چادر بھی اُسی طرح ہے اور گھانس میں بھی کسی قسم کا تغیر نہیں ہوا ہے۔ حالانکہ دفن کو چھیالیس برس ہو چکے تھے۔

غزوۂ احد میں حضورؐ نے دو دو تین تین شہدا کو ایک قبر میں دفن کیا دفن کے وقت دریافت فرماتے کہ اُن میں زیادہ قرآن کس کو یاد ہے جس کی نسبت لوگ خبر دیتے اُس کو آگے کرتے۔

حضرت حمزہؓ کو اور حضرت عبداللہ بن جحشؓ کو جو حضرت حمزہؓ کے بھانجے اور رسول اللہ کے پھوپھی کے لڑکے تھے اور اُن کو بھی کفار نے مُثلہ کر دیا تھا اور پیٹ چاک کر دیا تھا ایک قبر میں دفن کیا۔

عبداللہ بن عمروؓ بن حزام اور عمرو بن الجموحؓ میں بڑی محبت اور دوستی تھی حضورؐ نے فرمایا کہ اُن دونوں دوستوں کو ایک قبر میں دفن کرو عرصہ دراز کے بعد اُن کی قبر بھی کھل گئی تھی عبداللہ بن عمروؓ بن حزام کا ہاتھ زخم پر تھا جب زخم لگا تھا تو اُنھوں نے اُس پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔ لوگوں نے اُن کے ہاتھ کو وہاں سے ہٹا دیا تو خون جاری ہو گیا۔ فوراً پھر ہاتھ کو وہیں رکھدیا تو خون بند ہو گیا۔

سریہ ابو سلمہؓ

غزوہ احد سے لوٹ کر جب حضورؐ مدینہ آئے تو بقیہ شوال اور ذیقعدہ و ذی الحجہ مدینہ میں رہے جب محرم کا چاند ہوا تو ایک شخص نے مدینہ میں یہ خبر پہنچائی کہ طلحہ بن خویلد اور سلمہ بن خویلد دونوں بھائی اپنی قوم اور اپنے ساتھیوں کو لیکر نکلے ہیں اور بنی اسد بن خزیمہ کو رسول اللہ سے جنگ کرنے پر آمادہ کر رہے ہیں۔ حضورؐ نے حضرت ابو سلمہؓ کو اُن کی طرف بھیجا اور اُن کے ماتحت ڈیڑھ سَو آدمیوں کو روانہ کیا جس میں ابو سبرہؓ ابو عبیدہؓ اور بڑے بڑے معزز مہاجر و انصار بھی تھے۔ یہ لوگ راستہ بدل کر پوشیدہ گئے مگر غنیم کو خبر ہو گئی وہ بھاگ گیا۔ اور بہت سی اونٹ بکریاں چھوڑ گیا جس کو یہ لوگ لے آئے بعض روایت میں ہے کہ خمس دیکر ہر شخص کو حصہ میں پانچ پانچ اونٹ پڑے تھے جنگ احد میں حضرت ابو سلمہؓ کے شانہ پر ایک زخم لگا تھا اور اچھا ہو گیا تھا مگر اس سفر کے بعد پھر تازہ ہو گیا اور اُسی سے اُن کا انتقال ہو گیا۔

سریہ عبداللہ بن انیسؓ

محرم کی پانچ تاریخ کو خبر ملی کہ خالد بن سفیان الہذلی نے فوج اکٹھا کی ہے حضورؐ نے عبداللہ بن انیسؓ کو بھیجا۔ اُنھوں نے اس کو قتل کیا اور اُس کا سر لا کر حضورؐ کے سامنے رکھا حضورؐ نے اُنکو اپنا عصا مرحمت فرمایا۔ اُنھوں نے کہا کہ یا رسول اللہ قیامت کے روز یہ آپ کی نشانی ہو گی اور انتقال کے وقت وصیت کی کہ اس کو میرے کفن میں رکھ دیجیو۔

یوم الرجیع

ماہ صفر کی ابتدا میں کچھ لوگ عضل وقارہ کے مدینہ آئے اور کہا کہ ہماری قوم میں کچھ لوگ مسلمان ہوئے ہیں حضورؐ سے خواہش ظاہر کی کہ آپ اپنے کچھ آدمی بھیجئے جو دین کی باتیں اُن کو بتائیں اور قرآن کی تعلیم دیں۔ ابن اسحٰق کی روایت ہے کہ حضورؐ نے چھ آدمی کو اُن کے شامل بھیجا۔ مرثد ابن ابی مرثد الغنوی۔ خالدؓ بن البکیر اللیثی۔ عاصم بنؓ ثابت بن ابی الاقلح۔ خبیبؓ بن عدی۔ زیدؓ[1] بنؓ الدثنہ بن معاویہ۔ عبداللہؓ بن طارق۔ اور مرثد بن ابی المرثد کو امیر مقرر کر دیا۔ لیکن بخاری میں ہے کہ دس آدمی بھیجا۔ اور عاصم بن ثابت کو امیر مقرر کیا واللہ اعلم

جب یہ لوگ رجیع میں پہنچے جو ہذیل کے پانی کا مقام ہے۔ تو اُن کم بختوں نے غدر کیا اور آواز دی۔ بنی ہذیل تلوار لیکر پہنچ گئے صحابہ ابھی اپنی سواریوں پر تھے کہ اُن لوگوں نے گھیر لیا۔

صحابہ تلواریں لیکر لڑنے کو مستعد ہوئے مگر اُنہوں نے کہا کہ ہم تم کو قتل کرنا نہیں چاہتے صرف اہل مکہ سے کچھ مال لینا چاہتے ہیں۔ تم خود ہمارے ساتھ آجاؤ ہم خدا کو درمیان دیکر عہد کرتے ہیں کہ تمہارے ایک شخص کو بھی ہم قتل نہ کرینگے۔

مرثدؓ۔ خالدؓ اور عاصمؓ نے کہا کہ ہم مشرکین کا عہد قطعاً قبول نہ کرینگے یہ لوگ لڑے اور تینوں حضرات شہید ہوئے۔ مگر خبیبؓ۔ زیدؓ۔ اور عبداللہؓ بن طارقؓ نے نرمی کی اور تینوں قید ہو گئے اُن سبھوں نے ان تینوں اصحاب کو باندھا اُسی وقت عبداللہ بن طارقؓ نے کہا کہ یہ پہلی عہد شکنی ہے مگر وہاں کچھ نہ کر سکے مقام ظہران میں پہنچے تو کسی طرح ہاتھ چھڑانے میں کامیاب ہو گئے۔ تلوار ہاتھ میں لے لی مگر کفار نے دور سے پتھر مار کر شہید کر دیا۔ اور وہیں اُن کو دفن کر دیا۔

حضرت خبیبؓ اور زیدؓ کو مکہ لے گئے۔ اور قریش کے پاس ہذیل کے دو قیدی تھے اُنکے بدلہ اُن کو بیچ دیا۔ حجیر ابن ابی اہاب تمیمی نے حضرت خبیبؓ کو عقبہ بن حارث بن عامر کے لیئے لیا تاکہ

[1] زید ابن الدثنہ بفتح دال مہملہ وکسر ثلثہ بعدہٗ نون ۱۲ منہ

حارث کے بدلہ اُن کو قتل کرے کیونکہ غزوۂ بدر میں حارث کو حضرت خبیبؓ نے قتل کیا تھا۔ اور زیدؓ بن الدثنہ کو صفوان ابن امیہ نے لیا تاکہ اپنے باپ امیہ بن خلف کے بدلہ قتل کرے۔

صفوان نے اپنے غلام نسطاس کے ساتھ زید بن الدثنہ کو حرم کے باہر تنعیم میں بھیجا تاکہ قتل کرے۔ کچھ قریش بھی اِس قتل کا تماشا دیکھنے کے لیئے وہاں گئے اُن میں ابوسفیان بھی تھا۔ اُس نے پوچھا کہ اے زید کیا تم پسند کرتے ہو کہ تم کو چھوڑ دیا جائے کہ اپنے اہل کے ساتھ خوشی سے رہو اور تمہاری جگہ ہم محمدؐ کی گردن ماریں۔ زید نے کہا کہ واللہ ہمیں یہ بھی پسند نہیں ہے کہ ہم آزاد اپنے اہل میں ہوں اور محمدؐ اس وقت جہاں ہیں وہیں اُن کو ایک کانٹا گڑ جائے۔ ابوسفیان نے کہا کہ مَیں نے کسی کو کسی کا ایسا محب نہیں پایا جیسا محمد کے اصحاب محمد کو محبوب رکھتے ہیں پھر نسطاس نے حضرت زیدؓ کو اِس کے بعد قتل کر دیا انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت خبیبؓ اُن لوگوں کی قید میں رہے۔ حجیر بن اہاب کی لونڈی ماویہ پیچھے مسلمان ہوگئی وہ بیان کرتی ہے کہ خبیبؓ جب ہم لوگوں کے قید میں تھے تو ہم نے ایک روز دیکھا کہ وہ انگور کا ایک بڑا خوشہ آدمی کے سر کے برابر لئے ہوئے تھے اور اُس میں سے انگور کھا رہے تھے حالانکہ مکہ میں انگور بالکل نہیں ہوتا ہے۔ وہی کہتی ہے کہ جب قتل کا وقت قریب ہوا تو اُنھوں نے صفائی کے لیئے مجھ سے اُسترہ مانگا مَیں نے ایک لڑکے کو اُسترہ دیکر اُن کے پاس بھیجدیا۔ مگر فوراً مجھے خیال ہوا کہ یہ مَیں نے کیا کیا۔ دیکھتی ہوں تو لڑکا خبیب کے زانو پر ہے اور اُسترہ اُن کے ہاتھ میں مَیں مضطرب ہوئی خبیبؓ نے کہا کہ ڈرتی ہو کہ مَیں لڑکے کو قتل کر دوں گا۔ نہیں مَیں ایسا نہیں کروں گا۔ اِس کے بعد لڑکے کو چھوڑ دیا۔

جب حضرت خبیبؓ کو صلیب دینے حرم سے باہر تنعیم میں لے گئے۔ تو اُنھوں نے اجازت لیکر بڑے خشوع وخضوع سے دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا کہ اگر تم یہ نہ سمجھتے کہ مَیں موت کے ڈر سے دیر کر رہا ہوں تو مَیں نماز میں اور تاخیر کرتا۔

اِس کے بعد آپ نے یہ دعا کی اللھم احصھم عددا واقتلھم بددا ولا تغادر

منهما احداً۔ اس کے بعد اشعار پڑھے جو خلوص اور صداقت سے لبریز ہے ابن ہشام نے اُن کو نقل کیا ہے اُس میں کا دو شعر امام بخاری نے صحیح میں نقل کیا ہے اور وہی دونوں شعر ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

ولست ابالی حین اُقتل مسلمًا — علی ای شق کان فی اللہ مضجعی

وذالک فی ذات الالہ وان یشا — یبارک علی اوصال شلو ممزع

اس کے بعد کفار نے اُس پیکر رضا و صبر کو صلیب پر چڑھایا۔ اور نگرانی کے لیئے نگہبان مقرر کردیا مگر کسی طرح رات کے وقت حضرت عمرو بن امیۃ الضمری اُن کی نعش کو لے گئے اور دفن کردیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

واقعہ بیر معونہ

اسی صفر کے مہینہ ۴ھ میں بیر معونہ کا واقعہ ہوا۔ ابو براء عامر بن مالک جو ملاعب الاسنہ مشہور تھا حضور کے خدمت میں آیا۔ حضور نے اسلام کی دعوت دی۔ وہ نہ مسلمان ہوا اور نہ اُس نے اسلام سے نفرت ظاہر کی بلکہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر آپ اپنے اصحاب کو نجد بھیجیں اور وہ وہاں آپ کے دین کی دعوت دیں تو ہمیں اُمید ہے کہ وہ لوگ قبول کرینگے۔ آپ نے فرمایا کہ اہل نجد سے اندیشہ ہے۔ ابو براء نے کہا کہ ہم اپنے جوار میں لیتے ہیں اور ذمہ قبول کرتے ہیں تب حضور نے منذر ابن عمرو کو امیر بنا کر اُن کے ساتھ حارث ابن الصمۃ۔ حرام[1] ابن ملحان۔ عروہ[2] ابن اسماء۔ نافع بن بدیل۔ عامر بن فہیرہ اور منتخب صلحاء کو جو قُرا مشہور تھے بھیجا۔ ابن اسحق کہتے ہیں کہ چالیس آدمی تھے لیکن صحیح یہ ہے کہ ستر آدمی تھے جیسا کہ امام بخاری نے روایت کیا ہے اور دوسرے صحیح حدیثوں میں آیا ہے۔

---

[1] حرام بفتح حاء و راء مہملتین بن ملحان بکسر میم یہ حضرت انس کے ماموں ہیں اُن کی ماں ام سلیم کے بھائی ۱۲ منہ

[2] عروہ ابن اسماء السلمی حلیف بنی عمرو بن عوف ۱۲ منہ

صحابہ رسول اللہ جب بیر معونہ پر پہنچے جو ارض بنی عامر اور حرّہ بنی سلیم کے درمیان ہے تو وہاں سے اُن لوگوں نے حرام بن ملحان کو رسول اللہ کا خط لیکر عامر بن طفیل کے پاس بھیجا۔ اُس بدمعاش نے خط دیکھا بھی نہیں اور ایک شخص کو اشارہ کیا جس نے پیچھے سے آکر اُن کو شہید کر دیا۔

اِس کے بعد ہی اُس نے بنی عامر میں صحابہ پر حملہ کرنے کا اعلان کیا۔ مگر اُن لوگوں نے انکار کیا اور کہا کہ ہم ابو براء کے ذمہ کو خفیف کرنا نہیں چاہتے۔ تب اُس نے قبائل بنی سلیم یعنے رعل ذکوان عُصَیّہ۔ بنی لحیان میں اعلان کیا وہ سب تیار ہوگئے اور فوراً اصحاب رسول اللہ کو گھیر لیا صحابہ نے کہا کہ ہم تم سے لڑنے نہیں آئے ہم رسول اللہ کی طرف سے ایک کام پر مامور ہیں اور وہیں جارہے ہیں ہم یہاں ٹھہرنا بھی نہیں چاہتے مگر کفار نے نہ مانا مجبوراً صحابہ نے کچھ مدافعت کی مگر سب کے سب بزرگان شہید کر دیئے گئے صرف کعب بن زید بن النجار جو گو بہت زخمی ہو گئے تھے مگر مقتولوں کے درمیان سے کسی طرح بچ گئے اور غزوۂ خندق میں شہید ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جماعت کے پیچھے دو شخص نگرانی کے لیئے تھے عمرو بن امیۃ الضمری اور ایک انصاری جن کا نام ابن قیم نے منذر بن عقبہ بن عامر لکھا ہے اور ابن ہشام منذر بن محمد بن عقبہ بن احیحہ بن الجلاح لکھتے ہیں۔ ان حضرات نے دور سے معرکہ کی جگہ جانوروں کو منڈلاتے دیکھا شبہ ہوا آئے۔ منذر سے نہ رہا گیا لڑے اور شہید ہوگئے۔ عمرو بن امیہ قید ہوگئے۔ مگر عامر کو معلوم ہوا کہ یہ مضر سے ہیں تو اُس نے اُن کے پیشانی کا بال کاٹ کر اپنی ماں کی طرف سے آزاد کر دیا۔

عمرو بن امیہ وہاں سے چلے مقام قرقرہ میں جب آئے تو ایک درخت کے سایہ میں ٹھہرے وہیں بنی کلاب کے دو شخص اور آکر ٹھہرے۔ وہ دونوں سو گئے تو عمرو بن امیہ نے دونوں کو قتل کر دیا اور سمجھے کہ ہم نے اصحاب رسول اللہ کا بدلہ لیا مگر وہ دونوں رسول اللہ کے معاہد تھے اُن کو اسکی خبر نہ تھی۔ یہ جب مدینہ آئے اور سارا واقعہ بیان کیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ ان دونوں کی تو ہمیں دیت دینی ہوگی۔

بنو النضیر بنو کلاب کے حلیف تھے۔ اس لیے حضورؐ اسی دیۃ کی گفتگو کے لیے بنو النضیر میں گئے تھے جو غزوۂ بنو النضیر کی وجہ ہوئی اُس کی تفصیل یہودیوں کے حال میں بیان ہو چکی ہے۔

واقعہ بیر معونہ کے بعد ایک مہینہ تک نماز میں رکوع کے بعد آپ نے قنوت پڑھی۔ اور اُسمیں رعل و ذکوان عُصَیَّہ و بنی لحیان یعنی قاتلین قرا صحابہ کے لیے بددعا کی پھر موقوف کر دیا۔

قنوت نازلہ

تمام روایتیں متفق ہیں کہ حضورؐ نے بیر معونہ کے واقعہ کے بعد قرا صحابہ کے قاتلین پر ایک مہینہ تک نماز فجر میں رکوع کے بعد بددعا اور لعنت کی صحیحین میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ اُنھوں نے پورا قصہ بیر معونہ کا بیان کیا پھر فرمایا کہ اُس کے بعد حضورؐ نے ایک مہینہ تک صبح کی نماز میں قاتلین کے قبیلوں پر بددعا کی حضرت انسؓ نے پھر فرمایا کہ قنوت کی یہ ابتدا تھی اس کے پہلے ہم لوگ قنوت نہیں کرتے تھے۔ اور صحیحین میں حضرت ابوہریرۃؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے ایک مہینہ تک عشا میں یہ دعا پڑھی اللھم انج الولید بن الولید اللھم انج سلمہ بن ھشام اللھم انج عیاش ابن ابی ربیعہ اللھم انج المستضعفین من المومنین اللھم شدد وطائك علی مضر اللھم اجعلھا علیھم سنین کسنی یوسف پھر ایک روز آپ نے دعا ترک کر دی میں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ نہیں دیکھتے ہو وہ لوگ تو آگئے۔

مسلم میں حضرت ابوہریرہ سے دوسری روایت ہے کہ فجر کی نماز میں جب حضورؐ قراۃ سے فارغ ہوتے تو تکبیر کہتے پھر جب سر اٹھاتے تو سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد کے بعد کھڑے رہتے اور دعا پڑھتے اللھم انج الولید بن الولید وسلمہ بن ھشام وعیاش ابن ابی ربیعہ والمستضعفین من المومنین اللھم اشدد وطائك علی مضر واجعلھا علیھم سنین کسنی یوسف۔ اللھم العن لحیان ورعلاً وذکوان وعُصَیَّۃ عصت اللہ ورسولہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں ثم بلغنا انہ ترک ذلك لما انزل لیس لك من الامر شئی او یتوب

علیھم او یعذبھم فانھم ظالمون۔

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اِن دونوں دعاؤں کا زمانہ ایک ہے۔ اگرچہ صحابہ کبھی صرف ضعفاء صحابہ کی دعار کا ذکر کرتے ہیں اور کبھی صرف کفار پر لعنت کی دعا کا ذکر کرتے ہیں۔ حضرت انسؓ کی روایت سے معلوم ہو چکا ہے کہ یہ قنوت کی ابتدا تھی اِس سے پہلے کبھی آپ نے نماز میں اِس قسم کی دعا نہ کی تھی۔ اور یہ بھی دونوں روایتوں سے معلوم ہو چکا ہے کہ اِس دعار کی مدت ایک مہینہ تھی۔ اور عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ اس کے بعد بھی اس قسم کا قنوت آپ نے نہ کیا۔ امام محمد صاحب کتاب الآثار میں لکھتے ہیں اخبرنا ابوحنیفہ عن حماد عن ابراھیم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یر قانتاً فی الفجر حتیٰ فارق الدنیا الاشھراً واحداً قنت یدعوا علی حیٍّ من المشرکین لم یر قانتاً قبلہ ولا بعدہٗ اور مسند امام اعظم بروایت حصفکی میں اِس روایت کی سند ہے ابوحنیفہ عن ابراھیم عن علقمہ عن ابن مسعود اِس سند کے نسبت ابن امیر الحاج لکھتے ہیں لاغبار علیہ لیکن دوسرے محدثوں نے بھی عبداللہ بن مسعودؓ سے اسی کے مثل روایت کیا ہے مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ نے فجر میں کبھی قنوت نہ کیا حتیٰ کہ دنیا سے رخصت ہوئے سوائے ایک مہینہ کے جب مشرکین کے ایک قبیلہ پر آپ نے بددعا کی نہ اس کے قبل قنوت کیا نہ اس کے بعد۔

ایک مہینہ کے بعد جب حضور نے ترک کر دیا تو حضرت ابوہریرہؓ نے حضور سے اس کی وجہ پوچھی آپ نے ضعفاء کے لئے دعا ترک کرنیکی وجہ تو یہ بتائی کہ وہ آگئے اِس لئے حاجت نہ رہی اور مشرکین کے لئے دعا ترک کی اِس لئے کہ یہ آیۃ نازل ہوئی لیس لک من الامر شیٔ او یتوب علیھم او یعذبھم فانھم ظالمون یعنی حضور کو دعا کرنے سے منع کر دیا گیا۔

اِس منع کا دو مطلب ہو سکتا ہے یا اس خاص گروہ پر دعا کرنے سے منع کیا گیا۔ یا مطلقاً اِس قسم کی دعا سے منع کیا گیا۔ صحیح یہ ہے کہ مطلق امتناع نہ تھا بلکہ ضرورت کے وقت اِس قسم کی دعا مشروع رہی صحابہ کرام کا تعامل اس پر دلیل ہے۔

مسیلمہ کذاب سے حضرت صدیقؓ کے وقت میں جنگ ہوئی تو انہوں نے قنوت میں دعا کی حضرت عمرؓ نے اہل کتاب سے مقابلہ کے وقت قنوت میں دعار کی حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کی جنگ ہوئی تو دونوں نے قنوت میں دعا کی۔ اور مختلف صحابہ سے جو قنوت کرنے اور نہ کرنیکی بظاہر متضاد روایتیں آئی ہیں اُس کا صحیح محمل یہی ہو سکتا ہے کہ وہ فجر میں ہمیشہ قنوت نہیں کرتے تھے لیکن ابتلا اور مصیبت کے وقت کرتے تھے۔ امام ابوجعفر طحاویؒ نے شرح معانی الآثار میں نہایت بسط سے ثابت کیا ہو کہ حضرتؓ عمر حضرت علیؓ حضرت ابن عباسؓ رضی اللہ عنہم وغیرہ صحابہ کبار کا یہی مسلک تھا اور اس کے ثبوت میں بہت سی روایتیں لائے ہیں۔ اسی وجہ سے صحیح یہ ہے کہ علما رحنفیہ بھی نازلہ کے وقت قنوت کے قائل ہیں۔

بحرالرائق میں غایۃ سے منقول ہے کہ اگر مسلمانوں پر کوئی مصیبت نازل ہو تو امام صلوٰۃ جہریہ میں قنوت پڑھے یہی قول سفیان ثوری اور امام احمد کا ہے اور جمہور اہل حدیث کہتے ہیں کہ نوازل کے وقت ہر نماز میں قنوت مشروع ہے۔

علامہ شامیؒ منحۃ الخالق حاشیہ بحرالرائق میں لکھتے ہیں کہ شارح نے غایۃ کا حوالہ دیا ہو لیکن غایۃ البیان میں یہ مسئلہ ہمیں نہ ملا شاید غایۃ السروجی مراد ہو واللہ اعلم مگر حواشی مسکین اشباہ اور شرح اسمٰعیل میں یہ مسئلہ موجود ہے۔ پھر علامہ شامیؒ اُسی میں لکھتے ہیں کہ آیۃ سے امتناع کا مطلب صرف یہ ہے کہ اس وقت کوئی ضرورت باقی نہیں رہی تھی کہ قنوت کی ضرورت ہو لیکن قنوت عندالنازلہ اُس کے بعد بھی مشروع رہا صحابہ کرام کے قنوت کا صحیح محمل یہی ہو سکتا ہو یہی ہمارا مذہب ہے اور اسی پر جمہور ہیں۔ حافظ ابوجعفر طحاوی کہتے ہیں کہ ہمارے یہاں صلوٰۃ فجر میں قنوت نہیں چاہیئے لیکن اگر کوئی فتنہ ہو جائے۔ یا مسلمانوں پر کوئی بلا نازل ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ فقہار تصریح فرماتے ہیں کہ بلا سے مراد ہے کہ مثلاً طاعون یا ہیضہ پھیل جائے۔ یا کوئی سخت دشمن حملہ کرے۔

طحاوی کے اس قول کو ابن امیرالحاج نے شرح منیہ میں نقل کیا ہے اُن سے علامہ شامیؒ۔ ملا علی

قاری اور مولانا عبدالحی صاحب وغیرہ نقل کرتے ہیں۔

بحرالرائق میں ہے کہ قنوت کی اجازت عندالنازلہ صلوٰۃ جہریہ میں ہے۔ بنایہ اور اشباہ وغیرہ میں بھی یہی ہے لیکن امام طحاوی اور دوسرے فقہاء کی روایتیں ہیں کہ صرف صلوٰۃ فجر میں قنوت پڑھے اور یہی عندالعلماء مشہور ہے علامہ شامی کہتے ہیں کہ غالباً ہمارے یہاں دو روایتیں ہیں واللہ اعلم

قنوت فی الفجر

امام شافعی صاحب فرماتے ہیں کہ ہمیشہ صبح کی نماز کے آخر رکعت میں رکوع کے بعد دعاء قنوت پڑھنا سنّتِ راتبہ ہے۔ اور وہ دعا یہ ہے اللہم اھدنی فیمن ھدیت الخ فرماتے ہیں کہ امام جہر سے پڑھے اور مقتدی آمین کہیں۔ امام مالک صاحب بھی یہی کہتے ہیں مگر وہ جہر نہیں کہتے۔

علامہ ابن قیم نے زاد المعاد میں نہایت بسط سے اس کی تردید کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ یہ امر محال ہے کہ رسول اللہ نے روزانہ صبح کے وقت جہر سے اللہم اھدنی فیمن ھدیت الخ پڑھا ہو۔ صحابہ برابر آمین کہتے ہوں۔ پھر وفات تک آپ کا یہ دستور رہا ہو۔ اور جمہور صحابہ بلکہ کل صحابہ اس کو بھول جائیں۔ اور یہانتک کہ بعض محدث اور بعض بدعت کہیں۔

ابو مالک الاشجعی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے دریافت کیا کہ آپ نے تقریباً پانچ برس یہاں اور کوفہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر عمر عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی ہے کیا وہ لوگ فجر میں قنوت پڑھتے تھے۔ فرمایا کہ بیٹا یہ محدث ہے اصحاب سنن اور امام احمد نے اس کو روایت کیا اور ترمذی نے کہا کہ حدیث حسن صحیح ہے۔

دارقطنی میں حضرت سعید بن جبیرؒ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں شاہد ہوں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ قنوت صلوٰۃ فجر میں بدعت ہے۔

بیہقی ابن مجلز سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ کے پیچھے نماز صبح پڑھی۔ انہوں نے

قنوت نہ پڑھا۔ میں نے پوچھا تو فرمایا کہ ہمیں یاد نہیں ہے کہ میرے اصحاب میں سے کسی نے پڑھا ہو۔ ابن عمر کی غرض اصحاب سے لامحالہ اصحاب رسول اللہ ہیں۔ اور جو چیز روزانہ صبح کی نماز میں ہو اُس کا یاد نہ رہنا کیا معنی درحقیقت یہ شدید انکار ہے۔

شافعیہ کی مکمل دلیل اس باب میں سب سے واضح روایت ابن ابی فدیک کی ہے وہ عبداللہ بن سعید المقبری سے۔ وہ اپنے باپ سے۔ وہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صبح کے نماز کی دوسری رکعت میں جب رکوع سے سر اٹھاتے تو ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھتے اللھم اھدنی فیمن ھدیت وعافنی فیمن عافیت وتولنی فیمن تولیت وبارک لنا فیما اعطیت وقنی شر ما قضیت۔ انک تقضی ولا یقضی علیک انہ لا یذل من والیت۔ تبارکت ربنا وتعالیت مگر یہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔ عبداللہ بن سعید المقبری منکر الحدیث ہیں۔

ابوجعفر رازی۔ ربیع بن انس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے ہمیشہ صبح کی نماز میں قنوت کیا حتی کہ آپ نے دنیا چھوڑی۔ مسند اور ترمذی وغیرہ میں یہ روایت ہے مگر ابوجعفر رازی صاحب مناکیر ہیں اُن کی روایت حجت نہیں ہے۔ دوئم اس روایت میں یہ بھی نہیں ہے کہ قنوت سے دعاء خاص مراد ہے یا تطویل ارکان۔ سوئم اس روایت کے خلاف حضرت انسؓ ہی سے مروی ہے شبابہ قیس بن ربیع سے اور وہ عاصم بن سلیمان سے عاصم کہتے ہیں کہ میں نے انس بن مالکؓ سے پوچھا کہ ایک جماعت کہتی ہے کہ رسول اللہ ہمیشہ فجر کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے فرمایا کہ جھوٹ کہتے ہیں رسول اللہ نے صرف ایک مہینہ قنوت پڑھا مشرکین کے بعض قبیلہ پر دعا کرتے تھے۔ قیس پر یحییٰ ابن معین نے جرح کی ہے مگر بہر حال ابوجعفر سے اچھے ہیں۔

علامہ ابن قیم کہتے ہیں کہ حضرت انس بن مالکؓ سے اس باب میں متعدد روایتیں ہیں اور بظاہر ایک دوسرے کے خلاف معلوم ہوتی ہیں۔ مگر صحیح مفہوم سمجھنے کے بعد اختلاف باقی نہیں رہتا۔ فقہا خاص دعاء کو قنوت کہتے ہیں۔ اور صحابہ تعدیل ارکان اور طول قیام کو قنوت کہتے تھے اور کبھی قنوت میں خاص دعاء کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ اس فرق کو پیش نظر رکھ کر تمام روایات

کو دیکھو کچھ اختلاف باقی نہیں رہتا۔

البتہ حضرت ابوہریرہؓ سے بطریق صحیح مروی ہے کہ وہ صبح کی اخیر رکعت میں سمع اللہ لمن حمدہ کے بعد قنوت کرتے تھے جس میں مومنوں کے لیئے دعا اور کفار پر لعنت کرتے تھے۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ بلاشبہ حضور نے اسی طرح قنوت کیا اور حضرت ابوہریرہؓ اُسی کی تعلیم کے لیئے ایسا کرتے تھے۔ اِس سے اہل کوفہ کی تردید ہوتی ہے اِس لیئے کہ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی صبح کی نماز میں اِس طرح قنوت کرے تو وہ بدعت نہیں ہے جیسا اہل کوفہ کہتے ہیں اہلحدیث کا مسلک تو یہ ہے کہ کوئی کرے تو بھی اچھا نہ کرے تو بھی اچھا۔ ترک اور فعل دونوں رسولؐ کی سنت ہیں کوئی بدعت نہیں۔

لیکن مشکل یہ ہے کہ بدعت صرف اہل کوفہ نہیں کہتے بلکہ بدعت کا فتویٰ خود صحابہ کا ہے جیسا معلوم ہوا۔ اِس لیئے ابوہریرہؓ کی روایت کا یہ مطلب لیا جائے کہ وہ نازلہ کے وقت ایسا کیا کرتے تھے تو کوئی دقت نہیں ہوتی کیونکہ نازلہ کے وقت ایسا کرنا بلاشک سنت مستمرہ ہے واللہ اعلم

غزوۂ بنی النضیر

بیر معونہ کے واقعہ کے بعد غزوۂ بنی النضیر ہوا۔ اس غزوہ کا حال ہم ذکر کر چکے ہیں۔

غزوۂ ذات الرقاع

جمادی الاوّل ۴ھ یا محرم ۵ھ میں بنی غطفان کے قبائل بنی محارب اور بنی ثعلبہ کے مقابلہ کی نیّت سے حضور خود نکلے۔ مدینہ میں حضرت ابوذر غفاریؓ یا حضرت عثمانؓ بن عفان کو خلیفہ کر دیا بعض روایت میں ہے کہ آپ کے ساتھ چار سو آدمی تھے بعض روایت میں سات سو ہے۔

بنی غطفان کی ایک بڑی جمعیت مقابلہ میں آئی۔ مگر جنگ نہ ہوئی۔ حضرت جابرؓ سے صحیح مسلم میں روایت ہے کہ حضور کی جگہ ایک سایہ دار درخت کے نیچے تھی اور حضور کی تلوار درخت میں لٹک رہی تھی ایک مشرک آیا اور وہی تلوار نکالکر حرکت دینے لگا اور حضور سے پوچھا کہ آپ

ہم سے ڈرتے نہیں آپ نے فرمایا کہ نہیں اُس نے کہا کہ نہیں ڈرتے میرے ہاتھ میں تلوار ہے آپ کو کون بچا سکتا ہے حضور نے فرمایا کہ خدا بچانے والا ہے آخر اُس نے تلوار پھر غلاف میں کرکے درخت میں لٹکا دی۔ ابن اسحٰق لکھتے ہیں کہ اس مشرک کا نام غورث تھا اور اپنی قوم سے کہکر آیا تھا کہ میں محمدؐ کو قتل کرتا ہوں حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حضور نے صلوٰۃ خوف پڑھی۔ امام نووی کہتے ہیں کہ صلوٰۃ خوف غزوہ ذات الرقاع میں شروع ہوئی یا غزوۂ بنی النضیر میں۔

الغرض اس کے بعد حضور وہاں سے لوٹ آئے لوٹتے وقت ایک کافر کی ایک عورت کو کسی مسلمان نے سخت بات کہی تھی۔ وہ مشرک جب آیا اور اُس کو معلوم ہوا تو اُس نے قسم کھائی کہ جب تک ایک مسلمان کو قتل نہ کر لوں گا دم نہ لوں گا۔ چنانچہ مسلمانوں کی لشکر کا اُس نے پیچھا کیا۔ حضور وہاں سے لوٹ کر ایک شعب میں ٹھہرے اور سرے پر حضرات عمار بن یاسرؓ اور عباد بن بشرؓ کو حفاظت کیلئے مقرر کر دیا۔ ان دونوں حضرات نے طے کیا کہ پہلی نصف شب عباد بن بشرؓ جاگیں اور آخر نصف میں عمار بن یاسرؓ۔ عباد بشر نماز پڑھ رہے تھے کہ اُس کافر نے تیر مارا اُن کو لگی۔ انہوں نے تیر نکالکر پھینک دیا مگر نماز نہ توڑا اُس نے پھر تیر مارا اور پھر مارا تین تیر مارے مگر انہوں نے نماز کو نہ توڑا آخر نماز پوری کر کے ساتھی کو جگایا حال کہا دشمن کو تلاش کیا وہ بھاگ گیا۔ جب حضرت عمارؓ نے اُن کا خون دیکھا تو کہا سبحان اللہ آپ نے ہمیں پہلے ہی تیر میں کیوں نہ جگا دیا حضرت عبادؓ نے فرمایا کہ میں ایک سورہ پڑھ رہا تھا یہ بات پسند نہ آئی کہ اُس کو پورا نہ کروں۔

صحیحین میں حضرت ابو موسیٰ اشعری سے مروی ہے کہتے ہیں کہ غزوہ ذات الرقاع میں ہم چھ آدمی ایک اونٹ پر باری باری کر کے گئے تھے۔ ہم لوگوں کا پیر پھٹ گیا تھا اس لئے پیر میں چیتھڑے لپیٹ لئے تھے اسی لئے اِس غزوہ کا نام غزوۂ ذات الرقاع ہو گیا۔ امام نووی کہتے ہیں کہ بعض روایت ہے کہ ذات الرقاع ایک پہاڑ کا نام ہے ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ایک درخت کا نام ہے۔ ہو سکتا ہے کہ سب باتیں ہوں۔

ابن اسحٰق اور دوسرے اصحاب سیر و مغازی اِس غزوہ کو غزوۂ خندق سے پہلے لکھتے ہیں اور اِس میں شبہ نہیں کہ حضور نے اس غزوہ میں صلوٰۃ خوف پڑھی صحیح مسلم کی روایت لکھی گئی اور کئی صحابہ سے صحیح روایتیں اِس باب میں ہیں اور اصحاب سیر بھی یہی لکھتے ہیں مگر علامہ ابن قیم لکھتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ اِس لئے کہ امام احمد اور اصحاب سنن ابو عیاش الزرقی سے اور ترمذی حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ صلوٰۃ خوف پہلے پہلے غزوۂ عسفان میں حضور نے پڑھی ہے۔ ان دونوں روایتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور ضجنان اور عسفان کے درمیان اترے تھے اور کفار کے لشکر میں سردار خالد بن ولید تھے مسلمان ظہر کی نماز سے فارغ ہوئے تو کفار نے افسوس کیا کہ ہم نے ایک موقع کھو دیا پھر خالد نے کفار سے مشورہ کیا کہ عصر کی نماز مسلمانوں کو اپنے مال و اولاد سے بھی زیادہ عزیز ہے جب یہ لوگ عصر کی نماز شروع کریں تو متفقہ حملہ کر دیا جائے حضرت جبرئیل نے حضور کو اِس مشورہ کی خبر دی اور اصحاب کو دو حصہ کر کے صلوٰۃ خوف پڑھنے کا پہلے پہلے حکم دیا۔ شبہ یہ ہے کہ غزوۂ عسفان یقیناً غزوۂ خندق کے بعد ہے اس پر سب کا اتفاق ہے پھر اگر ذات الرقاع خندق سے پہلے ہے تو اس میں آپ نے صلوٰۃ خوف کیسے پڑھی۔

دوئم صحیحین میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی روایت ہے کہ وہ غزوۂ ذات الرقاع میں شریک تھے اور مسند امام احمد اور سنن میں روایت ہے کہ مروان بن الحکم کے سامنے حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ ہم نے صلوٰۃ خوف غزوۂ نجد میں رسول اللہؐ کے ساتھ پڑھی ہے اور حضرت ابو ہریرہؓ غزوۂ خیبر کے قریب مسلمان ہوئے اور ابو موسیٰ اشعریؓ غزوۂ خیبر کے بعد مدینہ آئے تو اگر ذات الرقاع خندق سے بھی پہلے تھا تو یہ لوگ کیونکر شریک ہوئے۔ اِس لئے ابن قیم کہتے ہیں کہ ذات الرقاع غزوۂ عسفان اور غزوۂ خیبر کے بعد ہوا واللہ اعلم

بدر ثانیہ

غزوۂ احد سے لوٹتے وقت ابو سفیان نے کہا تھا کہ ہمارا تمہارا وعدہ ہے کہ آئندہ سال بدر

میں مقابلہ ہوگا حضور نے بھی قبول کیا تھا۔ دوسرے سال یعنی ۴ھ کے شعبان یا ذیقعدہ میں اِس وعدہ کے موافق حضور روانہ ہوئے ایک ہزار پانچ سَو آدمی اور دس گھوڑے آپ کے ساتھ تھے حضرت علیؓ علمبردار تھے۔ مدینہ پر عبداللہ بن رواحہؓ کو خلیفہ کردیا تھا۔ حضور بدر تک گئے۔ آٹھ روز تک کفّار کا انتظار کیا۔ اُدھر ابوسفیان بھی مکہ سے چلا دو ہزار آدمی اور پچاس گھوڑے اُسکے ساتھ تھے۔ مکہ سے ایک منزل ظہران تک یا عسفان تک آیا وہاں اُس نے کہا کہ یہ سال[۱] مناسب نہیں ہے چنانچہ سب وہیں سے لوٹ گئے۔ اس سال خشک سالی تھی۔

غزوۂ دُومۃ الجندل

اصل لغت دُومہ بضم دال و جَندَل بفتح جیم و فتح دال ہے لیکن ابن اثیر کہتے ہیں کہ محدثین دَومہ بفتح دال کہتے ہیں۔ دُومہ الجندل ایک قلعہ ہے اور دَومہ بفتح دال ایک قریہ ہے حمص کے قریب۔

حضور کو خبر ملی کہ دومۃ الجندل میں بہت سے مشرکین جمع ہوئے ہیں۔ اور مدینہ کی طرف آنا چاہتے ہیں۔ آپ نے ربیع الاوّل ۵ھ میں سباع بن عرفطہ الغفاری کو مدینہ کا خلیفہ بنا کر ایکہزار مسلمانوں کے ساتھ اُس طرف کا رُخ کیا۔ اور بنی عذرہ کے ایک شخص کو راستہ بتانے کے لیے ساتھ لیا یہ مقام مدینہ سے پندرہ روز کے راستہ پر ہے جب دومۃ الجندل میں حضور کی خبر پہنچی تو وہ لوگ منتشر ہوگئے۔ حضور پہنچے تو کوئی نہ ملا۔ چند روز وہاں ٹھہرے۔ مختلف اطراف میں سرایا بھیجے مختلف جوانب میں فوج تقسیم کی مگر کوئی مقابلہ نہ ہوا۔ آپ مدینہ لوٹ آئے

غزوۂ بنی المصطلق[۲] کب ہوا

چونکہ تحقیق یہی ہے کہ غزوہ بنی المصطلق بھی ۵ھ میں ہوا اس واسطے غالباً صحیح مقام اُس کا

۱؎ اس سال خشک سالی اور قحط تھا ۱۲ منہ

۲؎ مصطلق بضم میم وسکون صاد مہملہ و فتح طا مہملہ و کسر لام بعدہٗ قاف ۱۲ منہ

یہی ہے۔ مگر اس غزوہ کے تاریخ کی تعیین میں جو اختلافات اور اشکالات واقع ہوئے ہیں پہلے اختصاراً اُس کو ذکر کر دینا مناسب ہے۔

امام بخاریؒ نے اس اختلاف کو ذکر کیا ہے کہتے ہیں کہ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ غزوۂ بنی المصطلق یعنی غزوہ مُریسیع ۶ھ میں ہوا اور موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ ۴ھ میں ہوا۔ ابن قیم لکھتے ہیں کہ ابن اسحٰق ۵ھ میں خندق کے بعد لکھتے ہیں اور یہی قول جمہور کا ہے۔ امام نووی لکھتے ہیں کہ باستثنار واقدی اہل سیر کا اجماع ہے کہ سعد بن معاذ غزوۂ خندق میں زخمی ہوئے اور اُس کے بعد ہی اُنکا انتقال ہو گیا۔ واقدی کہتے ہیں کہ مُریسیع ۵ھ میں ہوا اور اُس کے بعد قریظہ و خندق ہوا۔

۴ھ کی روایت صحیح نہیں ہو سکتی۔ اِس لیے کہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ افک کا واقعہ اسی غزوہ میں ہوا۔ اور افک کی روایت صحیحین میں ہے اُس میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ یہ واقعہ نزول حجاب کے بعد کا ہے۔ دوئم افک کے وقت حضرت زینب بنت جحشؓ حضور کے عقد میں تھیں اور اُنھوں نے اس واقعہ کے متعلق رائے بھی دی ہے سوئم حمنہ بنت جحشؓ اہل افک کے ساتھ تھیں اُس کی وجہ یہی تھی کہ اُن کی بہن بھی حضور کی زوجہ تھیں۔ اور یہ متفق علیہ ہے کہ حضرت زینبؓ کا عقد اور حجاب کا نزول ۵ھ میں ہوا۔ تو غزوہ مُریسیع اس سے پہلے نہیں ہو سکتا۔

ایک اشکال یہ ہے کہ جب غزوہ مُریسیع سے حضور مدینہ واپس آئے اور اہل افک نے بہت چہ میگوئیاں شروع کیں۔ اُس وقت حضور نے منبر پر فرمایا کہ کون ہے جو ان منافقین کے خلاف ہماری امداد کرے تو حضرت سعد بن معاذؓ نے فرمایا کہ میں ہوں یا رسول اللہ الخ یہ صحیحین کی روایت ہے لیکن ابن اسحٰق لکھتے ہیں کہ مریسیع ۶ھ میں خندق کے بعد ہوا۔ اور اس پر اجماع ہے کہ سعد بن معاذؓ کا غزوۂ خندق کے بعد ہی انتقال ہو چکا تھا۔ تو پھر غزوہ مُریسیع کے بعد اُن کا موجود ہونا کیسے صحیح ہو سکتا ہے وہ کیونکر حضور سے یہ کہہ سکے۔

اِس کا جواب دو طرح ہو سکتا ہے موسیٰ بن عقبہ اور واقدی کہتے ہیں کہ مُریسیع خندق سے پہلے ہوا۔ اور قاضی اسمٰعیل بن اسحٰق کا قول ابن قیم اور امام نووی نے نقل کیا ہو کہ یہی قول

بہتر ہے۔ اگر یہ صحیح ہو تو صحیحین کی روایت سے تطبیق ہو جاتی ہے مگر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ مریسیع حضرت زینبؓ کے عقد کے بعد اور خندق سے پہلے ہوا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ حضور کے مطالبہ پر جو کچھ بولے حضرت اُسید بن حضیر بولے جیسا ابن اسحٰق نے لکھا ہے۔ اور سعد بن معاذ کا کوئی تذکرہ انہوں نے نہیں کیا۔ ابن حزم کہتے ہیں کہ بلاشک یہی صحیح ہے اس صورت میں صحیحین کی روایت میں حضرت سعد کا ذکر رواۃ کا تسامح ہو گا واللہ اعلم

امام نووی لکھتے ہیں کہ غزوۂ خندق ۵ھ میں ہوا باتفاق اہل سیر الا واقدی اور واقدی وابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ۵ھ میں ہوا۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ خندق ۵ھ میں ہوا کیونکہ غزوۂ اُحد ۳ھ میں ہوا اور اُس میں ابوسفیان نے آیندہ سال جنگ کی دعوت دی تھی ۴ھ میں حضور بدر تک گئے مگر وہ خشک سالی کی وجہ سے نہ آیا اُس کے دوسرے سال یعنی ۵ھ میں آیا اور غزوہ خندق واقع ہوا۔

الغرض راجح یہ ہے کہ ۵ھ ہی میں حضرت زینبؓ کے عقد کے بعد پہلے مریسیع ہوا پھر اُسی سال غزوۂ خندق ہوا واللہ اعلم

غزوۂ بنی المصطلق

مصطلق بنی خزاعہ کے ایک شخص جذیمہ بن سعد کا لقب ہے۔ اور بنی خزاعہ کا ایک کنُواں ہے جس کو مُریسیع کہتے ہیں۔ اسی کوئے پر حضور ٹھہرے تھے اِس لیئے اُس کو غزوۂ بنی المصطلق بھی کہتے ہیں اور غزوہ مُریسیع بھی۔

یہ غزوہ شعبان ۵ھ میں ہوا حضور کو خبر ملی کہ حارث بن ابی ضرار بنی المصطلق کا سردار اپنی قوم اور دوسرے عرب قبائل کو لیکر رسول اللہ سے جنگ کرنیکی نیت سے نکلا ہے۔

حضور نے پہلے بُریدہؓ[1] ابن الحُصَیب الاسلمی کو تحقیق کے لیئے بھیجا۔ وہ حارث سے ملے اور خود

[1] بُریدہ بضم موحدہ و فتحہ مہلہ ابن الحُصَیب بضم حائے مہملہ و فتحہ صاد مہلہ بصیغہ تصغیر ۱۲ منہ

اُس کی زبانی دریافت کیا کہ وہ واقعی اس کی تیاری کر رہا ہے حضور کو جب اس کی تحقیق ہو گئی تو آپ نہایت عجلت کے ساتھ نکلے۔ اور منافقین جو پہلے غزوات میں ساتھ نہیں جاتے تھے وہ بھی اُس میں ساتھ ہوئے۔ حضور نے مدینہ میں حضرت زید بن حارثہؓ یا حضرت ابوذر غفاریؓ کو خلیفہ مقرر کر دیا بعض لکھتے ہیں کہ نمیلہؓ بن عبداللہ اللیثی کو خلیفہ کیا۔ شعبان کی دوسری تاریخ پیر کے دن آپ مدینہ سے نکلے۔ مہاجرین کا علم حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ملا انصار کا حضرت سعد بن عبادہؓ کو مقدمہ میں حضرت عمر بن الخطابؓ تھے۔ راستہ میں ایک جاسوس ملا جس کو کفار نے مخبری کیلئے مقرر کیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اُس کو گرفتار کیا۔ اور رسول اللہ سے اجازت لیکر اس کو قتل کیا۔ اس سفر میں حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ ساتھ تھیں۔

جب کفار کو حضور کے روانگی اور جاسوس کے قتل ہونیکی خبر ملی تو کفار پر رعب چھا گیا اور قبائل کے لوگ منتشر ہو گئے۔ حارث کے ساتھ صرف اُس کے قبیلہ کے آدمی رہ گئے حضور پہنچے تو مریسیع پر ٹھہرے۔ اور پہلے ہی حملہ میں کفار کو شکست ہوئی۔ مرد اور عورتیں سب گرفتار ہو گئیں۔ اُونٹ بکریاں بہت غنیمت میں ملیں۔ کوئی مسلمان اس غزوہ میں شہید نہ ہوا۔ مگر کلب بن عوف کے ایک شخص ہشام بن صبابہؓ خود حضرت عبادہ بن صامتؓ کے ہاتھ سے قتل ہوئے انہوں نے دشمن کا آدمی سمجھکر غلطی سے قتل کر دیا۔

ام المومنین جویریہؓ

حضور جب تقسیم غنائم و سبایا سے فارغ ہوئے تو حضرت جویریہ آپ کی خدمت میں آئیں فرمایا کہ یا رسول اللہ میں مسلمان ہو کر آئی ہوں اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد انک رسولہ میں حارث ابن ابی ضرار کی لڑکی ہوں جو اس قبیلہ کا سردار ہے اسلامی لشکر کے ہاتھ میں گرفتار ہو گئی ہوں۔ اور ثابت بن قیس کے حصہ میں پڑی ہوں۔ ثابت نے مجھ سے مکاتبت کر لی ہے

سلہ نمیلہ بہ نون بعدہٗ میم بعدہٗ تحتانیہ بعدہٗ لام ۱۲ منہ

مگر مَیں مال ادا نہیں کر سکتی۔ امید لیکر آئی ہوں کہ آپ میری امداد کریں تاکہ مَیں وہ مال ادا کر سکوں۔ حضور نے فرمایا کہ اس سے بہتر سلوک میں تمہارے ساتھ کروں گا۔ پوچھا کہ وہ کیا یا رسول اللہ۔ حضور نے فرمایا کہ مال مکاتبت ادا کر کے مَیں خود تمہارے ساتھ عقد کروں گا۔ بہت خوش ہوئیں اور فرمایا کہ ہاں یا رسول اللہ۔ آپ نے ثابت بن قیس کو بلوایا۔ مال ادا کر دیا اور حضرت جویرۃؓ کو آزاد کر کے اُن سے عقد کر لیا۔

صحابہ میں جب یہ خبر پھیلی تو سب نے کہا اللہ اکبر اصہار رسول اللہ چونکہ بنی المصطلق کے قیدی اب رسول اللہ کے اقربا میں داخل ہو گئے۔ اس لیے صحابہ نے مشورہ کر کے سب کو آزاد کر دیا۔ ایک سَو سے زیادہ قیدی تھے سبحان اللہ

منافقین کی شرارت

ابھی مسلمان اسی کوتے پر تھے کہ ایک واقعہ ہو گیا۔ بنی غفار کے ایک شخص جھجاہ[1] ابن مسعود حضرت عمر بن الخطابؓ کے اجیر تھے اور سنانؓ[2] بن وبرا الجہنی بنی عوف ابن خزرج کے حلیف تھے۔ پانی بھرنے کے ڈول کے متعلق دونوں میں تکرار ہو گئی۔ جھجاہؓ نے سنانؓ کو تھپڑ مار دیا۔ سنانؓ نے انصار کو آواز دی۔ جھجاہؓ نے مہاجرین کو آواز دی۔ دونوں جمع ہو گئے اور بات بڑھ گئی قصور جھجاہ کا تھا۔ مہاجرین نے سنان کو راضی کر لیا اور بات رفع دفع ہو گئی۔ مگر اس سفر میں عبداللہ ابن اُبی منافق بھی تھا جب اُس کو یہ خبر ملی تو بہت برافروختہ ہوا اور کہا کہ یہ تو وہی مثل ہوئی سمّن کلبک یا کلک افادا اللہ لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منہا الاذل یعنی کتّے کو موٹا کرو کہ تمہیں کو کھالے۔ خدا کی قسم مدینہ لوٹے تو عزّت والا ذلیل کو نکال باہر کرے گا۔ گویا ملعون نے اپنے کو اعز کہا اور رسول اللہ کو اذل۔ اور اس قصّہ کی وجہ سے لوگوں کو

---

[1] جھجاہ بن مسعود یا ابن سعید یا ابن مسعود والاول ہوالراجح ۱۲ منہ

[2] سنان بکسر سین مہملہ وخفتہ نون ابن دبرہ یا وبرہ ۱۲ منہ

حضور سے برانگیختہ کرنا چاہا جس وقت وہ یہ بک رہا تھا حضرت زید ابن ارقم وہاں موجود تھے انھوں نے حضور سے جب تذکرہ کیا تو اُس وقت حضرت عمرؓ بھی موجود تھے اُن کو جلال آگیا کھڑے ہوگئے کہ یا رسول اللہ اجازت دیجئے ابھی اس منافق کو قتل کروں حضور نے منع کیا کہ جو سنے گا کہے گا کہ محمدؐ اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں۔ مگر یہ قصہ مہاجرین و انصار میں پھیل گیا۔ اور ہر جگہ اُسی کا تذکرہ ہونے لگا۔ دونوں طرف غصہ اور جوش پیدا ہوگیا۔

سخت دھوپ کا وقت تھا اور ایسے وقت حضور سفر نہیں کیا کرتے تھے۔ مگر اُس روز اُسی وقت کوچ کا حکم دیدیا اُسید بن حضیرؓ نے مودّب عرض کیا کہ حضور آپ تو ایسے وقت سفر نہیں کیا کرتے آج کیا ہے فرمایا کہ تم کو معلوم نہیں ہے کہ عبداللہ بن اُبی نے کیا کہا ہے۔ حضرت اُسیدؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ اُس کو بکنے دیجئے وہ سمجھتا ہے کہ آپ نے اس کی امارت چھین لی ہے۔ آپ تمام دن چلتے رہے کہ شام ہوگئی۔ پھر تمام رات چلتے رہے کہ صبح ہوگئی دوسرے روز جیسے ہی صحابہ کرام کی پیٹھ زمین سے لگی سب کو نیند آگئی۔ رات دن کے سفر سے ہر شخص چور ہوگیا تھا۔ آپ کی غرض یہ تھی کہ اس منافق کی گفتگو کا تذکرہ زیادہ نہ ہونے پائے ورنہ کہیں مہاجرین و انصار میں نہ بگڑ جائے۔

اُس منافق سے انصار نے دریافت کیا کہ تو نے ایسا کیوں کہا تو اُس نے انکار کیا کہ مَیں نے نہیں کہا ہے اور رسول اللہ کے سامنے آکر اُس نے قسم کھائی کہ مَیں نے نہیں کہا ہے زید ابن ارقم کم سن تھے لوگوں نے سمجھا کہ اُنھوں نے غلطی کی اور انصار اُن سے کہنے لگے کہ تم نے ایک محترز سردار پر تہمت باندھ کر یہ کیا ہنگامہ مچا دیا ہے۔ زید اس الزام سے بہت افسردہ اور پشیمان ہوئے لیکن اس کے بعد سورہ منافقین کی آیتیں نازل ہوئیں جس میں اُن کے قول کی تصدیق ہوئی اور جھوٹ سچ ظاہر ہوگیا۔

جب اس منافق کی تکذیب قرآن پاک نے کر دی اور صحابہ کو صحیح حال معلوم ہوا تو یہ مدینہ میں ہر جگہ ذلیل ہوا۔ اور لوگوں کو گمان ہوا کہ اب یہ قتل کر دیا جائے گا۔ اُس کے لڑکے نے آکر

عرض کیا کہ یارسول اللہ مَیں نے سنا ہے کہ آپ میرے والد عبداللہ بن ابی کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ اگر ایسا ارادہ ہو تو آپ مجھے حکم دیں میں اُس کا سر خدمت میں حاضر کروں۔ مَیں خزرج میں باپ کا سب سے مُطیع لڑکا مشہور ہوں لیکن آپ کا حکم مقدم ہے اگر آپ نے کسی اور کو حکم دیا تو ممکن ہے کہ باپ کے قاتل کو گھومتا دیکھ کر مجھ میں حمیّت پیدا ہو جائے اور مبادا ایک کافر کے بدلہ ایک مسلمان کو قتل کر کے جہنمی نہ بن جاؤں۔ حضور نے فرمایا کہ تم اطمینان رکھو عبداللہ بن ابی کے ساتھ سختی کا برتاؤ مَیں کرنا نہیں چاہتا۔

قصّہ اِفک

اسی غزوہ میں اِفک کا واقعہ پیش آیا۔ حضور کا قاعدہ تھا کہ جب غزوہ میں جاتے تو امہات المومنین کے نام قرعہ ڈالتے جس کا نام نکلتا اس کو ساتھ لیجاتے۔ اس غزوہ میں حضرت عائشہ صدیقہ ساتھ تھیں۔ فتح کے بعد لوٹے تو مدینہ کے قریب ایک منزل میں قیام کیا۔ حضرت عائشہ حاجت ضروری کیلئے میدان گئیں۔ وہاں سے آئیں تو دیکھا کہ گلے میں مالا نہیں ہے۔ یہ ظفار کا ایک مالا تھا جو اپنی بہن سے عاریۃً لیکر آئی تھیں۔ اُس کو تلاش کرنے پھر اُسی مقام پر گئیں۔ اور یہاں قافلہ کو روانگی کا حکم ہو گیا۔

حضرت عائشہ کا ہودج اُٹھانے کے لئے جو لوگ مقرر تھے وہ آئے۔ سمجھا کہ حضرت عائشہ ہودج میں ہیں اُنھوں نے اٹھا کر اونٹ پر کس دیا اور روانہ ہو گئے۔ کسی کو شک بھی نہ ہوا کہ یہ خالی ہے کیونکہ حضرت عائشہ کم عمر تھیں۔ دبلی پتلی تھیں۔ اِس کے علاوہ کئی آدمی ملکر اُٹھاتے تھے وزن سے کچھ اندازہ نہ کر سکے۔

حضرت عائشہ جب لوٹ کر آئیں تو دیکھا کہ میدان صاف ہے۔ اب کیا کرتیں سمجھا کہ جب منزل پر لوگ مجھے نہ پائیں گے تو کوئی تلاش کرنے آئے گا۔ خدا کی مرضی پر بھروسہ کر کے چادر لپیٹ کر لیٹ رہیں۔ رات باقی تھی نیند آگئی۔ خود فرماتی ہیں کہ میری نیند صفوان بن[1] معطّل کے استرجاع

[1] صفوان بن مُعطّل بضم میم وفتح عین مہملہ وتشدید طاء مہملہ بعدہٗ لام ۱۲ منہ

سے ٹوٹی۔ وہ فوج کے آخر میں تھے۔ جب فوج روانہ ہو چکی تو وہ یہاں آئے۔ مجھے دیکھکر پہچان لیا کیونکہ حجاب سے پہلے اُنہوں نے مجھے دیکھا تھا۔ دیکھکر کہا انا للہ وانا الیہ راجعون یہ تو رسول اللہ کی زوجہ ہیں۔ پھر مجھ سے پوچھا کہ کیا ہوا خدا آپ پر رحم کرے۔ میں نے کچھ جواب نہ دیا۔ وہ اونٹ میرے قریب لے آئے اور کہا سوار ہو جایئے اور خود الگ ہو گئے۔ میں اونٹ پر بیٹھ گئی۔ وہ ڈوری پکڑ کر روانہ ہوئے اور تیز چلے کہ جلد لوگوں سے ملجائیں۔ دن زیادہ ہو گیا تھا لوگ ایک منزل پر ٹھہرے اور اطمینان سے بیٹھ چکے تھے کہ اس کے بعد میرا اونٹ پہنچا۔

ساری فوج میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ خصوصاً خبیث عبداللہ بن اُبیؓ منافق نے باتیں بنا بنا کر خوب لوگوں میں پھیلایا۔ سب سے اس کا تذکرہ کرتا۔ کچھ لگاتا کچھ بڑھاتا تھا۔ اور اس کے ساتھی ہر جگہ اسی کا تذکرہ کرتے تھے اور مجھے اُن باتوں کا مطلق علم نہ ہوا۔

فرماتی ہیں کہ مدینہ پہنچکر میں بیمار ہو گئی۔ اور وہاں ہر طرف اس کا تذکرہ ہونے لگا حتے کہ کچھ صادق مسلمان بھی اس بلا میں مبتلا ہو گئے۔ اور منافقین کی باتوں کو شائع کرنے لگے۔ اُن میں تین شخصوں کا نام معلوم ہے۔ حضرت حسان بن ثابت رسول اللہ کے مشہور شاعر مسطح[1] بن اثاثہ حضرت صدیق کے خالہ کے ناتی۔ اور حمنہ بنت جحش ام المومنین زینب بنت جحش کی بہن تھیں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ مجھے کوئی علم ان باتوں کا نہ ہوا۔ نہ رسول اللہ نے اِس کا ذکر کیا نہ میرے والدین نے مجھ سے کچھ کہا۔ نہ کسی اور شخص نے۔ لیکن میں یہ دیکھتی تھی کہ رسول اللہ کا لطف و کرم جو اور بیماریوں میں میرے حال پر ہوتا تھا وہ اس دفعہ نہ تھا۔ آتے خیریت پوچھتے اور چلے جاتے۔ اس تغیّر کا سبب میں سمجھ نہ سکی۔ مگر اِس کا مجھ کو رنج ہوتا تھا۔

ایک رات میں مسطح بن اثاثہ کی ماں کے ساتھ حاجت ضروری کے لئے مناضع میں مدینہ سے باہر گئی کیونکہ اُن دنوں گھروں میں بیت الخلانہ تھا۔ عورتیں صرف رات کے وقت حاجت ضروریہ کے لئے باہر جایا کرتی تھیں۔ اور ام مسطح ابی رُہم[2] بن المطلب بن عبد مناف کی لڑکی تھیں اور اُنکی

[1] مسطح بکسر میم وسکون سین مہملہ وفتحہ طاء مہملہ وسکون حاء مہملہ ۱۲ منہ
[2] ابی رُہم بضم رائے مہملہ وسکون ہائے ہوز ۱۲ منہ

ماں حضرت صدیق کی خالہ تھیں۔ لوٹتے وقت اُن کا پیر چادر میں پھنس گیا تو اُن کی زبان سے نکلا کہ مسطح ہلاک ہو۔ مَیں نے کہا کہ ایک ایسے شخص کو جو مہاجرین اولین سے ہیں اور بدری ہیں تم ایسا کہتی ہو۔ اُنہوں نے کہا کہ اے نادان تجھے خبر نہیں کہ مسطح کیا بکتا ہے مَیں نے کہا وہ کیا۔ تو اُنہوں نے سب حال بیان کیا۔ میرا تو ہوش جاتا رہا۔ میں نے کہا کہ کیا سچ کہتی ہو اُنہوں نے کہا کہ ہاں بالکل سچ۔

مَیں لوٹ کر گھر آئی رسول اللہ حسب معمول خیریت پوچھنے آئے تو مَیں نے کہا کہ کیا آپ اجازت دینگے کہ مَیں ماں باپ کے گھر جاؤں۔ آپ نے اجازت دیدی۔ میری ماں ام رومان بیماری کی وجہ سے میرے ہی پاس رہتی تھیں مَیں نے اُن سے کہا کہ یہ کیا قصہ ہے اتنی بات ہو رہی ہے اور تم نے مجھ سے ذکر نہ کیا۔ اُنہوں نے کہا کہ بیٹی صبر کرو سوتن والی عورتوں کے ساتھ یہی ہوتا ہے۔ مَیں نے کہا کہ کیا واقعی لوگوں نے ایسا کہا ہے۔ لوگوں کے مُنہ سے یہ بات نکلی ہے کیا رسول اللہ تک ایسی گفتگو پہنچی ہے۔ کیا میرے باپ نے یہ سب سنا ہے۔ یہ کہکر مَیں بے اختیار رونے لگی تمام رات روتی رہی صبح ہوگئی مگر آنسو نہ تھا۔ پھر تمام دن ختم ہوا مگر آنسو نہ رُکا۔ نہ نیند آئی۔ بیماری اور بھی ترقی کر گئی۔ دوسرے گھر میں والد قرآن پڑھ رہے تھے۔ میرے رونے پر وہ بھی روئے اور کہا کہ عائشہ صبر کر۔ دیکھ خدا کیا حکم کرتا ہے۔

حضرت عائشہ کے بیماری کی حالت حضور کو ملتی تھی۔ اور خاطر شریف کو بہت خلجان تھا اکثر گھر میں تنہا اور ملول رہتے تھے۔ اس عرصہ میں کوئی وحی بھی اس معاملہ کے متعلق نازل نہ ہوئی۔

حضور نے مشورہ کے لیئے لوگوں کو بلایا حضرت اسامہ بن زیدؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ مَیں آپ کی اہل میں خیر کے سوا کچھ نہیں جانتا۔ یہ سب جھوٹ اور افترا ہے۔ حضرت علیؑ نے تلویحاً حضرت عائشہ کے خلاف رائے دی کہا کہ یا رسول اللہ خدا نے آپ پر تنگی نہیں کی عورتیں اور بہت ہیں۔ آپ اپنی جاریہ سے دریافت کیجئے ٹھیک حالت معلوم ہو جائے گی۔ اس پر حضرت بریرہؓ بلائی گئیں۔ اُنہوں نے کہا کہ خدا کی قسم مَیں نے عائشہ کی کوئی ناپسند حرکت نہیں دیکھی۔ البتہ غافل اور

کمسن لڑکی ہے سو جاتی ہے بکری آکر گندھا ہوا خمیر کھا جاتی ہے۔ یہ تو صحیح بخاری میں ہے لیکن ابن قیم لکھتے ہیں کہ جب سادات صحابہ کے سامنے تذکرہ ہوا تو حضرت ابوایوب انصاریؓ اور دوسرے لوگوں نے کہا کہ سبحانک ھذا بہتان عظیم۔ مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی بعض ارباب سیر سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان بن عفانؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ یہ ہو نہیں سکتا کہ خدائے ذوالجلال آپ کی اہلیہ کو ایسی ناپاکی میں ملوث ہونے دے۔ اور حضرت علیؓ نے بھی پیچھے ایسا ہی کہا واللہ اعلم صحاح میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ زینب بنت جحشؓ سے رسول اللہؐ نے پوچھا تو فرمایا کہ یا رسول اللہ میں اپنے کان آنکھ کو اس سے بچانا چاہتی ہوں کہ بلا دیکھے سنے کوئی بات دیکھنے سننے کی طرف منسوب کردوں خدا کی قسم عائشہؓ سے سوائے بھلائی کے میں کچھ نہیں جانتی۔ حالانکہ زینبؓ حسن و جمال اور قدر و منزلت میں رسول اللہ کے نزدیک میری برابری کرتی تھیں لیکن زہد و تقویٰ کی وجہ سے وہ کذب و افترا میں نہ پھنسیں اُن کی بہن حمنہ بنت جحشؓ اُن سے لڑتی تھی کہ اِس وقت کچھ کہتی کیوں نہیں۔

الغرض اِس کے بعد حضور مسجد تشریف لے گئے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ کون ہے جو ہماری مدد کرے اور انتقام لے اُس شخص سے (عبداللہ بن اُبَیّ مراد ہے) جس نے مجھے میرے اہل کے متعلق سخت ایذا دی ہے۔ حالانکہ بخدا میں اپنی اہل کے متعلق نیکی کے سوا کچھ نہیں جانتا اور اس کے متعلق ایسے شخص کا (صفوان بن معطلؓ مراد ہیں) ذکر کیا ہے جس کے متعلق مجھے نیکی کے سوا کچھ نہیں معلوم ہے اس پر حضرت سعد بنؓ معاذ اُٹھے یہ قبیلہ اوس کے سردار تھے اور کہا کہ یا رسول اللہ میں ہوں اگر وہ شخص میرے قبیلہ کا ہے تو بتائیے میں اُس کی گردن ماردوں۔ اور اگر میرے بھائی خزرج کے قبیلہ کا ہے تو آپ حکم دیجئے آپ کے حکم کی تعمیل کروں۔ عبداللہ بن اُبَیّ قبیلہ خزرج کا تھا اِس لئے حضرت سعد بن عبادہؓ جو قبیلہ خزرج کے سردار تھے بول اُٹھے حالانکہ یہ مخلص مسلمان تھے کہا کہ تم نے جھوٹ کہا اور تم ہرگز اُس کو قتل نہیں کر سکتے ہو اور تم نے صرف اس وجہ سے یہ کہا ہے کہ تم جانتے ہو کہ وہ قبیلہ خزرج کا آدمی ہے۔ اس پر حضرت اُسید بن حضیرؓ جو سعد بن معاذؓ کے ابن عم تھے

سعد بن عبادہؓ سے کہا کہ تم جھوٹے ہو اور تم منافقوں کی پاسداری کرتے ہو۔ اس پر بات بڑھ گئی عصبیت پیدا ہو گئی۔ دونوں طرف لوگ جنگ کے لیے مستعد ہو گئے۔ حضور نے کوشش کر کے لوگوں کو ساکت کیا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اوس و خزرج کا یہ قصہ جب مجھ کو میری ماں کے گھر معلوم ہوا تو روتے روتے میری بُری حالت ہو گئی میری بیماری اور اس قصہ کو ایک مہینہ ہو گیا تھا اور ابتک خدا کی طرف سے کوئی وحی نہیں آئی تھی۔ یک بیک حضور تشریف لائے سلام کیا۔ حال پُوچھا بیٹھ گئے۔ پہلے تشہد پڑھا پھر کہا کہ اے عائشہ مجھ کو تیرے متعلق یہ باتیں معلوم ہوئی ہیں۔ اگر تو پاک ہے تو خداوند کریم خود تیری برأت ظاہر کرے گا لیکن اگر تو گناہ میں مبتلا ہو گئی ہے تو خدا سے معافی طلب کرو۔ توبہ کرو۔ اور خدا کی طرف رجوع کرو۔ کیونکہ جب بندہ اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہے اور توبہ کرتا ہے تو خداوند کریم اُس کے گناہ کو بخش دیتا ہے۔

رسول اللہؐ نے جب یہ تقریر کی تو میرا آنسو بالکل خشک ہو گیا۔ میں نے والدین سے کہا کہ رسول اللہ کا جواب دو۔ اُنہوں نے کہا کہ خدا کی قسم میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا جواب دوں وہ ساکت رہے سچ تو یہ ہے کہ آل ابی بکر پر جو مصیبت اُن دنوں گزری ویسی کبھی نہ گزری تھی۔

مجھ کو ایک اطمینان تھا سمجھتی تھی کہ میں پاک ہوں ضرور خداوند کریم اپنے رسول پر حق ظاہر کرے گا۔ مگر مَیں اپنے کو ہرگز اس لائق نہیں سمجھتی تھی کہ میری برأت میں قرآن پاک کی آیتیں نازل ہوں گی میں سمجھتی تھی کہ خواب میں یا اور کسی طرح حضور کو آگاہ کر دیا جائے گا۔ جب میں نے دیکھا کہ والدین ساکت ہیں تو میں نے کہا کہ میں کم عمر لڑکی ہوں میں نے قرآن بھی زیادہ نہیں پڑھا لیکن یہ جانتی ہوں کہ جو باتیں آپ لوگوں نے سنی ہیں وہ آپ کے دلوں میں جم گئی ہیں۔ آپ لوگ اُس کو سچّا سمجھ چکے ہیں۔ اب اگر میں کہوں کہ میں پاک اور منزّہ ہوں تو آپ لوگ یقین نہ کرینگے اور میری بات کو سچّا نہ سمجھینگے لیکن اگر میں آپ کے سامنے ان خرافات کا اعتراف کروں اور خدا جانتا ہے کہ میں اُس سے پاک ہوں تو آپ اُس کو سچّا سمجھینگے پس

اِس وقت میری حالت وہی ہے جس میں یوسفؑ کے والد نے کہا تھا فصبرٌ جمیل واللہ المستعان علےٰ ما تصفون۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ غایۃ حزن و اضطراب کی وجہ سے اُس وقت مجھکو باوجود کوشش کے حضرت یعقوبؑ کا نام یاد نہ آیا۔ اِس لیئے یوسفؑ کا باپ کہا۔ فرماتی ہیں کہ میں نے یہ کہکر مُنہ پھیر لیا اور تکیہ پر جھک گئی۔

فرماتی ہیں کہ ان باتوں کے بعد ابھی اہل بیت میں سے کوئی شخص باہر نہ گیا تھا کہ آپ پر نزول وحی کے آثار شروع ہو گئے۔ اور رخسار مبارک سے موتیوں کی طرح پسینہ بہنا شروع ہو گیا۔ میں یہ دیکھکر بہت مطمئن ہوئی اور سمجھی کہ اب اللہ پاک حق ظاہر کرے گا۔ اور میں نے حضور کے سر کے نیچے تکیہ رکھدیا لیکن میرے والدین کی یہ حالت تھی کہ گویا جان نکلجائیگی اس خیال سے کہ نہ معلوم حق کیا ظاہر ہوتا ہے۔

جب رسول اللہ کو اس حالت سے افاقہ ہوا تو فرمایا کہ اے عائشہ تجھ کو بشارت ہو خدا نے تجھ کو تہمت سے پاک کیا۔ تیرے پاکی کی گواہی دی۔ اور تیرے شان میں قرآن پاک کی آیتیں نازل کیں۔ والدین نے کہا کہ اے عائشہ اُٹھ رسول اللہ کا شکریہ ادا کر اور رسول اللہ کے پاس جا۔ میں نے کہا کہ خدا کی قسم میں اُن کا شکریہ نہیں ادا کرتی۔ میں اپنے خدائے بزرگ و برتر کا شکریہ ادا کرتی ہوں جس نے مجھ کو اس تہمت سے بچایا اور میرے حق میں قرآن نازل فرمایا۔

اِس کے بعد حضور مسجد گئے خطبہ پڑھا۔ جو آیتیں نازل ہوئی تھیں وہ سنائیں۔ پھر اہل افک میں سے حسّان بن ثابتؓ مسطح ابن اثاثہؓ حمنہ بنت جحشؓ کو حد قذف میں اسّی اسّی دُرّے مارے گئے۔

مسطح ابن اثاثہ بچپن میں یتیم ہو گئے تھے اور محتاج تھے حضرت صدیقؓ اُن کی کفالت کرتے تھے۔ مگر واقعہ اِفک کے بعد قسم کھائی کہ اب اس کی امداد نہ کروں گا آیۃ نازل ہوئی اور اس طرح کی قسم سے منع کیا گیا۔ آپ نے پھر امداد شروع کر دی اور قسم کھائی کہ کبھی

امداد بند نہ کروں گا۔

حسان بن ثابتؓ کو اگر کوئی شخص حضرت عائشہؓ کے سامنے بُرا کہتا تو آپ منع کرتیں کہ حسانؓ نے کفار کے مقابلہ میں رسول اللہؐ کی مدح کی ہے اُن کو بُرا نہ کہو۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ حسانؓ نے صفوان بن معطلؓ کی ہجو میں اشعار لکھے تھے۔ ایک روز صفوانؓ نے راستہ میں اُن کو تلوار ماری۔ اور کہا کہ مجھے شعر کہنا نہیں آتا اِس لیے اُس کا یہ بدلا ہے۔ لوگ اُن کو پکڑ کر رسول اللہؐ کے پاس لے گئے حضور نے حسان کو بلوایا اور کہا کہ حسان نیکی کرو۔ تمہیں نے اس کو متوحش کر دیا ہے۔ حسان نے کہا کہ یہ آپ کو اختیار ہے حضور نے حسانؓ کو اِسکے بدلہ بیرحاؔ[1] جہاں اب قصر جذیلہ ہے دیدیا۔ یہ پہلے ابو طلحہ بن سہل کا مال تھا۔ اُنھوں نے آل رسول کو دیدیا تھا۔ رسول اللہؐ نے وہ حسانؓ کو دیدیا۔ اُسی قصہ میں شیریں اور قیصری دو قبطی لونڈیاں بھی آپ نے حسانؓ کو دیدی واللہ اعلم۔

تیمّم کے حکم کا نزول

ابن سعد کہتے ہیں کہ اِسی غزوہ میں حضرت عائشہؓ کے مالا کے گم ہو جانے پر آیۂ تیمم نازل ہوئی یہ قصہ صحیحین میں ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم بعض سفر میں رسول اللہ کے ساتھ تھے۔ ہملوگ جب مقام بیدا ریا ذات الجیش میں تھے تو میرا مالا گم ہو گیا۔ رسول اللہ اُس کی تلاش میں ٹھہر گئے اور آپ کے ساتھ سب کو ٹھہرنا پڑا۔ اُس جگہ پانی نہ تھا نہ لوگوں کے ساتھ پانی تھا اِس لیے سب لوگ بہت پریشان ہو گئے۔ کچھ لوگ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس آئے اور شکایت کی کہ آپ دیکھتے ہیں عائشہؓ نے کیا کیا رسول اللہؐ کو اور ساری جماعت کو ایسی جگہ روک دیا

[1] ابن اثیر کہتے ہیں کہ حدیث میں ابی طلحہؓ کے آیا ہے احبّ موالی الیّ بیرحاء اس لفظ میں محدثین کا بڑا اختلاف ہے کہتے ہیں بیرحاء بفتح باؔ و کسرہا و بفتح راؔ و ضمہا و المدّ فیہما و بفتحہما والقصر وھی اسم مالٍ و موضعٍ بالمدینہ اور زمخشری کہتے ہیں کہ فیعلےٰ کے وزن پر ہے براح سے اس کے معنی بلند زمین ہے ۱۲ منہ

ہے جہاں پانی نہیں ہے۔ فرماتی ہیں کہ حضرت صدیق رضؓ میرے پاس آئے اُس وقت رسول اللہ ﷺ میرے زانو پر سر رکھکر سو گئے تھے۔ آکر بہت غصّہ ہوئے کہا کہ تو لوگوں کے لئے بلا اور مصیبت کا ذریعہ بن گئی ہے۔ ایسی جگہ لوگوں کو روک دیا ہے جہاں پانی نہیں ہے اور جو کچھ کہنا تھا کہا۔ یہ کہکر پھر مجھے مارنے لگے اور میں رسول اللہ کے خیال سے حرکت بھی نہیں کر سکتی تھی۔ الغرض بغیر پانی کے صبح ہوگئی صبح کے وقت تیمّم کی آیۃ نازل ہوئی اور لوگوں نے تیمم کر کے صبح کی نماز پڑھی۔ صحابہ بڑے خوش ہوئے اُسید بن حُضیر رضؓ نے کہا کہ ماھی باوّل برکتکم یا آل ابی بکر یعنی اے آل ابی بکر تیمم کا حکم تمہاری پہلی پہلی برکت نہیں ہے یعنی تمہاری برکت سے اور بھی آسانیاں ہوچکی ہیں۔

اُسید بن حُضیر رضؓ اور دوسرے لوگ اُس مالا کو تلاش کرنے گئے نہ ملا۔ جب یہ لوگ لوٹکر آئے اور حضرت عائشہ رضؓ کا اونٹ اُٹھا تو اُس کے نیچے سے مالا مل گیا بعض روایت میں ہے کہ جو لوگ مالا کو تلاش کرنے گئے تھے اُن کو راستہ میں نماز کا وقت ہوگیا۔ پانی ملا نہیں اس لئے انھوں نے بلا وضو نماز پڑھی۔ اور آنے کے بعد رسول اللہ سے اس کی شکایت کی تو تیمم کی آیت نازل ہوئی واللہ اعلم

صحیحین کی روایت میں یہ نہیں ہے کہ یہ قصّہ کس غزوہ کا ہے۔ مدارج النبوۃ میں ہے کہ مواہب لدنیہ میں فتح الباری سے منقول ہے کہ تمہید میں ہے کہ آیۃ تیمم کا نزول غزوہ مریسیع میں ہوا۔ استذکار میں اسی پر جزم اور وثوق کیا ہے۔ اور اسی طرف ابن سعد اور ابن حبّان گئے ہیں۔ لیکن ابن قیم کہتے ہیں کہ طبرانی نے معجم میں حضرت عائشہ رضؓ سے روایت کی ہے فرماتی ہیں ایک دفعہ میرا مالا گم ہوا جس پر اہل اِفک کو جو کچھ کہنا تھا کہا۔ اس کے بعد پھر ایک دفعہ دوسرے سفر میں ہم رسول اللہ کے ساتھ گئے اور میرا مالا گم ہوگیا الحدیث اس کے بعد تیمم کے نزول کا قصہ ہے۔ اس سے صریح معلوم ہوگیا کہ یہ کسی دوسرے غزوہ کا قصّہ ہے اور یہی ظاہر ہے واللہ اعلم

تاریخ غزوۂ خندق

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ شوال ۵ھ میں غزوہ خندق ہوا۔ اور یہی صحیح ہے۔ اس لیے کہ ۳ھ میں غزوۂ احد ہوا با تفاق۔ اُس میں ابو سفیان نے کہا کہ آیندہ سال بدر میں مقابلہ ہوگا حضور بدر تک گئے لیکن قریش خشک سالی کی وجہ سے نہ آئے۔ یہ ۴ھ کا قصہ ہے۔ اس کے دوسرے سال یعنی ۵ھ میں وہ لوگ آئے اور غزوۂ خندق ہوا۔ لیکن موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ ۴ھ میں غزوۂ خندق ہوا۔ ابن حزم کہتے ہیں کہ یہی صحیح ہے۔ اس لیے کہ صحیحین کی روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ احد کے وقت ۱۴ برس کے تھے رسول اللہ نے اُن کو جنگ میں شرکت کی اجازت نہ دی لیکن خندق کے وقت ۱۵ برس کے تھے تو اجازت دیدی لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اگر حضرت عبداللہ بن عمرؓ اُس وقت ۱۵ برس گیارہ مہینہ کے ہوں تاہم یہ کہنا صحیح ہوگا کہ خندق کے وقت ۱۵ برس کے تھے۔ مہینوں کا ذکر نہ کرنا مستبعد نہیں ہے۔

غزوۂ خندق

اس غزوہ میں چونکہ حفاظت کے لیے صحابہ نے خندق کھودا تھا اس لیے اُس کو غزوۂ خندق کہتے ہیں۔ اور چونکہ بہت سے قبائل متفق ہو کر اس دفعہ مسلمانوں کو فنا کرنے آئے تھے۔ اس لیے اسی غزوہ کو غزوۂ احزاب بھی کہتے ہیں۔

یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ یہود بنی نضیر کو حضورؐ نے مدینہ سے نکال دیا تھا۔ اس کے بعد وہ مختلف دیار میں منتشر ہو گئے۔ اور ایک جماعت اُن کی خیبر میں جا کر مقیم ہوئی۔ جب خیبر والوں کو خبر ملی کہ غزوۂ احد میں قریش کو غلبہ ہوا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ابو سفیان نے پھر جنگ کی دھمکی دی ہے تو سلام بن ابی الحقیق۔ سلام بن مشکم۔ حی بن اخطب۔ کنانہ بن الربیع وغیرہ روٴسار بنی نضیر۔ اور ھوذہ بن قیس۔ ابو عمارہ وغیرہ سرداران بنی وائل کچھ لوگوں کے ساتھ مکہ گئے

اور قریش کو رسول اللہ سے جنگ کرنیکی ترغیب دی۔ وعدہ کیا کہ تم لوگ اٹھو ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ اور جب تک محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کا استیصال نہ کرلیں تمہارے ساتھ رہیں گے۔

قریش نے کہا کہ اے معشر یہود تم لوگ اہل کتاب اور اہل علم ہو۔ ہم میں اور محمدؐ میں اختلاف ہے۔ ہم بیت اللہ کی خدمت کرتے ہیں۔ حجاج کے لئے کھانا شراب اور دودھ مہیا کرتے ہیں۔ اپنے بتوں کی پرستش کرتے ہیں جو ہمارے اور ہمارے اجداد کے معبود ہیں لیکن محمدؐ نے نیا مذہب نکالا ہے۔ اور ہمارے معبودوں کو برا کہتے ہیں۔ تم بتاؤ کہ ہم دونوں میں کس کا مذہب اچھا ہے اور کون حق پر ہے۔ یہودیوں نے کہا کہ تمہارا دین محمدؐ کے دین سے اچھا ہے۔ اور تمہارا دین مقدم ہے۔ انہیں یہود کی شان میں آیۃ نازل ہوئی اَلَم تَرَ اِلَی الَّذِینَ اُوتُوا نَصِیبًا مِنَ الکِتٰبِ یُؤمِنُونَ بِالجِبتِ وَالطَّاغُوتِ وَیَقُولُونَ لِلَّذِینَ کَفَرُوا ھٰؤُلَاءِ اَھدٰی مِنَ الَّذِینَ اٰمَنُوا سَبِیلًا۔ اُولٰئِکَ الَّذِینَ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ وَمَن یَلعَنِ اللّٰہُ فَلَن تَجِدَ لَہٗ نَصِیرًا اطقا دکفی بجھنّم سعیرا۔ یعنی ان ملعونوں کو دیکھو جن کو کتاب اللہ میں حصّہ ملا تھا وہ شیاطین اور بتوں کی تصدیق کرتے ہیں اور کفار سے کہتے ہیں کہ تمہارا طریقہ خدا پر ایمان لانے سے بہتر ہے۔ یہی لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی ہے۔ اور جس پر خدا لعنت کرے اُس کا کوئی نصیر ومعاون نہ پاؤ گے۔

کفار قریش یہودیوں کے اس جواب سے بہت خوش ہوئے۔ رسول اللہ سے لڑنے پر مستعد ہوئے اور عہد کرلیا۔ اِس کے بعد یہ اشرار بنی غطفان[1] کے پاس گئے جو قیس بن عیلان[2] کا ایک قبیلہ ہے اور اُس کو بھی مستعد کیا۔ پھر اور قبائل کے پاس گئے اور جہانتک ممکن ہوسکا سب کو اس پر مستعد کیا

الغرض اِس دفعہ قریش چار ہزار آدمیوں کے ساتھ نکلے۔ اُن کا سردار ابوسفیان تھا اور اُن کے ساتھ تین سو گھوڑے تھے اور ایک ہزار اونٹ جب یہ لوگ مرّ الظہران میں پہنچے تو بنی سلیم کا قبیلہ بھی اُن سے آکر مل گیا۔ اور بنی اسد۔ فزارہ۔ اشجع۔ بنو مرّہ سب اپنی اپنی جگہ سے روانہ

---

[1] غطفان بغین معجمہ مفتوحہ وطاء مہملہ مفتوحہ ۱۲ منہ

[2] قیس بن عیلان بن مضر بفتح عین مہملہ وسکون تحتیہ کذا فی المغنی ۱۲ منہ

ہوئے۔ بنی غطفان آئے اور اُن کا سردار عیینہ بن حصن تھا اس طرح ایک انبوہ کثیر کافروں کی جمع ہوگئی۔ سارے کفار جو غزوۂ خندق میں جمع ہوئے اُن کی تعداد دس ہزار تھی۔

حضور کو جب خبر ملی کہ قبائل اتنی کثیر تعداد میں جمع ہو کر روانہ ہو چکے ہیں تو آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے رائے دی کہ حفاظت کے لیئے خندق کھودی جائے یہ رائے پسند ہوئی اور عجلت کے ساتھ خندق کھودنے کا کام شروع کر دیا گیا۔ مدینہ سے پورب کوہ سلع کے آگے یہ خندق کھودی گئی۔ اس طرح کہ سلع اور خندق کے بیچ میں مسلمانوں کا قیام ہو سکے۔ درحقیقت یہ بڑا مشکل کام تھا۔ میدان کے ایک وسیع حصّہ کو خندق سے محصور کرنا تھا۔ مزدور یا غلام کوئی نہ تھا خود رسول اللہؐ اور تمام مہاجرینؓ و انصارؓ کھدائی کا کام کرتے تھے۔ موسم جاڑہ کا تھا۔ سب بھوکے تھے۔ کھانے کا کوئی سامان نہ تھا۔ تین تین روز فاقہ ہو جاتا تھا۔ خود رسول اللہؐ کے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا۔ ایسی حالت میں کھودنا پھر خود ہی سروں پر مٹی ڈھونا۔ حضرت برا بن عاذبؓ اور حضرت انسؓ وغیرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ کے سینہ اور پیٹ پر بال تھے وہ سب مٹی سے چھپ گیئے تھے مگر آپ فرماتے تھے۔ اللھم لاخیر الاخیر الآخرۃ

یہ مصائب تھے مگر صحابہ کرام کا یہ حال تھا کہ ہر شخص نیکی میں بڑھ جانا چاہتا تھا اور چاہتا تھا کہ سب سے زیادہ میرا کام ہو۔ حضرت سلمانؓ نے اُس روز تنہا دس آدمی کا کام کیا۔ مہاجرین کہتے تھے کہ سلمانؓ ہم میں سے ہیں۔ انصار کہتے تھے کہ ہم میں سے ہیں یہ قصّہ رسول اللہؐ کے پاس آیا تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ سلمان میرے اہل بیت میں سے ہیں سبحان اللہ زہے نصیب[1] الغرض

---

[1] حضرت سلمانؓ سے پوچھا جاتا تھا کہ آپ کا نسب کیا ہے تو کہتے تھے سلمان بن اسلام پہلے آتش پرست تھے فارس کے رہنے والے پہلے اِن کا نام تھا مابہ ابن بوذخشان بن مور سلان ابن بہوذان بن فیروز اس کے بعد شام گئے ایک اسقف کے پاس ٹھہرے عیسائی ہوئے وہ لوگوں کو خیرات کی نصیحت کرتا اور جو کچھ آتا خود رکھ لیتا پانچ قلال سونا اس کے پاس جمع ہو گیا تھا اِن کو اُس سے نفرت تھی پھر موصل اور عموریہ وغیرہ میں گھومے عموریہ میں ایک بزرگ عیسائی نے ان سے کہا کہ ایک نبی کا ظہور ہوا ہے جو ارض ذات النخل میں

ہر مسلمان خلوص سے کام کر رہا تھا کسی کو بضرورت جانا ہوتا تو رسول اللہ سے پوچھکر جاتے۔ البتہ منافقین کی حالت اس کے خلاف تھی وہ کام سے جی چُراتے تھے اور رسول اللہ سے چھپکر گھر چلے جایا کرتے تھے۔ ان دونوں مخلصین اور منافقین کا ذکر قرآن پاک میں مذکور ہے۔

اس غزوہ میں اور خصوصاً خندق کھودنے کے درمیان نبوت کی بڑی بڑی دلیلیں رسالت کے بڑے بڑے آثار۔ اور بڑے بڑے معجزات ظاہر ہوئے۔ اور نہایت معتبر اور صحیح اسناد سے مروی ہیں جو شہرت کے درجہ تک پہنچے ہیں۔ ہم بعض کو دلائل النبوۃ میں ذکر کرینگے انشاء اللہ تعالیٰ

بخاری میں ہے کہ خندق کھودنے میں ایک پتھر ملا جس سے صحابہ پریشان ہوئے۔ آپ نے اس پر کدال ماری تو ریگ کا ڈھیر ہوگیا۔ امام احمد اور نسائی نے روایت کیا ہے کہ ایک پتھر ملا جس پر آپ نے تین ضرب مارے۔ ہر ضرب میں اُس سے روشنی نکلتی تھی جو صحابہ نے دیکھی۔ اُس روشنی میں آپ نے شام ایران اور یمن دیکھا اور ان ممالک کے فتح ہونیکی بشارت دی بشیر بن سعدؓ کی لڑکی یعنی نعمان بن بشیرؓ کی بہن کو۔ اُن کی ماں نے کچھ کھجور لیکر بھیجا کہ اپنے باپ بشیر بن سعدؓ۔ اور اپنے ماموں عبداللہ بن رواحہؓ کو دے آئے۔ وہ کھجور اُس لڑکی سے لیکر رسول اللہؐ نے اصحاب خندق کو کھلایا جن کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ تھی۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ نے رسول اللہ کو بھوکا دیکھکر کچھ کھانے کا انتظام کیا۔ ایک بکری تھی اُس کو ذبح کیا۔ اور ایک صاع جو تھا دونوں چیزوں کو پکوا کر چاہا کہ رسول اللہ کو اور دوسرے دو تین آدمیوں کو کھلائیں رسول اللہ کو خبر دی۔ آپ تمام اصحاب خندق کو اُن کے گھر لے گئے اور سبنے آسودہ ہوکر کھایا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ یہ خندق بیس روز میں تیار رہوا۔ واقدی کہتے ہیں کہ چوبیس

بقیہ صفحہ ۱۴۴

ہجرت کر کے آئیں گے اور صدقہ نہیں کھائیں گے غرضیکہ کچھ یہود اُن کو وادی القریٰ لائے اور وہاں سے بنی قریظہ کا ایک شخص مدینہ لایا یہ وہیں تھے کہ ہجرت ہوئی اُنھوں نے جب سنا تو گئے اور جو علامتیں معلوم تھیں اُس کی بنا پر یقین ہوا اور ایمان لائے سنہ ۳۳ ہجری میں اُن کا انتقال ہوا آپ کی بڑی عمر ہوئی ہے بعض تین سو برس کہتے ہیں لیکن کہتے ہیں کہ دو سو پچاس میں شبہ نہیں ہے واللہ اعلم

روز ہیں امام نووی لکھتے ہیں کہ پندرہ روز ہیں بعض روایتوں میں ہے کہ ایک مہینہ ہیں واللہ اعلم لیکن خندق کے تیار ہوجانے کے بعد کفار قریش آئے۔

کفار قریش اپنے تمام احباش اور بنی کنانہ واہل تہامہ کے ساتھ آئے تو جرف[1] اور رغالہ کے درمیان ٹھہرے۔ اور بنی غطفان اہل نجد کے ساتھ آئے تو جبل اُحد کے جانب ٹھہرے۔ رسول اللہؐ نے یہ انتظام کیا کہ عورتوں اور اطفال کو مدینہ کے نسبتاً محفوظ اور بلند مکانوں میں جمع کردیا۔ اور ابن اُم مکتومؓ کو خلیفہ مقرر کردیا۔ اُس کے بعد تین ہزار مہاجرین وانصار کے ساتھ مدینہ سے آکر کوہ سلع کے دامن میں ٹھہرے سلع آپ کی پشت کے جانب تھا اور سامنے خندق۔

تنبیہ۔ ابن قیم لکھتے ہیں کہ ابن اسحاق کی روایت ہے کہ سات سو مسلمان خندق میں شریک ہوئے مگر یہ غلط ہے اس لیے کہ اُحد سے اس میں کم نہیں ہوسکتے۔ یہ ابن قیم کا بیان ہے مگر سیرۃ ابن ہشام کا مصری نسخہ جو اس وقت میرے سامنے ہے اس میں ابن اسحاق کی روایت یہی ہے کہ تین ہزار تھے۔ سات سو نہیں ہے۔

اسکے بعد حی ابن اخطب ابوسفیان کے مشورہ سے کعب ابن اسد کے پاس گیا جو بنو قُریظہ کا سردار تھا۔ کعب رسول اللہؐ کا حلیف تھا پہلے تو اُس نے دروازہ نہ کھولا۔ اور کہا کہ اے بدبخت تو جانتا نہیں کہ ہم رسول اللہ کے حلیف ہیں اور ان کے خلاف نہیں کرسکتے۔ مگر اُس نے باتیں بنا کر دروازہ کھولنے پر راضی کرلیا۔ پھر اُس کو مستعد کیا کہ تم معاہدہ توڑ دو۔ کعب آخر اس پر بھی راضی ہوگیا مگر یہ شرط کی کہ اگر شکست ہوئی تو تم کو میرے ساتھ اِسی قلعہ میں آکر رہنا ہوگا تاکہ محمدؐ کے ہاتھ سے جو تکلیف ہمیں پہنچے اُس میں تم بھی شریک رہو بنو قُریظہ نے جب معاہدہ توڑا اور کفار سے مل گئے تو کفار کو بڑی مسرت اور خوشی ہوئی۔

حضورؐ کو جب اس کی خبر ملی تو آپ نے تحقیق کے لئے سعد بن معاذ۔ سعد بن عبادہؓ عبداللہ بن رواحہؓ[2]۔ اور خوات بن جبیرؓ کو بھیجا۔ اور غالباً عبداللہ بن زبیرؓ کو بھی اور اُن سے کہا کہ اگر

[1] جرف بجیم ورائے مہملہ و فا مدینہ کے قریب ایک نشیب مقام ہے۔ اور رغال سحاب کے وزن پر پہاڑ کا نام ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ
[2] بفتح رائے مہملہ و تخفیف واو و حائے مہملہ ۱۲ منہ

خبر صحیح ہو تو ہمیں اِس طرح اطلاع دیجیو کہ مسلمانوں میں بددلی نہ پھیلے یہ لوگ جب بنو قُریظہ میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ جو خبر وہاں پہنچی ہے حالت اُس سے زیادہ خراب ہے وہ علانیہ رسول اللہؐ کو بُرا کہتے ہیں کہ کون رسول اور کیسا معاہدہ۔ ہم سے اور محمدؐ سے کوئی معاہدہ نہیں ہے اور نہ کوئی وعدہ ہے۔ یہ لوگ لوٹ آئے اور حضورؐ کے سامنے عرض کیا کہ عضل وقارہ یعنی جس طرح عضل وقارہ نے اصحاب رجیع اور حضرت خبیبؓ سے بدعہدی کی یہی حالت بنی قُریظہ کی ہے۔
حضورؐ نے فرمایا اللہ اکبر حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

اِس کے بعد مسلمانوں کے خوف و پریشانی کی حد نہ رہی ضعفاء اہل اِسلام کی آنکھیں خوف سے خیرہ ہو گئیں۔ لوگوں کے قلوب الٹنے لگے۔ دلوں پر رعب چھا گیا۔ ایک طرف کفّار کی کثرت۔ دوسری طرف یہ اندیشہ کہ عورتیں بچّے مال متاع سب مدینہ میں غیر محفوظ ہیں بنی قُریظہ قریب ہیں نہ معلوم کس وقت حملہ کر دیں۔ اللہ پاک نے قرآن شریف میں مسلمانوں کے اُس وقت کے اضطراب کو دل ہلا دینے والے الفاظ میں بیان کیا ہے بعض روایتوں میں ہے کہ رسول اللہؐ نے مدینہ کی حفاظت کے لیئے زید بن حارثہ کو تین سو آدمیوں کے ساتھ بھیجدیا۔

منافقین اور ضعیف الایمان لوگوں نے کمزوری کا اظہار شروع کر دیا معتب بن قشیر نے کہا کہ کہاں تو محمدؐ ہمیں قیصر و کسریٰ کے خزانہ کی کنجیاں دلواتے تھے کہاں یہ حال ہے کہ ہم میں کا کوئی شخص خوف سے پائخانہ بھی نہیں جا سکتا۔ بنی حارثہ کے بعض منافقین کہنے لگے کہ یا رسول اللہ ہمارے مکان غیر محفوظ ہیں اجازت دیجیئے کہ ہم مدینہ جائیں مقصود بھاگنا تھا

ایک مہینہ سے کچھ کم کفّار کا محاصرہ رہا۔ خندق کی وجہ سے بالمقابلہ جنگ نہ ہو سکی مگر تیریں چلا کرتی تھیں۔ کفّار حیران تھے کہ اس خندق کو کیونکر عبور کیا جائے۔ آخر ایک روز عمرو بن عبدود جو مشہور شہ سوار تھا۔ اور عکرمہ بن ابی جہل۔ اور ہبیرہ بن ابی وھب اور ضرار بن الخطاب شاعر مسلّح ہوئے گھوڑوں پر سوار ہو کر بنی کنانہ کے پاس آئے اور کہا کہ اُٹھو آج مقابلہ کر کے بتا دو کہ کون شہ سوار ہے۔ یہ سب خندق کے پاس آئے ہر طرف دیکھا۔ حیران ہوئے کہ یہ تو عجیب

ترکیب ہے عرب اِس ترکیب سے کبھی واقف نہ تھے۔ آخر ایک تنگ جگہ دیکھ کر پار ہو گئے! اور سلع وخندق کے درمیان والے میدان میں پہنچ گئے اور مبارزہ طلب کیا۔ حضرت علیؓ اور چند مسلمان پہنچ گئے۔ مقابلہ ہوا حضرت علیؓ نے عمر بن عبدود کو قتل کیا۔ بقیہ بھاگ گئے۔ یہ عمرو عرب کا مشہور شجاع شخص تھا۔

محاصرہ طویل ہوا۔ اور مسلمانوں پر جو پریشانیاں اور مصیبتیں اِس غزوہ میں نازل ہوئیں وہ کسی غزوہ میں نہ ہوئی تھیں۔ گو غزوہ اُحد میں بڑے بڑے مصائب پیش آئے مگر وہ ایک روز کا قصہ تھا اور صرف قریش سے مقابلہ تھا۔ اِس غزوہ کی مصیبتیں طویل ہوئیں اور بہت سے قبائل کا مقابلہ تھا۔ تمام کافر جمع تھے اور مخالفین کی کثرت سے مسلمان سخت اضطراب میں تھے۔ یہ حال دیکھکر رسول اللہؐ نے عیینہ بن حصن اور حارث بن عوف کو بلوایا۔ یہ دونوں غطفان کے سردار تھے۔ آپ نے ان سے مدینہ کے ثلث پیداوار پر مصالحت کی بات پختہ کی تھی۔ تحریر بھی لکھی جا چکی تھی صرف دستخط ہونے باقی تھے پھر آپ نے سعد بن معاذؓ[1] اور سعد بن عبادہؓ[2] کو

---

[1] حضرت سعد بن معاذ قبیلہ اوس کے سردار تھے خود بنی عبدالاشہل میں تھے حضرت مصعب بن عمیرؓ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تو اپنے لوگوں سے کہدیا کہ تم لوگوں سے گفتگو حرام ہے جب تک مسلمان نہ ہو جاؤ اس پر سارے بنی عبدالاشہل مسلمان ہو گئے یہ اسلام کے لئے بڑے بابرکت ثابت ہوئے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ بنی عبدالاشہل میں تین شخص تھے جنکی نظیر نہیں ہے سعد بن معاذؓ اور اُسید بن حضیرؓ اور عباد بن بشرؓ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ان کا جنازہ فرشتوں نے اٹھایا اور رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اُن کی موت سے اللہ کا عرش لرز گیا ۱۲ منہ

[2] سعد بن عبادہ بنی خزرج کے سردار تھے عقبہ میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے۔ بارہ نقیبوں میں ایک یہ بھی تھے۔ رسول اللہ کے دو علم تھے ایک مہاجرین کا وہ حضرت علیؓ کے ذمہ تھا اور ایک انصار کا وہ حضرت سعد بن عبادہ کے پاس تھا۔ یہ بڑے سخی مشہور تھے اور اس کے لئے برابر دعا کرتے تھے آن کا منادی ندا دیتا تھا کہ جس کو شحم ولحم کھانا ہو وہ سعد بن عبادہؓ کے پاس جائے۔ اصحاب صفہ کو سب سے زیادہ امداد سعد بن عبادہؓ سے ملتی تھی۔ ابن سیرین سے ایک روایت ہے کہ ہر روز رات کے وقت اسّی اہل صفہ کو کھانا کھلاتے تھے۔ رسول اللہؐ کے بعد انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں انہیں کی بیعت کرنا چاہتے تھے ۱۵ھ یا ۱۶ھ میں ان کا حوران علاقہ شام میں انتقال ہوا ۱۲ منہ

بلوایا۔ اور اُن سے اس مصالحت کے بارہ میں مشورہ کیا۔ اُنہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ خدا کی طرف سے ہے جس میں میری رائے کو دخل نہیں ہے یا ہماری حالت دیکھکر آپ نے اپنی رائے سے یہ ارادہ کیا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ یہ ہم اپنی رائے سے کر رہے ہیں دیکھتے ہیں کہ تم دشمنوں کی کثرت میں گھر گئے ہو اس لئے اس طرح دشمنوں کی کثرت توڑنے کے خیال سے یہ کیا گیا۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کفر کی حالت میں تو یہ قبائل کبھی میرا مال اس طرح لے نہ سکے۔ آج جب اللہ پاک نے ہم کو اسلامی شرف عنایت کیا تو اپنا مال ہم اُن کو یونہیں دیدیں۔ خدا کی قسم یہ نہیں ہو سکتا۔ ایسے معاہدہ کی ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ حضور نے وہ تحریر سعد بن معاذ کو دیدی اور اُنہوں نے اُس کو محو کر دیا۔

بعض روز کفار نے خندق کے ہر طرف ہجوم کیا۔ اور صحابہ کو ہر طرف مدافعت کرنی پڑی حتیٰ کہ حضور کی اور صحابہ کی کئی کئی نمازیں قضا ہو گئیں۔ اس وقت تک یا تو صلوٰۃ خوف کا حکم نازل نہ ہوا تھا۔ یا دشمنوں کی کثرت کی وجہ سے نماز کے لئے صحابہ کا تقسیم کرنا بھی خطرناک تھا

اس غزوہ کے واقعات عظیمہ میں سے حضرت سعد بن معاذ کا مجروح ہونا ہے کفار نے ایک تیر مارا جو اُنکے ہاتھ میں لگا اور اکحل کٹ گئی جس سے بہت خون نکل گیا۔ اور بنی قریظہ کا فیصلہ کرنے کے بعد اسی زخم سے اُن کا انتقال ہو گیا۔ یہ تیر حبان بن قیس بن العرقہ نے مارا تھا یہی بخاری و مسلم میں ہے۔ یا ابو اسامہ الجشمی نے (ابن اسحاق) اور ابن ہشام ایک روایت لکھتے ہیں کہ خفاجہ بن عاصم بن حبان نے واللہ اعلم حضور نے فرمایا ہے کہ سعد بن معاذ کی موت سے اللہ کا عرش لرز گیا اناللہ وانا الیہ راجعون

صحابہ اس شدت و مصیبت میں گھرے ہوئے تھے۔ کفار کا ہر طرف سے نرغہ تھا۔ شب و روز کی مصیبت تھی اور بظاہر کوئی اُمید افزا حالت نہ تھی کہ خدا نے لطائف غیبی سے امداد کا ایک عجیب ذریعہ پیدا کر دیا۔ بنی غطفان کے ایک شخص نعیم بن مسعود[1] بن عامر رضی اللہ عنہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں مسلمان ہو گیا ہوں اشہد ان

[1] نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کا انتقال حضرت عثمان کی خلافت میں ہوا اور بعض کہتے ہیں کہ جنگ جمل میں۔

لا الٰہ الا اللہ واشہد انک رسول اللہ لیکن ابتک کفار کو اس کا علم نہیں ہے۔ اسلیئے جو ارشاد فرمائی وہ خدمت بجالاؤں حضورؐ نے فرمایا کہ حرب میں فریب جائز ہے اسلیئے جو مناسب سمجھتے ہو کرو۔ یہ پہلے بنی قریظہ میں گئے اظہار یگانگت اور ہمدردی کے بعد کہا کہ تم لوگ حرب میں شریک تو ہو گئے ہو مگر کیا یہ بھی سوچ لیا ہے کہ نتیجہ کیا ہوگا۔ قریش اور غطفان۔ کا کیا ہے۔ اگر فتح ہوئی تب تو خیر اور اگر شکست ہوئی تو یہ سب چلے جائیں گے پھر تمہارا اور رسول اللہؐ کا سابقہ ہوگا۔ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا۔ بنی قریظہ نے پوچھا کہ کیا رائے ہے۔ انہوں نے کہا کہ پہلے اطمینان کرلو۔ قریش اور غطفان کے کچھ آدمی رہن رکھو۔ اگر دیدیں تو شرکت کرو۔ سب نے کہا کہ واقعی یہ بہت صحیح ہے۔

نعیم بن مسعودؓ اس کے بعد قریش کے پاس آئے۔ اور اُن سے کہا کہ مَیں نے ایک بات سنی ہے اور اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ تم کو اس کی خبر کردوں۔ سنا ہے کہ یہود اب اپنے کیئے پر پشیمان ہیں اور اُنہوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس کہلا بھیجا ہے کہ کیا تم راضی ہوگے اگر ہم قریش اور غطفان کے کچھ سردار گرفتار کر کے تمہارے حوالہ کردیں۔ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے رضامندی ظاہر کردی ہے۔ اب یہودیوں کا ارادہ ہے کہ تم سے بطور رہن کچھ آدمی طلب کرینگے اور اُن کو محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے حوالہ کردینگے نعیم بن مسعودؓ نے اِس کے بعد یہی باتیں غطفان سے بھی بیان کیں۔

اُس کے بعد قریش اور غطفان نے عکرمہ بن ابی جہل وغیرہ کو بنی قریظہ کے پاس بھیجا کہ ہمیں بہت دن ہوگئے۔ لڑائی جلد ختم ہونی چاہیئے۔ تم لوگ بھی باہر نکلو تو ملکر زبردست حملہ کیا جائے۔ بنی قریظہ نے جواب میں کہلا بھیجا کہ کل سبت ہے اور تم لوگ جانتے ہو کہ ہم سبت کے روز کوئی کام نہیں کرسکتے۔ اِس کے علاوہ ہم تمہارے ساتھ ملکر جنگ بھی نہیں کرسکتے جب تک ہمیں اطمینان نہ ہوجائے کہ تم کسی حال میں ہم کو تنہا محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے مقابلہ میں چھوڑ کر چلے نہ جاؤ گے اطمینان کی صورت یہ ہے کہ قریش اور غطفان اپنے کچھ سردار بطور رہن ہمارے پاس رکھیں۔

اِس جواب سے قریش اور غطفان کو یقین ہوگیا کہ نعیم بن مسعودؓ نے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ ان لوگوں نے پھر آدمی بھیجا کہ ہم رہن نہیں رکھ سکتے۔ تم کو اگر لڑنا ہے تو آؤ۔ اس جواب سے بنی قُریظہ کو بھی معلوم ہوگیا کہ نعیم نے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے۔

اس طرح ان کفّار میں سخت اختلافات پیدا ہوگئے۔ پھر لطائف غیبی سے ایک دوسری امداد ہوئی۔ اُس روز رات کے وقت سخت طوفان آیا۔ قریش کے تمام خیمے ڈیرے اُکھڑ گئے تنابیں ٹوٹ گئیں۔ ظروف منتشر ہوگئے۔ چولہے بجھ گئے۔ ساری قوم پریشان ہوگئی۔ سردی کا موسم تھا اس ہوا کی وجہ سے سردی اتنی بڑھی کہ ناقابل برداشت ہوگئی حضورؐ نے کہا کہ کوئی دیکھے کہ کفار کا کیا حال ہے اور کیا ارادہ ہے لیکن یہاں بھی سردی سے ہر شخص پریشان تھا کوئی نہ اُٹھا۔ آخر حضورؐ نے حضرت حذیفہ بن الیمانؓ کو نام لیکر بلایا۔ اور بھیجا۔ اُنھوں نے جاکر دیکھا کہ سارے کفار جواس باختہ ہیں اور یہ وہیں موجود تھے کہ ابوسفیان نے قریش سے کہا کہ ہم اب ٹھہر نہیں سکتے۔ اور ٹھہرنا بیکار ہے اُن کے سامنے کفار روانہ ہوگئے۔ اور قریش کی خبر سُنکر بنی غطفان بھی روانہ ہوگئے۔ اِس طرح یہ تمام قبائل جو متفقہ طور پر اسلام اور رسول اللہؐ کو فنا کرنے کے لئے مجتمع ہوئے تھے خائب وخاسر واپس ہوئے۔

حضورؐ نے فرمایا ہے کہ خداوند کریم نے صبا کے ذریعہ میری امداد فرمائی اور دبور سے قوم عاد کو ہلاک کیا۔ صبا اور دبور ہوا کے قسموں کے نام ہیں۔

غزوۂ بنی قُریظہ

حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے جب کفّار کے واپس ہونیکی خبر دی تو رسول اللہؐ اور تمام صحابہ نہایت خوش ہوئے۔ دشمن اپنے غصّہ میں خائب وخاسر لوٹ گیا۔ اور اُن کو کسی طرح کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔ خدا کا وعدہ پورا ہوا۔ اُس نے اپنے مخلص بندوں کو فتح دی اور خدا کی فوج باعزت رہی تمام احزاب وقبائل کے متفقہ کوششوں کو شکست ہوئی۔ اِسکے

بعد قریش کی ہمتیں پست ہوگئیں اور اُس کے بعد مسلمانوں پر حملہ کرنے کی ہمت قریش کبھی نہ کرسکے حضور نے فرمایا کہ قریش اب کبھی ہم پر حملہ نہ کرینگے بلکہ اب ہم اُن پر حملہ کرینگے اور یہی ہوا۔

الغرض صبح کے وقت رسول اللہ اور صحابہ مدینہ گئے۔ رسول اللہ اپنے سلاح اُتار چکے تھے اور حضرت ام سلمہ کے مکان میں غسل فرمارہے تھے ابھی ایک ہی طرف کا بدن دھونے پائے تھے کہ حضرت جبرئیل تشریف لائے اور حکم ہوا کہ بنی قریظہ کی طرف روانہ ہوجاؤ۔ آپ فوراً تشریف لے گئے۔ اور بنو قریظہ کے غزوہ کا جو حال ہوا وہ یہودیوں کے تذکرہ میں لکھ چکا ہوں۔

قتل ابو رافع

امام بخاری لکھتے ہیں کہ ابو رافع کا نام عبداللہ بن ابی الحُقیق تھا یا سلاّم بن ابی الحُقیق حقیق بصیغۂ تصغیر ہے۔ اور سلام بہ تشدید لام و بہ تخفیف دونوں صحیح ہے۔ یہ خیبر میں تھا اور بعض کہتے ہیں کہ ارض حجاز ہی میں اس کا قلعہ تھا۔ یہ اُن لوگوں میں تھا جو احزاب و قبائل کو آمادہ کرکے غزوۂ خندق میں رسول اللہ کے خلاف لائے تھے۔ اِس کا ساتھی حی بن اخطب تو معاہدہ کے موافق خندق کے بعد بنی قریظہ میں جاکر ٹھہرا اور وہیں مارا گیا۔ لیکن یہ بچ نکلا۔

یہ معلوم ہے کہ قبیلہ اوس اور قبیلہ خزرج میں ہمیشہ مقابلہ رہتا تھا۔ اور رسولؐ اللہ کے سامنے ایک دوسرے سے نیکیوں میں بڑھ جانے کی کوشش کرتے تھے۔ قبیلہ اوس کے لوگوں نے بڑے خطرہ میں پڑکر کعب ابن اشرف کو قتل کیا تھا۔ خزرج کے لوگوں نے مشورہ کیا کہ اب رسولؐ اللہ کا سب سے بڑا دشمن ابو رافع ہے اُس کو ہم لوگ قتل کریں عبداللہ بن عَتیک[1]۔ عبداللہ بن انیس۔ ابو قتادہ۔ حارث بن ربعی۔ مسعود بن سنان۔ خزاعی بن اسود اِس کے لئے مستعد ہوئے اور یہ سب صرف بنو سلمہ کے آدمی تھے۔ اُن لوگوں کی درخواست پر

---

[1] عَتیک عین مہملہ مفتوحہ و ثناہ فوقانیہ مکسورہ کذا فی المغنی ۱۲ منہ

حضورؐ نے اجازت دیدی۔ اور عبد اللہ بن عتیکؓ کو اُن کا امیر مقرر کردیا۔ اور منع کردیا کہ بچے اور عورتیں قتل نہ کیجائیں۔

امام بخاریؒ کی روایت ہے کہ یہ لوگ شام کے وقت وہاں پہنچے۔ عبد اللہ بن عتیکؓ نے اپنے ساتھیوں کو ایک جگہ ٹھہرایا۔ اور خود موقع نکال کر تنہا مکان کے اندر داخل ہوئے اور اُس کے سونے کے کمرہ میں بستر پر تاریکی کی حالت میں اُس کو قتل کیا۔ نکلتے وقت سیڑھی سے گر گئے جس سے پیر کی ہڈی لوٹ گئی۔ مگر پیر کو عمامہ سے باندھکر کسی طرح باہر آئے۔ اور اسی حالت میں ساتھیوں کے ساتھ مدینہ پہنچے۔ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے کہا پیر پھیلاؤ انہوں نے پیر پھیلایا حضورؐ نے اُس پر ہاتھ پھیر دیا تو یہ بالکل اچھے ہوگئے گویا کچھ تھا ہی نہیں۔

لیکن ابن اسحاق کی روایت ہے کہ سب ساتھی اندر گئے۔ اور سب نے تاریکی میں ایک ساتھ تلوار ماری۔ اِسی وجہ سے جب یہ لوگ مدینہ آئے تو ہر شخص نے دعویٰ کیا کہ مَیں نے مارا ہے۔ رسول اللہؐ نے سب کی تلواریں دیکھی اور فیصلہ کیا کہ عبد اللہ بن اُنیسؓ نے مارا ہے کیونکہ اُن کی تلوار پر غذا کی علامتیں پائی گئیں۔

غزوۂ بنی لحیان

غزوۂ بنی قریظہ کے چھٹے مہینہ۔ مدینہ میں ابن اُم مکتومؓ کو خلیفہ بنا کر دو سَو مہاجرین انصار کے ساتھ بنی لحیان کے ارادہ سے حضورؐ نکلے۔ اصحاب رجیع کے ساتھ جو سلوک بنی لحیان نے کیا تھا اُس کا ذکر ہوچکا ہے۔ اس دفعہ آپ کا مقصد یہ تھا کہ بنی لحیان کو سزا دیجائے۔ مگر مقصد کو پوشیدہ رکھنے کے خیال سے آپ نے شام کی طرف سفر کیا۔ اور شام کے راستہ میں صخیرات الیمام تک گئے وہاں محجہ کی طرف مکہ کی راہ میں پلٹے۔ بڑی تیزی کے ساتھ وہاں سے غرانؔ[۱] آئے غران

---

[۱] غُران بضم غین معجمہ وتخفیف راء مہملہ قریب من الحدیبیہ کذا فی النہایہ ۱۲ منہ

ایک وادی ہے اَمَجْ اور عُسفان کے درمیان جہاں بنی لحیان کے منازل ہیں اور یہی جگہ ہے جہاں اصحاب رسول اللہ مصائب میں مبتلا ہوئے اور قتل کیے گئے تھے۔ حضورؐ نے اُنکے لیے رحم و مغفرت کی دعا فرمائی۔

حضور کے پہنچنے کی خبر جب بنو لحیان کو ملی تو وہ جبال وشعوب میں بھاگ گئے۔ دو روز تک حضورؐ وہاں ٹھہرے کوئی نظر نہ آیا۔ آپ نے اِدھر اُدھر سرایا بھیجے مگر کوئی نہ ملا تب آپ وہاں سے مکہ کی طرف بڑھے اور عُسفان پہنچے۔ عُسفان میں ٹھہر کر وہاں سے حضرت صدیقؓ یا حضرت سعدؓ بن عبادہ کو دس آدمی کے ساتھ آپ نے آگے بھیجا جو کراع الغمیم تک گئے مگر کوئی مقابلہ نہ ہوا واپس آئے۔ اِس سے مقصد صرف یہ تھا کہ قریش کو مسلمان سواروں کے آنے کا حال معلوم ہو جائے اور رعب طاری ہو جائے۔ اِس کے بعد حضور مدینہ واپس آئے۔ اس سفر میں چودہ روز آپ مدینہ سے باہر رہے واللہ اعلم

سریۂ نجد

اس کے بعد رسول اللہ نے ایک جماعت کو نجد بھیجا۔ وہ لوگ بنی حنیفہ کے ایک سردار ثمامہ بن اثال حنفی کو گرفتار کر کے لے آئے۔ رسول اللہ نے اُن کو مسجد کے ستون سے بندھوا دیا۔ جب حضور اسطرف گئے تو پوچھا کہ ثمامہ کیا حال ہے۔ ثمامہ نے کہا کہ اے محمدؐ اگر قتل کرو تو ایک مستحق کو قتل کرو گے۔ اور اگر چھوڑ دو تو ایک شکر گزار کو چھوڑ و گے۔ اور اگر مال چاہتے ہو تو بتاؤ دیا جائے گا۔ آپ چلے گئے۔ دوسرے روز بھی یہی سوال وجواب ہوا تیسرے روز بھی یہی ہوا حضور نے اُن کو چھوڑ وا دیا۔ وہ وہاں سے ایک درخت کے پاس گئے۔ غسل کیا اور پھر

۱؎ اَمَجْ بفتحہ الف ومیم وسکون جیم کذا فی النہایہ ۱۲ منہ

۲؎ عُسفان ہو قریۃ جامعۃ بین مکۃ والمدینۃ کذا فی النہایہ اور قاموس میں ہے کہ عُسفان عثمان کے وزن پر مکہ سے دو مرحلہ پر ہے ۱۲ منہ

خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے۔ اور کہا کہ خدا کی قسم ہیں جسقدر آپ کے چہرے سے نفرت تھی اوتنی کسی چہرہ سے نہ تھی۔ اور آج جتنی آپ کے چہرہ سے محبت ہے اوتنی کسی چہرہ سے نہیں۔ کوئی دین میری نظر میں اتنا بُرا نہ تھا جتنا آپ کا دین اور آج کوئی دین میری نظر میں اتنا محبوب نہیں ہے جتنا آپ کا دین۔ اور یا رسول اللہ میں عمرہ کے لیئے جا رہا تھا کہ آپکے لوگوں نے گرفتار کر لیا۔ اگر آپ اجازت دیں تو عمرہ کروں۔ رسول اللہ نے اُن کو بشارت دی اور عمرہ کا حکم دیا۔ جب یہ مکہ گئے تو قریش نے کہا کہ ثمامہ تم صابی یعنی بے دین ہو گئے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ اور اے اہل مکہ اب تم کو ایک دانہ غلہ کا نہیں ملسکے گا جب تک رسول اللہ اجازت نہ دیں۔ مکہ میں یمامہ ہی سے غلہ آیا کرتا تھا۔ چنانچہ جب یہ نجد پہنچے تو غلہ رُکوا دیا۔ اہل مکہ سخت پریشان ہوئے۔ اور آخر رسول اللہ سے قرابت کا واسطہ دیکر سفارش چاہی۔ حضور نے سفارش کردی تو غلہ حسب معمول آنے لگا۔ یہ قصہ صحیح مسلم میں بالتفصیل ہے اور بخاری میں بالاختصار۔

غزوۂ ذی قَرَد

ذی قرد بفتح قاف وفتح رائے مہملہ ودال مہملہ ایک چشمہ ہے مدینہ سے ایک منزل پر بلاد بنی غطفان کے قریب۔ اِس غزوہ کو غزوۂ غابہ بھی کہتے ہیں بغین معجمہ وفتح موحّدہ۔ غابہ کے معنی جنگل یہاں وہ میدان مراد ہے جہاں رسول اللہ کے اونٹ رہا کرتے تھے۔ یہ جگہ کوہ سلع کے پاس تھی اور اُس طرف درخت بہت تھے لقاح جمع ہے لقحہ بفتح لام وکسر ہا دودھ والی اونٹنی جو قریب العہد بالولادہ ہو۔

ایک روز رسول اللہ نے اپنے غلام حضرت رباحؓ کو اپنے اونٹوں کو دیکھنے کیلیئے بھیجا۔ اُنکے ساتھ سلمہ بن الاکوعؓ[1] تھے اور سلمہؓ کے پاس طلحہ بن عبیداللہ کا گھوڑا تھا جس کا نام اُندیّہ[2] تھا بضم الف ونون مفتوح

---

[1] اکوع بفتح الف وسکون کاف وفتح واو واہمال عین کذا فی المغنی ۱۲ منہ

[2] صحیح مسلم کی روایت میں گھوڑے کا نام اسی طرح ہے اُندیّہ بہمزہ مضمومہ ونون مفتوحہ ودال مشددہ مکسورہ امام نووی کہتے ہیں کہ یہ لفظ اسی طرح ہے قاضی عیاض نے شرح مسلم میں اس کے سوا کچھ ذکر نہیں کیا۔ اور مشارق میں جمہور رواۃ مسلم سے اسیطرح مروی ہے لیکن ابی الحذا سے ابدیہ یعنی بار موحدہ بجائے نون کے مروی ہے اور ابن قتیبہ نے بھی یہی کہا ہے لیکن صحیح وہی ہے جو جمہور محدثین نے کہا ہے آزہری نے کہا کہ ابن قتیبہ نے خطا کیا ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

دوال مشدد مکسورہ لوگ بڑی سویری راستہ ہی میں تھے کہ عیینہ بن حصن فزاری[1] یا عبدالرحمٰن بن عیینہ نے رسول اللہؐ کے اونٹوں پر حملہ کر دیا۔ اور سب کو ہانک کرلے گئے۔ راعی کو جو غسفان کا ایک شخص تھا قتل کر دیا اور اُس کی عورت کو بھی لے گئے بعض روایت ہے کہ یہ راعی حضرت ابوذر غفاری کے لڑکے تھے مگر ابن قیم کہتے ہیں کہ یہ قول نادر ہے۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ سلمہ بن الاکوعؓ ثنیۃ الوداع میں پہنچے تو واقعہ کا علم ہوا اور دشمن کے سوار نظر آئے اُنھوں نے رباحؓ سے کہا کہ تم اس گھوڑے کو لے جاؤ طلحہؓ کو دیدیجیو اور رسول اللہ کو واقعہ کی خبر کر دو۔ اور ہم دشمن کے تعاقب میں جاتے ہیں حضرت سلمہؓ بڑے زبردست تیرانداز تھے اور اس وقت اُنکے پاس تیریں موجود تھیں اور تلوار بھی پاس تھی۔ اُنھوں نے سلع کے دامن میں زور سے آواز دی۔ یاصباحاہ تاکہ خطرہ کی خبر مدینہ میں ہو جائے اور اس کے بعد روانہ ہو گئے۔ اور تنہا پیادہ دشمن کے تعاقب میں چلے۔ اس کے بعد دشمن کے قریب پہنچکر تیر مارنا شروع کیا ہر تیر میں ایک شخص کو مجروح کرتے تھے اور پھر کہتے تھے انا ابن الاکوع والیوم یوم الرضّع یعنے ہم ابن اکوع ہیں اور آج جانچ کا دن ہے دیکھیں کس نے کتنا ماں کا دودھ پیا ہے۔ اُن کی طرف کوئی رخ کرتا تو درخت کی آڑ سے تیر مار کر زخمی کر دیتے کبھی پہاڑیوں پر چلے جاتے کبھی نظر سے چُھپ جاتے ایک تنگ راستہ دو پہاڑیوں کے درمیان سے جاتا تھا جب دشمن اُس راستے چلے تو اُنھوں نے اوپر جا کر پتھر مارنا شروع کیا۔ الغرض اس طرح دشمن کو حواس باختہ کر دیا اور اُن سبھوں نے ہزار کوشش کی یہ ہاتھ نہ آئے۔ خود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ کے جتنے اونٹ تھے وہ ہم نے اُن سے واپس لے لیا۔ اونٹوں کو مدینہ کی طرف ہنکا دیا اور پھر اُنکا تعاقب کیا۔ اب یہ حالت ہوئی کہ چادریں اور نیزے بوجھ ہلکا کرنے کے لیئے وہ پھینک دیتے ہم اُن پر نشان کے لیئے پتھر رکھ دیتے اور پھر تعاقب کرتے۔ حتیٰ کہ تیس۳۰ سے زیادہ چادریں اور اتنے ہی نیزے انھوں نے پھینکے مگر ہم نے تعاقب نہ چھوڑا۔

[1] فزاری بفتح فا بعدہٗ زائے معجمہ خفیفہ بعدہٗ الف بعدہٗ رائے مہلہ کذا فی المغنی ۱۲ منہ

یہ تو اس طرح تنہا دشمن کے پیچھے لگے رہے۔ وہاں مدینہ میں جب خبر پہنچی تو شور ہو گیا۔
سب سے پہلے مقداد بن عمرؓ گھوڑے پر سوار ہو کر خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور نے اُن کے
نیزہ سے لوا باندھ دیا اور کہا کہ جلد بڑھو۔ سلمہ تنہا تعاقب کر رہے ہیں۔ ہم لوگ بھی ابھی آتے
ہیں۔ پھر عباد بن بشرؓ سعد بن زید۔ اُسید بن ظہیرؓ عکاشہ بن محصنؓ۔ محرز بن نضلہؓ۔ ابو قتادہؓ۔
ابو عیاش عبید بن زیدؓ کو حضور نے روانہ کیا۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ سعد بن زید کو حضور نے علم دیا
واللہ اعلم اس کے بعد مدینہ میں ابن ام مکتومؓ کو خلیفہ بنا کر خود حضور مع لشکر اسلام روانہ ہوئے
سلمہ بن الاکوعؓ کہتے ہیں کہ ایک مقام پر ایک فزاری اُس جماعت کے پاس آیا اور سب ملکر
کھانے لگے ہم بھی ایک طرف بیٹھ گئے۔ فزاری نے سب کو پریشان دیکھکر پوچھا کیا حال ہے کہا کیا
کہوں آج صبح سے اس شخص نے ہم لوگوں کو پریشان کر دیا ہے حتےٰ کہ ہمارے پاس کچھ نہ رہا اسکے
بعد رسول اللہ کے سوار درختوں میں سے نمودار ہوئے سب سے آگے اخرمؓ تھے پھر ابو قتادہ انصاریؓ
فارس رسول اللہ پھر مقداد بن الاسودؓ الکندی (مقداد بن عمرو ہی کو مقداد بن الاسود کہتے ہیں)
دشمن اُن کو دیکھتے ہی بھاگے۔ مگر ہم نے اخرم کی لگام پکڑلی کہ تنہا نہ جاؤ رسول اللہ کو آنے دو۔
(اخرم کا نام محرز بن نضلہ تھا اور اُنھیں کو قمیر بھی کہتے تھے) اُنھوں نے کہا کہ اے سلمہ اگر خدا اور
قیامت پر ایمان رکھتے ہو اور جنت و دوزخ کو حق جانتے ہو تو میرے اور شہادت کے درمیان
حائل نہ ہو۔ میں نے لگام چھوڑ دیا۔ آخر وہ بڑھے عبد الرحمٰن فزاری سے اُن سے مقابلہ ہوا اور
شہید ہوئے۔ اِس کے بعد ابو قتادہؓ فارس رسول اللہ بڑھے اور عبد الرحمٰن بن عینہ کو قتل کیا
ابن اسحاق نے بجائے عبد الرحمٰن کے حبیب بن عینہ نام بتایا ہے۔ واللہ اعلم
اِس کے بعد حضرت سلمہؓ نے پھر تعاقب شروع کیا۔ وہ لوگ چشمہ ذی قرد پر پانی پینا
چاہتے تھے اُنھوں نے تیر مارنا شروع کیا وہ بھاگے۔ مغرب تک پیچھا کیا اور دو گھوڑے چھینے۔
جب لوٹ کر آئے تو دیکھا کہ ذی قرد پر رسول اللہ تشریف رکھتے ہیں اور بلال گوشت بھون

لہ یعنی عباد بن بشر بن وقش بن زغبہ بن زعورا ۱۲ منہ

رہے ہیں۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ سب پیاسے اور پریشان ہیں آپ ہمیں ایک سو آدمی دیجئے سب کو مارے ڈالتا ہوں حضور مسکرائے اور فرمایا اذا ملکت فاسجح یعنی جب خدا نے تم کو غلبہ دیا تو اب نرمی کرو۔ اور یہ بھی فرمایا کہ وہ بنی غطفان میں پہنچ گئے ہیں۔

اِس غزوہ میں دو شخص شہید ہوئے ایک اخرم یعنی محرز بن نضلہؓ اور دوسرے وقاصؓ بن مجزز المدلجی حضور نے فرمایا کہ ہمارے سواروں میں سب سے بہتر ابو قتادہؓ ہیں اور پیادوں میں سب سے بہتر سلمہ بن الاکوعؓ حضور نے لوٹتے وقت حضرت سلمہؓ کو اپنا ردیف بنایا۔

تمام اصحاب سیر اِس غزوہ کو حدیبیہ کے پہلے لکھتے ہیں اسی لئے مَیں نے بھی یہاں لکھا لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ غزوہ حدیبیہ کے بعد ہوا۔ صحیحین کی روایت ہے سلمہ بن الاکوع کہتے ہیں کہ ہم لوگ جب حدیبیہ سے لوٹ کر مدینہ پہنچے اُس کے بعد لقاح رسول اللہ پر حملہ کا یہ واقعہ ہوا اور اس غزوہ سے لوٹ کر تین دن کے بعد غزوہ خیبر کے لئے روانہ ہوئے۔

بعض سرایا

حدیبیہ کے قبل ۶ھ میں بعض سرایا کا ذکر واقدی نے کیا ہے۔ اور روضۃ الاحباب مواہب لدنیہ۔ معارج النبوہ۔ مدارج النبوہ وغیرہ میں بھی اُن کا ذکر آتا ہے۔ مگر ان سرایا کی ترتیب میں بڑا اختلاف ہے۔ ٹھیک زمانہ کی تعیین بہت مشکل ہے۔ اِن سرایا کے واقعات کا ذکر احادیث صحیحہ میں موجود ہے مگر اُس میں بھی تاریخ مذکور نہیں۔ البتہ بعض شواہد ایسے موجود ہیں جس سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ حدیبیہ کے پہلے کے واقعات ہیں یا بعد کے یا کون پہلے کے کون بعد کے۔ ہم اصحاب سیر کی اتباع میں ان سرایا کو یہاں پر لکھتے ہیں لیکن جن سرایا کو حدیبیہ کے بعد ہونا چاہیئے اُس کے وجوہات کو اس کے ضمن میں بتا دیں گے۔

عُکاشہ بن مِحصَن بغمر	عُکاشہ بضم عین مہملہ وتخفیف کاف مِحصَن بکسر میم وسکون حا مہملہ و

لہ فاسجح اوّل ہمزہ پھر سین مہملہ ساکنہ پھر جیم مکسورہ پھر حا مہملہ معناہ فاحسن وارفق کذا قال النووی فی شرح المسلم ۱۲ منہ

فتح صاد مہملہ۔ غمر بغین معجمہ مکسورہ۔

عکاشہ بن محصنؓ اسدی کو حضورؐ نے چالیس آدمیوں کے ساتھ بنی اسد کے مقابلہ کے لیے غمر بھیجا ان میں ثابت بن ارقم اور سباع بن وھب بھی تھے۔ یہ لوگ قریب پہنچے تو بنی اسد مکانوں کو خالی چھوڑ کر پہاڑوں میں بھاگ گئے۔ کوئی نہ ملا۔ البتہ ایک شخص سے اُن کی مویشی اور چراگاہ کا پتہ مل گیا۔ جہاں دو سو اونٹ ملا یہ لوگ اس کو مدینہ لے آئے۔

ذی القصّہ بضم قاف و فتح صاد مہملہ مشدّدہ	محمد بن مسلمہؓ بذی القصّہ

ربیع الاول ۶ھ میں حضورؐ نے محمد بن مسلمہؓ کو دس آدمیوں کے ساتھ بنی ثعلبہ کی طرف بھیجا یہ لوگ اُن کے موضع ذی القصّہ تک پہنچے مگر وہ لوگ کمین گاہوں میں چھپ گئے رات کے وقت جب صحابہ بے خبر سو رہے تھے انہوں نے حملہ کر کے سب کو شہید کر دیا۔ محمد بن مسلمہ بھی مجروح پڑے تھے کوئی مسلمان اُن کو پیٹھ پر لاد کر مدینہ لایا

محمد بن مسلمہؓ کے واقعہ کے بعد ربیع الآخر ۶ھ میں حضورؐ نے حضرت ابو عبیدہؓ کو چالیس آدمیوں کے ساتھ	ابی عبیدہ ابن الجراحؓ بذی القصّہ

ذی القصّہ بھیجا۔ یہ راتوں رات گئے اور صبح کو اُن پر حملہ کر دیا۔ وہ تاب نہ لا سکے اور پہاڑوں میں بھاگ گئے۔ ایک شخص ملا وہ مسلمان ہو گیا اس لیے اُس کو چھوڑ دیا لیکن اُن کے سب جانور اور اسباب کو مدینہ لے آئے۔

اسی ربیع الآخر ۶ھ میں حضورؐ نے ایک جماعت کے ساتھ زید بن حارثہؓ کو بنی سلیم کی طرف جموم بھیجا۔ جموم بجیم دو میم	زید بن حارثہؓ بہ بنی سلیم

بطن نخلہ کے پاس بنی سلیم کا موضع ہے مواہب لدنیہ میں ہے کہ یہ جگہ مدینہ سے چار کروہ ہے۔ جب زیدؓ وہاں پہنچے تو ایک عورت ملی جس کا نام حلیمہ تھا۔ اُس نے بنی سلیم کے ایک مقام کا پتہ بتایا جہاں اُن کے جانور رہتے تھے وہاں بہت سے اونٹ۔ بکریاں اور قیدی ملے۔ ان قیدیوں میں حلیمہ کا شوہر بھی تھا۔ یہ سب کو مدینہ لے آئے۔ حضورؐ نے حلیمہ اور اُس کے

شوہر کو آزاد کر دیا۔

زید بن حارثہؓ لطرق بنی ثعلبہ

جمادی الاولیٰ سنہ ۶ھ میں حضورؐ نے زید بن حارثہؓ کو طرق کی جانب بھیجا۔ طرق بنی ثعلبہ کا ایک چشمہ ہے مدینہ سے چھتیس ۳۶ میل پر۔ کفار ڈر سے بھاگ گئے اُن کے اموال میں سے بیس اونٹ ملا جس کو یہ مدینہ لے آئے۔

زید بن حارثہؓ بعیص

عیص بکسر عین مہلہ وسکون تحتانیہ۔ مدینہ سے چار میل پر ایک مقام ہے اسی جمادی الاولیٰ سنہ ۶ھ میں حضورؐ نے ستر آدمیوں کے ساتھ زید بن حارثہؓ کو عیص بھیجا۔ غرض یہ تھی کہ قریش کا ایک قافلہ شام گیا تھا اُس کو روکا جائے چنانچہ اُس قافلہ کو ان لوگوں نے روکا آدمیوں کو گرفتار کیا اور اموال پر قبضہ کیا۔

مشہور یہ ہے کہ ابوالعاص بن الربیع رسول اللہؐ کے داماد اور حضرت زینب کے شوہر اسی قافلہ میں تھے اور زید بن حارثہ کے اسی سریہ نے اُن کے مال پر قبضہ کیا جو بعد کو حضرت زینب کے امان دینے کی وجہ سے واپس ہوا اور ابوالعاص مسلمان ہوئے۔ اسد الغابہ سے یہی سمجھا جاتا ہے۔ مدارج النبوۃ میں روضۃ الاحباب وغیرہ سے یہی منقول ہے بعضوں نے ابن اسحاق کا قول بھی یہی بیان کیا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ صحیح یہ ہے کہ ابوالعاص بن الربیع فتح مکہ کے قریب مسلمان ہوئے صلح حدیبیہ کے بہت بعد۔ اور رسول اللہؐ کے سریہ نے اُن کے قافلہ پر قبضہ نہیں کیا کیونکہ صلح کے بعد مدت کے زمانہ میں حضورؐ نے قریش کے خلاف کوئی سریہ نہیں بھیجا کیونکہ یہ معاہدہ کے خلاف تھا۔ ہم ابن اسحاق اور موسیٰ بن عقبہ کی روایت نقل کرتے ہیں جس سے واقعہ کی اصلی نوعیت معلوم ہو جائے گی۔

ابن اسحاق نے غزوۂ بدر کے قیدیوں میں اس واقعہ کو بالتفصیل لکھا ہے۔ لکھتے ہیں کہ ابوالعاص جب بدر سے چھوٹ کر مکہ گئے اور زینب مدینہ آگئیں تو دونوں میں اسلام کی وجہ سے تفریق ہو گئی۔ وہ مکہ میں رہے اور یہ مدینہ میں رہیں۔ حتیٰ کہ فتح مکہ سے تھوڑا قبل ابوالعاص

بن الربیع تجارت کی غرض سے شام کی جانب روانہ ہوئے۔ اور چونکہ یہ بہت امانت دار شخص مشہور تھے قریش کے بہت سے آدمیوں کا مال اُن کے ساتھ تھا۔ جب یہ فارغ ہو کر شام سے لوٹے تو رسول اللہ کے سریہ نے ان کو روکا۔ تمام اموال پر قبضہ کر لیا اور ان کو بھاگنے پر مجبور کیا اصحاب سریہ مال لیکر واپس آئے۔ اور ابوالعاص رات کے وقت چھپ کر زینب بنت رسول اللہؐ کے پاس آئے اور اُن سے امان چاہا۔ اُنھوں نے امان دیا مگر ابوالعاص کی اصل غرض یہ تھی کہ کسی طرح مال واپس ملجائے۔

صبح کے وقت جب رسول اللہؐ نماز کے لئے نکلے اور تکبیر ہوئی تو صف کے درمیان سے حضرت زینبؓ نے آواز دی کہ اے لوگو میں نے ابوالعاص ابن الربیع کو امان دیا ہے اور اپنے جوار میں لیا ہے نماز کے بعد رسول اللہؐ نے پوچھا کہ تم لوگوں نے کچھ سنا سب نے کہا کہ ہاں آپنے فرمایا کہ خدا کی قسم ان باتوں کا ہمیں کچھ علم نہیں ہے بس جو تم نے سنا وہی ہم نے بھی سنا ہے۔

حضورؐ گھر تشریف لے گئے تو حضرت زینبؓ سے کہا کہ بیٹی دیکھو وہ تم سے ملنے نہ پائے۔ تو اسکے لئے حلال نہیں ہے (کیونکہ وہ اب تک کافر ہیں) اس کے بعد حضورؐ نے اُس سریہ کے لوگوں کو بلوایا اور کہا۔ کہ ابوالعاص کا اور میرا جو تعلق ہے اس سے تم لوگ واقف ہو۔ تم نے اُس کے مال پر قبضہ کیا ہے اگر احسان کرو اور واپس کر دو تو یہ بات مجھ کو پسند ہوگی۔ اور اگر ایسا نہ کرو تو وہ غنیمت ہے اور تم اُس کے زیادہ مستحق ہو۔ سب نے کہا کہ ہم واپس کئے دیتے ہیں جسکے پاس اُس میں کی جو چیز تھی وہ لے آیا۔ یہاں تک کہ ڈول اور اونٹ باندھنے کی رسی بھی آگئی اور کوئی چیز بھی اُس میں کی گم نہ ہوئی۔ ابوالعاص ان سب چیزوں کو لیکر مکہ گئے اور جس کی جو چیز تھی اُس کو دیدی۔ اور پوچھا کہ اے قریش کیا کسی کی کوئی چیز باقی ہے سب نے کہا کہ نہیں جزاک اللہ ہم نے تم کو پورا پورا امانت دار پایا۔ اُنھوں نے کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ ہم اب تک اس ڈر سے مسلمان نہ ہوئے کہ کہیں تم یہ نہ سمجھو کہ ہم تمہارا مال لینے کے لئے مسلمان ہوئے ہیں۔ اس کے بعد وہ پھر مدینہ چلے آئے۔

ابن اسحاق حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے چھ برس کے بعد پہلے ہی نکاح پر حضرت زینبؓ کو ابوالعاص ابن الربیعؓ کے سپرد کیا اور کوئی جدید بات نہ ہوئی۔

قابل غور یہ ہے کہ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ فتح مکہ سے تھوڑا قبل یہ واقعہ ہوا۔ اور پھر آخر میں کہتے ہیں کہ تفریق کے چھ برس بعد زینبؓ اور ابوالعاصؓ ملے۔ تفریق ۲ھ میں غزوۂ بدر کے بعد ہوئی اس لیئے یہ ملاپ ۸ھ میں فتح مکہ سے پہلے ہونا چاہیئے۔ لیکن درمیان میں کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ کے سریہ نے اُن کے مال پر قبضہ کیا۔ حالانکہ وہ ھدنہ کا زمانہ ہے اور ھُدنہ کے زمانہ میں قریش کے خلاف حضورؐ نے کوئی سریہ نہیں بھیجا کیونکہ یہ معاہدہ حدیبیہ کے خلاف تھا۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ابن اسحاق نے اس سریہ کا یا اُس کے امیر کا نام نہیں بتایا ہے موسیٰ بن عقبہ کی روایت اب ہم لکھتے ہیں اس سے مطلب واضح ہو جائے گا۔

موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ ابوالعاص بن الربیع کو جن لوگوں نے اسیر کیا اور اُن کے مال پر قبضہ کیا وہ ابوبصیر[1] عتبہ بن اَسید ثقفی۔ اور ابوجندل بن سہیل اور اُن کی جماعت تھی۔ صلح حدیبیہ کے بعد مکہ کا کوئی شخص مسلمان ہو کر مدینہ جاتا تو صلح کے شرائط کے موافق حضور اُس کو مدینہ میں نہیں رکھ سکتے تھے۔ اور ایسے لوگ نہ مکہ جا سکتے تھے نہ جانا پسند کرتے تھے اس لیئے ایسے مسلمان ابوبصیر ثقفیؓ کے ماتحت ساحل بحر پر ٹھہر گئے اور اُن لوگوں نے قریش کے تجارتی قافلوں کا راستہ بند کر دیا۔ یہ لوگ معاہدہ کے پابند نہ تھے اس لیئے کہ مدینہ آئے نہیں نہ حضور اُن کے ذمہ دار تھے۔ اس لیئے کہ خود قریش نے شرط کر کے اُن کو حضورؐ سے الگ کر رکھا تھا یہ لوگ ھُدنہ کے زمانہ میں برابر قریش کے قافلوں کو لوٹتے رہے۔ اور انہیں لوگوں نے ابوالعاص ابن الربیع کا قافلہ لوٹا تھا۔ لیکن چونکہ مسلمان تھے اور رسول اللہؐ کے رشتہ کا ادب کرتے تھے اس قافلہ کے کسی شخص کو قتل نہیں کیا۔ اور ابوالعاص کو بھی چھوڑ دیا۔ جب ابوالعاص نے حضرت

[1] ابوبصیر بفتح موحدہ و کسرہ صاد مہملہ ہے اور اُن کے والد کا نام اَسید ثقفی بفتح الف و کسرہ سین مہملہ ہے بخلاف اُسید بن حُضیر انصاری کے اُن کا نام بضم الف و فتح سین ہے تصغیر کے وزن پر ۱۲ منہ

زینبؓ کی پناہ لی تو رسول اللہؐ نے صحابہ سے کہا کہ ابو العاص کے اموال پر ابو جندلؓ اور ابو بصیرؓ نے قبضہ کر لیا ہے مگر کسی آدمی کو مارا نہیں ہے۔ اب زینبؓ سفارش کرتی ہے کہ ہم ابو العاص کو اپنے پناہ میں لے لیں کیا تم لوگ راضی ہو۔ اس پر سب صحابہ نے رضامندی ظاہر کی۔ یہ خبر جب ابو بصیرؓ وغیرہ کو ملی تو اُن لوگوں نے تمام مال واپس کر دیا۔

اس کے بعد رسول اللہؐ نے ابو جندلؓ اور ابو بصیرؓ کو لکھا کہ تم لوگ مدینہ چلے آؤ اور اپنے ساتھیوں کو منتشر کر دو جو جہاں جانا چاہے چلا جائے اور قریش کے قافلوں سے تعرض نہ کرو۔ یہ خط جس وقت پہنچا اس وقت ابو بصیر سکرات میں تھے اُن کا انتقال ہو گیا اور یہ خط اُن کے سینہ پر تھا۔ ابو جندلؓ نے اُن کو وہیں دفن کیا اور اس کے بعد مدینہ چلے آئے اس کے بعد قریش کے قافلے مامون ہو گئے۔ موسیٰ بن عقبہ نے اس قصہ کو امام زہری سے روایت کیا ہے

ابن اسحاق کی روایت میں جو سریۂ رسول اللہؐ کا ذکر ہے اُس سے یہی لوگ مراد ہوں تو اختلاف باقی نہیں رہتا۔ اور چونکہ یہ لوگ بھی مسلمان تھے اس لئے سریۂ رسول اللہؐ کا اطلاق ان پر بیجا نہ ہو گا۔ الغرض یہ قصہ غزوۂ حدیبیہ کے بہت بعد کا ہے یعنی سنہ ہجری کا اور زید بن حارثہؓ کے سریہ کے ساتھ اس قصہ کو ملا دینا تسامح ہے۔ ابو العاص بلاشبہ زمانہ ھدنہ میں مسلمان ہوئے فتح مکہ کے قریب۔ ابن عباسؓ کی مذکورۂ بالا روایت کو ترمذی نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اُس کی سند میں کوئی خرابی نہیں ہے یعنی لاباس بہ ہے اور یزید بن ہارون کا قول لکھتے ہیں کہ حدیث ابن عباس اجود ہے اسناداً واللہ اعلم

سریۂ زید بن حارثہؓ بہ حسمی

ابن اثیر کہتے ہیں حسم بجائے مہملہ وسین مہملہ بنی جذام کا ایک بلدہ ہے اور مدارج النبوۃ میں ہے کہ یہ وادی القری کے آگے ہے۔ واقدی کہتے ہیں کہ اسی سال حضورؐ نے زید بن حارثہؓ کو حسمی کی جانب بھیجا۔ واقعہ یہ ہوا کہ حضورؐ نے دحیہ بن خلیفہ کلبی کو قیصر کے پاس دعوت اسلام کا خط لیکر بھیجا تھا۔ وہ جب واپس ہوئے اور اُن کے ساتھ قیصر کے دیئے ہوئے تحائف بھی تھے۔ تو حسمی نے راستہ رُوکا اور سب

چھین لیا۔ اُنھوں نے رسول اللہؐ کو آکر خبر دی۔ رسول اللہؐ نے زید بن حارثہؓ کو حسمی کی طرف بھیجا اور دحیہ بن خلیفہ کلبیؓ کو بھی اُن کے ساتھ واپس بھیجا۔ اُنھوں نے جاکر انتقام لیا اور تحائف بھی واپس لائے اور ہزاروں جانور اور سیکڑوں قیدی لائے۔

یہ قصہ یقیناً حدیبیہ کے بعد کا ہے بلاشک۔ اِس لیئے کہ حضورؐ نے حدیبیہ سے واپس آنے کے بعد محرم ۷ھ میں ایک روز چھ قاصد شاہان عالم کے پاس روانہ کیئے۔ اُن چھ میں ایک دحیہ بن خلیفہ الکلبیؓ بھی تھے جو قیصر کے پاس حضورؐ کا خط لیکر گئے تھے۔

سریہ علی مرتضیٰؓ بہ فدک ابن قیم واقدی سے روایت کرتے ہیں کہ اسی سال حضرت علیؓ دو سو آدمی کے ساتھ فدک گئے۔ معلوم ہوا تھا کہ وہاں کا قبیلہ بنی سعد بن بکر فوج جمع کر رہا ہے تاکہ خیبر کے یہود کی امداد کرے۔ حضرت علیؓ اس طرح گئے کہ رات کو چلتے اور دن کو چھپ جاتے۔ اِن لوگوں کو ایک شخص ملا جس کو بنی سعد نے خیبر بھیجا تھا اور امداد کا وعدہ کیا تھا اس شرط پر کہ خیبر کی کھجور اُن کو دیجائے۔ مدارج النبوہ میں ہے کہ حضرت علیؓ نے اس قبیلہ پر یکایک حملہ کیا وہ بھاگ گئے پانچ سو اونٹ اور دو ہزار بکری غنیمت میں ملی جس کو یہ مدینہ لائے۔ مسلمانوں کا کچھ نقصان نہ ہوا۔

عبدالرحمٰن بن عوفؓ بدومۃ الجندل اِسی سال شعبان کے مہینہ میں حضورؐ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو دومۃ الجندل بھیجا اور اُن سے کہدیا کہ قوم مطیع ہوجائے تو اُس کے سردار کی لڑکی سے تم نکاح کریجیو۔ وہ قوم مسلمان ہوگئی اور اِنھوں نے تماضر بنت الاصبغ سے نکاح کرلیا اصبغ اس قوم کا رئیس اور سردار تھا یہی تماضر ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن کی ماں ہیں۔ ابو سلمہ اکابر تابعین میں سے ہیں اور مدینہ کے مشہور فقہاء سبعہ میں سے ایک ہیں۔

زید بن حارثہؓ بوادی القریٰ حضورؐ نے اسی سال رمضان ۶ھ میں زید بن حارثہؓ کو وادی القریٰ کی طرف بھیجا۔ وجہ یہ ہوئی کہ زیدؓ تجارت

کے لئے شام گئے تھے اور صحابہ کا مال بھی ان کے ساتھ تھا لوٹتے وقت وادی القریٰ میں قبیلہ فزارہ کی ایک جماعت بنی بدر نے ان کے قافلہ پر ڈاکہ ڈالا۔ اُن کی تعداد کم تھی اس لیئے اُن سبھوں نے اُن کو بہت مارا بھی اور سب مال بھی لے لیا۔ یہ مدینہ آئے تو رسول اللہؐ نے اُن کی امداد کے لیئے ایک جماعت دی اور پھر انہیں کو بھیجا۔ اس دفعہ یہ گئے تو ان سے بدلا لیا۔ کچھ لوگوں کو قتل کیا باقی بھاگ گئے۔ اُن کی عورتوں کو گرفتار کرکے مدینہ لے آئے۔

سریہ کرز بن خالد الفہری ابن فیم واقدی سے روایت کرتے ہیں کہ شوال ۶ھ میں بیس سوار عُرینین کی طلب میں کُرز بن خالد الفہری کے ماتحت گئے۔ ابن سعد اور ابن حبان نے بھی اسی قول کو قبول کیا ہے۔ اس بنا پر یہ واقعہ حدیبیہ کے قبل کا ہے اس لیئے کہ حدیبیہ کا عمرہ ذیقعدہ میں ہوا جیسا کہ آگے آتا ہے۔

عُکل و عُرَینہ

عُکل بضم عین مہملہ وسکون کاف۔ عُرَینہ بضم عین مہملہ وفتح رائے مہملہ۔ یہ دونوں دو قبیلوں کا نام ہے اُن کا قصہ صحیحین میں اور اور دوسری کتابوں میں مذکور ہے۔ وہ یہ ہے کہ عُکل و عُرینہ کی ایک جماعت رسول اللہؐ کی خدمت میں آئی اور مسلمان ہوئی پیچھے رسول اللہ سے اُنہوں نے شکایت کی کہ مدینہ کی آب و ہوا ہمیں موافق نہیں آتی کیونکہ ہم لوگ اہل ضرع ہیں یعنی اونٹ گائے بکری پالتے ہیں اہل ریف یعنی اہل زراعت نہیں ہیں مطلب یہ ہے کہ ہم لوگ میدانوں میں جانور چراتے ہیں آبادیوں میں رہنے کی عادت نہیں ہے بعض روایات میں ہے کہ اُن کے پیٹ پھول گئے تھے اور چہرہ زرد ہوگیا تھا حضور نے ان کو ذود دلوایا اور کہا کہ اس کو چرایا کرو اور اُسی کا دودھ اور پیشاب پیو۔ ذود ایسی جھُنڈ کو کہتے ہیں جس میں تین سے زیادہ اور دس سے کم جانور ہوں۔ چنانچہ اس دودھ اور پیشاب کے پینے سے وہ سب بالکل اچھے ہوگئے۔ مگر جب اچھے ہوئے تو رسول اللہؐ کے راعی کو قتل کردیا اور اونٹوں کو لیکر بھاگ

گئے اور اسلام کے بعد پھر کافر ہو گئے۔ صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ راعی کی آنکھ میں سلائی پھیر دی

حضورؐ کو خبر ہوئی تو اُن کے تعاقب میں آپ نے بیس سوار بھیجے۔ کُرز بن خالد الفہری اُن کے سردار تھے اور حضورؐ نے دعا کی کہ خداوندا ان پر راستہ تنگ کر دے۔ آخر یہی ہوا وہ راستہ بھول گئے اور پکڑے گئے۔ جب پکڑ کر آئے تو حضورؐ نے حکم دیا کہ اُن کی آنکھوں میں سلائی پھیری جائے اور اُس کے بعد حضورؐ کے حکم سے اُن کے ہاتھوں اور پیروں کو کاٹ کر حرّہ کے ریگستان میں ایک طرف چھوڑ دیا گیا حتیٰ کہ سب کے سب وہیں تڑپ تڑپ کر مر گئے۔

سمل عین تو ظاہر ہے کہ راعی کے قصاص میں تھا۔ باقی اس سے معلوم ہوا کہ مختلف ذنوب کے لیئے متعدد سزاؤں کا جمع کرنا جائز ہے۔ وہ لوگ محارب کافر تھے چور تھے۔ راعی کے آنکھ میں سلائی پھیری تھی۔ ان تمام ذنوب کبیرہ کے سزا کو جمع کیا گیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ محارب کے ہاتھ پیر کو ایک ساتھ قطع کرنا جائز ہے۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ گویہ قصہ حدود کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے مگر حدود کی وجہ سے منسوخ نہیں ہوا۔ اِس لیئے کہ حدود نے سزا کو معین کیا ہے منسوخ نہیں کیا۔

اس قصہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دوا کے لیئے ماکول اللحم جانور کا پیشاب پینا جائز ہو۔ گو اِس میں بڑا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ حکم اُنہیں کم بختوں کے لیئے مخصوص تھا واللہ اعلم ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ عُکَل وعُرَینَہ دو مشہور قبیلے ہیں عُکَل بنی عدنان ہیں اور عُرَینَہ بنی قحطان۔

صلح حُدیبیہ

حضرت نافع سے مروی ہے کہ عمرۂ حدیبیہ ۶ھ کے ذیقعدہ میں ہوا ابن قیم کہتے ہیں کہ یہی صحیح ہے۔ یہی قول ہے امام زہری۔ قتادہ۔ موسیٰ بن عقبہ۔ اور محمد بن اسحٰق وغیرہ کا۔ البتہ ہشام

بن عروہ حضرت عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ مدینہ سے رمضان میں نکلے اور شوال میں حدیبیہ میں تھے۔ مگر یہ وہم ہے خود حضرت عروہ سے ابوالاسود روایت کرتے ہیں کہ ذیقعد میں ہوا اور حضرت انسؓ سے صحیحین میں مروی ہے کہ حضورؐ نے چار عمرہ کیا سب ذیقعدہ میں اُنہیں عمرہ حدیبیہ کو بھی ذکر کیا ہے۔

اور صحیحین میں حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ عمرہ حدیبیہ میں حضورؐ کے ساتھ پندرہ۱۵ سو آدمی تھے۔ اور انہیں سے یہ بھی مروی ہے کہ چودہ۱۴ سو تھے۔ اور صحیحین ہی میں عبداللہ ابن ابی اوفیٰؓ سے مروی ہے کہ تیرہ۱۳ سو آدمی تھے۔ بظاہر چودہ۱۴ سو کا قول راجح معلوم ہوتا ہے حضرت معقل بن یسارؓ۔ براء بن عازبؓ اور سلمہ بن الاکوعؓ بھی یہی کہتے ہیں۔

واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ رسول اللہؐ نے ایک خواب دیکھا کہ آپ نے اپنے اصحاب کے ساتھ حج کیا۔ اور خانہ کعبہ کی کلید اپنے قبضہ میں کر لی بعض اصحاب نے حلق کیا بعض نے قصر۔ اس خواب کو آپ نے اصحاب سے بیان کیا۔ اور عمرہ کی تیاری شروع کر دی۔ اور آخر انصار و مہاجرین کے ساتھ عمرہ کی نیت سے روانہ ہوگئے۔ اعراب میں سے جو شخص خوشی سے ساتھ ہوا اُس کو لیا۔ نہ ساتھ ہوا اُس پر اصرار بھی نہ کیا۔ سوائے تیر اور تلوار کے کوئی سلاح ساتھ نہ لیا۔ اور یہ بات اچھی طرح ظاہر کر دی گئی کہ آپ کا یہ سفر محض عمرہ کی غرض سے ہے جنگ کا قطعاً ارادہ نہیں ہے۔

جب آپ ذی الحلیفہ پہنچے تو وہاں جو ہدی یعنی قربانی کے جانور آپ کے ساتھ تھے اُس کی اشعار اور تقلید کی اشعار یہ ہے کہ کوہان کو دو جانب سے تھوڑا تھوڑا شق کر دیتے ہیں تاکہ اُس سے خون جاری ہو جائے۔ اور تقلید یہ ہے کہ نعلین وغیرہ کو باندھ کر قلادہ بناتے ہیں اور ہدی کے گلے میں ڈال دیتے ہیں۔ یہ دونوں باتیں اِس بات کی علامت ہوتی ہیں کہ یہ قربانی کے جانور ہیں۔ جن اصحاب کو حیثیت تھی اُنہوں نے بھی ہدی مقرر کی اس طرح ستر اُونٹ قربانی کے لئے آپ کے ساتھ تھے۔ اور حضور کے ہدی میں ایک ابوجہل کا اونٹ بھی تھا جس کے ناک میں چاندی کا حلقہ تھا اور غزوہ بدر میں آپ کے قبضہ میں آیا تھا۔

دہیں سے آپ نے بنی خزاعہ کے ایک شخص کو بھیجا کہ وہ خبر لائے کہ قریش کا کیا خیال ہے۔ جب آپ عسفان میں پہنچے تو آپ کا مقرر کردہ شخص وہاں آیا اُن کا نام بشر بن سفیان تھا بشین معجمہ لیکن ابن ہشام لکھتے ہیں بسین مہلہ۔ اُنھوں نے خبر دی کہ جس وقت ہم بنی کعب بن لوی سے جدا ہوئے اُس وقت وہ آپ سے لڑنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ فوجیں جمع کی ہیں احابش کو اکٹھا کیا ہے اور آپ کو بیت اللہ میں داخل نہ ہونے دینگے رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ تمہاری کیا رائے ہے۔ کیا اُن لوگوں کے مکان پر حملہ کر دیا جائے۔ جو قریش کی امداد کو گئے ہیں تاکہ وہ منتشر ہو جائیں۔ یا ہم بیت اللہ چلیں اور جو کوئی رُوکے اُس سے لڑیں۔ حضرت صدیق رضؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم کسی سے مقابلہ کے لیئے نہیں نکلے ہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص ہمارے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہوگا تو ہم ضرور لڑینگے۔ حضور ؐ نے کوچ کا حکم دیا مگر فرمایا کہ کراع الغمیم میں خالد بن الولید قریش کے طلیعہ پر مقرر ہیں اس لیئے داہنے ہاتھ سے بچکر چلو۔ یہ نیا راستہ بڑا مشکل اور بڑا نشیب و فراز تھا مگر صحابہ نے تعمیل حکم کی اور اسی راستہ سے چلے۔ جب ثنیۃ المرار میں پہنچے تو آپ کا اونٹ قصوی بیٹھ گیا۔ لوگوں نے اُٹھانے کی کوشش کی مگر نہ اُٹھا۔ آپ نے فرمایا کہ جس نے اصحاب فیل کو مکہ سے رُوک دیا تھا اُسی نے اس کو رُوک دیا ہے ورنہ یہ اونٹ ایسا نہیں ہے۔ اِس کے بعد آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم مَیں اُن تمام باتوں کو قبول کروں گا جس میں حرم کی تعظیم ہوگی۔ اِس کے بعد قصوی کو اُٹھایا گیا تو وہ اٹھکر چلنے لگا۔ حتےٰ کہ آپ حدیبیہ کے ایک انتہائی مقام میں ٹھہرے۔ وہاں پر جو قلیب تھا یعنی پرانا کوا اس میں پانی بہت قلیل تھا۔ اُس کا پانی جلد ختم ہو گیا۔ سب لوگ راستہ چلے ہوئے تھے پیاس سے پریشان ہو گئے اور العطش العطش کہنے لگے حضور ؐ نے اپنے تیردان سے ایک تیر نکال کر دیا کہ اُس میں ڈال دو۔ ڈالتے ہی اتنا پانی نکلا کہ سارا لشکر سیراب ہو گیا۔

اِس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ارادہ کیا کہ کسی کو قریش کی طرف بھیجیں۔ حضرت عمر بن الخطاب کو آپ نے کہا مگر اُنھوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ مکہ میں کوئی بنی کعب نہیں ہے کہ کفار اگر ہمیں

ایذادیں تو وہ طرفداری کرے آپ عثمان بن عفانؓ کو بھیجئے۔ آپ نے حضرت عثمان کو قریش کی طرف بھیجا۔ اُن سے کہا کہ تم کفار سے کہنا کہ ہم محض عمرہ کی نیت سے آئے ہیں قتال مقصود نہیں ہے۔ اور کفار کو اسلام کی دعوت دیجیو۔ اور جو مرد و عورت مسلمان مکہ میں ہیں اُن کو بشارت دیجیو کہ خداوند کریم جلد اسلام کو مکہ میں غالب کرنے والا ہے۔ جب یہ چلے تو راستہ سے ابان بن سعید بن العاص نے اُن کو اپنے گھوڑے پر بٹھالیا۔ اور اُن کو اپنے جوار میں مکہ لے گئے۔ حضرت عثمان کے جانے کے بعد صحابہ کہنے لگے کہ عثمان کو ہم سے قبل طواف کا موقع مل گیا۔ رسول اللہ نے کہا کہ مجھے اُمید نہیں ہے کہ ہم لوگ محصور رہیں اور عثمانؓ طواف کرے۔ لوگوں نے کہا کہ ان کو طواف سے کیا چیز مانع ہوگی یا رسول اللہ آپ نے فرمایا کہ اُن کا خلوص میرا گمان ہے کہ وہ طواف نہیں کرینگے جب تک ہم لوگ بھی ساتھ نہ ہوں۔

بیعۃ الرضوان

حدیبیہ میں فریقین کے لوگ موجود تھے کسی نے ایک فریق پر تیر پھینکدیا۔ بس دونوں طرف سے تیر اور پتھر چلنے لگے۔ رسول اللہ کو کسی نے خبر دی کہ حضرت عثمانؓ کو کفار نے قتل کردیا۔ حضورؐ اس وقت ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ صحابہ آپ کے پاس جمع ہونا شروع ہوئے۔ آپ نے سب مسلمانوں سے بیعت لی اِس بات پر کہ اگر لڑائی شروع ہوجائے تو کوئی شخص فرار نہ ہو۔ سب سے پہلے ابو سنان الاسدی نے بیعت کی۔ اور سلمہ بن الاکوعؓ نے تینؔ دفعہ بیعت کی شروع میں وسط میں اور پھر آخر میں اور جسقدر مسلمان موجود تھے سب نے بیعت کی سوائے ایک شخص کے[1] حضرت عثمان موجود نہ تھے اِس لئے آپ نے اپنے ایک ہاتھ کو کہا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور اُس پر دوسرا ہاتھ رکھ کر حضرت عثمان کی بیعت لی۔

[1] جد بن قیس بن صخر سید بنی سلمہ نے بیعت نہیں کی تھی اونٹ کے پیٹ میں چھُپ گیا تھا اُس کے نفاق کا ذکر غزوہ تبوک میں آتا ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

بیعت تمام ہونے کے بعد حضرت عثمان آئے صحابہ نے کہا کہ اے اباعبداللہ تم نے تو بیت اللہ کا طواف کر لیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ تم لوگوں نے میرے ساتھ بڑی سخت بدگمانی کی خدا کی قسم اگر ہمیں ایک سال تک موقع ملتا۔ اور رسول اللہ حدیبیہ میں رُکے رہتے تو میں بلا رسول اللہ کے طواف نہ کرتا۔ قریش نے تو مجھ سے طواف کے لیے کہا مگر میں نے انکار کر دیا۔

گفت و شنید

اس کے بعد بُدیل بن ورقا خزاعی بنی خزاعہ کے چند آدمیوں کے ساتھ رسول اللہ کے پاس آئے یہ رسول اللہ کے مخلصین میں سے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ پوشیدہ مسلمان تھے بعض کہتے ہیں کہ مسلمان تو نہ تھے مگر اہل مکہ کی باتوں سے رسول اللہ کو مطلع کر دیا کرتے تھے۔ اور ان کا قبیلہ بنی خزاعہ بھی جو اہل تہامہ میں سے تھا رسول اللہ کا طرفدار مشہور تھا۔ بدیل نے آکر بیان کیا کہ کعب بن لوی تیاری کے ساتھ حدیبیہ میں آگئے ہیں۔ اُنہوں نے قبائل کو بھی جمع کیا ہے اور اُنہوں نے آپ کو بیت اللہ سے روکنے اور مقابلہ کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ ہم کسی سے لڑنے نہیں آئے۔ صرف عمرہ کی نیت سے آئے ہیں۔ قریش قتال کے بڑے خواہشمند ہیں مگر یہ اُن کے لیے سراسر ضرر ہے اگر وہ چاہیں تو ایک مدت کے لیے مصالحت کر کے جنگ رُک سکتے ہیں۔ ہم کو دوسرے مشرکین عرب کے مقابل چھوڑ دیں۔ اگر ہم مغلوب اور خراب خستہ ہوئے تو اُن کا مقصد حاصل ہو جائے گا۔ اور اگر ہم غالب ہوئے تو وہ دوسرے لوگوں کی طرح اس دین میں داخل ہو سکتے ہیں۔ اور اگر یہ نہ بھی پسند ہو تو ایک مدت کے لئے تو جنگ موقوف رہیگی اور اگر وہ قتال کے سوا کچھ نہیں چاہتے تو خدا کی قسم اس دین کے لئے ہم اُن سے اس وقت تک مقابلہ کرینگے کہ یا تو میری گردن نہ رہے گی یا خدا کا حکم نافذ ہو کر رہے گا۔

بدیل نے کہا کہ میں جاتا ہوں آپ کا کلام قریش تک پہنچاتا ہوں۔ دیکھئے وہ کیا کہتے ہیں اس کے بعد وہ قریش کے پاس گئے۔ اور کہا کہ میں نے محمدؐ سے کچھ باتیں سنی ہیں۔ اگر اجازت دو تو

بیان کروں۔ اس پر عکرمہ بن ابی جہل اور حکم بن العاص وغیرہ نوجوانوں نے کہا کہ اُن کی باتوں کو یہاں بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے ہم سننا نہیں چاہتے۔ لیکن قریش کے معمّر اور اہل الرائے لوگوں نے کہا کہ کہو وہ کیا ہے۔ انہوں نے جو کچھ حضور سے سنا تھا بیان کر دیا۔ اس پر عروہ ابن مسعود ثقفی نے اُٹھکر کہا کہ اگر یہ باتیں محمدؐ نے کہی ہیں تو پسندیدہ اور مناسب ہیں۔ اور قبول کرنی چاہیئے مگر اجازت دو کہ ہم خود محمدؐ سے ملکر دیکھیں ان کی غرض کیا ہے۔ اور مصلحت کیا ہے۔

عروہ[1] بن مسعود بڑے معزز اور ذی اثر شخص تھے۔ اُن کے تعلقات بڑے وسیع تھے اسوقت تو کافر تھے پیچھے مسلمان ہو گئے۔ سب نے کہا کہ ہاں تم جاؤ۔ یہ حضور کے خدمت میں آئے۔ حضور نے اُن سے وہی کہا جو بُدیل سے کہا تھا۔ عروہ نے کہا کہ اے محمدؐ تم نے اگر اپنی قوم کو تباہ بھی کر دیا تو کونسا اچھا کام کیا۔ کیا اِس سے پہلے کسی عرب کو تم نے سنا ہے کہ اُس نے اپنی قوم کو اسطرح تباہ کیا ہو۔ اور ہم تو کسی شریف کو تمہارے پاس نہیں دیکھتے یہ اطراف کے اوباش جمع ہو گئے ہیں زیادہ دن نہیں گزرے گا کہ یہ سب تم کو تنہا چھوڑ کر الگ ہو جائینگے۔ عروہ کی یہ بات حضرت صدیقؓ کو بہت ناگوار گزری۔ اور آپ نے غصہ میں کہا امصص بظر اللات انفر عنہ وندعہ یعنی تو جا کر اپنے لات کا پیشاب گاہ چاٹ تو کیا جانے کہ ہمیں رسول اللہ سے کیسی محبت ہے ہم لوگ اور رسول اللہ سے بھاگ جائیں گے اور اُن کو چھوڑ دینگے۔ عربوں میں یہ سخت گالی تھی

[1] عروہ ایام کفر میں بڑا معزز شخص تھا۔ جب قریش کے لوگوں نے کہا تھا لولا انزل ھذا القرآن علیٰ رجل من قریتین عظیم تو بعض روایت میں ہے کہ اُس میں ایک یہی عروہ مراد ہے اور دوسرا ولید بن مغیرہ خالد کے والد۔ پھر اسلام کے بعد بھی عروہ کا بڑا مرتبہ ہے حضور سے انہوں نے اپنے قوم میں تبلیغ کی اجازت چاہی حضور نے کہا اندیشہ ہو تو انہوں نے کہا کہ ہماری قوم ہم کو سوتے میں ادب سے جگاتی نہیں ہے بدسلوکی کیسے کریگی۔ آخر یہ گئے۔ نماز پڑھ رہے تھے کہ کھڑکی سے تیر مار کر کسی نے اُن کو شہید کیا حضور نے فرمایا کہ عروہ کی مثال صاحب یٰس کی ہے۔ اور حضور نے فرمایا ہے کہ ہم نے حضرت عیسےٰ کو دیکھا عروہ بن مسعود سے بہت مشابہ تھے ۱۲ منہ

اور لات قبیلہ ثقیف کے بت کا نام تھا۔ عروہ نے پوچھا یہ کون ہے۔ حضور نے فرمایا ابوبکر۔ عروہ نے کہا کہ تمہارا ہم پر احسان ہے جس کا بدلہ ہم نے نہیں ادا کیا ہے۔ یہ نہ ہوتا تو ہم تم کو اس سخت کلامی کا جواب بتا دیتے۔ ایام جاہلیت میں عروہ پر ایک دفعہ دیّت لازم ہو گئی تھی۔ اور حضرت صدیق نے دس جوان گابھن دیکر اسکی امداد کی تھی۔ یہ اسی طرف اشارہ ہے۔ عروہ یہ کہکر پھر حضور سے گفتگو میں مشغول ہو گیا جب یہ گفتگو کر رہا تھا حضرت مغیرہ بن شعبہ مغفر پہرے ہوئے اور تلوار لیئے ہوئے کھڑے تھے۔ عروہ جب بات بولتا تو رسول اللہ کی ڈاڑھی پر ہاتھ لیجاتا جیساکہ عام عربوں کا قاعدہ تھا حضرت مغیرہ تلوار کے نعل سے عروہ کے ہاتھ پر مارتے کہ ہاتھ رسول اللہ کی ڈاڑھی سے الگ رکھ۔ عروہ نے سر اُٹھا کر کہا کہ یہ کون ہے۔ حضور نے فرمایا کہ یہ تمہارا بھتیجا مغیرہ بن شعبہ ہے۔ عروہ نے کہا او غدار میں نے تیرے غدر کی اصلاح کے لیئے کوشش کی اور ابتک کر رہا ہوں اور تیرا یہ سلوک ہے۔

عروہ کا اشارہ اس طرف ہے کہ مغیرہ بن شعبہ اور بنی مالک کے تیرہ آدمی مقوقس کے پاس اسکندریہ گئے تھے (بنی مالک قبیلہ ثقیف کا جزو تھا) وہاں مقوقس نے مغیرہ پر ان لوگونکو ترجیح دی اور انعامات دیئے۔ اس سے مغیرہ کو بڑا ملال ہوا۔ راستہ میں ایک روز شراب پیکر وہ سب غافل سوئے تھے۔ انہوں نے سب کو قتل کر دیا۔ اور اُن سب کا مال واسباب لیکر مدینہ چلے آئے اور مسلمان ہو گئے۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ اسلام تو تمہارا صحیح ہے مگر اس مال سے ہمیں سروکار نہیں۔ یہ خبر جب بنی مالک کو ملی تو وہ مغیرہ کے خاندان سے قصاص لینے کو مستعد ہو گئے جنگ کا سامان ہو گیا تھا مگر عروہ بن مسعود نے بیچ میں پڑکر بنی مالک کو دیتہ پر راضی کر لیا۔ یہ اسی طرف اشارہ ہے۔

عروہ اس طرح باتیں کر رہا تھا مگر بڑا تجربہ کار شخص تھا۔ گوشۂ چشم سے اصحاب رسول اللہ

سلہ عروہ کا نسب ہے عروہ بن مسعود بن معتّب بمیم بعدہٗ عین مہملہ مفتوحہ بعدہٗ تائے مثناۃ فوقیہ مشددہ بن مالک ثقفی اور مغیرہ کا مغیرہ بن شعبہ بن معتب بن مالک ثقفی ۱۲ منہ

کے طرزِ عمل کو خوب جانچ رہا تھا۔ اور صحابہ کی تعظیم و تکریم سے حیران تھا۔ لوٹ کر گیا تو کہا کہ اے معشرِ قریش میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے پاس بھی گیا ہوں۔ اور اُن کے آداب بھی دیکھے ہیں۔ مگر بخدا میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے اصحاب ایسی تعظیم کرتے ہوں جیسی محمدؐ کے اصحاب محمدؐ کی کرتے ہیں۔ اگر اُن کا تھوک ان کے ہاتھ پر پڑ جائے تو یہ اس کو اپنے چہرہ اور جسم پر ملتے ہیں۔ کوئی بات محمدؐ کے زبان سے نکلتی ہے تو سب اس کو پورا کرنے کے لئے ٹوٹ پڑتے ہیں۔ وضو کرتے ہیں تو غسالہ کا پانی لینے کے لئے اس طرح کوشش کرتے ہیں کہ گویا لڑجائیں گے۔ محمدؐ کے سامنے بات بولتے ہیں تو نیچی آواز سے تعظیم اور جلالت شان کی وجہ سے کبھی نظر نہیں ملاتے۔ اور اے قریش محمدؐ نے کوئی بیجا بات نہیں کہی ہے۔ جو وہ کہتے ہیں مناسب ہے مان لو۔

اُس کے بعد بنی کنانہ کے ایک شخص نے جس کا نام حُلیس تھا بصیغۂ تصغیر اُٹھ کر کہا کہ اجازت دو ذرا ہم محمدؐ سے باتیں کر کے دیکھیں۔ قریش نے اجازت دی۔ یہ شخص جب حضور کو سامنے سے نظر آیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ فلاں شخص ہے۔ اس کی قوم قربانی کی دلدادہ ہے۔ قربانی کے جانور اُس کے سامنے لاؤ۔ صحابہ لبّیک کہتے ہوئے اُس کے اِستقبال کو گئے۔ اور ہدی کے جانوروں کو اُس کے سامنے ہنکا دیا اس نے جب دیکھا کہ وادی کی طرف سے اونٹوں کا ایک سیلاب آرہا ہے۔ اور سب کے گلے میں قلادہ پڑا ہوا ہے۔ تو اُس کے آنکھوں سے آنسو نکل پڑا اور اُس نے کہا کہ سُبحان اللہ ہرگز مناسب نہیں ہے کہ ایسی قوم کو بیت اللہ سے رُو کا جائے۔ یہ حضور سے ملا بھی نہیں اور لوٹ گیا۔ قریش سے جا کر حال بیان کیا۔ قریش نے کہا کہ تو اعرابی ہے تجھکو علم نہیں بیٹھ جا۔ حُلیس کو اس پر بڑا غصہ آیا۔ اس نے کہا کہ اے قریش ہمارا تمہارا یہ معاہدہ نہیں ہے نہ اس پر ہم حلیف ہوئے ہیں۔ کیا خدا کے گھر سے اُس شخص کو رُو کا جائے گا جو اُس کی تعظیم کے لئے آیا ہے۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں حُلیس کی جان ہے تم محمدؐ کو موقع دو کہ وہ جو کرنا چاہتے ہیں کریں۔ ورنہ ہم تمام احابش یعنی گروہوں کو لیکر جاتے ہیں

قریش نے حلیس کی دلدہی شروع کی اور کہا ذرا تم چپ رہو اور ہم کو محمدؐ سے مناسب فیصلہ کر لینے دو۔

الھُدنہ

اس کے بعد مکرز بن حفص آیا۔ رسول اللہ نے دیکھا تو فرمایا یہ مکرز بن حفص ہے فاجر شخص ہے اُس نے باتیں شروع ہی کی تھیں کہ سہیل بن عمرو آیا۔ حضورؐ نے دیکھا تو فرمایا کہ ہاں اب قریش نے اِس شخص کو بھیجا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اُن کا ارادہ صلح کا ہے۔ سہیل بن عمرو آیا تو بنا رِ صلح پر گفتگو شروع ہوئی۔

حضورؐ نے فرمایا کہ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے اور بیت اللہ کے درمیان تم لوگ روک نہ بنو تاکہ ہم بیت اللہ کا طواف کر سکیں۔ سہیل نے کہا کہ سارا عرب یہ کہے گا کہ ہم نے ڈر سے تم کو چھوڑ دیا۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ ہاں آیندہ سال آکر تم طواف کر سکتے ہو۔ حضورؐ نے اِسکو مان لیا۔ سہیل نے پھر یہ شرط پیش کی کہ قریش کا کوئی شخص بلا اذن اپنے ولی کے تمہارے پاس جائے تو گو وہ تمہارے دین پر ہو اس کو ہماری طرف واپس کر دینا ہوگا۔ اور تمہارا کوئی شخص قریش کے پاس جائے تو وہ واپس نہیں کرینگے۔ صحابہ نے کہا سبحان اللہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے جو مسلمان ہو کر ہمارے پاس آئے گا اُس کو ہم کیونکر واپس کرینگے۔ مگر حضورؐ نے اِس شرط کو بھی قبول کر لیا۔

جب یہ شرائط زبانی طے ہو چکے تو تحریر کی نوبت آئی۔ حضورؐ نے حضرت علیؓ کو بلایا اور کہا کہ لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سہیل نے کہا کہ ہم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں جانتے۔ جو طریقہ تحریر کا ہم میں چلا آتا ہے باسمک اللھم۔ لکھو۔ حضورؐ نے کہا کہ اچھا باسمک اللھم لکھو۔ اِس کے بعد حضورؐ نے فرمایا کہ لکھو یہ وہ شرائط ہیں جس پر محمدؐ رسول اللہ نے سہیل بن عمرو سے مصالحت کی۔ سہیل نے کہا کہ اگر ہم تم کو رسول اللہ سمجھتے تو طواف سے کیوں رُوکتے اور مخالفت کیوں کرتے۔ اپنا اور اپنے

والد کا نام لکھو۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میں خدا کا رسول ہوں گو تم لوگوں نے تکذیب کی۔ اچھا لکھو محمد بن عبداللہ نے سہیل سے صلح کی۔ مگر حضرت علیؓ محمد رسول اللہ لکھ چکے تھے۔ حضور نے فرمایا کہ رسول اللہ کے لفظ کو محو کردو۔ حضرت علی کرم نے کہا کہ میں ہرگز ایسا نہیں کرسکتا۔ اور غصہ میں حضرت علی نے تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھا۔ حضور نے فرمایا کہ اے علی تم کو بھی ایسا موقع پیش آئے گا۔ اور آپ نے فرمایا کہ اچھا وہ لفظ مجھے دکھاؤ۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے رسول اللہ کے لفظ کو محو کردیا۔ اسکے بعد بعض روایتوں میں ہے کہ محمد بن عبداللہ لکھا اور بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت علی کو دیا کہ محمد بن عبداللہ لکھو۔ قاضی عیاض کہتے ہیں کہ راجح یہ ہے کہ بطور معجزہ حضور نے خود لکھا اور شیخ ابن حجر کہتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ پہلی روایت میں کتب سے مراد امر بکتابت ہے واللہ اعلم

ابھی یہ تحریر لکھی جا رہی تھی کہ اسی سہیل بن عمرو کے صاحبزادے ابوجندل بن سہیل اپنی قید کی زنجیروں کے ساتھ اسفل مکہ کی طرف سے کسی طرح مسلمانوں میں آگئے۔ یہ مسلمان تھے۔ کفار نے انہیں تکلیفیں دی تھیں۔ زنجیروں میں باندھ رکھا تھا۔ کسی طرح موقع پاکر اس وقت یہاں پہنچ گئے۔ اُن کو دیکھتے ہی سہیل نے کہا کہ اے محمد سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ابوجندل کو میرے حوالہ کرو۔ ہم سے تم سے شرطیں طے پا چکی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ ابھی تو تحریر مکمل نہیں ہوئی ہے۔ سہیل نے کہا کہ تب تو قطعاً کسی بات پر ہرگز صلح نہیں ہوسکتی۔ حضور نے فرمایا کہ اس کو میری خاطر سے اجازت دیدو۔ سہیل نے کہا میں تمہاری خاطر سے ہرگز اجازت نہ دوں گا۔ حضور نے فرمایا مان جاؤ۔ سہیل نے کہا میں ہرگز نہ مانوں گا۔ مکرز بن حفص سہیل کیساتھ تھا اُس نے کہا کہ ہم اجازت دیتے ہیں مگر سہیل نے کہا کہ ہم ہرگز اجازت نہ دینگے۔ اس کے بعد سہیل نے ابوجندل کو اپنی طرف کھینچا۔ ابوجندل نے آواز دی کہ یا معشر مسلمین کیا ہم کو دشمن کے سپرد کر رہے ہو حالانکہ ہم جیسی مصیبتیں جھیل چکے ہیں اس سے واقف ہو۔ اس وقت مسلمانوں کے اضطراب کا جو عالم ہوگا وہ ظاہر ہے مگر رسول اللہ نے فرمایا کہ ابوجندل صبر کرو دیکھو اللہ پاک جلد تم لوگوں کے لئے سامان پیدا کرے گا۔

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ جو حالت اُس وقت میری ہوئی اسلام کے بعد ویسی کبھی نہیں ہوئی تھی۔ مَیں رسول اللہ کے پاس گیا اور کہا کہ یا رسول اللہ کیا آپ خدا کے نبی نہیں ہیں۔ فرمایا کہ ہاں ہوں۔ مَیں نے کہا کہ کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں۔ فرمایا کہ ہاں ہیں۔ تب مَیں نے کہا کہ پھر کیوں ہم اپنے دین میں کمزوری دکھائیں۔ کیوں نہ خدا کی طرف رجوع کریں کہ وہ جو کچھ چاہے ہمارے اور ہمارے دشمن کے درمیان فیصلہ کرے۔ فرمایا کہ ہم خدا کے رسول ہیں۔ وہی میرا ناصر و مددگار ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم اُس کی نافرمانی کریں میں نے کہا کہ کیا آپ نے ہم سب سے یہ نہیں فرمایا کہ ہم بیت اللہ میں جائینگے اور طواف کریں گے۔ فرمایا کہ ہاں کہا مگر کیا ہم نے یہ بھی کہا تھا کہ اسی سال۔ مَیں نے کہا کہ نہیں۔ فرمایا تب ذرا صبر کرو ضرور سب لوگ بیت اللہ میں جاؤ گے اور طواف کرو گے

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ اِس کے بعد میں حضرت ابوبکر کے پاس گیا اور اُن سے بھی ٹھیک یہی سوالات کیئے اور اُنہوں نے بھی ٹھیک وہی جوابات دیے جو رسول اللہ نے دیئے تھے اتنا اور زیادہ کہا کہ اے عمر رسول اللہ کی اتباع میں مستحکم رہو جب تک موت نہ آجائے۔ خدا کی قسم وہ حق پر ہیں۔

الغرض صلحنامہ میں جو باتیں لکھی گئیں وہ یہ ہیں۔ دس برس تک لڑائی بالکل موقوف رہے گی۔ سب لوگ ایک دوسرے سے بالکل بے خوف ہو جائیں گے۔ اور یہ کہ مسلمان اس سال لوٹ جائیں گے۔ سال آئندہ میں آئیں اور تین دن مکہ میں رہیں۔ اِس شرط پر کہ تلوار جُلُبّان[1] میں ہو (جُلُبّان جیم مضموم بعدہٗ لام مضموم بعدہٗ بائے موحدہ مشدّدہ۔ نیام کی طرح تلوار رکھنے کی چمڑہ کی ایک چیز ہوتی ہے۔ اس میں تلوار رکھکر تسمہ لگا کر رحال میں باندھ

[1] جلبان امام نووی لکھتے ہیں کہ قاضی عیاض جُلُبّان بضم جیم و لام و تشدید بائے موحدہ کہتے ہیں اور یہی اکثر کا قول ہے۔ اور ابن قتیبہ وغیرہ نے اسی کی تصحیح کی ہے لیکن بعض بسکون لام کہتے ہیں ہروی اور ثابت اسکو صحیح کہتے ہیں اور ثابت نے تو صرف سکون لام ہی کے قول کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ

دیتے ہیں) اور یہ کہ جو مسلمان قریش کے پاس آئیں قریش اُن کو واپس نہ کرینگے۔ اور قریش کا کوئی شخص اگر بغیر اذن اپنے ولی کے چلا جائے تو وہ قریش کو واپس کر دیا جائیگا۔[۱] (وان بیننا وبینک عیبۃ مکفوفۃ) اور یہ کہ ہم لوگوں میں موادعۃ ہے یعنی کوئی کسی سے مکر و فریب نہ کرے گا۔ اور دوستوں کی طرح ایک دوسرے پر اعتبار کرے گا لڑائی سے کنارہ رہے گا۔ صلح کو پُورا کرے گا۔ (وان لا اسلال ولا اغلال) اور یہ کہ پوشیدہ یا ظاہر کسی طرح ایک دوسرے کے خلاف جنگ کا انتظام نہ کرے گا۔ اور یہ کہ جو شخص یا جو قبیلہ چاہے رسول اللہ سے معاہدہ کر سکتا ہے اور جو چاہے قریش سے معاہدہ کر سکتا ہے۔

حضرت عمرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ اس پر بھی راضی ہیں کہ ہمارا آدمی وہ واپس نہ کریں اور ہم مسلمان کو کافروں کے سپرد کر دیں۔ حضور نے فرمایا کہ ہاں میرا آدمی جو جائیگا وہ ضرور منافق ہوگا اس کا جانا ہی اچھا ہے۔ البتہ جس مسلمان کو ہم واپس کرینگے تو اسکے لیے خداوند کریم جلد سامان کرے گا۔ اس معاہدہ کی شرط کی بنا پر بنو خزاعہ نے اُسی وقت رسول اللہ سے معاہدہ کیا اور بنو بکر نے قریش سے۔ اس معاہدہ پر چند کفار کے دستخط ہوئے اور چند صحابہ کے۔ ابن اسحاق نے دستخط کرنیوالوں کے نام یہ لکھے ہیں۔ ابو بکر صدیق۔ عمر بن الخطاب۔ عبدالرحمن بن عوف۔ عبداللہ بن سہیل بن عمرو۔ سعد بن ابی وقاص۔ محمود بن مسلمہ۔ مکرز بن حفص۔ علی بن طالب کاتب صلحنامہ۔

---

[۱] عیبۃ مکفوفۃ کے لفظی معنی ہیں امر مطویۃ فی صدور سلیمۃ یعنی پہلے کی مخالفتیں اور لڑائیاں تہ کر دیجائیں اُس کی بنا پر کوئی کسی سے مواخذہ نہ کرے اور ہمارے صدور صاف اور سلیم رہینگے جس میں کوئی کدورت نہ رہے گی۔ اور یہ قید ضروری ہے اِس لیئے کہ صدور سلیمہ نہ ہوں تو امور اختلافی بھلائے نہیں جا سکتے اور مکفوفہ کے لفظ میں محافظۃ علی العہد کے طرف بھی اشارہ ہے وان لا اسلال ولا اغلال سلہ بمعنی سرقہ اور سلہ سل السیوف سے بھی ہے یعنی تلوار نکالنا۔ اور غلول خیانت اور اغلال درع پہرنے پر بھی بولا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ چوری اور خیانت نہ ہوگی یا یہ کہ جان و مال ایک کا دوسرے پوشیدہ اور ظاہر ہر طرح محفوظ رہے گا ۱۲

اس صلح کے بعد جب حضور مدینہ گئے تو مکہ کی چند عورتیں جو مسلمان ہوگئی تھیں اور اُن میں عقبہ بن ابی معیط کی لڑکی ام کلثوم بھی تھیں مدینہ آئیں۔ اور اس کے بعد ان عورتوں کے لوگ ان کو اسی صلح نامہ کی بنا پر طلب کرنے آئے۔ مگر رسول اللہ نے اُن کو واپس کرنے سے انکار کیا۔ اور عورتوں کو واپس دینے کے امتناع میں قرآن بھی نازل ہوا۔ علما مختلف ہیں کہ اس امتناع کی کیا وجہ تھی بعض کہتے ہیں کہ معاہدہ کا یہ حصہ قرآن سے منسوخ ہوگیا بعض کہتے ہیں کہ عورتیں اس معاہدہ میں شامل نہ تھیں۔ کفار عام کرنا چاہتے تھے البتہ ان عورتوں کا مہر اُن کے شوہروں کو حضور نے واپس دلوایا۔ اس کے پہلے جو عورتیں آئی تھیں اُن کا مہر واپس نہیں کیا گیا تھا۔

بعض معجزات اس غزوہ میں کئی عظیم الشان معجزے ظاہر ہوئے جن کا ذکر صحاح و سیر میں آتا ہے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ یہاں پانی کی قلت تھی اور آپ کے تیر ڈلوانے سے سوکھے کوئیں میں اتنا پانی ہوگیا کہ سب سیراب ہوگئے۔ حضرت براء بن عازبؓ اور سلمہ بن الاکوعؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ جب لوگ پانی کے لئے بہت پریشان ہوکر حضور کے خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے بئر حدیبیہ کے منڈیر پر بیٹھ کر وضو کیا اور بیئر میں اپنے منہ کا پانی ڈالا تو اُس میں بہت پانی ہوگیا حتےٰ کہ آدمی اور جانور سب سیراب ہوئے۔ ایک دفعہ آپ نے ڈول منگوایا اُس سے وضو کیا اور منہ کا پانی ڈول میں ڈالا اور حکم دیا کہ اس کو بیئر میں ڈال دو۔ پھر تیر دان میں سے تیر نکال کر دیا کہ اس کو بھی ڈال دو اس کے بعد آپنے دعا کی تو بیئر میں اتنا پانی ہوگیا کہ لوگ کنارہ پر بیٹھکر چلو سے پانی نکالتے تھے۔ حضرت جابرؓ سے صحیح بخاری میں مروی ہے کہ حضور ایک دفعہ ایک پیالہ سے وضو کر رہے تھے۔ صحابہ آپ کے پاس آکر جمع ہوگئے پوچھا کیا ہے۔ سب نے کہا کہ یا رسول اللہ نہ ہلوگوں کے پاس پینے کا پانی ہے نہ وضو کرنے کا۔ جو کچھ ہے وہ بھی جو آپ کے پیالہ میں ہے۔ آپ نے پیالہ میں ہاتھ دیا تو آپ کے انگلیوں سے پانی اس طرح نکلنے لگا جس طرح چشمہ سے پانی نکلتا ہے۔ پندرہ سَو

آدمی تھے سب سیراب ہو گئے۔

کفار نے چالیس یا پچاس آدمیوں کو بھیجا تھا کہ مسلمانوں کے اطراف میں چکر لگائیں اور موقع ملے تو مسلمانوں کو گرفتار کرکے لائیں۔ ان لوگوں نے مسلمانوں پر پتھر بھی پھینکے اور تیریں بھی چلائیں ان سب کو محمد بن مسلمہؓ اور ان کے ساتھی گرفتار کرکے حضور کی خدمت میں حاضر کیا آپ نے بلا کسی معاوضہ کے ان سب کو چھوڑ دیا بعض اصحاب سیر لکھتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کے بدلہ میں چھوڑا مگر یہ صحیح نہیں ہے۔

نحر وحلق

جب مصالحت کی تحریر سے فراغت ہوئی تو آپ نے صحابہ سے کہا کہ اُٹھو نحر یعنی قربانی کے اونٹ کو قربانی کرو۔ اور اُس کے بعد حلق کراؤ۔ یہ گویا احرام کے ختم کرنے اور طواف کے ملتوی کرنے کا حکم تھا مگر شرائط صلح کی وجہ سے صحابہ کے غم وغصہ کا یہ عالم تھا کہ ایک شخص بھی نہ اُٹھا۔ آپ نے پھر کہا پھر کوئی نہ اُٹھا۔ سہ بارہ کہا پھر بھی کوئی نہ اُٹھا۔ اسوجہ سے حضور نہایت رنجیدہ اور ملول حضرت ام سلمہؓ کے پاس گئے اور ان سے صحابہ کی اس نافرمانی کا تذکرہ کیا۔ حضرت ام سلمہؓ نے کہا کہ یارسول اللہ صحابہ معذور ہیں اُن کے دلوں کو صدمۂ عظیم پہنچا ہے۔ اُنکو اُمید تھی کہ مکہ فتح ہوگا۔ وہ عزم کرکے آئے تھے کہ عمرہ ادا کرینگے۔ اُن کا یہ مقصد حاصل نہ ہوا۔ پھر آپ نے کفار سے صلح کی اور اس طرح کہ اُن کے سارے شرائط کو تسلیم کرلیا۔ اب اگر آپکا ارادہ ہے کہ سب لوگ نحر کریں اور حلق کرائیں تو آپ کسی سے کچھ نہ کہئے۔ اپنے اونٹ کو نحر کیجئے اور خود حلق کرائی آپ کو دیکھکر سب صحابہ بھی کرینگے۔ چنانچہ حضور نے ایسا ہی کیا جب صحابہ نے دیکھا کہ حضور نے احرام توڑ دیا تو سب نے نحر کیا۔ اور ایک دوسرے کا حلق کرنے لگے مگر سب کا غم سے یہ عالم تھا کہ معلوم ہوتا تھا ایک دوسرے کو قتل کر دینگے۔

فتح مبین

اس صلح کو تمام صحابہ نے ذلت آمیز سمجھا حضرت عمرؓ سے تو ضبط نہ ہو سکا اور جو کچھ وہ بولے لکھا جا چکا ہے۔ خود فرماتے ہیں کہ جب سے میں مسلمان ہوا ایسی حالت میری کبھی نہ ہوئی تھی اس روز کی گفتگو کے کفّارہ میں ہم ہمیشہ صدقات وغیرہ کرتے رہے اور خدا سے اس روز کے قصور کی معافی چاہتے رہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ رموزِ الٰہی کو کوئی سمجھ نہیں سکتا۔ جب حدیبیہ سے سب لوگ روانہ ہوئے تو یہ آیۃ نازل ہوئی۔

انا فتحنا لک فتحاً مبیناً لیغفر لک اللہ ما تقدم من
ذنبک وما تاخر ویتم نعمتہ علیک ویھدیک
صراطاً مستقیماً وینصرک اللہ نصراً عزیزاً

یعنے ہم نے تم کو فتح مبین عطا کی۔ تاکہ تمہارے اگلے اور پچھلے گناہوں کو خدا معاف کردے۔ اور تمہارے اوپر اپنی نعمتیں تمام کرے۔ اور تم کو ہدایت کا سیدھا راستہ دکھا دے۔ اور تمہاری زبردست امداد کرے۔

اللہ پاک نے اس مصالحت کو فتح مبین بتایا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا یہ فتح ہے آپ نے فرمایا کہ ہاں فتح ہے۔

یہ تو اُس وقت صحابہ کے خیالات تھے جب صلح ہوئی اور جب یہ آیۃ نازل ہوئی لیکن اس کے بعد واقعات نے بتا دیا کہ اشاعۃ اسلام اور تمام فتوحات اسلامی کی بنیاد اسی صلح پر ہے سارے صحابہ متفق ہیں کہ حدیبیہ کی مصالحت فتح عظیم اور نعمت کبریٰ تھی۔ یہی مصالحت فتح مکہ کا ذریعہ بنی اور یہی مصالحت اشاعۃ اسلام کا ذریعہ ثابت ہوئی اسلام نے جس اسوۂ حسنہ کی بنیاد ڈالی تھی۔ اور اسلام کی وجہ سے صحابہ کرام کی جماعت اخلاق حسنہ کے جس مرتبہ پر پہنچ گئی تھی اس سے قریش اور دوسرے دشمن قبائل مطلع نہیں ہو سکتے تھے۔

ہر وقت کے جدال و قتال کی وجہ سے وہ اطمینان کے ساتھ اسلامی تعلیم کے متعلق کوئی صحیح رائے قائم نہیں کرسکتے تھے۔ اِس مصالحت کے بعد جب اطمینان کے ساتھ ایک دوسرے سے ملے تو انہوں نے دیکھا کہ خود ہماری ایک جماعت تھوڑے دنوں میں اسلامی تعلیم سے بہرہ اندوز ہو کر انسانیت اور شرافت کے کیسے اعلےٰ مرتبہ میں پہنچگئی ہے۔ اِس کا فوری نتیجہ یہ ہوا کہ قریش اور تمام قبائل نے اسلام کے متعلق اب تک جو رائے قائم کی تھی آپس خود بخود ایک تغیر عظیم پیدا ہوگیا۔ اور دشمنوں کے قلوب بھی یک بیک اسلام کی طرف مائل ہوگئے۔

دوسری بڑی بات اس صلح کی وجہ سے یہ ہوئی کہ اب تک ساری اسلامی طاقت قریش کے بے نتیجہ جنگ میں پھنسی ہوئی تھی۔ اس صلح کی وجہ سے مہمات عظیمہ کی طرف توجہ کا موقع ملا۔ مدینہ واپس آنے کے بعد ہی حضور نے بادشاہان عالم کے پاس دعوت اسلام کے خطوط بھیجے۔ اس کے معنی یہ تھے کہ اب بجائے قریش اور قبائل کے اسلامی طاقت قیصر کسریٰ۔ اور قبط کی عظیم الشان طاقتوں سے ٹکرانے کے قابل ہوگئی رتی۔

اِس صلح کی شرطیں گو بظاہر سخت ذلت آمیز تھیں۔ مگر اس میں کوئی بات ایسی نہ تھی جو مقاصد عظیمہ میں رُکاوٹ پیدا کرسکے۔ صرف لفظی نزاعات یا بیہودہ ہٹ دھرمی تھی سب سے ناقص شرط اِس میں یہ تھی کہ کوئی مسلمان بھاگ کر مکہ جائے تو قریش واپس نہ کرینگے۔ اور مکہ سے کوئی مسلمان بھاگ کر مدینہ آئے تو اس کو قریش واپس لینگے۔ اِس شرط کی پہلی شق یا تو واقع ہوئی نہیں۔ یا ہوئی تو شاذ۔ البتہ دوسری شق واقع ہوئی مگر اِسطرح کہ یہ شرط خود قریش کے لیئے آفت بن گئی اور اُنہوں نے خود رسول اللہ سے استدعا کی کہ اِس شرط کو باطل کردیجئے۔

مستضعفین مکہ

مکہ میں کچھ نوجوان مسلمان ہوگئے تھے۔ ہجرت کے وقت اُن کے اولیا نے اُن کو رُوک لیا

اور آنے نہ دیا اور ہجرت کے بعد بھی کچھ لوگ وہاں مسلمان ہوئے۔ یہ لوگ صادق مسلمان تھے ہجرت کی اُن لوگوں نے بہت کوشش کی مگر آنہ سکے۔ اُن لوگوں نے بڑی بڑی مصیبتیں برداشت کیں۔ اُن کو کوڑے مارے گئے۔ زنجیروں میں باندھے گئے۔ لیکن جب اُن میں سے کوئی شخص موقع پاتا تو مدینہ آجاتا۔ انہیں کے لئے حدیبیہ میں قریش نے یہ شرط کی تھی کہ اگر قریش کا کوئی شخص مدینہ چلا جائے تو وہ قریش کو واپس دیا جائے گا۔ جب حضور حدیبیہ سے لوٹکر مدینہ آئے تو اُس کے بعد ہی ابو بصیر عتبہ بن اسید مکہ سے بھاگ کر مدینہ آئے۔ قریش کو جب معلوم ہوا تو ازہر بن عوف اور اخنس بن شریق نے بنی عامر کے ایک شخص کو ایک خط دیکر حضور کی خدمت میں بھیجا۔ اور حدیبیہ کی شرط کے موافق ابو بصیر کو طلب کیا۔ یہ عامری اور اسکا ایک غلام مدینہ آیا اور یہ خط رسول اللہ کو دیا رسول اللہ نے ابو بصیر کو بلا کر کہا کہ ہمنے قریش سے معاہدہ کیا ہے اس کا تم کو علم ہے۔ اور ہمارے دین میں غدر جائز نہیں ہے۔ خدا تمہارے لئے اور تمام مستضعفین مکہ کے لئے جلد کوئی سامان نکالے گا لیکن ابھی تم اپنی قوم کی طرف جاؤ۔ ابو بصیر نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ ہمیں دشمنوں کے سپرد کر رہے ہیں۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ ابو بصیر جاؤ اللہ پاک سامان کرے گا۔ آخر یہ اُن دونوں کے ساتھ چلے۔ جب ذوالحلیفہ میں پہنچے تو سب کھانے کے لئے بیٹھے۔ اور باتیں بولنے لگے۔ ابو بصیر نے عامری سے پوچھا کہ تمہاری تلوار بہت اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اس نے کہا کہ ہاں بہت تجربہ کی ہوئی ہے۔ اور ان کو دیکھنے کیلئے دیا۔ انہوں نے اُسی تلوار کی ایک وار میں عامری کا کام تمام کر دیا۔ اُس کا غلام بھاگ کر مدینہ گیا اور رسول اللہ کو خبر دی۔ اس کے بعد ابو بصیر مع اس تلوار کے پہنچے اور کہا کہ یا رسول اللہ آپ نے اپنا عہد پورا کیا ہمیں دشمن کے سپرد کر دیا لیکن خدا نے ہمیں بچا لیا حضور نے فرمایا ویل امہ محش حرب لو کان معہ رجال یعنی یہ تو جنگ بھڑکا دے اگر اس کے ساتھ آدمی ہوں۔ اِس جملہ سے ابو بصیر سمجھے کہ رسول اللہ ہمیں پھر کافروں کے سپرد کر دینگے۔ اسلئے وہ وہاں سے چلے گئے اور سیف البحر میں مقام عیص کے قریب جاکر ٹھہرے ابو جندل بن سہیل

جن کا ذکر اوپر ہوا وہ بھی ہاں آگئے۔ اور جب مستضعفین مکہ کو اس کی خبر ملی تو باری باری کر کے وہ لوگ بھی یہاں جمع ہو گئے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ اُن کی جماعت ستر آدمیوں کی ہوگئی تھی۔ ان لوگوں نے قریش کا ناک میں دم کر دیا۔ یہی راستہ قریش کے تجارتی قافلوں کا تھا جو قافلہ قریش کا اس طرف سے جاتا یہ لوگ لوٹ لیتے۔ آخر تنگ آکر قریش نے رسول اللہ کو لکھا کہ آپ اپنے پاس اُن لوگوں کو بلا لیجئے ہم شرط سے باز آئے۔ اُنکو گونکا ذکر ابو العاص بن الربیع کے حال میں اس غزوہ سے پہلے بھی ہو چکا ہے۔

غزوۂ خیبر

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ خیبر کی طرف روانگی ۷ھ میں ہوئی حضور حدیبیہ سے لوٹ کر ذی الحجہ میں مدینہ آئے۔ بقیہ ذی الحجہ اور چند روز محرم کا مدینہ میں رہے پھر محرم ہی میں خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ حضور حدیبیہ سے لوٹ کر مدینہ آئے تو بیسؔ دن یا اس کے قریب مدینہ میں رہے اس کے بعد غزوۂ خیبر کے ارادہ سے نکلے۔ لیکن امام مالک صاحب کہتے ہیں کہ غزوۂ خیبر ۶ھ میں ہوا۔ اور ابن حزم کہتے ہیں کہ بلا شک یہی صحیح ہے۔ اس اختلاف کی وجہ غالبًا یہ ہے کہ بعض لوگ سنہ کی ابتدا محرم سے کہتے ہیں اس لئے اُن کے نزدیک محرم میں ۷ھ شروع ہو گیا۔ اور بعض ربیع الاوّل سے ابتدا لیتے ہیں کیونکہ رسول اللہ کی ہجرت ربیع الاوّل میں ہوئی لہذا اُن کے نزدیک محرم اور صفر ۶ھ کا تھا واللہ اعلم۔ صحیح مسلم میں سلمہ بن الاکوع سے مروی ہے کہ حدیبیہ سے لوٹنے کے بعد رسول اللہ کے اونٹوں پر عیینہ کا حملہ ہوا اور غزوۂ ذی قرد واقع ہوا۔ اِس غزوہ سے لوٹ کر آئے تو اس کے تینؔ دن بعد غزوۂ خیبر کے لئے روانہ ہوئے۔ اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ حدیبیہ ذیقعد میں ہوا۔

ؔ حضور کا یہ جملہ جب مکہ پہنچا تو مستضعفین نے سمجھا کہ رسول اللہ کا اشارہ ہے کہ ہم ابو بصیر کی امداد کریں چنانچہ وہ وہاں جمع ہونے لگے اُن کی تعداد ستر تھی اور بعض اصحاب سیر تینؔ سو لکھتے ہیں ۱۲ منہ

حضور جب حدیبیہ سے لوٹے تو راستہ ہی میں سورۂ فتح کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں
اُس میں اللہ پاک نے ارشاد فرمایا لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت
الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم واثابھم فتحاً قریباً ومغانم کثیرۃ
یاخذونھا یعنی اللہ مومنین سے راضی ہوا جب وہ شجرہ کے نیچے تم سے بیعت کرنے لگے
اور خدا کو معلوم ہو گیا جو کچھ اُن کے قلوب میں ہے تو ان پر اطمینان اور سکون نازل فرمایا
اور اُن کو ایک فتح عطا فرمائی جو جلد حاصل ہو گی۔ اور بہت سی غنیمتیں عطا فرمائیں جس پر
وہ قبضہ کرینگے انعام میں خدا نے دو چیزیں عطا فرمائیں مغانم کثیرہ اور فتح قریب۔ چونکہ
خیبر دولت کے اعتبار سے مشہور جگہ تھی اِس لیے سب نے سمجھا کہ یہ فتح خیبر کی پیشین گوئی ہے۔

اس کے علاوہ خیبر ہی وہ جگہ تھی جہاں بڑے بڑے اعدار اسلام جمع ہو گئے تھے اور
فسادات کا بڑا سرچشمہ وہی تھا۔ اِس لیئے حضور نے خیبر پر حملہ کا ارادہ کیا۔ اور حکم دیا کہ سوائے
اُن لوگوں کے جو حدیبیہ میں شریک تھے اور کوئی اِس غزوہ میں شریک نہ ہو کیونکہ خیبر کے مغانم
اصحاب بیعت الرضوان کا انعام تھا جیسا کہ آیۃ مذکورہ سے معلوم ہوا۔

خیبر آٹھ قلعوں کا مجموعہ تھا النطاۃ[1]۔ الشق۔ الناعم ایک جانب تھا۔ اور الکتیبہ۔ الوطیح۔ السلالم
دوسری جانب تھا۔ اس کے علاوہ سب سے محکم قلعہ القموص[2] تھا۔ جو ابی الحقیق کا قلعہ تھا۔ اور

---

[1] النطاۃ بنون وطار مہملہ وہمزہ نم مثناۃ فوقیہ قال ابن اثیر وہی من النطو البعد اور قاموس میں ہے
کہ النطاۃ بلالام کے خیبر کا یا اُس کے قلعہ کا یا اس کے چشمہ کا نام ہے الشق بفتح معجمہ خیبر کا قلعہ اور اُس کی
وادی کا نام ہے قاموس میں ہے کہ بالکسر بھی ہے لیکن لغت میں بالفتح صحیح ہے اور الکتیبہ بضم کاف تصغیر کے
وزن پر ہے اور الوطیح قاموس میں ہے کہ شریف کے وزن پر ہے بجائے مہملہ اوطح بعض کتابوں میں بجائے
معجمہ ہے وہ غلط ہے ابوداؤد کی بعض روایتوں میں الوطیحۃ آیا ہے بفتح واو وحائے مہملہ اور السلالم نہایہ
میں ہے کہ بضم سین مہملہ ہے اور بفتح سین کے ساتھ بھی آیا ہے اور السلالیم بھی آیا ہے ۱۲ منہ

[2] قموص قاموس میں ہے کہ بفتح قاف وضم میم وسکون واو وصاد مہملہ صبور کے وزن پر خیبر کے ایک پہاڑ کا
نام ہے جس پر ابی الحقیق کا قلعہ تھا ۱۲ منہ

النطاۃ کے پاس قلعہ صعب بن معاذ تھا۔ یہ لوگ بڑے خوشحال تھے تاجر تھے۔ زراعت کرتے تھے اور باغات کثیرہ کے مالک تھے۔ سب سے پہلے النطاۃ اور الشق فتح ہوا قموص حضرت علیؓ کے ہاتھ پر فتح ہوا اور یہیں کی لڑائی فیصلہ کن جنگ تھی۔ الکتیبہ۔ الوطیح۔ السلالم پر دیر تک محاصرہ تھا اور آخر یہاں کے لوگ سب کچھ چھوڑ کر صرف اپنی اور اپنے اہل وعیال کی جان بچا کر نکلجانے پر راضی ہوگئے۔

مدینہ سے روانگی

حضور نے مدینہ میں سباع بن عرفطہؓ کو خلیفہ مقرر کر دیا اور روانہ ہوئے۔ آپ کے ساتھ ۱۴۰۰ سو آدمی تھے۔ دو سو گھوڑے۔ اور اونٹ بہت زیادہ۔ حضرت ام سلمہؓ کو آپ نے ساتھ لیا امیمہ[۱] بنت الصلت غفاریہ بنی غفار کی چند عورتوں کے ساتھ مریضوں کی خدمت کے لیئے ساتھ ہوئیں کچھ اور عورتیں بھی ساتھ تھیں حضرت صفیہؓ کا ذکر آگے آئے گا۔

سلمہ بن الاکوعؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ رات کے وقت جا رہے تھے اور ہمارے چچا[۲] عامر بن الاکوعؓ نے اور بعض روایۃ میں ہے کہ میرے بھائی عامر حدی پڑھتے تھے۔

اللّٰھم لولا انت ما اھتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا فاغفر فداء لک ما ابقینا

والقین سکینۃ علینا وثبت الاقدام ان لاقینا انا اذا صیح بنا اتینا

---

[۱] امیمہ بنت الصلت ابن اثیر لکھتے ہیں امیمہ بنت قیس بن ابی الصلت اور کہتے ہیں کہ شاید یہ اور امت بنت ابی الحکم ایک ہی ہیں ابوداؤد نے سنن میں اس خیبر جانے کے قصہ کو روایت کیا ہے مگر نام لکھتے ہیں امیہ بنت ابی الصلت ۱۲ منہ

[۲] ابن اسحٰق سلمہ بن الاکوع کا نسب لکھتے ہیں سلمہ بن عمرو بن الاکوعؓ۔ اس لیئے عامر بن الاکوعؓ اُن کے چچا ہوئے لیکن مسلم کی بعض روایت میں ہے کہ انہوں نے عامر کو بھائی کہا ہے امام نووی لکھتے ہیں کہ شاید نسب سے چچا تھے اور رضاعت سے بھائی واللہ اعلم

[۳] بخاری اور مسلم دونوں میں اِسی طرح ہے اللّٰھم لولا انت ما اھتدینا۔ امام نووی لکھتے ہیں کہ یہ وزن صحیح نہیں ہے مسلم ہی کی دوسری روایۃ میں ہے واللہ لولا انت الخ یا تاللہ لولا انت الخ وہ صحیح ہے ۱۲

وبالصیاح عوّلوا علینا   وان ارادو فتنۃ ابینا

یہ اشعار عبداللہ بن رواحہؓ کے ہیں حضور انہیں اشعار کو خود رجز کے طور پر غزوہ خندق میں پڑھتے تھے عامرؓ خوش الحان تھے حضور نے پوچھا کون ہے لوگوں نے کہا عامر بن الاکوع حضور نے فرمایا یرحمہ اللہ یا یغفرہ اللہ صحابہ میں مشہور تھا کہ غزوہ میں حضور کسی کو یہ دعا دیتے تھے تو وہ شہید ہو جاتے تھے۔ اسی وجہ سے حضرت عمرؓ نے یا اور کسی صحابی نے کہا کہ یا رسول اللہ ان کو تو شہادت لازم ہو گئی کاش اُن کو مہلت ملتی اور ان کے حُدی خوانی سے ہم اور حظ اٹھاتے۔ الغرض جب حضور مقام الصہبا میں پہنچے جو خیبر کا قریبی علاقہ ہے تو وہاں عصر کی نماز پڑھی۔ اُس کے بعد کھانا طلب کیا۔ صرف ستو تھا وہی حضور نے بھی کھایا اور صحابہ نے بھی۔ پھر سب نے کلی کر کے مغرب کی نماز پڑھی کسی نے وضو نہیں کیا (بخاری)

اب رات ہو گئی تھی اور حضور کا قاعدہ تھا کہ رات کے وقت کسی قوم پر حملہ نہیں کرتے تھے صبح سویرے تاریکی میں آپ نے صبح کی نماز پڑھی اور حملہ کے لیئے تیار ہوئے۔ اہل قلعہ اپنی کھرپی۔ کدال وغیرہ لیکر کاموں کے لیئے نکلے تھے دور سے فوج پر نظر پڑی چلا اُٹھے محمد واللہ محمد والخمیس یعنی محمد ہیں واللہ محمد ہیں اپنی کل فوج لیکر مکمل فوج کو خمیس کہتے ہیں کیونکہ اس میں پانچ چیزیں ہوتی ہیں۔ مقدمہ۔ میمنہ۔ میسرہ۔ قلب۔ ساقہ۔ یہ کہکر سب قلعہ میں بھاگے۔ حضور نے فرمایا اللہ اکبر خربت خیبر اللہ اکبر خربت خیبر انا اذا نزلنا بساحۃ قوم فساء صباح المنذرین۔

(بقیہ صفحہ ۱۸۵)

ترجمہ خداوندا اگر تو اور تیری رحمت نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہ پاتے نہ تو ہم صدقہ دیتے نہ نماز پڑھتے۔ تو اے خدا ہمیں بخش دے ہم تیرے قربان ہوں جب تک ہم باقی رہیں یا تاکہ ہم تیرے فدا ہوں اور پرہیزگاری کریں۔ اے خدا ہم پر سکون اور اطمینان نازل فرما دشمنوں کا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رکھ جب مقابلہ کی طرف ہمیں بلایا جائے تو ہم حاضر ہو جائیں۔ اور جب جنگ کی آواز دیجائے تو لوگ ہم پر اعتماد کریں۔ اگر دشمن ہمیں فتنہ میں ڈالنا چاہیں تو ہم اُس کو رُدک سکیں اور فتنہ میں نہ پڑیں ۱۲ منہ

حملہ صحابہ جب قلعہ کی طرف متوجہ ہوئے تو زور سے تکبیر کہی حضورؐ نے منع کیا کہ تم کسی بہرے کو نہیں پکارتے ہو۔ تم ایسی ذات کو پکارتے ہو جو تمہارے ساتھ ہے اور تمہاری آہستہ آواز کو بھی سنتا ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ میں پڑھ رہا تھا لاحول ولا قوۃ الا باللہ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ کلمہ بہشت کا خزانہ ہے۔ اس کے بعد حضورؐ نے ساری فوج کو روک دیا۔ اور دعا پڑھی جب وہ ختم ہوئی تو آپ نے فرمایا بسم اللہ اب پڑھو۔

قلعہ النطاۃ یہودیوں نے اپنے اہل و عیال کو ایک پرانے قلعہ میں رکھدیا تھا۔ اور کھانے پینے کی چیزیں قلعہ ناعم اور صعب میں جمع کیا تھا۔ اور لڑنے کے قابل سب مرد قلعہ النطاۃ میں جمع ہوئے تھے اور اسی میں اُن کا رئیس سلام بن مشکم بھی تھا حضورؐ نے اسلامی فوج کے قیام کی جگہ مقام رجیع میں ٹھہرائی۔ یہ جگہ خیبر اور غطفان کے بیچ میں تھی۔ غطفان مسلمانوں کے خلاف تھے اور اہل خیبر کے حلیف تھے اس لئے اندیشہ تھا کہ وہ امداد کو آئیں گے۔ اور وہ لوگ چلے بھی تھے مگر اُن کو اپنے منزل کا (ایک آواز کی وجہ سے) اندیشہ پیدا ہو گیا اِس لئے لوٹ گئے۔

الغرض پہلے قلعہ النطاۃ پر جنگ شروع ہوئی۔ یہود قلعہ کے اندر سے تیر مارتے تھے اور مسلمان باہر سے حملہ آور تھے۔ ہر روز حضرت عثمانؓ رجیع میں منزل کی نگرانی کرتے تھے اور خود رسول اللہ فوج کے ساتھ شریک جنگ ہوتے تھے۔ آخر خدا کے فضل سے یہ قلعہ فتح ہو گیا۔ پچاس مسلمان مجروح ہوئے۔

محمود بن مسلمہؓ ان دنوں گرمی سخت تھی۔ شدّت گرما کی وجہ سے محمود بن مسلمہؓ۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ کے بھائی قلعہ ناعم کے نیچے تنہائی اور سناٹا دیکھکر سو گئے تھے۔ مگر

ا۔ صحیح روایتوں میں حضرت ابو موسےٰ سے یہ مروی ہے۔ مگر ابو موسےٰ اشعری اِس کے بعد فتح کے وقت آئے شاید یہ اُنہوں نے محض اِس کلمہ کی فضیلت بتانے کے لئے کسی اور موقع کا حال ملا دیا ہو واللہ اعلم ۱۲ منہ

۲۔ ابن حجر اصابہ میں ابن سعد سے نقل کرتے ہیں کہ پتھر لگنے کے تین دن بعد محمود بن مسلمہ کا انتقال ہوا اور جس روز ان کا انتقال ہوا اسی روز محمد بن مسلمہؓ نے مرحب کو قتل کیا۔ محمود بن مسلمہؓ اور عامر بن الاکوعؓ ایک قبر میں دفن کیے گئے ۱۲ منہ

کنانہ ابن ابی الحقیق یا مرحب نے دیکھ لیا اور اوپر سے اُن کے اوپر ایک بڑا پتھر گرا دیا جس سے اُن کا سر پھٹ گیا اور اُسی سے ان کا انتقال ہو گیا۔

اسود راعی اسود راعی جس کا قصہ احادیث صحیحہ میں آتا ہے وہ اِسی قلعہ کی جنگ کے وقت پیش آیا اہل خیبر کا ایک حبشی چرواہا تھا۔ جب یہود جنگ کی تیاری کر رہے تھے اُس نے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ یہود نے کہا کہ اس شخص سے جنگ ہے جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے یہ سنکر اُس کے دل میں اسلام کے جذبات پیدا ہوئے وہ اپنی بکریاں لیے ہوئے حضورؐ کے پاس چلا آیا۔ اور حضورؐ سے پوچھا کہ آپ کیا کہتے ہیں اور کس بات کی دعوت دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہم اسلام کی دعوت دیتے ہیں۔ اور اس بات کی کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ہمیں خدا کا رسول سمجھو۔ اُس نے کہا کہ اگر ہم خدائے ذوالجلال پر ایمان لائیں اور آپ کی نبوّت کو قبول کریں تو کیا ہو گا۔ آپ نے فرمایا کہ جنّت ملے گی۔ اُس نے کہا کہ یہ بکریاں میرے پاس امانت ہیں اس کو کیا کریں۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو قلعہ کی طرف لیجا کر ہنکا دو اور کنکریاں مارو یہ سب اپنے مالک کے پاس چلی جائینگی۔ دوسری روایت میں ہے کہ اسنے کہا یا رسول اللہ میرا رنگ سیاہ ہے میرا چہرہ بدشکل ہے۔ بدن میں بدبو ہے۔ مال میرے پاس کچھ بھی نہیں۔ کیا میں بھی اگر خدا کی راہ میں لڑوں اور قتل کیا جاؤں تو مجھ کو بھی جنت ملیگی حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں ملے گی۔ اِس کے بعد وہ لڑا اور شہید ہوا۔ اُس کی نعش حضورؐ کے پاس آئی تو آپ نے فرمایا کہ خداوند پاک نے اُس کا چہرہ حسین کر دیا۔ اُس کے بدن کو خوشبو کر دیا۔ اور دو حوریں جنّت کی اُس کو ملیں۔ اُس نے جہاد فی سبیل اللہ کے سوا اور کوئی عمل خیر نہیں کیا۔ ایک وقت کی نماز بھی نہیں پڑھی مگر ایمان اور صداقت کی وجہ سے اِس مرتبہ کو پہنچا سبحان اللہ

ایک اعرابی شداد ابن الہاد سے مروی ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ کی خدمت میں آکر مسلمان ہوئے اور غزوۂ خیبر میں ساتھ آئے۔ خیبر کے کسی فتح میں حصہ ہوا

لہ یہ قصہ خیبر کا ہے مگر کسی روایت میں یہ تصریح نہیں ہے کہ کس قلعہ پر یہ واقع ہوا۔ اسود راعی کے قصہ کی مناسبت سے اُس کو یہاں درج کیا گیا ۱۲ منہ

تو اُن کا حصّہ بھی رسول اللہؐ نے رکھا۔ وہ اس وقت حضورؐ کا اونٹ چرانے کے لیے گئے ہوئے تھے۔ جب آئے تو اُن کے ساتھیوں نے اُن کا حصّہ اُن کو دیا۔ پُوچھا یہ کیا ہے۔ کہا کہ رسُول اللہ نے مال غنیمت میں تمہارا حصّہ دیا ہے۔ وہ اُس کو لیے ہوئے رسول اللہؐ کے پاس آئے کہ یہ کیا ہے یارسولؐ اللہ۔ فرمایا کہ یہ ہم نے تم کو غنیمت میں سے حصّہ دیا ہے اُنہوں نے کہا کہ یارسول اللہ مَیں نے اِس لیئے آپ کی اتباع نہیں کی۔ ہم نے اتباع اِس لیئے کی ہے کہ خدا کی راہ میں میری گردن کی رگ کٹے اور ہم کو جنت ملے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اگر تم سچے ہو تو خدا یہ بھی عنایت کرے گا۔ آخر انہوں نے قتال کیا اور شہید ہوئے۔ اُن کی نعش حضورؐ کے سامنے آئی تو حضورؐ نے فرمایا کہ کیا یہ وہی ہے وہی۔ لوگوں نے کہا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ شخص خدا کے پاس سچا ثابت ہوا اور خدا نے اپنا وعدہ پُورا کیا۔

قلعہ صعب اس کے بعد قلعہ صعب کا محاصرہ ہوا۔ مرحب یہودی نکلا اور مبارزت چاہی عامر ابن الاکوعؓ اس کے مقابل گئے۔ اُس نے تلوار ماری وہ اُن کے سپر میں پھنس گئی۔ اُنہوں نے نیچے سے اُس کے پیر میں تلوار ماری۔ اس کے پیر تک تلوار نہ پہنچی اور جھٹکہ میں خود اُنہیں کی تلوار ان کے ران میں آکر لگی اور اُسی سے شہید ہوئے۔ اِس کے بعد سلمہ بن الاکوعؓ حضورؐ کے خدمت میں آئے تو رو رہے تھے۔ حضورؐ نے رونے کا سبب پوچھا تو کہا کہ حضور صحابہ کہتے ہیں کہ عامر کے اعمال حبط ہو گئے۔ کیونکہ وہ خود اپنی تلوار سے مرے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ غلط کہتے ہیں اُس نے جہاد کیا وہ مجاہد فی سبیل اللہ ہے۔ آپ نے عامر کے جنازہ کی نماز پڑھی اور تمام صحابہ نے پڑھی۔

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ بنی سہیم کے لوگ مسلمان ہوئے تھے۔ وہ رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ یارسولؐ اللہ ہم بھوک سے مرے جاتے ہیں اور ہمارے پاس کھانے کو کچھ نہیں ہے رسولؐ اللہ کے پاس بھی کچھ نہ تھا جو اُن کو دیتے۔ آپ نے بارگاہ صمدیت میں دعا کی کہ خداوندا تو ان کے حال سے واقف ہے اور میرے پاس کچھ نہیں ہے جو ہم اُن کو

دے سکیں۔ خداوندا کسی ایسے قلعہ کی فتح عنایت کر جس سے ان کی عسرت دفع ہو۔ اُسکے بعد قلعہ صعب فتح ہوا جس میں کھانے پینے کی چیزوں کا سب سے بڑا ذخیرہ تھا۔

بخاری میں ہے کہ جس روز فتح حاصل ہوئی۔ اُسی روز رات کے وقت حضور نے دیکھا کہ ہر طرف آگ جل رہی ہے۔ پوچھا یہ کیا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ سب گوشت پکا رہے ہیں۔ پوچھا کس چیز کا گوشت کہا اہلی گدھوں کا گوشت ہے۔ آپنے فرمایا کہ وہ نجس ہے سب پھینکدو اور برتنوں کو توڑدو۔ کسی نے کہا یا رسول اللہ گوشت پھینکدیں اور برتنوں کو دھودیں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا دھوڈالو۔

قلعہ قموص

قموص کا جب محاصرہ ہوا تو رسول اللہ صلعم کو صُداع یعنی دردِ سر لاحق ہوگیا تھا۔ آپ خود معرکہ میں نہیں جاتے تھے۔ مہاجر یا انصار میں سے کسی کو سالار فوج مقرر کر دیا کرتے تھے۔ یہ قلعہ سب سے زیادہ مستحکم تھا۔ اِس لیۓ محاصرہ طویل ہوا۔ اور فتح نہ ہوتا تھا۔ ایک روز حضرت صدیقؓ گئے اور بڑی کوشش کی مگر فتح نہ ہوا۔ دوسرے روز حضرت عمرؓ گئے اور بہت بڑی کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ کل ایسے شخص کو علم دینگے۔ یا یہ فرمایا کہ کل ایسا شخص علم لے گا جو خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے۔ اور خدا اور رسول اُس کو دوست رکھتے ہیں۔ اسی کے ہاتھ پر اللہ پاک اس قلعہ کی فتح عنایت کرے گا۔

سب صحابہ رات کے وقت آپس میں تذکرہ کرتے تھے کہ دیکھئے کل کس کو علم نصیب ہوتا ہے جب صبح کے وقت رسول اللہؐ کی خدمت میں صحابہ حاضر ہوئے تو آپ نے پوچھا کہ علیؓ کہاں ہیں صحابہ نے کہا کہ اُن کی آنکھوں میں رمد کی وجہ سے درد ہے وہ آنے کے قابل نہیں ہیں۔ آپنے فرمایا کہ ان کو بلاؤ۔ وہ آئے تو آپ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا۔ اور خدا سے دعا کی۔ اُن کی آنکھیں ایسی اچھی ہوگئیں جیسے کچھ تھا ہی نہیں۔ پھر کہا کہ جاؤ پہلے اسلام کی دعوت دو۔ اور خدا کے حقوق کو سمجھاؤ۔ اے علیؓ اگر تمہارے ذریعہ سے ایک شخص کی بھی ہدایت ہوگئی تو یہ تمہارے لیۓ سب سے بڑی نعمت ہوگی۔

مرحب یہود آپ جب قلعہ کے قریب گئے تو ایک یہودی نے قلعہ سے سر نکالکر پوچھا کہ تم کون ہو فرمایا کہ مَیں علیؓ بن ابی طالب ہوں۔ اُس نے کہا قسم ہے توریت کی تم لوگ غالب ہوئے۔

اس کے بعد قلعہ سے مرحب نکلا جو یہودیوں میں سب سے بڑا دلیر شخص تھا اور اس نے رجز پڑھا

انا الذی سمتنی امی مرحب   شاک السلاح بطل مجرب

حضرت علیؓ مقابلہ میں گئے اور فرمایا

انا الذی سمتنی امی حیدرہ[1]   کلیث غابات کریہ المنظرہ

یہ کہا اور ایک تلوار ماری کہ اُس سر اڑ گیا۔

ابن قیم کہتے ہیں کہ صحیح مسلم میں اسی طرح ہے کہ مرحب کو حضرت علیؓ نے قتل کیا۔ مگر موسےٰ بن عقبہؓ نے امام زہری اور ابوالاسود سے روایت کیا ہے کہ جابر بن عبداللہ نے کہا کہ مرحب کو محمد بن مسلمہؓ نے قتل کیا جب مرحب نے نکلکر مبازرت چاہی تو محمد بن مسلمہؓ نے کہا کہ یارسول اللہؐ مجھے اجازت دیجئے۔ ان سب نے میرے بھائی (محمود بن مسلمہ) کو قتل کیا ہے۔ حضور نے اجازت دی۔ یہ گئے۔ دونوں کے بیچ میں ایک درخت پڑ گیا دونوں موقع تلاش کرتے رہے۔ آخر محمد بن مسلمہ نے اس کو قتل کیا۔ سلمہ بن سلامہ اور مجمع بن حارثہ بھی یہی کہتے ہیں کہ مرحب کو محمد بن مسلمہؓ نے قتل کیا۔ واقدی کہتے ہیں کہ محمد بن مسلمہؓ کے ضرب سے مرحب کے دونوں ساق کٹ گئے تھے۔ اُنہوں نے چھوڑ دیا اور کہا کہ تکلیف کا مزا چکھ جس طرح میرے بھائی نے تکلیف اٹھائی اِس کے بعد اس طرف حضرت علیؓ آئے تو انھوں نے اس کی گردن ماردی اور اُس کی تلوار اور سامان لے لیا۔ یہ معاملہ رسول اللہ کے سامنے گیا حضرت علی نے فرمایا کہ ہاں مَیں نے قتل کیا ہے مگر پیر اس کا پہلے سے کٹا ہوا تھا۔ حضورؐ نے اس کی تلوار۔ مغفر۔ نیزہ وغیرہ سب محمد بن مسلمہؓ

[1] حضرت علی پیدا ہوئے تو اُن کی والدہ نے اُن کے نانا کے نام پر ان کا نام اسد رکھا تھا خواجہ ابوطالب سفر میں تھے وہ آئے تو اُنہوں نے علی نام رکھا حیدر اوسی اسد کا ترجمہ ہے ۱۲ منہ

کو دلوا دیا۔ یہ تلوار محمد بن مسلمہؓ کے اولاد کے پاس موجود تھی اور اُس میں مرحب کا نام کھُدا ہوا تھا۔ واللہ اعلم

مرحب کے بعد اس کا بھائی یاسر نکلا۔ یہ بھی عظیم الجثہ طویل القامۃ اور بڑا شہ زور تھا اس کے مقابل حضرت زبیر بن العوامؓ گئے۔ حضرت صفیہؓ[1] نے کہا کہ یا رسولؐ اللہ یہ میرے لڑکے کو قتل کر دے گا رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ نہیں۔ تمہارا لڑکا اُس کو قتل کرے گا۔ آخر حضرت زبیرؓ نے اس کو قتل کیا۔

قلعہ قموص پر تقریباً بیس روز محاصرہ رہا۔ یہ سب سے مستحکم قلعہ تھا۔ اور اس قلعہ پر حضرت علیؓ کے کارناموں کے متعلق بہت سی مبالغہ آمیز روایتیں مشہور ہیں۔

حضرت علیؓ کی جوانمردی

مدارج النبوہ میں روضۃ الاحباب اور معارج النبوہ سے منقول ہے کہ حضرت علی کی سپر گر گئی اُس کو یہود لے بھاگے۔ حضرت علیؓ نے قلعہ کا دروازہ اکھاڑ کر سپر بنا لیا۔ جنگ کے بعد آپ نے اس دروازہ کو پھینکا تو سات قوی آدمی اس کو پلٹ نہیں سکتے تھے۔ اور چالیس آدمیوں نے ملکر اٹھانا چاہا۔ لیکن نہ اُٹھا سکے۔ اور معارج سے نقل کیا ہے کہ اُس کا وزن آٹھ سو من تھا۔ اور مواہب لدنیہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے تنہا اُس دروازہ کو اکھاڑ لیا۔ لیکن اُس کے بعد ستر آدمی ملکر بمشکل حرکت دے سکے۔ اور حاکم و بیہقی سے نقل کیا ہے کہ جس دروازہ کو حضرت علیؓ نے تنہا اکھاڑ لیا۔ چالیس آدمیوں نے ملکر تجربہ کیا اٹھا نہ سکے۔ بیہقی سے روایت ہے کہ قلعہ کے دروازہ کو حضرت علیؓ نے تنہا اکھاڑ دیا اس کے بعد ہم میں سے ستر آدمیوں نے چاہا کہ اٹھا کر اُس کو اُس کی جگہ پر لگا دیں تو نہ سکے۔ ان سب روایتوں کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ مواہب لدنیہ میں ہے کہ ہمارے شیخ نے کہا کہ یہ سب روایات واہیہ ہیں بعض علماء نے ان سب سے انکار کیا ہے واللہ اعلم

لیکن اِس میں شبہ نہیں کہ اس قلعہ کو حضرت علیؓ نے فتح کیا اور اس کے فتح ہو جانے کے

[1] یہ صفیہ رسول اللہ صلعم کی پھوپھی اور حضرت زبیر بن العوام کی ماں ہیں واللہ اعلم

بعد یہودیوں کو جبکر بالمقابلہ لڑنے کی ہمت نہ ہوئی اس لئے حضرت علیؓ فاتح خیبر کے نام سے مشہور ہیں۔ بخاری میں بھی یہ روایت ہے کہ حضور نے حضرت علیؓ کو علم دیا اور انہوں نے فتح کیا۔ لیکن اُس میں یہ نہیں ہے کہ یہ خیبر کے کس قلعہ کا واقعہ ہے۔ اور نہ اُس میں دروازہ کے ڈھال بنانے کا ذکر ہے۔ ابن اسحاق نے ابی رافع مولی رسول اللہ صلعم سے دروازہ کو ڈھال بنانے کی روایت نقل کی ہے مگر اس میں بھی یہ نہیں ہے کہ یہ کس قلعہ کا واقعہ ہے۔

حضرت صفیہؓ قلعہ قموص ہی ابن ابی الحقیق کا قلعہ تھا۔ جب یہود اس قلعہ سے بھاگے اور قلعہ فتح ہوا تو اُس میں صفیہ بنت حی بن اخطب اور اُن کی دو چچازاد بہنیں بھی قید ہوئیں صفیہؓ کنانہ بن ابی الحقیق کی زوجہ تھیں۔ ابن اسحاق لکھتے ہیں کنانہ بن ربیع بن ابی الحقیق کی یہ کم سن تھیں۔ اور نئی دُلہن تھیں۔ تھوڑا ہی پہلے اِنکا بیاہ ہوا تھا۔ یہ پہلے دحیہ بن خلیفہ کلبی کے حصہ میں آئی تھیں لیکن ان کے حسن کا شہرہ ہوا۔ اور لوگوں نے رسول اللہؐ سے کہنا شروع کیا کہ وہ معزز سردار کی لڑکی ہے اور ایسی پاکیزہ صورت ہے دحیہ کلبی کے پاس نہیں رہنا چاہیئے اُس کو آپ اپنے پاس رکھیں اندیشہ ہوا کہ اُن کی وجہ سے صحابہ میں بدمزگی نہ پیدا ہو جائے۔ آپ نے اُن کو دحیہ کلبی سے خرید لیا۔ اور اُن کے بدلہ اُن کی بہنوں کو دحیہ کلبی کے سپرد کیا۔

حضرت صفیہؓ کا خواب صفیہؓ کے چہرہ پر نیلا داغ تھا۔ اُس کی وجہ انہوں نے یہ بتائی۔ کہ چند روز پہلے ہم نے ایک خواب دیکھا تھا کہ چاند میرے گود میں آگیا ہے۔ اپنے شوہر سے میں نے ذکر کیا تو اس نے طمانچہ مارا کہ تو بادشاہ مدینہ کی تمنا کرتی ہے حالانکہ مجھے آپ کا حال کچھ معلوم نہ تھا۔

رسول اللہ نے ان کو آزاد کیا اور عتق اُنکا مہر ٹھہرا فرمایا عتقہا صداقہا۔ مقام الصہبا میں رجوع کے وقت خلوت ہوئی اور تین روز حضور وہاں مقیم رہے۔ خلوت کے پہلے روز بغیر اطلاع حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے تلوار لیکر تمام رات پہرا دیا۔ صبح کے وقت رسول اللہ نے

دیکھا تو پوچھا کہ ایسا کیوں کیا۔ کہا کہ یا رسول اللہ ہمیں اندیشہ تھا کہ اس عورت کے باپ بھائی۔ شوہر اور تمام اقربا قتل ہوئے ہیں۔ خوف ہوا کہ کہیں کچھ شرارت نہ کرے۔ حضور مسکرائے اور اُن کو دعا دی۔

ولیمہ اور حجاب خلوت کے روز کچھ کھجور اور پنیر کا آپ نے ولیمہ کیا۔ صحابہ کو شبہ تھا کہ یہ اُم المومنین ہیں یا ملک یمین کی بنا پر تصرف ہے۔ طے ہوا کہ اگر حجاب ہو تو ام المومنین ہیں ورنہ ملک یمین۔ جب روانگی ہوئی تو اونٹ پر کپڑہ کھینچکر حجاب کیا گیا اس سے سب نے سمجھ لیا کہ ام المومنین ہیں واللہ اعلم

قلعۂ الزبیر اس کے بعد ابن قیم نے واقدی سے ایک اور قلعہ کا حال لکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہود قلعۂ الزبیر میں چلے گئے۔ یہ قلعہ پہاڑ کی چوٹی پر تھا۔ اور بہت محفوظ تھا تین دن تک حضور نے اُس کا محاصرہ کیا۔ اِس کے بعد ایک یہودی حضور کی خدمت میں آیا۔ اور کہا کہ اے ابوالقاسم آپ ایک مہینہ تک اس قلعہ پر لڑینگے تو کچھ نہ ہوگا۔ البتہ ایک صورت ہے جس سے آپ اُن کو مجبور کر سکتے ہیں۔ پانی کا چشمہ نیچے ہے جہاں سے وہ رات کے وقت پانی لیکر مطمئن ہو جاتے ہیں اگر آپ اس کو روک دیں تو وہ مجبور ہو جائینگے صبح کے وقت رسول اللہ نے چشمہ پر جا کر اُن کا پانی روک دیا وہ مجبور ہو کر نکلے اور وہاں پر سخت جنگ اُنھوں نے کی۔ تقریباً دس یہود اور کچھ مسلمان وہاں مارے گئے۔ اور قلعہ پر قبضہ ہو گیا۔

بقیہ قلعجات ایک طرف کے تمام قلعوں پر قبضہ ہو گیا۔ دوسرے طرف کے تین قلعے الکتیبہ الوطیح اور السلالم باقی رہ گئے۔ ہر طرف سے یہود یہیں جمع ہو گئے تھے۔ اور مقبوضہ قلعوں کے مال و اسباب کو بھی یہیں لاکر جمع کیا تھا۔ چودہ روز حضور نے ان کا محاصرہ کیا۔ جب وہ لڑنے کے لئے نہ نکلے تو حضور نے ارادہ کیا کہ منجنیق نصب کی جائے جب اُنکو یہ سنا اور ان کو اپنی موت کا یقین ہو گیا۔ تو ابن ابی الحقیق نے کہلا بھیجا کہ ہم کچھ گفتگو کرنا چاہتے

ہیں اگر اجازت ہو تو آؤں۔ وہ آئے اور مصالحت ہوئی۔ یہ بات قرار پائی کہ قلعہ میں جتنے مرد اور ان کے اہل و عیال ہیں سب کو چھوڑ دیا جائے وہ خیبر کی زمین سے مع اپنی ذریات کے نکل جائیں۔ مال زمین۔ سامان حرب۔ اور اسباب میں سے کوئی چیز نہ لیں سوائے بدن پر کے کپڑے کے۔ اور رسول اللہؐ نے کہہ دیا کہ اگر مال و اسباب میں سے کوئی چیز تم نے چھپائی تو پھر میرا ذمہ باقی نہیں رہے گا۔

تمام شرائط منظور ہو گئے لیکن جب حضورؐ نے اموال کو ملاحظہ کیا تو فرمایا کہ حی بن اخطب کا مسک کہاں ہے۔ حی بن اخطب بنی النضیر کا سردار تھا۔ وہ بھی یا گائے کے چمڑے کو سی کر تھیلہ بناتا تھا اور اُسی میں دراہم و دنانیر زیورات اور سونا چاندی وغیرہ نقدیات رکھتا تھا۔ اِس مسک میں بہت مالیت کا خزانہ تھا جس وقت بنی النضیر مدینہ سے نکالے گئے تو یہ اس مسک کو اپنے ساتھ خیبر لے آیا۔ اُسی مسک کے متعلق حضور نے دریافت کیا۔ تو اُنہے کہا کہ وہ نفقات اور حروب میں صرف ہو گیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ قصہ زیادہ روز کا نہیں ہے اور مال بہت تھا۔

آخر حضورؐ نے حضرت زبیرؓ کے سپرد کیا کہ اُن کو سزا دو تاکہ اقرار کریں۔ اس کے بعد کنانہ کے چچازاد بھائی نے اقرار کیا۔ اور معلوم ہوا کہ ایک ویرانہ میں رکھا ہے۔ تلاش کیا گیا تو مل گیا خلاف معاہدہ مال چھپانے کی وجہ سے ابی الحقیق کے دونوں لڑکوں کے قتل کا حضور نے حکم دیا۔ جس میں ایک صفیہؓ کا شوہر تھا۔ لیکن اُن کے سوا اور کسی کو صلح کے بعد قتل نہیں کیا گیا۔

مخابرہ شرط کے موافق حضور نے چاہا کہ یہودیوں کو خیبر سے نکالدیا جائے۔ مگر یہودیوں نے کہا کہ اجازت دیجئے کہ ہم یہیں رہیں۔ اور اس زمین کی اصلاح اور خدمت کریں کیونکہ اس سے ہم لوگ خوب واقف ہیں رسول اللہ نے بھی دیکھا کہ صحابہ کو اتنی مہلت نہیں ہے کہ زمین خود آباد کر سکیں۔ غلام ہم لوگوں کے پاس اتنے ہیں نہیں کہ ان کے ذریعے آباد کی جائے۔ اِس لیئے رسول اللہؐ نے ان کو اس شرط پر زمین دی کہ وہ زراعت

کریں اور درختوں کی خدمت کریں۔ اور زراعت یا نخل سے جو پیدا ہو گا اُس میں نصف اُن کا حصّہ ہو گا۔ چونکہ اِس طرح کا معاملہ پہلے پہلے خیبر میں ہوا اِس لئے ایسے معاملہ کا نام ہی مخابرہ ہو گیا۔

فدک

اہل فدک کو جب خیبر کا حال اور زمین کا معاملہ معلوم ہوا۔ تو انہوں نے کہلا بھیجا کہ اسی طرح کا معاملہ ہم سے بھی صلح کر لی جائے حضور نے منظور کر لیا اور اُن سے بھی صلح ہو گئی۔ اور محیصہ بن مسعود[1] کے ذریعہ فدک کی گفتگو طے پائی۔ لیکن وہاں چونکہ کوئی فوج نہیں گئی اس لیئے وہ خاص رسول اللہ کی ملک ہوئی اور خیبر تمام مسلمانوں کی۔

خیبر کے اراضی کی تقسیم

خیبر کے غنیمت میں سب سے بڑی چیز زمین تھی اس کی تقسیم حضور نے اِس طرح کی۔ ابوداؤد میں بشر بن یسار سے مروی ہے کہ اسکو چھتیس[۳۶] سہام پر تقسیم کیا۔ اور ایک ایک سہام میں سو سو حصّہ مقرر کیا پھر اس میں سے نصف یعنی اٹھارہ[۱۸] سہام کو علیحدہ کر دیا۔ یعنی تقسیم نہیں کیا بلکہ محفوظ رہا کہ وہ وفود اور نوائب یا دوسرے ملکی اور قومی ضروریات پر خرچ کیا جائے۔ باقی اٹھارہ[۱۸] سہام کو تقسیم کیا۔ ابن شہاب کہتے ہیں کہ صرف اصحاب حدیبیہ پر تقسیم کیا۔ اور اُن میں سے جو حاضر یا غائب تھے سب کو دیا۔ اصحاب سیر تصریح کرتے ہیں کہ اصحاب حدیبیہ میں سے صرف جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ خیبر نہ آئے تھے لیکن اُن کو حصّہ دیا گیا۔

جو نصف علیحدہ کیا گیا اور تقسیم نہ کیا گیا اُس میں الکُتیبہ۔ الوطیح۔ السُّلالم اور اُس کی ملحقہ

---

[1] حویصہ اور محیصہ یہ دو بھائی تھے دونوں مسلمان ہو گئے مگر محیصہ پہلے مسلمان ہوئے اور حویصہ پیچھے اور عمر میں حویصہ بڑے تھے اور محیصہ چھوٹے۔ محیصہ نے فدک کا معاملہ طے کیا تھا اور اسی لیئے حضور نے تیس[۳۰] وسق تمر اور تیس[۳۰] وسق شعیر خیبر کے پیداوار سے انکا نفقہ بھی مقرر کر دیا تھا۔ ان بھائیوں کا ایک قصّہ مشہور ہے کہ محیصہ نے رسول اللہ کے حکم سے ایک یہود کو قتل کر دیا تھا حویصہ اُس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے انہوں نے اُن کو مارا کہ تو نے اس کو کیوں قتل کر دیا۔ اُنہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ کے حکم سے قتل کیا ہے اگر وہ حکم دیتے تو ہم تم کو بھی قتل کر دیتے۔ حویصہ پیچھے مسلمان ہو گئے۔ صحیحین میں ان کا ذکر عبداللہ بن سہل کے قتل میں آتا ہے ۱۲

زمین تھی۔ اور جو حصّہ تقسیم ہوا اُس میں الشق اور النطاۃ۔ اور اس کی ملحقہ زمین تھی۔

اب اِس کی تفصیل کہ جو اٹھارہ سہام تقسیم ہوئے ان کی تقسیم کیونکر ہوئی اِس میں روایتیں مختلف ہیں۔ اور صحیح یہ ہے کہ چودہ سو آدمی تھے چودہ سہام اُن کے ہوئے کیونکہ ایک سہم سو حصّہ کا تھا۔ اور دو سو گھوڑے تھے ہر گھوڑے کو دو حصّہ ملا اِس لیئے چار سہام گھوڑے کے ہوئے اِس طرح اٹھارہ پورا ہوا۔

لیکن مجمع بن حارثہ کی روایت تین امور میں اس سے خلاف ہے۔ اوّل یہ کہ اُسمیں گھوڑے کا ایک حصّہ ہے دو نہیں۔ دوم اُس میں ہے کہ آدمی پندرہ سو تھے۔ سوم اُس میں ہے کہ گھوڑے تین سو تھے اِس حساب سے پندرہ سہام پندرہ سو آدمیوں کا۔ اور تین سہام تین سو گھوڑے کا اٹھارہ پورا ہو جاتا ہے۔

امام نووی لکھتے ہیں کہ گھوڑے کے حصّہ میں اختلاف ہے جمہور کہتے ہیں کہ گھوڑے کا دو حصّہ ہوتا ہے اِس لیئے پیدل کا ایک حصّہ اور سوار کا تین حصّہ ہو جاتا ہے۔ ایک سوار کا اور دو گھوڑے کا یہی قول ہے۔ ابن عباس۔ مجاہد حسن۔ ابن سرین۔ عمر بن عبدالعزیز۔ امام مالک۔ امام اوزاعی۔ سفیان ثوری۔ لیث۔ امام ابو یوسف۔ امام محمد۔ امام احمد۔ اسحٰق ابو عبید ابن جریر اور دوسرے لوگوں کا۔ لیکن امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ سوار کا دو حصّہ ہوتا ہے ایک اُس کا اور ایک گھوڑے کا اور اسی طرح حضرت علیؓ اور ابو موسےٰ اشعریؓ سے بھی مروی ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کا استدلال مجمع بن حارثہ کی روایت سے ہے۔ لیکن ابن قیم کہتے ہیں کہ امام شافعی نے کہا ہے کہ مجمع بن حارثہ کا حال معلوم نہیں۔ دوسرا استدلال یہ ہے کہ عبداللہ العمری نافع سے اور وہ ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ فارس کا دو سہم ہے اور راجل کا ایک سہم لیکن عبید اللہ بن عمر نافع سے اور وہ ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ فرس کا دو سہم ہے اور فارس کا ایک سہم۔ اور صحیحین کی روایت میں تصریح ہے کہ فارس کے تین سہام ہیں دو فرس کا اور ایک فارس کا۔ اور عبید اللہ حفظ و ضبط میں اپنے بھائی سے بڑھے ہوئے

ہیں۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ غالباً نافع نے فرس کہا اس کو عبداللہ نے فارس سمجھا۔ اسکے علاوہ واقدی کی بعض روایتوں میں فارس کا دو سہام مذکور ہے مگر صحاح کے مقابلہ میں واقدی کی روایتوں سے استدلال کیونکر صحیح ہو سکتا ہے

مجمع بن حارثہ کی روایت میں تین سو گھوڑے ہیں مگر جابر بن عبداللہ۔ ابن عباس صالح بن کیسان۔ بشر بن یسار۔ اور تمام اہل مغازی کہتے ہیں کہ دو سو گھوڑے تھے۔

اب اگر دو سو گھوڑے کے چار سہام نکال دیئے جائیں تو چودہ سہام بچتے ہیں لہٰذا چودہ سو آدمی ہونے چاہئیں۔ اور حدیبیہ کی بھی راجح تعداد یہی ہے۔ لیکن اگر پندرہ سو بھی ہوں تو ممکن ہے کہ موالی و غلام ایک سو ہوں جن کو زمین میں حصّہ نہ دیا گیا ہو العرض حصّہ پانیوالوں کی تعداد چودہ سو تھی۔

البتہ ایک مشکل یہ ہے کہ فتح خیبر کے وقت اصحاب سفینہ[۱] آئے یعنی حضرت جعفر اور ابو موسیٰ اشعری اور ان دونوں کے ساتھی جن کی تعداد ایک سو سے زیادہ تھی۔ بخاری میں ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ حضور نے ہم لوگوں کو حصّہ[۲] دیا۔ اس لیے تقسیم مذکورہ بالا منطبق نہیں ہوتی۔ لیکن غالباً ان حضرات کو صرف منقولات میں حصّہ دیا گیا ہو غیر منقولہ اراضی میں نہیں کیونکہ وہ صرف اصحاب بیعۃ الرضوان کا انعام تھا۔

حضور جب خیبر کے لیئے روانہ ہو چکے تو مدینہ میں حضرت ابو ہریرہ پہلے پہلے آئے اور

---

[۱] یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ خیبر میں کچھ عورتیں بھی ساتھ آئی تھیں امیمہ بنت الصلت غفاریہ اور دوسری بنی غفار کی عورتیں۔ اور یہ سب مجروحین کی خدمت بھی کرتی تھیں اُن کو نہ منقولات میں حصّہ ملا نہ غیر منقولات میں لیکن حق خدمت یا اعانت کے طور پر اُن کو کچھ حضور نے عنایت فرمایا تھا اُسی کو اُن میں کی بعض عورتیں بیان کرتی ہیں کہ خیبر میں ہمیں غنیمت میں حصّہ ملا تھا ورنہ غنیمت میں عورتوں کو کسی غزدہ میں حضور نے حصّہ نہیں دیا واللہ اعلم ۱۲ منہ

[۲] یہ حصّہ غیر منقولہ اراضی میں تو یقیناً نہ تھا اور غالب قرینہ ہے کہ منقولات میں بھی باقاعدہ حصّہ نہ تھا بلکہ یا تو منقولات کے خمس سے دیا گیا تھا یا قبل تقسیم غنیمت کے اعانت کے طور پر دیا گیا تھا واللہ اعلم ۱۲ منہ

سباع بن عرفطہؓ کے پیچھے نماز پڑھی اور پھر خیبر آئے لیکن فتح کے بعد پہنچے۔ ابان کو ایک سریہ میں حضورؐ نے بھیجا تھا وہ وہاں سے خیبر آئے اور فتح کے بعد پہنچے اُن دونوں نے غنیمت میں حصّہ کی خواہش بھی ظاہر کی مگر حضورؐ نے ان لوگوں کو حصّہ نہ دیا۔

علامہ عینی کہتے ہیں کہ حضور نے خیبر کی کل زمین تقسیم نہ کی بلکہ بعض حصّہ تقسیم کیا بعض نہیں۔ صرف الشق اور النطاۃ کو تقسیم کیا اور باقی کو نہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ارض مفتوحہ میں امام کو اختیار ہے جو مصلحت دیکھے کرے۔ ابو عبیدؒ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ اور خلفاء راشدین کے آثار کو دیکھنے سے ارض مفتوحہ کا حکم یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس جگہ اور جس قبیلہ کے لوگ مسلمان ہوگئے ہوں اُن کی زمین اُن کی ملکیت میں رہتی ہے اور عشر کے سوا اور اُن پر کچھ لازم نہیں ہوتا۔ اور جو زمین صلح کے ذریعہ فتح ہوئی ہو اس میں صلح کے شرائط کے موافق عمل ہوتا ہے۔ جو خراج صلح میں مقرر ہو جائے اُس سے زیادہ اُن پر لازم نہیں آتا ہے لیکن جو زمیں قہر اور غلبہ کی وجہ سے فتح ہوئی ہو اُس میں علماء کا اختلاف ہے۔

ابن المنذرؒ کہتے ہیں کہ امام شافعیؒ اور ابو ثور کا مسلک یہ ہے کہ ایسی زمین جو قہر اور غلبہ سے فتح ہوئی ہو اس کا حکم مثل غنیمۃ کے ہے یعنی ایک خمس لیکر باقی چار خمس کو فاتحین پر تقسیم کر دیا جائے گا۔ لیکن امام ابو حنیفہ صاحبین اور ثوری وغیرہ کہتے ہیں کہ ایسی زمین میں امام کو اختیار ہے کہ تقسیم کرے یا نہ کرے یا کچھ کرے کچھ نہ کرے۔ رسول اللہؐ نے خیبر کا نصف حصّہ تقسیم کیا نصف نہیں۔ بنی قریظہ کی کل زمین تقسیم کر دی سوائے خمس کے مکہ کو بالکل تقسیم نہ کیا۔ حالانکہ یہ سب قہراً فتح ہوئے۔ فتح مکہ کے متعلق اختلافات کو انشاء اللہ فتح مکہ میں ذکر کرونگا۔

شافعیہ خیبر کے تقسیم کی تاویل کرتے ہیں کہ جو نصف قہراً فتح ہوا اُس کو تقسیم کیا اور جو نصف صلح سے فتح ہوا وہ تقسیم نہیں ہوا مگر تمام روایات اور سیر میں تصریح ہے کہ وہاں سخت جنگ ہوئی اور جنگ سے مجبور ہو کر یہود اپنے ہر قسم کے ملک اور اختیار سے دست بردار ہوئے۔ صلح میں زمین مکانات اور اموال پر اُن کو کسی طرح کا کوئی حق نہیں دیا گیا۔ شرط یہ تھی کہ

صرف بدن کا کپڑہ یا بعض روایت میں ہے کہ سواری پر جو چیز لے سکیں لیکر علاقہ خیبر سے نکلجائیں اگر صلح ہوتی تو یہ شرط کیونکر ہوتی۔

ابن شہاب سے امام مالک صاحب نے یہ روایت کیا ہے کہ خیبر کا بعض حصّہ قہراً فتح ہوا یا اُنہیں نے ابن شہاب سے روایت کیا ہے کہ خیبر کا بعض حصّہ قہراً فتح ہوا اور بعض صلحاً اور الکتیبہ کا اکثر حصّہ قہراً فتح ہوا امام مالک سے پُوچھا گیا کہ الکتیبہ کیا ہے۔ کہا خیبر کی ایک زمین ہے جس میں چالیس[1] ہزار نخل تھے۔ اِس صلح کی تشریح خود ابن شہاب سے ابو داؤد میں مروی ہے۔ ابن شہاب کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ خیبر قہراً فتح ہوا قتال کے بعد اور اہل خیبر جو اپنی جگہ سے نکلے اور مُلک چھوڑ دینے پر راضی ہوئے وہ قتال کے بعد نکلے تھے لیکن بعد اس کے اہل خیبر سے بٹائی کا معاملہ ہوا۔ اور زمین پھر انہیں کو کاشت کے لیئے دی گئی اور مکانات بھی رہنے کے لیئے دیئے گئے مگر اس کو مصالحت سے کوئی تعلق نہ تھا۔ وہ محض اجیر تھے زمین یا مکان کی ملکیت میں اُن کو کوئی دخل یا دعویٰ نہ تھا۔ بلکہ حضور نے شرط کرلی تھی کہ جب تک ہم چاہینگے اس معاملہ کو قائم رکھینگے اور جب چاہینگے زمین واپس لے لینگے۔ چنانچہ اِسی شرط کی بنا پر حضرت عمر بن الخطاب نے اپنے زمانہ میں ان سے زمین واپس لے لی اور اُن کو ملک بدر کر دیا۔

مراجعت اہل حبشہ

اسی غزوہ میں حضرت جعفر ابن ابی طالب اپنے ساتھیوں کے ساتھ اور ابو موسےٰ اشعری یعنی عبد اللہ بن قیس اشعریین کے ساتھ کشتی کے ذریعہ حبشہ سے خیبر آئے۔ بخاری میں ابو موسےٰ اشعری سے روایت ہے کہ ہم کو جب رسول اللہ کے ہجرت کی خبر ملی تو ہم اور ہمارے دو بھائی جو ہم سے بڑے تھے۔

---

[1] ابن اثیر نے اسد الغابہ میں بحیرا کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ حضرت جعفر کے ساتھ چالیس آدمی حبشہ سے آئے تھے جس میں بتیس حبشہ کے تھے اور آٹھ شام کے بحیرا۔ ابرہہ۔ اشرف۔ تمام۔ ادریس۔ ایمن۔ نافع۔ تمیم اِس میں حضرت ابو موسیٰ کے ساتھی اور قریش مرد و عورتیں داخل نہیں ہیں واللہ اعلم ۱۲ منہ

ابو رُہم اور ابو بردہ باون یا ترپن آدمی کے ساتھ کشتی پر یمن سے روانہ ہوئے۔ مگر میری کشتی حبشہ چلی گئی اور وہاں حضرت جعفر ابن ابی طالب مل گئے اُنہوں نے رُوک لیا یہاں تک کہ ہم سب ملکر آئے اور خیبر اس وقت پہنچے جب فتح ہوچکا تھا لیکن باوجود اسکے رسول اللہ نے ہم لوگوں کو غنیمت میں حصّہ دیا۔ مگر اور کسی شخص کو جو فتح سے غائب رہا ہو حصّہ نہیں دیا۔

جب اصحاب سفینہ آئے تو رسول اللہ حضرت جعفر بن ابی طالب سے ملے۔ اور اُن کے آنکھوں کے درمیان پیشانی پر بوسہ دیا۔ پھر فرمایا کہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہم کو زیادہ خوشی فتح خیبر کی ہے یا جعفر کے آنے کی۔ رسول اللہ نے ان لوگوں کو اصحاب ہجرتین کہا ہے یعنی ان لوگوں کو دُو ہجرت کا ثواب ہے۔

موسےٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ بنی فزارہ خیبر میں آئے تھے کہ رسول اللہ کی مدد کریں مگر حضور نے انکار کیا۔ اور واقدی روایت کرتے ہیں کہ عیینہ بن حصن فزاری فتح خیبر کے بعد حضور کے پاس آیا اور رسول اللہ سے کہا کہ میرے حلیفوں سے جو کچھ آپ کو ملا ہے اس میں ہمیں[۱] حصّہ دیجئے کیونکہ وہ میرے حلیف تھے باوجود اس کے ہم نے اُن کی مدد نہ کی۔ حضور نے فرمایا کہ تم جھوٹے ہو۔ تم لوگ تو اُن کی مدد کو چل چکے تھے مگر خدا نے تم کو رُوک دیا[۱]۔ اب تمہارے لیئے ذوالرقیبہ ہے۔ پوچھا ذوالرقیبہ کیا۔ فرمایا کہ خیبر کا پہاڑ ہے جو تم نے خواب میں دیکھا ہے عیینہ لوٹ کر گھر گیا تو اُس کے پاس حارث بن عوف آیا اور کہا کہ محمد یقیناً مشرق و مغرب میں غالب ہوں گے۔ ہم نے یہود سے سنا ہے اور ہم اِس بات کے شاہد ہیں کہ خود ابورافع سلام بن ابی الحُقیق نے کہا تھا کہ ہم کو محمدؐ سے

---

[۱] بنی فزارہ کو جب رسول اللہ کے خیبر پر حملہ کا حال معلوم ہوا تو یہ لوگ اہل خیبر کی امداد کو چلے مگر انلوگوں نے ایک آواز سنی جس سے اُن کو معلوم ہوا کہ خود میرے منازل پر کسی نے حملہ کر دیا ہے اِس لیئے یہ لوگ واپس ہو گئے یہ اُسی طرف اشارہ ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

اِس بات کی حسد ہے کہ نبوت بنی ہارون سے نکل گئی ورنہ بلا شبہ وہ نبی مرسل ہیں۔ اور یہود میری اِس معاملہ میں سنتے نہیں۔ ہم کو اس بارہ میں دو قربانیاں سخت دینی ہونگی ایک یثرب میں اور دوسری خیبر میں۔ حارث نے کہا کہ اس پر میں نے سلام سے پوچھا کہ کیا وہ تمام زمین پر غالب ہو جائیں گے۔ اُس نے کہا کہ "ہاں"

زہر دینے کا واقعہ

جب اطمینان ہوا تو سلام بن مشکم کی عورت زینب بنت الحارث نے ایک بکری پکا کر حضور کو ہدیہ دیا۔ اور اس میں زہر ملا دیا تھا۔ حضور نے اس میں سے گوشت منہ میں لیا مگر معلوم ہو گیا اور بعض روایت میں ہے کہ گوشت نے کہدیا کہ زہر ملا ہوا ہے آپ نے تھوک دیا۔ لیکن بشر[1] بن برار بن المعرور نے باوجود تلخی محسوس کرنے کے ادب سے حضور کے سامنے تھوکنا پسند نہ کیا اور کھا گئے۔ اور اُسی سے اُن کا انتقال ہو گیا۔ حضور نے اُس عورت کو اور یہودیوں کو بلا کر پوچھا تو انہوں نے اقرار کیا کہ ہم نے زہر اس لیئے دیا تھا کہ اگر آپ سچّے ہیں اور نبی مرسل ہیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ اور اگر جھوٹے ہیں تو ہم نجات پائیں گے۔

امام زہری کہتے ہیں کہ وہ عورت مسلمان ہو گئی اور حضور نے اس کو چھوڑ دیا لیکن ابو سلمہ کہتے ہیں کہ بشر بن برار کا انتقال ہوا تو آپ نے اُس عورت کو بلایا اور قتل کا حکم دیا یہ دونوں روایتیں مرسل ہیں لیکن ایک روایت متصل حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ پہلے حضور نے چھوڑ دیا لیکن بشر کے انتقال کے بعد اُس کے قتل کرنے کا حکم دیا واللہ اعلم اُس کے تین برس بعد جب حضور کا انتقال ہوا تو حضور فرماتے تھے کہ خیبر کے زہر کا اثر ہم پر غالب ہے اِسی لیئے امام زہری فرماتے ہیں کہ حضور شہید فوت ہوئے۔

حجاج[2] بن علاط

موسےٰ ابن عقبہ اور ابن اسحاق وغیرہ لکھتے ہیں کہ ایک شخص حجاج بن علاط السلمی مسلمان ہوئے تھے۔ اور فتح خیبر میں موجود تھے

[1] بشر بکسر با و شین معجمہ ۱۲ منہ

[2] ابن حجر اصابہ میں لکھتے ہیں حجاج بن علاط بکسر مہملہ و تخفیف لام بن خالد بن ثویرہ بالمثلثہ مصغر

(باقی صفحہ ۲۰۳)

یہ دولتمند شخص تھے اور ارض بنی سلیم کے معادن کے مالک تھے۔ اُن کی عورت ام شیبہ بنی عبد الدار کی ایک عورت تھی اور مکہ میں رہتی تھی۔ اُنہوں نے رسول اللہ سے کہا کہ میرا سونا اور مال میری عورت کے پاس مکہ میں ہے۔ اگر اُس کو میرے اسلام کا حال معلوم ہو گیا تو ہمیں کچھ نہ ملے گا۔ آپ اجازت دیں تو فتح خیبر کی خبر سے پہلے ہم پہنچکر جو مناسب ہو اس سے کہکر اپنا مال لے آویں۔ رسول اللہ نے اجازت دی یہ تیزی کے ساتھ مکہ پہنچے۔ اور اپنی عورت سے کہا کہ کسی پر ابھی ظاہر نہ کرو۔ میرا مال جو تمہارے پاس ہے جلد لاؤ۔ خیبر میں محمدؐ اور اُن کے اصحاب کو شکست ہوئی ہے محمدؐ قید ہو گئے۔ اُن کے اصحاب منتشر ہو گئے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اُن کے غنائم کو خرید لیں۔ اہل خیبر محمدؐ کو مکہ بھیجدینگے تاکہ یہ لوگ اپنے مقتولیں کے بدلہ اُن کو قتل کریں۔ یہ خبر جلد مکہ میں پھیل گئی۔ کفار بڑے مسرور ہوئے۔ اور جب مسلمانوں کو یہ خبر ملی تو سناٹا چھا گیا۔ حضرت عباس نے سنا تو اُن کا غم سے بُرا حال ہو گیا۔ اُنہوں نے اپنے غلام کو حجاج کے پاس بھیجا کہ صحیح خبر لائے کیا قصہ ہے۔ حجاج نے غلام سے کہا کہ ابو الفضل سے میرا سلام کہو۔ اور ہم آتے ہیں وہ ہم سے تنہائی میں گفتگو کرنے کا انتظام کریں خبر سُنکر وہ خوش ہونگے۔ غلام نے آکر حضرت عباس کو بشارت دی حضرت عباس بیمار تھے مگر خوشی میں سب بھول گئے۔ اٹھے اور غلام کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ پھر حجاج نے تنہائی میں ملکر اُن سے سب حال بیان کیا لیکن وعدہ لیا کہ تین دن تک کسی پر ظاہر نہ کرو۔ ہم یہاں سے چلے جائیں تو پھر جس طرح دل چاہے ظاہر کیجیو۔ ہم نے جو کچھ کہا ہے رسول اللہ سے اجازت لیکر کہا ہے۔

تین روز کے بعد جب حجاج جا چکے تو یہ اُس عورت کے پاس۔ اور پھر قریش کے پاس گئے قریش اپنی خوشی میں تھے۔ اور ان لوگوں کو معلوم تھا کہ عباس کو بڑا صدمہ ہے

بقیہ صفحہ ۲۰۲

بن ہلال ان کی کنیت ابو کلاب تھی اور کہا جاتا ہے کہ ان کی کنیت ابو محمد اور ابو عبد اللہ تھی ابن حجر اور ابن اثیر دونوں نے ان کے مسلمان ہونے کا قصہ اور اجنّا کی آواز کا سننا تفصیل سے بیان کیا ہے ۱۲ منہ

ان کو دیکھکر سبھوں نے کہا کہ عباس کیا حال ہے خدا تم کو خوش رکھے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں حال بہت اچھا ہے اور خبر بہت خوشی کی ہے۔ محمدؐ نے خیبر فتح کیا۔ اور صفیہ سے عقد کیا۔ وہاں کے اموال غنیمت کو تقسیم کیا۔ سب نے تعجب سے پوچھا کہ یہ خبر تم کو کس سے معلوم ہوئی انہوں نے کہا کہ اسی حجاج سے جس سے تم نے پہلی خبر سنی تھی۔ وہ اپنا مال لینے آیا تھا اور مجھ سے وعدہ لیا کہ تین روز اس خبر کو ظاہر نہ کرنا۔ سارے کفار متحیر رہ گئے۔ اسکے بعد مسلمان حضرت عباس کے پاس جمع ہوئے اور جب انہوں نے یہ خبر سنائی تو سب کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا۔

احکام فقہیہ

غزوہ خیبر سے بہت سے احکام فقہیہ پر استدلال کیا گیا ہے ہم اُن میں سے بعض کو ذکر کرتے ہیں۔

مخابرہ اِس غزوہ میں زمین بہت فتح ہوئی اور وہ سب اہل خیبر کو بٹائی پر دیگئی۔ یہ کسی روایت سے نہیں معلوم ہوتا کہ حضور نے بیج دینے کا وعدہ کیا ہو یا دیا ہو۔ بظاہر بیج اور عمل اہل خیبر کا تھا اور زمین مسلمانوں کی اِس سے معلوم ہوا کہ رب الارض کو بیج دینا لازم نہیں ہے۔

ممنوعات خیبر ابن اسحاق مکحول سے روایت کرتے ہیں کہ چار چیزیں خیبر میں منع کی گئیں نمبر۱۔ سبایا میں اگر حاملہ عورتیں ہوں تو اُن سے صحبت کرنے کو منع کیا گیا نمبر۲۔ اہلی گدھے کا گوشت منع کیا گیا نمبر۳۔ درندوں کے گوشت سے منع کیا گیا نمبر۴۔ غنیمت کا مال جب تک تقسیم نہ ہو جائے اُس کے بیچنے سے منع کیا گیا

حقوق بخاری میں روایت ہے کہ حضرت جبیر بن مطعم اور عثمان بن عفان آئے کہ یا رسول اللہ آپ نے بنی المطلب کو خمس میں سے دیا اور ہم لوگوں کو نہیں حالانکہ ہمارا اور اُن کا ایک مرتبہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بنی ہاشم اور بنی المطلب شیٔ واحد ہیں۔ کفر میں بھی اور اسلام میں بھی۔ اور آپ نے بنی عبد الشمس اور بنی نوفل کو کچھ نہ دیا۔

قتال شہر حرام

یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اِس غزوہ کے لیئے آپ محرم میں نکلے یعنی ابتدا رشتہ میں تو معلوم ہوا کہ شہر حرام میں قتال ممنوع نہیں ہے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اگر کفّار کی طرف سے ابتدا ہو تو مسلمانوں کو بھی قتال جائز ہو جاتا ہے۔ اختلاف یہ ہے کہ مسلمان کو ان مہینوں میں ابتدا کرنی جائز ہے یا نہیں۔ آئمہ اربعہ کہتے ہیں کہ جائز ہے اور یہ حکم منسوخ ہے لیکن عطا وغیرہ کہتے ہیں کہ منسوخ نہیں ہے منع ہے اور عطار قسم کھاتے تھے کہ شہر حرام میں قتال حرام ہے اور تحریم منسوخ نہیں ہوئی ہے لیکن جمہور کا استدلال غزوۂ خیبر سے درست نہیں ہے اِس لیئے کہ اگرچہ حضور نکلے آخر محرم میں مگر غزوہ ہوا صفر میں۔ البتہ محاصرہ طایف سے استدلال[1] صحیح ہے اس لیئے کہ طایف کا محاصرہ بیس[2] روز سے زیادہ ہوا۔ اور آخری ایام ذیقعدہ کے تھے واللہ اعلم

تحریم لحوم الحمر الاہلیہ

بسند جید ثابت ہے کہ حضور نے خیبر میں اہلی گدھے کے گوشت کو منع فرمایا اور فرمایا کہ وہ نجس ہے۔ صحابہ میں سے بعض نے کہا کہ منع اِس لیئے ہوا کہ سواری کا جانور ہے بعض نے کہا کہ اطراف کی پلیدی کھاتا ہے مگر رسول اللہ نے فرمایا کہ نجس ہے۔

طہارت

رسول اللہ نے فرمایا کہ گوشت پھینک دو اور برتن توڑ دو مگر ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ گوشت پھینک دیا جائے اور برتن دھو دیا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا دھو دو۔ پہلا حکم عمل کے قبل منسوخ ہو گیا۔ اور معلوم ہوا کہ برتن کی نجاست دھونے سے زائل ہو جاتی ہے۔

متعہ کا حکم

صحیحین میں حضرت علی سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے نکاح متعہ کو خیبر میں منع فرمایا۔ اور اہلی گدھوں کے گوشت کو۔ اس سے قبل نکاح متعہ جائز تھا نکاح متعہ یہ ہے کہ مدت معینہ کے لیئے مہر معینہ پر نکاح کیا جائے۔

اِس میں شبہ نہیں کہ ابتدار اسلام میں نکاح متعہ کی رخصت تھی بشرطیکہ ضرورت شدید

---

[1] لیکن وہ بھی استدلال تام نہیں ہے جیسا کہ وہاں معلوم ہوگا ۱۲ منہ

ہو جیسے مردہ۔ اور سور کا گوشت کھانے کی جان بچانے کے لئے رخصت ہے۔ اسیطرح اضطرار کی حالت میں۔ اُس کی بھی رخصت تھی حضرت ابن ابی عمرۃ انصاری سے صحیح مسلم میں مروی ہے فرماتے ہیں کہ ابتدار اسلام میں اضطرار کی حالت میں متعہ کی رخصت تھی جیسے مردہ۔ دم۔ اور لحم خنزیر کی رخصت ہے لیکن بعد کو جب خداوند پاک نے دین کو مستحکم کر دیا تو اس سے بھی منع کر دیا۔ اور صحیحین میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ کے ساتھ غزوات میں ہوتے تھے۔ اور جوان تھے۔ ہمارے ساتھ عورتیں نہ تھیں۔ ایک دفعہ ہم لوگوں نے رسول اللہ سے کہا کہ اجازت ہو تو ہم لوگ خصی کرالیں۔ حضور نے منع فرمایا اور رخصت دیا کہ کپڑہ[۱] دیکر ایک مدت کے لئے نکاح کرلیں۔

مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہ اور سلمہ بن الاکوع سے بھی رخصت مروی ہے گو اُس میں یہ تشریح نہیں ہے کہ یہ رخصت کس حالت میں تھی مگر ظاہر ہے کہ وہ بھی ضرورت پر محمول ہوگی۔ مگر اس کے بعد یہ رخصت ممنوع ہوگئی اس پر تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے سوائے مبتدع روافض کے۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ وہ اضطرار کی حالت میں جواز کا فتویٰ دیتے تھے مگر پیچھے اُنھوں نے بھی رجوع کیا اور سب کی طرح حرام کہنے لگے۔

ہاں اس میں اختلاف ہے کہ کب حرام ہوا بعض کہتے ہیں کہ غزوۂ خیبر میں۔ بعض کہتے ہیں عمرۃ القضا میں بعض کہتے ہیں فتح مکہ میں۔ بعض کہتے ہیں غزوۂ اوطاس میں بعض کہتے ہیں حجۃ الوداع میں۔ اس میں عام اوطاس اور فتح مکہ تو ایک ہی زمانہ ہے۔ حجۃ الوداع اور عمرۃ القضا کا منع اسپر محمول ہو سکتا ہے کہ پہلے منع کی تاکید تھی اور اعلان منع جدید نہ تھا۔ اس لئے اصل اختلاف رہ جاتا ہے خیبر اور فتح مکہ کا فتح مکہ میں صرف تاکید اور اعلان نہ تھا بلکہ وہاں اجازت اور فعل تھا۔

صحیحین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ منع کیا رسول اللہ نے نکاح

[۱] یعنی مہر میں کپڑہ دیکر نکاح کرلیں ۱۲ منہ

متعہ سے خیبر میں اور اہلی گدھوں کے گوشت سے یہ روایت متعدد طریقوں سے اعلیٰ
سند کے ساتھ مروی ہے۔ اور اس میں شبہ کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ متعہ خیبر میں منع ہوا۔
مگر مشکل یہ ہے کہ صحیح طریقوں سے مسلم میں یہ روایت ہے کہ اس کے بعد فتح مکہ کے وقت
رسول اللہ نے مکہ میں متعہ کی اجازت دی۔ اور تین روز کے بعد منع فرمایا۔ لہٰذا شبہ ہوا کہ اگر
خیبر میں حرام ہوگیا تھا تو پھر یہ اجازت کیسی تھی
فتح خیبر ۷ھ کی ابتدا میں ہوا۔ اور فتح مکہ ۸ھ میں اور فتح مکہ کے بعد غزوۂ اوطاس
ہوا۔ سلمہ بن الاکوع سے مسلم میں بسند ثقات مروی ہے کہ رسول اللہ نے عام اوطاس
میں تین دن متعہ کی اجازت دی پھر منع فرمایا اور مسلم ہی میں ربیع بن سبرہ سے متعدد طریقہ
سے مروی ہے کہ اُن کے والد سبرہ ابن معبد الجہنی نے بیان کیا کہ رسول اللہ نے متعہ کی اجازت
دی تو ہم اور ہماری قوم کے ایک دوسرے شخص بنی عامر کی ایک عورت سے ملے۔ اور
ہم اپنے ساتھی سے جمال میں بہتر تھے۔ اور ہم دونوں کے پاس چادر تھی مگر میری چادر پھٹی
ہوئی تھی اور میرے ساتھی کی چادر نئی اور اچھی تھی اُس عورت سے کہا کہ کیا تو راضی ہے کہ
ہم میں سے کوئی ایک تجھ سے متعہ کرے۔ اُس نے کہا کہ کیا دوگے ہم لوگوں نے کہا کہ چادر پھر
ہم لوگوں نے چادر پھیلا دیا۔ اُس نے جب میرے ساتھی کے چادر کو دیکھا تو پسند کیا۔ اور پھر
ہم کو پسند کیا۔ کچھ دیر دونوں چادر اور ہم دونوں کو دیکھتی رہی پھر میری طرف اشارہ کر کے
کہا کہ یہ شخص اور اس کی چادر ہمارے لیئے کافی ہے۔ ہم اُس کے ساتھ تین دن رہے پھر
حضور نے منع کر دیا۔ اور فرمایا کہ کسی کے پاس ایسی عورت ہو تو اُس کو علیحدہ کر دے۔ اور جو
کچھ تم لوگوں نے ایسی عورت کو دیا ہو اُس سے واپس نہ لو۔
یہی سبرہ بن معبد روایت کرتے ہیں کہ عام الفتح میں جب ہم لوگ مکہ میں داخل ہوئے
تو رسول اللہ نے متعہ کا حکم دیا۔ اور پھر مکہ سے باہر آنے کے پہلے منع کر دیا۔
خیبر کا امتناع اور پھر فتح مکہ کے وقت اجازت اور امتناع۔ اس کے تطبیق دینے میں

علمار کی رائے مختلف ہے۔ مازری اور قاضی عیاض کہتے ہیں کہ متعہ خیبر میں حرام ہوا حضرت علی کی روایت ثقات اور مستند لوگوں سے مروی ہے۔ اور عمرۃ القضاۃ یا فتح مکہ یا اوطاس میں جو نہی وارد ہے وہ اُسی خیبر کے نہی کی تاکید ہے نہی جدید نہیں ہے۔ مگر امام نووی فرماتے ہیں کہ یہ قول اُن تمام روایات صحیحہ کے خلاف ہے جس میں فتح مکہ کے وقت اجازت دینا مذکور ہے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ بعض علمار کہتے ہیں کہ حضرت علی کی روایت میں حرمت متعہ کا وقت نہیں بتایا گیا بلکہ مطلق رکھا گیا ہے اور وقت صرف اہلی گدھوں کے حرمت کا بتایا گیا متعہ فتح مکہ کے وقت حرام ہوا۔ خیبر میں حرام نہیں ہوا تھا۔ ابن قیم بھی کہتے ہیں کہ یہی صحیح ہے اور اس پر اُنھوں نے بڑی بسیط تقریر کی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کی روایت صحیحین میں بھی ہے اور مسند امام احمد میں بھی ہے۔ صحیحین کے الفاظ سے یہ وہم ہوتا ہے کہ متعہ کی حرمت کا زمانہ خیبر ہے۔ مگر مسند کی روایت کے الفاظ صاف ہیں کہ گدھوں کا گوشت خیبر میں منع ہوا۔ اور متعہ کی حرمت کے وقت میں اطلاق ہے اُس کا زمانہ نہیں بتایا گیا۔ لہذا متعہ خیبر میں نہیں بلکہ پہلے پہلے فتح مکہ کے وقت حرام ہوا۔ مگر اس تاویل میں صحیحین کی روایت کو ترک کرنا یا اُس کے مفہوم صریح کو ترک کرنا پڑتا ہے۔

امام شافعی صاحب فرماتے ہیں کہ متعہ پہلے مباح تھا خیبر میں حرام ہوا پھر فتح مکہ کو وقت مباح ہو گیا۔ اور تین روز کے بعد پھر حرام ہو گیا۔ یعنی اباحت اور حرمت دونوں مکرر ہوئی امام نووی کہتے ہیں کہ یہی مختار اور صحیح ہے۔ مگر امام شافعی صاحب خود فرماتے ہیں کہ اسکی نظیر شریعت میں نہیں پائی جاتی۔ جو چیز عند الشرع علی الاطلاق مذموم ٹھہر گئی اور حرام ہونا اُس کا بیان کر دیا گیا وہ پھر کیونکر مباح ہو سکتی ہے یا اباحت کسی ضرورت کی وجہ سے ہو گی تو ایسی ضرورت کے وقت ہمیشہ اُس کی اباحت قائم رہنی چاہیئے لہذا وہ فعل علی الاطلاق حرام نہ ہو گا حالانکہ خود امام شافعی اور دوسرے تمام علمار یہی کہتے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد اب کسی ضرورت سے بھی متعہ مباح نہیں ہو سکتا۔

تمام شبہات اِس وجہ سے پیدا ہو رہے ہیں کہ خیبر کے امتناع کو حرمت شرعی پر محمول کیا جا رہا ہے حالانکہ حضرت علیؓ کی روایت میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس سے حرمت کا مفہوم متعین ہو حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے خیبر میں متعہ منع کیا لیکن کسی روایت سے پتہ نہیں ملتا کہ یہ امتناع حرمت کی وجہ سے تھا یا مصلحت کی وجہ سے۔ ابن ابی عمرہ کی روایت صریح ہے کہ ابتدائے اسلام میں جب رخصت تھی تو وہ بھی رخصت عام نہ تھی بلکہ اضطرار کی حالت میں رخصت تھی لہذا بلا اضطرار تو اس وقت بھی منع ہی تھا البتہ حضرت علیؓ نے حضرت ابن عباسؓ کے خلاف استدلالاً فرمایا کہ حضورؐ نے خیبر میں متعہ منع فرمایا۔ اس سے یہ بیشک معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ فتح مکہ کے قبل اس کو منع سمجھتے تھے مگر منع ہمیشہ حرمت ہی کے لئے نہیں ہوتا۔ حضرت ابن عباسؓ جواز کا فتویٰ دیتے تھے جیسا کہ حضرت عروہ بن زبیرؓ کی روایت سے جو صحیح مسلم میں ہے ثابت ہوتا ہے۔ حضرت علیؓ اس کو منع فرماتے تھے۔

لیکن فتح مکہ کے روز حضورؐ نے صاف طور سے متعہ کا حرام مؤبد ہونا بیان کر دیا چنانچہ مسلم میں وہی سبرہ بن معبدؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا یا ایھا الناس انی قد کنت اذنت لکم فی الاستمتاع من النساء وان اللہ قد حرم ذلک الی یوم القیٰمۃ اے لوگو میں نے تمہیں عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی تھی اور البتہ خدا نے اس کو قیامت تک کے لئے حرام کر دیا ہے۔

اس سے معلوم ہو گیا کہ اِس سے پہلے آپ کو خدا کی طرف سے کوئی حکم نہ ملا تھا۔ خیبر کا امتناع بحکم خداوندی نہ تھا بلکہ خود حضورؐ نے اس فعل کو مکروہ سمجھکر منع کیا تھا۔ اور ضرورت کے وقت خود اجازت دی تھی۔ فتح مکہ کے وقت جب خدا کا حکم آگیا تو آپ نے متعہ کا من جانب اللہ حرام ہونا بیان کر دیا۔ لہذا عمرۃ القضاۃ میں جو امتناع مروی ہے وہ پہلے قسم کے امتناع پر محمول ہوگا۔ اور حجۃ الوداع میں جو امتناع مروی ہے وہ حرمت کا اعلان اور تاکید ہے واللہ اعلم فتح مکہ میں اس مسئلہ کی مزید توضیح ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ

فدک و ادی القریٰ و تیمار

یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ فدک کا تصفیہ اُنہیں شرائط پر طے ہو گیا تھا جن شرائط پر خیبر کا معاملہ طے ہوا تھا۔ لیکن دوسری روایتیں ہیں کہ فدک کا معاملہ نصف اراضی پر تصفیہ ہوا تھا یعنی نصف زمین فدک کی اہل فدک کو ملی اور نصف رسول اللہؐ کو۔ اور یہی صحیح ہے حضرت عمرؓ نے جب یہودیوں کو حجاز سے جلا وطن کیا تو اہل خیبر کو اراضی کی کوئی قیمت نہیں دی گئی لیکن اہل فدک کو نصف زمین کی قیمت دی گئی تھی۔

جب خیبر سے فراغت ہوئی تو حضورؐ نے وادی القریٰ کا ارادہ کیا وہاں یہودیوں کی ایک جماعت تھی اور کچھ عرب بھی اُن کے شامل ہو گئے تھے۔ جب مسلمان وہاں پہنچے تو اطمینان کے قبل ہی اُن لوگوں نے تیر مارنا شروع کر دیا۔ اور رسول اللہؐ کے ایک غلام جن کا نام مدعمؓ تھا شہید ہو گئے۔ لوگوں نے کہا کہ مدعمؓ کو جنت مبارک ہو حضورؐ نے فرمایا کہ خدا کی قسم اُس پر آگ مشتعل ہے۔ اُس نے خیبر کے غنیمت میں سے کچھ پوشیدہ لے لیا تھا جو اُس کو حصّہ میں نہ ملی تھی۔ اس کے بعد حضورؐ نے صف قتال درست کی۔ اور لوا حضرت سعد بن عبادہؓ کو دیا۔ ایک رایۃ حضرت حبابؓ[1] بن المنذر کو۔ ایک رایۃ حضرت سہل بن حنیفؓ کو ایک رایۃ حضرت عبادؓ[2] بن بشر کو۔ صف درست کرنے کے بعد اہل وادی القریٰ کو اسلام کی دعوت دی اور کہا کہ اگر وہ اسلام قبول کریں تو اُن کے جان و مال سے کوئی تعرض نہ ہو گا۔ اور اُن کا معاملہ خدا کے ساتھ رہے گا۔ لیکن اُن میں سے ایک شخص مقابلہ کے لئے نکلا اُس کو حضرت زبیر بن العوامؓ نے قتل کیا دوسرا نکلا اس کو بھی اُنہوں نے قتل کیا تیسرا نکلا اس کو حضرت علیؓ نے قتل کیا۔ حتےٰ کہ اُس روز اُن کے گیارہ آدمی قتل کیے گئے۔ اور جب اُن کا کوئی شخص قتل

---

[1] حباب بن المنذر وہی ہیں بجائے مہلہ جنھوں نے بدر میں مناسب مقام متعین کیا تھا اور اُنہیں کی رائے پر عمل ہوا تھا ۱۲ منہ

[2] اَوسی ہیں ۱۲ منہ

ہوتا تھا تو اُس کے بعد رسول اللہ اُن کو اسلام کی دعوت دیتے تھے۔ نماز کا وقت آتا تو رسول اللہؐ مع اصحاب کے باجماعت نماز پڑھتے پھر اسلام کی دعوت دیتے اور خدا و رسولؐ کی طرف بلاتے مگر جنگ ہوتی رہی حتیٰ کہ شام ہوگئی۔ دوسرے روز آفتاب ایک نیزہ بھی بلند نہ ہوا تھا کہ مسلمانوں کی فتح ہوئی اور جو کچھ مال و اسباب اُن کے پاس تھا وہ اُنہوں نے چھوڑ دیا بہت مال اور کثیر اثاثہ غنیمت میں ملا حضورؐ نے سب وہیں تقسیم کر دیا۔ اور زمین و درخت یہودیوں کے ہاتھ میں رہنے دیا۔ اور حضورؐ نے اُن پر اپنا عامل مقرر کر دیا۔

اہل تیمار یہود تھے جب اُن کو خیبر۔ فدک۔ اور وادی القریٰ کے یہودیوں کا حال معلوم ہوا تو رسول اللہ سے صلح کر لی وہ اپنے اموال اور زمین پر بدستور قائم رہے۔ اور اُن سے کوئی تعرض نہ کیا گیا۔ یہ تمام یہود اپنے اپنے اُن شرائط کے ساتھ جو جن کے ساتھ طے پائی تھی اپنی اپنی جگہ قائم رہے رسول اللہؐ کے زمانہ میں بھی اور حضرت صدیقؓ اکبر کے زمانہ میں بھی لیکن حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ میں خیبر اور فدک کے یہود کو جزیرہ عرب سے نکال دیا۔ اور اہل تیمار و وادی القریٰ کو رہنے دیا۔ کیونکہ یہ دونوں مقام جزیرہ عرب میں داخل نہیں سمجھا گیا۔ اُن کے نزدیک وادی القریٰ سے مدینہ کی طرف سب حجاز کی زمین تھی۔ اور وادی القریٰ کے بعد شام کا علاقہ تھا واللہ اعلم۔

مراجعت وادی القریٰ میں حضور چار روز ٹھہرے۔ اُس کے بعد مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ لوٹتے وقت راستہ میں کسی مقام پر آخر شب میں منزل ہوئی۔ سب کو نیند آگئی حضرت بلالؓ ایک راحلہ سے ٹیک لگا کر بیٹھے اُن کو بھی نیند آگئی۔ رسول اللہ اور تمام صحابہ سو گئے۔ حتےٰ کہ جب آفتاب بلند ہوا تو اُس کی تمازت سے سب سے پہلے رسول اللہ بیدار ہوئے۔ صبح کا وقت جا چکا تھا آپ نے حضرت بلالؓ سے کہا کہ بلالؓ تم نے یہ کیا کیا۔ اُنہوں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ جو چیز آپ کے نفس پر غالب آئی وہی میرے نفس پر بھی غالب آگئی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اس وادی میں شیطان ہے جلد یہاں سے نکلو۔ سب لوگ روانہ ہوئے جب اس وادی سے باہر ہوئے

توسب لوگ ٹھہر گئے۔ وضو کیا۔ فجر کی سنت پڑھی۔ پھر حضرت بلالؓ کو آپ نے حکم دیا انہوں نے تکبیر کہی اور سب نے فجر کی نماز باجماعت ادا کی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ کوئی شخص تم میں سے نماز کے وقت سو جائے یا بھول جائے۔ تو جب یاد ہو اُسی طرح ادا کرے جس طرح وقت پر ادا کرتا ہے۔

بعض روایتوں میں ہے کہ یہ واقعہ حدیبیہ سے لوٹتے وقت پیش آیا۔ اور بعض میں ہے کہ تبوک سے لوٹتے وقت۔ موطا میں زید بن اسلمؓ سے مروی ہے کہ مکہ کے راستہ میں۔ شعبہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ حارس تھے۔ اور غندرؒ کہتے ہیں کہ حضرت بلالؓ واللہ اعلم

ردّ منایحِ الانصار

ابتدا اسلام میں جب مہاجرین مکہ چھوڑ کر مدینہ آئے تو اُن کے معاش کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ انصار نے اپنے درخت اُن کو دیئے کہ اُس کی خدمت کریں اور جو پیدا ہو وہ کھائیں۔ اِسی طرح رسول اللہؐ کو بھی انصار نے درخت دیئے تھے۔ جب بنی النضیر نکالے گئے اور اُن کی زمین خاص رسول اللہ کی ہو گئی کیونکہ صحابہ کو لڑنا نہ پڑا تھا۔ پھر جب بنی قریظہ قتل کیئے گئے تو اُن کی زمین کا خمس بھی حضورؐ کو ملا۔ اِس لیئے حضورؐ نے انصار کے درخت اُن کو واپس کر دیئے لیکن مہاجرین کے معاش کا ذریعہ ابھی وہی انصار کے درخت تھے۔ جب خدا نے خیبر میں فتح دی اور وہاں کا حصّہ صحابہ میں تقسیم ہوا تو مہاجرین کی حالت بدل گئی جب یہ لوگ مدینہ آئے تو سب نے انصار کے درخت اُن کو واپس کیئے ام سلیمؓ یعنی حضرت انسؓ کی ماں نے بھی رسول اللہ کو کچھ درخت دیئے تھے اور رسول اللہؐ نے وہ درخت ام ایمن کو دیدیئے تھے یعنی اسامہ بن زیدؓ کی ماں کو جب مہاجرین نے سب انصار کے درخت واپس دیئے تو ام سلیمؓ نے رسول اللہؐ سے اپنے درخت طلب کیئے۔ رسول اللہؐ نے ام ایمنؓ سے کہا کہ واپس کر دو اُنہوں نے انکار کیا کہ ہم نہیں واپس کرینگے۔ یہ رسول اللہؐ کی حاضنہ تھیں لڑکپن میں آپکی پرورش کی تھی اور آپ کے والد کی لونڈی تھیں اِس لیئے حضورؐ اُن کو ناراض کرنا نہیں

چاہتے تھے مگر یہ راضی نہ ہوئیں جب تک ایک ایک کے بدلہ دس دس درخت رسول اللہ سے نہ لے لیا۔ بعض امہات المومنین سے روایت ہے کہ خیبر کی فتح کے بعد ہم لوگوں کو آسودہ ہو کر کھانے کو کھجوریں ملیں۔ اس کے پہلے ایسا نہیں ہوتا تھا۔

خیبر کا انتظام

خیبر کے پیداوار کا تخمینہ اور تقسیم کرنے کے لیئے پہلے سال حضور نے حضرت عبداللہ بن رواحہ کو مقرر کیا۔ ان کا انتقال ہو گیا تو اُن کے بعد عبداللہ بن سہل انصاری کو آپ نے مقرر کیا اُن کو حضور کے وقت ہی میں یہودیوں نے شہید کر دیا۔ اِس لیئے اُن کے دو چچا زاد بھائی حویصہ بن مسعود اور محیصہ بن مسعود اور ایک حقیقی بھائی عبدالرحمن بن سہل نے اُن کے خون کا دعویٰ کیا۔ مگر قاتل کا پتہ نہ ملا تو حضور نے اپنے پاس سے ایک سَو اونٹ دیّت میں اُن لوگوں کو ادا کیا۔

یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ خیبر کا نصف جس میں الوطیح اور السلالم کے قلعے تھے آپ نے محفوظ رکھا تھا۔ باقی نصف کی تقسیم کے متعلق ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ الکتیبہ۔ الشق۔ اور النطاۃ تقسیم ہوا۔ اس میں سے الکتیبہ کو خمس۔ اور رسول اللہ کا سہم۔ ذوی القربیٰ۔ یتامیٰ اور مساکین کے اخراجات۔ اور ازواج النبی صلے اللہ علیہ وسلم کے نفقات وغیرہ کے لیئے رسول اللہ کو مخصوص کر دیا گیا۔ اور اس میں تیس وسق تمر اور تیس وسق شعیر محیصہ بن مسعود کے لیئے مقرر ہوا کیونکہ اُنہوں نے فدک کے معاملہ میں آمد و رفت کر کے بات طے کی تھی۔

باقی الشق اور النطاۃ کو اٹھارہ سہام پر تقسیم کیا۔ ہر سہم میں ایک سَو حصہ تھا اس طرح یہ دو قلعے اٹھارہ سَو حصوں پر تقسیم ہوئے۔ پانچ سَو حصے النطاۃ میں۔ اور تیرہ سَو الشق میں۔

الکتیبہ میں علے قدر مراتب اور حسب ضرورت و احتیاج ازواج مطہرات بنی المطلب وغیرہ کے لیئے اس طرح اخراجات مقرر کیئے۔ بنی المطلب چونکہ بہت حاجتمند تھے اُنکے لیئے ایک سَو دو وسق اور اسّی وسق مقرر کیا۔ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ کے لیئے پچاسی وسق اور اسامہ بن زید کے لیئے چالیس وسق۔ مقداد بن الاسود کے لیئے پندرہ وسق۔ ام رمثہ

کے لیۓ پانچ وسق - اور رسول اللہ نے وصیت کی تھی کہ رہاوئیین کے لیے ایک سَو وسق داریین کے لیۓ ایک سَو وسق - سبائیں کے لیے ایک سَو وسق - اشعریین کے لیۓ ایک سَو وسق - یہ روایت ابن اسحٰق کی ہے اور ابوداؤد میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ اپنے ازواج میں سے ہر ایک کو دیتے تھے اسّی وسق تمر اور بیس وسق شعیر - اور انہیں سے ابوداؤد ہی میں دوسری روایت ہے کہ رسول اللہؐ خیبر کے تمر کو خمس نکالنے کے بعد سہام پر تقسیم کرتے تھے - اور خمس میں سے ہر زوجہ مطہرہ کو ایک سَو وسق تمر اور بیس وسق شعیر دیتے تھے :

(تنبیہ) ایک وسق حجازی تین سو بیس رطل کا ہوتا ہے جیسا کہ نہایہ میں ہے - اور رطل موجودہ انگریزی سیر سے نصف سیر کچھ کم ہوتا ہے لہٰذا وسق تقریباً دو من سے کچھ کم ہوا - اور اعراقی وسق - چار سو اسّی رطل کا ہوتا ہے لہٰذا وہ تقریباً تین من سے کچھ کم ہوگا -

رسول اللہ کی خاص زمینیں رسول اللہؐ کے خاص ملکیت اور قبضہ میں جو زمینیں کسی طرح آئیں وہ سب یہی ہیں جو اب تک آچکی تھی - لہٰذا اس کی تفصیل کو یہاں پر لکھدینا بہتر ہے -

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ کی ملکیت اور زیرِ حقوق تین طرح سے زمینیں آئیں ایک یہ کہ رسول اللہ کو کسی نے ہبہ کیا اِس قسم میں ایک زمین وہ ہے جو مخریق یہودی نے اپنے اسلام کے وقت غزوۂ احد کے دن رسول اللہ کے لیۓ وصیت کی تھی - یہ بنی النضیر میں اُس کے سات مکانات تھے اور اِس قسم میں دوسری زمین وہ تھی جو انصار نے آپ کو عطا کی تھی اور وہاں پانی نہیں پہنچتا تھا یہ زمینیں خاص رسول اللہ کی ملک تھیں دوئم بنی النضیر جب نکالے گئے تو اُن کی زمینیں بھی آپ کو ملیں - یہ آپ کے لیۓ خاص تھیں کیونکہ مسلمانوں کو وہاں لڑنا نہیں پڑا تھا - بنی النضیر اپنے اموال منقولہ کو جتنا وہ اونٹ پر لیجا سکے آلات حرب کے سوا وہ لے گئے باقی کو حضورؐ نے مسلمانوں پر تقسیم کر دیا لیکن زمینیں آپ کی

خاص تھیں اِس میں سے آپ نفقات کے بعد سب مسلمانوں کی قومی مصلحتوں میں صرف کرتے تھے۔ اسی طرح فدک کی نصف زمین جس پر فتح خیبر کے بعد اہل فدک سے آپ نے صلح کی تھی وہ آپ کی خاص تھی۔ اور اسی طرح وادی القریٰ کے زمین کی ایک تہائی جس پر وہاں کے یہودیوں سے آپ نے صلح کی تھی۔ اور اسی طرح خیبر کا دو قلعہ الوطیح اور السلالم جس کو آپ نے صلح سے لیا تھا۔

سوئم خیبر کے فتوحات کا خمس۔ اور خود حضورؐ کا سہم جو سب مسلمانوں کی طرح آپکو ملا تھا۔ یہ سب زمینیں رسول اللہؐ کی ملک تھیں اور اس میں کسی دوسرے کا حق نہ تھا۔ اس پر رسول اللہ نے کبھی کسی کو تصرف اور قبضہ کا اختیار نہ دیا۔ اس میں حضور نے جن کے نفقات مقرر کر دیئے تھے اُن کو نفقات ملتے تھے اُس کے بعد بقیہ مسلمانوں پر اور مصالح عامہ پر صرف کرتے تھے۔

حضرت عائشہؓ سے صحیح مسلم میں روایت ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے حضرت صدیقؓ سے خیبر۔ فدک اور مدینہ کی اراضی سے جو رسول اللہؐ کی ملکیت تھی اپنا حصہ طلب کیا۔ حضرت صدیقؓ نے فرمایا کہ یہ زمین ملک نہیں ہوسکتی۔ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ انبیا کے متروکہ میں وراثت نہیں ہوتی۔ وہ جو چھوڑیں صدقہ ہے جس کا جس کا نفقہ اِس میں مقرر ہے وہ اسی طرح رہے گا۔ اور جس جس کام میں حضور خرچ کرتے تھے اسی کام میں خرچ ہوگا لیکن پیچھے حضرت عمرؓ نے اپنے وقت میں مدینہ کی زمین حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کو دیدی مگر ان سے شرط کرلیا کہ جس طرح حضور کے وقت میں صرف ہوتا تھا اسی طرح صرف کیا جائے گا لیکن فدک اور خیبر کے دینے سے انکار کیا کہ وہ رسول اللہ کا صدقہ ہے مسلم ہی میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ مدینہ کی اسی زمین کے متعلق اختلاف کرتے ہوئے حضرت عمرؓ کے پاس آئے کہ آپ ہمارے درمیان فیصلہ کر دیجئے۔ اختلاف یہ تھا کہ حضرت عباسؓ رسول اللہ کے متروکہ میں نصف کا مطالبہ کرتے تھے اِس لئے کہ رسول اللہ نے ایک بیٹی اور

ایک چچا چھوڑا تھا اِس لیئے بیٹی کا نصف دیکر باقی نصف بطور عصوبت چچا کو پہنچتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے مدینہ کی زمین آپ دونوں صاحبوں کو اس شرط پر دی ہے کہ اس کا مصرف اسی طرح آپ لوگ قائم رکھینگے جس طرح رسول اللہ کے وقت میں تھا۔ آج کیا آپلوگ چاہتے ہیں کہ اس کے خلاف ہم کوئی فیصلہ کریں۔ یہ نہیں ہوسکتا۔ اگر آپ لوگ اِس شرط کے موافق انتظام نہیں کرسکتے تو آپ زمین چھوڑدیجئے۔ اس کا انتظام ہوجائے گا۔

بعض سرایا

رسول اللہ جب خیبر سے لوٹ کر مدینہ آئے۔ تو شوال تک مدینہ میں رہے۔ اور اِس درمیان میں آپ نے مختلف اطراف میں سرایا بھیجے۔ اُن سرایا کی ترتیب اور تاریخ میں بڑا اختلاف ہے مگر ہم اُن سرایا کو ذیل میں درج کرتے ہیں جو بقرینہ راجح غزوۂ خیبر اور عمرۃ القضا کے درمیان میں ہیں۔

سریۂ صدیق اکبرؓ اُن میں ایک سریہ حضرت صدیق اکبر ہے اُن کو حضورؐ نے نجد بنی فزارہ کی جانب بھیجا اور اُن کے ساتھ سلمہ بن الاکوعؓ بھی تھے۔

سریۂ عمر بن الخطابؓ دوسرا سریہ عمر بن الخطابؓ ہے اُن کو حضورؐ نے تیس سواروں کے ساتھ بنی ھوازن کی جانب بھیجا وہ سب بھاگ گئے۔ ایک دوسری مخالف جماعت کا پتہ ملا مگر انہوں نے کہا کہ اُن سے لڑنے کا ہمیں حضورؐ نے حکم نہیں دیا ہے۔

سریۂ عبد اللہ بن رواحۃؓ عبد اللہ بن رواحۃ کو تیس سواروں کے ساتھ بشیر بن دارم یہودی کی جانب بھیجا۔ ان کے ساتھ عبد اللہ بن انیسؓ بھی تھے۔ خبر ملی تھی کہ بشیر بن دارم نے بنی غطفان کو لڑنے کے لیئے جمع کیا ہے یہ لوگ اُس کو اور اُسکے تیس ساتھیوں کو کچھ باتیں بنا کر خیبر کے باہر لے آئے۔ تیس مسلمان تیس یہودیوں کے ردیف تھے۔ جب کچھ دور آئے تو ہر مسلمان نے اپنے ردیف کو قتل کردیا صرف ایک شخص اُن میں

بچ گیا عبداللہ بن انیسؓ کو کچھ چوٹ آئی تھی جب یہ لوگ مدینہ آئے تو رسول اللہ نے اس پر آب دہن ڈال دیا وہ بالکل اچھا ہو گیا۔

سریہ بشیر بن سعدؓ

حضورؐ نے بشیر بن سعد انصاریؓ کو بنی مرہ کی جانب فدک بھیجا انکو گو نے پہنچکر اُن کے مال پر غارت ڈالا اور اُن کے اونٹ اور بکری وغیرہ ہنکا کرلے آئے۔ اُن سب نے پیچھا کیا۔ راستہ میں لڑائی ہوئی کچھ بھاگے کچھ قید ہوئے مسلمان غنیمت کے ساتھ مدینہ آئے۔ مگر بشیر بن سعدؓ زخمی ہو گئے تھے اِس لیئے وہ فدک واپس گئے اور ایک یہودی کے یہاں رہے جب اچھے ہو گئے تب مدینہ آئے

قصہ اُسامہ بن زیدؓ

حضورؐ نے جھینہ کی جانب ایک سریہ بھیجا۔ اُس میں اُسامہ بن زیدؓ بھی تھے وہ لوگ جمع ہو کر رات کے وقت مقابلہ میں آئے۔ پہلے حضرت اسامہؓ نے سمجھایا کہ اطاعت کرو مخالفت نہ کرو۔ اُنھوں نے نہ مانا۔ تب اِنھوں نے مسلمانوں کو منظم کر کے ایک سخت حملہ کیا حضرت اسامہؓ نے ایک شخص نہیک بن مرداس کا پیچھا کیا۔ اُس کے قریب پہنچکر جب اِنھوں نے تلوار اٹھائی تو اُس نے کہا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ۔ مگر اِنھوں نے اُس کو قتل کر دیا۔ پھر اُن کے اموال اور ذریہ کو لیکر مدینہ آئے۔ تو حضورؐ کو اس واقعہ کی لوگوں نے خبر دی۔ آپ کو یہ سنکر بہت شاق ہوا۔ آپ نے کہا کہ کیا تو نے اُسے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہنے کے بعد قتل کر دیا اُسامہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ اُس نے محض بچنے کے لیئے کہا تھا آپنے فرمایا کہ تو نے اس کا دل چاک کر کے نہیں دیکھ لیا کہ اُس نے دل سے کہا تھا یا نہیں صحیح مسلم کی دوسری روایت میں ہے حضرت اسامہؓ کہتے ہیں کہ مجھ کو اپنے فعل پر تردد ہوا تو میں نے خود رسول اللہ سے کہا تھا اِسپر حضورؐ کو سخت رنج ہوا۔ فرمایا کہ قیامت کے روز تو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کا کیا جواب دے گا۔ تو قیامت کے روز لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کا کیا جواب دے گا۔ آپ بار بار یہی فرماتے تھے حتیٰ کہ مَیں تمنا کرنے لگا کہ کاش میں آج ہی مسلمان ہوتا۔ اس کے بعد مَیں نے کہا کہ یا

سلہ ابن حجر نے اصابہ میں واقدی سے روایت کیا ہے کہ فدک شعبان کے مہینہ بھیجا تھا واللہ اعلم ۱۲ منہ

رسول اللہ اب کسی ایسے شخص کو قتل نہ کروں گا جو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ پڑھ لے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے بعد بھی میں نے کہا کہ آپ کے بعد بھی

سریہ غالبؓ بجانب بنی الملوح

حضورؐ نے غالب بن عبداللہ الکلبیؓ کو بنی الملوح کی جانب کدید بھیجا اُسی کو قدید بھی کہتے ہیں۔ ابن قیم ابن اسحٰق سے نقل کرتے ہیں کہ جندبؓ[۱] بن مکیث الجہنی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ اس سریہ میں میں بھی تھا جب ہم لوگ قدید پہنچے تو حارث بن مالک بن البرصا ءاللیثی ملا۔ اس کو گرفتار کرلیا۔ اُس نے کہا کہ ہم تو مسلمان ہونے کے لیے آئے ہیں۔ غالب نے کہا کہ اگر تم مسلمان ہونے کے لیے آئے ہو تو ایک دن رات ٹھہرنے میں کوئی نقصان نہیں ہے اُس کو باندھکر وہیں چھوڑ دیا۔ اور چند حبشیوں کو وہاں رکھدیا کہ میرے آنے تک اس کو دیکھتے رہو اور اگر شرارت کرے تو قتل کردو۔ اس کے بعد ہم لوگ بطن کدید میں عصر کے بعد پہنچے۔ ٹھہر گئے جب رات زیادہ ہوگئی تو غارت ڈالا جس کو قتل ہونا تھا قتل ہوا اور اُن کے جانوروں کو ہم لیکر چلے اُنلوگوں نے قوم میں آواز دی۔ مگر ہم لوگ تیزی کے ساتھ بڑھے حارثؓ کو اور وہاں سے آدمیوں کو ساتھ لیا ہم لوگ اُن کے شور کی آواز کو سُن رہے تھے۔ وہ بھی تیزی سے آئے حتیٰ کہ میرے اور اُن کے درمیان صرف قدید کی ایک وادی رہ گئی۔ مگر نہ معلوم کس طرح اُس وادی میں یکایک سیلاب آگیا پہلے سے کچھ بارش وغیرہ بھی نہ تھی۔ اب وہ ہمیں دیکھ رہے تھے اور ہم انکو مگر کسی کی ہمت بڑھنے کی نہ ہوئی۔ ہم تمام مال کو لیکر مدینہ چلے آئے۔ بعض اس سریّہ کو اور اُس کے پہلے والے سریہ کو ایک بتاتے ہیں واللہ اعلم

سریہ بشیر بن سعدؓ

حُسَیل[۲] بن نویرہ نے آکر عرض کیا کہ بنی غطفان اور حیّان کے لوگ جمع ہوئے ہیں عُیینہ نے اُن کو کہلا بھیجا تھا کہ تم آتے ہو یا ہم آئیں۔ اُنلوگوں

---

[۱] رافع بن مکیث کے بھائی ۱۲ منہ

[۲] حُسَیل بصیغۂ تصغیر اور بعض بفتح حا و کسر سین کہتے ہیں ابن نویرہ اور بعض ابن خارجہ کہتے ہیں

نے جواب دیا ہے کہ تم ہی آؤ۔ ان سب کا ارادہ ہے کہ آپ پر یا آپ کے اطراف پر حملہ کریں حضورؐ نے حضرت صدیقؓ اور حضرت عمرؓ سے مشورہ کیا۔ اور بشیر بن سعدؓ کو تین سو آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا۔ ان لوگوں نے پہنچکر پہلے غارت ڈالا۔ خبر سنکر وہ جماعت منتشر ہوگئی۔ یہ لوگ اُن کے مقام میں گئے تو کوئی نہ تھا اُن کے جانوروں کو لیکر چلے۔ راستہ میں عیینہ کا جاسوس ملا اس کو قتل کیا۔ پھر اُس کی جماعت ملی مگر اُن سب نے سمجھا نہیں کہ یہ کون لوگ ہیں بڑھ گئے۔ اُس جماعت کے دو دو آدمی علیحدہ ملے اس کو یہ لوگ مدینہ لے آئے دونوں مسلمان ہوگئے۔ اِس کے بعد جب عیینہ پریشان جارہا تھا تو اس سو حارث بن عوف ملا اور کہا کہ تو دیکھتا نہیں کہ محمدؐ سارے بلاد پر غالب ہوں گے۔ اور تو بے محل دشمنی کر رہا ہے۔

سریۂ ابو حدرد الاسلمی[1] قیس بن رفاعہ یا رفاعہ بن قیس بنی جشم کا معزز شخص تھا۔ اُس کے پاس کچھ لوگ جمع ہوئے کہ اس کو رسول اللہ سے جنگ کرنے پر آمادہ کریں۔ رسول اللہؐ کو خبر ملی تو ابو حدرد الاسلمی کو اور اُن کے ساتھ دو اور شخصوں کو بھیجا کہ اُس کی خبر لاؤ۔ خود بیان کرتے ہیں کہ ہم غروب آفتاب کے قریب وہاں پہنچے۔ جہاں مجمع تھا اُس کے ایک طرف ہم چھپ گئے۔ اور دوسری طرف ساتھیوں کو چھپنے کے لئے کہا اور کہدیا کہ اگر ہم تکبیر کہیں تو ساتھ ہی تکبیر کہکر تم بھی نکل آئیو۔ اس روز قیس کا چرواہا کسی وجہ سے دیر تک نہ آیا۔ قیس نے کہا کہ ضرور کوئی حادثہ ہوا ہے۔ اُس نے تلوار حمائل کی اور دیکھنے کے لئے نکلا۔ لوگ ساتھ آنے لگے تو اُس نے منع کیا کہ کوئی نہ آئے۔ اور تنہا نکلا۔ جب

بقیہ صفحہ ۲۱۸

اشجعی ہیں۔ ابن مندہ کہتے ہیں کہ انہیں کو حسین بن خارجہ بھی کہتے ہیں ابن حجر اصابہ میں لکھتے ہیں کہ یہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ حسین دوسرے شخص ہیں ان کے بھائی اور اُن کو بھی رسول اللہ کی لقا ہوئی حسیل وہی شخص ہیں جن کو خیبر کا راستہ بتانے کے لئے حضور نے پہلے اجرت پر مقرر کیا تھا۔ بعد کو مسلمان ہوگئے واللہ اعلم ۱۲ منہ

[1] ابو حدرد الاسلمی ہوازن بن اسلم کی اولاد ہیں اہل حجاز میں محسوب ہیں اُم درداء کے والد اور ابو درداء کے خسر ہیں واللہ اعلم ۱۲ منہ

میری جگہ کے قریب آیا تو ہم نے ٹھیک اُس کے سینہ پر تیر مارا فوراً گر گیا۔ میں نے نکلکر گردن کاٹ دی اور تکبیر کہی یہ سُنکر ہمارے ساتھیوں نے بھی زور سے تکبیر کہی اور نکلے۔ مجمع نے سمجھا کہ فوج آگئی سب بھاگ گئے۔ بہت جانور اور غنیمت ملا۔ مدینہ لے آئے۔ رسول اللہؐ نے اس میں سے تیرہ[۱۳] اونٹ ہمیں دیئے۔ ابوحدرد الاسلمیؓ سے روایت ہے کہتے ہیں میں نے نئی شادی کی تھی دو سَو درہم مہر ٹھہرا تھا۔ میں نے رسول اللہؐ سے امداد چاہی تھی آپ نے قسم کھائی کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے کہ تمہاری امداد کر سکوں اُسکے بعد یہ قصّہ پیش آیا۔

ابوقتادہؓ و محلم بن جثامہؓ

حضورؐ نے ایک سریہ بھیجا۔ اس میں ابوقتادہؓ اور محلم بن جثامہؓ تھے اُن کو راستہ میں عامر بن الاضبط الاشجعی چند آدمیوں کے ساتھ ملا۔ اور مسلمانوں کی طرح ان لوگوں کو سلام کیا۔ لیکن محلم نے اس کو قتل کر دیا اور اُس کا اونٹ وغیرہ لے لیا۔ جب یہ لوگ لوٹے اور رسول اللہؐ کو اسکی خبر دی تو یہ آیت نازل ہوئی[۱]

یا ایھا الذین امنوا اذا ضربتم فی سبیل اللہ فتبیّنوا ولا تقولوا لمن القیٰ علیکم السّلام لست مومناً تبتغون عرض الحیاۃ الدنیا فعند اللہ مغانم کثیرۃ کذٰلک کنتم من قبل فمنّ اللہ علیکم فتبیّنوا ان اللہ بما تعملون خبیر رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اللہ اکبر اُس نے اٰمنت باللہ کہا پھر بھی اس نے اُس کو قتل کر دیا۔ اِس کے بعد عیینہ بن بدر آیا اور اُس نے عامر کے خون کا مطالبہ کیا کیونکہ وہ بنی قیس کا سردار تھا۔ اور اقرع بن حابس محلم کی طرف سے بول رہے تھے یہ خندف کے سردار تھے۔ رسول اللہؐ نے عامر کی قوم کو کہا کہ ہم دیّۃ میں پچاس اونٹ اِس وقت دیتے ہیں اور پچاس مدینہ پہنچنے کے بعد دینگے۔ مگر عیینہ بن بدر نہیں مانتا تھا مگر آخر بڑی مشکل سے راضی ہوا۔ لوگ محلم کو رسول اللہؐ کے پاس لائے کہ اس کے مغفرت کی دعا کیجیئے۔ آپ نے تینؔ دفعہ فرمایا اللھم لا تغفر لمحلم ابن اسحٰق[۲] کہتے

---

[۱] اس میں بہت اختلاف ہے کہ یہ آیۃ کس کے حق میں نازل ہوئی۔ اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ عامر کو محلم بن جثامہ ہی نے قتل کیا تھا یا دوسرے محلم نے ۱۲ منہ

[۲] ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ یہ قصہ فتح مکہ سے پہلے کا ہے لیکن پھر عروہ بن زبیرؓ سے ایک روایت نقل

(۲۲۱)

ہیں کہ اُن کی قوم کا گمان ہے کہ حضورؐ نے پیچھے محلم کے مغفرت کی دعا کی اور ابن اسحٰق روایت کرتے ہیں کہ وہ لوگ دیت نہیں قبول کرتے تھے تو اقرع بن حابس نے کہا کہ تم لوگ رسول اللہ کی بات نہیں مانتے ہو حالانکہ رسولؐ اللہ محض مصالحت کے لیئے یہ کہہ رہے ہیں۔ یا تو تم لوگ رسولؐ اللہ کی بات قبول کر لو ورنہ ہم بنی تمیم کے پچاس آدمیوں کی گواہی پیش کریں گے کہ عامر بن الاضبط نے کبھی نماز نہیں پڑھی۔ تو تمہارا یہ سارا مطالبہ لغو ہو جائے گا جب اقرع نے یہ کہا تو اُن لوگوں نے دیت قبول کر لی واللہ اعلم

سریّہ عبداللہ بن حذافہ السہمی

صحیحین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے مروی ہے کہ انصار کے ایک شخص کو رسول اللہؐ نے ایک سریہ کا امیر بنا کر بھیجا اور حکم دیا کہ اُن کی سنو اور اتباع کرو۔ وہ کسی بات پر اُن لوگوں سے ناخوش ہو گئے۔ اور انلوگوں سے لکڑی جمع کروائی۔ پھر اُس میں آگ لگوائی۔ اس کے بعد پوچھا کہ کیا رسولؐ اللہ نے حکم نہیں دیا کہ تم لوگ میری سنو اور اتباع کرو۔ سب نے کہا کہ ہاں حکم دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ تم سب اِس آگ میں داخل ہو جاؤ۔ صحابہ ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھنے لگے۔ پھر سب نے کہا کہ ہم آگ کی عذاب سے رسول اللہؐ کی طرف بھاگے ہیں۔ اس پر اُن کا غصّہ سرد ہوا۔ اور آگ بجھائی گئی۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول کی آیت عبداللہ بن حذافہ السہمیؓ کے قصّہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ جب حضورؐ نے یہ سنا تو فرمایا کہ اگر یہ لوگ آگ میں داخل ہو جاتے تو کبھی آگ سے نہ نکلتے۔ یعنی ہمیشہ کے لیئے جہنمی ہو جاتے۔ طاعت معروف میں ہے منکر میں نہیں۔ اِس سے معلوم ہوا کہ جب تعذیب نفس امیر کی اطاعت میں حرام ہے تو تعذیب مسلم یا ترک اوامر یا فعل نواہی امیر کے حکم سے کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ خدا کی نافرمانی کسی مخلوق کی اطاعت کی وجہ سے جائز نہیں ہو سکتی واللہ اعلم

بقیہ صفحہ ۲۲۰

کرتے ہیں کہ یہ قصہ اس وقت پیش آیا جب حضورؐ حنین میں تھے ابن قیم نے عمرۃ القضا کے پہلے اِس کا حال ذکر کیا ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

عمرۃ القضا

ابن قیم کہتے ہیں کہ موسیٰ بن عقبہؓ کہتے ہیں کہ ذیقعدہ ۷ھ میں حضورؐ عمرہ کی نیت سے روانہ ہوئے یعنی اُسی مہینہ میں جس میں مشرکوں نے آپ کو اس کے پچھلے سال مسجد حرام سے روکا تھا جب حضورؐ مقام یاجج[1] میں پہنچے تو تمام آلات حرب کو وہیں رکھدیا۔ ساتھ صرف سلاح راکب یعنی تلوار تھی۔ اور جعفر ابن ابی طالبؓ کو میمونہؓ بنت الحارث بن الحزن العامریہ کے پاس مکہ بھیجا۔ انہوں نے حضورؐ کے نکاح کا پیغام دیا میمونہؓ نے اپنا اختیار عباسؓ بن عبدالمطلب کو دیدیا کیونکہ میمونہؓ کی بہن ام الفضلؓ عباسؓ کی زوجہ تھیں۔ عباسؓ نے اُن کا نکاح رسول اللہ سے کر دیا۔ جب رسولؐ اللہ مکہ میں داخل ہوئے تو صحابہ سے فرمایا کہ مونڈھوں کو کھولدو۔ اور پھیل کر طواف کرو تاکہ کفار مسلمانوں کی قوت اور دلیری کو دیکھیں۔ کفار عورت مرد لڑکے سب کھڑے ہو کر دیکھتے رہے۔ جس وقت رسولؐ اللہ اور مسلمان طواف کر رہے تھے اور عبداللہ بن رواحہؓ آپ کے سامنے رجز پڑھ رہے تھے۔

کچھ مشرکین غصّہ اور عداوت سے رسولؐ اللہ کو دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے وہ وہاں سے کہیں غائب ہو گئے تھے اسکے بعد رسولؐ اللہ نے تین۳ روز مکہ میں قیام فرمایا۔ جب چوتھا دن ہوا تو سہیل بن عمرو اور حویطب بن عبدالعزیٰ رسولؐ اللہ کے پاس آئے۔ حضورؐ انصار کے ساتھ بیٹھے تھے اور سعد بن عبادہؓ کے ساتھ بات کر رہے تھے حویطب نے آواز دی کہ تین۳ دن ہو چکا اب صلح کے موافق میری زمین سے نکل جاؤ۔ سعد بن عبادہؓ نے کہا کہ تو جھوٹا ہے زمین نہ تیری ہے نہ تیرے باپ کی۔ ہم ہرگز نہ نکلینگے۔ رسول اللہؐ نے حویطب اور سہیل کو بلایا اور کہا کہ ہمنے تمہارے میں سے ایک عورت کے ساتھ عقد کیا ہے۔ تمہارا کیا نقصان ہے اگر ہم اُس سے ملیں۔ کھانا پکوائیں اور تم لوگ بھی ہمارے ساتھ کھاؤ۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم یہ سب نہیں جانتے

[1] یاجج یسمع یا یضرب کے وزن پر بدؔ وجیم جیسا کہ قاموس میں ہے ۱۲ منہ [2] یعنی حدیبیہ میں ۱۲ منہ

تم عقد صلح کی پیروی کرو اور نکل جاؤ۔ آپ نے ابو رافعؓ کے ذریعہ تمام صحابہ کو کوچ کا حکم دیا۔ اور خود سوار ہوئے حتٰی کہ مقام سرفؔ[1] میں آکر قیام فرمایا۔ ابو رافع کو مکہ میں چھوڑ دیا کہ شام کے وقت میمونہ کو لیکر آئیں حضرت میمونہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ آئیں لیکن سفہاء مشرکین اور اُن کے لڑکوں نے اُن کو تکلیف دی تھی اور شرارت کیا تھا۔ وہیں حضرت میمونہ سے زفاف ہوا اِسکے بعد آپ مدینہ آئے۔ خدا نے یہ مقرر کردیا تھا کہ حضرت میمونہ کی قبر بھی اسی مقام پر ہوئی جہاں زفاف ہوا تھا۔

ابن ہشام لکھتے ہیں کہ جب آپ عمرۃ القضا میں جانے لگے تو مدینہ میں عُویف[2] بن الاضبط الدیلی کو خلیفہ بنایا۔ ابن اسحٰق نے کہا کہ اِس عمرہ میں آپ کے ساتھ وہ سب لوگ نکلے جو اس سے پہلے رُوکے گئے تھے اور قریش کہتے تھے کہ محمدؐ اور اُن کے اصحاب کی حالت بھوک اور مدینہ کے بخار اور گندگی کی وجہ سے خراب ہوگئی ہے۔ ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ مشرکین دار الندوہ کے پاس صف باندھکر رسول اللہ اور ان کے اصحاب کی حالت دیکھنے کے لیئے کھڑے تھے حضور جب مسجد میں داخل ہوئے تو چادر اس طرح اوڑھ لی کہ داہنا بازو کھُل گیا۔ اور آپ نے فرمایا کہ خدا اس پر رحم کرے جو کفار کے سامنے قوت کا اظہار کرے۔ استلام رکن یمانی سے استلام رکن اسود تک تو آپ مشی کرتے تھے یعنی نرم چال۔ اس کے بعد ہر دل کرتے تھے یعنی دُلکی دوڑ۔ اِس طرح تین شوط میں کیا باقی میں مشی کیا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کا گمان تھا کہ یہ اسی سال قریش کے دکھلانے کے لیئے حضور نے اس طرح کیا ہے مگر جب حجۃ الوداع میں بھی حضورؐ نے اسی طرح کیا تو یہ طریقہ مسنون ہوگیا۔

مولانا شاہ عبدالحق صاحب لکھتے ہیں کہ مدینہ میں آپ نے ابو رُہم غفاریؓ کو خلیفہ بنایا۔

---

[1] ابن اثیر نہایہ میں لکھتے ہیں کہ سِرف بکسر را مہملہ مکہ سے کم و بیش دس میل پر یہ مقام ہے اِس کا ذکر حدیثوں میں بہت آتا ہے ۱۲ منہ

[2] عُویف بتصغیر ابن ماکولا سے مروی ہے کہ ان کے نام میں عوث بمثلثہ بھی کہا جاتا ہے اضبط کا نام ربیعہ تھا ۱۲ منہ

اور دو ہزار آدمی۔ ایک سو گھوڑا۔ اور تناٹھ ہدی کے ساتھ وہاں سے روانہ ہوئے۔ بعض روایت میں اسّی ہدی ہے۔ اور حضورؐ نے حکم دیا کہ جتنے لوگ حدیبیہ میں شریک تھے وہ سب چلیں جب حضورؐ ذی الحلیفہ پہنچے تو گھوڑوں کو محمد بن مسلمہؓ کے سپرد کیا۔ اور اسلحہ کو بشیر بن سعدؓ کے۔ اور وہیں احرام باندھا اور تلبیہ کہا۔ اور صحابہ نے بھی احرام باندھا اور تلبیہ کہا۔ گھوڑا اور اسلحہ کو پہلے روانہ کیا اور یہ چیزیں مرّالظہران میں پہنچیں تو وہاں قریش کی ایک جماعت تھی۔ حضورؐ دوسرے روز صبح کو پہنچے تو بطن یاجج کے قریب ٹھہرے۔ گھوڑے اور اسلحہ کو دیکھکر کفار نے کہا کہ یہ تو جنگ کا ارادہ معلوم ہوتا ہے حضورؐ نے فرمایا کہ نہیں صلح علی حالہ قائم ہے۔ حضورؐ قصوی پر سوار ہوئے اور سب نے تلواروں کو غلاف میں رکھا۔ اور تلبیہ کہتے ہوئے مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ عبداللہ بن رواحہؓ اونٹ کی مہار پکڑے رجز پڑھتے ہوئے جارہے تھے۔ اور رسولؐ اللہ تلبیہ کہتے تھے حتیٰ کہ خانہ کعبہ کے پاس پہنچے اور آپ نے سواری پر سے حجراسود کا استلام کیا۔ استلام ایک لکڑی کے ذریعہ کیا جس کا نام محجن تھا اور آپ کے ہاتھ میں رہا کرتی تھی پھر سواری پر طواف کیا۔ اور طواف میں اصطباع کیا یعنی چادر کو داہنے بغل سے نکال کر بائیں مونڈھے پر ڈالا اس طرح کہ داہنا مونڈھا کھل گیا۔ اور پہلے تینؔ شوط میں رمل کیا۔ اور باقی آخر کا چار شوط معمولی چال سے پورا کیا۔ پہلے تینؔ شوط میں بھی رکن یمانی اور حجراسود کے درمیان آہستہ چلنے کا حکم دیا کیونکہ وہاں سے کفار نظر نہ آتے تھے وہ لوگ جبل قُعَیقِعَانؔ[1] کی طرف تھے۔ اور وہاں سے رکن شامی اور رکن عراقی نظر آتا تھا۔ طواف کے درمیان بھی عبداللہ بن رواحہؓ رجز پڑھتے تھے اور مسلمانوں کو حضورؐ نے یہ دعا پڑھنے کا حکم دیا تھا۔

لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ وانجز وعدہٗ ونصر عبدہٗ وھزم الاحزاب وحدہٗ

اس کے بعد صفا و مروہ کے درمیان آپ نے سعی کی اور وہ بھی سواری پر۔ پھر مروہ کے

[1] قُعیقعان بضم قاف وفتح عین مہملہ وسکون تحتیہ وکسر قاف ثانی وتخفیف مہملہ ثانی قاموس میں ہے کہ مکہ کا ایک پہاڑ ہے جس کا رخ جبل بوقبیس کی جانب ہے ۱۲ منہ

قریب نحر کیا اور فرمایا کہ یہ سب جگہ منحر ہے۔
ان تمام مناسک سے فراغت کے بعد ایک جماعت کو آپ نے بطن یاجج بھیجا کہ اسلحہ کی حفاظت کریں۔ اور جو لوگ وہاں حفاظت کے لیئے رہ گئے ہیں وہ آکر نسک ادا کریں۔

نکاح محرم

اس عمرہ میں جیسا کہ معلوم ہوا حضورؐ نے حضرت میمونہ سے نکاح کیا۔ میمونہ حضرت عباسؓ کی زوجہ ام الفضل کی بہن۔ اور حضرت ابن عباسؓ کی خالہ تھیں۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت صحاح ستہ اور سنن کی دوسری کتابوں میں ہے کہ یہ نکاح حضورؐ نے حالتِ احرام میں کیا۔ امام محمدؒ صاحب موطا میں فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ اہل مدینہ کہتے ہیں کہ محرم اگر نکاح کرے تو باطل ہے لیکن اہل مکہ اور اہل عراق کہتے ہیں کہ نکاح جائز ہے۔ جو لوگ منع کرتے ہیں۔ اُن میں سعیدؒ بن المسیب۔ قاسمؒ۔ سلیمانؒ بن یسار ہیں۔ اور یہی لیثؒ امام اوزاعیؒ۔ امام مالکؒ۔ امام احمدؒ۔ اور اسحٰقؒ بھی کہتے ہیں۔ اور یہی حضرت عمرؓ۔ ابن عمرؓ۔ حضرت علی کرمؓ اور حضرت ابانؓ سے بھی ثابت ہے اور جو لوگ جائز کہتے ہیں اُن میں ابراہیم نخعیؒ سفیان ثوریؒ۔ عطاؒ بن رباح۔ حکمؒ بن عتبہ۔ حمادؒ بن سلیمان۔ عکرمہؒ۔ مسروقؒ اور امام ابو حنیفہؒ ہیں اور اُن کے اصحاب۔ اور یہی ثابت ہے حضرت ابن عباسؓ۔ حضرت ابن مسعودؓ۔ حضرت عائشہؓ حضرت ابوہریرہؓ۔ اور حضرت انس رضوان اللہ علیہم سے۔

اس میں اتفاق ہے کہ حضرت میمونہ سے عمرۃ القضاء میں نکاح حضورؐ نے کیا۔ مگر اختلاف یہ ہے کہ کس وقت کیا احرام کی حالت میں۔ یا قبل۔ یا بعد۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ ابوداؤد میں سعید بن المسیبؒ سے مروی ہے اُنھوں نے کہا کہ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے میمونہ سے عقد احرام کی حالت میں کیا۔ حالانکہ رسول اللہ مکہ آئے تو محرم نہ تھے نکاح بھی اُسی وقت ہوگیا اِس لیئے لوگوں کو شبہ ہوگیا۔ مگر اس قول میں شبہ ہے یعنی یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ عمرہ کی نیت سے

حضورؐ مکہ آئے اور احرام نہ کیا۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ احرام کے قبل ہی کسی کو وکیل بالنکاح کردیا ہو۔ اور اُس نے مکہ میں آنے کے بعد نکاح کردیا ہو۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ امام شافعیؒ نے اس کو ایک مستقل قول قرار دیا ہے۔ اِس طرح تین اقوال ہوگئے۔ پہلا قول تو یہ ہے کہ عمرہ سے فارغ ہوکر احرام ختم کرنے کے بعد نکاح کیا۔ یہ قول خود میمونہ کا ہے۔ اور ابو رافع بھی یہی کہتے ہیں جو اس معاملہ میں سفیر تھے۔ یہی قول سعید بن المسیبؒ اور جمہور اہل نقل کا ہے دوسرا قول یہ ہے کہ احرام کی حالت میں آپ نے نکاح کیا۔ یہ قول حضرت ابن عباسؓ اور اہل کوفہ۔ اور ایک جماعت کا ہے تیسرا قول حضرت ابن عباسؓ کے قول کی تاویل ہے یعنی حضرت عباسؓ نے کہا کہ حضورؐ نے نکاح کیا تو محرم تھے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ حالتِ احرام میں تھے۔ جو شخص شہر حرام یا بلد الحرام میں ہو اس کو بھی محرم کہتے ہیں۔ اور چونکہ عقد شہر حرام میں ہوا اِسلئے حضرت ابن عباسؓ نے آپ کو محرم کہا۔

مانعین کا استدلال یہ ہے کہ مسلم۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ۔ نسائی۔ اور ابن حبانؒ نے حضرت عثمانؓ بن عفان سے روایت کیا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ محرم نہ خود اپنا نکاح کرے نہ کسی دوسرے کا۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ اگر مان لیا جائے کہ ابن عباسؓ کی روایت اِس کے معارض ہے۔ تاہم یہ قول ہے اور قول کو فعل پر عند التعارض ترجیح دینا واجب ہے۔

دوسری روایت خود حضرت میمونہؓ کی ہے۔ ابوداؤد۔ مسلم۔ ترمذی۔ اور ابو یعلےٰ نے روایت کیا ہے۔ فرماتی ہیں کہ رسول اللہؐ نے مجھ سے نکاح کیا تو حلال تھے۔ دوسری روایت میں ہے کہ ہم دونوں حلال تھے۔ ایک روایت میں تصریح ہے کہ مکہ سے لوٹتے کے بعد نکاح ہوا۔ مانعین کہتے ہیں کہ خود حضرت میمونہؓ کا قصہ ہے ان سے زیادہ اِسکو کون جان سکتا ہے۔

یزید بن الاصمؒ روایت کرتے ہیں کہ جب میمونہ سے حضورؐ نے نکاح کیا تو حلال تھے روایت کیا اس کو طحاوی نے۔ یزید ابن الاصم میمونہ کے بھانجے ہیں۔ ایک بہن کے

لڑکے ابن عباسؓ ہیں ایک بہن کے یہ ہیں اِس لیئے قرابت میں دونوں برابر ہیں۔ لہذا ابن عباسؓ کی قرابت وجہ ترجیح نہیں ہوسکتی۔

چہارم ابورافعؓ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے حضرت میمونہؓ سے نکاح کیا تو حلال تھے اور زفاف کیا تو حلال تھے۔ اور نکاح کی بات میں ہم قاصد تھے۔ اِس کو ترمذی۔ امام احمدؒ اور ابن حبانؒ وابن خزیمہؒ نے روایت کیا ہے۔ یہ ابورافعؓ نکاح کے سفیر تھے اور ظاہر ہے کہ سفیر کے قول کو دوسروں پر ترجیح ہوگی۔

سعیدؒ بن المسیّب کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ کو وہم ہوگیا ہے۔ اور اُن کا وہم جائے تعجب نہیں ہے کیونکہ وہ اس وقت کم سن تھے۔ اس وجہ سے واقعہ میں بھول ہوجانا تعجب نہیں ہے خصوصاً جبکہ ابورافعؓ سفیر واقعہ اور حضرت میمونہؓ صاحب واقعہ اُن کے خلاف بیان کررہے ہیں۔

ان استدلالات کے جواب میں امام طحاویؒ نے بڑی طویل بحث کی ہے۔ اور اسناد کے اعتبار سے حضرت ابن عباسؓ کی روایت کو ترجیح دی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ سے جن لوگوں نے روایت کیا ہے وہ اہل علم آئمہ اور فقہا ہیں جن کی رائیں اور روایتیں حجت ہیں۔ اور وہ ابن عباسؓ کے بہترین اصحاب ہیں۔ جیسے سعید بن جبیرؒ۔ عطاءؒ۔ طاؤسؒ۔ مجاہدؒ۔ عکرمہؒ۔ جابر بن یزیدؒ۔ یہ سب کے سب حضرات ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے جب میمونہؓ سے نکاح کیا تو محرم تھے۔ اور اُن سے جو لوگ روایت کرتے ہیں وہ بھی ایسے ہی ہیں عمرو بن دینارؒ۔ ایوبؒ سختیانی۔ عبداللہ بن ابی نجیحؒ۔ یہ وہ ائمہ ہیں جنکے روایات کی اقتدا کی جاتی ہے۔ پھر اس کی تائید میں حضرت عائشہؓ کی روایت بھی ہے۔ اُس کی سند میں کوئی کلام نہیں ہوسکتا ابوعوانہؒ عن مغیرہؒ۔ عن ابی الضحیٰ عن مسروق عن عائشہؓ یہ سب ائمہ حدیث ہیں جن کی روایتیں حجت ہیں۔ اِن لوگوں کی روایتیں اُن سے راجح ہونگی جو ضبط۔ ثبت تفقہ اور امانت میں اِن کے مثل نہیں ہیں

ابن عباسؓ کی روایت کے خلاف سب سے بڑا استدلال حضرت عثمانؓ بن عفان کی روایت ہے لیکن اُس کو نُبَیہ بن وہبؒ نے روایت کیا ہے۔ وہ نہ تو عمرو بن دینارؒ کے مثل ہیں جنہوں نے مسروق عن عائشہؓ سے روایت کیا ہے نہ علم میں ان کا مرتبہ اُنلوگوں کے مثل ہے اِس لیئے جائز نہ ہوگا کہ اس روایت سے اُن روایتوں کا معارضہ کیا جائے جو نُبَیہ کی روایۃ کے خلاف ہیں۔

اور ابورافعؓ کی روایت تو اس کو متصلاً مطر الورّاق نے روایت کیا ہے۔ اور مطرؒ محدثین کے نزدیک ایسے شخص نہیں ہیں جن کی حدیث حجۃ ہو۔ اس حدیث کو مالکؒ نے بھی روایت کیا ہے جو ضبط اور حفظ میں بڑھے ہوئے ہیں وہ منقطع کرتے ہیں اور سلیمن بن یسارؒ کا سماع ابورافعؓ سے ثابت نہیں کرتے اُن کی روایت ہے کہ سلیمن بن یسارؒ نے کہا کہ رسول اللہؐ نے ابورافعؓ اور ایک انصاری کو بھیجا اُنہوں نے رسول اللہؐ کا نکاح میمونہؓ بنت الحارث سے کردیا اس کے پہلے کہ رسولؐ اللہ مدینہ سے روانہ ہوں۔

باقی یزیدؒ بن الاصم کی روایت۔ عمرؒو بن دینار کہتے ہیں کہ ابن شہاب زہریؒ نے یزید بن الاصمؒ سے روایت بیان کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے میمونہؓ سے نکاح کیا تو حلال تھے اور میمونہؓ اُن کی خالہ تھیں۔ عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے زہریؒ سے کہا کہ یزید بن الاصمؒ کے نسبت تو یہی معلوم ہے کہ وہ ایک اعرابی بوّال تھے۔ کیا آپ اُن کو ابن عباسؓ کے مقابلہ میں رکھتے ہیں۔ امام طحاوی کہتے ہیں کہ عمرو بن دینارؒ نے امام زہری کو مخاطب کرکے اِس روایت کی تضعیف کی اور امام زہریؒ نے جواب نہ دیا۔ اور اہل علم اِسی وجہ سے اُن کو اعرابی بوّال لکھتے ہیں۔ محدثین اُن سے کم مرتبہ کے کلام پر۔ اور عمرو بن دینارؒ و امام زہریؒ سے کم درجہ کے لوگوں کی جرح پر رواۃ کو ضعیف ٹھہراتے ہیں۔ تو جب یہ دونوں ائمہ اِس جرح پر متفق ہیں تو روایت کا کیا حال ہوگا۔ مع ہذا روایت منقطع ہے۔ یزید بن الاصمؒ نے یہ نہیں بتایا کہ اُنہوں نے یہ کس سے سنا اِس لیئے کہ وہ تو اُس وقت

تھے نہیں۔ اوّل اُن کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ اور اگر بالفرض رسول اللہؐ کے وقت میں ہوئے بھی تو بچے ہوں گے۔ ان کا انتقال ایک سو ایک۔ یا ایک سو تین یا ایک سو چار میں ہوا۔ اور ابن حجر اصابہ میں واقدی سے نقل کرتے ہیں کہ اُن کی عمر اُس وقت تہتر سال کی تھی۔ ابن حجر لکھتے ہیں کہ اگر یہ صحیح ہے تو اُن کی پیدائش رسول اللہؐ کے وفات کے تقریباً بیس سال بعد ہوئی اور ابن حجر عسقلانی تقریب میں لکھتے ہیں کہ کہا جاتا ہے کہ اُن کو رویت حاصل تھی مگر ثابت نہیں ہوتا۔

ہاں بعض طریقوں میں میمون ابن مہرانؒ سے ان کی روایت متصل ہے یعنی میمون بن مہرانؒ عن یزید بن الاصمؒ عن میمونہؓ زوج النبی صلے اللہ علیہ وسلم لیکن امام طحاویؒ لکھتے ہیں کہ میمون بن مہرانؒ کے راویوں میں جعفر بن بُرقانؒ حجۃ ہیں وہ روایت کرتے ہیں کہ میمون بن مہرانؒ نے بیان کیا کہ ہم عطاؒ کے پاس تھے کہ ایک شخص نے آکر سوال کیا کہ کیا محرم کو نکاح کرنا جائز ہے۔ عطاؒ نے اثبات میں جواب دیا۔ تو میں نے کہا کہ مجھ کو عمر بن عبدالعزیزؒ نے لکھا کہ یزید بن الاصمؒ سے پوچھو کہ حضرت میمونہؓ کے نکاح کے وقت رسول اللہ محرم تھے یا حلال۔ یزیدؒ نے کہا کہ جب رسول اللہؐ نے نکاح کیا تو حلال تھے۔ عطاؒ نے کہا کہ ہم تو یہی سنتے رہے کہ محرم تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ میمون نے عطاؒ کے سامنے استدلالاً یہ روایت پیش کی تھی۔ اگر اُن کو اتصال کا علم ہوتا کہ یزید نے میمونہ سے یہ روایت بیان کی ہے تو ضرور ایسے موقع پر پیش کرتے۔

امام طحاویؒ کہتے ہیں کہ ان بیانات سے یہ معلوم ہوگیا کہ آثار کی قوت و ضعف کے اعتبار سے جواز کا قول راجح ہے لیکن قیاس اور نظر کے اعتبار سے بھی یہی راجح ہے کہ محرم کو وطی منع ہونیکی وجہ سے نکاح کا امتناع ضرور نہیں بالتفاق محرم کو لونڈی خریدنا جائز ہے مگر وطی منع۔ خوشبو خریدنا جائز ہے مگر استعمال منع۔ سلا ہوا کپڑا خریدنا جائز ہے مگر پہرنا منع۔ اسطرح عورت سے گو وطی منع ہے مگر نکاح جائز۔ اگر کوئی کہے کہ نکاح اور خریداری میں فرق ہے۔

رضاعی بہن سے نکاح ناجائز ہے خرید نا جائز۔ نکاح وہاں جائز نہیں ہو سکتا جہاں محل وطی نہ ہو۔ اِس کا جواب یہ ہے کہ یہ صحیح ہے کہ جہاں محل وطی نہ ہو وہاں نکاح جائز نہیں ہو سکتا مگر احرام کی وجہ سے وطی کا امتناع تو ایسا ہی ہے جیسا روزہ دار سے وطی منع ہے۔ یا جیسے حائضہ سے وطی منع ہے مگر باوجود اس کے روزہ دار اور حائضہ سے نکاح جائز ہے۔ ٹھیک اسی طرح احرام کی حالت میں وطی ممنوع ہے اور نکاح جائز واللہ اعلم۔

تنبیہ۔ امام ابوجعفر طحاویؒ نے محض نُبیہ بن وہبؓ کی وجہ سے حضرت عثمانؓ کی روایت کو قابل ترک سمجھا۔ حالانکہ نُبیہ کی ثقاہت میں کوئی کلام نہیں ہے۔ اور امام بخاریؒ کے سوا تمام جماعت نے اُن سے روایت اخذ کیا ہے۔ اِسی طرح حضرت میمونہؓ کی روایت میں دو جگہ کلام کیا ہے اوّل خود یزید بن الاصمؒ میں دوم یہ کہ میمون بن مہرانؒ نے عطاءؒ کے سامنے یزید بن الاصمؒ کا قول پیش کیا۔ اور محل استدلال میں حضرت میمونہؓ کی طرف اتصال نہیں کیا۔ لیکن یزید بن الاصمؒ سے ساری جماعت روایت کرتی ہے خود بخاریؒ نے بھی ادب المفرد میں اُن کی روایت کو اخذ کیا ہے باقی حضرت میمونہؓ کی طرف اتصال تو وہ علاوہ میمون بن مہرانؒ کے اور لوگوں نے بھی حضرت میمونہؓ سے متصل روایت بیان کی ہے جیسا کہ مسلم میں موجود ہے۔

الغرض دونوں جانب روایات صحیحہ موجود ہیں ہاں اس میں شبہ نہیں کہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت سنداً راجح ہے لیکن خود ہمارے فقہاء کہتے ہیں کہ جب اختلاف دائر ہو منع اور جواز میں تو حکم منع پر ہوگا کیونکہ اسی میں احتیاط ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

قصّہ بنت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہٗ

حضورؐ نے جب مکہ سے روانہ ہونے کا ارادہ کیا تو حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب کی لڑکی جو بچی تھی آئی اور پکارنے لگی یا عم یا عم۔ حضرت علیؓ نے اس کو شامل لے لیا۔ اور ہاتھ پکڑ کر

حضرت فاطمہؓ کے پاس لے آئے کہ یہ تمہاری بنت العم ہے اِس کی خبر لو۔ اُنہوں نے اپنے ساتھ سوار کر لیا۔ اس کے بعد وہیں یا مدینہ میں آنے کے بعد اس لڑکی کے حق حضانت کے بارہ میں حضرت علیؓ بن ابی طالب۔ حضرت جعفرؓ بن ابی طالب۔ اور حضرت زیدؓ بن حارثہ میں اختلاف ہو گیا۔ تینوں حضرات دعوی کرتے تھے کہ اِس لڑکی کو ہم رکھینگے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ میری بنت العم ہے اور ہم اس کو پہلے ساتھ لائے ہیں۔ حضرت جعفرؓ فرماتے تھے کہ یہ میرے چچا کی لڑکی ہے اور اُس کی خالہ میرے پاس ہے۔ حضرت زیدؓ بن حارثہ کہتے تھے کہ یہ میرے بھائی کی لڑکی ہے۔ رسول اللہؐ نے فیصلہ کیا کہ خالہ بمنزلہ ماں کے ہے اس لئے یہ لڑکی خالہ کے سپرد کی جائے۔ اور پھر تینوں حضرات کی دلدہی فرمائی حضرت علیؓ سے فرمایا کہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے۔ حضرت جعفرؓ سے فرمایا کہ تم سیرت وصورت میں میرے مثل ہو۔ زید بن حارثہؓ سے فرمایا کہ تم میرے بھائی اور میرے مولا ہو۔ یہ حدیث باتفاق صحیح ہے۔

اِس سے معلوم ہوا کہ حق حضانت خالہ کو ہے عصبات کو نہیں۔ اور حضرت حمزہؓ کی حقیقی بہن حضرت صفیہؓ اُس وقت زندہ تھیں گو یہ معلوم نہیں ہے کہ اُنہوں نے حضانت کی خواہش ظاہر کی یا نہیں مگر رسول اللہؐ نے باوجود اس علم کے کہ صفیہؓ موجود ہیں فرمایا کہ خالہ بمنزلہ ماں کے ہے۔ یہ نہ فرمایا کہ پھوپھو کے عدم مطالبہ کی وجہ سے خالہ منزلہ ماں کے ہے۔

اِس لڑکی کی ماں سلمی بنت عمیسؓ زوجہ حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب تھیں۔ اور اُن کی بہن اسماء بنت عمیسؓ اس وقت حضرت جعفرؓ کی زوجہ تھیں اِس لئے اس لڑکی کے حضانہ کا حق حضرت اسماءؓ کو ملا۔

اِس قصہ میں زید بن حارثہؓ نے کہا کہ یہ میرے بھائی کی لڑکی ہے۔ اِس سے مراد یہ ہے کہ ہجرت کے قبل رسول اللہؐ نے مکہ میں اپنے اصحاب کے درمیان مواخات کرایا تھا۔ اُسی مواخات کی بنا پر یہ دعویٰ تھا۔ یہ مواخات مہاجرین کا بعض کا بعض سے تھا حضرت

ابوبکرؓ کا حضرت عمرؓ سے۔ حضرت حمزہؓ کا حضرت زیدؓ سے۔ حضرت عثمانؓ کا حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف سے۔ حضرت زبیرؓ کا حضرت ابن مسعودؓ سے۔ حضرت عبیدہؓ بن الحارث کا حضرت بلالؓ سے۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر کا سعدؓ بن ابی وقاص سے۔ ابوعبیدہؓ کا سالمؓ مولے رسول اللہؐ سے۔ سعدؓ بن زید کا طلحہ بن عبیداللہؓ سے۔

یہ مواخات حضورؐ نے صرف مہاجرین کے درمیان ہجرت سے پہلے کرایا تھا۔ اور ہجرت کے بعد مہاجر و انصار کے درمیان دارانسؓ میں جو مواخات آپ نے کرایا جس کا ذکر پہلے[1] ہوچکا ہے وہ دوسرا مواخات ہے واللہ اعلم

اسلام خالدؓ بن الولید و عمرو بن العاصؓ

اسلام کے مشہور سالار فوج حضرت خالدؓ بن الولید۔ اور عرب کے مشہور عاقل اور اہل الرّائے عمرو بن العاصؓ انہیں ایام میں مسلمان ہوئے۔ ان کے اسلام قبول کرنے کے زمانہ میں اختلاف ہے مگر یہ بات صحیح روایات سے ثابت ہے کہ غزوہ حدیبیہ کے وقت خالدؓ بن الولید کفار کی فوج میں تھے جیسا کہ پہلے[2] لکھ چکا ہوں۔ اور بخاری کی روایت میں تصریح ہے کہ غزوہ موتہ میں حضرت خالدؓ شریک تھے بلکہ انہیں کے ہاتھ پر وہاں فتح ہوئی اور اُس روز نو تلواریں اُن کے ہاتھ میں ٹوٹی تھیں اور غزوہ موتہ فتح مکہ سے چار مہینہ پہلے ہوا۔ اِس لئے یہ ضرور ہے کہ حدیبیہ اور غزوہ موتہ کے درمیان یہ مسلمان ہوئے بعض روایتوں میں تصریح ہے کہ خیبر کے بعد ان کا اسلام ہے اور ابن اثیر کا قول آگے آتا ہے کہ صفر ۸ھ میں یعنی غزوہ موتہ سے دو مہینہ پہلے مسلمان ہوئے اور مدینہ آئے۔

خالدؓ بن الولید کے والد ولید بن المغیرہ قریش کے نامی سردار تھے۔ اور ان کی ماں لبابہؓ صغریٰ بنت الحارث حضرت ابن عباسؓ کی حقیقی خالہ تھیں۔ ابن عباسؓ کی ماں لبابہ کبریٰ خالدؓ کی ماں لبابہ صغریٰ اور ام المومنین حضرت میمونہؓ سب حقیقی بہنیں تھیں اور

[1] یعنے ہجرت کے بعد ابتدار رسالہ میں ۱۲ منہ [2] یعنی غزوہ حدیبیہ میں ۱۲ منہ۔

یزید بن الاصمؓ کی ماں برزہ بنت الحارثؓ بھی بہن تھیں۔ اسماء بنت عمیسؓ حضرت جعفرؓ کی زوجہ اور سلمیٰ بنت عمیسؓ حضرت حمزہؓ کی زوجہ اُن کی سوتیلی بہنیں تھیں۔ اُن کے علاوہ اور بھی اُن کی بہنیں تھیں اور یہ سب حضرت ابن عباسؓ اور حضرت خالدؓ کی خالہ تھیں۔

حضرت خالدؓ اسلام کے قبل شرفاء قریش میں بڑے معزز شخص تھے "قبہ" و "اعنۃ الخیل" اُن کے سپرد تھا قبہ" کا یہ مطلب ہے کہ قریش جنگ کے موقع پر ایک خیمہ کھڑا کیا کرتے تھے اور تمام سامان حرب اُس میں جمع کیا جاتا تھا اُس کا انتظام اور اسلحہ کا تقسیم کرنا اُنہیں کے اختیار میں تھا۔ اور اعنۃ الخیل کا یہ مطلب ہے کہ مقدمۃ الجیش کا انتظام اُن کے سپرد تھا یہ قریش کے بڑے بہادر لوگوں میں تھے اور اس کے قبل اسلام کے خلاف اُنہوں نے اپنی پوری قوت صرف کی تھی مگر مقدرات الٰہیہ کا مقابلہ اُن کے بس کی بات نہ تھی۔ جب یہ مسلمان ہوئے تو خدا کی تلوار رہتے۔ حضورؐ نے اُن کو سیف اللہ کا خطاب دیا۔ اُس کے بعد اُن کی تلوار نے عرب شام۔ اور روم میں زلزلہ ڈال دیا۔ وہ وہ کام کیے جو خدا نے اُنہیں کے حصہ میں ودیعت کی تھی۔ غزوۂ موتہ کے بعد سے اُن کے کارناموں کا ایک عظیم الشان سلسلہ شروع ہوتا ہے۔

حضرت خالدؓ کے ساتھ ہی حضرت عمرو بن العاصؓ بھی مسلمان ہوئے کہتے ہیں کہ عرب میں چار شخص عقل میں اپنی مثال نہیں رکھتے تھے اُن میں ایک عمرو بن العاصؓ ہیں قریش نے مہاجرین حبشہ کے خلاف نجاشی کے پاس اُنہیں کو بعض آدمی کے ساتھ بھیجا تھا۔ یہ عمر میں حضرت عمر بن الخطابؓ سے بڑے تھے اور وہ کہتے ہیں کہ جس رات کو عمر بن الخطابؓ پیدا ہوئے وہ ہمیں یاد ہے۔ اسلام کے بعد حضورؐ نے اُن کو غزوۂ ذات السلاسل میں امیر بنا کر بھیجا۔ حضورؐ کے وقت میں عمان کے یہ حاکم ہوئے۔ آخر میں یہ مصر کے حاکم تھے۔ انہیں کے ہاتھ پر قنسرین اور مصر فتح ہوا۔ یہ حضرت علیؓ سے ناراض ہو کر امیر معاویہؓ سے مل گئے تھے۔ مشہور ہے کہ جنگ صفین کے وقت مصالحت کی گفتگو میں اُنہوں نے حضرت علیؓ کے خلاف

بڑی چال بازی کی تھی۔

زبیر بن البکار سے ابن حجر اصابہ میں نقل کرتے ہیں کہ کسی نے عمرو بن العاصؓ سے پوچھا کہ تم اتنے بڑے عقلمند ہو باوجود اس کے اسلام کو سمجھنے میں تم نے اتنی تاخیر کی اس کی کیا وجہ ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ ہم ایسی قوم میں تھے جن کو ہم پر تقدّم حاصل تھا۔ اور سبکی رسّیاں اُن کے ہاتھوں میں تھیں۔ جب رسول اللہؐ مبعوث ہوئے تو اُن لوگوں نے انکار کیا ہم نے اُن کی تقلید کی۔ جب وہ لوگ ختم ہو گئے اور اختیار ہم لوگوں کے ہاتھوں میں آیا۔ تو ہم نے اس کے متعلق غور وفکر کیا۔ حق بالکل واضح تھا ہم نے اسلام قبول کیا۔ اسکے بعد قریش نے بعض شخصوں کو مناظرہ کے لیئے میرے پاس بھیجا ہم نے اُن لوگوں سے سوال کیا کہ حق پر کون ہے ہم لوگ یا فارس وروم۔ اُن لوگوں نے جواب دیا کہ ہملوگ۔ ہم نے پوچھا کہ دنیاوی حالت ہم لوگوں کی اچھی ہے یا اُن کی۔ اُن لوگوں نے جواب دیا کہ انکی ہم نے کہا۔ کہ ہم کو جو کچھ ملنا ہے وہ یہیں دنیا میں (تناسخ کے عقیدہ کی طرف اشارہ ہے) اگر ہمارے حق وصداقت کی وجہ سے اِس دنیا میں بھی ہمیں فضیلت نہ حاصل ہو تو بتاؤ یہ حق وصداقت ہمارے کس کام کی ہے۔ مجھ کو تو یقین ہو گیا ہے کہ محمدؐ جو کہتے ہیں کہ اچھے اور بُرے اعمال کا اچھا یا بُرا بدلہ مرنے کے بعد ہوگا یہی صحیح ہے۔ اور حق واضح ہو جانے کے بعد باطل پر قائم رہنا کوئی خوبی کی بات نہیں ہے۔

زبیر ابن البکار۔ واقدی اور ابن اسحاق سب لکھتے ہیں کہ عمرو بن العاصؓ نے نجاشی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ مگر ابن حجر نے اصابہ میں لکھا ہے کہ بغوی نے بسند جیّد روایت کیا ہے کہ جب جعفر ابن ابی طالبؓ رسول اللہؐ سے اجازت لیکر حبشہ گئے تھے تو وہیں عمرو بن العاصؓ نے حضرت جعفرؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

اور ابن اثیر اُسد الغابہ میں لکھتے ہیں کہ عمرو بن العاصؓ کی ماں بنی عنزہ کی ایک عورت سلمیٰ بنت حرملہ تھی اُس کا لقب نابغہ تھا۔ اُس کو فاکہ بن المغیرہ نے عکاظ میں خریدا پھر اُس سے

عبداللہ بن جدعانؓ نے خریدا پھر وہ عاص بن وائل کو ملی اور اسی سے عمرو بن العاصؓ پیدا ہوئے۔ یہ حبشہ گئے تو نجاشی نے کہا کہ اے عمرو تعجب ہے کہ تم سے تمہارے ابن عم کا حال اب تک پوشیدہ ہے۔ خدا کی قسم وہ رسول اللہؐ ہیں۔ عمرو نے پوچھا کہ کیا آپ کو بھی اس کا یقین ہے۔ نجاشی نے کہا کہ اے خدا کی قسم یہ صحیح ہے۔ یہ وہیں سے ہجرت کر کے مدینہ آئے اور عام خیبر میں مسلمان ہوئے۔ دوسری روایت ہے کہ وہیں مسلمان ہو گئے اُس کے بعد مدینہ آئے۔ اور اُس میں ہے کہ یہ صفر ۸ھ میں فتح مکہ سے چھ ماہ پہلے مسلمان ہوئے۔ اِس کے بعد رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے خالد بن الولیدؓ اور عثمان بن طلحہؓ عبدری راستہ میں اُن کے ساتھ ہو گئے تھے وہ بھی اسلام قبول کرنے کے لئے جا رہے تھے۔ پہلے خالدؓ نے بیعت کی اُن کے بعد انہوں نے اس شرط پر بیعت کی کہ جو کچھ پہلے ہوا وہ معاف ہو جائے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اسلام اور ہجرت پہلے کی تمام برائیوں کو مٹا دیتا ہے۔

غزوۂ موتہ[1]

مُوتہ بہمزہ و بلا ہمزہ دونوں آیا ہے لیکن بخاری کے اکثر رواۃ نے یہاں مُوتہ بضم میم و سکون واؤ بلا ہمزہ روایت کیا ہے۔ یہ جگہ شام کے علاقہ میں ارض بلقا کے ابتدا میں واقع ہے۔ جمادی الاولیٰ ۸ھ میں یہاں غزوہ ہوا۔ وجہ یہ ہوئی کہ حضورؐ نے حارث بن عمیر ازدیؓ[2] کو خط لیکر شام یا بُصریٰ بھیجا تھا۔ اُن کو شرحبیل بن عمرو الغسانی نے قتل کر دیا۔ حضورؐ قاصد کو قتل نہیں کیا کرتے تھے نہ حضورؐ کا کوئی قاصد اُن کے سوا قتل کیا گیا اِس لئے یہ فعل حضورؐ کو بہت شاق ہوا۔ اگرچہ مقام بہت دور تھا۔ اور غیر ملک مگر وہاں آپ نے فوج بھیجی اور زید بن حارثہؓ کو امیر کیا اور فرمایا کہ اگر یہ شہید ہو جائیں تو جعفر ابن ابی طالبؓ

---

[1] اصحاب حدیث غزوۂ مُوتہ لکھتے ہیں اگرچہ اس میں حضورؐ شریک نہ تھے ۱۲ منہ

[2] حارثؓ بن عمیر الازدی ثم اللہبی بکسر لام و سکون ہا اس قصہ کو ابن حجرؒ نے بھی اصابہ میں ذکر کیا ہے ۱۲ منہ

امیر ہوں۔ اور وہ بھی شہید ہوں تو عبداللہ بن رواحہؓ اور اُن کے ساتھ تین ہزار فوج آپ نے بھیجی۔

جب یہ لوگ معان میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ ارض بلقا میں خود ھرقل ایک لاکھ آدمیوں کے ساتھ موجود ہے اور بنی لخم و بنی جذام و بلقین و بہرا کے ایک لاکھ آدمی اِس کے علاوہ اُس کی امداد کو جمع ہو گئے ہیں یہ خبر جب ملی تو مسلمان متردد ہوئے اور دو روز تک معان میں رُکے رہے اور سوچنے لگے کہ کیا کریں۔ رائے یہ ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ کو لکھا جائے وہ یا تو امداد بھیجیں یا جیسا حکم دیں اُس پر عمل ہو۔

عبداللہ بن رواحہؓ نے کہا کہ اے لوگو۔ تم تو شہادت کی طلب میں نکلے ہو اور آج اُسی کو مکروہ سمجھتے ہو۔ ہم قوت اور تعداد کے بھروسہ پر نہیں لڑتے۔ دین کے لیے لڑتے ہیں دو نیکیوں میں ایک بہر صورت ہمارے لیے ضرور ہے۔ فتح یا شہادت۔ یہ سُنکر مسلمانوں میں جوش پیدا ہو گیا سب نے کہا کہ عبداللہؓ ٹھیک کہتے ہیں۔ اور سب لوگ روانہ ہو گئے۔ جب خاص بلقا کی سرزمین میں پہنچے تو مخالفین کی جماعت ایک قریہ کے پاس جس کا نام مشارف تھا موجود تھی۔ اِس لیے مسلمان ایک مقام پر ٹھہر گئے جس کا نام مُوتہ تھا اور اُسی مقام پر جنگ ہوئی۔ پہلے حضرت زید بن حارثہؓ کے ہاتھ میں علم تھا وہ لڑے اور شہید ہوئے۔ اُن کے بعد حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے علم لیا اُن کا داہنا ہاتھ کٹ گیا تو بائیں ہاتھ میں علم لیا وہ بھی کٹ گیا مگر پھر بھی علم کو گرنے نہ دیا سنبھالے رہے حتٰی کہ شہید ہوئے۔ اسوقت اُن کی عمر تینتیس سال کی تھی انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پھر حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے علم لیا اور وہ بھی شہید ہوئے اُن کے بعد سارے مسلمان حضرت خالد بن الولیدؓ پر متفق ہوئے۔ جب خالدؓ نے علم اُٹھایا تو بڑے سختی سے لڑے حتٰی کہ فتح ہوئی۔ بخاری میں خود حضرت خالدؓ بن الولید سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ غزوۂ مُوتہ کے دن میرے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹ گئیں۔ اور صرف ایک یمانی تلوار میرے پاس باقی رہ گئی۔

بخاری میں حضرت انسؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے غزوہ موتہ کی خبر آنے سے پہلے زیدؓ جعفرؓ اور ابن رواحہؓ کے شہادت کی خبر دی تھی۔ آپؐ نے فرمایا کہ زید نے علم لیا اور شہید ہوئے پھر کہا کہ جعفرؓ نے علم لیا اور شہید ہوئے۔ پھر کہا کہ ابن رواحہؓ نے علم لیا اور شہید ہوئے۔ آپ یہ کہہ رہے تھے اور آنکھون سے آنسو جاری تھا۔ پھر کہا کہ سیف من سیوف اللہ نے علم لیا اور خدا نے مسلمانون کو فتح دی۔

موسیٰ بن عقبہؓ کہتے ہیں کہ غزوہ موتہ کی خبر لیکر یعلیٰ بن امیہ آئے تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اگر چاہو تو تم ہمیں خبر دو۔ یا اگر کہو تو ہم تمہیں خبر سنائیں۔ اُنھون نے کہا کہ یا رسول اللہؐ آپ ہی سنائیں تو رسول اللہؐ نے حال بیان کیا۔ اُنھوں نے کہا کہ قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا ہے۔ آپ نے تو ایک بات بھی نہ چھوڑی۔

بخاری میں عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم نے شُہدا میں حضرت جعفرؓ کو تلاش کیا اور اُن کے جسم پر تیر و تلوار کے نوّے زخم سے زیادہ پایا۔ اُنہیں سے دوسری روایت ہے کہ پچاسؓ سے زیادہ زخم میں نے اُن کے جسم پر گنا اور سب آگے تھا کوئی پشت پر نہ تھا۔

حضورؐ نے فرمایا کہ خدا نے جعفر کو دو پر دار بازو عنایت کیا ہے وہ جنّت میں جس جگہ چاہتے ہیں جاتے ہیں اسی لیے حضرت جعفرؓ کو ذی الجناحین اور جعفر طیارؓ کہتے ہیں بخاری میں ہے کہ عبداللہ بن عمر جب حضرت جعفر کے لڑکوں کو دیکھتے تھے تو کہتے تھے السّلام علیک یا ابن ذی الجناحین۔

غزوہ مُوتہ میں یہ حضرات شہید ہوئے جعفر ابن ابی طالبؓ۔ زید بن حارثہؓ۔ عبداللہ[۱]

[۱] ترمذی کی روایت میں ہے کہ عبداللہ بن رواحہؓ فتح مکہ کے روز رسول اللہؐ کے سامنے رجز کے اشعار پڑھتے تھے وہ صحیح نہیں ہے اسلیئے کہ عبداللہ بن رواحہؓ بلاشبہ غزوہ موتہ میں شہید ہوئے فتح مکہ کے روز عبداللہ بن رواحہ خود نہیں پڑھتے تھے بلکہ اُن کے اشعار پڑھے جاتے تھے ۱۲ منہ

بن رواحہؓ۔ مسعود بن الاوسؓ وھب بن سعد بن ابی سرحؓ۔ عباد بن قیسؓ۔ حارثہ بن النعمانؓ سراقہ بن عمرو بن عطیہ ابو کلیب بن عمرو بن زید۔ اُن کے بھائی جابرؓ۔ عامر بن سعید بن الحارثؓ۔ اور اُن کے بھائی عمروؓ۔ شہدا ء موتہ کی یہ فہرست ابن قیم نے لکھی ہے مگر اس میں بعض شبہات[1] ہیں۔

ابن قیم کہتے ہیں کہ بخاری میں ہے کہ اس غزوہ میں مسلمانوں کی فتح ہوئی۔ اور ابن سعد کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو شکست ہوئی مگر صحیح وہ ہے جو ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ دونوں جماعتیں بلا فیصلہ الگ ہوگئیں۔ لیکن ابن ہشام زُہری سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں تو یہی معلوم ہوا ہے کہ جب خالدؓ امیر بنائے گئے تو خدا نے مسلمانوں کو فتح دی واللہ اعلم

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب مسلمان اس غزوہ سے لوٹ کر مدینہ آئے تو رسول اللہؐ اور مسلمان راستہ میں اُن کو لانے گئے۔ اور مسلمان اس جیش کے لوگوں پر مٹی پھینکتے تھے اور کہتے تھے کہ اے فرار کرنے والو تم خدا کی راہ سے فرار کر کے آئے ہو۔ رسول اللہؐ کہتے تھے کہ نہیں یہ کرار ہیں پھر جائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ ابن اسحاق ہی کہتے ہیں کہ ام المومنین ام سلمہؓ نے سلمہؓ بن ہشام بن المغیرہؓ کی عورت سے دریافت کیا کہ ہم سلمہؓ کو رسول اللہؐ اور مسلمانوں کے ساتھ نمازیں نہیں دیکھتے کیا وجہ ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ وہ تو گھر سے نکل ہی نہیں سکتے۔ جہاں نکلے لوگ آوازیں دینا شروع کرتے ہیں یا فرار رفررتم فی سبیل اللہ یعنی اے فراری تو خدا کی راہ سے بھاگا ہے۔

[1] شبہات ہیں۔ مثلاً اس میں ایک مسعود ابن الاوس ہیں حالانکہ مسعود بن اوس بن اصرم بن زید بن ثعلبہ فتح مصر تک زندہ تھے واقدی نے ایک مسعود بن اوس بن زید بن اصرم صحابی کا نام لکھا ہو مگر صحیح یہ ہے کہ یہ وہی مسعود بن اوس بن اصرم بن زید بن ثعلبہ ہیں معلوم ابن قیم نے کون سے مسعود بن الاوس کو شہداء موتہ میں لکھا ہو اسیطرح ابو کلیب کی نسبت بھی شبہ ہے۔ بعض شہداء موتہ کا اس میں نام نہیں ہے مثلاً سوید بن عمرو وغیرہ ۱۲ منہ

غزوۂ ذات السلاسل[ع]

سلاسل بضم سین اوّل یا بفتحہ دونوں لغت ہے۔ وادی القریٰ کے آگے مدینہ سے دس منزل پر یہ مقام ہے یہ غزوہ جمادی الآخر سنہ ۸ھ میں ہوا۔ ابن سعد اس کی وجہ لکھتے ہیں کہ حضورؐ کو خبر ملی کہ بنی قضاعہ کی ایک جماعت جمع ہوئی ہے کہ مدینہ کے اطراف پر حملہ کرے۔ حضورؐ نے اس غزوہ کے لیئے عمرو بن العاصؓ کو منتخب کیا اور اُن کے لیئے ایک سفید علم درست فرمایا تین سو آدمی ساتھ کیئے اور تیس گھوڑے۔ اور بڑے بڑے مہاجرین و انصار کو اُن کے ماتحت روانہ فرمایا۔ یہ لوگ رات کے وقت چلتے تھے اور دن کے وقت چھپ جاتے تھے۔ قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ دشمن کی تعداد زیادہ ہے عمرو بن العاصؓ نے رافع بن مکیث الجہنیؓ کو رسول اللہؐ کے پاس بھیجکر امداد طلب کی حضورؐ نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو دو سو آدمیوں کے ساتھ بھیجا اور اُن کو علیحدہ علم عنایت فرمایا۔ اور اُن کے ساتھ بھی مہاجرین و انصار کے معزز ترین لوگوں کو بھیجا۔ حتے کہ ابو بکر صدیقؓ۔ اور عمر فاروقؓ بھی اُن میں تھے اور اُن لوگوں سے کہا کہ عمرو بن العاص سے ملکر کام کرو اور آپس میں اختلاف نہ کیجیو۔ اس غزوہ میں سعید بن زیدؓ سعد بن ابی وقاصؓ۔ عامر بن ربیعہؓ حبیب بن سنانؓ رومی۔ اُسید بن حضیرؓ سعید بن عبادہؓ[۱] وغیرہ بزرگان قدیم الاسلام بھی شریک تھے مگر یہ امر مشتبہ ہے کہ یہ لوگ پہلی جماعت میں تھے یا پچھلی میں۔ جب حضرت ابو عبیدہؓ پہنچے اور نماز کا وقت آیا تو انہوں نے امامت کرنی چاہی۔ عمرو بن العاصؓ نے کہا کہ امیر میں ہوں آپ لوگ امداد کو آئے ہیں۔ ابو عبیدہؓ نے

---

[۱] یہ فہرست اسیطرح مدارج النبوۃ میں ہے مگر اس میں دو نام غلط ہیں حبیب بن سنانؓ رومی کوئی صحابی نہیں ہیں یہاں صہیب بن سنانؓ رومی مراد ہیں اور سعید بن عبادہؓ بھی کوئی صحابی نہیں ہیں۔ مراد سعد بن عبادہؓ ہیں واللہ اعلم ۱۲ منہ

[ع] اس غزوہ میں رسول اللہ شریک نہ تھے مگر باوجود اس کے اصحاب سیر اور بعض اصحاب حدیث اسکو غزوہ لکھتے ہیں ۱۲ منہ

کہا کہ میں علیحدہ ہوں تم علیحدہ گو مقصد ایک ہے مگر رسول اللہؐ نے اِس جماعت کا علم علیحدہ درست کیا ہے۔ عمروؓ نے کہا کہ امیر جماعت میں ہوں۔ ابو عبیدہؓ نے کہا کہ مجھ کو رسول اللہؐ نے کہدیا ہے کہ اختلاف نہ کیجیو اِسلیئے گو میں اپنی جماعت کا امیر ہوں لیکن اگر تم کو یہ منظور نہیں ہے تو میں اطاعت کے لیئے مستعد ہوں۔ آخر عمرو بن العاصؓ نماز پڑھاتے رہے۔ جب یہ لوگ بنی قُضاعہ[1] میں پہنچے اور اُن کا سارا علاقہ طے کیا تو آخری حد پر اُن کی جماعت ملی۔ اُس پر مسلمانوں نے حملہ کیا وہ لوگ بھاگے اور منتشر ہوگئے۔ اِس کے بعد عوف بن مالک الاشجعیؓ کو خبر لیکر مدینہ روانہ کیا۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ سُلسُل ایک چشمہ تھا اسی وجہ سے اس غزوہ کو ذات السُلاسل کہتے ہیں۔ ابن قیم نے امام احمد صاحب سے ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہؐ نے جب ذات السُلاسل میں جیش بھیجا۔ تو ابو عبیدہؓ کو مہاجرین پر اور عمرو بن العاصؓ کو اعراب پر امیر مقرر کیا۔ اور کہا کہ متفق رہو۔ اور حکم دیا کہ بکر پر حملہ کرو۔ لیکن عمرو بن العاصؓ نے قُضاعہ پر حملہ کر دیا اِس لیئے کہ بکر میں اُن کے خالو تھے کیونکہ بنی بکر کی ایک عورت عاص بن وائل کی ماں تھی۔ اِس پر مغیرہ بن شعبہؓ ابو عبیدہؓ کے پاس آئے اور کہا کہ رسول اللہؐ نے آپ کو ہم پر امیر مقرر کیا ہے اور ابن فلان نے قومیت کی پاسداری کی ہے آپ کو اِس میں شریک نہ ہونا چاہیئے۔ ابو عبیدہؓ نے کہا کہ رسول اللہؐ نے ہمیں اختلاف سے بچنے کا اور اطاعت کا حکم دیا ہے۔ ہم رسول اللہؐ کی اطاعت کرتے ہیں۔ گو عمرو بن العاصؓ نے نافرمانی کی ہے۔

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ ابو عبیدہؓ نرم طبیعت کے آدمی تھے۔ دنیا کی رغبت نہ تھی امارت کے خواہشمند نہ تھے اِس لیئے اُنھوں نے کاوش نہ کی بعض امور کے متعلق حضرت عمر بن الخطابؓ اور عمرو بن العاصؓ میں بھی کچھ ناراضی پیدا ہوگئی تھی حضرت

[1] قُضاعہ بالضم اسم ابی قبیلۃ ۱۲ منہ

صدیقؓ نے حضرت عمر بن الخطابؓ کو روکا۔

اِس غزوہ میں ایک اور اہم واقعہ پیش آیا۔ رات بہت سرد تھی عمرو بن العاصؓ کو احتلام ہو گیا اُنہوں نے غسل نہ کیا تیمم کر کے اپنے لوگوں کی صبح کی نماز پڑھائی۔ اس کا تذکرہ رسول اللہؐ کے سامنے ہوا۔ آپ نے کہا کہ اے عمروؓ تم نے جنابت کی حالت میں امامت کی اور نماز پڑھائی اُنہوں نے کہا کہ یارسول اللہؐ جان کا خطرہ تھا اور خدا نے فرمایا ہے لا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما حضورؐ نے تبسم فرمایا اور اُن سے کچھ نہ کہا۔ بظاہر چونکہ یہ تھوڑا ہی روز پہلے مسلمان ہوئے تھے اور حضورؐ کو اُن کا تالیف قلب مقصود تھا اِس لیئے کچھ نہ فرمایا ورنہ اگر یہ واقعی صاحب عذر ہی تھے تو حضرت صدیقؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت ابو عبیدہؓ کے رہتے ہوئے ایسی حالت میں امامت کیوں ضرور تھی۔ حالانکہ حضورؐ نے اُن کو بھی باوجود تیمم کے جنبی کہا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عذر بھی کافی نہ تھا اور تیمم سے جنابت بھی دفع نہ ہوئی تھی واللہ اعلم

سریۂ خبط

اس کے بعد رجب ۸ھ میں حضورؐ نے حضرت ابو عبیدہ ابن الجراحؓ کو تین سو مہاجرین و انصار کے ساتھ قبیلہ جُھینہ[1] کی جانب سیف البحر یعنی ساحل بحر بھیجا۔ یہ جگہ مدینہ سے پانچ منزل ہے اس جماعت میں حضرت عمر بن الخطابؓ بھی تھے خبط درخت کی پتیوں کو کہتے ہیں۔ چونکہ صحابہ کرامؓ زاد راہ ختم ہو جانے کی وجہ سے اِس سفر میں درختوں کی پتیاں کھاتی تھیں اِس لیئے اِس سریہ کو سریۂ خبط کہتے ہیں۔ اِس سریہ کا قصہ بالتفصیل صحیحین میں موجود ہے۔

ابن قیم اور ابن حجر کہتے ہیں کہ اس سریہ کا ۸ھ میں بھیجنا صحیح نہیں ہے اِس لیئے

---

[1] جُھینہ بضم جیم و فتح ہائے ہوز بعدہٗ تحتانیہ ساکن بعدہٗ نون تصغیر کے وزن پر کذا فی المغنی ۱۲ منہ

کہ رسول اللہؐ سے یہ ثابت نہیں ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد ایام ہُدنہ میں آپ نے کوئی سریہ قریش یا اُن کے کسی حلیف کی جانب بھیجا ہو۔ رسول اللہؐ اپنی طرف سے عہد شکنی کبھی نہ کرتے تھے بلکہ بہت بُرا سمجھتے تھے۔ اِس لیئے یہ قصہ غالباً ۶ھ کا یعنی حدیبیہ سے پہلے کا ہے۔ لیکن مولانا شاہ عبدالحق صاحب نے شیخ الاسلام ابن العراقی سے نقل کیا ہے کہ یہ قصہ فتح مکہ سے تھوڑا پہلے اور قریش کی عہد شکنی کے بعد کا ہے اِس لیئے کوئی منافات نہیں ہے۔ بظاہر یہی صحیح ہے۔ اِس لیئے کہ حضورؐ رمضان میں فتح مکہ کے لیئے روانہ ہوگئے تھے۔ اور رجب میں اِس سریہ کو بھیجا تھا درمیان میں صرف شعبان کا مہینہ رہ جاتا ہے۔ اِس لیئے قریش کی عہد شکنی کے بعد فتح مکہ کا اہتمام آپ نے رجب میں شروع کر دیا ہوگا۔ اور اُسی اہتمام میں غالباً ایک یہ سریہ بھی ہو۔

صحیحین میں متعدد طریقہ سے یہ قصہ مروی ہے بعض روایات کا بعض سے کچھ خفیف اختلاف بھی ہے ہم اُن روایات کا ملخص لکھتے ہیں اور اختلاف و تطبیق وغیرہ کی طویل بحث یہاں مناسب نہیں سمجھتے۔

حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے تین سو آدمی ساحل بحر پر ارض جُہینہ کی طرف بھیجا۔ اُسمیں مَیں بھی تھا۔ حضرت ابو عبیدہؓ کو حضورؐ نے امیر مقرر کر دیا تھا لیکن وہاں کوئی ملا نہیں اور ہم لوگوں کو ایک مہینہ یا کم و بیش وہاں رہنا پڑا ہلوگوں کے ساتھ زاد راہ تھا اور حضورؐ نے بھی ایک جراب میں کھجوریں ساتھ دی تھی۔ وہ سب ختم ہوگیا۔ ایک روز تین اونٹ ذبح ہوئے۔ دوسرے روز پھر تین اونٹ ذبح ہوئے۔ تیسرے روز پھر تین ذبح ہوا۔ اِس کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ نے اونٹ ذبح کرنے سے منع کر دیا امام نووی لکھتے ہیں کہ اونٹ ذبح کرنے والے قیس[1] بن سعد بن عبادہؓ تھے حضرت جابرؓ

[1] حضرت سعد بن عبادہؓ کے صاحبزادے ہیں اور اپنے والد کی طرح یہ بھی بہت سخی مشہور ہیں جیش العسرۃ میں اتنا خرچ کیا کہ قرضدار ہوگئے تھے۔ ان کے چہرہ پر بال نہیں نکلا تھا۔ صحابہ میں قیس بن سعد شریح

کہتے ہیں کہ اِس کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ نے یہ انتظام کیا کہ جس کے پاس جو کچھ زاد راہ گیا تھا سب کو جمع کرایا۔ اور سب کو ایک ایک مُٹھی کھوریں تقسیم کیں روزانہ اِسی طرح تقسیم کرتے پھر یہ نوبت ہوئی کہ ہر شخص کو صرف ایک کھجور ملتی تھی۔ اُسی کو چوس کر پانی پیتے تھے اور اپنی لکڑیوں سے درختوں کے پتّے توڑ کر کھاتے تھے۔

ہم لوگوں کی یہ حالت ہو رہی تھی کہ دریا سے ایک بہت بڑی مُردہ مچھلی کنارہ آ لگی۔ جو ایک بڑے تودہ کی طرح معلوم ہوتی تھی حضرت ابو عبیدہؓ نے پہلے کہا کہ یہ مردہ ہے اور مردہ کھانا جائز نہیں۔ لیکن پھر اس پر سب متفق ہوئے کہ ایسی حالت میں تو مردہ بھی جائز ہے۔ اٹھارہ روز یا اس سے زیادہ سب نے اُس میں سے کھایا۔ روزانہ ایک بیل کے برابر ٹکڑا اُس میں سے کاٹ لیتے تھے۔ اور اُسی کی چربی جلاتے تھے۔ اُس کے اضلاع کی دو ہڈیوں کو ابو عبیدہؓ نے کھڑا کیا۔ اور سب سے لانبے اونٹ پر سب سے زیادہ لانبا آدمی چُنکر سوار کیا اور اُس کے نیچے سے جانے کے لیئے کہا تو چلا گیا جب ہم لوٹ کر مدینہ آئے اور رسول اللہؐ سے اس کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ وہ خدا نے تم لوگوں کے لیئے رزق بھیجا تھا۔ اگر اُس میں کا کچھ گوشت ہو تو لاؤ۔ چنانچہ حضورؐ کے سامنے لایا گیا اور آپ نے اُس میں سے کھایا۔

یہ سریہ اِس بات پر حجۃ ہے کہ شہر حرام میں قتال جائز ہے اس لیئے کہ حضورؐ نے رجب میں یہ سریہ بھیجا دوئم اس میں یہ دلیل ہے کہ دریا کی مچھلی گو وہ مردہ ہو حلال ہے کیونکہ گو صحابہ نے مجبوری کی حالت میں کھایا لیکن خود رسول اللہؐ نے اُس میں سے بلا مجبوری کے کھایا سوئم معلوم ہوا کہ جس جگہ رسول اللہؐ کا حکم اور نص نہ معلوم ہو تو جزئیات مسائل میں ضرورت کے وقت اپنی رائے پر عمل درست ہے جیسا کہ صحابہؓ نے اس

بقیہ صفحہ ۲۴۲

اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کو داڑھیاں نہ نکلی تھیں جوانمردی۔ دلیری اور سخاوت میں ان کا شہرہ تھا اور جنگوں میں ان کی رائے کا بڑا اثر تھا بڑے صاحب تدبیر تھے ۱۲ منہ

سریہ میں کیا اور رسول اللہؐ نے اُس کو قائم رکھا

فتح مکّہ

قریش کی عہد شکنی اور فتح مکہ کا سبب | صلح حدیبیہ میں معلوم ہو چکا ہے کہ صلح کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ جو قبیلہ قریش کے ساتھ معاہدہ کرنا چاہو کرے۔ اور جو قبیلہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کرنا چاہے کرے۔ اور اسی بنا پر بنی بکر نے وہیں قریش سے معاہدہ کیا تھا۔ اور بنی خزاعہ[1] نے رسول اللہؐ سے۔ یہ دونوں قبیلے مکہ کے قریب تھے اور اُن دونوں میں اسلام کے قبل سے عداوت چلی آرہی تھی اور یہی عداوت فتح مکہ کا سبب بنی۔ امام السیر محمد بن اسحٰق کہتے ہیں کہ اسلام سے پہلے ایک شخص مالک بن عباد حضرمی بنی بکر کے ایک سردار اسود بن رزن کا حلیف تھا۔ وہ تجارت کی غرض سے نکلا جب ارض خزاعہ کے وسط میں پہنچا تو اُس کو بنی خزاعہ نے قتل کر دیا اور اُسکا مال واسباب لے لیا۔ چونکہ وہ بنی بکر کا حلیف تھا اس لیئے بنی بکر نے اُس کے بدلہ میں بنی خزاعہ کے ایک شخص کو قتل کر دیا۔ اس واسطے بنی خزاعہ نے اسلام سے تھوڑا پہلے اسود بن رزن الدیلی کے لڑکوں کو قتل کر دیا۔ اُن کا نام سلمی۔ کلثوم اور ذویب تھا۔ اور یہ بنی کنانہ کے بڑے معزز لوگ تھے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے بنی الدیل[2] کے ایک شخص نے بیان کیا کہ ایّام جاہلیت میں ہم لوگوں کی دیّت ایک تھی لیکن بنی الاسود بن رزن کی دو دو دیّت تھی ان دو قبیلوں میں یہ اختلافات چل رہے تھے۔ اور بنی بکر بنی الاسود کا بدلہ نہ لینے پائے تھے کہ اسلام کی تبلیغ شروع ہوگئی۔ اور سارے کفار اسلام کی مخالفت میں مشغول

---

[1] خزاعہ بضم خاء معجمہ وتخفیف زائے معجمہ کذا فی المغنی ۱۲ منہ

[2] بنی الدیل بکسر دال مہملہ وسکون یائے تحتانیہ وبضم دال مہملہ وسکون ہمزہ کذا فی المغنی عن الزرکشی اسی طرف منسوب ہیں نوفل بن معاویہ الدیلی وغیرہ بکسر دال مہملہ وسکون یائے تحتانیہ ۱۲ منہ

ہو گئے۔ جب حدیبیہ میں صلح ہوئی تو بنی بکر قریش کے معاہد ہو گئے۔ اور بنی خزاعہ رسول اللہؐ کے۔ اور ہدنہ کے ایام کو غنیمت سمجھ کر بنی خزاعہ سے بدلہ لینا چاہا اور یہ سب بنی الدیل نے کیا جو بنی بکر کے جزو تھے اور اُسی جزو میں کا الاسود بن الرزن تھا۔ بنی الدیل کا سردار نوفل بن معاویہ الدیلی بنی الدیل کو لیکر بنی خزاعہ پر حملہ آور ہوا اور بنی خزاعہ کا ایک چشمہ تھا الوتیر وہاں اُن کے ایک شخص کو قتل کیا۔ باقی بنی خزاعہ بھاگ اور بنی الدیل نے اُن کو قتل کرنا شروع کیا۔ قریش نے بنی بکر کی امداد کی اُن کو آلات حرب بھی دیئے اور شب کے وقت چھپکر لڑے اور بنو خزاعہ کو قتل کیا۔ بنی خزاعہ بھاگ کر حرم میں چلے گئے۔ اور بنو بکر نے اپنے سردار سے کہا کہ اے نوفل ہم لوگ حرم میں آگئے ہیں اب رُک جاؤ۔ مگر وہ فتح کے جوش میں تھا اور بڑی سخت بات اُس کے زبان سے نکلی اُس نے کہا کہ آج کوئی خدا نہیں ہے اے بنی بکر بدلہ وصول کرو کیا حرم کی عزت میں اپنا بدلہ چھوڑ دوگے۔

مُنَبِّہ بنی خزاعہ کا ایک ضعیف شخص الوتیر پر تھا۔ اور اُس کی قوم کا ایک شخص تمیم بن اسد اُس کے ساتھ تھا۔ منبہ نے کہا کہ تمیم تم اپنی جان بچاؤ۔ میرا کیا ہے ہم تو مرے ہوئے ہیں ہم کو قتل کریں یا چھوڑ دیں۔ میرا تو بنی خزاعہ کا یہ حال دیکھ کر دل بھر گیا ہے تمیم تو وہاں سے ہٹ گیا لیکن منبہ کو بنی بکر نے واقعی وہیں پر قتل کر دیا۔ جو بنو خزاعہ بھاگ کر مکہ گئے تھے۔ وہ مجبور ہو کر بُدَیل بن ورقاؓ اور اس کے غلام رافع کے مکان میں چھپے۔

الغرض بنو بکر اور قریش نے ملکر بنو خزاعہ پر خوب ظلم کیا۔ اور اس وجہ سے عملاً قریش نے حدیبیہ کے معاہدہ کو توڑ دیا۔ کیونکہ بنو خزاعہ رسول اللہؐ کے معاہد تھے۔ عمرو بن سالم خزاعی نے مدینہ آکر رسول اللہؐ سے امداد چاہی۔ اور یہی فتح مکہ کی تمہید ہوئی۔

لہ بُدَیل بن ورقا یہ مسلمان ہوئے مگر یہ امر مشتبہ ہے کہ یہ فتح مکہ میں مسلمان ہوئے یا پہلے ہو چکے تھے بعض موحدہ و فتح مہملہ ۱۲ منہ

حضورؐ سے استعانت اور قریش کا اضطراب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ عمرو بن سالم[1] آئے اور ایک قصیدہ پڑھا اِس میں مظالم کی پوری داستاں بیان کی پہلے وتیر پر پھر مسجد حرام میں اور رکوع وسجود کی حالت میں بنو خزاعہ کا قتل ہونا۔ اور حرم میں مارا جانا بیان کیا۔ اس کے بعد کہا کہ ہم لوگ مسلمان ہو چکے تھے اُس کے بعد مظلوم قتل کئے گئے۔ پھر کہا کہ یا رسول اللہؐ مدد کیجئے

فَانصُر ھداک اللہ نصراً ابداً"

حضورؐ نے یہ سب سنا اور وہیں سے آواز دی نصرت یا عمرو بن سالم۔ پھر حضورؐ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر اشارہ کیا اور کہا کہ یہ ابر کا ٹکڑہ بھی بنی کعب کی نصرت چاہتا ہے۔

بُدیل بن ورقا اِس کے بعد بدیل بن ورقا بنو خزاعہ کے چند آدمیوں کے ساتھ مدینہ آئے۔ اور سب حال رسول اللہؐ کو سنایا۔ اور بتایا کہ قریش نے کس کس طرح بنو بکر کا ساتھ دیا۔ اور اس کے بعد مکہ لوٹ گئے اِس کے بعد حضورؐ نے فرمایا کہ اب ابو سفیان آیا ہی چاہتا ہے۔ بُدیل وغیرہ جا رہے تھے تو عُسفان میں اُن کو ابو سفیان ملا۔ اور پوچھا کہ کہاں سے آتے ہو۔ اُنھوں نے کہا کہ خزاعہ کے اس وادی تک ہم لوگ گئے تھے۔ پوچھا کیا تم محمدؐ کے پاس نہیں گئے تھے۔ اُنھوں نے کہا کہ نہیں لیکن ابو سفیان کو شبہ ہوا اُس نے کہا کہ اِن کے اونٹ کی مینگنیاں دیکھو اگر بُدیل مدینہ گیا ہوگا تو اُس میں کھجور کی گٹھلیاں نکلینگی۔ مینگنی دیکھنے کے بعد ابو سفیان نے کہا کہ ہم خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ بُدیل محمدؐ کے پاس گیا ہے۔

---

[1] عمرو بن سالم خزاعی بنی مُلیح سے تھے مُلیح بصیغۂ تصغیر اور آخر میں حائے مہلہ۔ ابن اسحاق نے انکے سب اشعار کو لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسلمان ہو گئے تھے اِس لئے ان کا شمار صحابہ میں ہے سہیلی نے اس پر طعن کیا ہے مگر وہ صحیح نہیں ہے ۱۲ منہ

ابو سفیان کی کوشش

اِس کے بعد ابو سفیان مدینہ آیا۔ پہلے اپنی لڑکی ام المومنین[1] ام حبیبہؓ کے پاس گیا اُنہوں نے اس کو دیکھکر فرش اُٹھا دیا۔ اُس نے پوچھا کہ بیٹی تو نے فرش اُٹھا دیا فرش کو میرے قابل نہ سمجھا یا مجھ کو فرش کے قابل نہ سمجھا اُنہوں نے کہا کہ یہ رسول اللہؐ کا فرش ہے اور تم مشرک اور نجس ہو اِس لئے ہم نے پسند نہ کیا کہ تم رسول اللہؐ کے فرش پر بیٹھو۔ یہ سُنکر وہ وہاں سے چلا آیا اور رسول اللہؐ کے پاس گیا۔ مقصد بیان کیا مگر رسول اللہؐ نے اِس کا کوئی جواب نہ دیا۔ تب ابو بکر صدیقؓ کے پاس گیا اُنہوں نے فرمایا کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ تب حضرت عمر بن الخطابؓ کے پاس گیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہم تیری سفارش رسول اللہؐ سے کریں۔ ہم تو خود کسی حال میں تجھ سے جہاد ترک کرنا نہیں چاہتے۔ وہاں سے حضرت علیؑ کے پاس گیا۔ حضرت علیؑ کے پاس حضرت فاطمہؓ بھی تھیں۔ اور حضرت حسنؑ بن علیؑ سامنے کھیل رہے تھے۔ اُس نے کہا کہ اے علیؑ تم قوم میں رحیم ہو۔ ہم ایک ضرورت سے یہاں آئے کیا اسی طرح ناکام واپس چلے جائیں ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ تم محمدؐ سے میری سفارش کر دو۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اے ابو سفیان ہم لوگوں کی مجال نہیں ہے کہ رسول اللہؐ کے ارادہ میں مداخلت کریں۔ تب ابو سفیان حضرت فاطمہؓ سے مخاطب ہوا کہ اے بنت محمدؐ کیا تم یہ کر سکتی ہو کہ اپنے لڑکے کو اجازت دو کہ لوگوں کو اپنے جوار میں لے اور سارے عرب کا آخر زمانہ تک سردار سمجھا جائے۔ حضرت فاطمہؓ نے کہا کہ اوّل تو میرا لڑکا ابھی اِس عمر کو نہیں پہنچا دوئم کیا رسول اللہؐ کے مقابلہ میں کوئی جوار دے سکتا ہے۔ ابو سفیان نے کہا کہ اے ابو الحسن معاملہ سخت ہو گیا ہے کوئی تدبیر بتاؤ۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں کوئی مفید رائے تو نہیں دے سکتا مگر تم بنی کنانہ کے سردار ہو۔ خود ہی لوگوں کے سامنے اپنے جوار کا اعلان کر دو۔ ابو سفیان نے کہا کہ کیا یہ مفید ہو گا۔ حضرت علیؑ نے کہا کہ میرا گمان تو ایسا نہیں ہے مگر اس کے سوا اور کوئی صورت

[1] یہ ابو سفیان کی لڑکی اور معاویہؓ کی بہن تھیں ۱۲ منہ

بھی نہیں معلوم ہوتی

ابوسفیان وہاں سے مسجد میں آیا۔ اپنے جوار کا اعلان کیا۔ پھر اونٹ پر سوار ہو کر روانہ ہو گیا۔ مکہ آیا تو سب نے پوچھا کہ کیا ہوا۔ اُس نے پوری حالت بیان کی تو سب نے پوچھا کہ کیا محمدؐ نے تیرے جوار کو قبول کیا۔ کہا کہ نہیں۔ تو سب نے کہا کہ یہ تو علیؓ نے تیرے ساتھ مذاق کیا۔ اس نے کہا کہ نہیں خدا کی قسم اس کے سوا اور کوئی صورت تھی ہی نہیں۔

حاطب بن ابی بلتعہؓ

رسول اللہؐ نے لوگوں کو تیاری کا حکم دیا۔ اور اپنے اہل کو بھی حکم دیا کہ سلاح جنگ درست کریں۔ مگر کسی کو حضورؐ نے یہ نہ بتایا کہ کس سے جنگ کا ارادہ ہے۔ حضرت صدیقؓ حضرت عائشہؓ کے پاس آئے اور دیکھا کہ وہ سلاح جنگ نکال رہی ہیں۔ پوچھا کہ کیا رسول اللہؐ نے حکم دیا ہے۔ کہا کہ ہاں۔ پوچھا کہ کیا تم جانتی ہو کہ کہاں کا ارادہ ہے۔ کہا کہ واللہ یہ معلوم نہیں۔

حاطب بن ابی بلتعہؓ نے ایک خط محض اندازہ پر قریش کو لکھا کہ رسول اللہؐ کا ارادہ جنگ کا معلوم ہوتا ہے۔ سامان درست ہو رہا ہے گو یہ نہیں معلوم کہ کس طرف کا ارادہ ہے مگر میرا گمان ہے کہ قریش پر حملہ ہوگا۔ اور یہ خط ایک عورت کو دیا کہ قریش تک پہنچا دے۔ وہ روانہ ہوئی اور خدا نے رسول اللہؐ کو اطلاع دی کہ حاطب نے کیا کیا ہے۔ ابن اسحٰق لکھتے ہیں کہ رسول اللہ نے حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ کو بھیجا لیکن صحیحین میں خود حضرت علیؓ سے مفصل واقعہ مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے مجھے اور زبیرؓ اور مقدادؓ کو بھیجا کہ تم لوگ روضہ خاخ[1] میں جاؤ۔ وہاں ایک عورت ہے اور اُس کے پاس ایک خط ہے وہ خط اُس سے لے لو۔ کہتے ہیں کہ ہم لوگ گھوڑوں پر سوار ہو کر وہاں پہنچے اور عورت کو بھی پایا

[1] روضہ خاخ دو خائے معجمہ درمیان میں الف امام نووی لکھتے ہیں کہ تمام روایتیں اور تمام علماء اس پر متفق ہیں لیکن بخاری کی ایک روایت ابوعوانہ سے ہے کہ حاج ہے بجائے مہملہ و جیم، وہ غلط ہے ابوعوانہ کو دھوکہ ہوا ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

کہاکہ تیرے پاس خط ہے نکال۔ اس نے کہاکہ میرے پاس خط تو نہیں ہے۔ ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ اِن لوگوں نے پہلے اس کے اسباب میں تلاش کیا۔ نہ ملا تو حضرت علی کرم نے کہاکہ خدا کی قسم رسول اللہؐ نے جھوٹ نہیں کہا۔ نہ ہم لوگ جھوٹ بولے۔ خط نکال نہیں تو ہم تجھ کو ننگا کر کے تلاش کرینگے۔ جب اس نے اِسطرح اِنکو مستعد دیکھا تو کہاکہ اچھا ہٹ جاؤ۔ یہ لوگ ہٹ گئے تو اُس نے اپنے سر کی چوٹی کھولی اور اُس میں سے خط نکال کر دیا۔ یہ لوگ اُس خط کو رسول اللہؐ کے پاس لے آئے۔ پڑھا گیا تو وہ خط حاطب بن ابی بلتعہؓ کی طرف سے بعض مشرکین مکہ کے نام تھا اور اس میں رسول اللہؐ کے ارادہ کی اُن کو خبر دی گئی تھی۔ رسول اللہؐ نے حاطبؓ کو بلوایا اور کہاکہ حاطب یہ کیا ہے۔ حاطبؓ نے کہاکہ یا رسول اللہ میرے بارہ میں عجلت نہ فرمائی خدا کی قسم میں خدا اور خدا کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں۔ نہ میں نے دین بدلا ہے نہ مرتد ہوا ہوں یہ کام میں نے ارتداد یا کفر کی وجہ سے نہیں کیا۔ وجہ صرف یہ ہوئی کہ میری بیوی بچے مکہ میں ہیں۔ اور وہاں اُن کا کوئی حامی نہیں ہے۔ اِس لئے کہ میں باہر کا آدمی ہوں قریش کا صرف حلیف تھا اُن سے رشتہ نہیں ہے اور دوسرے مہاجرین قریش ہیں۔ اُن کے اقربا اُن کی حمایت کیلئے وہاں موجود ہیں۔ اِس لئے نسبی تعلق نہ ہونے کی وجہ سے میں نے اُن کی ہمدردی اس طرح حاصل کرنی چاہی تھی۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اس نے بات سچّی تم لوگوں سے کہدی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ اجازت دیجئے ہم اِس منافق کو قتل کر دیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اے عمر یہ حاطبؓ بدر میں شریک ہوا ہے۔ تم کو کیا معلوم ہے اگر خدا نے اہل بدر کے ارادوں سے واقف ہو کر کہا ہو کہ جو تمہارا دل چاہے کرو خدا نے تم کو بخش دیا۔ حضرت عمرؓ کی آنکھیں تر ہو گئیں اور کہاکہ خدا اور خدا کے رسول کو زیادہ علم ہے۔

مدینہ سے روانگی

حضورؐ اِس کے بعد دسؔ رمضان کو مدینہ سے روانہ ہوئے۔ خود بھی روزہ تھے اور صحابہ بھی۔ جب مقام کدید میں پہنچے تو حضورؐ نے

بھی افطار کیا اور صحابہ نے بھی۔ ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ کدید حج اور عُسفان کے درمیان ہے۔ اور بخاری میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ کدید پانی کی جگہ ہے۔ قدید اور عُسفان کے درمیان۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ کدید وہی جگہ ہے جس کو پیچھے قدید کہنے لگے۔ اور بخاری میں اِسی فتح مکہ کے باب میں اور ایک روایت حضرت ابن عباسؓ کی ہے کہ حضورؐ نے روزہ کی حالت میں سفر کیا جب عُسفان پہنچے تو پانی مانگا۔ اور لوگوں کو دکھلا کر دن کے وقت پانی پیکر افطار کیا۔ بہرکیف اِس کے بعد آپ مرّالظہران آئے۔ اور آپ کے ساتھ دَس ہزار آدمی تھے۔

حضرت عباسؓ و ابوسفیانؓ

اِس سفر میں جب حضورؐ مدینہ سے چلکر جحفہ پہنچے تو وہاں حضورؐ کے چچا عباس بن عبدالمطلبؓ مع اہل و عیال کے خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ مسلمان ہوکر اور مکّہ سے ہجرت کرکے آئے تھے۔ اور اس سے پہلے جب آپ مقام ابوا میں تھے تو آپ کے چچا کے لڑکے ابوسفیان[1] بن حارث بن عبدالمطلب۔ اور آپ کے پھوپھی کے لڑکے عبداللہ[2] بن ابی امیہؓ جو ام المومنین اُم سلمہؓ

---

[1] یہ ابوسفیانؓ رسول اللہ صلعم کے بڑے چچا کے لڑکے ہیں۔ اور انہوں نے حضرت حلیمہؓ سعدیہ کا دودھ بھی پیا ہے۔ اس لیے حضورؐ کے رضاعی بھائی بھی ہیں۔ اِنہوں نے پہلے رسول اللہ صلعم کی ہجو میں بہت اشعار لکھے تھے۔ لیکن جب مسلمان ہوئے تو بڑے صادق مسلمان ہوئے۔ فتح مکہ کے بعد ہی غزوۂ حُنین میں جب سب لوگ بھاگ گئے تھے تو یہ رسول اللہ صلعم کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ حضور صلعمؐ نے ان کو جنّت کے جوانوں کا سردار کہا ہے ۱۲ منہ

[2] عبداللہ بن ابی امیہؓ رسول اللہ صلعم کی پھوپھی عاتکہ بنت عبدالمطلب کے لڑکے ہیں۔ اُن کے والد ابی امیہ زادالراکب رسول اللہؐ کے پھوپھا تھے۔ اور وہی ام المومنین ام سلمہؓ کے والد ہیں اسلیئے یہ عبداللہ حضرت ام سلمہؓ کے سوتیلے بھائی ہیں۔ بعثت کے بعد یہ رسول اللہؐ کے شدید مخالف ہوگئے تھے۔ لیکن آخر فتح مکّہ کے وقت ابوسفیان بن الحرث کے ساتھ سقیا اور عرج کے درمیان حاضر ہوکر مسلمان ہوئے۔ اور محمد ابن اسحاق و موسیٰ بن عقبہ دونوں لکھتے ہیں کہ غزوہ طائف میں شہید ہوئے صحیحین میں کئی جگہ ان کا ذکر آتا ہے۔ ابن حجر عسقلانی کا خیال ہے کہ اُن کے علاوہ حضرت ام سلمہؓ کے کسی اور بھائی کا نام بھی

کے سوتیلے بھائی بھی تھے حاضر ہوئے۔ ان دونوں صاحبوں کے حاضری کی جب حضورؐ کو خبر دی گئی تو آپ نے اُن کے ملنے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ ان دونوں نے بہت تکلیفیں دی تھیں۔ اور ابوسفیان نے قصائد میں حضورؐ کی سخت ہجو کی تھی۔ مگر ام المومنین ام سلمہؓ نے حضورؐ سے اُن کی بہت سفارش کی۔ اور ابوسفیان نے کہا کہ اگر رسول اللہؐ نے میرا قصور معاف نہ کیا تو ہم اپنے چھوٹے بچے کو لیکر عرب کے ریگستان میں چلے جائینگے۔ اور دانہ پانی چھوڑ دینگے۔ تاکہ اِس طرح تڑپ کر بھوکے پیاسے مر جائیں۔ حضرت علیؓ نے اِن دونوں کو مشورہ دیا۔ کہ رسول اللہؐ کے پاس اُن کے سامنے سے جاؤ۔ اور جس طرح حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے کہا تھا وہی تم بھی کہو کہ ہم گنہگار تھے خدا نے آپ کو ہم پر غالب کیا اب آپ جو چاہیں کریں۔ ان لوگوں نے اِسی طرح کیا۔ حضورؐ نے فرمایا لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین جب قصور معاف ہو گیا تو ابوسفیانؓ نے حضورؐ کی مدح میں اشعار لکھے۔ اور اس سے پہلے جہالت کی وجہ سے جو کچھ ہجو میں لکھا تھا اُس کی معذرت کی۔ اور اِس کے بعد نہایت سچے اور ثابت قدم مسلمان رہے۔ کبھی حیا سے رسول اللہؐ کے سامنے سر نہیں اٹھاتے تھے۔ اور رسول اللہؐ کے ساتھ بہت محبت کرتے تھے۔ حضورؐ فرماتے تھے کہ ہمیں اُمید ہے کہ ابوسفیانؓ ہمارے چچا حمزہؓ بن عبدالمطلب کے قائم مقام ثابت ہوں گے۔

ابوسفیان کا اسلام

حضورؐ جب مر الظہران[1] میں پہنچے تو حکم دیا کہ ہر شخص اپنی آگ علیحدہ روشن کرے۔ اور حضرت عباسؓ کو قریش کی حالت پر

بقیہ صفحہ ۲۵۰

عبداللہ بن ابی امیۃ تھا۔ چنانچہ ابن عیینہ کی ایک روایت اصابہ میں لکھتے ہیں کہ واقعہ حرہ کے بعد مسلم بن عقبہ نے جب مدینہ میں بیعت لینی چاہی تو حضرت ام سلمہؓ نے اپنے بھائی عبداللہ بن ابی امیہ کو بیعت کا مشورہ دیا واللہ اعلم ۱۲ منہ

[1] مر الظہران بفتح میم وشدۃ الراء و فتح ظاء معجمہ و اسکان ہا و راء مخففہ و نون مکہ کے قریب ایک جگہ ہے جواب وادی فاطمہ مشہور ہے کذا فی حواشی ابی داؤد ۱۲ منہ

افسوس ہوا۔ وہ سمجھے کہ اگر رسول اللہؐ اسی قوت کے ساتھ مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے تو قریش کا خاتمہ ہو جائے گا۔ وہ رات کے وقت رسول اللہؐ کے سفید خچر پر سوار ہو کر اس ارادہ سے نکلے کہ قریش کو اس کی اطلاع دیں اور پیغام دیں کہ رسول اللہؐ سے معافی چاہو اور صلح کر لو ورنہ خیر نہیں ہے۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ قریش کو یہ خبر مل گئی تھی کہ رسول اللہؐ مدینہ سے روانہ ہو گئے ہیں مگر اُن کو یہ پتہ نہ تھا کہ حضورؐ مرّ الظہران میں پہنچ گئے ہیں۔ اِس لیئے ابو سفیان بن حرب۔ حکیم بن حزام۔ بُدیل بن ورقا اِس تلاش میں نکلے کہ رسول اللہؐ کا پتہ لگائیں۔ یہاں آئے تو دیکھا کہ اِس قدر آگ روشن ہے اُن کو بڑی حیرت ہوئی کہ یہ جماعت کس کی ہے۔ ابو سفیان نے کہا کہ میں نے تو اتنی آگ کبھی نہیں دیکھی تھی۔ بُدیل بن ورقا نے کہا کہ بنو خزاعہ معلوم ہوتے ہیں ابو سفیان نے کہا کہ بنو خزاعہ قلیل اور ذلیل ہیں یہ تعداد اور یہ شوکت اُن کی کہاں۔

حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو سفیان کی آواز پہچانی اور کہا کون ہے ابا حنظلہ اُس نے کہا کون ابو الفضل۔ میں نے کہا ہاں۔ اُس نے کہا اے ابو الفضل تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں یہ کیا ہے۔ میں نے کہا یہ رسول اللہؐ ہیں اپنے اصحابؓ کے ساتھ اب قریش کی خیر نہیں ہے۔ اُس نے کہا کہ کیا تدبیر کی جائے تمہارے صدقہ جائیں بتاؤ۔ میں نے کہا کہ تم کو تو یہ لوگ دیکھ لیں تو ابھی قتل کر دینگے۔ تم میرے پیچھے بغلہ پر بیٹھ جاؤ ہم تمہارے لیئے رسول اللہؐ سے امن طلب کرینگے۔ وہ بغلہ پر بیٹھ گیا۔ اور اُس کے ساتھی مکہ واپس گئے۔ ہم اُس کو لیکر چلے جب کسی آگ کے پاس پہنچتے تو لوگ پوچھتے کہ کون ہے پھر پہچان کر کہتے کہ رسول اللہؐ کا بغلہ ہے اور رسول اللہؐ کے چچا ہیں۔

جب عمر بن الخطابؓ کے آگ کے پاس پہنچے تو پوچھا کون ہے پھر خود عمرؓ اُٹھ کر دیکھنے آئے۔ اور ابو سفیان کو دیکھکر کہا کہ یہ تو خدا کا دشمن ابو سفیان ہے۔ الحمد للہ کہ تجھ پر بلا کسی عہد یا شرط کے موقع ملا۔ اور پھر رسول اللہؐ کی طرف اجازت لینے کے لیئے تیز

چلے۔ میں نے بھی بغلہ کو دوڑایا اور پہلے پہنچ گیا۔ مگر فوراً عمرؓ بھی پہنچے اور کہا کہ یا رسول اللہؐ اجازت دیجئے کہ اِس عدوّ اللہ کو قتل کر دوں۔ میں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ میں نے اِسکو اپنے جوار میں لیا ہے۔ عمرؓ نے بہت کچھ اس کے بارہ میں کہنا شروع کیا۔ تو میں نے کہا کہ اے عمرؓ اگر بنی عدی بن کعب کا کوئی شخص ہوتا تو تم ہرگز یہ اصرار نہ کرتے۔ عمرؓ نے کہا کہ اے عباسؓ آپ یہ کیا کہتے ہیں۔ خدا کی قسم آپ کا اسلام مجھ کو میرے باپ خطاب کے اسلام سے زیادہ محبوب ہے۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ آپ کا اِسلام رسول اللہؐ کو زیادہ محبوب ہے۔ رسول اللہؐ نے مجھ سے فرمایا کہ اچھا اس کو اِس وقت لے جاؤ اور صبح کے وقت میرے پاس لاؤ۔ صبح کے وقت اُس سے رسول اللہؐ نے کہا کہ اے ابوسفیان بڑا افسوس ہے کہ تجھ پر اب تک یہ بات ظاہر نہ ہوئی کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ آپ کیسے حلیم ہیں اور کیسے کریم ہیں۔ صلہ رحم کا آپ کو کتنا خیال ہے۔ بیشک اب میرا گمان ہے کہ خدا کے سوا اور کوئی معبود ہوتا تو ہم لوگوں کی امداد کرتا۔ پھر حضورؐ نے فرمایا کہ اے ابوسفیان کیا اب تک تیری سمجھ میں یہ بات نہ آئی کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ ابوسفیان نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ کیا حلم ہے کیسا کرم ہے اور کیسا صلۂ رحم ہے لیکن اِس امر کے متعلق میرے دل میں اب تک تردد ہے۔ حضرت عباسؓ نے کہا ارے کلمہ پڑھ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اسلام قبول کر۔ ورنہ ابھی لوگ تیری گردن مار دینگے پس اُس نے کلمہ پڑھا اور شہادۃ دی۔ اور مسلمان ہوا۔ حضرت عباسؓ نے کہا کہ یا رسول اللہؐ ابوسفیان فخر کو پسند کرتا ہے۔ اُس کیلئے کوئی امتیازی بات عطا فرمائیے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں۔ جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو اُس کو امن ہے۔ جو اپنا دروازہ بند کرے اُس کو امن ہے۔ اور جو مسجد حرام میں داخل ہو اُس کو امن ہے۔

پھر حضورؐ نے حضرت عباسؓ کو حکم دیا کہ روانگی کے وقت ابوسفیان کو کہیں گذرگاہ

کے تنگ مقام پر رکھو تاکہ وہ خدا کی فوج کو دیکھے۔ حضرت عباسؓ نے یہی کیا۔ قبیلہ قبیلہ کے لوگ روانہ ہونا شروع ہوئے۔ جب کوئی قبیلہ آتا تو پوچھتا یہ کون لوگ ہیں۔ حضرت عباسؓ فرماتے یہ بنی سلیم ہیں۔ کہتا بنی سلیم سے ہمیں سروکار نہیں ہے دوسرا قبیلہ آتا تو پوچھتا یہ کون ہیں۔ کہتے مزینہ۔ کہتا مزینہ سے ہمیں سروکار نہیں۔ اِسی طرح ہر قبیلہ کو پوچھتا اور کہتا بنی فلاں سے ہمیں سروکار نہیں۔ اِس کے بعد جب قبیلہ خضرا میں مہاجرین و انصار کے ساتھ حضورؐ آئے اور سب لوہے میں غرق تھے۔ تو ابوسفیان نے کہا کہ سبحان اللہ ای عباسؓ یہ کون لوگ ہیں۔ کہا یہ خود رسول اللہؐ اور اُن کے مہاجرین و انصار ہیں۔ کہا کہ ان لوگوں سے لڑنے اور مقابلہ کرنے کی کسی کو طاقت نہیں ہے اے ابن عباس تمہارے بھتیجے کی سلطنت بڑی زبردست ہوگئی۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ اے ابوسفیان یہ نبوت کی طاقت ہے اُس نے کہا ہاں ہاں ٹھیک ہے۔

انصار کا علم سعد بن عبادہؓ کے ہاتھ میں تھا۔ وہ جب ابوسفیان کے سامنے آئے تو کہا آج جنگ کا دن ہے۔ آج خدا نے خونریزی حلال کر دی ہے۔ آج خدا نے قریش کو ذلیل کر دیا ہے۔ اِس کے بعد جب رسول اللہؐ سامنے آئے تو ابوسفیان نے کہا کہ یارسول اللہؐ کیا آپ نے نہیں سنا۔ سعد کیا کہتے ہیں۔ حضورؐ نے پوچھا کہ کیا کہتے ہیں کہا کہ اُنہوں نے اِس اِس طرح کہا ہے۔ اِس پر مہاجرین کو بھی چونکہ وہ قریش تھے رنج ہوا حضرت عثمانؓ اور عبدالرحمن بن عوفؓ نے کہا کہ یارسول اللہؐ ہمیں اطمینان نہیں ہے کہ اگر سعدؓ کو قریش پر صولت حاصِل ہو جائے تو کیا ہو جائے گا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ سعد نے غلط کہا۔ آج کا دن کعبہ کی عظمت کا دن ہے۔ آج خدا نے قریش کو صحیح عزت دی ہے۔ اور حضورؐ نے اپنا آدمی بھیجا جس نے سعدؓ سے علم لیکر اُنکے لڑکے قیسؓ[1] بن سعدؓ کو دیدیا۔ یہ بظاہر صرف قریش صحابہ کے اطمینان کے لیئے کیا گیا ورنہ حضرت سعدؓ سے علم لینا مقصود نہ تھا کیونکہ ان سے

---

[1] قیس بن سعد بن عبادہؓ ان کا ذکر سریۂ خبط میں ہو چکا ہے ۱۲ منہ

لیکر اُنہیں کے لڑکے کو دیا گیا۔ لیکن ابو عمر کہتے ہیں کہ حضرت سعدؓ سے علم لیکر حضرت زبیرؓ کو دیا گیا۔ مگر یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا اِس لیئے کہ علم انصار کا تھا۔

اس کے بعد ابو سفیان بعجلت مکہ گیا۔ اور بلند آواز سے پکارا کہ اے قریش محمدؐ آگئے اور کسی کو اُن سے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے۔ جو ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اس کو امن ہے یہ سنکر ابو سفیان کی عورت ہند بنت عتبہ نے غصہ میں اُس کی مونچھ پکڑ لی۔ اور چلائی کہ اے بنی کنانہ اِس کم بخت کو قتل کر دو۔ یہ کیا بک رہا ہے۔ اور اُس کو بہت گالی دی۔ لوگ جمع ہو گئے۔ ابو سفیان نے کہا کہ اس وقت اِن باتوں سے کچھ نہ ہوگا۔ کوئی محمدؐ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ جو میرے گھر میں داخل ہو اُس کو امن ہے۔ جو مسجد حرام میں داخل ہو اُس کو امن ہے۔ لوگوں نے کہا کہ ارے کم بخت خدا تجھ کو ہلاک کرے تیرے گھر میں کتنے آدمی آسکیں گے۔ ابو سفیان نے کہا کہ جو اپنا دروازہ بند کرے اُس کو بھی امن ہے۔ اور جو مسجد حرام میں داخل ہو اُس کو بھی امن ہے لوگ بھاگے کوئی مسجد کی طرف گیا کوئی اپنے گھر کی طرف۔

مکہ میں داخلہ

اس کے بعد رسول اللہؐ کدا[1] کی طرف سے مکہ میں داخل ہوئے۔ کدا بفتح کاف و مد ثنیہ علیا میں حجون[2] یعنی جنت المعلےٰ کی طرف ہے۔ اور

[1] قاموس میں ہے کہ کَدا رسمار کے وزن پر عرفات کا نام ہے اور ایک پہاڑ کا نام ہے جو اعلی مکہ میں ہے جس طرف سے رسول اللہؐ مکہ میں داخل ہوئے تھے اور سُمّی کے وزن پر یعنی بضم سین و فتح میم و تشدید یائے تحتانیہ ایک پہاڑ ہے اسفل مکہ میں جس طرف سے آپ نکلے اور یہی ایک اور پہاڑ کا نام ہے جو عرفہ کے قریب ہے اور قُرَیّ بضم قاف فتح راد فتح تحتانیہ کے وزن پر ایک پہاڑ کا نام ہے جو یمن کے راستہ میں ہے اور کداً منقوصہ طائف میں ایک ثنیہ ہے صاحب قاموس کہتے ہیں کہ متاخرین نے اس کی تفصیل میں غلطی کی ہے اور تقریباً تینس اقوال اسمیں ہیں مگر صحیح یہی ہے جو ذکر ہوا واللہ اعلم ۱۲ منہ

[2] حجون حائے مہملہ مفتوحہ بعدہٗ جیم مضموم بعدہٗ واو و نون ابن اثیر نہایہ میں لکھتے ہیں کہ ایک پہاڑ ہے شعب الجزارین کے قریب بعض کہتے ہیں مکہ کی ایک جگہ ہے مدارج النبوہ میں ہے کہ یہ وہی مقام ہے جس کو اب جنت المعلےٰ کہتے ہیں۔ حجون میں قریش کی قبرستان تھی اور وہیں حضرت خدیجہؓ مدفون ہیں واللہ اعلم ۱۲ منہ

اسی مقام پر آپ کے لیئے قُبّہ نصب کیا گیا۔ اور خالد بن الولیدؓ کو حکم دیا کہ کُدَیٰ کی طرف سے مکہ میں داخل ہوں۔ کُدَیٰ بضم کاف و قصر ثنیہ سفلی میں ہے۔ حضرت خالدؓ میمنہ پر مقرر تھے اور اُن کے ساتھ اسلم۔ سلیم۔ غفار۔ مزینہ۔ جُہینہ۔ اور دوسرے عربی قبایل تھے۔ اور حضرت ابو عبیدہؓ غیر مسلح لوگوں پر امیر تھے اور باہر وادی میں تھے۔ بعض روایت میں ہے کہ وہ رجالہ یعنی پیدل پر امیر تھے۔ بعض میں ہے حُسّر پر یعنی غیر مسلح لوگوں پر۔ ابن قیم لکھتے ہیں کہ خالد بن الولیدؓ کو آپ نے فرمایا کہ اگر قریش کا کوئی شخص متعرض ہو تو اُسکو کاٹ کر ڈال دو۔ اور ہم سے صفا پر آ کر ملو۔

عکرمہ بن ابی جہل۔ صفوان بن امیہ۔ اور سہیل بن عمرو نے خَنْدَمَہ[1] میں سُفہار قریش اور مختلف قبائل کے اَوباش کو جمع کیا تھا۔ اور حماس بن قیس بن خالد جس نے پہلے سے سلاح حرب درست کر کے لڑنے کی تیاری کی تھی۔ انہیں لوگوں کے ساتھ آ کر شریک ہوا تھا۔ اُن لوگوں نے کچھ شرارت بھی کی تھی۔ کُرز بن جابر الفہریؓ۔ اور خنیس بن خالد بن ربیعہ کو شہید کر دیا تھا۔ یہ دونوں صحابہ خالدؓ کے لشکر میں تھے مگر لشکر سے جُدا ہو کر دوسرے راستہ سے جا رہے تھے کہ اُن کو کفار نے شہید کر دیا۔ خالدؓ کو معلوم ہوا تو پلٹے اور اُن کو قتل کرنا شروع کیا۔ بارہ مشرکین مارے گئے بقیہ بھاگ گئے اور حماس بھی بھاگا۔

ابن اسحاق نے حماس کا ایک لطیفہ لکھا ہے۔ یہ جب اہتمام سے اپنے آلات کو درست کر رہا تھا تو اُس کی عورت نے کہا کہ یہ کس سے لڑنے کا اہتمام ہے۔ اُس نے کہا کہ محمدؐ اور اُن کے اصحابؓ سے۔ عورت نے کہا کہ محمدؐ اور اُن کے اصحاب کے سامنے یہ کچھ کام نہ آئے گا۔ اُس نے کہا کہ دیکھ تو میں قوم کی کیسی خدمت کرتا ہوں۔ اور ایک شعر

[1] ابن اثیر کہتے ہیں کہ خَنْدَمَہ مشہور پہاڑ ہے مکہ کا خندمہ بفتح خائے معجمہ و سکون نون و فتح دال مہملہ و میم مفتوح ۱۲ منہ

پڑھا جس کا مطلب یہ تھا۔ کہ اگر وہ لوگ آج آئے تو دیکھ لینگے کہ مجھ میں کچھ نقص نہیں ہے۔ کامل سلاح اور تمام آلات میرے پاس ہیں۔ جب یہ بھاگ کر پیچھے گھر گیا تو اُسی عورت نے کہا کہ وہ دعوے کیا ہوئے۔ اس نے اس وقت بھی اشعار پڑھے جس کا یہ مطلب ہے

کاش تو خندمہ میں ہوتی   صفوان اور عکرمہ سب بھاگ گئے

ایسی تلواریں ہم پر چلیں جو بازوؤں اور سروں کو اُڑا رہی تھیں

ہمارے اطراف میں دلیروں کا ہمہمہ تھا   اور ضربات کی صدائے سوا کوئی آواز نہ تھی

اِس وقت میری ملامت میں کچھ نہ کہ

دخول مکہ کی تفصیل صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایتوں میں ہے کہ رسول اللہؐ نے میمنہ پر خالد بن الولیدؓ کو میسرہ پر حضرت زبیرؓ کو مقرر کیا۔ اور غیر مسلح لوگوں پر حضرت ابو عبیدہؓ کو مقرر کیا جو بطن وادی میں تھے اور حضورؐ خود اپنی ایک جماعت میں تھے قریش نے اوباش واتباع کو جمع کیا تو حضورؐ نے حضرت ابو ہریرہؓ کو آواز دی۔ اُنھوں نے کہا لبیک یارسول اللہؐ وسعدیک۔ حضورؐ نے فرمایا کہ انصار کو بلاؤ اور صرف انصار کو انصار دوڑتے ہوئے آئے اور حضورؐ کے گرد جمع ہوئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ قریش کی شرارت دیکھتے ہو۔ سب نے کہا کہ ہاں دیکھتا ہوں۔ آپ نے اپنے ایک ہاتھ کو پھیلا کر اُس پر دوسرا ہاتھ پھیر کر اشارہ کیا کہ سب کو صاف کردو۔ اور اس کے بعد مجھ سے صفا پر ملو۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ چلے۔ اور ہم میں سے جو شخص جس کافر کو قتل کرنا چاہتا تھا قتل کرتا تھا لیکن دشمن کا کوئی شخص ہماری طرف رخ کرنے کی ہمت نہ کرتا تھا۔ ابوسفیان نے یہ حال دیکھا تو رسول اللہؐ کی خدمت میں آیا۔ اور کہا یا رسول اللہؐ قریش تباہ ہوئے۔ اب قریش کا نام دنیا میں باقی نہ رہے گا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اُس کو امان ہے۔ جو شخص سلاح اوتار دے اس کو امان ہے۔ جو شخص اپنا دروازہ بند کرے اُس کو امان ہے۔

انصار نے جب قریش ایسے دشمن کے ساتھ رسول اللہؐ کی اس عنایت کو دیکھا تو اُن کو بہ تقاضائے فطرت انسانی شبہ ہوا اور آپس میں بولنے لگے کہ رسول اللہؐ پر اپنی قوم اور اپنے وطن کی محبت غالب آگئی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ اس وقت حضورؐ پر نزول وحی کے آثار شروع ہوئے۔ اور جس وقت وحی نازل ہوتی تھی کوئی شخص نظر اُٹھا کر رسول اللہؐ کی طرف دیکھ نہیں سکتا تھا۔ الغرض جب وحی نازل ہو چکی تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اے معشر انصار تم لوگوں نے کہا ہے کہ اس شخص پر قوم اور وطن کی محبت غالب آگئی ہے۔ خدا کی قسم یہ نہیں ہے۔ میں خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ میں نے خدا کی طرف اور تمہاری طرف ہجرت کی۔ اب میری زندگی تمہاری زندگی کے ساتھ ہے۔ اور میری موت تمہاری موت کے ساتھ ہے۔ یہ سنکر انصار پر رقت طاری ہوئی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گیا۔ اور سب نے کہا کہ یا رسول اللہؐ یہ کلمہ ہم لوگوں نے محض جذبہ شوق کی وجہ سے کہا تھا یعنی اِس لئے کہ حضورؐ کی جدائی ہمیں پسند نہ تھی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ صحیح ہے۔ خدا نے تمہاری تصدیق کی ہے۔ اور تم کو اِس کلام میں معذور رکھا ہے۔

بیت اللہ کا داخلہ حضورؐ کا علم حجون میں جس کو جنت المعلےٰ کہتے ہیں مسجد[1] فتح کے قریب نصب کیا گیا پھر حضورؐ بیت اللہ کی طرف چلے۔ خاص مہاجرین وانصار آپ کے آگے پیچھے اور اطراف میں ساتھ تھے۔ مسجد حرام میں داخل ہو کر پہلے حجر اسود کا استلام کیا۔ اُس کے بعد سواری پر طواف کیا اور اس روز آپ احرام کی حالت میں نہ تھے اِس لئے صرف طواف پر اکتفا کیا۔ طواف کی حالت میں قوس آپ کے ہاتھ میں تھی۔ اور بیت اللہ کے اطراف میں تین سو ساٹھ بُت نصب تھے۔ آپ قوس سے بُت کی طرف اشارہ کرتے اور فرماتے جاء الحق وزھق الباطل انّ الباطل کان زھوقا پیٹھ کی طرف اشارہ کرتے تو منہ کے بل گر جاتا اور منہ کی طرف اشارہ کرتے تو پیٹھ کے بل گر جاتا۔

---

[1] یعنی جہاں پیچھے مسجد فتح بنائی گئی ۱۲ منہ

بعض روایتوں میں ہے کہ اسی روز مکہ کے دوسرے بڑے بڑے بُت توڑے گئے۔ صفا پر اساف اور مروہ پر نائلہ یہ دو قدیم بُت تھے۔ قریش کا اُن بتوں کے متعلق یہ اعتقاد تھا کہ قوم جرہم کے یہ دو عورت و مرد تھے اور بیت اللہ میں زنا کیا تھا اِس لئے مسخ کر دئے گئے۔ باوجود اس اعتقاد کے اُس کی پرستش کرتے تھے۔ مکہ میں ایک بڑا بت ھُبل تھا یہ جب توڑا گیا تو حضرت زبیر بن العوامؓ نے ابوسفیان سے کہا کہ یہی معبود ہے جس پر تجھ کو ناز تھا۔ اور غزوۂ اُحد کے روز کہتا تھا اعل ھُبل ابوسفیان نے کہا اب اُس قصّہ کو چھوڑو۔ اور اُس خیال پر اب سرزنش نہ کرو۔ ہم سمجھ چکے ہیں کہ اگر محمدؐ کے خدا کے سوا اور کوئی معبود ہوتا تو وہ ہم لوگوں کی مدد کرتا۔ اور آج حالت دوسری ہوتی۔ کعبہ کی دیوار میں جو بُت زیادہ بلندی پر نصب تھے اور وہاں ہاتھ نہیں پہنچ سکتا تھا اُس کے لئے حضورؐ نے حضرت علی کرم کو اپنے کاندھے پر سوار کیا۔ اِس طرح حضرت علیؓ کرم نے اُن کو توڑا اور گرا دیا۔

جب حضورؐ طواف سے فارغ ہوئے تو عثمان بن طلحہ کو بلایا۔ اور اُن سے کعبہ کی کلید لیکر دروازہ کھولا اور اندر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کی تصویریں بنی ہوئی ہیں۔ اور اُن کے ہاتھوں میں قمار کی تیریں ہیں حضورؐ نے فرمایا کہ خدا ان کفّار کو غارت کرے یہ دونوں جلیل القدر انبیا ہیں کبھی اُن لوگوں نے جوا نہیں کھیلا۔ اور دیکھا کہ لکڑی کے دو کبوتر تھے اُس کو حضورؐ نے اپنے ہاتھوں سے توڑ دیا۔ اور تصویروں کے مٹانے کا حکم دیا چنانچہ وہ تصویریں مٹا دی گئیں۔

نماز و خطبہ

ہجوم کی وجہ سے حضورؐ نے دروازہ بیت اللہ کا بند کر دیا۔ اندر آپ کے ساتھ حضرت بلالؓ اور حضرت اسامہؓ رہ گئے۔ اِس کے بعد دروازہ کے سامنے والی دیوار کی طرف آپ گئے۔ جب دیوار سے تین ذرع کا فاصلہ رہ گیا تو ٹھہر گئے اور وہیں پر آپ نے نماز پڑھی۔ اِس کے بعد بیت اللہ کے اطراف میں آپ گھومے اور ہر

گوشہ پر توحید اور تکبیر کی آواز بلند کی۔ اِس کے بعد دروازہ کھولا۔ قریش مسجد میں بھر گئے تھے اور صفیں بنا کر انتظار کر رہے تھے۔ حضورؐ دروازہ پر کھڑے ہوئے اور دروازہ کے دونوں بازوؤں کو پکڑ کر فرمایا لا الہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ۔ صدق وعدہٗ ونصر عبدہٗ وھزم الاحزاب وحدہٗ اس کے بعد حضورؐ نے خطبہ پڑھا اور بعض رسوم جاہلیت کے متعلق فرمایا کہ یہ سب آج باطل ہے اور میرے پیروں کے نیچے ہے ثار قصاص۔ اور دیت کے پہلے قواعد کو آج سے باطل ٹھہرایا اور قتل خطا اور شبہ عمد میں دیّت مغلظہ اور دیت غیر مغلظہ کے فرق کی تعیین و تحدید فرمائی اور کہا کہ اے معشر قریش تمہارے جاہلیت کا فخر آبا کے نسب پر بڑائی کا اظہار اب خدا نے تم سے مٹا دیا۔ سب انسان آدم کی اولاد ہے اور آدمؑ مٹی سے پیدا ہوئے۔ پھر آیت پڑھی کہ خدا نے تم سب کو مرد و عورت سے پیدا کیا۔ اور شعوب و قبائل میں محض اِس لیئے تقسیم کر دیا کہ آپس میں ایک دوسرے کو شناخت کر سکو۔ ورنہ خدا کے نزدیک مکرم وہی ہے جو زیادہ متقی اور پرہیزگار ہو۔

اُس کے بعد حضورؐ نے پوچھا کہ اے قریش تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ اب کیسا سلوک کروں گا سب نے کہا کہ بھلائی۔ آپ خود کریم ہیں۔ کریم کی اولاد ہیں اِس لیئے آپ سے خیر ہی خیر کی اُمید ہے حضورؐ نے فرمایا کہ میں تم سے وہی کہتا ہوں جو حضرت یوسف علیہ السّلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا۔ لا تثریب علیکم الیوم جاؤ تم لوگ چھوڑ دیئے گئے۔ انتم الطلقاء

حجابہ وسقایہ اس کے بعد حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ کعبہ کی کُنجی ہمیں عنایت فرمائی تاکہ سقایہ اور حجابت دونوں بنی ہاشم میں جمع ہو جائے سعید بن المسیبؓ کہتے ہیں کہ عباس بن عبد المطلبؓ نے اس روز کلید کعبہ کے لیئے بڑی کوشش کی اور بعض بنی ہاشم کو بھی اس مطالبہ میں اپنے ساتھ شریک کر لیا تھا۔ سقایہ

حضرت عباسؓ کے ہاتھ میں تھا مگر یہ معلوم نہ ہو سکا کہ حجابت حضرت علیؓ آپ اپنے لیے طلب کرتے تھے یا حضرت عباسؓ کے لیے حضورؐ نے فرمایا کہ عثمان بن طلحہ کہاں ہیں۔ وہ آئے تو حضورؐ نے فرمایا کہ لو یہ کنجی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تم لوگوں میں رہے گی یہ کلید تم سے وہی چھینے گا جو ظالم ہوگا۔

ابن سعد لکھتے ہیں کہ کعبہ کی کلید پہلے بھی عثمان بن طلحہ کے پاس رہا کرتی تھی۔ اور وہ سوموار اور جمعرات کو کعبہ کا دروازہ کھولا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کسی غیر دن میں کھولنے کی خواہش رسول اللہؐ نے اُن سے کی۔ اُنہوں نے بڑی سختی سے انکار کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اے عثمان ایک دن ایسا ہوگا کہ یہ کنجی میرے اختیار میں ہوگی اور ہم اپنے اختیار سے جس ہاتھ میں چاہینگے رکھینگے۔ عثمان نے کہا کہ شاید اُس روز سارے قریش ہلاک ہو جائینگے۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ وہ قریش کے اصلی عزّت کا دن ہوگا۔ فتح مکہ کے روز جب اس کنجی پر بنی ہاشم نے مطالبہ کیا تو حضورؐ نے عثمان کو بلا کر کہا کہ لو آج وعدہ کے پورا ہونے کا دن ہے اور اب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یہ کنجی تم لوگوں میں رہے گی۔ جب عثمان لیکر چلے تو حضورؐ نے اُن کو بلایا۔ اور وہ قصّہ یاد دلایا اُنہوں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ

ھ شیبی جو اب کعبہ کے کلید بردار ہیں وہ شیبہ بن عثمان بن طلحہ کی اولاد ہیں لیکن دوسری روایت ہو کہ آپ نے کعبہ کی کلید شیبہ بن عثمان الاوقص بن ابی طلحہ بن عبداللہ بن عبدالعزی بن عبدالدار القرشی العبدری کو دیا تھا اُن کی اولاد شیبی ہیں۔ یہ شیبہ غزوۂ حنین میں مسلمان ہوئے۔ اور ان کا باپ عثمان بن ابی طلحہ غزوۂ احد میں کافر قتل ہوا اور شیبہ کی ماں مصعب بن عمیر کی بہن ام جمیل ہند بنت عمیر تھیں۔ واقدی کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فتح مکہ کے روز کلید کعبہ شیبہ اور عثمان کو دی اس وقت سے عثمان کے پاس رہی اُن کے انتقال کے بعد شیبہ نے لیا اور شیبہ کے بعد ان کی اولاد میں اب تک ہے۔ بظاہر عثمان اور شیبہ چچازاد بھائی تھے عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ عبداللہ بن عبدالعزی جس کو حضورؐ نے کنجی دی اور جو مسلمان ہوئے اُن کا چچا تھا عثمان ابن ابی طلحہ بن عبدالعزی جو اُحد میں کافر مرا اور جو شیبہ کا باپ تھا واللہ اعلم ۱۲ منہ

بیشک آپ خدا کے رسول ہیں اور وہ مسلمان ہوئے۔

فتح مکہ کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان بن طلحہ کلید ملنے کے بعد فتح مکہ کے روز مسلمان ہوئے لیکن حضرت خالدؓ اور عمرو بن العاصؓ کے اسلام کا قصہ اصحابؓ سیر جہاں لکھتے ہیں وہاں یہ بھی لکھتے ہیں کہ عثمان بھی اُسی وقت اُن لوگوں کے ساتھ مسلمان ہو چکے تھے۔ بظاہر دونوں اشکال سے خالی نہیں ہیں اسلئے کہ کعبہ کی کلید فتح کے بعد غیر مسلم کو بظاہر حضورؐ نہ دیتے اِس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان پہلے ہو چکے تھے لیکن اگر پہلے مسلمان ہو چکے تھے تو اب تک قریش نے اُن کے پاس کلید کیسے رہنے دی یہ بھی مستبعد ہے شاید مکہ میں اسلام کا اپنے اُنھوں نے پہلے اعلان نہ کیا ہو۔ اور مسلمان پہلے ہو چکے ہوں اعلان اس روز ہوا ہو واللہ اعلم

کعبہ میں پہلی اذان

اِس کے بعد حضورؐ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ کعبہ پر چڑھ کر اذان دو۔ اس وقت قریش کے بڑے بڑے شرفا ابوسفیان بن حربؓ۔ عتابؓ بن اسید۔ حارث ابن ہشام۔ وہیں علیحدہ فنا رکعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ عتاب نے کہا کہ اچھا ہوا خدا نے اَسید کو اٹھا لیا اور یہ سننے کے لیے زندہ نہ رکھا۔ جس کو وہ سُن نہیں سکتے تھے۔ حارث نے کہا کہ ہم تو اگر سمجھ لیں کہ حق یہی ہے تو اُسکی اتباع کریں۔ ابوسفیان نے کہا کہ خدا کی قسم ہم کچھ نہ بولینگے۔ ہم بولیں تو یہ کنکریاں جاکر محمدؐ کو خبر کر دینگی۔ اِس کے بعد ہی حضورؐ وہاں پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ جو کچھ تم لوگ بولے اُس کا علم ہمیں ہو گیا ہے۔ پھر ایک ایک کے کلام کو حضورؐ نے اُن کے سامنے دہرایا اُسی وقت عتاب بن اسیدؓ اور حارث بن ہشام مسلمان ہو گئے۔ اور کہا کہ یا رسول اللہؐ ہماری باتوں سے کوئی واقف نہ تھا جس پر ہم شبہ بھی کر سکیں۔ یقیناً آپ کا علم خدا کی طرف سے ہے۔

اِس کے بعد حضورؐ اُم ہانی کے مکان میں تشریف لے گئے۔ غسل کیا اور آٹھ رکعتیں نماز

پڑھیں۔ کسی نے سمجھا کہ یہ صلوٰۃ الضحیٰ تھی کسی نے کہا کہ فتح کے شکریہ میں یہ نمازیں آپ نے پڑھی تھیں واللہ اعلم

عام معافی باستثنار چند

جب فتح مکہ حاصل ہوگئی اور چین ہوگیا تو آپ نے عام معافی کا اعلان کر دیا لیکن چند مرد و عورت کو اس معافی سے مستثنیٰ کیا۔ اور حکم دیا کہ یہ جہاں ملیں قتل کئے جائیں گو وہ استار کعبہ میں لپٹے ہوئے ہوں۔ ابن قیم نے اُن کی تعداد نو لکھی ہے مگر اور لوگوں نے زیادہ لکھا ہے اُن میں بعض قتل کیئے گئے۔ بعضوں نے اسلام قبول کیا وہ معاف کر دیئے گئے ان کا خلاصہ لکھتا ہوں۔

۱ عبدالعزیٰ بن خطل یہ مسلمان ہوگیا تھا۔ صدقات وصول کرنے کے لئے بھیجا گیا خدمت کے لئے ایک مسلمان کو اُس کے ساتھ کیا گیا۔ کام میں کچھ اس کی مرضی کے خلاف ہوا تو اُس مسلمان کو قتل کر دیا۔ اور قصاص کے خوف سے صدقات کے جانوروں کو لیکر مکہ بھاگ گیا۔ اعلان کے بعد معلوم ہوا کہ کعبہ کے پردہ میں چھپا ہوا ہے حضورؐ نے حکم دیا کہ اُس کو وہیں قتل کر دو۔ ابن ہشام لکھتے ہیں کہ سعیدؓ بن حریث مخزومیؓ اور ابوبرزہ اسلمیؓ دونوں نے ملکر اُس کو قتل کیا۔

۲ صفوان ابن امیہ اسلام کی مخالفت میں مشہور شخص ہے۔ بھاگ کر یمن جا رہے تھے جدہ جا چکے تھے عمیر بن وہب الجمحیؓ نے رسول اللہؐ سے اُن کے لئے امن کی خواہش کی۔ حضورؐ نے امن دیا اور اس کی نشانی میں اپنا عمامہ دیا۔ یہ جا کر اسکو لائے۔ اُس نے آکر رسول اللہؐ سے دریافت کیا کہ عمیرؓ کہتے ہیں کہ آپ نے مجھے

سعید بن حریثؓ فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے اور اپنے بھائی عمرو بن حریث سے بڑے تھے ۱۲ منہ

مشہور صحابی ہیں نام میں بہت اختلاف ہے ابن حجر نے ان کے نام میں نضلہ بن عبید کو ترجیح دیا ہے صحیح بخاری میں ہے کہ یہ اہواز میں خوارج کے قتال میں شریک تھے اور بعض نے لکھا ہے کہ یہ صفین اور نہروان کی لڑائیوں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ تھے۔ خراسان میں ان کا انتقال ہوا ۱۲ منہ

معاف کر دیا کیا یہ صحیح ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں صحیح ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ اسلام قبول کرنے کے لیئے ہمیں دو مہینہ کی مہلت دیجئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تم کو چار مہینہ کی مہلت ہے۔ یہ پیچھے غزوۂ حنین کے وقت مسلمان ہو گئے۔ مگر مولفۃ القلوب میں تھے۔

۳ عکرمہ بن ابی جہل یہ ابوجہل کے صاحبزادے تھے اسلیئے اُنکی دشمنی کا کیا کہنا۔ یہ بھاگ کر یمن چلے گئے لیکن ان کی زوجہ ام حکیم بنت الحارث بن ہشام۔ جو ابوجہل کی بھتیجی تھیں مسلمان ہو گئیں۔ اور اپنے شوہر عکرمہ کیلئے معافی بھی چاہی۔ حضورؐ نے معاف کر دیا یہ خود یمن گئیں اور معافی کا حال بیان کیا۔ عکرمہ کو بڑا تعجب ہوا کہ مجھ کو اور محمدؐ نے معاف کر دیا۔ آخر اپنی زوجہ کے ساتھ حضورؐ کی خدمت میں آئے اور مسلمان ہوئے۔ اور اِس کے بعد صادق مسلمان رہے۔

صفوان ابن امیّہ کی زوجہ اور عکرمہ بن ابی جہل کی زوجہ دونوں مسلمان ہو چکی تھیں اور ان کے شوہر بھاگ بھی چکے تھے مگر جب پیچھے وہ دونوں مسلمان ہوئے تو اُن کو اپنی اپنی زوجہ کے ساتھ پہلے ہی نکاح پر رہنے کی حضورؐ نے اجازت دی۔

۴ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح یہ پہلے مسلمان تھے اور کاتب وحی بھی تھے۔ مگر مرتد ہو گئے۔ اور جھوٹی جھوٹی باتیں مشہور کرکے لوگوں کو اسلام سے برگشتہ کرنیکی کوشش کی۔ اِس لیئے اِن کے قتل کا حکم ہوا لیکن یہ حضرت عثمانؓ کے رضاعی بھائی تھے اُنہوں نے اِن کے لیئے سفارش کی۔ حضورؐ دیر تک ساکت رہے۔ آخر معاف کر دیا۔ لیکن صحابہ سے فرمایا کہ ہم نے دیر اس لیئے کی تھی۔ کہ کوئی اس کو قتل کر دے صحابہ نے کہا کہ یا رسول اللہ آپنے اشارہ کیوں نہ کر دیا۔ فرمایا کہ نبی اشارہ سے قتل نہیں کیا کرتا۔ بہرکیف یہ پیچھے صادق مسلمان رہے۔

۵ حُویرث بتصغیر ابن نقید بن وہب شاعر تھا۔ اور حضور کی ہجو لکھتا تھا حضرت علیؓ نے اس کو قتل کیا۔

۶ مِقیَس بکسر میم وسکون قاف وفتح تحتانیہ ابن صُبابہ بضم صاد اس کو نمیلہ[1] بن عبداللہ نے قتل کیا۔ نمیلہ بنون ہے۔

۷ ھبّار بن الاسود بفتح ہا وتشدید موحدہ۔ یہ وہی شخص ہے جس نے ہجرت کے وقت حضرت زینبؓ کو سخت تکلیف پہنچائی تھی اور اُن کا حمل ساقط ہو گیا تھا۔ یہ بہت عرصہ تک اِدھراُدھر چُھپا رہا۔ اور صحابہؓ اُس کی تلاش میں تھے۔ آخر تنگ آکر ایک روز خود یکایک رسول اللہؐ کے سامنے حاضر ہو گیا۔ اور عرض کیا کہ میں گنہگار اور قصوروار تھا۔ مگر خدا نے میری ہدایت کی۔ اور مسلمان ہوا لا الہ الا اللہ محمدٌ رّسول اللہ اور کہا کہ میں آپ سے سخت شرمندہ ہوں۔ اور مجھ سے بڑی زیادتیاں ہوئی ہیں۔ اس اعتراف اور معذرت کے بعد رسول اللہؐ نے اُس کو سزا دینا یا قتل کرنا پسند نہ فرمایا۔ اور کہا کہ میں نے ھبّار کو معاف کر دیا۔

۸ حارث بن طُلاطِلہ بضم طا اولی وکسر طا ثانیہ۔ بڑا موذی تھا حضرت علیؓ نے اُس کو قتل کیا۔

۹ کعب بن زہیرؓ یہ ۹ھ میں اپنے بھائی کے ساتھ حاضر ہو کر مسلمان ہوئے۔ اور حضورؐ کی مدح میں مشہور قصیدہ بانت سعاد پڑھا۔ حضورؐ اُن سے بہت خوش ہوئے معاف کیا اور اپنی چادر عنایت فرمائی[2]۔

۱۰ وحشی قاتل حضرت حمزہؓ۔ حاضر ہو کر مسلمان ہوا۔ حضورؐ نے اس کی زبان سے حضرت حمزہؓ کے قتل کا حال سنا۔ اس کو چھوڑ دیا مگر کہا کہ تو میرے سامنے نہ آیا کر۔ یہ گو مسلمان ہو گیا تھا مگر آخر عمر تک شراب پیتا رہا۔ اور اُسی حالت میں مرا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ خدا کو منظور نہ تھا کہ حمزہؓ کا قاتل یوں بخش دیا جائے۔

---

[1] نمیلہ بن عبداللہ اللیثی یہ مقیس کے ہم قوم تھے ۱۲ منہ

[2] ان کا ذکر آگے آتا ہے ۱۲ منہ

۱۱ عبداللہ بن زِبعرٰیؔ یہ بھی شاعر تھا۔ پیچھے حاضر ہو کر مسلمان ہوا۔ حضورؐ نے اُس کو معاف کر دیا۔

عورتیں

۱۲ ہندؔ بنت عتبہ اسلام کی بڑی دشمن تھی۔ حضرت حمزہؓ کو اسی نے مثلہ کیا تھا۔ اور فتح مکہ کے وقت تک اِس کی دشمنی کا یہ حال تھا کہ اپنے شوہر ابوسفیان کی مونچھ پکڑلی تھی جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے۔ یہ چہرہ چھپا کر اور عورتوں کے ساتھ آکر مسلمان ہوئی۔ اِس کے بعد ظاہر کیا کہ میں ہند بنت عتبہ ہوں اُس کی بیعت کا قصہ صحیحین میں بہت دلچسپ ہے۔ بیعت کے وقت بھی جرح کرتی تھی حضورؐ نے مسلمان ہوجانے کی وجہ سے اس کو معاف کر دیا۔

۱۳-۱۴ قریبہ بتصغیر و قرتنا بفتح قاف وسکون را ر و فتح تا و نون یہ دونوں ابن خطل مذکور کی لونڈیاں تھیں۔ اور گانا جانتی تھیں۔ اور گا کر رسول اللہؐ کی ہجو کیا کرتی تھیں قُریبہ تو قتل کی گئی۔ لیکن قرتنا بھاگی اور پیچھے آکر مسلمان ہو گئی۔

۱۵ آزبت۔ یہ بھی ابن خطل کی لونڈی تھی قتل ہوئی۔

۱۶ سارہ مولانا شاہ عبدالحق صاحب لکھتے ہیں۔ کہ یہ وہی عورت ہے جس کی معرفت حاطب ابن ابی بلتعہؓ نے قریش کو خط بھیجا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ اُس کو حضرت علیؓ کرم نے قتل کر دیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ مسلمان ہو گئی۔ اور اصابہ میں ہو کہ یہ بنی المطلب کی لونڈی تھی اور اِسی کے پاس حاطب کا خط تھا۔ فتح کے روز رسول اللہؐ نے اِس کو امن دیا۔ تو ظاہر ہے کہ یہ اس فہرست میں نہیں آتی۔

۱۷ ام سعد۔ یہ بھی قتل کی گئی مگر اس کا مزید حال معلوم نہیں۔

دوسرا خطبہ فتح کے دوسرے روز رسول اللہؐ نے کوہ صفا پر کھڑے ہو کر یہ خطبہ پڑھا پہلے خدا کی حمد و ثنا بیان فرمائی۔ اِس کے بعد کہا کہ اے لوگو خدا نے

مکّہ کو اُسی روز حرم بنایا جس روز آسمان و زمین کو پیدا کیا۔ یہ جگہ خود خدا کے حرم بنا دینے سے حرم ہے۔ اور قیامت تک حرم رہے گی۔ کوئی شخص جو خدا اور قیامت پر ایمان لایا ہو اُس کو جائز نہیں ہے کہ یہاں خون بہائے۔ یا یہاں کے درخت کو کاٹے اگر کوئی شخص رسول اللہؐ کے قتال کی وجہ سے قتال کی یہاں اجازت دے تو اُس کو کہدو کہ خدا نے صرف اپنے رسول کو اجازت دی تھی۔ تم کو خدا نے اجازت نہیں دی ہے۔ میرے لیئے دن کے ایک حصّہ میں یہاں قتال حلال کیا گیا۔ لیکن آج پھر اُس کی حرمت ویسی ہی قائم ہوگئی جس طرح کلہ تھی۔ اور جو لوگ اِس وقت موجود ہیں اُن کو ضرور ہے کہ اس خبر کو اُن تک پہنچا دیں جو غائب ہیں۔

بعض روایت میں ہے کہ انصارؓ کا یہ شبہ کہ حضورؐ یہاں رہ جائینگے۔ اور حضورؐ کا یہ فرمانا کہ معاذ اللہ المحیا محیاکم والممات مماتکم کوہ صفا پر اِس خطبہ کے بعد ہوا تھا واللہ اعلم

انہیں ایّام میں یہ قصّہ ہوا کہ حضورؐ طواف کر رہے تھے۔ فُضالہ بن عُمیر بن الملوح نے ارادہ کیا کہ اِس وقت رسول اللہؐ کو قتل کر دیں۔ اتنے میں حضورؐ اُن کے پاس پہنچے اور کہا کہ کون ہے فضالہ کہا کہ ہاں یا رسول اللہؐ آپ نے فرمایا کہ ابھی دل میں کیا سوچ رہے تھے۔ فضالہ نے کہا کچھ نہیں خدا کا ذکر رہا تھا حضورؐ مسکرائے اور فرمایا کہ استغفار کرو استغفار۔ پھر فضالہ کے سینہ پر ہاتھ رکھا فضالہ خود کہتے ہیں کہ حضورؐ کے ہاتھ اٹھانے کے قبل ہی مجھ کو یہ معلوم ہوا کہ خدا کی مخلوق میں حضورؐ سے زیادہ ہمیں کوئی محبوب نہیں ہے

انہدام اصنام اِس کے بعد حضورؐ نے اہتمام کیا کہ مکہ سے باہر اطراف میں جو بڑے بڑے بت ہیں اُن کو منہدم کر دیا جائے۔ چنانچہ لات منات عزّیٰ کے انہدام کے لیئے آپ نے آدمی بھیجے۔ حضورؐ کے منادی نے تمام مکّہ میں اعلان کیا کہ جو شخص خدا اور قیامت پر یقین رکھتا ہے۔ وہ اپنے گھروں میں کوئی بت نہ رہنے دے نخلہ میں عرب کے نامی اور مشہور بت عزّیٰ کا صنمخانہ تھا جب رمضان کے پانچ دن باقی

رہے تو آپ نے حضرت خالد بن الولیدؓ کو تیس سواروں کے ساتھ وہاں بھیجا۔ وہ اُس کو منہدم کر کے واپس آئے تو حضورؐ نے پوچھا کہ تم نے وہاں کچھ دیکھا۔ کہا کہ نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تب ابھی وہ منہدم نہیں ہوا ہے۔ جاؤ اس کو پھر منہدم کرو۔ یہ غصّہ میں اپنی تلوار نکالے ہوئے پھر پہنچے۔ تو ایک عورت سیاہ۔ ننگی۔ منتشر بال نکلی۔ اور بت خانہ کا خادم شور کر رہا تھا۔ انہوں نے اُس عورت کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد حضورؐ کو خبر دی۔ فرمایا ہاں یہ عزّیٰ تھی۔ اور اب تمہارے ملک میں اس کی پرستش نہ ہوگی۔ یہ عزّیٰ قریش اور تمام بنی کنانہ کا سب سے بڑا بُت تھا۔ اور بنی شیبان اس کے خادم تھے۔

ھُذیل کا مشہور بُت سواع تھا۔ اس کو ہدم کرنے کے لیے عمرو بن العاصؓ کو بھیجا۔ یہ جب وہاں پہنچے تو اس کے خادم نے کہا کہ کیا ارادہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں رسول اللہ نے بھیجا ہے کہ اسے منہدم کر دیں۔ اُس نے کہا کہ ایسا نہ کر سکو گے۔ میں نے کہا کیوں۔ اس نے کہا کہ وہ مدافعت کرے گا۔ میں نے کہا کہ کیا تو اب تک باطل پر ہے افسوس۔ کیا وہ کچھ دیکھتا سنتا ہے۔ اس کے بعد میں قریب گیا اور منہدم کیا اور میرے ساتھیوں نے اُس کے بیت خزانہ کو گرایا مگر کچھ اُس میں تھا نہیں۔ اس کے بعد میں نے خادم سے کہا کہ تم نے دیکھ لیا۔ اُس نے کہا کہ ہاں میں مسلمان ہو گیا لا الٰہ الا اللہ محمدٌ رسول اللہ

مناۃ۔ اَوس۔ خزرج اور غسّان وغیرہ کا مشہور بُت تھا۔ اُس کا صنمخانہ مُشلّل میں قدید کے قریب تھا۔ وہاں حضورؐ نے سعد بن زید اشہلی کو بھیجا۔ اور اُن کے ساتھ بیس۲۰ سوار گئے۔ وہاں کے خادم نے کہا کہ کیا چاہتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ مناۃ کا انہدام اُس نے کہا کہ تم جانو اور وہ۔ سعد انہدام کے لیے بڑھے تو ایک ننگی عورت نکلی۔ اس کے سر کے بال منتشر اور سینہ پیٹتی ہوئی۔ خادم نے کہا کہ مناۃ یہ تیرے نافرمان بندے ہیں۔ سعد نے بڑھکر اُس عورت کو قتل کیا۔ پھر اُس کے صنم کو منہدم کیا۔ اور بیت خزانہ کو گرایا مگر وہاں بھی کچھ نہ ملا۔

خالدؓ بن ولید اِلےٰ بنی جَذِیمہ

خالد بن ولیدؓ جب عزی کو منہدم کر کے آئے تو انکو حضورؐ نے بنی جذیمہؔ کی طرف دعوت اسلام کے لیے بھیجا۔

مقاتلہ کا اُن کو حکم نہ تھا۔ یہ تین سو پچاس مہاجر و انصار اور بنی سلیم کے ساتھ وہاں گئے اُن سے پوچھا کہ تم لوگ کیا ہو۔ اُنھوں نے کہا ہم مسلمان ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں۔ صدقہ ادا کیا ہے۔ ہماری مسجد ہے اذان ہوتی ہے حضرت خالدؓ نے کہا کہ پھر سلاح لیکر کیوں نکلے۔ کہا کہ میں نے سمجھا تھا کہ کوئی دشمن قبیلہ ہوگا۔ یہ روایت اصحاب سیر کی ہے لیکن بخاری میں ہے کہ وہ صاف طرح یہ نہ بیان کر سکے کہ ہم مسلمان ہیں بلکہ کہا ہم صابی ہو گئے ہیں۔ یہ اِس لیے کہ جو شخص مسلمان ہوتا تھا قریش اُس کو صابی کہتے تھے۔ بہرکیف جو بھی ہو۔ حضرت خالدؓ نے اُن کو قتل کیا۔ اور اِس کے بعد گرفتار کر کے مونڈھوں پر باندھ باندھکر اپنے لوگوں میں حفاظت کے لیے تقسیم کر دیا۔ اور صبح کے وقت حکم دیا کہ جو قیدی جس کے پاس ہے وہ اُس کو قتل کر دے۔ بنی سلیم کے پاس جو قیدی تھے ان سب کو اُنہوں نے قتل کر دیا۔ لیکن انصار اور مہاجرین نے قتل نہ کیا۔ بلکہ اُنکو رسول اللہ کی خدمت میں لے آئے۔ رسول اللہ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو بے چین ہو گئے اور فرمایا کہ خداوندا میں اِس سے بری ہوں جو خالد نے کیا۔ خداوندا میں اس سے بری ہوں جو خالد نے کیا۔ اِس کے بعد حضورؐ نے حضرت علیؓ کو بھیجا کہ بنی جذیمہ کے جو لوگ قتل ہوئے ہیں اُن کی دیت ادا کریں۔ اور جن کا مال ضائع ہوا ہے اُن کا مال ادا کریں۔

اس معاملہ کے متعلق حضرت خالدؓ اور حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ میں کچھ سوءِ مزاجی بھی ہو گئی تھی۔ حضورؐ نے کہا کہ خالد چپ رہو۔ اگر تمہارے لیے اُحد کا پہاڑ سونا بن جائے اور تم سب کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دو۔ تاہم تم میرے صحابی میں سے کسی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتے۔ اور کچھ روز تک حضورؐ اس بارہ میں حضرت خالدؓ سے ناراض بھی رہے

ؔ بنی جَذِیمہ بجیم مفتوح بعدہٗ ذال معجمہ مکسور بعدہٗ تحتانیہ ساکن بعدہٗ میم مفتوح ۱۲ منہ

حکم اراضی مکہ و مکانات مکہ

سیاق قصۂ فتح سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ مکہ عنوۃً فتح ہوا۔ کفار سے کسی قسم کی صلح نہ ہوئی نہ کوئی صلح نامہ مرتب ہوا۔ حضورؐ نے باقاعدہ اپنی فوج کا میمنہ میسرہ مرتب کیا۔ ایک طرف سے حضرت خالدؓ اور ایک طرف سے حضرت زبیرؓ اپنی اپنی فوجوں کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے عکرمہ اور صفوان وغیرہ نے کچھ اوباش کو لیکر مقابلہ کیا اور شکست کھاکر بھاگے فتح کے بعد خود حضورؐ نے اپنی خوشی سے قریش کو معاف کر دیا۔ اور کہا کہ انتم الطلقاء اس لفظ میں اِس امر کی طرف اشارہ تھا کہ ہم تم کو قدرت اور اختیار حاصل ہو جانے کے بعد چھوڑ دیتے ہیں۔ اور جس جس کو آپ نے چاہا اُس کے قتل کا اعلان کیا۔ اسی قتال کی وجہ سے ایک دن یا کچھ حصّہ ایک دن کا مکہ میں حرم کا حکم نہ رہا دوسرے روز آپ نے فرمایا کہ آج حرم کا پھر وہی حکم قائم ہو گیا جو اِس سے پہلے تھا۔ اور آپ نے فرمایا کہ اب کسی شخص کو کبھی مکّہ میں قتال جائز نہیں ہے۔ اِن سب امور کو دیکھنے کے بعد اس میں شبہ کی گنجایش نہیں رہتی کہ مکّہ جبراً فتح ہوا۔ لیکن باوجود اس کے مکّہ کی اراضی فاتحین پر تقسیم نہیں کی گئی جیساکہ غنیمت کا حکم ہے۔ اِس کی وجہ وہی ہے جو ہم خیبر کی اراضی کے باب میں لکھ چکے ہیں۔ اراضی کا حکم منقولات کا نہیں ہے غنیمت میں سے خمس لینے کے بعد بقیہ کو غانمین پر تقسیم کر دینے کا حکم ہے۔ مگر زمین کا یہ حکم نہیں ہے۔ اُس میں امام کو اختیار ہے تقسیم کرے۔ یا مصالح عمومی کے لیئے محفوظ رکھے۔

شبہ یہ ہے کہ مفتوحہ زمین اگر تقسیم نہ کی جائے تاہم وہ مصالح عامّہ کے لیئے وقف رہتی ہے۔ یا امام کے قبضہ میں رہتی ہے۔ جیساکہ خیبر وغیرہ میں ہوا۔ لیکن مکہ میں یہ بھی نہ ہوا۔ حتیٰ کہ خود رسول اللہ سے صحابہؓ نے پوچھا کہ یارسول اللہ کل آپ اپنے مکان میں ٹھہرینگے حضورؐ نے جواب دیا کہ کیا عقیل[1] نے ہم لوگوں کے لیئے کچھ چھوڑا ہے۔ مہاجرین صحابہ کے

[1] عقیل بن ابی طالب بفتح عین مہملہ ۱۲ منہ

مکانات پر کفّار نے قبضہ کر لیا تھا مگر کسی ایک مہاجر کو بھی آپ نے اُس کا مکان نہیں دلوایا یہ اس امر کی دلیل نہیں ہے کہ مکہ جبراً فتح نہ ہوا۔ ایسا کہنا واقعات کا صریح انکار ہے۔ بلکہ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ کی اراضی اور مکانات کا حکم دوسری جگہ سے علیحدہ ہے مکہ حج اور مناسک کی جگہ ہے۔ مسجد حرام اور صفا و مروہ منیٰ و عرفات تمام دنیا کی عبادت کے لیے مشترک ہے۔ اُس پر تو ظاہر ہے کہ کسی کی ملکیت ہو نہیں سکتی۔ مگر اس کے سوا مکہ کی تمام زمین حرم ہے وہ بھی کسی خاص شخص کی ملکیت نہیں ہو سکتی۔ جمہور ائمہ سلف و خلف یہ کہتے ہیں کہ مکہ کی اراضی کی بیع اور مکانات کا اجارہ جائز نہیں ہے۔ اہل مکہ میں سے مجاہدؒ اور عطاؒ کا یہی مذہب ہے۔ اہل مدینہ میں امام مالکؒ صاحب۔ اہل عراق میں امام ابو حنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ اور اسی طرح امام احمدؒ اسحٰق بن راھویہؒ۔ رحمہم اللہ سب کہتے ہیں کہ اراضی مکہ کی بیع درست نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جو شخص بیوت مکّہ کا کرایہ کھاتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔ اس کو دارقطنی نے مرفوعًا روایت کیا ہے۔ امام احمد نے قاسم بن عبدالرحمٰن سے روایت کیا ہے کہ جو شخص بیوت مکہ کا کرایہ کھاتا ہے وہ آگ کھاتا ہے اسی طرح طاؤس عطا اور مجاہد سے بھی امتناع مروی ہے۔

لیکن باوجود اِن روایات کے علما کی ایک جماعت ملکیّت کی قائل ہے۔ وہ لوگ کہتے ہیں کہ مکہ کے مکانات میں بعثت کے پہلے اور بعد ہمیشہ وراثت جاری رہی۔ اور کسی نے اس میں انکار نہ کیا عقیل نے ابی طالب کے مکان پر وراثۃً قبضہ کیا اور حضورؐ نے اس قبضہ سے انکار نہ کیا۔ صفوان ابن امیہ سے ایک مکان حضرت عمرؓ نے چار ہزار درہم میں خریدا اور قیدخانہ بنایا معاویہؓ نے دارالندوہ خریدا۔ اسی طرح اور مکانات کی بیع کا ذکر بھی احادیث صحیحہ میں مروی ہے۔ اگر وقف ہوتا اور ملکیت نہ ہوتی تو اس میں بیع اور وراثت کیونکر جاری ہوتی۔ علما نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ بیع اور وراثت مکانات کے ابنیہ اور

عمارات میں جاری بھی اور جاری ہے۔ یہ بلا شبہ جائز ہے لیکن مکانات کے اراضی میں وراثت اور بیع جائز نہیں ہے اور عمارات و ابنیہ میں بھی بیع اور وراثت جائز ہے اور ملکیت بھی ہے لیکن اُس کا اجارہ احادیث مذکورہ کی وجہ سے جائز نہیں ہے۔ مکانات کا حکم یہ ہے کہ اس پر ملکیت ہوتی ہے اور اسی وجہ سے دار ام ہانی۔ دار خدیجہ۔ دار ارقم۔ دار فلاں۔ دار فلاں کی نسبت جو احادیث میں آتی ہے وہ صحیح ہے۔ مگر وہ مکان اگر ویران ہو جائے اور بنا باقی نہ رہے تو دوسرا شخص اُسی جگہ مکان بنا سکتا ہے۔ باقی تعمیرات میں باوجود ملکیت کے اجارہ جو درست نہیں ہے تو اُس کی وجہ یہ ہے کہ اِس طرح اصحاب مناسک اور مستحقین کے لیئے ایک طرح کی رکاوٹ پیدا ہوتی ہے اور یہ جائز نہیں ہے۔ اور چونکہ بیع اور اجارہ دونوں عقود متبائنہ ہیں اِس لیئے اس میں کوئی مضایقہ نہیں ہے۔ بعض جگہ اجارہ درست ہے بیع جائز نہیں جیسے اوقاف میں اسی طرح یہاں بیع جائز ہے اجارہ درست نہیں جیسے مکاتب[1] غلام میں۔

دور مکہ گو مملوکہ خاص ہیں مگر اس کے انتفاع سے کسی کو روکنا جائز نہیں ہے۔ امام احمد صاحب روایت کرتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے امیر مکہ کو لکھا کہ بیوت مکہ کو کرایہ پر نہ دیا جائے۔ اُنھیں نے حضرت عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اہل مکہ کو مکانات میں دروازہ لگانے سے منع کیا۔ تاکہ باہر کے لوگ جہاں چاہیں ٹھہر سکیں۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اہل مکہ کو دروازہ بند کرنے سے منع کیا اور فرمایا کہ جس کے گھر میں دروازہ نہیں ہے وہ نہ لگائے اور جس کے مکان میں دروازہ ہے وہ بند نہ کرے۔

الغرض مکہ کی اراضی۔ اور اسکے منافع تمام عالم کے مسلمانوں میں مشترک ہیں۔ صرف ابنیہ میں

---

[1] مکاتب اُس غلام کو کہتے ہیں جس سے یہ بات طے ہو گئی ہو کہ اگر وہ اتنا بدلہ ادا کرے تو آزاد ہو جائے گا وہ جب تک بدل الکتابۃ نہ ادا کرے غلام ہے اس لیئے اُس کی بیع درست ہے لیکن اجارہ درست نہیں کیونکہ اگر مالک اُجرت لے لیگا تو وہ بدل الکتابت نہیں ادا کر سکے گا ۱۲ منہ

ملکیّت خاصہ ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ مکہ کی زمین کا حکم اسلام کے قبل بھی یہی تھا۔ اِس لیئے مکہ کی اراضی نہ تقسیم کی جاسکتی تھی۔ نہ امام قبضہ کرکے اُس سے انتفاع حاصل کرسکتے تھے۔ اِس لیئے اُس کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا واللہ اعلم

اِس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ مکہ گو عنوۃً فتح ہوا مگر دوسری مفتوحہ اراضی کی طرح مکہ کی اراضی مزروعہ پر خراج نہیں لگایا جاسکتا۔ یہ معظم اور محترم جگہ ہے خدا نے خود اس کو محترم بنایا ہے اور فتح کے بعد اس کا احترام اسی طرح قائم ہوگیا جس طرح پہلے تھا۔ تمام روئے زمین کا یہ قبلہ ہے۔ مناسک کی جگہ ہے اور عبادت کا مقام ہے۔ اس کا مرتبہ اس سے افضل ہے کہ اُس پر خراج لگے۔ جو درحقیقت زمین کا جزیہ ہے۔

خُطبات عظیمہ

رسول اللہؐ نے فتح مکہ کے وقت دو مہتم بالشان خطبے ارشاد فرمائے ان دونوں خطبوں سے بہت سے علوم و مسائل پر استدلال کیا گیا ہے۔ یہ خطبات مہات دین سے ہیں۔ پہلا خطبہ بیت اللہ کے دروازہ پر تھا جس میں آپ نے رسوم جاہلیّت کی نفی کی۔ انساب پر فخر کو منع فرمایا۔ اور دیّت مغلظہ وغیر مغلظہ کی تعیین و تحدید فرمائی جس کے ضمن میں بہت سے مسائل پر روشنی پڑتی ہے۔ اور دوسرا خطبہ دوسرے روز آپ نے کوہ صفا پر دیا۔ اس میں حرم کے احکام بیان فرمائے حرم میں جانوروں کا مارنا۔ شکار کرنا۔ درخت کاٹنا۔ یا اذخر کے سوا کسی سبزی کا کاٹنا سب کو ممنوع قرار دیا۔ ان مسائل پر تفصیلی بحث اور اُس کے جزئیات و توضیحات فقہ کی کتابوں میں موجود ہیں۔ اِس لیئے سیرت میں اُس کی تفصیل مناسب نہیں معلوم ہوتی۔

متعہ کی بقیّہ بحث

ہم غزوۂ خیبر میں متعہ کے حکم پر مفصّل بحث کرچکے ہیں اور بتا چکے ہیں کہ فتح مکہ میں حضورؐ نے متعہ کی اجازت دی۔ اور سبرہ بن معبد الجہنی نے متعہ کیا۔ اُس کے تین دن بعد حضورؐ نے منع کردیا اور فرمایا کہ میں نے پہلے اجازت دی تھی لیکن اب خدا نے قیامت تک کے لیئے اِس کو حرام کردیا ہے۔ ایسی کوئی عورت

کسی کے پاس ہو تو چھوڑ دے! اور جو کچھ اُس کو دے چکا ہے وہ واپس نہ کرے سلمہ بن الاکوعؓ کی روایت بھی صحیح مسلم میں ہے کہ حضورؐ نے عام اوطاس میں متعہ کی تین دن رخصت دی تھی پھر اُس سے منع فرما دیا۔ عام اوطاس اور عام فتح ایک ہی ہے اِس لیئے اس سے بھی مراد وہی فتح مکہ کی اجازت اور منع ہے۔

لیکن حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے صحیح مسلم میں روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہؐ کے زمانہ میں اور حضرت صدیقؓ کے ایام میں ایک مٹھی کھجور یا ایک مٹھی سَتُّو پر متعہ کیا کرتے تھے حتیٰ کہ عمر بن الخطابؓ نے عمرو بن الحریث کے قصہ کے بعد بالکل منع کر دیا۔ اور ایک حدیث حضرت عمرؓ سے بعض لوگوں نے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ کے زمانہ میں دو متعہ تھا۔ ایک متعۃ النساء اور دوسرا متعۃ الحج ہم دونوں سے منع کرتے ہیں۔ اگر یہ صحیح ہے تو ظاہر ہے کہ حضرت عمرؓ کے امتناع کو تحریم پر محمول نہیں کر سکتے۔ مگر ان میں سے کوئی بھی اس کے منافی نہیں ہے جو رسول اللہؐ نے فتح مکہ کے وقت کہا کہ آج سے خدا نے متعہ کو قیامت تک کے لیئے حرام کر دیا۔ جن لوگوں نے اِس کے بعد بھی متعہ کیا بلاشبہ اُن کو فتح مکہ کے اس امتناع کا علم نہ ہوا ورنہ وہ اِس کے بعد ہرگز ایسا نہ کرتے۔ امام نووی لکھتے ہیں کہ حضرت جابرؓ نے یہ اس لیئے کہا کہ ان کو حضورؐ کے مطلق منع کر دینے کا علم نہ ہوا۔ حضورؐ کو حجۃ الوداع میں اِسی لیئے اعلان کی ضرورت پڑی کہ بہتوں کو اُس کی خبر نہ ہوئی تھی کہ متعہ حرام ہو گیا ہے حضرت صدیقؓ یا حضرت عمرؓ کے وقت میں بعض لوگ اسی دلیل پر متعہ کرتے تھے کہ ہم لوگوں نے رسول اللہ کے وقت میں کیا ہے حضرت عمرؓ نے زجراً ایسے لوگوں سے کہا کہ ہاں رسول اللہؐ کے وقت میں لوگ کرتے تھے مگر ہم منع کرتے ہیں یعنی باوجود کرنے کے پھر منع ہو گیا جس سے ہم واقف ہیں۔ حاشا وکلاّ حضرت عمرؓ کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ جو چیز رسول اللہؐ کے وقت میں جائز تھی اُس کو ہم اپنی رائے سے حرام بناتے ہیں۔

بعض لوگوں نے سبرہ بن معبد الجہنیؓ کی روایت کو جو صحیح مسلم میں ہے محض اسوجہ سے

ناقابلِ حجّت سمجھا ہے کہ اُس کو امام بخاری نے اپنے صحیح میں روایت نہیں کیا۔ حالانکہ
ابوداؤد کہتے ہیں کہ یہ اِس باب میں سب سے بہتر روایت ہے۔ پھر بھی لوگ جابر بن عبداللہؓ
کی روایت سے متعہ کے جواز پر استدلال کرتے ہیں۔ حالانکہ اُس کو بھی بخاری نے روایت
نہیں کیا۔ دوئم اس روایت سے زیادہ سے زیادہ صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جابرؓ کو حرمت
کا علم نہ ہوا۔

اصل یہ ہے کہ صحابہؓ نے جس کام کو خود رسول اللہؐ کے سامنے دیکھا یا رسول اللہؐ سے سنا
اس پر وہ نہایت وثوق سے قائم رہتے تھے اور بڑی مشکل سے وہ اپنے علم کے خلاف کسی کی
بات کا یقین کرتے تھے۔ حالانکہ بہت سے احکام منسوخ ہو جاتے تھے اور دوسرے صحابہ
کو اُس کے نسخ کا یقینی علم ہوتا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ کو متعہ کے جواز پر سخت اصرار تھا
باوجودیکہ اُن کو حضرت علیؓ کرم اور دوسرے صحابہ نے کہا کہ یہ منع ہو گیا ہے تاہم وہ عرصہ تک
اپنے خیال پر مُصر رہے۔ صحیح مسلم میں ایک روایت ہے کہ حضرت ابن عباسؓ بیٹھے ہوئے تھے
تو عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا کہ بعض آدمی جن کے قلوب بھی ایسے ہی اندھے ہو گئے ہیں جیسے
اُن کی آنکھیں اندھی[1] ہو گئی ہیں وہ متعہ کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے
فرمایا کہ یہ کیا نا سمجھی ہے رسول اللہؐ کے وقت میں ہم لوگوں نے متعہ کیا ہے۔ ابن زبیرؓ نے فرمایا
کہ اچھا اب آزما کر دیکھو ہم تمہیں رجم کرتے ہیں یا نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کو اس وقت
تک اصرار تھا اور اسی بنا پر کہ رسول اللہؐ کے وقت میں ہوا ہے لیکن اس کے بعد انہوں نے
رجوع کیا جیسا کہ ان سے ثابت ہے۔ حضرت جابرؓ کا طرزِ بیان یہ ظاہر کرتا ہے کہ اُنہوں نے
بھی پیچھے رجوع کیا۔ ان کی روایت کے الفاظ لکھ چکا ہوں کہتے ہیں کہ عمرؓ نے عمرو بن الحریث
کے قصّہ کے بعد بالکل منع کر دیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے منع کو اُنہوں نے قبول
کر لیا۔ اور مسلم میں ایک روایت ہے کہ اُن کے سامنے ابن عباسؓ اور ابن زبیرؓ کے اختلاف

[1] حضرت ابن عباسؓ نابینا ہو گئے تھے ۱۲ منہ

کا ذکر ہوا تو انہوں نے کہا کہ عمرؓ نے پیچھے منع کر دیا ہے یعنی بظاہر انہوں نے ابن زبیرؓ کے قول کو ترجیح دی۔ اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے سمجھا دیا کہ منع ہو گیا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ عمرؓ نے رسول اللہؐ کے حکم کو خود منسوخ کر دیا اور صحابہ نے اُن کے نسخ کو قبول کر لیا واللہ اعلم

بعض قضایا

دسؔ رمضان ۸ھ ہجری چہار شنبہ کے روز عصر کے بعد حضورؐ مدینہ سے غزوۂ فتح کے لیئے روانہ ہوئے مع اختلاف الروایات۔ اور ۲۰۔ رمضان کو مکہ میں داخل ہوئے اور اُسی روز مکہ فتح ہوا۔ اس کے بعد رمضان کا بقیہ مہینہ۔ اور چند روز شوال کا آپ مکہ میں ٹھہرے۔ بخاری میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ فتح کے بعد آپ دسؔ روز مکہ میں رہے اور ابن عباس کی روایت ہے کہ انیسؔ ۱۹ روز۔ ترمذی میں ہے کہ بضع عشر کی روایت راجح ہے یعنی دسؔ روز سے کچھ زیادہ۔ مواھب لدنیہ میں ہے کہ پندرہ ۱۵ روز اور یہی ابن اسحاق بھی کہتے ہیں واللہ اعلم اور ان ایّام میں سب نے برابر نماز میں قصر کیا۔ اور اُن ایّام میں بعض قضایا بھی آپ سے صادر ہوئے۔

سرقہ فاطمہ بنت ابی الاسد

بخاری میں حضرت عروہؓ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے غزوۃ الفتح میں چوری کی۔ حضورؐ نے حکم دیا کہ اُس کا ہاتھ کاٹا جائے۔ اُس کی قوم میں بڑا اضطراب پیدا ہوا سب نے حضرت اُسامہ بن زیدؓ کو مستعد کیا کہ وہ رسول اللہ سے سفارش کر دیں کہ اُس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے حضرت اُسامہؓ نے جب رسول اللہ سے اس معاملہ میں گفتگو کی تو آپ کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا۔ اور فرمایا کہ اے اُسامہ تو حدود اللہ کے خلاف سفارش کرتا ہے۔ حضرت اسامہؓ نے معذرت کی اور کہا کہ یا رسول اللہ میرے لیئے استغفار کیجیئے۔ پھر شام کے وقت حضورؐ نے کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ تمہارے پہلے دوسری اُمتیں اسی وجہ سے ہلاک ہوئیں کہ اُن میں جب کوئی شریف چوری کرتا تھا تو اُس کو چھوڑ دیتے تھے۔ اور جب کوئی ضعیف کرتا تھا تو حدود قایم

کرتے تھے۔ اُس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے کہ اگر فاطمہ بنت محمدؐ بھی چوری کرتی تو ہم اُس کا ہاتھ کاٹتے اس کے بعد حضورؐ نے حکم دیا اور اُس عورت کا ہاتھ کاٹا گیا۔ اور پھر وہ اچھی تائب رہیں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ وہ آیا کرتی تھیں اور رسول اللہؐ کے سامنے ہم اُن کی حاجتیں پیش کر دیا کرتے تھے۔

ابو عمرو اور ابن اثیر وغیرہ لکھتے ہیں کہ جس عورت کا ہاتھ سرقہ میں کاٹا گیا تھا وہ فاطمہ بنت ابی الاسد بن عبد الاسد مخزومی تھیں یعنی حضرت ابوسلمہ کی بھتیجی بعض روایت میں اُن کی نسبت ہے فاطمہ بنت ابی الاسود بن عبد الاسد اور ابن سعد لکھتے ہیں ام عمرو بنت سفیان بن عبد الاسد بہر صورت حضرت ابوسلمہؓ کے بھائی کی لڑکی تھیں۔ بنی مخزوم میں یہ نہایت معزز خاندان تھا۔

زمعہ کی عورت کا لڑکا

بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ عتبہ ابن ابی وقاص نے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص کو کہا تھا کہ زمعہ کی عورت کا جو لڑکا ہے وہ میرا ہے۔ تم اُس پر قبضہ کیجیو۔ یہ جب فتح مکہ میں رسول اللہؐ کے ساتھ آئے تو اُس لڑکے پر قبضہ کیا۔ اور اُس کو رسول اللہؐ کے پاس لائے۔ ساتھ ہی عبد بن زمعہ بھی آئے۔ سعدؓ نے کہا کہ میرے بھائی نے کہا ہے کہ یہ میرا لڑکا ہے۔ عبد بن زمعہ نے کہا کہ یہ میرا بھائی ہے۔ زمعہ کی عورت کا لڑکا ہے اور اُن کی زوجیت میں پیدا ہوا ہے۔ حضورؐ نے دیکھا تو وہ لڑکا شکل میں عتبہ کے مشابہ تھا۔ آپ نے عبد بن زمعہ سے کہا کہ وہ تمہارا بھائی ہے کیونکہ الولد للفراش جس کی زوجیت میں پیدا ہوا اُسی کا لڑکا ہے۔ اور آپ نے ام المومنین سودہ بنت زمعہؓ سے کہا کہ تم اُس سے پردہ کیجیو کیونکہ یہ لڑکا ہیں عتبہ کے مشابہ معلوم ہوتا ہے۔

غزوۂ حُنین و اوطاس

غزوۂ حُنین

حنین اور اوطاس مکہ اور طائف کے درمیان دو مقام ہے یہ غزوہ اُن دونوں مقامات کی طرف منسوب ہے۔ اور اِس کو غزوۂ ہوازن بھی کہتے ہیں اِس لیئے

کہ بنی ہوازن سے مقابلہ تھا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب ہوازن کو خبر ملی کہ رسول اللہ نے مکہ فتح کیا تو مالک بن عوف النضری نے تمام ہوازن اور ثقیف کو جمع کیا۔ اور اُن کے ساتھ بنی نضر اور بنی جشم کے سب لوگ شریک ہوئے اور سعد بن بکر اور بنی ہلال کے کچھ لوگ مگر یہ تھوڑے تھے۔ یہ سب قیس[1] بن عیلان کے آدمی تھے ہوازن کی دو جماعت بنی کعب اور بنی کلاب میں سے کوئی مشہور شخص شریک نہ ہوا۔ بنی جشم میں عرب کا مشہور اور نامی شہ سوار درید بن الصمۃ تھا۔ مگر یہ بہت بوڑھا اور اندھا ہو گیا تھا۔ تبرکاً اُس کو ساتھ رکھتے تھے لیکن مواقع حرب سے خوب واقف تھا۔ اُس کی رائیں زبردست تجربوں پر مبنی ہوتی تھیں اِس لیئے اُس کے مشورہ پر عمل کرتے تھے۔ ثقیف کے دونوں سردار اُن کے ساتھ تھے۔ اور حلیفوں میں سے قارب بن الاسود بن مسعود اور بنی مالک میں سے ذوالخمار[2] سبیع بن الحرث بن مالک۔ اور اُس کا بھائی احمر بن الحارث بھی اُن کے ساتھ تھا۔ یہ سب جب رسول اللہ کے مقابلہ کو چلے تو اپنے جانور۔ اپنی عورتیں۔ اور اپنے بچوں کو بھی ساتھ لے لیا۔

جب یہ جماعت اوطاس میں پہنچی تو وہاں کے لوگ اس سے ملنے کے لیئے جمع ہوئے اور اُنہیں میں درید بن الصمۃ بھی تھا۔ درید نے پوچھا کہ یہ کون وادی ہے۔ لوگوں نے کہا اوطاس کہا ہاں یہ مقام جنگ کے لیئے خوب ہے۔ زمین اچھی ہے مگر یہ آوازیں کیا آرہی ہیں۔ اونٹ چلاّ رہے ہیں۔ گدھے شور کر رہے ہیں۔ لڑکے رو رہے ہیں۔ بکریاں ممیا رہی ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ مالک نے لوگوں کے ساتھ اُن کے مال و متاع اور عورت و بچوں کو بھی لے لیا ہے۔ درید نے کہا کہ مالک کہاں ہے۔ مالک کو لوگوں نے بلایا۔ درید بن الصمۃ نے کہا کہ مالک تو رئیس قوم ہے

[1] قیس بن عیلان بن مضر بفتح عین مہلہ و سکون تحتیۃ کذا فی المغنی ۱۲ منہ

[2] ذوالخمار بہ خائے معجمہ مکسورہ و فتح میم اور ذوالحمار بحائے مہلہ اسود عنسی ہے جس نے یمن میں نبوت کا دعوی کیا تھا ۱۲ منہ

مگر یہ ہم کیا سُن رہے ہیں۔ اونٹ چلا رہے ہیں۔ گدھے شور کر رہے ہیں۔ لڑکے رو رہے ہیں بکریاں میمیا رہی ہیں۔ مالک نے کہا کہ ہم نے لوگوں کے مال و اسباب اور لڑکے اور عورتوں کو بھی ساتھ لے لیا ہے۔ درید بن الصمۃ نے کہا کہ کیوں۔ مالکؔ نے کہا اِس لیئے کہ اُن چیزوں کی محبّت کی وجہ سے کوئی بھاگ نہ سکے گا۔ درید نے کہا کہ کہیں شکست خوردہ یہ سب دیکھتا ہے اگر تم کو فتح ہوئی تو صرف مرد اور تیر و تلوار کام آئیگی۔ اور شکست ہوئی تو مال و عیال تم کو مصیبت میں مبتلا کر دینگے پھر پوچھا کہ کعبؓ و کلابؓ نے کیا کیا۔ کہا اُن میں سے کوئی بھی نہیں آیا۔ کہا جد و جہد کی بنیاد ہی غائب ہوگئی اگر آج غلبہ اور فتح حاصل ہونا تھا تو کعب و کلاب ہرگز غائب نہ ہوتے میری تو رائے ہے کہ تم سب بھی وہی کرتے جو کعب و کلاب نے کیا۔ اچھا تم لوگوں کے ساتھ کون کون ہے۔ کہا عمرو بن عامر اور عوف بن عامر کہا یہ تو نہ نفع پہنچائینگے نہ نقصان۔ اے مالک ھوازن کی جماعت کو اس تہلکہ میں مت ڈال۔ اِن سب کو اپنے علاقہ کے کسی محفوظ مقام میں رکھ دے۔ اور پھر آزاد ہو کر اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر دشمنوں سے مقابلہ کر۔ اگر فتح ہوئی تو یہ سب آکر تجھ سے مل جائینگے۔ اور اگر شکست ہوئی تو تم نے اپنے اہل و عیال کو بچا لیا۔ مالک نے کہا۔ واللہ یہ نہیں ہو سکتا۔ تم بوڑھے ہوگئے ہو اور تمہاری عقل بھی بوڑھی ہوگئی ہے پھر ھوازن کے لوگوں سے مخاطب ہوا کہ اے بنی ھوازن تم میری بات مانو ورنہ ہم ابھی خودکشی کر لیں گے ہم اپنی تلوار پر سینہ کے بل اڑتے ہیں تا کہ چھید کر پیٹھ سے نکل جائے۔ مالک نے ناپسند کیا کہ لوگ درید بن الصمۃ کا ذکر کریں یا اُس کی عقل و تدبیر کی تعریف کریں۔ چونکہ درید بہت بوڑھا تھا۔ اور عملاً رہبری کے لائق نہ تھا سب نے کہا کہ اے مالک ہم تیری بات پر راضی ہیں۔ درید بن الصمۃ اِس کے بعد اُس سے علیحدہ ہو گیا۔

جب اِس گفتگو سے فراغت ہوئی تو مالک نے لوگوں سے کہا کہ جب تمہاری نظر مسلمانوں پر پڑے۔ تو سب اپنی اپنی کاٹھیاں توڑ کر پھینکدو۔ اور سب ملکر ایک ساتھ زبردست حملہ کرو۔ ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ مالک نے دریافت حال کے لیئے کچھ جاسوس بھیجے تھے: وہ لوٹ کر

مالک کے پاس آئے تو سب کے جوڑ جوڑ ڈر سے کانپ رہے تھے۔ مالک نے پوچھا کہ تمہاری ایسی حالت کیوں ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ ہم دیکھ کر آرہے ہیں کہ سفید لوگ ابلق گھوڑوں پر کچھ سوار ہیں اُن کو دیکھکر ہماری یہ حالت ہے۔ اگر ہم اپنے مقصد کے لیئے جاتے تو ایک بھی بچکر نہ آتا۔

رسول اللہؐ کو جب ھوازن کے ارادہ کی خبر ملی۔ تو آپ نے ابو حدرد الاسلمی کو تحقیق کیلیئے بھیجا۔ اُنھوں نے جب آکر اس خبر کی تصدیق کی تو حضورؐ نے اُن کے مقابلہ کے لیئے جانے کا ارادہ کیا معلوم ہوا کہ صفوان ابن امیّہ کے پاس سلاح اور آلات حرب بہت ہیں۔ آپ نے صفوان سے سلاح طلب کیئے صفوان نے کہا کہ اے محمد کیا یہ چیزیں ہم سے غصباً لینا چاہتے ہو حضورؐ نے فرمایا کہ نہیں عاریۃً ضمانت کے ساتھ۔ سب چیزیں تم کو واپس کردیجائینگی صفوان نے کہا کہ اِس میں مضایقہ نہیں ہے۔ اُس نے ایک سَو درع اور اُس کے موافق دوسرے سلاح دیئے۔ رسول اللہ نے اُس کی باربرداری کا انتظام بھی صفوان ہی کے سپرد کیا۔ اور صفوان نے اِس کو قبول کیا۔

اِس انتظام کے بعد حضورؐ دو۲ ہزار اہل مکہ۔ اور دس۱۰ ہزار صحابہ جو مدینہ سے ساتھ آئے تھے اور جن کے ہاتھ پر خدا نے مکہ فتح کرایا تھا۔ بارہ۱۲ ہزار آدمیوں کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اور عتابؓ[1] بن اُسید کو مکہ میں امیر بنادیا۔

ابن اسحٰق حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ہم لوگ حنین کی وادی کی طرف جارہے تھے۔ تہامہ کی وادیوں میں سے ایک وادی کے اندر تیز گذر رہے تھے۔ ابتدار صبح کا وقت تھا لیکن دشمن اس تنگ راستہ میں پہلے سے آکر چھپے ہوئے تھے۔ گھاٹیوں میں۔

[1] عتابؓ بالتشدید بن اَسیدؓ بفتح اول بعض روایت ہے کہ حنین وطایف سے لوٹنے کے بعد حضورؐ نے اُن کو امیر مکہ مقرر کیا اور ہوسکتا ہے کہ دونوں ہو یہ پہلے امیر مکہ ہیں۔ ابن حجر لکھتے ہیں کہ بیس۲۰ برس سے عمر اُن کی کچھ زیدہ تھی جب امیر مقرر ہوئے تھے اور رسول اللہؐ کے زمانہ میں پھر حضرت صدیقؓ کے زمانہ میں یہ امیرؓ مکہ رہے فتح مکہ میں یہ مسلمان ہوئے اور فتح مکہ ہی میں حضرت بلالؓ کے اذان پر جن شرفار قریش نے افسوس کیا تھا اُن میں ایک یہ بھی تھے مگر اس کے بعد مسلمان ہوئے۔ ابو جہل کی لڑکی سے حضرت علیؓ نے جب عقد کرنا چاہا تھا اور رسول اللہؐ نے ناپسند کیا اُس لڑکی سے انھیں عتابؓ بن اَسید نے عقد کیا ۱۲ منہ

گڑھوں میں۔ تنگ مقامات میں بیٹھے ہوئے تھے جس کی ہملوگوں کو بالکل خبر نہ تھی اور ہملوگ
بے خطر جا رہے تھے۔ اور ہماری جماعت بے خطر وہاں سے گذر رہی تھی۔ اسی حالت میں
اُن سب نے ہم پر یکبارگی ہر طرف سے ایک ساتھ شدّت کا حملہ کر دیا۔ پھر تو یہ حال تھا کہ ہماری
جماعت بے تحاشا پلٹی۔ آدمی پر آدمی اور اونٹ پر اونٹ گرنے لگا۔ رسول اللہؐ داہنے رُخ پلٹے
اور کہا کہ لوگو کہاں اور کدھر جا رہے ہو میری طرف آؤ۔ مَیں خدا کا رسول ہوں۔ مَیں خدا کا پیغمبر
ہوں۔ مَیں محمدؐ بن عبداللہ ہوں۔ مگر کیفیت یہ ہوئی کہ رسول اللہ کے ساتھ صرف چند مہاجر اور
اہل بیت رہ گئے۔ جو بزرگان ایسے وقت میں رسول اللہ کے ساتھ ثابت قدم رہے اُنمیں یہ حضرات تھے
ابو بکر صدیقؓ۔ عمر فاروقؓ۔ علی بن ابی طالبؓ۔ عباس بن عبدالمطلبؓ۔ ابو سفیان بن الحارثؓ
بن عبدالمطلب۔ فضل بن عباسؓ۔ ربیعہ بن الحارثؓ۔ اسامہ بن زیدؓ۔ ایمن ابن ام ایمنؓ یہ اسی
روز شہید ہوئے۔ قثم ابن عباسؓ۔ عبداللہ بن زبیرؓ بن عبدالمطلب۔ عقیلؓ ابن ابی طالبؓ
ابن مسعودؓ اور دوسرے بعض بزرگان رضی اللہ عنہم۔

حضورؐ اُس روز سفید بغلہ پر سوار تھے۔ حضرت عباسؓ داہنی طرف باگ پکڑے ہوئے تھے اور
ابو سفیانؓ بائیں طرف بعض آدمی آگے تھے بعض بغل میں۔ یہ بغلہ وہی تھا جو فروۃ الجذامی نے آپکو
ہدیۃً بھیجا تھا۔ اسقدر پریشانی اور انتشار کے باوجود آپ پر کوئی اضطراب نہ تھا۔

ابن اسحٰق لکھتے ہیں کہ جب مسلمان منہزم ہوئے۔ تو اُس وقت کفّار مکہ۔ اور نومسلم جو ساتھ آئے
تھے اُنھوں نے طعن اور شرارت کی باتیں شروع کر دیں۔ اور جو کچھ اُن کے دلوں میں تھا
اُس کو زبان سے ظاہر کرنے لگے۔ ابو سفیان نے کہا کہ یہ بھگوڑے ہیں۔ اب کیا ساحل بحر کے اسطرف
ٹھہر سکتے ہیں۔ ابن اسحٰق لکھتے ہیں کہ جبلہ ابن الحنبل اور ابن ہشام کہتے ہیں کہ کلدہ[1] بن الحنبل صحیح
ہے صفوان ابن امیہ کا ماں کی طرف سے بھائی تھا اُس نے کہا کہ لوگو آگاہ ہو جاؤ آج سحر باطل

---

[1] یعنی صفوان کے بھائی کا نام ابن اسحاق نے جبلہ بجیم وموحدہ و لام لکھا ہے اور ابن ہشام کہتے ہیں کہ صحیح
یہ ہے کہ اس کا نام کلدہ بکاف و لام و دال مہملہ تھا ۱۲ منہ

ہوگیا۔ صفوان نے باوجود اِس کے کہ کافر تھا کہا کہ چپ رہ۔ خدا تیرا منہ توڑے۔ قریش کا ایک شخص ہمارا تربیت دینے والا رہے تو بہتر ہے اس سے کہ ہوازن کا کوئی شخص ہماری سرداری کرے۔

ابن اسحٰق اور ابن سعد دونوں نے شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ الحجبی کا ایک قصّہ[له] لکھا ہے۔ ابن سعد میں کچھ تفصیل زیادہ ہے وہ لکھتے ہیں کہ خود شیبہ بن عثمان کا بیان ہے کہ مَیں نے ارادہ کیا کہ قریش کے ساتھ مَیں بھی حنین جاؤں اور موقع ملے تو قریش کے خون کے بدلہ محمدؐ کو قتل کروں۔ اور کہتے ہیں کہ اُس وقت صرف مَیں تھا جو سارے قریش کے خون کا بدلہ لینا چاہتا تھا۔ اور دل میں کہتا تھا کہ اگر سارا عرب وعجم محمدؐ کا متبع ہو جائے تاہم مَیں ہرگز اتّباع نہ کروں گا۔ اِس کے بعد جب سب کے ساتھ روانہ ہوا تو میں اپنے خیال میں رہا اور میرا ارادہ اور مضبوط ہوتا گیا حتیٰ کہ جس وقت لوگ مختلط ہوئے تو مَیں اپنے مقصد سے تلوار نکال کر رسول اللہ کی طرف بڑھا اور تلوار کو بلند بھی کرلیا تھا کہ یکایک آگ کی ایک لہر بجلی کی طرح میرے اور رسول اللہ کے درمیان ظاہر ہوئی۔ اُس کو دیکھ کر خوف سے میری بُری حالت ہوگئی۔ مَیں نے ڈر سے دونوں ہاتھوں کو اپنی دونوں آنکھوں پر رکھ لیا۔ اُسی حال میں رسول اللہ نے مجھ کو آواز دی۔ مَیں نزدیک گیا تو فرمایا اور قریب آؤ اور نزدیک گیا تو آپ نے اپنا ہاتھ میرے سینہ پر رکھا۔ اُسی وقت میرے ارادہ میں ایک تغیر عظیم پیدا ہوا۔ اور مجھ کو محسوس ہوا کہ رسول اللہ کی محبّت میرے دل میں میرے سمع و بصر بلکہ خود اپنی جان سے بھی زیادہ ہے۔ حضوؐر نے پھر فرمایا کہ اور نزدیک آؤ اور دشمنوں سے مقابلہ کرو۔ میں بڑھا اور تلوار چلانے لگا۔ خدا جانتا ہے کہ اِس کے بعد میری صرف خواہش یہ تھی کہ اپنی جان اور اپنا سب کچھ فدا کرکے جس طرح ممکن ہو رسول اللہ کی حفاظت کروں۔ جذبات محبّت کا یہ عالم تھا کہ اگر میرا باپ بھی زندہ ہوتا اور اُس وقت سامنے آتا تو میں تلوار سے اُس کا مقابلہ کرتا۔ جنگ کے بعد جب خیمہ میں لوٹے تو اشتیاق دیدار میں مَیں حضوؐر کے خیمہ

[له] شیبہ کو حضوؐر نے کلید کعبہ دی تھی اُن کی اولاد شیبی ہیں جن کے پاس اب تک کلید کعبہ ہے فتح مکہ میں عثمان بن طلحہ کو کلید عطا کرنے کے بیان میں مَیں نے حاشیہ پر اس کو بیان کر دیا ہے ۱۲ منہ

میں گیا۔ اُس وقت حضور تنہا تھے فرمایا کہ اے شیبہ جو کچھ خدا نے تیرے لیے پسند کیا وہ اُس سے بہتر ہے جو تو چاہتا تھا۔ اور حضورؐ نے اُن خیالات کو بیان فرمایا جو میں نے ارادہ کیا تھا میں نے کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد انّک رسول اللہ پھر میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے لیے مغفرت کی دعا فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ خدا نے تجھ کو بخشدیا۔

ابن اسحٰق حضرت عباس بن عبد المطلب سے روایت کرتے ہیں کہ جب لوگ بھاگے تو میں رسول اللہ کے بغلہ کی باگ پکڑے ہوئے تھا۔ اور میں جسیم آدمی تھا۔ میری آواز بھی بلند تھی فرمایا کہ اے عباس آواز دو کہ یا معشر انصار۔ یا معشر اصحاب السمرہ۔ سمرہ سے وہ درخت مراد ہے جسکے نیچے حدیبیہ میں اصحاب نے بیعت کی تھی۔ یہ آواز سنتے ہی ہر طرف سے لبیک لبیک کی صدا آئی۔ اور اطراف سے لوگ آکر وہاں جمع ہونا شروع ہوئے۔ عجلت میں جو اونٹ نہ لا سکتا تھا وہ درع کو گلے میں ڈال لیتا۔ اور تیر کمان و تلوار لیکر اونٹ سے کود پڑتا اور رسول اللہؐ کی طرف میری آواز کے سمت دوڑتا۔ جب ایک سو آدمی جمع ہوگئے تو جنگ شروع ہوگئی۔ خزرج کے لوگ بڑے ثابت قدم لڑنے والے تھے۔ جب اُنھوں نے مقاتلہ شروع کر دیا تو حضورؐ دیکھ کر خوش ہوئے اور فرمایا الآن حمی الوطیس یعنی اب تنور گرم ہوا۔ اور فرماتے تھے

انا النّبی لا کَذِب — وانا ابن عبد المطّلب

مَیں نبی ہوں اسمیں جھوٹ نہیں ہے — اور میں ابن عبد المطّلب ہوں

صحیح مسلم میں روایت ہے کہ حضورؐ بغلہ سے اترے۔ زمین سے ایک مٹھی مٹی لی۔ کفّار کی طرف متوجہ ہوئے اور شاھت الوجوہ پڑھکر وہ مٹی کفّار کی طرف پھینکی تو دشمن کا کوئی شخص نہ بچا جسکے آنکھ میں یہ خاک نہ پڑی ہو۔ بس کفّار بھاگے۔ اور خدا نے فتح دی۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ تمام صحابہ متفق ہیں کہ رسولؐ اللہ پیچھے نہ ہٹے۔ اور کوئی روایت ایسی نہیں ہے کہ حضورؐ کسی جنگ میں کبھی بھاگے ہوں۔ نہ ایسا ممکن تھا۔ شان نبوت یہ تھی کہ عین اُسوقت جبکہ لوگ منہزم ہو کر پیچھے بھاگ رہے تھے رسول اللہ آگے بڑھنا چاہتے تھے۔ اور اسی لیے حضرت

عباسؓ اور ابو سفیانؓ آپ کے بغلہ کی باگ پکڑے تھے تاکہ حضورؐ تنہا آگے نہ جائیں۔

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت برار رضی اللہ عنہ سے قیس کے ایک شخص نے سوال کیا کہ غزوۂ حنین میں آپ لوگ بھاگ گئے تھے اور رسول اللہؐ کو چھوڑ دیا تھا۔ فرمایا کہ ہم اس امر کے شاہد ہیں کہ رسول اللہؐ منہزم نہ ہوئے مگر بات یہ ہوئی کہ آگے جو لوگ تھے وہ ناتجربہ کار اور غیر مسلح تھے۔ ان لوگوں پر یکبارگی ھوازن نے حملہ کر دیا۔ ھوازن بڑے تیرانداز تھے ایک ساتھ ٹڈی کی طرح اُن کی تیریں آتی تھیں اور کوئی تیر نشانہ سے خالی نہیں جاتی تھی۔ اِس لئے انتشار پیدا ہو گیا تھا لیکن رسول اللہؐ اپنی جگہ سے نہ ہٹے تھے۔

ابن اسحاق جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگوں نے دیکھا کہ ہمارے اور دشمن کے درمیان کوئی چیز چادر کی طرح سیاہ آسمان سے زمین پر آئی۔ اُس میں سیاہ چیونٹیاں تھیں تھوڑی دیر میں ان چیونٹیوں سے وادی بھر گئی۔ اس کے بعد دشمن کو شکست ہوئی۔ ہم میں سے کسی کو اس میں شبہ نہ رہا کہ یہ خدا کے فرشتے تھے۔

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ مشرکوں کو جب ہزیمت ہوئی تو وہ تین حصّہ میں تقسیم ہو گئے ایک حصّہ اُن کا طائف چلا گیا۔ اور اُس میں خود مالک بن عوف تھا۔ دوسرا حصّہ اوطاس گیا اور تیسرا حصّہ نخلہ گیا۔

جس وقت مکّہ سے حضورؐ حنین کی طرف روانہ ہوئے۔ تو مسلمانوں کے لشکر کی کثرت کو دیکھکر بنی بکر کے ایک شخص نے کہا تھا۔ کہ ان پر کوئی غالب نہیں ہو سکتا۔ لیکن کثرت تعداد نے کوئی فائدہ نہ دیا۔ فتح جب ہوئی تو خدا ہی کی طرف سے وما النصر الا من عند اللہ قرآن پاک میں خداوند کریم نے اس طرف اشارہ کیا ہے ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیا وضاقت علیکم الارض الآیۃ۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب ھوازن منہزم ہوئے تو قبیلہ ثقیف کی ایک جماعت بنی مالک میں ستر آدمی مقتول ہوئے۔ اُن کا علمبردار ذوالخمار تھا وہ قتل ہوا۔ تو عثمان بن عبداللہ

بن ربیعہ نے علم لیا۔ یہ بھی قتل ہوا اور اُس کے قتل ہونے کی خبر جب حضورؐ کو ملی تو فرمایا کہ خدا نے اُس کو دور کیا یہ قریش کے ساتھ بہت عداوت رکھتا تھا۔

غزوۂ نخلہ و اوطاس

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ حنین سے شکست کھا کر جو کفار نخلہ کی طرف گئے تھے اس میں صرف بنی غیرہ[1] تھے۔ یہ ثقیف کے ایک جز تھے اِن کے تعاقب میں جو لوگ گئے تھے اُن میں ایک شخص ربیعہ بن رفیع بن اھبان تھے۔ جو ابن الدغنہ[2] مشہور تھے کیونکہ دغنہ ان کی ماں کا نام تھا۔ اُنہوں نے ایک اونٹ پکڑا اور سمجھا کہ اِس میں کوئی عورت ہے مگر معلوم ہوا کہ اس میں ایک ضعیف شیخ ہے۔ یہ نامور اور مشہور شہ سوار درید بن الصمۃ تھا۔ مگر ربیعہ کم سن تھے اور اس سے واقف نہ تھے۔ درید نے پوچھا کہ کیا چاہتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ میں تجھ کو قتل کروں گا۔ پوچھا تم کون ہو۔ اُنہوں نے کہا ربیعہ بن رفیع السلمیؓ[3]۔ یہ کہا اور ایک تلوار ماری مگر اُس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ درید نے کہا کہ تیری ماں نے تجھ کو اچھا حربہ نہیں دیا میری تلوار لے اور حال کے پیچھے لٹکی ہوئی ہے۔ اُس سے مجھ کو قتل کر اور اپنی ماں سے کہہ کہ مَیں نے درید بن الصمۃ کو قتل کیا ہے مَیں بہت دفعہ بنی سلمہ کی عورتوں کے لیے لڑا ہوں۔ ربیعہ نے درید کی تلوار لیکر درید کو قتل کیا اُس کے بعد جب اپنی ماں سے اُنہوں نے اس کا ذکر کیا تو اُن کی ماں نے کہا کہ تو نے درید بن الصمۃ کو قتل کر دیا درید بن الصمۃ نے تین مرتبہ تیری امہات کو آزاد کیا ہے۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ بعضوں نے درید بن الصمۃ کے قاتل کا نام عبداللہ بن قنیع بن اھبانؓ[4]

---

[1] غیرہ بکسر غین معجمہ و فتح تحتانیہ و فتح رائے مہملہ کذا فی المغنی ۱۲ منہ

[2] ابن الدغنہ بفتح دال مہملہ و کسر غین معجمہ و فتح نون اُن کی ماں کا نام تھا ۱۲ منہ

[3] ابن حجر نے انکا نسب لکھا ہے ربیعہ ابن رفیع بالتصغیر ابن اھاب بن ثعلبہ بن ضبیعہ بن ربیعہ اور عبداللہ بن رفیع السلمی میں لکھتے ہیں کہ ابن ہشام نے ذکر کیا ہے کہ درید بن الصمۃ کے قاتل عبداللہ بن رفیع بن اھاب بن ثعلبہ بن رفیع السلمی ہیں اور کہتے ہیں کہ اُن کے باپ کے نام کو ضبط کیا ہے قنیع بقاف و نون مصغرا ۱۲ منہ

[4] میرے پاس جو نسخہ سیرۃ ابن ہشام کا ہے اس میں اھبان ہے مگر ابن حجر وغیرہ اھاب لکھتے ہیں ۱۲ منہ

بتایا ہے مگر بخاری میں اِن دونوں کے خلاف ہی جیسا اِس کے بعد کی روایت میں آتا ہے۔

اور حنین سے جو جماعت اوطاس گئی تھی اُس کا حال بخاری میں ہے۔ ابو موسیٰ اشعری سے بخاری میں روایت ہے کہ جب رسول اللہ حنین سے فارغ ہوئے تو ابو عامر اشعری کو ایک فوج کے ساتھ اوطاس بھیجا۔ اُنہوں نے درید بن الصمہؓ کو قتل کیا۔ اور پیچھے خدا نے وہاں کفّار کے فوج کو شکست دی۔

ابو موسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے مجھ کو بھی ابو عامرؓ کے ساتھ اوطاس بھیجا تھا۔ ابو عامرؓ کو ایک جشمی نے تیر مارا۔ وہ تیر اُن کے زانو پر لگی۔ ابو عامرؓ ابو موسیٰ اشعریؓ کے چچا تھے کہتے ہیں کہ میں پاس گیا اور پوچھا کہ چچا آپ کو یہ تیر کس نے مارا۔ انہوں نے اشارہ سے جشمی کو بتایا میں نے اس کو قتل کیا اور ابو عامرؓ کو اس کی اطلاع دی۔ اُنہوں نے کہا کہ اس تیر کو نکالو۔ جب میں نے تیر نکالا تو زخم میں سے پانی نکلا۔ ابو عامرؓ نے مجھ کو خلیفہ بنایا اور کہا کہ رسول اللہ سے کہیو کہ میرے لیئے دعا کریں۔ اس کے بعد ابو عامرؓ کا انتقال ہوگیا۔ فتح کے بعد میں رسول اللہ کی خدمت میں آیا اور سب حال سنایا۔ اور یہ بھی کہا کہ اُنہوں نے دعا کی خواہش کی ہے۔ آپ نے پانی منگوا کر وضو کیا۔ اور اس قدر ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ آپ کے بغل کی سفیدی میں نے دیکھی آپ نے دعا کی کہ خداوندا ابو عامرؓ کو قیامت روز بہتوں سے عالی مرتبہ بنادے۔ میں نے کہا کہ حضورؐ میرے لیئے بھی۔ آپ نے فرمایا کہ خداوندا عبداللہ بن قیس کے گناہوں کو قیامت کے روز بخش دے۔ عبداللہ بن قیس ابو موسیٰ اشعریؓ کا نام ہے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ لوگوں کا خیال ہے کہ ابو عامرؓ کو سلمہ بن درید بن الصمہؓ نے تیر مارا تھا اور روایات میں اسی کو جشمی کہا گیا ہے کیونکہ درید جشم کا آدمی تھا۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ علاء بن الحارث اور اوفی بن الحارث بنی جشم کے دو شخص تھے انہیں دونوں نے ایک ساتھ تیر مارا جس سے ابو عامرؓ شہید ہوئے اور ان دونوں کو ابو موسیٰ اشعریؓ نے قتل کیا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ کو بنی سعد بن بکر کے بعض لوگوں سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں نے بنی سعد بن بکر کے ایک شخص کو جس کا نام بجاد[1] تھا گرفتار کیا۔ اور اُس کو مع اُس کے اہل کے رسول اللہ ؐ کے پاس لے گئے۔ اس کے اہل میں ایک عورت تھیں الشیما[2]۔ اُنھوں نے کہا کہ یا رسول اللہ میں آپ کی رضاعی بہن ہوں۔ حضورؐ نے پوچھا کہ کیا علامت ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ آپ نے میری پیٹھ میں دانت کاٹ لیا تھا۔ آپ نے پہچانا۔ اور اپنی چادر اُن کے لئے بچھا دی۔ اور بہت عزت کی۔ اُنھوں نے اپنی قوم میں جانا پسند کیا تو اُن کو تحائف دیئے اور ایک غلام دیا جن کا نام مکحول تھا۔ اور ایک لونڈی ان دونوں کا عقد ہو گیا تھا اور اُنکی نسل بنو سعد میں باقی رہی۔

ابو عمر کہتے ہیں کہ الشیما ایمان لائیں۔ اور رسول اللہ نے ان کو تین غلام دیئے اور لونڈی اور بہت سی اونٹ اور بکریاں۔ اُن کا نام خدامہ رکھا اور لقب الشیما تھا۔

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ غزوہ حنین اور اوطاس میں جو مسلمان شہید ہوئے ان کے نام یہ ہیں ایمن ابن عبید یعنی ایمن ابن ام ایمن۔ یزید بن زمعہ۔ اور انصار کے ایک شخص سراقہ بن الحارث[3] جو قبیلہ بنی عجلان میں سے تھے۔ اور ابو عامر اشعریؓ۔

غزوہ حنین میں سبایا اور غنائم مسلمانوں کے قبضہ میں بہت آئے۔ اس سے پہلے کبھی اتنا بلکہ اِس کا نصف دُربع بھی شاید نہیں ملا تھا۔ چھ ہزار عورتیں اور بچے قیدی تھے۔ چوبیس ہزار اونٹ چالیس ہزار سے زیادہ بھیڑ بکری۔ چار ہزار اوقیہ چاندی۔ حضورؐ نے حکم دیا کہ

---

[1] بجاد بفتح موحدہ وخفتہ جیم ۱۲ منہ

[2] رضاعت کے بیان میں اور اُس کے حاشیہ میں اِن کا مفصل ذکر ہے ۱۲ منہ

[3] میرے پاس مصری نسخہ ہے اُس میں سراقہ بن الحر ہے شہدا حنین میں بعض نے سراقہ بن الحارث لکھا ہے اور بعض نے سراقہ بن الحباب بحائے مہملہ ابن عمر نے دونوں کو دو سمجھا ہے اور شہدا حنین میں دو سراقہ لکھا ہے ابن اثیر لکھتے ہیں کہ ابن مندہ اور ابو نعیم نے ایک ہی لکھا ہے اور حق یہی ہے کہ دونوں ایک ہی ہیں باقی سراقہ بن الحر تو شہدا حنین میں کوئی ہیں نہ کسی صحابی کا یہ نام ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

تمام اموال غنیمت کو جعرانہ میں جمع کیا جائے اور خود طایف تشریف لے گئے۔ اموال غنیمت کی تقسیم طایف سے لوٹنے کے بعد ہوئی اِس لیئے اس کا ذکر غزوۂ طائف کے بعد ہوگا۔

غزوۂ طایف

یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ ھوازن اور ثقیف کی ایک جماعت حنین سے بھاگ کر طایف گئی تھی اور انہیں میں ان کا سردار مالک بن عوف النضری تھا۔ اِس لیۓ حضور خود مع فوج کے حنین سے طایف گئے اور اسی شوال ۸ھ میں غزوۂ طایف واقع ہوا۔

ابن سعد لکھتے ہیں کہ رسول اللہ نے جب طایف کا ارادہ کیا تو طفیل بن عمرو الدوسی کو بھیجا کہ وہ ذاالکفین کے بتخانہ کو منہدم کر دیں۔ یہ عمرو بن حممۃ الدوسی کا بت تھا اور لکڑی کا بنا ہوا تھا حضورؐ نے فرمایا کہ اس میں تم اپنی قوم سے مدد لیجیۓ۔ اور ھدم کرنے کے بعد ہم سے طائف میں آکر ملو۔ یہ نکلے اور عجلت کے ساتھ اپنی قوم میں گئے۔ ذاالکفین کو منہدم کیا۔ اور اُس کے منہ کو آگ سے جلا دیا اور اس کے بعد اپنی قوم کے چار سو آدمیوں کے ساتھ حضورؐ سے طائف میں آکر ملے۔ یہ چار دن بعد آئے تھے سب لکھتے ہیں کہ جس وقت یہ ذاالکفین کو منہدم کر رہے تھے اور اُس کے منہ کو جلا رہے تھے۔ تو یہ اشعار پڑھتے تھے۔ ع

یاذاالکفین لستُ عبادکا	میلادنا اکبر من میلادکا	انی حشوت النار فی فوادکا
اے ذاالکفین میں تیرا بندہ نہیں ہوں	میری پیدائش تیری پیدائش سے بڑی ہے	میں نے تیرے دل میں آگ لگائی

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضورؐ حنین سے روانہ ہوئے۔ اور نخلہ یمانیہ۔ پھر قرن۔ پھر ملیح ہوتے ہوئے بحرۃ الرغار میں آئے۔ یہ جگہ لیۃ کے علاقہ میں ہے۔ یہاں آپ نے ایک مسجد بنوائی اور لیۃ میں مالک بن عوف کا قلعہ تھا حضورؐ نے حکم دیا وہ گرا دیا گیا۔ پھر یہاں سے روانہ ہوئے جب طایف پہنچے تو حضورؐ اور صحابہ قلعہ کے قریب ٹھہرے۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ حضور حنین سے روانہ ہوئے تو خالد بن الولیدؓ کو مقدمہ پر مقرر کیا۔ اور ثقیف جب اوطاس سے بھاگے تو طایف

کے قلعہ میں آکر ٹھہرے قلعہ کو بند کر لیا۔ اور ایک سال کے خرچ کا سامان قلعہ میں محفوظ کر لیا تھا۔ اور پوری طرح لڑنے اور مقابلہ کرنے کو مستعد ہو گئے تھے۔ حضورؐ اور اسلامی لشکر جب قلعہ کے قریب آکر ٹھہری تو اُنہوں نے بڑی سخت تیر باری کی۔ ثقیف تیر بازی میں بڑے ماہر تھے۔ بہت سے مسلمان زخمی اور شہید ہوئے۔ اِس لیئے حضورؐ مسلمانوں کو وہاں سے ہٹا کر اُس مقام پر لے آئے جہاں اب مسجد طایف ہے۔ حضورؐ کے ساتھ ازواج مطہرات میں سے دو ساتھ تھیں حضرت ام سلمہؓ اور حضرت زینبؓ دونوں کے لیئے دو قبہ نصب کیا گیا۔ اور جب تک طایف کا محاصرہ رہا حضورؐ اُن دونوں قبوں کے درمیان کی جگہ میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب بعد کو ثقیف مسلمان ہوئے تو عمروؓ بن امیہ بن وھب نے اُسی مقام پر مسجد بنا دی جہاں رسولؐ اللہ اُن دنوں نماز پڑھا کرتے تھے۔

ابن سعد لکھتے ہیں کہ اٹھارؔہ روز طائف کا محاصرہ رہا۔ اور وہی ایک دوسری روایت لکھتے ہیں کہ حضورؐ نے اہل طایف پر چالیسؔ دن تک منجنیق نصب رکھی۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ بیسؔ دن سے زیادہ محاصرہ رہا اور ابن ہشام کہتے ہیں کہ سترؔہ روز واللہ اعلم اس پر اتفاق ہے کہ حضورؐ نے طایف میں منجنیق نصب کی تھی۔ اور یہ اسلام میں پہلی منجنیق تھی۔ طفیل بن عمرو دوسی جب ذاالکفین کے بتخانہ کو ڈھانے گئے تھے تو وہاں سے اپنے ساتھ منجنیق کا سامان بھی لائے تھے۔ اور قلعہ کی دیوار توڑنے کا سامان بھی۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جس روز قلعہ کی دیوار توڑنے اور جلانے کا ارادہ تھا اُس روز اصحاب رسولؐ اللہ دبابہ[۲] کے زیر سایہ قلعہ کی دیوار کے پاس پہنچے تاکہ دیوار میں سوراخ کریں

---

[۱] عمرو بن امیہ بن وھب الثقفی ابن حجر لکھتے ہیں کہ ان کے نام میں اختلاف ہے ابن اسحاق لکھتے ہیں عمرو بن امیہ بن وھب اور اموی مغازی میں ابن اسحاق سے روایت کرتے ہیں ابو امیہ بن عمرو بن وھب اور واقدی لکھتے ہیں امیہ بن عمرو بن وھب واللہ اعلم ۱۲ منہ

[۲] ابن اثیر نہایہ میں لکھتے ہیں کہ دبابہ ایک آلہ ہوتا ہے لکڑی اور چمڑے سے بنایا جاتا ہے۔ اس کے سایہ میں محاصرہ کرنیوالے قلعہ تک جاتے ہیں تاکہ قلعہ کی تیر باری سے محفوظ رہیں واللہ اعلم دبابہ بدال مہلہ وبائے موحدہ۔ ۱۲ منہ

اور آگ لگائیں مگر ثقیف نے لوہے کی سلاخیں آگ میں سرخ کر کے دبابہ کے اوپر ڈالیں۔ صحابہ دبابہ کے نیچے سے نکلے تو اُنہوں نے تیر مارنی شروع کر دی۔ اِس سے کئی صحابہ شہید ہوئے

اُس کے بعد حضورؐ نے حکم دیا کہ ثقیف کے انگوروں کا درخت کاٹ دیا جائے۔ جب لوگ کاٹنے لگے تو ثقیف بڑے بے چین ہوئے۔ ابن سعد لکھتے ہیں کہ اُنہوں نے رسول اللہ سے التجا کی کہ خدا کے واسطے اور رحم کا خیال کر کے اِس کو چھوڑ دو۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ہم خدا اور رحم کی وجہ سے اِس کو چھوڑ دیتے ہیں۔

اُس کے بعد حضورؐ کے منادی نے اعلان کیا کہ کوئی غلام اگر قلعہ سے نکلکر میرے پاس چلا آئے تو وہ آزاد ہے۔ چنانچہ قلعہ سے بیس غلام کے قریب نکلکر لشکر اسلام میں آگئے۔ حضورؐ نے اُن کو آزاد کر دیا اور مختلف صحابہ کے سپرد کیا کہ اُن کے خرچ کا خیال رکھیں اور اُن کی خبرداری کریں۔ اُن میں ایک شخص وقت بکرہ[1] یعنی صبح بڑے سویرے آئے تھے اِس لیئے وہ ابوبکرہ مشہور ہوگئے۔ یہ اخیار اور مشاہیر اصحاب رسول اللہؐ میں سے ہیں۔ ان کا نام نفیع بضم نون و فتح فا ہے۔ اور چونکہ حارث بن کلدہ یا مبروح بن کلدہ کے غلام تھے اس لیئے ان کا نسب نفیع بن الحارث بن کلدہ یا نفیع بن مبروح بن کلدہ لکھتے ہیں۔ اُن غلاموں کا آنا ثقیف کو بڑا شاق ہوا اور برابر اُن کے واپس کرنے کی فکر کرتے رہے۔ حتیٰ کہ بہت عرصہ کے بعد جب ثقیف مسلمان ہوگئے تب بھی اُنہوں نے رسول اللہ سے التجا کی کہ وہ سب غلام اُن کو واپس دیئے جائیں۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ وہ اب غلام نہیں ہیں۔ وہ اللہ پاک کے آزاد بندے ہیں۔ وہ اب کیونکر دیئے جاسکتے ہیں۔

مولانا شاہ عبدالحق صاحب لکھتے ہیں کہ اِسی محاصرہ کے زمانہ میں حضورؐ نے حضرت علیؓ کو بھیجا کہ اطراف میں جو جا بجا ثقیف کے بتخانے ہیں سب کو منہدم کر دو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کئی روز میں تمام اصنام اور بتخانوں کو منہدم کر دیا۔ یہ جب لوٹکر خدمت میں حاضر ہوئے تو اُن کو دیکھکر حضورؐ بہت خوش ہوئے اور بہت دیر تک اُن سے تنہائی میں گفتگو کرتے رہے

[1] بکرہ بائے موحدہ مضموم صبح کا وقت ۱۲ منہ

جس سے صحابہ کو بہت تعجب ہوا۔

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ محاصرہ کے ایام میں حضورؐ نے حضرت صدیقؓ سے فرمایا کہ مَیں نے ایک خواب دیکھا کہ دودھ سے بھرا ہوا ایک بڑا پیالہ مجھکو دیا گیا۔ لیکن ایک مرغ نے آکر ٹھوکر ماری اور جو کچھ اس پیالہ میں تھا سب گر گیا۔ حضرت صدیقؓ نے فرمایا کہ میرا گمان ہے کہ آپ کا ارادہ جو اس قلعہ کو فتح کرنے کا ہے وہ ابھی حاصل نہ ہوگا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ مَیں بھی یہی سمجھتا ہوں کہ یہ ابھی نہ ہوگا۔ اس کے بعد حضورؐ نے نوفل[1] بن معاویۃ الدیلی سے اس باب میں مشورہ کیا اُنھوں نے بھی جو جواب دیا اُس سے اسی خیال کی تائید ہوئی۔ حضرت صدیقؓ نے حضرت عمرؓ سے اِس کا ذکر کیا۔ اور حضورؐ نے حضرت خولہ بنت حکیمؓ سے یعنی حضرت عثمانؓ بن مظعون کی زوجہ سے بھی اشارۃً اس کا تذکرہ کیا تھا۔ اُنھوں نے بھی حضرت عمرؓ سے کہا۔ حضرت عمرؓ خدمت میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا کہ یارسول اللہ کیا آپ نے ایسا فرمایا ہے۔ حضورؐ نے کہا کہ ہاں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ کیا آپ کو ابھی اِس کی اجازت نہ ملی۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ پوچھا کہ تب مَیں اعلان کردوں کہ لوگ کوچ کریں۔ حضورؐ نے کہا کہ ہاں۔

جب کوچ کا اعلان ہوا تو صحابہ میں بڑا جوش تھا۔ سب کہنے لگے کہ کیا ہم بغیر طائف کو فتح کئے چلے جائیں۔ جب حضورؐ نے صحابہ کا یہ بے موقع اشتیاق دیکھا تو فرمایا کہ اچھا کل جنگ کرو۔ دوسرے روز مسلمان جوش میں لڑے اور بہت نقصان پہنچا۔ حضورؐ نے شام کے وقت فرمایا کہ اب انشاء اللہ تعالیٰ کل یہاں سے چلے جائینگے۔ آج یہ سنکر سب صحابہ بہت خوش ہوئے اور کسی نے اعتراض نہ کیا صبح کے وقت قافلے روانہ ہونا شروع ہوئے اور ہر شخص خوش خوش چل پڑا۔ صحابہ کے خیال میں اتنا جلد تغیر پیدا ہونے پر حضورؐ نے تبسم فرمایا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ثقیف کیلئے بددعا کیجئے۔ آپ نے دعا کی کہ خداوندا ثقیف کو ہدایت دے۔ اور اُن کو مسلمان کرکے میرے پاس بھیج۔ اس کے بعد حضورؐ جعرانہ تشریف لے گئے۔

[1] نوفل کا ذکر فتح مکہ میں ہوا ہے ۱۲ منہ

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ طائف میں رسول اللہ کے کل بارہ[۱۲] اصحاب شہید ہوئے۔ سات قریش۔ چار انصار۔ اور ایک شخص بنی لیث کے۔ قریش میں سے سعید بن العاص رضؓ۔ عرفطہ[1] بن جناب رضؓ بجیم و نون اور بعض کہتے ہیں بجائے مہملہ و بائے موحدہ پہلی روایت ابن اسحاق کی ہے عبداللہ بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ جو حضرت صدیق کے بڑے صاحبزادے تھے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ اُن کو طائف میں تیر لگی اور اُس کا زخم رہا۔ رسول اللہؐ کے بعد حضرت صدیق رضؓ کے خلافت میں اُسی زخم کی وجہ سے انتقال ہوا۔ عبداللہ بن ابی امیہ رضؓ ام المومنین ام سلمہ رضؓ کے بھائی عبداللہ بن عامر رضؓ۔ سائب بن الحرث رضؓ اور اُن کے بھائی عبداللہ بن الحرث رضؓ یہ سات قریش۔ اور انصار میں سے ثابت ابن الجذع رضؓ۔ حارث ابن سہل رضؓ۔ منذر ابن عبداللہ رضؓ۔ رقیم ابن ثابت رضی اللہ عنہم

وفد ہوازن بہ جعرانہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب طائف سے جعرانہ تشریف لائے۔ تو آپ کی خدمت میں ہوازن کا ایک وفد آیا۔ اس وفد میں بارہ[۱۲] آدمی تھے۔ ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ اُس وفد کے سردار ایک شخص تھے جن کا نام زہیر تھا۔ اور کنیت ابو صرد۔ اور ایک شخص تھے ابو برقان جو حضورؐ کے رضاعت کے رشتہ سے چچا تھے۔ قبیلہ بنی سعد بن بکر جس قبیلہ کی حلیمہ سعدیہ رضؓ تھیں وہ ہوازن کا ایک جزو تھا۔ اور یہ لوگ بنی سعد ہی کے تھے۔ اس وفد میں جو لوگ آئے تھے وہ سب مسلمان ہو گئے تھے۔ اور ابو صرد زہیر نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ جو مصیبت میرے قبیلہ پر نازل ہوئی اُس سے آپ واقف ہیں۔ ہم لوگ ایک درخواست لیکر آئے ہیں۔ اِس وقت ہم پر احسان کیجئے خدا آپ پر احسان کرے گا۔ ہم کو میری عورتیں۔ میرے بچے۔ اور میرے اموال واپس کر دیجئے یا رسول اللہ جو عورتیں گرفتار ہوئی ہیں۔ اُن میں آپ کی خالائیں۔ پھوپھیں۔ آپ کی پرورش کرنیوالیاں۔ آپ کی کفالت کرنیوالی

[1] عرفطہ بعین مہملہ و رائے مہملہ و فا و طائے مہملہ ابن جناب بجائے مہملہ بعدہٗ بائے موحدہ و الف بعدہٗ بائے موحدہ یہ ابن ہشام کہتے ہیں اور ابن حجر کہتے ہیں کہ یہی موسی بن عقبہ نے بھی کہا ہے اور ابن اسحاق بجیم و نون کہتے ہیں ۱۲ منہ

عورتیں بھی ہیں - یارسول اللہ اس وقت جو حالت میری ہے - اگر ایسی حالت میں ہم حارث بن شمر اور نعمان بن منذر سے بھی رحم کی درخواست کرتے تو میرا خیال ہے کہ وہ رد نہ کرتا اور آپ تو سب سے بہتر رحم کرنیوالے ہیں-

حضورؐ نے فرمایا کہ تم دیکھتے ہو - میرے ساتھ جماعت ہے اور سب کے حقوق ہیں - دونوں چیز تو ممکن نہیں ہے - یہ بتاؤ کہ تم کو عورتوں اور بچوں کی واپسی زیادہ مرغوب ہے یا اموال کی - اُنہوں نے کہا کہ یارسول اللہ جب آپ ہمیں احساب واموال کے درمیان ایک چیز اختیار کرنے کو فرماتے ہیں - تو ہمارے بچے اور ہماری عورتیں ہمکو زیادہ محبوب ہیں - آپ نے فرمایا کہ تمہاری عورتیں اور تمہارے بچے جو میرے یا بنی عبدالمطلب کے پاس ہیں وہ میں نے واپس کیا - مگر جو دوسرے مسلمانوں کے پاس ہیں اُس میں مَیں صرف سفارش کرسکتا ہوں - تم ظہر کی نماز کے بعد اُٹھ کر کہو کہ ہماری یہ حالت ہے - ہم چاہتے ہیں کہ رسولؐ اللہ میری سفارش مسلمانوں سے کردیں - اور مسلمان رسولؐ اللہ سے تاکہ ہماری عورتیں اور بچے ہمکو واپس ملجائیں - مَیں سفارش کردوں گا - ظہر کے بعد ان لوگوں نے اُسی طرح کہا جس طرح رسولؐ اللہ نے بتا دیا تھا رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ تمہاری عورتیں اور بچے جو میرے یا بنی عبدالمطلب کے پاس ہیں وہ مَیں نے تم کو واپس کیا - اس پر مہاجرین نے اُٹھکر کہا کہ جو میرے پاس ہیں اُس میں رسولؐ اللہ کو اختیار ہے - انصار نے کہا کہ جو میرے پاس ہیں اُس میں رسولؐ اللہ کو اختیار رہے - مگر اقرع بن حابسؓ نے کہا کہ جو میرے اور بنو تمیم کے پاس ہے وہ نہیں - عیینہؓ بن حصن نے کہا کہ جو میرے اور بنو فزارہ کے حصّہ میں ہے وہ نہیں - عباس بن مرداس نے کہا کہ جو میرے اور بنی سلیم کے حصّہ میں ہے

لہ عیینہ نام حذیفہ کنیت ابو مالک کسی روایت میں تصریح نہیں ہے کہ یہ فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوا اِس کے بعد بھی مولفۃ القلوب سے تھا - حضرت صدیقؓ کے زمانہ میں مرتد ہوگیا اور طلحہ کی بیعت کرلی تھی پھر مسلمان ہوا - امام شافعی نے کتاب الام میں لکھا ہے کہ ارتداد کے زمانہ میں حضرت عمرؓ نے اس کو قتل کیا مگر یہ مشتبہ ہے اور کسی نے نہیں لکھا مگر بڑا بے ادب تھا رسول اللہؐ نے اس کو احمق مُطاع کہا ہے یعنی اپنی قوم میں مُطاع ہے ۱۲ منہ

وہ نہیں۔ اس پر بنو سلیم کے لوگوں نے کہا کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ جو میرے حصہ میں ہے ایس رسول اللہ کو اختیار ہے عباس نے بنو سلیم سے کہا کہ تم ہمیں ذلیل کرتے ہو۔

رسول اللہ نے فرمایا کہ جو شخص تم میں سے اپنا حق چھوڑنا نہیں چاہتا اس سے ہم وعدہ کرتے ہیں کہ سب سے پہلے جو بھی حاصل ہو گی اُس میں سے ہم اُس کو ایک کا بدلہ چھ دیں گے مگر ان بیچاروں کو اِن کی عورتیں اور بچّے واپس کر دو۔ اِس پر سب راضی ہو گئے مگر عیینہ بن حصن پھر بھی راضی نہ ہوتا تھا۔ آخر مشکل سے پیچھے وہ بھی راضی ہو گیا۔ اور اُن لوگوں کی عورتیں اور بچّے سب اُن کو واپس مل گئے۔ ایک لڑکی جس کا نام ریطہ بنت ہلال تھا حضورؐ نے حضرت علیؓ کو دیدیا تھا۔ ایک لڑکی زینب بنت حیان تھی وہ حضرت عثمان بن عفانؓ کو حضورؐ نے دی تھی۔ ایک لڑکی حضورؐ نے حضرت عمرؓ کو دی تھی۔ اور اُنہوں نے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو ہبہ کر دیا تھا۔ اِن سب نے جب سنا کہ رسول اللہ نے اُن کی عورتوں اور بچّوں کو واپس کر دیا ہے تو سب نے فوراً واپس کر دیا۔

رسول اللہ نے وفد کے لوگوں سے دریافت کیا کہ مالک بن عوف کہاں ہے۔ اُن سب نے کہا کہ وہ ثقیف کے ساتھ طایف میں ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ مالک بن عوف کو خبر کر دو کہ اگر وہ مسلمان ہو کر میرے پاس آئے تو ہم اس کا اہل اور اس کا مال سب اس کو واپس کر دینگے اس کے علاوہ ایک سَو اونٹ اور دینگے۔ مالک بن عوف کو جب یہ خبر ملی تو وہ راتکے وقت ثقیف سے چھپکر طایف سے نکل آئے۔ اور رسول اللہ سے جعرانہ میں یا مکہ میں ملے۔ حضورؐ نے ان کا کل مال اور اہل اُن کے سپرد کیا۔ اور ایک سَو اونٹ اُس کے علاوہ دیا۔ وہ مسلمان ہوئے اور صادق مسلمان حضورؐ کی مدح میں قصائد کہے۔ اُن کے ایک قصیدہ کا شعر ہے۔ ؎

ما ان رائیت ولا سمعت بمثله	فی الناس کلهم بمثل محمد
نہ مَیں نے دیکھا نہ ایسا سُنا	کہ تمام انسان ہیں کوئی محمدؐ کے مثل ہو

حضورؐ نے اُن لوگوں پر جو اُن کی قوم میں مسلمان ہو گئے تھے۔ اور بنی ثمالہ۔ اور بنی سلمہ کے

مسلمانوں پر اُن کو امیر بنا دیا۔ اُنھوں نے اس کے بعد ثقیف کو بہت تنگ کیا۔

تقسیم غنیمت بہ جعرانہ ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ حضورؐ نے حنین کے بایا کو اُن کے اہل پر رد کر دیا تو صحابہ نے کہا کہ یا رسول اللہ غنیمت کو تقسیم کر دیجئے چنانچہ حضورؐ مستعد ہوئے۔

فرمایا کہ اے لوگو تمہارے مال غنیمت میں میرا کچھ نہیں ہے حتیٰ کہ ایک سوئی میں نہیں لے سکتا سوائے خمس کے۔ اور خمس بھی پھر تم ہی لوگوں کے لیئے ہے۔ اگر تم میں سے کسی نے کچھ لیا ہو تو وہ داخل کر دے حتیٰ کہ سوئی یا تاگا کسی نے لیا ہو تو وہ بھی داخل کرے۔ مال غنیمت میں غلول یعنی چھُپا کر لینا عیب ہے جہنم کی آگ ہے۔ اور قیامت کے روز مصیبت عظمیٰ ہے۔ جب لوگوں نے یہ سنا تو بعض نے ضرورت کی بعض بہت ہی معمولی چیزیں لی تھیں وہ لے آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ یہ تو معمولی سی چیز ہے اور ہمیں اس کی ضرورت ہے۔ حضورؐ نے کہا کہ میں نے اپنا حق تم کو دیدیا۔ اُنھوں دیکھا کہ کیا اس میں سب سے حقوق بھی مانگنے ہونگے۔ اُس کو انھوں نے غنیمت میں ڈالدیا کہ باز آئے ایسے لینے سے۔ حضرت عقیل بن ابی طالبؓ کچھ تاگا اور ایک سوئی لے گئے تھے اور کسی کو دیا تھا۔ جب یہ سنا تو گئے۔ مانگ کر لائے اور فوراً داخل کر دیا۔

ہر یک کے حصے اِس کے بعد حضورؐ نے اموال غنیمت کو تقسیم کیا۔ ہر شخص کے حصہ میں چار اونٹ اور چالیس بکری آئی اور ہر سوار کو بارہ اونٹ اور ایک سو بیس بکریاں ملیں۔

مؤلفۃ القلوب اُس روز آپ نے مؤلفۃ القلوب کو اموال کی بڑی مقدار عنایت کی۔ آپ کے عطا و بخشش نے سب کو حیرت میں ڈالدیا۔ صفوان بن امیۃ۔ ابوسفیان بن حرب مالک بن عوف وغیرہ نے صاف اقرار کیا کہ یہ بخشش غیر نبی سے ممکن نہیں ہے صفوان نے ابتک اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ اِسی بخشش کو دیکھکر مسلمان ہوا۔ مؤلفۃ القلوب قبائل اور جماعتوں کے سردار تھے۔ ابتک اِن لوگوں نے اسلام کے اور خود حضورؐ کے خلاف بڑی سخت عداوتیں کی تھی۔ اور ابھی اُن میں سے بعض مسلمان بھی نہ ہوئے تھے۔ بعض وہ تھے جو گو بظاہر مسلمان ہو گئے

تھے مگر دل سے سخت مخالف تھے۔ اور اسی غزوہ میں اپنی مخالفتوں کا اظہار کر چکے تھے۔ لیکن باوجود اس کے حضورؐ نے اُن کو اموال کثیرہ عنایت فرمائے۔

ابوسفیان بن حرب کو آپ نے چالیس اوقیہ چاندی اور ایک سَو اونٹ عنایت فرمایا۔ اُس نے کہا کہ یا رسول اللہ میرے لڑکے یزید کو بھی کچھ ملنا چاہیئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اُس کو بھی چالیس اوقیہ اور ایک سَو اونٹ دیدو۔ ابوسفیان نے کہا کہ میرا لڑکا معاویہ بھی ہے یا رسول اللہ آپ نے فرمایا کہ اُس کو بھی چالیس اوقیہ اور ایک سَو اونٹ دیدو۔ حکیم بن حزام کو آپ نے ایک سَو اونٹ دیا۔ انھوں نے ایک سَو اور مانگا آپ نے ایک سَو اونٹ اور دیا۔ حارث بن ہشام کو سَو اونٹ۔ سہیل بن عمرو کو سَو اونٹ۔ حویطب بن عبدالعزیٰ کو سَو اونٹ۔ علاؔ بن جاریۃ الثقفی کو سَو اونٹ۔ عیینہؔ بن حصن فزاری کو سو اونٹ۔ اقرع بن حابس التمیمی کو سَو اونٹ۔ مالک بن عوف النضری کو سَو اونٹ۔ صفوان بن امیہ کو سَو اونٹ۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ یہ سب ایک سَو پانے والے ہیں۔ چند آدمیوں کو سَو سے کم دیا۔ مخرمہؔ بن نوفل الزہری۔ عمیر بن وھب الجمحی۔ ہشام بن عمر۔ اور اُس کا بھائی۔ ان سب کی نسبت یہ نہیں معلوم ہوا کہ کتنا دیا۔ صرف ہمیں اسقدر معلوم ہوا کہ ان سب کو سَو سے کم دیا۔ عدی بن قیس السہمی کو پچاس اونٹ دیا۔

عباس بن مرداس کو حضورؐ نے چالیس اونٹ دیا تھا۔ وہ بہت غصہ ہوا۔ اور ایک قصیدہ میں اپنی ناراضی کا اظہار کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جاؤ جس طرح ہو میری طرف سے اُسکی زبان کاٹ لو۔ صحابہ گئے اور جتنے میں راضی ہوا دیکر اُس کو راضی کیا۔ یہ حضورؐ کے قطع لسان کا مطلب تھا۔

لہ علاء بن جاریہ بجیم مفتوحہ والف ورائے مہملہ ویائے مثناۃ تحتانیہ ۱۲ منہ

ٹہ عیینہ بن حصن فزاری بفتح فا وزائے معجمہ غطفان کے قبیلہ بنی فزارہ کی طرف نسبت ہے ۱۲ منہ

سہ مخرمہ بفتح میم وسکون خائے معجمہ وفتح رائے مہملہ ومیم ۱۲ منہ

مؤلفۃ القلوب کی دوسری فہرست

ابن اسحٰق نے ابن شہاب زُہری سے اُن لوگوں کی ایک دوسری فہرست لکھی ہے جن کو حضورؐ نے جعرانہ پر عطایائے عظیمہ عنایت فرمائے۔ وہ فہرست اِس سے کچھ فرق ہے اور بڑی ہے اِس لیئے ہم وہ فہرست بھی لکھدیتے ہیں۔ قریش میں سے جن لوگوں کو حضورؐ نے دیا وہ یہ ہیں۔ ابوسفیان بن حرب۔ طلیق بن سفیان۔ خالد بن اُسید۔ شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ۔ ابوالسنابل بن بعکک۔ عکرمہ بن عامر۔ زہیر بن ابی امیہؓ بن المغیرہ۔ حارث بن ہشام بن المغیرہ۔ خالد بن ہشام بن المغیرہ۔ ہشام بن الولید بن المغیرہ۔ سفیان بن عبدالاسد۔ سائب ابن ابی السائب۔ مُطیع بن الاسود بن حارثہ۔ ابوجہم بن حُذیفہ بن غانم۔ صفوان بن امیہؓ۔ اُحیحہ بن امیہ۔ عدی بن قیس سہمی۔ حویطب بن عبدالعزیٰ۔ ہشام بن عمرِ بن ربیعہ۔ اور غیر قریش کے یہ لوگ تھے یعنی باہر کے قبائل کے۔ نوفل بن معاویۃ الدیلی۔ علقمہ بن علاثہ بن عوف کلابی۔ خالد بن ھوذہ۔ حرملہ بن ھوذہ یعنی خالد مذکور کے بھائی۔ مالک بن عوف النضری۔ عباس بن مرداس سلمی۔ عیینہ بن حصن فزاری۔ اقرعِ بن حابس حنظلی تمیمی۔

حضورؐ سے کسی نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ آپ نے عیینہ بن حصن۔ اور اقرع بن حابس کو سو سو اونٹ دیئے اور جعیل بن سراقہ کو کچھ نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں جعیل بن سراقہ کے اسلام پر ہمیں اطمینان ہے۔

حضورؐ نے جو جعرانہ میں قریش۔ اور قبائل کے سرداروں کو عطایائے عظیمہ عنایت فرمائے اُن کی حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بعض اشخاص اور خصوصًا انصار بہت ناخوش ہوئے۔ اور بعضوں نے خلاف شان نبوت کچھ الفاظ بھی کہے۔

ابن اسحٰق لکھتے ہیں کہ ایک شخص تمیمی جس کا نام ذوالخویصرہ[1] تھا۔ تقسیم کے وقت کھڑا دیکھتا

---

[1] ذوالخویصرہ کو ابن اثیر نے صحابہ میں شمار کیا ہے۔ ابوعمر کہتے ہیں کہ حُرقوص بضم حائے مہملہ وسکون رائے مہملہ وضم قاف بعدہٗ واؤ ساکن بعدہٗ صاد ذوالخویصرہ کا نام ہے یہ خوارج کا سردار تھا اور نہروان میں قتل ہوا ابن اسحاق نے جو ذوالخویصرہ کا یہ قول نقل کیا ہے اسی طرح امام بخاری نے بھی نقل کیا ہے اِس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسلمان نہیں ہوا تھا۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ اِس کے صحابی ہونے میں

رہا۔ اور اُس کے بعد کہا کہ اے محمدؐ آج آپ نے جو کچھ کیا مَیں نے دیکھا۔ رسول اللہؐ نے پوچھا کہ ہاں تم نے کیا دیکھا۔ اُس نے کہا کہ آپ نے عدل نہیں کیا۔ حضورؐ کا چہرہ غصہ سے سُرخ ہو گیا۔ اور فرمایا کہ اگر عدل میں نہ کروں تو دنیا میں عدل اور کس کے پاس ہو گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہؐ اجازت دیجئے کہ ہم اِس کمبخت کو قتل کر دیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ چھوڑ دو اِس کی نسل سے صادق مسلمان پیدا ہوں گے۔

بخاری میں ہے کہ انصار کے ایک شخص نے کہا کہ آج رسول اللہؐ کی تقسیم لوجہ اللہ نہیں ہے حضورؐ کو خبر ہوئی تو فرمایا کہ خدا حضرت موسیٰؑ پر رحم کرے اُن کو ہم سے زیادہ تکلیف دی گئی۔

یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ حنین میں جب مسلمانوں کی جماعت منہزم ہو گئی تھی تو حضورؐ نے حضرت عباسؓ سے کہا تھا کہ آواز دو یا معشر الانصار۔ بعض انصارؓ نے اِس کا بھی طعنہ دیا۔ بخاری میں ہے کہ بعض انصار نے کہا کہ جب مصیبت آتی ہے تو انصار کو آواز دی جاتی ہے۔ اور جب غنیمت کی تقسیم کا وقت آتا ہے تو اپنی قوم میں تقسیم کرتے ہیں۔

جب انصار میں اِس قسم کی ناراضی کا ذکر زیادہ ہوا تو حضرت سعد بن عبادہؓ حضورؐ کی خدمت میں آئے۔ اور کہا کہ یا رسول اللہؐ انصار بہت ناخوش ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اموال غنیمت میں سے ایسے ایسے عطایائے عظیمہ آپ نے قریش کو دیئے اور ہمیں کچھ نہیں حالانکہ ہماری تلواروں میں ابھی قریش کا خون بھی خشک نہیں ہوا۔ حضورؐ نے پوچھا کہ سعد تمہارا کیا خیال ہے اُنہوں نے کہا کہ مَیں بھی تو اپنی قوم کا ایک فرد ہوں۔

توضیح مقصد

ذوالخویصرہ تمیمی۔ اقرع بن حابس۔ عیینہ بن حصن وغیرہ نے اگر خلاف شان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اِس قسم کی باتیں کیں تو یہ تعجب نہیں ہے۔ یہ نومسلم تھے۔ اور ابھی اِن کا اسلام برائے نام تھا۔ ابھی اپنے بتوں کی محبت بھی شاید اُن کے دلوں سے نہیں گئی تھی۔ ابھی تھوڑا

ہی پہلے وہ رسول اللہؐ کے اور اسلام کے شدید ترین دشمن تھے۔ اب گو بظاہر وہ مسلمان ہوئے تھے۔ مگر نہ وہ رسول کے مرتبہ سے واقف تھے نہ اسلام اور خدا کے احکام سے اُن کے نزدیک جو کچھ تھا بس دنیا کا مال تھا۔ یا اونٹ اور بکریاں۔ وہ عدل اور انصاف کو اتنا ہی جانتے تھے جتنا اُنہوں نے اپنی جاہل اور وحشی قوم سے سیکھا تھا۔ اُن کے نزدیک بڑا عدل یہ تھا کہ اُن کو بہت کچھ دیدیا جائے۔ مقاصد عظیمہ اور مہمات ضروریہ اُن کی سمجھ اور ادراک سے بھی باہر تھا۔ اگر ایسے جاہل اور وحشی رسول اللہؐ کے عدل اور عدل کے اُس معیار کو جس کی بنیاد اسلام نے رکھی تھی نہ سمجھ سکے۔ اور خدا اور رسولؐ کے طریقہ کو ناپسند کیا تو تعجب نہیں ہے۔ اور اُن کو اِس کا سمجھانا بھی اُس وقت مشکل تھا اسی لیے بخاری کی روایت میں ہے کہ حضورؐ نے اُن کے جواب میں فرمایا کہ صبر ہے اور کہا کہ حضرت موسیٰ کو اِس سے زیادہ تکلیف دی گئی تھی۔

البتہ افسوس یہ ہے کہ مخلص انصار بھی رسولؐ اللہ کے اِس طرز عمل کو نہ سمجھ سکے۔ اور بیجا شبہات میں مبتلا ہوگئے۔ اُن کے شبہات غلط فہمی اور حقیقت سے عدم واقفیت پر مبنی تھے۔ اُن شبہات کی وجہ بے دینی اور بد تہذیبی نہ تھی۔ یہ لوگ اسلام کے سچے جاں نثار تھے اِس لیے اُن کا غلط فہمی میں مبتلا رہنا اچھا نہ تھا۔ حضورؐ نے حضرت سعد بن عبادہؓ کو حکم دیا کہ انصار کو ایک جگہ جمع کرو۔ اور وہاں انصار کے سوا اور کوئی نہ رہے۔ جب انصارؓ جمع ہوگئے تو حضورؐ وہاں تشریف لے گئے اور پوچھا کہ اے انصار کیا یہ صحیح ہے کہ تم لوگ ہم سے ناخوش ہوگئے ہو۔ انصار نے جواب دیا۔ کہ یا رسولؐ اللہ ہم میں سے فقہاء اور سمجھدار لوگوں نے تو کچھ نہیں کہا۔ مگر عام لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے قریش کو ایسے بڑے بڑے عطایا عنایت کیے۔ اور ہمیں کچھ نہیں حالانکہ ہماری تلواروں سے ابھی قریش کے خون کے قطرات گر رہے ہیں۔

حضورؐ نے فرمایا کہ اے انصار کیا تم دنیا کے مال ناپایدار کے لیے مجھ سے ناخوش ہوئے ہو۔ یہ مال تو مَیں نے صرف اُن لوگوں کو دیا ہے جو ابھی مسلمان ہوئے ہیں۔ جن کے دلوں میں ابھی اسلام کی محبت نہیں ہے۔ اِس سے میری غرض تالیف قلوب تھی۔ تاکہ وہ اسلام کی طرف

توجہ کریں۔ دشمنی سے باز آئیں۔ خدا کے دین کی حمایت کریں۔ اے انصار کیا تم کو یہ بات پسند نہ آئی کہ لوگوں کو اونٹ اور بکریاں دیکر اسلام کی طرف راغب کرنے کی کوشش کی اور تمہارے اسلام اور ایمان پر اعتماد کیا۔ کیا تم کو یہ پسند نہیں ہے کہ وہ لوگ مال اور اونٹ لے جائیں اور تم لوگ اپنے ساتھ رسول اللہ کو لے جاؤ۔ خدا کی قسم کوئی کسی راستہ میں جائے میرا راستہ انصار کا راستہ ہے۔ ہم ہر حال میں تمہارے ساتھ ہیں۔ میری موت وحیات تمہارے ساتھ ہے۔

اے معشر انصار تم آج مجھ سے ناراض ہوگئے۔ کیا ہم نے تم کو گمراہ نہیں پایا پھر خدا نے میرے ذریعہ سے تمہاری ہدایت کی۔ کیا تم متفرق اور جدا جدا نہ تھے پھر خدا نے میرے ذریعہ سے تم کو متحد کیا۔ کیا تم محتاج نہ تھے پھر خدا نے میرے ذریعہ سے تم کو غنی کیا۔ جب حضورؐ یہ فرمارہے تھے تو انصار کہتے جاتے تھے کہ بیشک خدا اور خدا کے رسول نے احسان کیا۔ حضورؐ نے پھر فرمایا کہ تم اس کا جواب کیوں نہیں دیتے۔ انصار نے کہا کہ یارسول اللہ اس کا جواب کیا دوں یہ تو صحیح ہے کہ خدا اور اُس کے رسول نے ہم پر احسانات کئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تم اگر کہو تو سچ کہو گے کہ جب تم کو سب نے جھٹلایا تو ہم نے تصدیق کی۔ جب تم کو سب نے ذلیل کیا تو ہم نے عزت دی۔ جب سب نے تم کو تمہارے گھر اور وطن سے نکال دیا تو ہم نے پناہ دی۔ جب تم بالکل محتاج تھے تو ہم نے تمہاری مدد کی۔ اے انصار تم ہمارے شعار ہو اور سب لوگ دثار ہیں۔ خداوندا انصار پر رحم کر۔ انصار کی اولاد پر رحم کر۔ انصار کے اولاد کی اولاد پر رحم کر۔

سارے انصار رونے لگے۔ اُن کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہوگئیں۔ اور سب نے کہا کہ یارسول اللہ ہم راضی ہیں جو تقسیم خدا اور خدا کے رسول نے پسند کی اُس پر ہم خوش ہیں۔ اسکے بعد حضورؐ تشریف لے گئے اور قوم منتشر ہوگئی۔

تنبیہ۔ حضورؐ نے انصار کو شعار۔ اور دوسروں کو دثار کہا۔ شعار کپڑے کی اُس تہ کو کہتے ہیں جو بدن سے ملا ہوتا ہے۔ اور دثار اوپر کی تہ کو کہتے ہیں۔

بعض روایات میں ہے کہ حضورؐ نے کہا کہ ہم وثیقہ لکھدیتے ہیں کہ اِس کے بعد جو مال غنیمت

ملے گا وہ سب انصار کا ہوگا۔ مگر انصار نے معذرت کی اور کہا کہ یا رسول اللہ ہم دین کے کام کو دنیا کی خواہش سے ملوث کرنا نہیں چاہتے۔

مسئلہ کی حقیقت

کسی روایت میں یہ تشریح نہیں ہے کہ رسول اللہ نے مؤلفۃ القلوب کو جو اموال جعرانہ میں عطا فرمائے وہ مجموعہ غنائم میں سے تھا۔ یا خمس میں سے۔ علماء کی رائے اسمیں مختلف ہے۔ امام شافعی اور امام مالک رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ خمس میں سے بلکہ خمس الخمس میں سے جو حضورؐ کا خاص حصہ تھا۔ اور بظاہر یہی قول قوی ہے اِس لیے کہ حضورؐ نے اس عطا کو وقت غانمین سے اجازت نہیں لی۔ اور یہ حضورؐ کا قاعدہ نہ تھا کہ اموال صحابہ یا اُن کے حقوق کو بغیر اُن کی اجازت کے کسی کو دیدیں۔ اِسی قصہ میں ہے کہ آپ کی رائے تھی کہ ھوازن کے سبایا کو واپس کر دیا جائے۔ مگر گو آپ کی یہ رائے تھی آپ نے صحابہ سے صرف سفارش کی نہ خود اُن کے حصہ کو واپس کیا۔ نہ اُن کو حکم دیا کہ واپس کر دو۔ سفارش کے بعد بھی جن لوگوں نے واپس کرنے سے انکار کیا۔ اُن سے بدلہ دینے کا آپ نے وعدہ کیا۔

خمس خدا کا مال ہے اور اُس میں رسول اللہ کو تصرف کا کامل اختیار ہے۔ وہ ایسے ہی مصالح کے لیے جدا کیا گیا ہے۔ اِس سے بہتر مصرف اُس کے خرچ کا اور کیا ہوگا کہ سرداران قریش اور رؤسا رقبائل جن کی خوشی و ناخوشی پر قبائل کی خوشی و ناخوشی کا مدار تھا۔ اُن کو ساکت کیا جائے۔ جن کی دشمنی اور عداوت سے ابتک مسلمانوں کو بڑے بڑے صدمات پہنچ چکے تھے اُن کی دشمنی کو روکا جائے۔ اسلام کی اشاعت کے راہ میں جو لوگ سدّ راہ بنے ہوئے تھے اُن کو ہٹایا جائے اور اس عطا و بخشش کی وجہ سے بلا شبہ یہ تمام فوائد حاصل ہوئے بعض تو اُن میں سے مسلمان ہوگئے بعض نے اقرار کیا کہ اس کے قبل ہماری نظر میں رسول اللہ سے زیادہ کوئی بُرا نہ تھا۔ اور اس کے بعد میری نظر میں رسول اللہؐ

سے زیادہ کوئی محبوب نہ رہا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ انصار کا اعتراض یہ نہ تھا کہ میرا حق دوسرے کو دیدیا گیا۔ بلکہ اعتراض کا منشا یہ تھا کہ حق کے علاوہ انعام واکرام کے مستحق بھی ہم تھے۔ قریش نہ تھے نہ سرداران قبیلہ جن کی عداوتیں بھی ابتک سرد نہ ہوئی تھیں لیکن یہ غلط فہمی تھی۔ یہ تمام مال سب کا سب انصار کو دیدیا جاتا تو خود اُن کے لیئے اور اسلام کے لیئے اتنا مفید نہوتا جتنا مؤلفۃ القلوب کے دینے سے ہوا۔ مؤلفۃ القلوب کے دینے میں جو حکمۃ غامضہ اور مصالح عظیمہ پوشیدہ تھے اُس کے فوایداس کے بعد ہی ظاہر ہوگئے۔

اس کو یہ سمجھنا کہ حضورؐ نے اپنی قوم کا خیال کیا سخت نادانی ہے۔ آپنے اپنے اہل بیت میں سے کسی کو کچھ نہیں دیا۔ اُن مہاجرین کو کچھ نہیں دیا جو آپ کی محبّت اور اسلام کی صداقت کے لیئے اپنا گھر۔ اپنا وطن۔ اور اپنے اقربا کو چھوڑ کر آپ کے ساتھ تھے۔ اور اسلام کے لیئے شروع سے ابتک سخت سے سخت مصیبتیں برداشت کرچکے تھے۔ یہ بھی قریش ہی تھے مگر معلوم تھا کہ مزخرفات دنیاوی کی وجہ سے اُن کی صداقت ایمانی میں کوئی تزلزل واقع نہیں ہوسکتا۔ مومنین صادقین کو مالی ترغیب کی کوئی ضرورت نہ تھی مہاجر ہوں یا انصار۔ اہل بیت ہوں یا غیر اہل بیت۔ مالی ترغیب کی اُنہیں کے لیئے ضرورت تھی جن کے نزدیک ابتک سب کچھ مال ہی تھا۔

مَیں نے یہ سب کچھ اس بنا پر لکھا ہے کہ حضورؐ نے مؤلفۃ القلوب کو جو کچھ دیا وہ خمس میں سے دیا مگر سوال یہ رہ جاتا ہے کہ ایسے موقع پر حضورؐ کل مال میں سے بھی صرف کرسکتے تھے یا نہیں جواب ظاہر ہے کہ تمام اموال میں حکم خداوندی نافذ ہے اور آپ جو کچھ کرتے تھے وہ بحکم خداوندی۔ جس خدا نے مال غنیمت کو مسلمانوں کے لیئے جائز کیا وہ آپ کو کسی خاص مصرف میں صرف کرنے کا اختیار بھی دے سکتا ہے اور نہ وہ عدل کے خلاف ہوگا نہ مصلحت کے۔ مکہ کے غنائم سے حضورؐ نے سب کو روک دیا وہ عین عدل تھا اراضی مکہ کو خدا نے حرم بنا دیا

وہی عدل تھا۔ ایک روز حرم میں خونریزی جائز کردی یہی عدل تھا۔ پھر اس کو علیٰ حالہ حرم کردیا یہی عدل تھا۔ عدل تو وہی ہے جو خدا اور خدا کے رسول کے حکم کے مطابق ہو یہ عدل نہیں ہے کہ مصالح عامہ پر احباب اور اشخاص کے فوائد کو ترجیح دیجائے۔

حضورؐ کے افعال پر تو وہی شخص اعتراض کرسکتا ہے جو خدا اور رسول سے واقف نہیں ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر ایسی ضرورت پیش آجائے تو امام اور امیر اسلام بھی ایسا کرسکتا ہے یا نہیں۔ خمس میں تو بالکل ظاہر ہے اسکو تو بلا تامل مصالح عامہ پر صرف کرسکتا ہے لیکن غیر خمس میں بھی اگر ضرورت شدید داعی ہو تو اُس کو بھی کیا جا سکتا ہے۔ مصالح عامہ اسلامی بہر حال فوائد شخصیہ پر مقدم ہیں۔ اور عدل کے خلاف نہیں بلکہ عین عدل ہے لیکن تقسیم کے قبل یا اموال کو دارالاسلام میں لانے سے پہلے تقسیم کے بعد نہیں واللہ اعلم

عمرۂ جعرانہ

ابن اثیر جعرانہ میں دو لغت لکھتے ہیں۔ بکسر جیم و سکون عین۔ اور بکسر جیم و عین و تشدید را۔ مکہ سے ایک مرحلہ پر یہ ایک مقام ہے۔ یہ حِل میں ہے اور یہی میقات ہے۔ طایف کی طرف سے آنے والے یہیں احرام باندھتے ہیں۔ معلوم ہو چکا ہے کہ حضورؐ نے ہوازن کی غنیمت کو یہیں تقسیم کیا۔ اور مولفۃ القلوب کو اِسی مقام پر بڑے بڑے عطایا عنایت فرمائے۔ ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ تقسیم کے بعد فی میں جو کچھ بچ رہا تھا حضورؐ نے حکم دیا کہ اس کو مجنۃ[1] لے چلو جو مرّ الظہران کے قریب ہے۔ اور خود حضورؐ نے عمرہ کی نیت کی احرام باندھا اور مکہ تشریف لے گئے۔ عمرہ ادا کیا پھر مدینہ روانہ ہوگئے۔

مولانا شاہ عبدالحق صاحب لکھتے ہیں کہ عشا کی نماز جعرانہ میں پڑھکر آپ روانہ ہوئے اور صبح کی نماز مکہ میں پڑھی۔ رات کے وقت یہ سفر طے ہوا۔ ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ یہ عمرہ

---

[1] مجنۃ بعض بکسر میم کہتے ہیں اور اکثر بفتح یہاں بازار لگا کرتا تھا ہجرت کے پہلے اس کا ذکر آچکا ہے ۱۲ منہ

آپ نے ذیقعدہ میں کیا۔ اور مکّہ میں عتاب بن اُسید کو خلیفہ مقرر کیا۔ اُن کے لیئے ایک درہم روزانہ خرچ مقرر کیا۔ حضرت معاذؓ ابن جبل کو مکّہ میں رہنے دیا تاکہ لوگوں کو دین کی باتیں تعلیم کریں۔ اِس کے بعد مکہ سے روانہ ہوئے۔ مرّالظہران سے فی کے اموال کو لیتے ہوئے مدینہ آئے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ذیقعدہ ہی میں یا ابتدار ذی الحجہ میں مدینہ پہنچے اور ابن ہشام کہتے ہیں کہ جب آپ مدینہ پہنچے تو ذیقعدہ میں چھ دن باقی تھا واللہ اعلم

اس سال یعنی ۸ھ ہجری میں کفار نے حسب معمول اپنے طریقہ سے حج ادا کیا۔ اور مسلمانوں نے عتاب ابن اُسید کے ساتھ حج ادا کیا۔ یہ امر مشتبہ ہے کہ حضورؐ نے عتاب ابن اُسید کو امیرالحج بھی مقرر کیا تھا یا نہیں۔ ابھی اہل طائف یعنی ثقیف اپنے کفر پر تھے۔ اور اس کے بعد رمضان کے مہینہ تک وہ اسلام کے مخالف رہے جیساکہ آگے معلوم ہوگا۔

غزوہ طائف کے تاریخ کی تعیین پہلے لکھ چکا ہوں کہ فتح مکہ کے لیئے حضورؐ دس رمضان کو مدینہ سے روانہ ہوئے یہی قول اکثر کا ہے۔ لیکن امام احمد صاحب نے مسند میں شداد بن اوس سے ایک روایت لکھی ہے کہ وہ فتح مکہ کے زمانہ میں ۱۸۔ رمضان کو رسول اللہ کے ساتھ بقیع کی طرف گئے تو ایک شخص فصد لے رہا تھا حضورؐ نے فرمایا کہ فصد کرنے والا۔ اور فصد لینے والا دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا۔ ابن قیم لکھتے ہیں کہ یہ روایت سنداً علی شرط مسلم صحیح ہے اور اُن روایتوں سے بہتر ہے جس میں ہے کہ حضورؐ دس رمضان کو روانہ ہوگئے تھے حالانکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ ۱۸۔ رمضان تک مدینہ میں تھے اسکے بعد دس روز راستہ میں صرف ہوا اور ۲۰۔ رمضان کو مکہ فتح ہوا لیکن مسند کی روایت کے مطابق ۲۹ یا ۳۰۔ رمضان فتح کی تاریخ ہونی چاہیئے۔ فتح مکہ کے بعد حضرت عباسؓ کی روایت کے مطابق جو بخاری میں ہے آپ نے ۱۹ یا بیس روز مکّہ میں قیام فرمایا یعنی ۹۔ شوال تک اور مسند کی روایت کے مطابق تقریباً اٹھارہ شوال تک۔ پھر غزوۂ حنین و اوطاس میں اور اس کے بعد طائف تک جانے میں تقریباً آٹھ یا دس روز صرف ہوا للہذا بہر صورت

طائف کا غزوہ شوال میں شروع ہو گیا تھا۔ گو سند کی روایت کے موافق شوال کا صرف دو تین روز باقی تھا۔ لیکن ہر روایت کی بنا پر یہ غزوہ ذیقعدہ میں بھی ضرور جاری رہا۔

طائف کا محاصرہ ابن اسحاق کی روایت کے موافق بیس دن سے زیادہ رہا۔ ابن سعد کی روایت کے موافق اٹھارہ دن۔ اور مکحول کی روایت کے موافق چالیس دن۔ اور طائف سے لوٹنے کے بعد آپ نے جعرانہ میں غنیمت تقسیم کیا اُس کے بعد عمرۂ جعرانہ ادا فرمایا۔ یہ متفق علیہ ہے کہ عمرۂ جعرانہ ذیقعدہ میں ہوا۔ اب اگر سند کی روایت کو مدینہ سے روانگی کی تاریخ میں راجح قرار دیا جائے۔ اور مکحول کی روایت کو محاصرہ طائف کے باب میں تو عمرۂ جعرانہ ذیقعدہ میں ناممکن ہے۔ اِس لیئے اُن میں سے ایک روایت تو یقیناً صحیح نہیں ہو سکتی واللہ اعلم

اِس توضیح سے یہ بات معلوم ہو گئی۔ کہ غزوۂ طائف سے اس بات پر استدلال کرنا کہ شہر حرام میں غزوہ جائز ہے یہ صحیح نہیں ہوتا۔ اِس لیئے کہ غزوۂ طائف شوال میں شروع ہو گیا تھا۔ اور اختلاف اس میں ہے کہ شہر حرام میں غزوہ شروع کرنا درست ہے یا نہیں۔ شروع پہلے ہو تو شہر حرام میں جاری رکھنا باتفاق درست ہے۔

عاملین صدقہ کا تقرر

ابن قیم لکھتے ہیں کہ حضورؐ جب طائف سے مدینہ واپس آئے اور ۹ھ شروع ہوا تو اعراب سے صدقات وصول کرنے کے لیئے آپ نے آدمی بھیجے۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ محرم ۹ھ کا ہلال دیکھا گیا تو آپ نے قبائل میں عاملین صدقہ کو روانہ فرمایا۔ عیینہ بن حصن کو بنی تمیم کی طرف بھیجا۔ یزید بن الحصین کو اسلم اور غفار کی طرف۔ عباد بن بشر الاشہلی کو سلیم اور مزینہ کی طرف۔ رافع بن مکیث کو جہینہ کی طرف۔ عمرو بن العاصؓ کو بنی فزارہ کی طرف۔ ضحاکؓ

[۱] ضحاک بن سفیان کلابی بڑے شجاع تھے سو سواروں کے مقابل شمار ہوتے تھے ابن حجر کہتے ہیں کہ ضحاک بن سفیان ایک سلمی ہیں ایک کلابی مگر میرا گمان ہے کہ یہ دونوں ایک ہی ہیں واللہ اعلم ۱۲ منہ

ابن سفیانؓ کو بنی کلاب کی طرف۔ بشر بن سفیانؓ کو بنی کعب کی طرف۔ ابن اللتبیۃ[1] الازدیؓ کو بنی ذبیان کی طرف حضورؐ نے سب سے تاکید کردی تھی کہ لوگوں کے بہترین اور مرغوب اموال صدقہ میں نہ لئے جائیں۔ چنانچہ جب ابن اللتبیۃؓ واپس آئے تو اُن سے اس بارہ میں محاسبہ کیا گیا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضورؐ نے مہاجر ابن ابی امیۃؓ کو صنعا بھیجا۔ زیاد بن لبید انصاریؓ کو حضرموت۔ عدی بن حاتمؓ کو قبیلہ طی اور بنی اسد کی طرف۔ مالک[2] بن نویرہؓ کو بنی حنظلہ کی طرف۔ بنی سعد کے صدقات کو دو حصہ کیا زبرقان بن بدرؓ کو ایکطرف بھیجا۔ اور قیس بن عاصمؓ کو دوسری طرف۔ علاء بن الحضرمیؓ کو بحرین۔ اور حضرت علیؓ کو نجران تاکہ صدقہ جمع کریں اور جزیہ وصول کریں۔ یہ سب حضورؐ کے امراء اور عاملین ہیں۔

---

[1] مغنی میں ہے اللتبیۃؓ بضم لام و فتح مثناہ فوق وکسر موحدہ وشدّۃ یا تحتیہ۔ وقیل بفتح لام وہو بسکون فوقیۃ وفتحہا لیکن امام نووی کہتے ہیں کہ اللتبیۃ بضم لام وسکون تاہے اور بعضوں نے کہا ہے بفتح لام وتا وہ خطا ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ مسلم کی روایت میں دونوں کو فتحہ ہے یہ بھی خطا ہے یہ نسبت ہے بنی لتب مشہور قبیلہ کی جانب۔ ابن اللتبیہ کا نام عبداللہ ہے ۱۲ منہ

[2] مالک بن نویرہ تمیمی یربوعی ایام جاہلیت میں بہت معزز تھے مسلمان ہوئے اور حضورؐ نے اُن کو بنی حنظلہ کے صدقات پر مقرر کیا حضورؐ کے بعد جب ارتداد کا زور ہوا تو اُنہوں نے صدقات روک دیا اور سجاح نے نبوۃ کا دعوی کیا تھا اُس سے مصالحت کرلی تھی لیکن ارتداد کی کوئی بات ظاہر نہیں کی نماز یہ لوگ برابر پڑھتے رہے اور اذان ہوتی رہی حضرت خالدؓ جب بنی اسد اور غطفان کی جنگ سے فارغ ہوئے تو مالک ابن نویرہ کی طرف متوجہ ہوئے مالک نے ظاہر کردیا کہ ہم مسلمان ہیں اور پابند شریعت اسلام ہیں مگر حضرت خالدؓ کے حکم سے حضرت ضرار ابن الازور اسدیؓ نے اُن کو قتل کردیا۔ اور مالک کی عورت پر خالدؓ نے قبضہ کرلیا یہ خبر جب مدینہ پہنچی تو حضرت عمرؓ حضرت خالدؓ سے بہت برافروختہ ہوئے اور بہت تشدّد کیا مگر حضرت صدیقؓ نے حضرت خالدؓ کے ساتھ سختی مناسب نہ سمجھی بعض لکھتے ہیں کہ مالک مرتد ہوگئے تھے مگر یہ غلط ہے۔ باتفاق وہ صحابی ہیں۔ اگر وہ مرتد مقتول ہوتے تو صحابہ میں کیسے شمار ہوتے اور خالدؓ کے خلاف حضرت عمرؓ تشدّد کیوں کرتے واللہ اعلم

سریہ عیینہ بن الحصن و وفد بنی تمیم

ابن قیم کہتے ہیں کہ محرم ۹ھ میں حضورؐ نے عیینہ بن حصن فزاری کو پچاس سواروں کے ساتھ بنی تمیم سے غزوہ کے لیے بھیجا۔ اُس میں مہاجر و انصار کا کوئی شخص نہ تھا۔ اِن لوگوں نے بنی تمیم پر اُن کے صحرا میں حملہ کیا۔ وہ بھاگ گئے یہ لوگ گیارہ مرد۔ اکیس عورت اور تیس لڑکے کو گرفتار کر کے مدینہ لائے۔ اور رملہ بنت الحارث کے مکان میں سب کو رکھا۔

اس کے بعد بنی تمیم کا وفد حضورؐ کی خدمت میں آیا۔ اس میں اُن کے چند رؤسا بھی تھے عطارد بن حاجب۔ زبرقان بن بدر۔ قیس بن عاصم۔ اقرع بن حابس۔ قیس بن الحرث۔ نعیم بن سعد۔ عمرو بن الاہتم۔ رباح بن الحرث۔ ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ اور حجاب بن یزید۔ ابن ہشام کہتے ہیں حُتات بن یزید جن کا حضورؐ نے حضرت معاویہؓ سے مواخات کرایا تھا۔ اور پیچھے اُن کے انتقال کے بعد اُن کے اموال پر معاویہؓ نے اُسی مواخات کی بنا پر قبضہ کیا۔ ابن اثیر اور ابن حجر نے بھی ان کا نام حُتات ہی لکھا ہے بضم حائے مہملہ و تخفیف مثناۃ فوقیہ۔

ابن اسحاق نے یہاں سریہ کا تذکرہ نہیں لکھا۔ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ عیینہ بن الحصن الفزاری بھی اس وفد کے ساتھ مدینہ آئے تھے۔ عیینہ بن الحصن اور اقرع بن حابس فتح مکہ۔ اور غزوۂ حُنین و طائف میں رسولؐ اللہ کے ساتھ تھے۔ اب پھر بنی تمیم کے وفد کے ساتھ مدینہ آئے واللہ اعلم۔

یہ لوگ اعرابی تھے۔ آداب رسالت سے واقف نہ تھے۔ حجروں کے باہر سے پکارنے لگے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نکلو۔ جلد آؤ۔ اس بے عقلی سے پکارنا اور آواز دینا خدا کو ناپسند ہوا۔ اِس طرح پکارنے کے امتناع میں آیت کلام اللہ نازل ہوئی۔ بہرکیف حضورؐ نکلے اور اُسی وقت حضرت بلالؓ نے ظہر کی اذان دی۔ حضورؐ مسجد تشریف لے گئے۔ ظہر کی نماز پڑھی۔ اسکے بعد صحن مسجد میں بیٹھے۔ اِن سب نے کہا کہ ہم مفاخرت کے لیے آئے ہیں ہمارے شاعر اور خطیب

کو اجازت دیجیئے۔ حضورؐ نے اجازت دی۔ پہلے عطارد بن حاجب[1] نے خطبہ پڑھا۔ اور اسمیں کہا

خدا کیلئے حمد ہے جس نے ہم میں ملوک بنائے جن کو ہم سب پر فضیلت حاصل ہے۔ اور جس نے ہم لوگوں کو بڑی دولت دی جس کو ہم نیک کام میں صرف کرتے ہیں۔ ہم لوگوں کو سارے مشرق میں سب سے زبردست بنایا۔ ہماری تعداد بہت زیادہ کی۔ ہمارے لیئے سامان حرب مہیّا کرنا آسان کردیا۔ تو سارے انسان میں ہمارا مثل کون ہے۔ کیا ہم تمام انسان سے بالا نہیں ہیں۔ کیا ہم سب سے فضل میں برتر نہیں ہیں۔ اگر کوئی ہمارے فخر میں مقابلہ کرنا چاہے تو بتائے کہ کیا یہ باتیں اسمیں ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو اپنی مفاخرت میں طویل تقریر کرسکتے ہیں لیکن ہمیں شرم معلوم ہوتی ہے کہ خود ثنائی کریں۔ جو کچھ کہا وہ بھی اِس لئے کہ اگر کوئی لاسکتا ہے تو اس کے مثل یا اس سے بہتر کوئی بات اپنی فضیلت کی پیش کرے۔ اتنا کہکر وہ بیٹھ گیا

[1] ابن حجر نے بعض محدثین سے نقل کیا ہے کہ جس جماعت نے حجروں کے باہر سے آواز دی جس کے متعلق آیت نازل ہوئی اُس میں عطارد بن حابس تھے اور بنی تمیم کا جو وفد آیا اُس میں عطارد بن حاجب تھے گویا یہ دو واقعہ ہے جیسا ابن اسحاق کے بیان سے بھی معلوم ہوتا ہے مگر صحابہ میں عطارد بن حابس کا ذکر صرف ابن فتحون نے کیا ہے اور عطارد بن حاجب کا ذکر بخاری میں بھی ہے کہ یہ ریشمی حلّہ پہرے ہوئے تھے جو اُن کو کسریٰ نے دیا تھا۔ اور جس کو دیکھکر صحابہ کو تعجب ہوا تھا۔ صحابہ نے حضورؐ سے خواہش ظاہر کی تو آپ نے فرمایا کہ ریشم دنیا میں وہ پہرتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصّہ نہ ہو اور طبرانی وغیرہ میں بھی اُس حلّہ کا قصّہ آیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ سعد بن معاذ کی منڈیل اس سے اچھی ہے عطارد بن حاجب اِس وفد کے ساتھ مسلمان ہوئے پھر بنی تمیم میں سجاح نے جب نبوۃ کا دعویٰ کیا تو یہ اُسکے ساتھ ہوگئے اِس کے بعد پھر تائب ہوئے اور صادق مسلمان رہے ۱۲ منہ

اسؓ کے بعد رسول اللہ کے کہنے پر حضرت ثابت بن قیس بن شماسؓ انصاری کھڑے ہوئے اور فرمایا۔

ساری تعریف خدا ہی کے لیئے سزاوار ہے جس نے آسمان و زمین پیدا کیا اور اُس میں اپنا حکم نافذ فرمایا۔ اُس کا علم آسمان و زمین اور کل چیزوں کو محیط تھا جبکہ اِن چیزوں کا قطعاً کوئی وجود نہ تھا۔ جو کچھ ہوا اُسی کے فضل سے ہوا اور صرف اُسی کے فضل سے۔ یہ اُسی کا فضل ہے کہ اس نے ہم میں حکومت دی۔ اپنے تمام مخلوق میں سے بہترین شخص کو اپنا رسول بنایا جو نسب میں سب سے اکرم ہے۔ بات میں سب سے سچا ہے حسب میں سب سے افضل ہے۔ پھر خدا نے اُن پر اپنی کتاب نازل فرمائی۔ اور اپنی ساری مخلوق پر اُن کو امین بنایا۔ اور وہی خدا کے نزدیک ساری مخلوقات سے افضل ہیں پھر اُنھوں نے تمام انسان کو خدا پر ایمان لانے کی دعوت دی سب سے پہلے اُن کے مہاجرین اُن پر ایمان لائے۔ جو نسب میں بہتر حسب میں افضل و بزرگ ہیں۔ جن کی صورتیں اچھی اور جن کے اعمال افضل ہیں اور نبی کی دعوت کو قبول کرنے میں بھی وہی سب سے مقدم ہیں۔ اور ہم لوگ اللہ کے انصار اور رسول اللہ کے وزرا ہیں۔ ہم لوگوں سے اُس وقت تک مقاتلہ کرتے ہیں جبتک لوگ ایمان نہ لے آئیں لیکن جب کوئی اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لائے تو پھر اُس کا مال

لہ حضرت ثابت بن قیس بن شماسؓ خزرجی تھے اور انصار کے خطیب تھے اُن کی نسبت رسول اللہ نے فرمایا ہے نعم الرجل ثابت بن قیس یہ ترمذی میں مرفوعاً مروی ہے اور اسکی اصل مسلم میں بھی ہے اُن کے اور قصّے بخاری و مسلم میں ہیں ۱۲ منہ

اور اُس کا خون سب محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور جو اس سے رُکا ہم ہمیشہ اُس سے خدا کے لیئے جہاد کرینگے۔ اور ایسوں کا قتل کر دینا ہمارے لیئے بالکل آسان ہے۔ یہ ہے جو کچھ ہمیں کہنا تھا۔ اور خدائے بزرگ و برتر سے دعا کرتا ہوں کہ تمام مومنین و مومنات کی مغفرت کرے والسلام علیکم

جب ثابت بن قیسؓ خطبہ سے فارغ ہو کر بیٹھے تو بنو تمیم کا شاعر زبرقان[له] بن بدر کھڑا ہوا۔ اور اپنی قومی مفاخرت کا قصیدہ پڑھا۔ اُس کے جواب کے لیئے حضرت حسان بن ثابتؓ کھڑے ہوئے اور فی البدیہہ ایک زبردست قصیدہ جواب میں پڑھا۔

ابن قیم لکھتے ہیں کہ اقرع بن حابس نے کہا کہ رسول اللہؐ کا خطیب میرے خطیب سے اچھا ہے۔ اُن کا شاعر میرے شاعر سے بہتر ہے۔ اُن کی آوازیں ہماری آوازوں سے افضل ہیں پھر سب مسلمان ہو گئے اور رسول اللہؐ نے اُن کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا۔

ابن اسحاق نے دوسری جگہ اِس کے بہت بعد عیینہ بن حصن کے سریہ کا علیحدہ ذکر کیا ہے کہ اُن کو رسول اللہؐ نے تمیم کی ایک جماعت بنی العنبر کی طرف بھیجا تھا۔ اور وہ وہاں سے مرد و عورت قیدی لائے تھے۔ اِس لیئے تمیم کا ایک وفد حضورؐ کی خدمت میں آیا۔ اور حضورؐ سے قیدیوں کے متعلق اُن لوگوں نے گفتگو کی۔ آپ نے بعض قیدیوں کو چھوڑ دیا بعض کا فدیہ لیا۔ مگر لکھتے ہیں کہ اس وفد میں حسب ذیل اشخاص تھے۔

ربیعہ بن رفیع۔ سبرہ بن عمرو۔ قعقاع بن معبد۔ وردان بن محرز۔ قیس بن عاصم۔ مالک بن عمرو۔ اقرع بن حابس۔ فراس بن حابس۔

بظاہر یہ دونوں ایک ہی وفد کا قصہ ہے واللہ اعلم

[له] زبرقان کے معنی قمر ہیں اُن کے حُسن کی وجہ سے اُن کو زبرقان کہتے ہیں یہ ارتداد کے ایام میں ثابت رہے اور قبائل نے جب صدقات روک دیا تھا تو اُنھوں حضرت صدیقؓ کو صدقہ ادا کیا ۱۲ منہ

سریہ قطبہ بن عامرؓ الیٰ خثعم

ابن سعد کہتے ہیں کہ حضورؐ نے قطبہ بن عامرؓ کو بیس آدمیوں کے ساتھ دس اونٹ پر خثعم کے ایک قبیلہ کی طرف بھیجا جو تبالہ[1] کے ایک طرف رہتے تھے۔ اُن لوگوں نے وہاں ایک شخص کو پکڑا اور اُس سے کچھ باتیں دریافت کیں وہ پہلے گونگا بن گیا۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد لوگوں کو پُکار کر متنبہ کرنے لگا اور ڈرانے لگا۔ ان لوگوں نے اس کو قتل کر دیا۔ اور ٹھہرے رہے۔ جب وہاں کے لوگ سو گئے تو اِنھوں نے حملہ کر دیا۔ بڑی لڑائی ہوئی۔ فریقین کے لوگ زخمی ہوئے اور خود قطبہ ابن عامرؓ شہید[2] ہو گئے۔ بقیۃ آدمی اُن کی عورتیں۔ اونٹ اور بکریاں لیکر مدینہ آئے۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ قطبہ بن عامر بن حدید کا غزوہ صفر ۹ھ میں ہوا۔

اور لکھتے ہیں کہ اس غزوہ میں بھی یہ واقعہ مروی ہے کہ جب مسلمان جانور اور قیدی عورتوں کو لیکر چلے تو خثعم کے لوگوں نے تعاقب کیا۔ مگر اُسی وقت بیچ میں سیلاب عظیم حائل ہو گیا۔ جس کو وہ عبور نہ کر سکے اور دیکھتے رہے۔ یہ لوگ سب کچھ لیکر مدینہ چلے آئے۔

سریہ ضحاک[3] بن سفیانؓ کلابی

پھر ربیع الاوّل ۹ھ میں حضورؐ نے ایک فوج بنی کلاب کی طرف بھیجی اور اُس پر ضحاک بن سفیانؓ بن عوف کو امیر کیا۔ اور انہیں کے ساتھ اُصَیْد[4] بن سلمہؓ بھی تھے۔ زُجّ[5] میں جنگ ہوئی اور

---

[1] تبالہ بفتح مثناہ فوقیہ وتخفیف بائے موحدہ یمن کا ایک شہر ہے کذا فی النہایہ ۱۲ منہ

[2] یہ ابن قیم نے ابن سعد سے نقل کیا ہے لیکن ابن حجر کہتے ہیں کہ ابن حاتم کہتے ہیں کہ قطبہ بن عامر کا حضرت عمرؓ کے زمانہ میں انتقال ہوا اور ابن حبان کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کے خلافت میں ان کا انتقال ہوا واللہ اعلم ۱۲

[3] عاملین صدقہ میں ان کا ذکر ہوا ہے ۱۲ منہ

[4] اُصَیْد بروزن احمد بن سلمہ دو صحابی ہیں ایک سلمی ہیں اور ایک کلابی اصید سلمی کے والد سلمہ مسلمان ہو گئے اور اصید کلابی کا یہ قصہ ہے بعض علماء کو ان دو میں دھوکا ہوا ہے ۱۲ منہ

[5] ابن اثیر نہایہ میں لکھتے ہیں زُجّ لاوہ بضم زائے معجمہ وتشدید جیم نجد میں ایک جگہ ہے جہاں رسول اللہؐ نے ضحاک بن سفیانؓ کو بھیجا تھا ۱۲ منہ

کفّار کو ہزیمت ہوئی۔ وہاں پر ایک گواہے اس پر اُسید بن سلمہ کو ان کے باپ سلمہ ملے۔ اور سلمہ اپنے گھوڑے پر تھے۔ اُسید نے سلمہ کو اسلام کی دعوت دی اور امان دیا۔ مگر سلمہ نے اسید کو اور اُن کے دین کو گالی دیا۔ اُسید نے سلمہ کے گھوڑے کو تلوار ماری جس سے وہ گھوڑا گر گیا۔ اور خود سلمہ نیزے کے بل پانی میں گرا۔ یہ روکے رہے حتیٰ کہ ایک شخص نے آکر اس کو قتل کر دیا خود اُسید نے اپنے باپ کو قتل نہیں کیا۔

سریہ علقمہ[1] بن مجزّز الی الحبشہ خبر ملی کہ جدّہ میں کچھ حبشی آئے ہیں۔ حضورؐ نے ربیع الآخر ۹ھ میں علقمہ بن مجزز المدلجی کو تین سو آدمیوں کے ساتھ وہاں بھیجا۔ یہ گئے تو وہ سب بھاگ گئے۔ یہ لوگ بعض جزیرہ تک گئے۔ مگر وہ سمندر میں لاپتہ ہو گئے۔ یہ لوگ لوٹے مگر فوج کے کچھ آدمی نے اپنے اہل کی طرف جانے میں جلدی کی اور اُن میں عبداللہ بن حذافہ اسہمی بھی تھے۔ راستہ میں بعض مقام پر علقمہ بن مجزز نے آگ جلوائی اور عجلت کرنیوالوں سے کہا کہ تم لوگ آگ میں داخل ہو جاؤ۔ جب کچھ لوگ آگ میں جانے کے لیے مستعد معلوم ہوئے تو علقمہ نے کہا ٹھہرو ہم نے تو مذاق سے کہا تھا۔ جب یہ لوگ مدینہ آئے اور رسول اللہ کو خبر دی گئی تو آپ نے فرمایا کہ کوئی معصیت کا حکم دے تو نہ مانو۔

مولانا شاہ عبدالحق صاحب لکھتے ہیں کہ یہ قصہ اس طرح مواہب لدنیہ میں حاکم اور ابن ماجہ سے منقول ہے حضرت ابی سعید خدریؓ کی یہ روایت ہے ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اس کو صحیح کہا ہے۔ اور صحیحین میں حضرت علیؓ سے مروی کہ حضورؐ نے ایک سریہ میں ایک انصاری کو امیر بنایا اور اس میں اسی قسم کے واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ اور حضرت ابن عباسؓ سے مسند امام احمد میں ایک روایت ہے کہ آیۃ شریفہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم عبداللہ ابن حذافہ ابن قیس بن عدی کے باب میں نازل ہوئی ہے اُن کو رسول اللہ نے ایک سریہ میں بھیجا تھا۔

[1] علقمہ بن مجزز ابن اثیر اور ابن حجر لکھتے ہیں مجزّز بضم میم و جیم و ذو زاے معجمہ پہلا مکسور ثقیلہ ۱۲ منہ

میں نے عمدۃ القضاۃ سے پہلے عبداللہ بن حذافہ کے سریہ کا تذکرہ کیا ہے۔ نہ معلوم یہ اُسی واقعہ کا حال ہے جو صحیح حدیث میں محفوظ ہے۔ یا دوبارہ ہوا واللہ اعلم

سریہ علیؓ بن ابی طالب الے طی

اسی سال حضورؐ نے حضرت علی کرم کو بھیجا کہ وہ قبیلہ طی کے بتخانہ کو گرا دیں۔ اُن کے ساتھ ایک سو پچاس آدمی ایک سو پچاس گھوڑوں پر تھے۔ اور اُن کے ساتھ سیاہ رایۃ۔ اور سفید لوا رتھا۔ یہ لوگ جب قُلس میں پہنچے (فلس بضم قاف وسکون لام قبیلہ طی کا بڑا بتخانہ تھا) تو فجر کے وقت حملہ کیا۔ اور بتخانہ کو گرا دیا۔ پھر عورتیں۔ اونٹ۔ بکریاں اُن کی گرفتار کرلیں۔ قیدی عورتوں میں مشہور حاتم طائی کی لڑکی اور عدی بن حاتم کی بہن بھی تھیں۔ خود عدی بن حاتم بھاگ کر شام چلے گئے اُن کے سلاح خانہ میں تین تلواریں اور تین درعیں ملیں۔

ابن اسحاق نے خود عدی بن حاتم سے مفصل واقعہ نقل کیا ہے۔ اُس کا ملخص یہ ہے کہ عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ سے بڑا متنفر تھا۔ میں نصرانی تھا۔ بادشاہ تھا۔ سمجھتا تھا کہ میرا دین حق ہے اور قوم کا رئیس ہوں جب رسول اللہ کے فتوحات کی شہرت ہوئی تو مجھے سخت اندیشہ ہوا۔ میں نے اپنے خادم سے کہدیا تھا کہ اگر اسلامی فوج کا رُخ اِس طرف ہو تو مجھے خبر دیجیو۔ اُس نے ایک روز آکر کہا کہ جو کچھ کرنا چاہتے ہو کرو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج آگئی۔ میں نے خود علم دیکھا ہے۔ میں نے اونٹ منگوایا۔ اور اپنے اہل وعیال کو لیکر شام چلا آیا۔ کیونکہ شام کے لوگ نصرانی اور میرے ہم مذہب تھے لیکن اپنی بہن حاتم کی لڑکی کو وہیں چھوڑ دیا۔ جب رسول اللہ کی فوج نے حملہ کیا۔ اور عورتوں کو قید کیا تو قیدیوں میں حاتم کی لڑکی بھی تھیں۔ وہ جب رسول اللہ کے سامنے پیش ہوئیں۔ تو کہا کہ یا رسول اللہ میرے باپ کا انتقال ہوگیا۔ میرا محافظ ہمیں چھوڑ کر غائب ہوگیا۔ میں ضعیفہ ہوں۔ اور

[1] امام بخاری نے لکھا ہے دونوں کو جمع کرکے سریہ عبداللہ بن حذافۃ السہمی وعلقمۃ بن مجزز المدلجی اس کے بعد آگ جلانے کا قصہ روایت کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی واقعہ ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

کسی خدمت کے لائق بھی نہیں ہوں مجھ پر احسان کیجئے خدا آپ پر احسان کرے گا حضورؐ نے پوچھا کہ تمہارا محافظ کون تھا۔ کہا کہ عدی بن حاتم حضورؐ نے اُن کو چھوڑ دیا۔ اور جانے کیلئے اونٹ بھی دیا۔ میری بہن وہاں سے میرے پاس شام آئیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بہت تعریف کی۔ کہا کہ اُنہوں نے تو وہی کیا ہے جو تمہارا باپ کرتا تھا۔ اُن کے پاس فلاں آیا اُس پر یہ احسان کیا۔ فلاں آیا اُس پر یہ عنایت فرمائی۔ تم اُن کے پاس جاؤ۔

آخر میں مدینہ آیا۔ حضورؐ مسجد میں تھے۔ لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ عدی بن حاتم آیا ہے اور میں بلا کسی امان یا تحریر کے چلا آیا تھا۔ خدمت میں حاضر ہو گیا۔ حضورؐ نے اخلاق کریمانہ سے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور پہلے لوگوں سے حضورؐ کہہ چکے تھے۔ کہ خداوند پاک جلد عدی بن حاتم کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے گا۔ میرے سامنے اُسی وقت ایک عورت آئی اُس کے ساتھ اُس کا لڑکا بھی تھا۔ اُس نے آکر حضورؐ سے کہا کہ مجھ کو آپ سے ایک کام ہے۔ آپ مجھ کو چھوڑ کر اُس کے ساتھ چلے گئے اور اُس کا کام انجام دیکر پھر تشریف لائے اور پھر میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اپنے گھر آئے۔ ایک عورت تھیں اُنہوں نے گدا ڈال دیا حضورؐ اُس پر بیٹھے اور میں بھی سامنے بیٹھا۔ اِس کے بعد فرمایا کہ اے عدی تو کس چیز سے بھاگا۔ کیا لا الٰہ الا اللہ کہنے سے۔ کیا خدا کے سوا اور کوئی معبود ہے میں نے کہا کہ نہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد فرمایا کہ کیا تو اللہ اکبر کہنے سے بھاگا یعنی اس بات کے اقرار کرنے سے کہ اللہ سب سے بڑا ہے۔ کیا تو کسی کو خدا سے بڑا سمجھتا ہے۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ فرمایا کہ یہود پر خدا کا غضب ہے۔ اور نصاریٰ گمراہ ہو گئے ہیں۔ میں نے کہا کہ میں مسلمان ہوں اور دین حنیف پر ہوں۔ یہ سنکر حضورؐ کا چہرہ خوشی سے روشن ہو گیا۔

اُس کے بعد حضورؐ نے حکم دیا۔ میں ایک انصاری کے مکان میں ٹھہرا۔ اور صبح شام خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ ایک روز ایک جماعت آئی۔ نماز کے بعد آپ نے اُن لوگوں کو نصیحت کی اور فرمایا۔

اے لوگو خدا نے تم پر فضل کیا ہے اِس سے دوسروں پر بھی احسان کرو
اگرچہ ایک صاع ہو یا اگرچہ نصف صاع ہو۔ یا اگرچہ ایک مٹھی ہو۔ یا
اگرچہ ایک مٹھی سے بھی کم ہو۔ یہی تم کو جہنّم کی آگ سے محفوظ رکھے گا۔
اگرچہ ایک کھجور ہو۔ یا کھجور کا ایک ٹکڑہ ہو۔ اگر یہ بھی نہ ہو تو اچھی بات
سے احسان کرو۔ تم میں سے ہر شخص کو خدا کے سامنے جانا ہے۔ اور
خدا بھی یہی کہے گا جو ہم کہتے ہیں۔ خدا کے سامنے جب کوئی جائے گا
تو خدا سوال کرے گا کہ کیا میں نے تم کو مال اور اولاد نہیں دیا تھا
بندہ کہے گا کہ ہاں دیا تھا۔ خدا پوچھے گا کہ آج کے لیئے تم نے کیا
رکھا ہے۔ وہ آگے پیچھے۔ داہنے بائیں دیکھے گا کوئی چیز نہ پاویگا
جو اُس کو اُس روز جہنّم کی آگ سے بچا سکے نہ کھجور کا ٹکڑہ نہ اچھی
بات۔ پھر حضوؐر نے فرمایا کہ اے لوگو۔ میں اس سے نہیں ڈرتا کہ تم
فاقہ سے مر جاؤ گے۔ خدا تمہارا مددگار ہے۔ اور تم کو اتنا غنی بنا دیگا
کہ ایک عورت یثرب سے حیرہ چلی جائیگی۔ بلکہ زیادہ اور اُس کو
چوری کا بالکل خطرہ نہ رہے گا۔ عدی بن حاتمؓ کہتے ہیں۔ کہ میں دل میں
سوچتا تھا کہ یہ طی کے چور کہاں چلے جائیں گے۔

کعب بن زہیرؓ پہلے لکھ چکا ہوں کہ فتح مکّہ میں جن لوگوں کا خون حضوؐر نے ہدر کر دیا
تھا۔ اور جنکے قتل کا حکم دیا اُن میں کعب بن زہیرؓ شاعر کا نام بھی تھا غزوۂ
طائف اور غزوۂ تبوک کے درمیان کعب بن زہیر خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے
ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ جب حضوؐر طائف سے لوٹے تو بجیر بن زہیر نے اپنے بھائی کعب
بن زہیر کو لکھا کہ جو شعراء رسولُ اللہ کی ہجو کرتے تھے وہ قتل کیئے گئے۔ اب قریش کے
شعراء میں سے صرف ابن الزبعری اور ہبیرہ بن وھب رہ گئے ہیں حضوؐر کا قاعدہ ہے

کہ جو شخص تائب اور مسلمان ہو کر اُن کے پاس آجائے اُس کو قتل نہیں کرتے۔ اگر تم کو اپنی زندگی مقصود ہے تو آکر معافی چاہو اس کے سوا چارہ نہیں ہے۔ اور بجیر نے اشعار بھی لکھے جس میں اسلام کی ترغیب دی تھی۔

جب کعب نے دیکھا کہ اِس کے سوا چارہ نہیں ہے تو ایک قصیدہ غرّا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں لکھا اور مدینہ آئے۔ اور جُہینہ کے ایک آدمی کے یہاں ٹھہرے جس سے اُن کی پہلے سے شناسائی تھی۔ اور صبح کے وقت اُنہیں کے ساتھ رسولؐ اللہ کے پاس گئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو یہ پاس گئے حضورؐ اُن کو پہچانتے نہ تھے۔ اُنہوں نے حضورؐ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا اور کہا کہ یا رسولؐ اللہ کعب بن زہیر توبہ کرکے اور مسلمان ہو کر آیا ہے اور آپ سے امان چاہتا ہے۔ کیا آپ اُس کو امان دینگے رسولؐ اللہ نے کہا کہ ہاں۔ اُنہوں نے کہا کہ میں کعب بن زہیر ہوں یا رسولؐ اللہ۔ ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ اُن کے اِس کہنے پر انصار میں سے ایک شخص اُٹھے کہ یا رسولؐ اللہ اجازت دیجئے اس عدو اللہ کی گردن ماروں حضورؐ نے فرمایا کہ جانے دو تائب ہو کر آیا ہے۔ اسکی وجہ کعبؓ کو انصار کی طرف سے ملال ہوا۔ بہر کیف اس کے بعد کعبؓ نے اپنا وہ مشہور قصیدہ پڑھا جو "بانت سعاد" کے نام سے مشہور ہے۔ اور جس پر بہت سے شروح و تراجم لکھے گئے ہیں۔

اس قصیدہ میں اُنہوں نے مہاجرین کی تعریف و توصیف لکھی لیکن انصار کی نہیں کیونکہ انصار سے غصّہ ہو گئے تھے۔ انصار کو اس کا بہت ملال ہوا لیکن مسلمان ہونے کے بعد انصار کی منقبت میں بھی قصیدہ لکھا اور اُس کی تلافی ہو گئی۔

مولانا شاہ عبدالحق صاحب لکھتے ہیں کہ جب کعب بن زہیرؓ نے قصیدہ بانت سعاد پڑھا تو حضورؐ اُن سے بہت خوش ہوئے۔ اور اپنی چادر مبارک جو بدن پر تھی وہ اُن کو عنایت فرمائی۔ حضورؐ کی یہ چادر کعب بن زہیرؓ کے پاس تھی۔ حضرت معاویہؓ حضورؐ کے بعد کعب بن زہیرؓ کو دس ہزار درم دے رہے تھے کہ یہ چادر ہمیں دیدو۔ مگر اُنہوں نے

قبول نہ کیا اور کہا کہ ہم رسول اللہ کا جامۂ مبارک ہرگز نہ دینگے۔ لیکن آخر حضرت معاویہؓ نے۔ کعب بن زہیرؓ کے بعد اُن کے ورثہ کو بیس ہزار درہم دیکر وہ چادر لی۔ اور عرصہ تک وہ چادر سلاطین اسلام کے پاس رہی واللہ اعلم

کعب بن زہیرؓ بڑے زبردست شعراء میں تھے۔ اُن کے لڑکے عقبہ بن کعب اور اُن کے پوتے عوام بن عقبہ بھی اچھے شاعر ہوئے ہیں۔ اِس خاندان کو شاعری مبارک ہوئی کیونکہ رسول اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کا ذریعہ بنی۔

غزوۂ تبوک وجیش العسرۃ

مدارج النبوۃ میں ہے کہ تبوک ایک مقام ہے مدینہ سے چودہ مرحلہ پر شام اور مدینہ کے درمیان بعض کہتے ہیں کہ ایک قلعہ کا نام ہے مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تبوک ایک چشمہ کا نام ہے۔ قاموس میں ہے کہ تبوک ایک زمین ہے شام اور مدینہ کے درمیان۔ ان سب معنوں میں کوئی منافات نہیں ہے۔ یہ غزوہ سخت قحط کے ایام میں ہوا تھا۔ دور کا سفر تھا۔ ہوا گرم۔ سواری کم۔ کھانے پینے کی تکلیف جیش کی تعداد زیادہ بڑی تنگی ہوئی تھی۔ جیسا کہ آگے معلوم ہوگا اِس لیے اس کو جیش العسرۃ بھی کہتے ہیں منافقوں کو اس میں شرمساری ہوئی تھی اور ان کا نفاق ظاہر ہوگیا تھا اِسلئے اسکو غزوۂ فاضحہ بھی کہتے ہیں اور حدیثوں میں اس غزوہ کا یہ سب نام آیا ہے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اس غزوہ کے لیے حضورؐ ماہ رجب ۹ھ میں جمعرات کے روز روانہ ہوئے۔

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ حضورؐ کا قاعدہ تھا کہ کسی غزوہ میں جاتے وقت صحیح مقام بہت کم بتاتے تھے لیکن اِس غزوہ میں چونکہ جگہ دور تھی۔ زمانہ شدّت کا تھا۔ دشمن کی تعداد بہت تھی۔ آپ نے ظاہر کردیا کہ روم سے مقابلہ ہے اور وہیں جانے کا ارادہ ہے تاکہ سب لوگ مناسب حال تیاری کرسکیں۔

غزوہ کی وجہ ابن سعد کہتے ہیں کہ رسول اللہ کو خبر ملی کہ شام میں روم نے بڑی فوج جمع کی ہے۔ اور ہرقل نے ایک سال کا خرچ اپنے لوگوں میں تقسیم کردیا ہے اور اُن کے ساتھ لخم وجذام۔ اور عاملہ وغسان کے آدمی بھی آکر شامل ہوگئے ہیں۔ اور اُنکی فوج کے مقدمات ارض بلقا رتک آگئے ہیں۔ مدارج النبوۃ میں یہ بھی ہے کہ اس دیار کے نصاریٰ نے ہرقل سے جھوٹ یہ کہا تھا کہ مدینہ میں جو شخص نبوۃ کا دعویٰ کرتے تھے اُنکا انتقال ہوگیا۔ اور وہاں اس وقت سخت قحط اور تنگی ہے۔ اور اُن کے اموال ضایع ہوگئے ہیں۔ اِس لیئے اس ملک کو اس وقت بآسانی لیا جاسکتا ہے۔ اس لیئے ہرقل نے ایک رومی سردار کو چالیسؓ ہزار آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا اور مدینہ کے لیئے نامزد کیا حضورؐ کو یہ خبر ملی تو حضورؐ نے اُن کے مقابلہ کا ارادہ کیا۔

فوج کی تیاری رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فوج کی تیاری کا حکم دیا۔ اور اغنیا کو فی سبیل اللہ نفقہ اور سواری مہیّا کرنے کی ترغیب دی تمام صحابہ اپنی اپنی استطاعت کے موافق اونٹ اور مال لائے۔ حضرت عمرؓ نے اپنا نصف مال لاکر حاضر کیا۔ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنا کل مال لاکر حاضر کردیا اور خدا و خدا کے رسول کا نام اپنے اہل وعیال کیلیئے رکھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے بہت سا مال پیش کیا۔ مگر اس روز جو نفقۂ عظیم حضرت عثمان غنیؓ نے دیا وہ سب سے بڑھا ہوا تھا تین سو اونٹ لدا ہوا مع سازوسامان جیش العسرۃ کی ترتیب کے لیئے حضرت عثمانؓ نے دیدیا۔ اور ایک ہزار اشرفی نقد۔ نادار صحابہ نے مزدوری کی اور جو کچھ ملا حضورؐ کی خدمت میں حاضر کیا۔ عورتوں نے اپنے اپنے زیورات لاکر حاضر کردیئے۔ الغرض جسقدر اموال جمع ہوئے حضورؐ نے اس کو فوج پر تقسیم کیا اور تاکید کی کہ نعلین زیادہ رکھو۔ فوج بڑی تھی۔ آدمی زیادہ۔ سواری اور نفقہ کی بڑی تنگی ہوئی۔

بکّاؤن ابن سعد کہتے ہیں کہ سات آدمی جو بکّاؤن کہے جاتے تھے یعنی رونے والے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور آپ سے سواری طلب کی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میرے پاس سواری نہیں ہے کہ ہم تم کو دے سکیں۔ یہ لوگ لوٹے تو غم کی وجہ سے اِن کی آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں۔ کہ حمل اور نفقہ کا کوئی سامان نہ ہو سکا۔ وہ سات بزرگوار یہ ہیں۔ سالم بن عمیرؓ[1] علبہ بن زیدؓ[2] ابو لیلے المازنیؓ۔ عمرو بن غنمہؓ[3] سلمہ بن صخرؓ[4] عرباض بن ساریہؓ[5]۔ اور ابن قیم لکھتے ہیں کہ بعض روایت میں عبداللہ بن مغفلؓ اور معقل بن یسارؓ کا نام بھی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ بکاؤن مزنیہ کی جماعت بنو مقرن کے سات آدمی تھے۔ ابن اسحاق نے بکاؤن میں عمر بن الحمام بن الجموحؓ کا نام شمار کیا ہے۔ قرآن پاک میں اُن لوگوں کے خلوص اور اُن کے رونے کا ذکر ہے۔

ابو موسے الاشعریؓ حضرت ابو موسے اشعریؓ کو اُن کے لوگوں نے بھیجا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری طلب کریں۔ حضورؐ غصّہ ہوئے اور فرمایا کہ خدا کی قسم ہم تم کو سواری نہ دینگے۔ اور نہ میرے پاس ہے کہ دیں لیکن اِس کے بعد جلد حضورؐ کے پاس اونٹ آگئے۔ آپ نے اُن کو بلوایا۔ اور چھ اونٹ اُن کو دیئے۔ اور قسم کے بارہ میں فرمایا کہ تم کو سواری مَیں نے نہیں دی خدا نے دی۔ اِس کے علاوہ ہم قسم کھالیں اُس کے بعد معلوم ہو جائے کہ اِس کے خلاف کرنا بہتر ہے تو ہم قسم کا کفّارہ ادا کر دیتے ہیں۔ اور جو بہتر ہوتا ہے اُسی پر عمل کرتے ہیں۔

---

[1] سالم بن عمیر خوات بن جبیر کے ابن عم ہیں انصاری ہیں بنی عمرو بن عوف سے عطا اور ضحاک نے ابن عباس سے اِن کو بکاؤن میں روایت کیا ہے لیکن مجمع بن جاریہ سے بجائے اِن کے سالم بن عمر عمری کا نام مروی ہے واللہ اعلم

[2] علبہ بن زید بعین مہملہ مضموم بعدہٗ لام ساکن بعدہ بائے موحدہ انصاری اوسی ۱۲ منہ

[3] عمرو بن غنم بن مازن بن قیس خزرجی کذا فی اسد الغابہ ۱۲ منہ

[4] سلمہ بن صخر بصاد مہملہ ہذلی وہی سلمہ بن المحبق ہیں ابن اثیر کہتے ہیں کہ ابو احمد عسکری نے کہا کہ تمام اہل حدیث محبق بفتح بار موحدہ کہتے ہیں میں نے جوہری کے سامنے پڑھا تو اُنہوں نے انکار کیا اور کہا کہ محبق بکسر بار ہی ۱۲ منہ

[5] عرباض بن ساریہ اول بکسر عین مہملہ و آخر ضاد معجمہ سلمی ہیں کنیت ابو نجیح ہے ۱۲ منہ

عُلبہ بن زید

حضرت عُلبہ بن زیدؓ نے رات کے وقت نماز پڑھی۔ اور اُس کے بعد بہت روئے۔ کہا کہ خداوندا تو نے جہاد کا حکم دیا۔ جہاد کی ترغیب دی لیکن نہ میرے پاس کچھ ہے جس کی وجہ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت میں تقویت ہو۔ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں کچھ ہے کہ وہ کم از کم ہماری سواریوں کا کچھ بندوبست کر دیں۔ خداوندا میرے پاس مال نہیں ہے مگر جو زمین ہے وہ سب ہم مسلمانوں کے لیئے صدقہ کرتے ہیں۔ صبح کے وقت حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ رات کس نے صدقہ کیا ہے کوئی نہ بولا۔ حضورؐ نے پھر پوچھا اور پھر پوچھا تو اُنہوں نے حال بیان کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تمہارا صدقہ مقبول ہوا۔

معذورین

ابن سعد لکھتے ہیں کہ بیاسی اعراب نے شرکت سے معذوری ظاہر کی۔ اور حضورؐ سے اذن چاہا کہ وہ غزوہ میں شریک نہ ہوں۔ حضورؐ نے اذن نہ دیا اور اذن قبول نہ ہوا۔

روانگی اور متخلفین

اس کے بعد جب حضورؐ نے سفر کا ارادہ کیا تو علے الصحیح مدینہ پر حضرت محمد بن مسلمہ انصاری کو خلیفہ بنایا۔ اور حضرت علیؓ کرم کو اہل بیت کی نگرانی کے لیئے مدینہ میں رکھا۔ اور تیس ہزار فوج اور دس ہزار گھوڑے کے ساتھ روانہ ہوئے ثنیۃ الوداع میں مقام کیا۔ وہاں فوج کا مقدمہ میمنہ۔ میسرہ۔ مرتب کیا علم اور الویہ تقسیم کیئے پھر وہاں سے کوچ کیا۔ منافقین رہ گئے اور مخلص مسلمانوں میں سے بھی چند صحابہ رہ گئے اُن میں یہ حضرات تھے۔ کعب بن مالکؓ۔ ہلال ابن امیہؓ۔ مرارہ ابن الربیعؓ۔ ابو خیثمہؓ اور ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہم۔ ان میں ابو خیثمہؓ اور ابو ذرؓ پیچھے جا کر شریک ہو گئے لیکن تین آدمی نہ گئے۔ حضورؐ تبوک پہنچے تو وہاں بیس روز قیام فرمایا۔ اور وہاں برابر آپ نے نماز میں

لہ زاد المعاد میں علبہ بن یزید ہے علبہ بیائے تحتانیہ ویزید اولہ یائے تحتانیہ مگر اصابہ اور اسد الغابہ میں اس نام کا پتہ نہیں ہے یہ قصہ عُلبہ بضم عین مہملہ بعدہٗ لام ساکن بعدہ بائے موحدہ ابن زید بزائے معجمہ و تحتانیہ کا ہی واللہ اعلم

قصر کیا اور معلوم ہوا کہ قیصر اُن دنوں حمص میں مقیم تھا۔

منافقین

منافقین نے اس غزوہ میں بڑی بڑی شرارتیں کیں۔ جاتے وقت بھی اور لوٹتے وقت بھی مراجعت کا حال تو بعد کو آئیگا ابھی جانے کا حال لکھتا ہوں۔

یہ تو لکھ چکا ہوں کہ اس غزوہ کے وقت قحط کا زمانہ تھا۔ دوسرے درختوں میں پھل تیار تھے۔ ایسے وقت میں ہر شخص قیام کو پسند کرتا تھا۔ گرمی اور دھوپ کی ایسی شدّت تھی کہ کوئی شخص باہر نکل نہیں سکتا تھا فوج زیادہ تھی اور اُس کے اعتبار سے سامان کم تھا۔ بعض اصحاب سیر لکھتے ہیں کہ اٹھارہ اٹھارہ فقراء صحابہ میں بعض وقت صرف ایک اونٹ ہوتا تھا جس پر وہ باری باری سفر کرتے تھے۔ باوجود ان تمام مشکلات کے حضورؐ سفر کی تیاری میں کوشش فرمارہے تھے لیکن منافقین کی ایک جماعت نے لوگوں کو بہکانا شروع کیا۔ اور کہا کہ ایسی گرمی میں سفر نہ کرو۔ اِن منافقوں کا ذکر خدا نے کیا ہے وقالوا لاتنفروا فی الحرّ الآیہ

بنی سلمہ میں ایک منافق جدؓ بن قیس تھا حضورؐ نے اِس سے کہا کہ اے جد کیا تم اس دفعہ بنی الاصفر کے مقابلہ میں چلوگے۔ اُس نے جواب دیا کہ یارسول اللہ مجھے فتنہ میں نہ ڈالئے اجازت دیجئے کہ میں نہ جاؤں میری قوم جانتی ہے کہ مجھ کو عورتوں کی طرف رغبت بہت زیادہ ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں بنی الاصفر کی عورتوں کو دیکھکر فتنہ میں نہ مبتلا ہوجاؤں۔ حضورؐ نے اِس جواب پر اُس سے منہ پھیر لیا اور فرمایا کہ ہاں تم نہ جاؤ۔ اُسی کی بابت آیۃ نازل ہوئی ومنہم من یقول ائذن لی ولاتفتنی الآیہ

ابن ہشام روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ کچھ منافقین

---

[1] جد بن قیس بن صخر سید بنی سلمہ حضرت براء بن معرورؓ کا ابن عم تھا حدیبیہ میں صرف اِس شخص نے بیعت نہیں کی تھی چھپ گیا تھا ابن عمر نے لکھا ہے کہ پیچھے تائب ہوگیا تھا واللہ اعلم ۱۲ منہ

سویلم[1] یہودی کے مکان میں جمع ہوتے ہیں۔ اور لوگوں کو رسول اللہؐ کے ساتھ غزوۂ تبوک میں جانے سے بہکاتے ہیں۔ اُس کا مکان جاسوم کے پاس تھا۔ رسول اللہؐ نے حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کو چند آدمیوں کے ساتھ بھیجا کہ بیت سویلم کو آگ لگا کر جلا دو۔ اِن حضرات نے جب آگ لگائی اور گھر جلنے لگا تو ضحاک بن خلیفہ نے دیوار کے پیچھے سے کُود کر بھاگنا چاہا اُن کا پیر ٹوٹ گیا۔ اُس کے دوسرے ساتھی کود کر بھاگ گئے۔

عبد اللہ بن اُبیّ بن سلول نے ثینۃ الوداع میں علیحدہ ذباب کے طرف اپنے حلیف یہود اور منافقوں کی ایک بڑی فوج جمع کی جسکی نسبت کہا جاتا ہے کہ اُس کی تعداد کم نہ تھی۔ مگر جب حضورؐ روانہ ہوئے تو وہ سب رہ گئے۔

حضرت علی کرم حضورؐ نے حضرت علی کرم کو اہل بیت کی نگرانی کے لیئے مدینہ میں چھوڑ دیا تھا حضورؐ کے جانے کے بعد منافقین نے کہنا شروع کیا کہ رسول اللہ کو علیؑ کی طرف سے طبیعت میں کچھ گرانی ہے اِس لیئے اُن کو چھوڑ دیا۔ حضرت علیؑ نے جب یہ سنا تو اپنا سلاح لیا اور روانہ ہوگئے۔ حضورؐ نے جب مقام جُرف میں منزل کی تو یہ وہاں پہنچے۔ پوچھا کہ یا رسول اللہ منافقین ایسا کہتے ہیں۔ کیا آپ نے ہمیں مدینہ میں اس لئے چھوڑا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ وہ جھوٹے ہیں۔ میں نے تمکو اس لیئے چھوڑا تھا کہ جن کو ہم چھوڑ آئے ہیں اُنکی نگرانی کرو۔ تم جاؤ میرے اہل اور اپنے اہل میں میرے قایم مقام رہو۔ اے علی کرم کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیئے ایسے ہو جیسے ہارونؑ موسیٰؑ کے لیئے البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ الغرض حضرت علیؑ پھر مدینہ لوٹ گئے۔

---

[1] سیرۃ ابن ہشام میں جو میرے پاس ہے اُس میں یہ قصہ ابن اسحاق سے اسی طرح غزوۂ تبوک میں مروی ہے اور یہودی صاحب بیت کا نام سویلم سین مہملہ و واؤ و تحتانیہ بعدہٗ لام و میم سے ہے لیکن ابن حجر نے اصابہ میں اس قصہ کو ابن اسحاق ہی سے روایت کیا ہے اور اسی غزوۂ تبوک سے لیکن یہودی کا نام شویکر بشین معجمہ و واو و تحتانیہ و کاف و رائے مہملہ لکھا ہے اصابہ بھی مصری چھاپہ کا ہے ۱۲ منہ

ابو خیثمہ رضی اللہ عنہ حضورؐ کے مدینہ سے روانہ ہونے کے کئی دن بعد حضرت ابو خیثمہؓ ایک روز اپنی عورتوں کے پاس آئے۔ گرمی شدید تھی۔ اور دھوپ تیز تھی۔ اُن کی دو عورتیں تھیں۔ دونوں نے اپنے اپنے حجروں کی دیوار پر پانی چھڑکا تھا۔ پینے کے لیئے سرد پانی کا انتظام کیا تھا۔ اور وہیں اُن کے لیئے کھانے کا سامان کیا تھا یہ آئے تو دروازہ پر کھڑے ہوگئے۔ اپنی عورتوں کو دیکھا۔ اور جو کچھ اُنھوں نے انتظام کیا تھا اُس کو دیکھا پھر بولے کہ رسول اللہ۔ دھوپ۔ ہوا۔ اور گرمی میں ہوں۔ اور ابو خیثمہ ٹھنڈے سائے میں۔ تیار کھانا۔ اور حسین عورتوں کے ساتھ بیٹھا رہے یہ انصاف نہیں ہے خدا کی قسم ہم تم دونوں میں سے کسی کے حجرے میں داخل نہ ہوں گے جب تک رسول اللہ کے ساتھ نہ ملجائیں۔ میرے لیئے زادراہ تیار کرو عورتوں نے تیار کر دیا۔ اُنھوں نے اونٹ منگوایا اور اُس پر روانہ ہوگئے۔ حضورؐ نے جب تبوک پہنچکر قیام کیا۔ تو لوگوں نے کہا کہ کوئی تنہا راکب معلوم ہوتا ہے دور حضورؐ نے فرمایا کہ ابو خیثمہ ہوگا جب کچھ نزدیک ہوئے اور لوگوں نے پہچانا تو کہا کہ یا رسول اللہ خدا کی قسم ابو خیثمہؓ ہیں۔ یہ حاضر ہوئے۔ سلام کیا اور حال بیان کیا۔ حضورؐ نے اِن کے حق میں دعائے خیر کی اور کلمات خیر کہے۔

دیار ثمود ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضورؐ جب مقام حجر میں پہنچے جو قوم ثمود کا ملک ہے تو فرمایا یہاں کا پانی نہ پیو۔ اُس پانی سے نماز کے لیئے وضو نہ کرو جس نے اس پانی سے آٹا گوندھا ہو وہ اونٹ کو کھلا دے خود بالکل نہ کھائے۔ اور کوئی شخص تنہا نہ نکلے سب نے اِس پر عمل کیا لیکن بنی ساعدہ کے دو شخص باہر نکلے۔ ایک کسی ضرورت سے گئے تھے۔ اور ایک اونٹ تلاش کرنے گئے تھے۔ جو کسی ضرورت سے نکلے تھے وہ راستہ میں بیہوش ہوگئے اور جو اونٹ کی تلاش میں نکلے تھے اُن کو ہوا نے اُٹھا کر جبل طی پر پھینک دیا۔ حضورؐ نے جب سُنا تو فرمایا کہ کیا میں نے منع نہیں کیا تھا کہ کوئی شخص تنہا باہر نہ جائے۔ اِسکے بعد جو بیہوش ہوگئے تھے اُن کے لیئے حضورؐ نے دعا کی وہ اچھے ہوگئے۔ اور دوسرے کو قبیلہ

طی کے لوگوں نے مدینہ پہنچنے کے بعد ہدیۃً آپ کے پاس بھیجا۔

ابن قیم کہتے ہیں کہ صحیح مسلم میں یہ روایت اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تبوک پہنچے تو فرمایا کہ آج رات کو بڑی سخت ہوا چلے گی۔ تم میں سے کوئی شخص کھڑا ہو اور جس کے پاس اونٹ ہو وہ اُس کے عقال کو باندھ دے۔ آخر شدید ہوا چلی ایک شخص کھڑے ہوئے اُن کو ہوا نے اٹھا لیا اور جبل طی پر پہنچا دیا۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ مجھ کو امام زہری سے یہ روایت پہنچی ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مقام حجر سے گزرے تو منہ پر کپڑہ ڈال لیا۔ اور سواری کو تیز کیا۔ اور فرمایا کہ ظالموں کے بیوت میں داخل نہ ہو مگر روتے ہوئے۔

اور صحیحین میں ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ اس معذب قوم پر داخل ہو تو روتے رہو۔ اور رونا نہ آئے تو نہ داخل ہو۔ کہیں تم پر بھی وہی مصیبت نہ آجائے جو اُن پر آئی۔

صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ حضورؐ نے حکم دیا کہ جو آٹا وہاں کے پانی سے گوندھا گیا ہو اُس کو پھینکدو۔ لیکن صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ حضورؐ نے حکم دیا کہ وہ آٹا اونٹ کو کھلا دو اور پانی کو پھینکدو۔ صرف اس کوئے سے پانی پیو جہاں اونٹ ٹھہرتے ہیں۔ یہ کوا بیرِ ناقہ کے نام سے مشہور ہے اور اب بھی ہے۔

اونٹ کا گم ہونا

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ مقام حجر میں حضورؐ کے حکم سے سب پانی پھینکدیا گیا۔ صبح کے وقت کسی کے پاس پانی نہ تھا۔ صحابہ نے حضورؐ سے شکایت کی۔ حضورؐ نے دعا کی پانی برسا اُس سے لوگوں کی حاجت پوری ہوئی۔ وہاں سے روانہ ہوئے تو کسی مقام میں حضورؐ کا اونٹ گم ہو گیا۔ زید[1] بن لُصَیب منافق نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نبی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ آسمان کی خبریں دیتے ہیں اور یہ معلوم نہیں کہ اُنکا

[1] زید بن لُصَیب لام مضموم و بفتح صاد مہملہ و مثناۃ تحتیہ بعدہٗ موحّدہ تصغیر کے وزن پر ۱۲ منہ

اونٹ کہاں ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ایک شخص اِس طرح کہتا ہے۔ خدا کی قسم ہمیں کچھ نہیں معلوم سوائے اُس کے جو ہمارے خدا نے ہمیں بتایا۔ اور اونٹ کا حال ہمیں خدا نے بتادیا وہ وادی کے فلاں شعب میں ہے اس کی ڈور درخت سے پھنس گئی ہے جاؤ لے آؤ۔

حضرت ابی ذر غفاری رضی اللہ عنہ

جب کوئی شخص راستہ میں رہ جاتا تھا تو صحابہ آکر عرض کرتے تھے کہ یارسول اللہ فلاں شخص رہ گیا۔ حضورؐ فرماتے کہ چھوڑ دو اگر اُس میں کچھ خیر ہوگا تو خدا اُس کو تمہارے ساتھ ملادیگا اور اگر اس کی حالت کچھ اور ہے تو خدا نے تم کو اُس سے بچایا۔ حضرت ابی ذر غفاری رضی اللہ عنہ کا اونٹ راستہ میں سست ہوگیا۔ اُنہوں نے کوشش کی مگر جب تاخیر زیادہ ہوگئی تو اپنا ضروری اسباب اپنے پیٹھ پر رکھا اور حضورؐ کی تلاش میں پیادہ چلے۔ جب حضورؐ کسی مقام پر ٹھہرے ہوئے تھے تو کسی نے آکر عرض کیا کہ یارسول اللہ کوئی شخص دور تنہا آرہا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ابوذر ہوں گے۔ جب لوگوں نے غور سے دیکھا تو کہا کہ یارسول اللہ خدا کی قسم ابوذرؓ ہیں حضورؐ نے فرمایا خدا ابوذر پر رحم کرے۔ وہ تنہا چلتے ہیں تنہا مرینگے اور تنہا اُٹھائے جائینگے۔

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوذرؓ کو ربذہ کی طرف خارج کردیا تو وہاں صرف اُن کی زوجہ تھیں اور غلام۔ انتقال کے وقت حضرت ابوذرؓ نے اُن دونوں سے وصیت کی کہ تم دونوں مجھے نہلاکر اور کفن پہراکر راستہ میں رکھدیجیو۔ اور جو پہلا راکب اِس طرف آئے اس سے کہیو کہ یہ رسولُ اللہ کے صحابی ابوذر ہیں اِن کو دفن کرنے میں مدد دو۔ اِس طرف پہلے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اپنی جماعت کے ساتھ آئے۔ اِس جماعت میں ابوعمار عراقی بھی تھے۔ غلام نے کہا کہ یہ رسول اللہ کے صحابی ابوذر ہیں۔ اِن کے دفن کرنے میں آپ لوگ اعانت کیجیے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ سنا تو پڑھا لا الٰہ الا اللہ اور رونے لگے۔ پھر فرمایا کہ سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذر تنہا چلتے ہیں۔ تنہا مرینگے اور تنہا اُٹھائے جائینگے۔ پھر سب اوتر پڑے اور حضرت

عبداللہ بن مسعودؓ نے تبوک کا سب قصہ اپنے ساتھیوں سے بیان کیا۔
ابن قیم کہتے ہیں کہ ابن اسحاق کی روایت میں تامل ہے۔ اسلئے کہ ابو حاتم ابن حبانؒ اپنے صحیح میں۔ اور دوسرے لوگوں نے ام ذرؓ سے یعنی حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی زوجہ سے ایک روایت بیان کی ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ جب حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ پر موت کی حالت طاری ہوئی تو میں رونے لگی کہا روتی کیوں ہو۔ میں نے کہا کیسے نہ روؤں آپ اس میدان میں مر رہے ہیں اور میرے پاس اتنا کپڑہ بھی نہیں ہے جو آپکو کفن دے سکوں حضرت ابو ذرؓ نے فرمایا کہ اس کے لیئے نہ روؤ۔ میں ایک بشارت دیتا ہوں سنو۔ ہم چند آدمی رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر تھے۔ فرمایا کہ تم میں سے ایک شخص تنہائی کی حالت میں ایک میدان میں مرے گا لیکن وہاں ایک جماعت مسلمانوں کی آجائیگی۔ اُن چند آدمیوں میں سے صرف ہم رہ گئے ہیں۔ اور سب کا آبادی میں انتقال ہو چکا ہے۔ جا کر راستہ میں دیکھو۔ ام ذرؓ کہتی ہیں کہ میں نے کہا۔ حاجی جا چکے۔ راستہ منقطع ہو چکا اب آدمی کہاں فرمایا کہ جاؤ جا کر دیکھو تو میں اُن کے کہنے پر جاتی ٹیلہ پر سے اِدھر اُدھر دیکھتی اور پھر آکر اُن کی تیمارداری کرتی۔ اسی حال میں کچھ آدمی اونٹ پر سوار مجھے نظر آئے۔ میں نے اشارہ کیا۔ وہ بعجلت میرے پاس آئے اور پوچھا کہ اے خدا کی بندی کیا ہے۔ میں نے کہا کہ ایک مسلمان مر رہے ہیں اُن کے کفنانے میں مدد دو۔ پوچھا کون ہیں۔ میں نے کہا ابو ذرؓ انہوں نے کہا کون ابو ذر گیا رسول اللہؐ کے صحابی۔ میں نے کہا کہ ہاں۔ سب بیتاب ہوگئے۔ اور اُن کے نام پر اپنے آباء اور اُمّہات کو فدا کرنے لگے۔ اور اُن کے پاس پہنچنے میں بڑی جلدی کی۔ جب پاس آئے تو حضرت ابو ذرؓ نے فرمایا کہ سچ فرمایا رسول اللہؐ نے۔ سب لوگ سن لو ہم چند آدمی تھے رسول اللہؐ نے فرمایا کہ تم میں سے ایک شخص میدان میں تنہائی کی حالت میں مرے گا۔ اور وہاں مومنین کی ایک جماعت حاضر ہو جائیگی۔ اُن چند آدمیوں میں سے صرف میں رہ گیا ہوں۔ اور سب کا آبادی کے اندر جماعت میں انتقال ہو چکا ہے۔ اگر میرے یا میری عورت کے پاس اتنا کپڑہ ہوتا جو میرے کفن

کے لیئے کافی ہوتا تو میں تم سے نہ کہتا لیکن میں تم لوگوں کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ تم میں سے کوئی ایسا شخص ہمیں کفن نہ دے جو امیر[1] ہو۔ یا عریف ہو۔ یا برید ہو۔ یا نقیب ہو۔

مشکل یہ ہوئی کہ اُس جماعت میں جتنے لوگ تھے اُن سب میں اِن عہدوں میں سے کوئی نہ کوئی بات تھی جس کو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا تھا۔ الّا ایک انصاری نوجوان۔ اُس نے کہا کہ اے چچا میں آپ کو کفن دوں گا۔ یہ میری چادر ہے اِس میں دو کپڑے ہے۔ یہ خاص میرا ہے اور اِس میں میری ماں کے ہاتھ کا کتا ہوا سُوت ہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاں تم ہمیں اسیں کفنائیو۔ انتقال کے بعد انصاری نے کفن پہرایا پھر سب نے ملکر دفن کیا۔

منافقین کی شرارت

پھر تبوک کا قصہ یہ ہے کہ کچھ منافقین جن میں ودیعہ بن ثابت۔ اور بنی اشجع کا ایک شخص مخشن بن حُمَیر[2] تھا۔ یہ سب ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ کیا تم لوگوں نے دلیران بنی الاصفر کو بھی عربوں کا سا لڑنیوالا سمجھا ہے۔ کلہ دیکھ لیجیو سب کے سب رسیوں میں باندھ دیئے جائینگے۔ یہ کہکر یہ لوگ مسلمانوں کو ڈراتے تھے مخشن نے کہا کہ اچھا ہو سب پر سو سو کوڑے کا حکم ہو۔ اور کہیں ہمارے متعلق قرآن نہ نازل ہو جائے اور اُس میں تمہاری اس گفتگو کا تذکرہ ہو۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار بن یاسر کو اُن کے پاس بھیجا۔ کہ پوچھو وہ کیا بکتے ہیں اگر انکار کریں تو کہو کہ تم نے ضرور اس اس طرح کہا ہے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے جا کر اُن سے کہا تو وہ سب خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہ ہم تو مذاق سے اس طرح آپس میں بول رہے تھے۔ اُنہیں لوگوں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی لَئِن سَاَلتَھُم لَیَقُولُنَّ اِنَّمَا کُنَّا نَخُوضُ وَنَلعَبُ مخشن بن حمیر نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ

---

[1] امیر فوج یا قبیلہ کا سردار عریف رئیس قوم برید قاصد۔ نقیب عریف سے کم مرتبہ کا رئیس چاروں لفظ ایک وزن ہے بفتح اول وکسر ثانی ۱۲ منہ

[2] مخشن سیرۃ بن ہشام میں آخر میں نون ہے لیکن ابن اثیر اور ابن حجر دونوں مخشی آخر میں یائے مثناۃ تحتیہ لکھتے ہیں ابن حجر کہتے ہیں بسکون خائے معجمہ بعدہٗ شین معجمہ بن حُمَیر بضم حائے مہملہ وفتح میم وتشدید یائے بعدہ رائے

میرے اور میرے باپ کے نام کا قصور ہے۔ حضورؐ نے اُن کو معاف کیا اور عبد الرحمن ان کا نام رکھا۔ اُنہوں نے خدا سے دعا کی کہ ایسی جگہ شہید ہوں جس کا کسی کو علم نہ ہو۔ چنانچہ یمامہ میں وہ شہید ہوئے اور کسی کو اُن کا پتہ نہ ملا۔

عین تبوک صحیح مسلم کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تبوک پہنچنے سے پہلے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ کل تم لوگ تبوک کے چشمہ پر پہنچو گے۔ اور آفتاب کے بلند ہونے کے بعد پہنچو گے لیکن کوئی شخص وہاں پہنچے تو پانی میں ہاتھ نہ لگائے جب تک میں نہ آجاؤں۔ وہاں دو شخص پہلے پہنچگئے۔ رسول اللہؐ جب وہاں پہنچے تو پانی کی ایک پتلی دھار بہ رہی تھی۔ اُن دونوں سے دریافت کیا کہ کیا تم لوگوں نے پانی میں ہاتھ لگایا ہے۔ دونوں نے کہا کہ ہاں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غصہ ہوئے اور جو کچھ کہنا تھا اُن کو کہا۔ پھر حضورؐ نے پانی کو تھوڑا تھوڑا کر کے جمع کیا۔ اُس سے منہ اور ہاتھوں کو دھویا۔ پھر اُس پانی کو چشمہ میں ملا دیا۔ تو چشمہ میں بہت پانی بہنے لگا۔ سب لوگوں نے اِس کے بعد اُس سے پانی پیا۔ اُس کے بعد حضورؐ نے فرمایا کہ اے معاذ اگر تمہاری عمر زیادہ ہوئی تو دیکھو گے کہ اُس کے پانی سے یہاں تمام باغات بھر جائینگے۔

اطراف سے مصالحت جب حضورؐ تبوک پہنچے تو آپ کی خدمت میں صاحب ایلہ آیا صلح کی اور جزیہ دیا اور اہل جربا اور اذرح[1] آئے اور اُن سب نے بھی جزیہ دیا۔ اِس کے بعد حضورؐ نے اُن کو تحریر لکھدی جو اُنکے پاس محفوظ رہی۔ اور صاحب ایلہ کو آپ نے جو لکھکر دیا اس کا مضمون یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ امان ہے خدا کی طرف سے اور محمد کی طرف سے جو نبی ہیں اور خدا کے رسول ہیں۔ یحنہ بن رویۃ

[1] ابن اثیر نہایہ میں لکھتے ہیں کہ اذرح بفتح ہمزہ وضم رائے مہملہ وحائے مہلہ شام میں ایک قریہ ہے اور یہی طرح جربی ۱۲ منہ

صاحب ایلہ کو۔ اہل ایلہ کی کشتیاں۔ اُن کے مسافر جو خشکی میں ہوں یا تری میں۔ اُن کو ذمہ ہے خدا کا اور خدا کے رسول کا۔ اور اسی طرح ان لوگوں کو جو اُن کے ساتھ ہیں۔ اہل شام یا اہل یمن یا اہل بحر میں سے۔ اور اگر کوئی اُن میں خلاف معاہدہ نئی حرکت کرے تو اُس کا مال اُس کے نفس کو نہیں بچاپئے گا اور وہ اسی کا ہو جائیگا جو اُس کو لیوے۔ اور یہ کہ جو راستہ یا جو پانی تری یا خشکی سے اُن کے علاقہ میں جاتا ہو اُس کو روکنا حلال نہیں ہوگا۔

خالد بن الولیدؓ الی اکیدر

رسول اللہؐ نے تبوک سے حضرت خالد بن الولیدؓ کو۔ دومۃ الجندل کے حاکم اکیدر کی طرف بھیجا۔ اکیدر بن عبدالملک بنی کندہ کا ایک نصرانی تھا۔ اور وہاں کا بادشاہ تھا جب حضرت خالدؓ جانے لگے تو حضوؐر نے اُن سے کہا کہ تم اُس کو گائے کا شکار کرتے ہوئے پاؤ گے۔ خالدؓ روانہ ہوئے اور جب وہاں پہنچے تو خوب صاف چاندنی تھی۔ وہ اپنی عورت کے ساتھ چھت پر بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں ایک جنگلی گائے آئی اور سینگ سے قصر کے دروازہ پر دھکا مارنے لگی۔ اُس کی عورت نے کہا کہ ایسا کبھی تم نے دیکھا ہے۔ اکیدر نے کہا کہ کبھی نہیں عورت نے کہا کہ ایسا شکار بھی چھوڑا جاتا ہے۔ اکیدر نے کہا کہ ہرگز نہیں۔

اکیدر نے گھوڑا منگوایا اور اپنے چند اہل بیت کے ساتھ جن میں ایک اس کا بھائی بھی تھا جس کا نام حسّان تھا شکار کے لیئے نکلا تو اس کو حضرت خالدؓ اور مسلمانوں کی جماعت ملی۔ ان لوگوں نے اُس کو پکڑ لیا۔ اور اسکے بھائی کو قتل کیا۔ اس کا بھائی حسّان دیباج کی قبا پہرے ہوئے تھا اور اُس میں زری کا کام تھا۔ حضرت خالدؓ نے اس قبا کو پہلے ہی حضوؐر کی خدمت میں مدینہ بھیجدیا۔ اس کے بعد اکیدر کو لیکر خود حاضر خدمت ہوئے۔ حضوؐر نے اُس سے جزیہ لیکر صلح کی اور چھوڑ دیا۔ وہ واپس گیا۔

ابن سعد کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالدؓ کو چار سو بیس سواروں کے ساتھ بھیجا تھا۔ اِس کے بعد وہی اوپر کا قصہ لکھا ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ حضرت خالدؓ نے شرط کی کہ اگر دومۃ الجندل کا دروازہ کھول دو تو ہم تم کو رسول اللہ کے پاس پہنچنے سے پہلے قتل نہ کرینگے اُس نے منظور کیا۔ اور دو ہزار اونٹ آٹھ سو راس۔ چار سو درع۔ چار سو نیزہ پر صلح ہوئی حضرت خالدؓ نے اِس میں سے پہلے خاص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیئے حصہ علیحدہ کیا پھر خمس نکالا بقیہ اپنے سپاہیوں پر تقسیم کیا۔ موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ اکیدر اور یحنہ دونوں رسول اللہ کی خدمت میں جمع ہوئے۔ حضوؐر نے دونوں کو اسلام کی دعوت دی۔ دونوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا۔ اور دونوں نے جزیہ ادا کرنا قبول کیا۔ حضوؐر نے دونوں کو دومۃ الجندل تبوک۔ ایلہ اور تیما پر حاکم کر دیا۔ اور دونوں کے لیئے تحریر لکھدی۔

بقیّہ قصّہ تبوک

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تبوک میں بیس دن سے کم ٹھہرے پھر مدینہ کی طرف لوٹے۔ راستہ میں پانی تھا جس سے ایک دو راکب سیراب ہو سکتے تھے یا تین۔ یہ پانی ایک وادی میں تھا جس کو وادی المشقق کہتے تھے حضوؐر نے فرمایا کہ کوئی وہاں پہنچے تو پانی نہ پیئے جب تک ہم نہ آجائیں۔ مگر کچھ منافق وہاں پہلے پہنچگیے۔ اور پانی پیا مگر اُن کو کوئی بات نہ معلوم ہوئی۔ حضوؐر آئے تو معلوم ہوا کہ فلاں فلاں اشخاص نے پانی پی لیا ہے۔ حضوؐر نے اُن پر لعنت اور بد دعا کی۔ اُس کے بعد حضوؐر نے اتر کر اُس میں ہاتھ ڈالا اور مُنہ دھویا پھر دعا کی تو بڑے زور کا پانی جاری ہوا۔ اور کڑک کی سی آواز لوگوں نے سنی۔ حضوؐر نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی باقی رہا تو سُن لے گا کہ یہ تمام وادی اِس پانی سے سرسبز ہو جائے گی۔

اِس قسم کا واقعہ آتے وقت عین تبوک پر ہوا تھا۔ صحیح مسلم کی روایت لکھ چکا ہوں۔ دونوں کی توضیح میں خفیف فرق ہے۔ اگر ایک ہی واقعہ ہے تو مسلم کی روایت راجح ہے لیکن اگر دو واقعہ ہیں تو ممکن ہے۔

وفات حضرت ذوالبجادینؓ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہؐ کے ساتھ غزوۂ تبوک میں تھے۔ ایک روز بڑی رات میں ہم اُٹھے۔ دیکھا کہ فوج کے ایک طرف آگ کا بڑا شعلہ ہے۔ ہم اُس طرف گئے۔ دیکھا کہ وہاں رسول اللہؐ اور ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ ہیں۔ حضرت عبداللہ ذوالبجادین مزنیؓ کا انتقال ہو گیا تھا۔ ان حضرات نے قبر کھودی تھی۔ حضورؐ خود قبر کے اندر تھے۔ اور یہ لوگ نعش دے رہے تھے۔ حضورؐ فرماتے تھے کہ اپنے بھائی کو اور میرے نزدیک کرو۔ اِن صاحبوں نے نزدیک کیا۔ جب دفن سے فارغ ہوئے تو حضورؐ نے فرمایا کہ خداوندا میں اس سے آخر وقت تک راضی رہا تو اس سے راضی ہو۔ حضرت عبداللہؓ نے اس قصّہ کو بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ کاش ہم اُس قبر میں دفن ہوتے۔

حضورؐ نے تبوک سے لوٹتے ہوئے فرمایا کہ مدینہ میں ایک جماعت ہے کہ جس راستہ سے تم گذرے۔ اور جس وادی کو تم نے قطع کیا وہ تمہارے ساتھ رہی۔ لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ اور وہ لوگ مدینہ ہی میں مقیم ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں مدینہ ہی میں رہے عذر کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے

انتہائی شرارت

ابن قیم لکھتے ہیں کہ ابوالاسود نے اپنے مغازی میں حضرت عروہؓ سے روایت کیا ہے کہ جب حضورؐ تبوک سے لوٹے تو بعض منافقین نے مشورہ کیا کہ رسول اللہ جب عقبہ سے جانے لگیں تو اُن کو عقبہ سے نیچے گرا دیا جائے نعوذ باللہ منہ۔ اور اسی لئے یہ مکّار حضورؐ کے ساتھ چلنے لگے۔ حضورؐ کو خدا نے خبر کر دی۔ حضورؐ جب عقبہ کے قریب پہنچے تو حکم دیا کہ جس کا جی چاہے بطن وادی سے جائے۔ کیونکہ وہ کشادہ راستہ ہے۔ اور خود حضورؐ عقبہ کی طرف سے چلے۔ اُن مکّاروں نے جب یہ سنا تو گوا اور لوگ بطن وادی کی طرف گئے تھے مگر اِن سبھوں نے اسی طرف سے جانے کا ارادہ کیا۔ منہ پر نقاب ڈال لیا۔ اور اس عظیم کام کے پُورا کرنے کا ارادہ کیا جو سوچ رکھا تھا۔ حضورؐ نے حضرت حذیفہ بن الیمانؓ اور عمار بن یاسرؓ کو ساتھ لیا۔ فرمایا کہ اے عمار تم ناقہ کی باگ پکڑ لو۔ اور اے حذیفہ تم ناقہ کے پیچھے رہو۔ جو وقت

لہ اصحاب صفہ میں سے تھے ۱۲ منہ

حضورؐ عقبہ سے گزر رہے تھے ان ملعونوں کے پیچھے سے آنیکی آواز معلوم ہوئی۔ وہ منہ چھپائے ہوئے تھے اور رات بھی تاریک تھی حضورؐ کے چہرہ پر آثارِ غضب تھے حکم دیا کہ اُن کو پیچھے لوٹادو۔ حضرت حذیفہؓ لوٹے اور اپنے تیردان سے اُن کے اونٹ کے مُنہ پر مارا۔ پہلے تو وہ سمجھے کہ کوئی مسافر ہے مگر جب اُنہوں نے حضرت حذیفہؓ کو پہچانا تو سمجھے کہ راز ظاہر ہوگیا۔ اور اُن پر رعب طاری ہوگیا۔ تیزی کے ساتھ لوٹ گئے۔ اور جا کر لوگوں کے ساتھ مل گئے۔

جب حضرت حذیفہؓ لوٹ کر آئے تو آپ نے حکم دیا کہ اونٹ کو تیز ہنکاؤ۔ اور حضرت عمارؓ کو حکم دیا کہ تیز چلو حتیٰ کہ آپ عقبہ سے نکل گئے اور لشکر کے انتظار میں ٹھہرے۔ حضرت حذیفہؓ سے دریافت فرمایا کہ تم نے اس جماعت کو پہچانا۔ اُنہوں نے کہا کہ سواری تو پہچانی فلاں فلاں کی تھی۔ مگر آدمی کو نہ پہچان سکا حضورؐ نے فرمایا کہ تم نے ان کا ارادہ سمجھا۔ حضرت حذیفہؓ نے کہا کہ نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ان کا ارادہ تھا کہ ہمیں عقبہ سے نیچے گرادیں اور فرمایا کہ ابھی پوشیدہ رکھو خدا نے ہمیں اُن کے ارادہ اور اُن کے ناموں سے مطلع کردیا ہے انشاء اللہ صبح بتادینگے۔

ابن اسحاق کی روایت ہے کہ صبح کے وقت حضورؐ نے فرمایا کہ بلاؤ عبداللہ بن ابی سعد بن ابی سرح۔ اباؔ خاطر الاعرابی۔ عامر۔ ابو عامر راہب۔ جلاؔس بن سوید کو۔ جلاس بن سوید نے کہا تھا کہ آج کی رات ہم محمدؐ کو بلا عقبہ سے گرائے نہ رہینگے۔ اگرچہ محمدؐ اور اُن کے اصحاب ہم سے بہتر ہوں۔ ہملوگ تو بکری ہیں اور یہ ہمارے چرواہے ہیں۔ ہم بے عقل ہیں اور وہ بڑے عاقل ہیں۔ اور آپ نے فرمایا کہ بلاؤ مُجمّع بن جاریہ کو اور ملیح التیمی کو یہ وہ شخص ہے جو آخر مرتد ہوگیا اور لاپتہ ہوگیا۔ اور حکم دیا کہ بلاؤ حصؔن بن نمیر کو یہ وہ شخص ہے جس نے تمر صدقہ پر ڈاکا ڈالا تھا

سلہ زاد المعاد میں ابن اسحاق سے اسی طرح مروی ہے اباخاطر بخائے معجمہ والف وطاء مہملہ ورائے مگرہم۔ کے نام وترجمہ سے واقف نہ ہوسکے اور ابو خاطر نہ اصابہ میں کوئی ہے نہ اسدالغابہ میں ۱۲ منہ

سلہ۲ جلاس بن سوید بن الصامت الانصاری منافق تھا اختلاف ہے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ پیچھے تائب ہوگیا اور صادق رہا واللہ اعلم جلاس بجیم ہے ۱۲ منہ

سلہ۳ میرے نسخہ میں حصن بن نمیر ہے حائے مہملہ صاد مہملہ د نون لیکن ابن حجر اصابہ میں حصین بن نمیر انکا نام لکھتے ہیں

اور چوری کیا تھا۔ حضورؐ نے اس سے پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا۔ جواب دیا کہ مجھے یقین نہ تھا کہ آپ کو اس کی خبر ہوگی۔ مگر آج معلوم ہوا کہ واقعی آپ خدا کے رسول ہیں۔ میں اس کے قبل کبھی دل سے مسلمان نہ تھا۔ اس وقت صدق دل سے مسلمان ہوتا ہوں حضورؐ نے معاف کر دیا پھر حکم دیا کہ بلاؤ طعیمہ بن ابیرق[1] کو۔ اور عبداللہ بن عیینہ کو اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا تھا کہ آج کی رات جاگو تو ہمیشہ سلامت رہو گے۔ تمہارا کوئی کام اس کے سوا نہیں ہے کہ اس شخص کو آج قتل کر دو۔ حضورؐ نے پوچھا کہ ہم قتل ہو جاتے تو میرا قتل تجھ کو کیا نفع دیتا۔ اُسنے معذرت کی حضورؐ نے چھوڑ دیا۔ پھر فرمایا بلاؤ مرہ بن الربیع کو اس نے کہا تھا کہ اگر ہم ایک شخص کو قتل کر دیں تو سب کو اطمینان ہو جائے گا۔ یہ سب بارہ[۱۲] آدمی تھے جنہوں نے حضورؐ کے قتل کا مشورہ کیا تھا حضورؐ نے ایک ایک کے کلام اور گفتگو کو بتایا۔ اور فرمایا کہ تم نے یہ کہا تمہارے دل میں یہ ہے یہی ہیں جن کے نسبت خداوند پاک نے فرمایا وھموا بما لم ینالوا الآیہ ابو عامر فاسق اُن سب کا سردار تھا۔ اس کو پہلے ابو عامر راہب کہتے تھے حضورؐ نے اُس کو فاسق کہا وہ حضرت حنظلہ غسیل الملئکہ کا باپ تھا۔ اسی کے لیئے منافقین نے مسجد ضرار بنائی تھی۔

لیکن ابن قیم کہتے ہیں کہ ابن اسحاق کی روایت میں چند اوہام ہیں۔ ایک یہ کہ ابن اسحاق کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نے ان منافقین کے اسما ظاہر کر دیئے۔ حالانکہ سوائے حضرت حذیفہؓ کے اور کسی کو آپ نے اُن کا نام نہ بتایا حتیٰ کہ حضرت عمرؓ کو نہ معلوم تھا حضرت حذیفہؓ اسی لیئے صاحب سر رسول اللہ کہے جاتے تھے۔ منافقوں میں سے کوئی مرتا تھا تو حضرت عمرؓ دریافت کرتے تھے کہ حذیفہؓ نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھی یا نہیں۔ اگر اُن میں سے ہوتا تھا تو وہ اُس کا جنازہ نہیں پڑھتے تھے۔ دوئم وہ لکھتے ہیں کہ ان میں خود عبداللہ بن اُبی تھا۔ حالانکہ وہ تبوک میں شریک نہ ہوا۔ وہ اپنی فوج کے ساتھ مدینہ ہی میں رہ گیا تھا۔ سوئم وہ سعد بن ابی سرح کا بھی نام لکھتے ہیں حالانکہ وہ مسلمان ہوا ہی نہیں۔ اس کے لڑکے عبداللہؓ

[1] ابن حجر طعمہ بن ابیرق لکھتے ہیں بلایائے تحتانیہ اور ابوموسیٰ سے نقل کرتے ہیں کہ طعمہ کے ایمان میں کلام ہے[۱۲]

بن سعد بن ابی سرح مسلمان ہوئے۔ کاتب وحی تھے پھر مرتد ہوگئے۔ حضرت عثمانؓ کی سفارش پر فتح مکہ کے بعد اُن کو معاف کیا گیا اور مسلمان ہوئے۔ اور اس کے بعد اُن کی کوئی حرکت ایسی معلوم نہ ہوئی جس سے نفاق کا شبہ ہو۔ چہارم وہ کہتے ہیں کہ ابو عامر ان لوگوں کا سردار تھا یہ بھی ظاہر غلط ہے اور ابن اسحاق سے کم درجہ کے شخص پر یہ بات پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ بلکہ ابن اسحاق نے خود ابو عامر کا حال لکھا ہے۔ وہ ہجرت کے بعد مکہ چلا گیا تھا۔ فتح مکہ کے بعد طائف گیا۔ اہل طائف کے اسلام کے بعد شام چلا گیا۔ اور وہیں تنہائی میں مرا۔ کہاں وہ فاسق اور کہاں غزوۂ تبوک۔

مسجد ضرار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تبوک سے واپس ہوئے تو مقام ذی اوان میں قیام فرمایا اس مقام سے مدینہ ایک گھنٹہ کا راستہ ہے حضورؐ کے تبوک جانے سے پہلے انصار کے بعض لوگوں نے مسجد قبا کے قریب ایک مسجد بنائی تھی۔ اور حضورؐ کے پاس آئے تھے کہ ہم نے ضعفا و معذورین کے لیئے ایک مسجد بنائی ہے آپ چلکر اُس میں نماز پڑھادیں حضورؐ نے فرمایا تھا کہ ابھی میں سفر میں جارہا ہوں۔ واپس آنے کے بعد انشاء اللہ تعالے تمہاری مسجد میں نماز پڑھوں گا ا کما قال

جب حضورؐ تبوک سے لوٹکر ذی اوان پہنچے تو آپ کے پاس آسمان سے خبر آئی اور اُس مسجد کے بانیوں کی نیت سے آپ کو مطلع کیا گیا۔ آپ نے مالک[۱] بن الدخشمؓ کو جو بنی سلمہ بن عوف کے ایک بزرگ تھے۔ اور معن[۲] بن عدی عجلانیؓ کو بلایا اور حکم دیا کہ جاؤ اور ان ظالموں کی مسجد کو گرادو اور جلادو۔ یہ لوگ گئے۔ بعجلت روانہ ہوئے۔ جب بنی سالم بن عوف میں آئے تو مالک نے کہا کہ ٹھہرو ہم اپنے گھر سے آگ لے آئیں۔ کیونکہ اسی قبیلہ میں اُن کا گھر تھا۔ یہ گئے اور ایک درخت کی شاخ

---

[۱] مالک بن الدخشم بضم دال مہملہ وسکون خائے معجمہ وضم شین معجمہ انہیں نے سہیل بن عمرو کو بدر میں گرفتار کیا تھا۔ عتبان بن مالکؓ سے روایت ہے کہ بعض لوگ ان کو بھی منافق کہتے تھے لیکن حضورؐ نے ایسا کہنے سے منع کیا"

[۲] معن بن عدی عجلانی بلوی عاصم بن عدیؓ کے بھائی ہیں یمامہ میں شہید ہوئے ۱۲ منہ

کو جلاکر لائے پھر دونوں آدمی اس مسجد میں گئے۔ اور اُس کو گرادیا اور جلادیا۔ جتنے لوگ اُس میں تھے سب اِدھر اُدھر ہو گئے۔ اسی مسجد کے بارہ میں آیت پاک نازل ہوئی والذین اتخذوا مسجداً ضراراً وتفریقاً بین المومنین الی اخر القصّۃ

دارمی میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے مسجد ضرار بنائی تھی وہ انصار کے چند آدمی تھے۔ ابو عامر فاسق نے اُن سے کہا تھا کہ تم ایک مسجد بناؤ۔ اور جہاں تک ہو سکے قوت اور سلاح جمع کرو۔ میں قیصر کے پاس جاتا ہوں اور وہاں سے ایک فوج لاؤنگا تو محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب کو مدینہ سے نکال دوں گا۔

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ جن منافقین نے مسجد ضرار بنائی تھی وہ بارہ آدمی تھے اُن کے نام یہ ہیں۔ جذام بن خالد والد حنساء ثعلبہؓ بن حاطب معتّب بن قشیر بن زید بن العطاف۔ ابو حبیبہ ابن الازعر بن زید بن العطاف۔ عبّاد بن حنیف۔ جاریۃ بن عامر۔ مجمّع بن جاریہ۔ زید بن جاریہ

لہ ثعلبہ بن حاطب ایک بدری ہیں جو اُحد میں شہید ہوئے۔ یہ ثعلبہ بن حاطب منافق دوسرا شخص ہے بعضوں کو دونوں میں اشتباہ ہوگیا ہے ۱۲ منہ

ٹلہ جاریہ بن عامر بن مجمّع بن العطاف اور مجمّع بن جاریۃ بن عامر یعنی پہلے کا لڑکا۔ اور زید بن جاریہ بن عامر بن مجمع یعنی مجمع ابن جاریہ کا بھائی اور جاریہ بن عامر کا لڑکا ابن اسحٰق نے تینوں کو مسجد ضرار کے بانیوں میں لکھا ہے۔ یہ جاریۃ بجیم ہے۔ اس میں مجمّع اور زید کا باپ جاریہ بن عامر مشہور منافق اور بانی مسجد ضرار ہے اُسکا لڑکا مجمع بن جاریۃ بضم میم وفتح جیم وتشدید میم مکسورہ وعین مہملہ مسجد ضرار کے امام تھے حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اُنکو امام مقرر کیا جانے لگا تو اس پر اعتراض ہوا کہ یہ مسجد ضرار کا امام تھا مگر اس نے معذرت کی کہ میں کمسن تھا قرآن سب سے زیادہ پڑھتا تھا اِس لیے لوگوں نے مجھے امام مقرر کر دیا مجھے ان کی نیتوں کی کیا خبر تھی چنانچہ یہ عذر تسلیم کیا گیا لیکن مجمع بن جاریہ کے بھائی زید بن جاریہ کے متعلق ابن حجر اور ابن اثیر نفاق کا کوئی تذکرہ نہیں کرتے لکھتے ہیں کہ یہ اُن میں سے ایک ہیں جن کو کم عمری کی وجہ سے حضورؐ نے غزوۂ احد میں شریک نہیں کیا انکا باپ جاریہ بن عامر منافق تھا اور حمار الدار کے نام سے مشہور تھا۔ زید بن جاریہ کو حضورؐ نے خیبر میں حصّہ دیا تھا ان کا انتقال حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے سامنے ہوا اور اُنہوں نے خبر سُنکر ترحّم کی دعا کی۔ یہ صفین کی جنگ میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھے ۱۲ منہ

نبتل بن الحارث - تجرج - بجاد بن عثمان - وديعة بن ثابت -

رسول اللہ کی مسجدیں

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ مدینہ سے تبوک تک رسول اللہ کی مسجدیں یہ مشہور تھیں - مسجد تبوک - مسجد ثنیۃ مدران - مسجد ذات الزراب - مسجد بالاخضر - مسجد بالشق - مسجد ذی الجیفہ - مسجد بصدر حوضی - مسجد بالحجر - مسجد بالصعید - مسجد وادی القری - مسجد بالرقعہ شقہ بنی عذرہ - مسجد ذی المروہ - مسجد فیفار - مسجد ذی خشب -

مدینہ میں داخلہ

حضور جب مدینہ کے قریب آئے - تو اشتیاق میں عورتیں - بچے سب استقبال کے لئے نکل آئے - اور وہ ذوق وشوق میں پڑھتے تھے -

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع وجب الشکر علینا ما دعی للہ داع

بعض رواۃ بیان کرتے ہیں کہ یہ اشعار ہجرت کے وقت پڑھے گئے تھے - مگر ثنیۃ الوداع شام سے آنے میں ملتا ہے مکہ سے آنے میں نہیں - یہ مدینہ سے شام کی طرف ہے واللہ اعلم

حضور جب مدینہ میں داخل ہوئے تو فرمایا ھذہ طابۃ وھذا جبل احد یحبّنا ونحبّہ یہ طابہ ہے اور جبل احد کو میں پیارا ہوں مجھ کو جبل احد پیارا ہے - اسکے بعد حضرت عباس نے اجازت چاہی کہ مَیں مدح کے اشعار پڑھوں - حضور نے اجازت دی - اور اُنہوں نے ایک قصیدہ مدحیہ پڑھا -

متخلّفین کی معذرت

حضور پہلے مسجد تشریف لائے - دو رکعت نماز پڑھی - اِس کے بعد وہ لوگ آئے جو غزوہ میں شریک نہیں ہوئے تھے - اور عدم شرکت کے عذرات پیش کیے - اُن لوگوں کی تعداد اسّی سے زیادہ تھی - سب کے عذرات ظاہری کو آپ نے قبول فرمایا - اور اُن کے باطن کو خدا کے سپرد کیا - اِن سب کی بیعت لی - اور سب کے لیے استغفار کیا -

لیکن کعب بن مالک - ہلال بن امیہ اور مرارہ ابن الربیع کے توبہ کا قصہ خلوص - صداقت اور استقلال وصبر کا ایک نادر نمونہ ہے - ان حضرات نے جھوٹا عذر بنانا پسند نہ کیا

صداقت کی وجہ سے سخت تکلیف برداشت کی مگر مستقل رہے۔ آخر بڑی ابتلاو آزمائش کے بعد مقبول بارگاہ نبوت اور مقبول بارگاہ ذوالجلال ہوئے۔ ہم اختصار کے ساتھ ان کا حال لکھتے ہیں۔ خود حضرت کعبؓ نے مفصل کیفیت بیان کی ہے جو صحاح وغیر صحاح میں موجود ہے اور ہم اُسی کا خلاصہ لکھتے ہیں۔

حضرت کعب بن مالکؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کیا۔ تو حضورؐ نے تبسم فرمایا مگر یہ تبسم غضب آلود تھا۔ کہا نزدیک آؤ۔ یہ سامنے جاکر بیٹھے۔ فرمایا کہو کیوں رہ گئے۔ خود کہتے ہیں کہ مَیں نے جواب دیا کہ یارسول اللہ اگر مَیں اِس وقت کسی دنیا دار کے سامنے ہوتا تو بحث اور حیلے نکالکر بچ سکتا تھا لیکن خدا کی قسم مَیں جانتا ہوں کہ اگر اس وقت جھوٹ باتیں بناکر آپ کو راضی کرلوں تو ممکن ہے کہ خدائے قدوس صحیح بات ظاہر کرکے آپ کو مجھ سے ناراض کردے لیکن اگر سچ کہوں تو اِس وقت آپ مجھ سے خوش نہ ہوں گے۔ مگر مجھے اُمید ہے کہ خداوند پاک میرے قصور کو معاف کردے۔ اور آپ کو مجھ سے راضی کردے۔

یارسول اللہ خدا کی قسم تاخیر کی کوئی صحیح وجہ نہ تھی۔ واللہ میں قادر تھا کسی طرح کی دقت نہ تھی باوجود اس کے مَیں پیچھے رہ گیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جو کچھ اس نے کہا وہ صحیح کہا۔ اُٹھو جب تک خدا تمہارے حق میں کوئی فیصلہ نہ کردے ٹھہرو۔ میں کھڑا ہوا اور بنی سلمہ کے بعض اشخاص کے پیچھے ٹھہرا۔ لوگوں نے مجھ سے کہنا شروع کیا کہ یہ تم نے کیا کیا۔ ہم لوگ نہیں جانتے کہ تم نے پہلے کوئی گناہ کیا ہو۔ آج تم وہی عذر پیش کرسکتے تھے جو دوسرے متخلفین نے پیش کیا۔ اور تمہارے گناہ کے لئے رسول اللہ کا تمہارے لئے استغفار کرنا کافی تھا۔ حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ مجھ کو اتنا لوگوں نے سمجھایا کہ مَیں نے ارادہ کیا کہ کوئی عذر پیش کروں اور اپنے پہلے بیان کی تکذیب کروں۔ مگر میں نے دریافت کیا کہ میری سی حالت اور بھی کسی کی ہے۔ لوگوں نے کہا کہ ہاں دو شخصوں نے اور بھی اسیطرح کہا ہے جس طرح تم نے کہا۔ ایک مرارہ بن الربیع العامری۔ اور ایک ہلال ابن امیۃ الواقفی۔ حضرت کعبؓ

کہتے ہیں کہ ایسے دو شخصوں کا لوگوں نے نام لیا جو دونوں صالح اور سچے مسلمان تھے۔ دونوں بدر کے شرکا میں تھے۔ ایسے لوگ تھے جن کا اسوۂ حسنہ قابل تقلید تھا اِس لیے مَیں پھر اپنے قول پر ثابت رہا۔ اور ساکت رہا۔

وہی کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے مسلمانوں کو ہم تین شخصوں سے گفتگو کرنے کو منع کر دیا۔ لوگ ہم سے بچنے لگے اور سب کی حالت بدل گئی۔ زمین متغیر ہو گئی معلوم ہوتا تھا کہ یہاں ہمیں کوئی جانتا ہی نہیں ہے میرے دو ساتھی تو گھروں میں بیٹھ گئے اور برابر روتے رہے مَیں نکلتا تھا۔ اور نماز میں لوگوں کے ساتھ شریک ہوتا تھا۔ بازاروں میں چکر لگاتا تھا۔ مگر کوئی مجھ سے بات نہ کرتا تھا حضوؐر نماز کے بعد مسجد میں بیٹھتے تو میں حاضر ہوتا سلام کرتا اور دیکھتا رہتا کہ جواب میں حضوؐر کے لبوں کو حرکت ہوتی ہے یا نہیں مَیں حضوؐر کے قریب ہی نماز پڑھتا۔ اور چوری سے حضوؐر کو دیکھتا رہتا۔ جب میں نماز میں ہوتا تھا تو حضوؐر میری طرف دیکھتے تھے لیکن جب میں متوجہ ہوتا تھا تو حضوؐر مُنہ پھیر لیتے تھے۔

ایک روز جبکہ بہت عرصہ ہو چکا تھا مَیں شہر کے باہر ابو قتادہؓ کے باغ میں گیا۔ وہ میرے چچا زاد بھائی تھے اور مجھ سے اُن سے بہت محبّت تھی۔ مَیں نے سلام کیا تو خدا کی قسم اُنہوں نے سلام کا جواب نہ دیا مَیں نے کہا اے ابو قتادہ مَیں تم سے قسمیہ پوچھتا ہوں کہ کیا مَیں خدا اور رسولؐ کو دوست رکھتا ہوں۔ وہ ساکت رہے مَیں نے پھر پوچھا۔ وہ پھر ساکت رہے مَیں نے پھر قسم دی۔ اُنہوں نے کہا اللہ ورسولہ اعلم یعنی اللہ اور اس کے رسولؐ کو زیادہ علم ہے میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑا اور میں واپس چلا آیا۔

کہتے ہیں کہ مدینہ کے بازاروں میں چکر لگا رہا تھا۔ اور ایک شامی تاجر لوگوں سے دریافت کر رہا تھا کہ کعب بن مالک کہاں ہیں۔ مجھ پر نظر پڑی تو سب نے متفقہ اشارہ میری طرف کیا کہ وہ ہیں۔ وہ میرے پاس آیا اور ملک غسّان کا ایک خط مجھ کو دیا۔ اُس خط کا یہ مضمون تھا۔

امابعد۔ مجھ کو یہ خبر ملی ہے کہ تمہارے صاحب نے تم پر جفا کیا ہے۔ حالانکہ خدا نے تمہارا مرتبہ کم

نہیں کیا۔ نہ تم اس طرح چھوڑ دینے کی چیز ہو۔ تم ہم لوگوں سے ملو تب تم اپنا مرتبہ خود دیکھ لوگے حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے خط پڑھا تو کہا کہ یہ ایک اور بلا ہے اُس خط کو میں نے تنور میں جلادیا چالیس دن اِس حالت میں گذر چکے تھے اُس کے بعد حضورؐ کا قاصد آیا اور کہا کہ رسول اللہؐ نے حکم دیا ہے کہ اپنی عورت سے علٰحدہ رہو۔ میں نے کہا کہ کیا طلاق دیدوں یا کیا حکم ہے کہا طلاق نہ دو مگر علٰحدہ رہو۔ اور میرے دوسرے دُو ساتھیوں کے پاس بھی یہی حکم گیا میں نے اپنی عورت سے کہا کہ جب تک خدا اس بارہ میں کوئی حکم نہ دے تم اپنے میکہ چلی جاؤ۔ اور اپنے لوگوں کے ساتھ رہو۔ لیکن ہلال بن امیہؓ کی عورت حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا کہ یا رسول اللہ میرا شوہر شیخ ہے۔ اور اُن کا کوئی خادم بھی نہیں ہے وہ ضائع ہو جائیں گے۔ کیا آپ اس کو مکروہ سمجھتے ہیں کہ میں اُن کی خدمت کروں حضورؐ نے فرمایا کہ نہیں میں خدمت کو مکروہ نہیں سمجھتا لیکن قربت نہ ہونے پائے اُنہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ خدا کی قسم اُن کو کسی بات کی مطلق خواہش نہیں ہے جب سے آپ کا حکم ہوا ہے وہ تو برابر رو رہے ہیں۔ حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ میرے بعض اقارب نے کہا کہ جس طرح ہلال بن اُمیہؓ کی عورت نے اجازت لی بہتر ہوگا کہ تم بھی اپنی عورت سے خدمت لینے کی اجازت لے لو میں نے کہا کہ یہ نہیں معلوم کہ حضورؐ میرے اس سوال کا کیا جواب دینگے دوئم میں جوان ہوں۔

قبولیت استغفار اور معافی

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد دسؔ دن اور گذرے اور پورا پچاسؔ دن ہوگیا۔ تو ٹھیک پچاسویں دن صبح کے وقت میں اپنے مکان کی چھت پر بیٹھا ہوا تھا اور میرا وہی حال تھا جو خود خداوند پاک نے ذکر کیا ہے قد ضاقت علی نفسی وضاقت علیّ الارض اسی حال میں میں نے آواز سنی کہ کوئی شخص جبل سلع سے بلند آواز میں پکار رہا تھا کہ اے کعب بن مالک بشارت ہو میں سجدہ میں گر گیا اور سمجھا کہ خدا کی طرف سے خلاصی ہوئی۔ شاید صبح کی نماز میں حضورؐ کو خدا کی طرف سے توبہ قبول کرنے کی اجازت ہوئی۔ اس کے بعد لوگ بشارت لیکر یکے بعد دیگرے آنے لگے۔ اور ہر شخص جلدی کر رہا تھا۔ حتےٰ کہ بعض گھوڑے پر چڑھکر دوڑتے ہوئے آئے۔ پہاڑوں پر سے آوازیں آرہی تھیں۔ اور آواز گھوڑے سے بھی پہلے پہنچتی تھی جس کی آواز

ہیں پہلے ملی جب وہ آئے تو میرے بدن پر دو کپڑے تھا میں نے وہ دونوں اتار کر اُن کو دیدیا۔ اور خدا کی قسم میرے پاس اُس کے سوا اور کوئی کپڑہ نہ تھا میں نے دوسرے سے عاریۃً لیکر کپڑہ پہرا۔ اسکے بعد میں رسول اللہؐ کی خدمت میں چلا تو راستہ میں جماعت پر جماعت توبہ قبول ہونے پر بشارت اور تہنیت دیتی تھی۔ مسجد میں پہنچا تو دیکھتے ہی حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ دوڑے اور مصافحہ کیا۔ اور مبارکباد دی۔ مہاجرین میں سے صرف حضرت طلحہؓ کھڑے ہوئے اور میں اُن کو کبھی نہ بھولوں گا۔ اس کے بعد میں نے رسول اللہؐ کو سلام کیا۔ حضورؐ کا چہرہ مبارک خوشی سے چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ اور ہم لوگوں کو معلوم تھا کہ حضورؐ کا چہرہ خوشی کے وقت منوّر ہو جاتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اے کعب بشارت ہو۔ ماں سے پیدا ہونے کے بعد آج کا دن تیرے لیئے سب سے زیادہ مبارک دن ہے۔ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ آپ کی جانب سے ہے یا خدا کی جانب سے۔ فرمایا کہ خدا کی جانب سے۔

میں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ میں چاہتا ہوں کہ مقبولیّت دعا کے شکریہ میں اپنا سارا مال صدقہ کردوں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تمہارے لیئے بہتر ہے کہ کچھ مال اپنے لیئے بھی رکھو۔ میں نے عرض کیا کہ اپنا خیبر کا حصّہ رکھ لیتا ہوں۔ اسکے بعد میں نے رسول اللہ کے سامنے عہد کیا کہ صداقت کی وجہ سے خدا نے میری توبہ قبول کی اب میری توبہ یہ ہے کہ سوائے سچ کے کبھی کوئی بات نہ کروں گا۔ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد اب تک میں نے کبھی کوئی جھوٹی بات زبان سے نہ نکالی۔ اور خدا بقیّہ زندگی بھی محفوظ رکھے۔

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ خداوندکریم نے ہم تینوں کی توبہ کا قرآن میں بالتخصیص ذکر کیا ہے وعلے الثلثۃ الذین خلفوا سے ہم تین آدمی مراد ہیں۔ اور ہم لوگوں کے سوا اور کسی کے توبہ کا ذکر قرآن میں نہیں ہے۔

دارمی نے حضرت ابن عباسؓ سے واٰخرون اعترفوا بذنوبھم کی تفسیر میں ایک روایت لکھی ہے کہ تبوک کے متخلفین میں سے دسؔ آدمی کی توبہ قبول ہوئی تھی تین یہ۔ اور سات آدمی ابو لبابہؓ اور اُن کے ساتھی تھے۔ جنہوں نے ستونِ مسجد سے اپنے کو باندھ دیا تھا واللہ اعلم حضرت ابو لبابہؓ کا قصہ اسی طرح کا بنی قریظہ کے زمانہ میں بھی مروی ہے۔ نہ معلوم یہ اُسی قصہ سے التباس ہوا ہے یا اس وقت

بھی اسی طرح کا واقعہ دوبارہ پیش آیا واللہ اعلم

نفیر عام کا حکم تبوک کا قصہ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ جب امام کی طرف سے جہاد کے لیئے نفیر عام ہوجائے تو کسی شخص کو رُکنا جائز نہیں ہے جب تک امام سے اجازت نہ حاصل کرلے۔ اور معلوم ہوا کہ نفیر کے بعد جہاد فرض عین ہوجاتا ہے۔ گو فرداً فرداً اسکی خبر نہ دیگئی ہو۔

قصر صلوٰۃ تبوک میں بھی حضورؐ نے نماز قصر ادا کی اور فتح مکہ میں بھی حالانکہ علے الصحیح اٹھارہ بیس روز ان مقامات میں قیام کرنا پڑا۔ یہ دلیل ہے کہ مسافر جب تک اقامت کی نیت نہ کرلے قصر کرتا رہے ایمہ اربعہ اور اکثر اہل علم کا اس پر اتفاق ہے۔ اصحاب رسول اللہ رام ہرمز میں سات مہینہ رہے اور برابر قصر کرتے رہے۔ عبدالرحمن بن سمرہؓ کابل میں دوبرس رہے اور برابر قصر کرتے رہے لوگوں نے ری میں ایک سال تک قصر کیا۔ اور سجستان میں دوبرس تک قصر کیا واللہ اعلم

قضا علے الظاہر تبوک کے متخلفین کا قصہ اس پر دال ہے کہ قضا ظاہر پر ہوتا ہے۔ منافقین جن کا نفاق معلوم تھا عذر کرنے کی وجہ سے چھوڑ دیئے گئے۔ لیکن مخلصین کو چونکہ اُنہوں نے کوئی عذر شرعی پیش نہ کی تنبیہ کی گئی۔ حالانکہ ان کا مخلص مومن ہونا سب کو معلوم تھا۔

صدقہ علے البشارۃ اس قصہ سے معلوم ہوا کہ بشارت کے وقت بقدر استطاعۃ صدقہ مستحب ہے۔ جیساکہ حضرت کعبؓ نے کیا۔ اور حضورؐ نے بھی پسند فرمایا مگر کہا کہ کچھ اپنے لیئے رکھو۔ اسی طرح بشارت دینے والے کو کچھ انعام دینا جیساکہ حضرت کعبؓ نے اپنے بدن کا کپڑہ اتار کر بشیر کو دیدیا۔ حالانکہ اُن کے پاس صرف وہی کپڑہ تھا۔

جمیع غزوات وسرایا

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ غزوہ تبوک سب سے آخر غزوہ ہے یعنی اسکے بعد حضورؐ کسی غزوہ میں شریک نہ ہوئے۔ البتہ اس کے بعد بھی بعض سرایا کا بھیجنا ثابت ہے۔ یہ معلوم ہوچکا ہے کہ جہاد ہجرت کے بعد فرض ہوا اس لیئے غزوات وسرایا کی ابتدا ہجرت کے بعد ہوئی۔ اور دس برس میں ستائیس یا اُنتیس [۲۹] یا پچیس [۲۵] یا کم وبیش غزوات میں حضورؐ شریک ہوئے۔ سات[۱] غزوات میں حضورؐ نے خود بھی مقاتلہ کیا

[۱] اس میں حنین اور طائف کو ایک شمار کیا گیا ہے اور قریظہ خندق کا جزو شمار ہوا ہے ۱۲ منہ

بدر۔ اُحد۔ خندق۔ قریظہ۔ بنی المصطلق۔ خیبر۔ فتح مکہ۔ اور حُنین وطایف بعض کہتے ہیں کہ بنی النضیر۔ غابہ۔ اور وادی القریٰ میں بھی آپ نے مقاتلہ کیا ہے۔

بڑے بڑے غزوات سرایا آپ نے ساٹھ کے قریب بھیجے ان سب کی تہذیب وترتیب بہت مشکل ہے

بڑے بڑے غزوات سات ہیں بدر۔ احد۔ خندق۔ خیبر۔ فتح مکہ۔ حنین۔ تبوک قرآن پاک میں ان سب کا مجملاً یا مفصلاً ذکر موجود ہے۔ سورۂ انفال میں تقریباً سب کا سب غزوۂ بدر کا حال ہے۔ اسی لیے اُسکو سورۂ بدر کہتے ہیں۔ اور آل عمران کے آخر میں غزوۂ اُحد کا ذکر ہے واذ اغدوت من اھلك تبوّی المومنین مقاعد للقتال سے ختم سورہ سے تھوڑا قبل تک سب غزوۂ اُحد ہی کا ذکر ہے سورۂ احزاب کے ابتدا میں خندق۔ قریظہ۔ اور خیبر کا حال ہے۔ سورۂ حشر میں بنی النضیر کا حال ہے۔ حُدیبیہ اور خیبر کا حال سورۂ فتح میں ہے حُنین اور تبوک کا ذکر سورۂ توبہ میں ہے۔ فتح مکہ کا سورۂ فتح میں بھی اور سورۂ نصر میں بھی۔

نزول ملائکہ ایک غزوہ میں حضورؐ مجروح ہوئے یعنی غزوۂ اُحد میں۔ دو غزوات میں فرشتوں نے آپ کی امداد میں مقاتلہ کیا غزوۂ بدر۔ اور غزوۂ حنین میں۔ غزوۂ احزاب میں فرشتوں نے مقاتلہ نہیں کیا لیکن نزول ملائکہ سے کفّار میں زلزلہ پڑ گیا اور وہ بھاگے۔ غزوۂ اُحد میں بھی بہت فرشتے نازل ہوئے اور بعض دوسرے غزوات میں بھی فرشتے آئے۔ بدر و احد میں فرشتوں کے نزول کا ذکر قرآن پاک میں بھی ہے مگر فرشتوں کے مقاتلہ کی صحیح روایت صرف بدر و حنین کے بارہ میں آتی ہے نزول ملائکہ کی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ دلائل النبوۃ کے بیان میں ہوگی۔

تین غزوات میں حضورؐ نے کنکریوں پر دم کرکے کفّار کی طرف پھینکا جس سے کفّار کو شکست ہوئی۔
ایک غزوہ میں حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورہ سے خندق کھود کر مع لشکر حضورؐ متحصن ہوئے یعنی غزوۂ احزاب میں ایک غزوہ میں آپ نے منجنیق نصب کی یعنی غزوۂ طائف میں۔

حراست ابتداءِ غزوات میں قاعدہ تھا کہ جب آپ سوتے تھے۔ یا شب کے وقت جب قیام فرماتے تھے۔ یا جب آپ کے لیے عریش بنایا جاتا تھا تو بعض صحابہ ننگی تلوار لیکر پہرہ دیتے تھے۔

جیسے بدر میں حضرت سعد بن معاذؓ نے اور احد میں حضرت محمد بن مسلمہؓ نے حنین میں حضرت زبیر بن العوامؓ نے خیبر میں حضرت ایوب انصاریؓ نے اور کئی مقامات میں حضرت عباد بن بشرؓ نے پہرہ دیا۔ اور اسیطرح مختلف اصحاب کے متعلق صحیح روایتیں موجود ہیں کہ اُنھوں نے حراست کی لیکن جب آیت نازل ہوئی واللہ یعصمك من الناس تو آپ نے صحابہ کو اس کی خبر دی اور اس کے بعد حراست کا قاعدہ موقوف ہوگیا۔

حدی خوانی دَور کے سفر میں۔ یا کفار پر بعض دفعہ اثر ڈالنے کے لئے کبھی کبھی بعض صحابہ آپ کے سامنے حُدی پڑھتے تھے۔ اور حضورؐ اس کو پسند فرماتے تھے۔ اور حُدی پڑھنے والوں کے لیئے دعاء خیر کرتے تھے۔ حُدی پڑھنے والے یہ حضرات تھے عبداللہ بن رواحہؓ۔ انجشہؓ۔ عامر بن الاکوعؓ سلمہ بن الاکوعؓ انجشہ بہت خوش گلو تھے صحیح مسلم میں اِن کا ذکر ہے۔ اور عامر بن الاکوعؓ کا ذکر خیبر میں ہوچکا ہے۔

جہاد کی فضیلت حضورؐ نے جہاد فی سبیل اللہ کی بڑی بڑی فضیلتیں بیان کی ہیں۔ اور ہمیشہ صحابہ کو اسکی ترغیب دیتے تھے۔ ترمذی میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ دُو قطرے خدا کو بہت محبوب ہیں اور اس سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہے۔ ایک آنسو کا قطرہ جو خدا کے خوف سے نکلے۔ اور ایک خون کا قطرہ جو خدا کی راہ میں بہے حضرت جابرؓ کے والد غزوۂ اُحد میں شہید ہوے تو حضورؐ نے حضرت جابرؓ سے فرمایا کہ کیا میں تمہیں یہ نہ بتا دوں کہ خدا نے تمہارے والد سے کیا کہا۔ انہوں نے کہا کہ ہاں یارسول اللہؐ۔ آپ نے فرمایا کہ خدا نے کسی سے بلا حجاب کلام نہ کیا مگر تمہارے والد سے اور ان سے کہا الخ۔ صحیح ابن حبان میں ہے کہ جو شخص اللہ کی راہ میں اپنے جان و مال سے جہاد کرے حتیٰ کہ دشمن سے مقاتلہ کرے اور قتل کیا جائے وہ شہید ہے۔ خدا کے خیمہ میں عرش کے نیچے اُس کی جگہ ہے۔ اُس کے اور انبیاء کے درمیان صرف ایک درجہ نبوت کا فرق ہے۔ اور بسند صحیح حضورؐ سے ثابت ہے کہ کافر اور اس کا قاتل ہرگز ایک ساتھ جہنم میں جمع نہ ہوں گے۔ الغرض قرآن پاک کی آیتیں اور احادیث صحیحہ جہاد کے احکام اور اُس کی فضیلت سے معمور ہیں۔ اور حضورؐ نے فرمایا ہے کہ میری امت کی ایک جماعت قیامت تک حق کے لیئے مقاتلہ کرتی رہے گی کسی کا خلاف اُن کو مضر نہ ہوگا

آداب جہاد

حضورؐ اپنے اصحاب سے جنگ شروع ہونے سے پہلے بیعت لیتے تھے کہ فرار نہ کرینگے اور کبھی موت پر بیعت لیتے تھے۔ اور جہاد کے اقرار کی بیعت بھی اسی طرح لیتے تھے جسطرح اسلام قبول کرنے کی۔ جہاد کے معاملہ میں اصحاب سے مشورہ کرتے تھے۔ جہاد کے موقع پر منزل کے انتخاب میں مشورہ کرتے تھے اور ہر ہر بات پر مشورہ کرتے تھے۔ جاسوس مقرر فرماتے تھے جو دشمن کی خبر لاتے تھے۔ دشمن کے جاسوس کو قتل کا حکم دیتے تھے اپنے مشورہ اور ارادہ کو دشمن سے مخفی رکھتے تھے۔ کوئی مسلمان اگر مسلمانوں کے پوشیدہ مشورہ کی خبر کفار کو دیتا تو اُس سے سخت ناراض ہوتے اور وہ منافق سمجھا جاتا تھا۔ حاطب بن ابی بلتعہؓ کا حال فتح مکہ میں معلوم ہو چکا ہے حضرت عمرؓ نے اسی بنا پر کہا کہ یا رسول اللہ اجازت دیجئے کہ اِس منافق کو قتل کر دوں لیکن حضورؐ نے اُن کو اس لیئے چھوڑ دیا کہ وہ اصحاب بدر سے تھے نفیر عام کے بعد جو شخص جہاد میں شریک نہ ہوتا اُس سے آپ سخت ناخوش ہوتے تھے۔ غزوۂ تبوک میں متخلفین تبوک کا ذکر بالتفصیل ہو چکا ہے جیش کی ترتیب اور مقاتلہ کی تنظیم کا آپ بہت اہتمام کرتے تھے علم اور رایات سے کوئی لشکر خالی نہ ہوتا تھا۔ زرہ اور سلاح حرب کا جہاں تک ممکن ہوتا بند و بست کرتے خود اپنے لئے بھی اور لشکر کے لوگوں کے لیئے بھی۔ کم ہوتا تو عاریۃً لیتے تھے اور ضرورت کے وقت کافر سے بھی یہ چیزیں عاریۃً لیتے تھے جیسا کہ غزوہ ہوازن کے وقت صفوان ابن امیۃ سے ایک سَو زرہیں آپ نے لیں۔ سفر کے وقت فوج کی راحت کا خیال فرماتے تھے اور دھوپ کی تیزی کے وقت مقام کرتے تھے۔ غزوۂ بنی المصطلق سے لوٹتے وقت عبداللہ بن اُبی کی شرارت کی وجہ سے دھوپ کی تیزی کے وقت بھی جب آپ نے سفر موقوف نہ کیا تو حضرت سعدؓ نے تعجب سے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ آپ تو ایسے وقت سفر نہیں کیا کرتے۔ حضورؐ نے مجبوری بیان کی۔

حضورؐ کا قاعدہ تھا کہ جب دشمن کے مقام کے قریب پہنچتے تو جیش کو روکتے۔ خدا سے نصرت کی دعا کرتے پھر فرماتے کہ اب بڑھو بسم اللہ۔ ایسے وقت کی مختلف دعائیں آپ سے مروی ہیں حضورؐ کا قاعدہ تھا کہ جیش کو صبر و استقامت کی تلقین فرماتے۔ دشمن کی تعداد اور تیاری زیادہ ہوتی تو صحابہ سے کہتے کہ فتح و نصرت کثرتِ تعداد اور کثرت آلات حرب پر موقوف نہیں ہے بلکہ اصلی چیز اسکے لیئے

خدا پر اعتماد اور صبر و استقامت ہے۔

حضورؐ کا قاعدہ تھا کہ دشمن پر حملہ صبح کے وقت کرتے تھے۔ یا آفتاب ڈھلنے کے بعد ٹھنڈے وقت۔ رات کے وقت حضورؐ خود حملہ نہیں کرتے تھے جیسا کہ غزوہ خیبر میں معلوم ہو چکا ہے لیکن جو سرایا حضورؐ نے بھیجا اُن لوگوں نے بعض دفعہ رات کو بھی حملہ کیا اور آپ نے اُن کو اِس سے منع نہ فرمایا عین معرکہ جنگ میں اُن کافروں کو جن سے حرب قائم ہے دھوکہ دینے کی اجازت دیتے تھے۔ اور فرماتے تھے الحرب خدعۃٌ

حضورؐ کا قاعدہ تھا کہ عورت۔ لڑکے۔ اور بوڑھوں کو قتل کرنے سے منع فرماتے تھے۔ جب سریہ بھیجتے تو ان لوگوں کو تاکید کر دیتے کہ منکرین خدا کو قتل کرو مگر مثلہ نہ کرو۔ کفّار سے جب کچھ معاہدہ کرو تو بدعہدی نہ کرو۔ عورت بچّے اور بوڑھوں کو قتل نہ کرو۔ البتہ جو بوڑھا جنگ کے بارہ میں اہل الرائے اور صاحب تجربہ ہوتا اور کفّار اُس کی رائے سے فائدہ اُٹھاتے تو ایسے بوڑھے کے قتل کی اجازت دیتے تھے۔

کفار سے استعانت

بہت دفعہ آپ نے کفّار کی اعانت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ مگر خیبر میں اور بعض دوسرے مواقع میں آپ نے مشرکین اہل کتاب سے مدد لی۔ اور اُن کو غنیمت میں سے اس کا بدلہ بھی دیا مگر صحابہ کی طرح اُن کا باقاعدہ سہم قرار نہ دیا۔ غزوہ ھوازن میں کفّار قریش بھی آپ کے ساتھ ہو گئے تھے اور آپ نے اُن کو شرکت سے منع نہ کیا۔

تقدیم دعوت

حضورؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ دشمن کے علاقہ میں قرآن پاک ساتھ نہ لیجاؤ۔ اور امیر سریہ کو حکم دیتے تھے کہ مقاتلہ شروع ہونے سے پہلے اسلام اور ہجرت کی یا صرف اسلام کی دعوت دو۔ اگر قبول نہ کرے تو مقاتلہ کرو۔ وادی القریٰ کے بیان میں معلوم ہو چکا ہے کہ حضورؐ نے وہاں خود بار بار اسلام کی دعوت دی۔ اسی طرح بعض دوسرے غزوات میں بھی مروی ہے لیکن معلوم ہو چکا ہے کہ بعض دفعہ اصحاب سرایا چھپے رہے جب دشمن غافل سو گئے تب اُن لوگوں نے حملہ کیا بعض جگہ جاتے ہی حملہ کیا۔ بعض جگہ دشمن کو اطلاع ہو گئی وہ لوگ ہٹ گئے اصحاب سریہ نے اُن کے اموال

پر حملہ کر دیا۔ ایسے مقامات میں بظاہر پہلے دعوت اسلام کی کوئی صورت نہ تھی شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ اُن لوگوں کو دعوت پہلے پہنچ چکی تھی۔ یا دشمن کی کسی شرارت یا پیشدستی کی وجہ سے اُن مواقع میں بلا تقدیم دعوت حملہ کی اجازت تھی۔

احتیاط جس بستی یا قبیلہ سے اذان کی آواز سنی جائے یا اسلام کی کوئی علامت معلوم ہو وہاں حملہ کرنے کی اجازت نہ تھی۔ اور جو شخص کلمہ پڑھ لیتا گو اُس نے تلوار کے خوف ہی سے پڑھا ہو اُس کو قتل کرنے سے منع فرماتے تھے۔ صحابہ کہتے تھے کہ یا رسول اللہ اس نے موت کے ڈر سے کلمہ پڑھا تھا آپ فرماتے کہ تم نے اُس کا دل چیر کر دیکھ کیوں نہ لیا حضرت اسامہ بن زیدؓ اور محلم بن جثامہؓ سے حضورؐ اسی بنا پر جیسا ناراض ہوئے وہ ذکر ہو چکا ہے حضورؐ نے حضرت اسامہؓ سے وعدہ لیا کہ میرے سامنے یا میرے بعد کبھی کسی ایسے شخص کو قتل نہ کرو جو کلمہ پڑھے۔ حضرت خالدؓ سے اس بارہ میں بد احتیاطی ہو گئی اُن سے حضورؐ سخت ناراض ہوئے۔ بنی جذیمہ کے حال میں اِس کا ذکر ہو چکا ہے۔

بعض دستور عموماً غزوات میں حضورؐ کا قاعدہ تھا کہ فتح کے بعد وہاں تین دن قیام فرماتے اموال غنیمت کو کبھی وہیں تقسیم کرتے کبھی وہاں سے چلکر راستہ میں کبھی مدینہ پہنچکر۔ اکثر غزوات میں کوئی نہ کوئی ام المومنین ساتھ ہوتی تھیں۔ قبائل کی کچھ عورتیں بھی کبھی ساتھ ہو جایا کرتی تھیں۔ جو زخم کا علاج اور مرہم پٹی کرنا جانتی تھیں۔ یا بیمار کی خدمت کرتی تھیں۔ یا پانی پلاتی تھیں۔ اُن کے علاوہ غلام بھی ساتھ ہوتے تھے کبھی کفار بھی ساتھ ہو جاتے تھے یا کسی کام کے لیئے ساتھ لے لیئے جاتے تھے اُن لوگوں کو غنیمت میں سے اُن کی خدمتوں کا لحاظ کر کے حضورؐ کچھ دیدیا کرتے مگر عورتوں کو۔ اور غلاموں کو اور کفار کو غنیمت میں سہام کبھی نہیں دیا گیا خیبر کی بعض شریک عورتوں نے بیان کیا کہ ہمیں خیبر کے غنیمت میں سہم ملا جیسا کہ سنن کی روایتوں میں ہے اس سے مراد وہی مال ہے جو اُن کو دیا گیا۔ وہ غانمیں کے مثل سہم نہ تھا کم ہوتا تھا۔ اور بعض کفار جو رہبری یا اہم مخبری کی خدمت انجام دیتے تھے اُن کو سہم سے زیادہ بھی ملتا تھا۔

طعامِ غنیمت غلول یعنی اموالِ غنیمت میں سے چھپا کر کچھ لینے کو حضورؐ کبائر میں شمار کرتے تھے۔ حنین کے اموالِ غنیمت کو تقسیم کرتے وقت فرمایا کہ غلول عیب ہے جہنم کی آگ ہے۔ قیامت کے روز مصیبتِ عظمیٰ ہے سوئی یا تاگا بھی جس نے لیا ہو وہ لاکر داخل کرے۔ اموالِ خیبر میں سے حضورؐ کے ایک خادم نے کوئی معمولی سی ضرورت کی چیز لے لی تھی وہ وادی القریٰ میں شہید ہوئے تو حضورؐ نے فرمایا کہ اُس غلول کی وجہ سے اس پر آگ دہک رہی ہے۔ لیکن شہد۔ انگور اور کھانا اس میں داخل نہیں ہے صحابہ بقدرِ ضرورت کھانے کی چیزیں کھاتے تھے۔ ابوداؤد میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ کے زمانہ میں طعام اور عسل غنیمت میں ہوتا تھا تو اُس میں خمس نہیں لیا جاتا تھا عبداللہ بن المغفلؓ نے خیبر میں ایک جراب شحم پر قبضہ کیا اور کہا کہ اس میں سے ہم آج کسی کو کچھ نہ دینگے حضورؐ نے تبسم فرمایا اور اُن سے کچھ نہ کہا۔ حضرت ابن ابی اوفیؓ سے لوگوں نے پوچھا کہ کیا طعام میں آپ لوگ خمس دیتے تھے فرمایا کہ ہم لوگوں کو خیبر میں طعام ملا۔ تو جو آتا تھا اپنی ضرورت کے لائق لے لیتا تھا۔ بعض صحابہ فرماتے ہیں کہ غزوات میں ہم لوگ اخروٹ کھالیتے تھے تقسیم نہیں کرتے تھے۔

کتاب الاموال

چونکہ مغازی کی بحث غزوۂ تبوک پر ختم ہوئی اِس لیے اس موقع پر مالی انتظامات کا بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے جیش کی ترتیب اور مغازی کے انتظام میں سب سے اہم چیز مالی اخراجات کا فراہم کرنا ہے۔ مغازی کے ضمن میں یہ معلوم ہوچکا ہے کہ اس وقت تک عرب کا بڑا حصّہ اسلام کے زیرِ اقتدار آچکا تھا۔ ایک طرف قبیلہ طی محکوم ہوچکا تھا اور دوسری طرف خیبر اور تبوک کا علاقہ فتح ہوگیا تھا۔ اور اس کے بعد اسی سال بلاجنگ بقیۂ قبائل عرب نے وفود وغیرہ کے ذریعہ اطاعت قبول کرلی تھی جیسا کہ آگے وفود کے بیان میں معلوم ہوگا۔ صرف بعض قبیلے رہ گئے تھے ورنہ یمن سے۔ بحرین تک اور عمان سے تبوک تک سارا ملک اسلام کے اقتدار کے ماتحت آگیا تھا۔ اتنے بڑے مُلک کا انتظام۔ اور اُس کے لیے فوجی قوت بحال رکھنے کے لیے کتنے بڑے مالی انتظام کی ضرورت ہے، اس کا اندازہ

کرنا کچھ مشکل نہیں ہے مغازی کے ضمن میں مالیات کے متفرق احکام بیان ہو چکے ہیں مگران تمام انتظامات کی تشریح اختصار کے ساتھ یہاں بیان کر دیتا ہوں۔ اس سے اسلام کے مالی انتظامات کی بنیادی کیفیت واضح ہو جائے گی۔

فوج پر یا غربا و مساکین پر جو اموال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقسیم کرتے تھے وہ تین قسم کے تھے زکوٰۃ۔ غنائم اور فئی ان تینوں قسم کے اموال کے جمع و تقسیم کے احکام و قواعد قرآن پاک میں موجود ہیں۔ اور اس کے متعلق حضورؐ کا طریق عمل مفصل احادیث میں منضبط ہے۔ ہم تینوں قسم کے احکام کو علیحدہ علیحدہ بیان کرتے ہیں اس کے بعد آخر میں کفار سے جزیہ لینے کا حکم ہوا۔ اور آپ کے حکم سے جزیہ وصول کیا گیا اس لیئے اسی کے ساتھ اس کو بھی بیان کرینگے۔ پانچویں چیز خراج ہے اور چھٹی چیز عشر۔ ساتویں وہ ہدایا ہیں جو آپ کی خدمت میں اطراف کے امرا و سلاطین نے یا اور کسی نے بھیجا ان سب کے احکام اور اس کے جمع و خرچ کے متعلق حضورؐ کا طریق عمل اسی کے ساتھ بیان کردینگے تاکہ مالیات کے متعلق تمام طریقۂ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم ایک جگہ معلوم ہو جائے۔

زکوٰۃ کے احکام

ہر مسلمان عاقل بالغ پر جو نصاب نامی کا مالک ہو اور اس پر سال پورا ہو جائے زکوٰۃ فرض ہے اس پر اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ نماز و روزہ کی طرح زکوٰۃ بھی فرض ہے اس کا منکر کافر اور تارک فاسق ہے مال زکوٰۃ کا نصاب ادائے زکوٰۃ کا وقت و طریقہ مصرف زکوٰۃ سب حضورؐ نے بالتفصیل بتادیا ہے اور اس کا مکمل قانون جس میں پوری طرح تمام مصالح کا لحاظ رکھا گیا ہے خود حضورؐ کی تعلیم اور حضورؐ کے عمل سے ثابت ہے۔

زکوٰۃ کے لفظی معنی نمو کے ہیں۔ اور زکوٰۃ کو زکوٰۃ اسی لیئے کہتے ہیں کہ اس کے ادا کرنے سے مال کا تحفظ اور نمو ہوتا ہے۔ اس سے مال گھٹتا نہیں بلکہ بڑھتا ہے۔ اور آخرت میں جو اس کا بدلہ ہوگا وہ اس کے علاوہ ہے زکوٰۃ ارکان اسلام میں سے ہے اور صرف مسلمانوں پر فرض ہے۔ کفار پر نہیں۔ نہ کافر

سے زکوٰۃ لی جاتی ہے۔ قرآن پاک اور احادیث نبوی میں اکثر جگہ زکوٰۃ کی تاکید نماز کے ساتھ ساتھ آئی ہے مثلاً اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ وغیرہ۔

اموال قابل زکوٰۃ زکوٰۃ چار قسم کے اموال پر ہے۔ اور فی الواقع مالیت کے اعتبار سے اِس چار قسم میں ہر طرح کے اموال آجاتے ہیں۔ اور جو متفرقات اِس میں داخل نہیں ہیں وہ مصارف اور ضروریات کی چیزیں ہیں ان چیزوں پر زکوٰۃ کا فرض ہونا دقت کا باعث تھا اس لیئے ان چیزوں کو زکوٰۃ سے معاف کر دیا گیا۔ وہ چار قسمیں جن پر زکوٰۃ فرض ہے یہ ہیں۔ اوّل زراعت کے غلّے اور درختوں کے ثمار۔ دوئیم مویشی یعنی جانور اونٹ۔ گائے بھینس۔ بکری بھیری سوئیم وہ دونوں جواہر بالذات جن پر انتظام عالم کا مدار ہوگیا ہے یعنی سونا وچاندی چہارم اموال تجارت بجمیع اقسامہ۔

وقت زکوٰۃ زکوٰۃ سال میں صرف ایک دفعہ فرض ہے۔ اور اس میں توسّط ملحوظ ہے۔ اگر سال سے کم میں فرض ہوتی۔ یا سال میں مکرر فرض ہوتی تو اغنیا کے لیئے مضر تھا کیونکہ زراعت اور ثمار وغیرہ فطری پیداوار کی چیزیں عموماً سال میں ایک ہی دفعہ پیدا ہوتی ہیں۔ اور اگر سال سے زیادہ مدت میں زکوٰۃ فرض ہوتی۔ یا عمر میں ایک ہی دفعہ فرض ہوتی تو یہ فقراو مساکین کے لیے مضر تھا کیوں کہ اُن کو ہر پیداوار سے مناسب انتفاع کا موقع نہ ملتا۔

مقدار زکوٰۃ مقدار زکوٰۃ مختلف چیزوں کی مختلف ہے۔ اور اُس میں اس امر کی رعایت رکھی گئی ہے کہ جس مال کی تحصیل میں مشقّت کم ہے اُس میں زکوٰۃ زیادہ ہے۔ اور جس میں مشقّت زیادہ ہے اس میں زکوٰۃ کی مقدار کم ہے۔

رکاز بکسر را رمہلہ وکاف وآخر زائے معجمہ اُس مال کو کہتے ہیں جو زمین کے اندر جمع ہو۔ اس کی دو قسم ہیں اگر وہ مال زمین ہی کے اندر پیدا ہوا ہی تو اُس کو معدن کہتے ہیں۔ اور جس مال کو کسی شخص نے زمین کے اندر دفن کر کے رکھا ہو وہ کنز وخزانہ ہے۔ اور رکاز معدن وکنز دونوں کو عام ہے۔ اگر کسی شخص کو

خزانہ مدفونہ یا کسی چیز کا معدن ملا تو اس پر خمس[1] واجب ہوگا۔ جو زکوٰۃ کی سب سے بڑی مقدار ہے۔ کیونکہ رب المال کو اس کے حاصل کرنے میں کوئی دقت اور تکلیف پیش نہ آئی۔

زراعت ۔ جو بارش یا نہر کے پانی سے پیدا ہو اس کے بونے اور کاٹنے میں رکاز سے بہت زیادہ تکلیف ہوتی ہے اس لیئے اس پر عشر واجب ہے یعنی اُس کی زکوٰۃ رکاز سے نصف ہے۔

زراعت ۔ جو چاہ یعنی کنوایا تالاب کے پانی سے پٹائی جائے۔ اس میں آدمی کی قوت صرف ہوتی ہے اور پہلی قسم کی زراعت سے بہت زیادہ محنت لیتی ہے۔ اس کے لیئے جوتنا۔ بونا۔ پانی پٹانا وغیرہ سخت محنتوں کا کام پیش آتا ہے اِس لیئے اس کی زکوٰۃ نصف عشر ہے یعنی بیسواں حصّہ ہے۔

اموال تجارت ۔ اُس میں اُس سے بھی محنت زیادہ ہوتی ہے۔ تجارت کے لیئے سفر کی تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہے۔ مال کی حفاظت کرنی پڑتی ہے۔ اور نفع پھر بھی بہ نسبت زراعت کے بہت کم ہوتا ہے۔ اسلیئے اس کی زکوٰۃ ربع عشر ہے یعنی چالیسواں حصّہ اور یہ زکوٰۃ کی سب سے کم مقدار ہے۔

سونا چاندی ۔ چونکہ عموماً خرید و فروخت کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے اِس لیئے اس کی زکوٰۃ بھی اموال تجارت کی طرح ربع عشر یعنی چالیسواں حصّہ ہے۔ البتہ معدن یا کنز میں ملے تو خمس ہوگا۔

نصاب زکوٰۃ ہر چیز کے لیئے ایک مقدار حضورؐ نے معین کر دی ہے کہ کسی کے پاس وہ مال اُس نصاب سے کم ہو تو اُس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ اس مقدار کو نصاب زکوٰۃ کہتے ہیں۔ زکوٰۃ اُسی شخص پر واجب ہے جو نصاب کا مالک ہے۔

صحیحین اور سنن کی روایت میں تصریح ہے کہ ذھب یعنی سونا کا نصاب بیس مثقال ہے۔ اور فضہ یعنی چاندی کا دو سَو درہم۔ جو چیز چاندی یا سونا سے بنی ہوئی ہو اُس میں اسی کے نصاب کا وزن معتبر ہوگا۔ اور سونا یا چاندی کے ساتھ دوسری چیز ملی ہوئی ہو تو اس کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔ اموال تجارت میں قیمت کا اعتبار ہے یعنی دو میں سے کسی ایک کے نصاب کی قیمت کا مال ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہو جائیگی۔ چاندی اور سونا دونوں نصاب سے کم ہو لیکن دونوں کی قیمت ملا کر کسی ایک کا

[1] رِکاز کا حکم زمین مملوکہ اور غیر مملوکہ میں مختلف ہے اُس کی تفصیل تطویل کی وجہ سے چھوڑ دی گئی ۱۲ منہ

نصاب ہوجاتا ہو تو اُس پر زکوٰۃ واجب ہوجائے گی۔

زمین کے پیداوار کے متعلق صحیحین کی روایت ہے کہ پانچ وسق سے کم ہو تو اس پر زکوٰۃ نہیں ہے گویا اس کا نصاب پانچ وسق ہے۔ وسق بفتح واو وسین مہملہ بعدہٗ قاف اونٹ کے بوجھ کو کہتے ہیں اس کے وزن کی تعیین غزوۂ خیبر کے بیان میں ہم بتا چکے ہیں لیکن امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ زمین کے پیداوار میں کوئی نصاب معین نہیں کرتے بلکہ فرماتے ہیں کہ کم ہو یا زیادہ۔ اُس پر زکوٰۃ واجب ہے مگر صاحبین اور امام شافعی صاحب صحیحین کی روایت کی بنا پر پانچ وسق نصاب مقرر فرماتے ہیں اس سے کم پر وہ زکوٰۃ واجب نہیں کہتے۔

زکوٰۃ مویشی تین قسم کے سایمہ جانوروں پر زکوٰۃ لینے کا حکم حضورؐ سے ثابت ہے ایک اونٹ دوسرے گائے اور اُسی قسم میں بھینس بھی داخل ہے تیسرے غنم اس میں بکری خصی بھیڑی دُنبہ داخل ہے۔

قسم اوّل اونٹ صحیحین میں حضورؐ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ پانچ ذود سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ ذود سے مراد اونٹ ہے اس لیئے باتفاق اونٹ کا نصاب پانچ ہے۔

بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب اُن کو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بحرین بھیجا تو زکوٰۃ کے متعلق ایک تحریر اُن کو لکھکر دی اُس کا یہ مضمون تھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ صدقہ فریضہ ہے جو رسول اللہ نے مسلمانوں پر فرض کیا اور جس کا خدا نے اپنے رسول کو حکم دیا مسلمانوں سے جب اسکے موافق طلب کیا جائے تو ادا کریں۔ اور جب کوئی شخص اس سے زیادہ طلب کرے تو نہ دیں۔ اونٹ جب چوبیس ۲۴ یا چوبیس ۲۴ سے کم ہو تو ہر پانچ اونٹ میں ایک بکری زکوٰۃ ہے اور جب پچیس ۲۵ ہوجائے تو اس میں ایک بنت مخاض ہے پینتیس تک۔ اور جب چھتیس ۳۶ ہوجائے تو ایک بنت لبون ہے پینتالیس تک۔ اور جب چھیالیس ۴۶ ہوجائے تو ایک حقہ ہے ساٹھ تک۔ اور جب اکسٹھ ہوجائے تو ایک جذعہ ہے پچھتر تک اور جب چھتر ہوجائے تو دو بنت لبون ہے نوّے تک۔ اور جب اکانوّے ہوجائے تو دو حقہ ہے ایکسو بیس ۱۲۰ تک اور جب ایکسو بیس ۱۲۰ سے زیادہ ہو تو ہر چالیس ۴۰ میں ایک بنت لبون ہے اور ہر پچاس ۵۰ میں ایک حقہ

اور جس کے پاس چار ہی اونٹ ہو اُس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے لیکن اگر صاحب مال خود اپنی خوشی سے چاہے تو ادا کرے۔

تنبیہ۔ بنت مخاض اونٹ کے ایسے مادہ بچے کو کہتے ہیں جو ایک سال کا پورا ہو گیا ہو اور دوسرے سال کی ابتدا میں ہو۔ مخاض بفتح میم وخائے معجمہ وآخر ضاد معجمہ۔ ابن مخاض ویسا ہی نر بچہ۔ بنت لبون اور ابن لبون بفتح لام جو دو سال کا ہو گیا ہو یعنی گویا اس کی ماں دوسرے بچے کے حمل سے دودھ والی ہو گئی ہو۔ حقہ بکسر حاء مہملہ وتشدید قاف جو بچہ تین برس کا ہو کر چوتھے میں داخل ہو گیا ہو یعنی اب اُس پر سواری کرنا حق ہو گا۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کی اس تحریر میں ایک سو بیس تک کی زکوٰۃ کا جو قاعدہ درج ہے یہ تو جمہور کے نزدیک متفق علیہ ہے اور یہی طریقہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بخاری ابو داؤد ترمذی نسائی وغیرہ میں مروی ہے لیکن ایک سو اکیس سے زیادہ کا قاعدہ اس روایت میں یہ ہے کہ ہر چالیس میں ایک بنت لبون اور ہر پچاس میں ایک حقہ ہے۔ امام شافعی اسی کے موافق کہتے ہیں لیکن احناف فرماتے ہیں کہ ایک سو اکیس کے بعد پھر استیناف ہو گا یعنی ایک سو بیس سے زیادہ ہو تو چوبیس تک ہر پانچ میں ایک بکری اور پچیس یا زیادہ ہو تو ایک بنت مخاض وعلیٰ ہذا۔ یہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت سے ماخوذ ہے جس کو طحاوی نے روایت کیا ہے اور سنن کی دوسری روایتیں بھی اس کی مؤید ہیں۔

قسم دوئم گائے بقر یعنی گائے کا نصاب تیس ہے۔ اصحاب سنن اربعہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت معاذؓ کو رسول اللہ ﷺ نے یمن بھیجا تو اُن کو حکم دیا کہ ہر تیس گائے میں ایک تبیع یا تبیعہ زکوٰۃ وصول کریں۔ علامہ زیلعی کہتے ہیں کہ حضرت معاذؓ کی حدیث کی وجہ سے علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ بقر کا نصاب تیس ہی ہے بلا خلاف

تنبیہ۔ تبیع فعیل کے وزن پر گائے کے اُس بچے کو کہتے ہیں جو ایک سال کا ہو گیا ہو اور تبیعہ ویسے ہی مادہ۔ یہ اِس لئے کہ ایسا بچہ ماں کے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔ اور مُسِنّ بضم میم وکسر سین مہملہ وتشدید نون جو دو سال کا ہو گیا ہو مُسِنّہ اس کی مادہ۔ مسن کا لفظ سن سے مشتق ہے دانت کے معنی میں چونکہ اس عمر میں دانت ظاہر ہو جاتے ہیں اِس لئے اُس کو مُسِنّ کہتے ہیں۔

گائے اور بھینس کا ایک حکم ہے یعنی تیسؔ سے کم ہو تو کچھ نہیں تیسؔ میں ایک تبیع یا تبیعہ یعنی ایک سالہ بچھڑا نر ہو یا مادہ۔ اور چالیسؔ ہو تو مُسِن یا مُسِنہ یعنی دُوسالہ بچھڑا۔ یہ دونوں قسم کی زکوٰۃ کا حکم وہی حضرت معاذؓ کی مذکور بالا حدیث میں ہے اور جو سنن اربعہ میں مروی ہے۔ اس کے بعد ساٹھ میں دُو تبیع۔ اور حضرت معاذؓ ہی کی روایت مسند امام احمدؒ اور طبرانی میں ہے اُس میں ہے کہ حضورؐ نے ہمیں حکم دیا کہ تیسؔ اور چالیسؔ کے درمیان جو عدد رہ جاتا ہے اُس کی زکوٰۃ نہ لیں متفرقات کی زکوٰۃ کے بارہ میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ متفرقات کی زکوٰۃ بھی اسی حساب سے لی جائے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ متفرقات کی زکوٰۃ معاف ہے۔ ساٹھ کے بعد ہر دہائی کو جوڑ کر دیکھ لیں جتنا تبیعہ یا مُسنّہ اس سے ہوتا ہو وہ ادا کریں۔

قسم سوم غنم۔ غنم کا لفظ جنس ہے اس میں دُو نوع داخل ہے ایک ضان بفتح ضاد معجمہ بعدہٗ ہمزہ بمعنی بھیڑ جس میں دُنبہ بھی داخل ہے۔ اور دوسری نوع معز بفتح میم بکرا بکری خصّی یہ سب ایک جنس ہے اور ان کا نصاب چالیسؔ ہے ابو داؤد کی روایت ہے کہ چالیسؔ بکری میں ایک بکری زکوٰۃ فرض ہے اگر چالیسؔ سے ایک کم ہو تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔ اور حضرت ابوبکرؓ کی جس تحریر کا اوپر ذکر ہوا اسمیں ہے کہ چالیسؔ سے ایک سو بیسؔ تک میں ایک بکری ہے اِس سے زیادہ ہو تو دُو بکری دُو سَو تک میں اِس سے زیادہ ہو تو تینؔ بکری تین سَو تک میں اِس سے زیادہ ہو تو ہر سَو میں ایک بکری۔

طریق اخذ حضورؐ کا قاعدہ تھا کہ جن قبائل کے پاس اموال ظاہرہ ہوتے تھے۔ جیسے مویشی۔ زراعت اور درخت وغیرہ۔ اُن کے پاس سعاۃ روانہ فرماتے تھے۔ جو اموال ظاہرہ کی کل زکوٰۃ کو اغنیا سے جمع کرتے تھے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو حضورؐ نے یمن بھیجا تو حکم دیا کہ اُنکے اغنیا سے زکوٰۃ وصول کرو اور اُن کے فقرا پر تقسیم کرو۔

گھوڑا۔ غلام۔ خچر۔ گدھا ان چیزوں کی زکوٰۃ لینا حضورؐ سے یا حضورؐ کے عاملین سے ثابت نہیں ہے۔ جو لوگ قبائل میں جا کر زکوٰۃ وصول کرتے تھے اُن کو ساعی کہتے ہیں۔ اور جو لوگ راستوں پر تاجروں سے زکوٰۃ یا جزیہ وصول کرنے پر مقرر تھے اُن کو عاشر کہتے ہیں۔

مصارف زکوٰۃ

قرآن پاک میں خداوند کریم نے زکوٰۃ کے مصارف کی تعیین کردی ہے انّما الصّدقات للفقراء والمساکین والعٰملین علیہا والموٴلّفۃ قلوبہم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل یہ آٹھ مصارف زکوٰۃ کے ہیں حضورؐ فرماتے ہیں کہ خدا نے یہ بھی پسند نہ کیا کہ اُس کا مقرب فرشتہ یا نبی مرسل اپنی رائے سے زکوٰۃ کے مال کو تقسیم کرتا۔ بلکہ خدا نے خود تصریح کردی کہ یہ مال کس کس جگہ صرف کیا جائے۔ امام رازی کہتے ہیں کہ ان تاکیدات سے مقصود یہ ہے کہ زکوٰۃ کے مال کو ان اقسام ثمانیہ کے باہر صرف کرنا حرام ہے۔ افسوس ہے اُن لوگوں پر جنہوں نے حیلے نکال کر اور ضرورتوں کا بہانہ بنا کر مصارف زکوٰۃ کو بالکل ہی بدل دیا ہو۔ اور اُس کا جو کچھ نتیجہ مسلمان دیکھ رہے ہیں وہ ظاہر ہے۔

خداوند کریم نے زکوٰۃ کے آٹھ مصارف بتائے ہیں۔ اس میں اب موٴلفۃ القلوب کا حصّہ نہیں رہا جیسا پہلے کسی جگہ لکھ آیا ہوں۔ اور عاملین صدقہ کا حق اُسی وقت ہے جب امام عامل کے ذریعہ صدقہ کے جمع و خرچ کا انتظام کرے لیکن جب صاحب مال خود زکوٰۃ تقسیم کرے تو عامل کا حق نہیں ہوتا کیونکہ اس وقت عامل ہوتا ہی نہیں ہے۔ اسلیئے صرف چھ مصرف باقی رہ جاتا ہے اور انہیں چھ مصارف میں زکوٰۃ کا مال صرف کیا جا سکتا ہے وہ یہ ہیں (۱) فقرا (۲) مساکین یعنی محتاج (۳) گردنوں کے چھڑانے میں یعنی غلاموں کے آزاد کرانے میں (۴) تاوان میں امداد کرنا (۵) غزوات میں (۶) مسافروں کی امداد میں۔

اموال ظاہرہ کے کل صدقات کو حضورؐ کے عاملین جمع کر لیتے تھے۔ صاحب مال خود نہیں ادا کرتا تھا البتہ اموال باطنہ کی زکوٰۃ میں صاحب مال کو اختیار ہوتا تھا کہ امام یا عاملین کے سپرد کرے یا خود زکوٰۃ کے مصارف معینہ میں صرف کرے۔

لہ بیشک صدقات یعنی زکوٰۃ فقراء کے لیئے ہے مساکین کے لیئے ہے۔ اور اُن لوگوں کے لیئے ہے جو صدقہ ہی کے کام پر مقرر ہوں۔ اور موٴلفۃ القلوب کے لیئے ہے اور گردنوں کے آزاد کرانے میں خرچ ہوگا۔ اور اُسمیں خرچ ہوگا جس پر تاوان ہے اور فی سبیل اللہ خرچ ہوگا اور مسافروں کی امداد میں خرچ ہوگا ۱۲ منہ

غنایم

مقاتلہ اور جنگ کے بعد قہر اور غلبہ سے کفّار کے جن اموال پر مسلمانوں کا قبضہ ہو اُس کو غنیمت کہتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ خداوند کریم نے اس امت کے لیے غنیمت کو حلال کیا ہے۔

سب سے پہلی غنیمت جو مسلمانوں کو ملی وہ عبداللہ بن جحشؓ کے سریہ میں جو غزوہ بدر سے بھی پہلے تھا جیسا کہ مغازی میں بیان کر چکا ہوں۔ اس سریہ نے نخلہ جا کر شہر حرام میں مقاتلہ کیا عمر بن الحضرمی کو قتل کیا۔ عتاب بن عبداللہ اور حکم بن کیسان کو قید کیا۔ اور اُنکے اموال پر قبضہ کر کے مدینہ لے آئے۔

چونکہ ان حضرات نے غلطی سے شہر حرام میں قتال کیا تھا اور شہر حرام میں قتال ممنوع تھا اسلیئے حضورؐ نے اُن کے اموال غنیمت اور قیدیوں کو لینے میں تامل کیا۔ لیکن اِس کے بعد آیت نازل ہوئی یسئلونك عن الشهر الحرام قتال فيه قل قتال فيه كبير و صدٌّ عن سبيل الله وكفر به والمسجد الحرام واخراج اهله منه اكبر عند الله اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضورؐ نے اس مال کو لیا۔ اور دونوں قیدیوں کا فدیہ کفّار نے بھیجا تھا مگر اس وقت دو مسلمان حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور عتبہ بن غزوانؓ کفّار قریش کے قید میں تھے حضورؐ نے فرمایا کہ تم میرے دونوں اصحاب کو چھوڑ دو تو ہم تمہارے دونوں قیدیوں کو واپس کر دینگے۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات اُن دونوں کے بدلہ چھوٹ کر آئے۔

ابن وھب کہتے ہیں کہ حضورؐ نے اِس غنیمت کو واپس کر دیا تھا۔ صرف قیدیوں کا اصحاب سے تبادلہ ہوا تھا۔ مگر یہ قول تمام اصحاب سیر کے بیان کے خلاف ہے۔

اِس سریہ کے بعد غزوۂ بدر کا مال غنیمت ملا لیکن اس وقت تک غنیمت کی تقسیم کا قاعدہ اور خمس نکالنے کا حکم نازل نہ ہوا تھا۔ حضرت عبادہ بن صامت فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضورؐ کے ساتھ غزوۂ بدر میں گئے۔ قتال کے بعد کفّار کو ہزیمت ہوئی تو اصحاب رسول اللہ کی تین جماعت ہو گئی۔ ایک جماعت تو میدان جنگ میں تھی۔ دوسری جماعت اُن لوگوں کی جو منہزمین کے تعاقب میں گئے تھے

تیسری جماعت اُن حضرات کی جو رسول اللہ کی محافظت کے لئے حضورؐ کے پاس تھے۔ اور ہر جماعت کا دعویٰ تھا کہ غنیمت کے ہم زیادہ مستحق ہیں اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی یسئلونک عن الانفال[1] قل الانفال للہ والرّسول اس آیت کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ نے اموال غنیمت کو سب پر برابر تقسیم کر دیا۔ اُس وقت تک خمس کا حکم نازل نہ ہوا تھا یعنی آیت واعلموا انّما غنمتم من شئ فللہ خمسہ[2] الآیہ نازل نہ ہوئی تھی۔

تقسیم کا قاعدہ اموال غنیمت دو طرح کے ہوتے تھے منقولہ۔ اور غیر منقولہ یعنی جائداد و زمین آیت خمس کے نازل ہونے کے بعد اموال منقولہ میں یہ قاعدہ تھا کہ تمام مال غنیمت کو ایک جگہ جمع کیا جاتا تھا پھر اس میں سے خمس نکالا جاتا تھا۔ اور اُس کو اُس کے مصارف منصوصہ میں صرف کرنے کے لیے حضورؐ اپنے قبضہ میں رکھتے تھے۔ بقیہ چار خمس کو غانمین پر تقسیم فرماتے تھے۔

اِس پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ گھوڑوں کا سہم بھی مقرر تھا۔ مگر اختلاف یہ ہے کہ کتنا گھوڑوں کو دیا جاتا تھا۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ گھوڑوں کا انسان کے برابر ایک سہم ہے لیکن اُنکے شاگردان امام ابو یوسف امام محمدؒ اور امام شافعی و تقریباً تمام ائمہ فرماتے ہیں کہ گھوڑوں کو ہمیشہ دو سہام دیئے جاتے تھے یعنی پیدل کا ایک سہم اور سوار کے تین سہام ہوتے تھے ایک سہم سوار کا خود اور دو سہام اسکے گھوڑے کا۔ ہم اس اختلاف کی تشریح اور دلائل کو اختصار کے ساتھ غزوۂ خیبر میں بیان کر چکے ہیں۔

صفی رسولؐ اللہ ابو داؤد نے مراسیل میں شعبیؒ سے روایت کیا ہے کہ غنیمت میں حضورؐ کا بھی سہم تھا اس کو صفی کہتے تھے خمس نکالنے سے پہلے لونڈی۔ غلام۔ گھوڑا یا جو چیز حضورؐ پسند فرماتے وہ نکالدی جاتی تھی۔ اور ابن عون نے محمد بن سیرینؒ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ کا سہم کیا تھا اور صفی رسولؐ اللہ کیا چیز تھی۔ اُنہوں نے کہا کہ حضورؐ غزوہ میں شریک ہوتے یا نہ ہوتے آپ کا سہم سب مسلمانوں کی طرح معین ہوتا تھا۔ اور خمس میں سے جو چیز آپ پسند فرماتے یا جو چیز آپ کیلئے پسند کیجاتی

---

[1] یعنی تم سے مال غنیمت کے بارہ میں پوچھتے ہیں۔ تو کہدو کہ مال غنیمت اللہ اور اُسکے رسول کا ہی ہے ۱۲ منہ

[2] اور جان لو کہ جو چیز تم کو غنیمت میں ملی، اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لئے خاص ہے ۱۲ منہ

وہ صفی رسول اللہ کہلاتی تھی۔ اور حسنؒ سے مروی ہے کہ مال غنیمت جب جمع ہوتا تو حضورؐ کا حصہ پہلے علیحدہ کر دیا جاتا تھا اُسی کو صفی رسول اللہ کہتے ہیں۔ وہ خدا نے آپ ہی کے لیئے مقرر کر دیا تھا۔ اُس کے نکالنے کے بعد سہام تقسیم ہوتے تھے۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ جب غزوہ میں خود شریک ہوتے تھے تو آپ اپنے سہم میں جو چیز پسند فرماتے وہ علیحدہ کر دیجاتی تھی۔ ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اسی قسم کے سہم میں تھیں۔ اور جب حضورؐ غزوہ میں شریک نہ ہوتے تھے تو سب مسلمانوں کی طرح آپ کا سہم بھی مقرر ہوتا تھا۔ اور حاکم نے مستدرک میں حضرت عائشہؓ سے علی شرط الشیخین روایت کیا ہے کہ حضرت صفیہ صفی میں تھیں واللہ اعلم حضورؐ کی مشہور تلوار ذوالفقار بھی صفی میں تھی حضورؐ نے بنی زہیر بن قیس کو خط لکھا تو اس میں تصریح کر دی تھی کہ اگر تم خدا اور رسولؐ پر ایمان لائے۔ اور نماز قائم کی۔ زکوٰۃ ادا کی غنیمت میں سے خمس ادا کیا۔ اور رسول اللہ کا سہم اور صفی دیتے رہے تو تم کو امن ہے۔ اور تم خدا اور رسولؐ کی پناہ میں ہو۔

غیر حاضرین کا سہم حضورؐ کا قاعدہ تھا کہ غنیمت میں صرف اُنہی کا سہم مقرر فرماتے تھے جو غزوہ میں شریک ہوا ہو۔ غیر حاضرین کو یا اُن لوگوں کو جو فتح کے بعد آتے آپ اُن کو سہم میں شریک نہیں کرتے تھے۔ غزوۂ خیبر اور غزوۂ تبوک میں اِس کے متعلق پہلے بھی لکھ چکا ہوں لیکن غزوۂ بدر میں حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ اور حضرت سعید بن زیدؓ شریک نہ ہوئے۔ وہ شام گئے ہوئے تھے لیکن اُن دونوں حضرات کا سہم حضورؐ نے دیا۔ اُنھوں نے کہا کہ میرا اجر اور ثواب یا رسول اللہ حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں تم دونوں کو اجر بھی ملے گا۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ ابو لبابہؓ۔ اور حارث بن حاطبؓ۔ اور عاصم بن عدیؓ رسول اللہ کے ساتھ روانہ ہوئے مگر حضورؐ نے اُن کو واپس بھیجا اور ابو لبابہؓ کو مدینہ کا امیر مقرر کیا اور ابن ام مکتومؓ کو نماز کے لئے امام مقرر کر دیا اور ان سب حضرات کو آپ نے غنیمت میں سے حصہ دیا۔

حارث بن الصمۃؓ کو روحا پہنچکر چوٹ آئی اسلئے وہ غزوہ میں شریک نہ ہو سکے مگر حضورؐ نے اُن کو سہم عطا فرمایا۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ خوات بن جبیرؓ کو بھی سہم ملا حالانکہ وہ شریک غزوہ نہ تھے۔

اور کوئی بھی انکار نہیں کرتا کہ حضرت عثمان بن عفانؓ غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکے کیونکہ اُن کی زوجہ رقیہ بنت رسول اللہ سخت بیمار تھیں لیکن حضورؐ نے اُن کو حصّہ دیا تو اُنہوں نے کہا کہ میرا اجر یا رسول اللہ تو حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں تمہارا اجر بھی ملے گا۔

ابن حبیب کہتے ہیں کہ غیر حاضرین کا سہم مقرر کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص تھا۔ اسکے بعد مسلمانوں کا اجتماع ہو گیا ہے کہ غائب کا سہم نہیں ہے۔ لیکن یہ اجتماع کا دعویٰ قابل بحث ہے امام مالکؒ۔ امام احمدؒ۔ امام ابو حنیفہؒ اور سلف و خلف کی ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ امام اگر کسی شخص کو خود کسی کام پر مقرر کر کے بھیجے تو اس کا سہم غنیمت میں ہوگا۔

غزوات میں عورتیں۔ بچے۔ اور غلام ساتھ ہوتے تھے مگر اُن کو حضورؐ باقاعدہ حصّہ نہیں دیا کرتے تھے۔ نہ کافروں کو جیسا کہ غزوات میں اس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے۔ البتہ خدمت کا کچھ معاوضہ دیا کرتے تھے۔ اور بعض وقت اہم خدمتوں کا معاوضہ سہم سے زیادہ بھی ہو جاتا تھا۔

تنفیل

حضورؐ کا قاعدہ تھا کہ بعض موقعوں پر جب دشمن کی تعداد زیادہ ہوتی یا مقابلہ سخت ہوتا تو ترغیب کے لیے اعلان فرماتے تھے کہ ؎ من قتل قتیلا فلہ سلبہ یعنی جو شخص کسی کافر کو قتل کرے تو اُس کافر مقتول کا سلب اس کے قاتل کا ہے۔ اسیطرح جب کوئی شخص کسی غزوہ میں کوئی نمایاں خدمت انجام دیتا تو گو پہلے سے اعلان یا وعدہ نہ ہو اُس کو اُس کے سہم سے زیادہ بھی عنایت فرماتے تھے جیسا کہ غزوۂ غابہ میں حضرت سلمہ بن الاکوعؓ کو یا جیسا کہ صحیح مسلم میں بعض سریہ کا حال مروی ہے کہ حضورؐ نے اصحاب سریہ کو اُن کے سہم سے زیادہ عنایت فرمایا۔ اسی طرح اگر امام یا امیر تنفیل کا اعلان کرے یا نمایاں خدمات انجام دینے والوں کو دے تو جائز ہے مگر یہ تنفیل خُمس میں محسوب ہوگی اس لیے کہ امام کو خُمس ہی کے تصرّف کا اختیار دیا گیا ہے باقی چار خُمس غانمین کا حق ہے اُس میں امام کو تصرّف کا اختیار نہیں ہے الّا یہ کہ غانمین سے اجازت حاصل کرے۔

؎ یعنی جس نے کسی کو قتل کیا اُسی کے لیے مقتول کا سلب ہے ۱۲ منہ

اسلاب کا حکم جنگ میں کسی کافر کو کسی مسلمان نے قتل کیا تو اُس کافر کے بدن پر یا اس کے سواری پر جو کچھ کپڑہ سامان حرب یا جو چیز ہو اس کو سلب کہتے ہیں۔ اسلاب اس کی جمع ہو

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابو قتادہؓ فارس رسول اللہ روایت کرتے ہیں کہ غزوہ حنین میں ایک کافر کا مجھ سے مقابلہ ہو گیا۔ مَیں گویا موت کے مُنہ میں پھنس گیا تھا مگر آخر خدا نے مجھکو غالب کیا اور مَیں نے اُس کو قتل کیا۔ پھر حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوئی اُنھوں نے پوچھا کہ جنگ کا کیا حال ہے مَیں نے کہا کہ خدا کا حکم غالب ہوا اس کے بعد جب لوگ لوٹے اور رسول اللہ نے نشست فرمائی تو کہا من قتل قتیلاً وله علیه بیّنة فله سلبهٗ[لے] یعنی جس نے کسی کافر کو قتل کیا ہو اور اس پر اُس کے پاس دلیل ہو تو اُس مقتول کا سلب اس کے قاتل کا ہے۔ یہ سنکر میں کھڑا ہوا اور مجمع سے کہا کہ کوئی شخص میری شہادت دے سکتا ہے۔ کوئی نہ بولا تو مَیں بیٹھ گیا۔ پھر رسول اللہ نے یہی فرمایا اور مَیں پھر کھڑا ہوا اور مجمع سے کہا کہ کیا کوئی شخص میری شہادت دے سکتا ہے یہ کہکر میں پھر بیٹھ گیا۔ تیسری دفعہ رسول اللہ نے پھر وہی کہا اور میں پھر کھڑا ہوا تو رسول اللہ نے پوچھا کہ کیا بات ہے میں نے قصہ بیان کیا۔ تب ایک شخص کھڑا ہوا اور اُس نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ ٹھیک کہتے ہیں اور اُس قتیل کا سلب میرے پاس ہو آپ اُن کو راضی کر دیجئے کہ اپنا حق چھوڑ دیں۔ اِس پر حضرت صدیقؓ نے کہا کہ خدا کی قسم یہ نہیں ہو سکتا خدا کا شیر خدا و رسول کے واسطے لڑا ہے تم اُس کا سلب اُس کو دیدو حضورؐ نے فرمایا کہ ابو بکر صحیح کہتے ہیں تم ابو قتادہ کا حق اُن کو دیدو۔

اِس روایت کا مفہوم ظاہر یہ ہے کہ امام پہلے اعلان کرے یا نہ کرے قتیل کے سلب کا مالک اُس کا قاتل ہو اسلیئے کہ حضورؐ نے حضرت ابو قتادہؓ کو جو سلب دلایا اُس کا پہلے اعلان نہ ہوا تھا جنگ ختم ہو جانے کے بعد حضورؐ نے یہ فرمایا کہ قتیل کے سلب کا مالک اس کا قاتل ہے۔ امام شافعیؒ اور امام احمد صاحبؒ یہی کہتے ہیں۔ اور امام بخاری وغیرہ محدثین کا بھی یہی مسلک ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ سلب اصل غنیمہ میں سے ہوتا ہے خمس میں سے نہیں۔ اور سلب کا خمس بھی نہیں لیا جاتا۔ لیکن امام مالکؒ

[لے] یعنی جس نے کسی کو قتل کیا اور اس کی دلیل اسکے پاس ہے تو مقتول کا سلب اُسی کا ہے ۱۲ منہ

اور امام ابو حنیفہؒ اس کے خلاف ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ قتیل کے سلب کا مالک اس کا قاتل اُسی وقت ہوگا جب امام پہلے اعلان کردے۔ اور وہ خمس میں محسوب ہوگا۔ اِسلئے کہ آیت واعلموا ان ما غنمتم میں خداوند کریم نے یہ بتادیا ہے کہ خمس کے سوا بقیہ غنیمت سب غانمین کی ہے۔ اور غانمین کے حق کو بغیر اُن کی اجازت کے امام کسی دوسرے کو نہیں دے سکتا۔ اِس لئے سلب کا حکم نفل کا ہے اور خمس میں سے محسوب ہوگا۔

امام مالکؒ صاحب فرماتے ہیں کہ ہمیں نہیں معلوم ہے کہ حضورؐ نے حنین کے پہلے اور کسی غزوہ میں ایسا کیا ہو۔ یا کسی کو اِس طرح قتیل کا سلب دلوایا ہو۔ اس غزوہ میں بھی حضرت ابو قتادہؓ باوجودیکہ اکابر صحابہ میں سے ہیں۔ اور فارس رسول اللہ ہیں۔ اُنھوں نے خود نہ سلب کا مطالبہ کیا نہ اُن کو اس کا علم تھا جب لڑائی موقوف ہوئی اسکے بعد حضورؐ نے اعلان کیا تب حضرت ابو قتادہؓ نے سلب طلب کیا۔ حالانکہ اگر وہ سلب کے مالک ہوتے تو یہ امر حضرت ابو قتادہؓ سے مخفی نہ رہتا۔ غنیمت میں غانمین کا استحقاق غزوۂ بدر میں نازل ہو چکا تھا اگر سلب اس سے مستثنیٰ تھا تو اتنے زمانہ تک رسول اللہ اس سے ساکت نہ رہتے۔ اور حضورؐ نے حضرت ابو قتادہؓ کو صرف ایک شہادت پر سلب دلوایا۔ اگر کل غنیمت میں سے دلواتے تو بغیر دلیل تام کے ممکن نہ تھا کیونکہ تبدیل ملک کا قصہ پیدا ہوتا تھا پھر حضورؐ کے بعد حضرت صدیقؓ یا حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے بھی قتیل کا سلب قاتل کو نہیں دلوایا۔ کوئی روایت ایسی نہیں پائی جاتی (یہ سب امام مالک امام ابو حنیفہ اور اُن کے لوگوں کے استدلالات ہیں۔)

مگر محدثین کہتے ہیں کہ خود بخاری کی روایت ہے کہ ابو جہل کو غزوۂ بدر میں معاذ بن عمرو بن الجموحؓ اور معاذ بن عفراءؓ انصاریین نے قتل کیا۔ تو حضورؐ نے اُس کا سلب معاذ بن عمرو بن الجموحؓ کو دلوایا۔ اِس کے علاوہ براء بن مالکؓ کو سلب ملا۔ سلمہ بن الاکوعؓ کو سلب ملا۔ حضرت ابی طلحہ انصاریؓ کو حنین ہی میں دس آدمیوں کا سلب ملا۔ یہ سب صحیح اور ثابت واقعات ہیں اور اکثر صحاح میں موجود ہیں۔ باقی آیت کا حکم عام تو اُس کا جواب یہ ہے کہ تخصیص عام کی سنت ثابتہ سے جائز ہے اور نظیر اُسکی بہت موجود ہے اور حضورؐ نے اس حکم کے اظہار میں تاخیر نہیں کی بلکہ غزوۂ بدر ہی میں قولاً و عملاً بتادیا تھا۔

اُس روایت سے یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ حضرت ابو قتادہؓ کو اس کا علم نہ تھا۔ دعویٰ میں تاخیر شاہد نہ ملنے کی وجہ سے ہوسکتی ہے نہ کہ عدم علم کی وجہ سے واللہ اعلم

امام مالک وغیرہ کی طرف سے کہا جاسکتا ہے کہ سلب کا حکم یا تو غزوۂ بدر میں معلوم ہوتا ہے یا حنین میں۔ غزوۂ بدر کے واقعہ سے استدلال صحیح نہیں ہے اسلئے کہ اُس وقت خمس کا حکم اور غنیمت کا قاعدہ نازل نہ ہوا تھا۔ آیت انفال میں خدا نے بدر کی غنیمت کو رسول اللہ کے اختیار میں کر دیا تھا حضورؐ نے جس کو جسطرح چاہا دیا سوال یہ ہے کہ آیت خمس کے نزول کے بعد کیا قاعدہ رہا۔ سیر کی روایتیں تو اسلاب کے بارہ میں بہت ہیں مگر اُن روایتوں سے کلام اللہ کی تخصیص نہیں ہوسکتی امام مالک صاحب کی غرض یہ ہے کہ اِس بارہ میں سنت ثابتہ صحیحہ سے حنین کے پہلے کی کوئی روایت نہیں پائی جاتی۔

اسحٰق ابن راھویہ اور طبرانی نے باختلاف الفاظ حبیب بن مسلمہ کا ایک واقعہ روایت کیا ہے خود حبیب بن مسلمہ کہتے ہیں کہ صاحب قبرص نے بارادۂ تجارت ارمینیہ اور آذربیجان کا سفر کیا۔ ابن مسلمہ کو خبر ہوئی تو یہ گئے اُس کو قتل کیا اور پانچ خچروں پر دیباج یاقوت۔ زمرد۔ موتی وغیرہ قیمتی اسباب لاد کر لے آئے۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے اُس میں سے خمس کا مطالبہ کیا۔ حبیبؓ نے کہا کہ حضورؐ نے فرمایا ہو مَن قتل قتیلا فلہ سلبہ[۱] ابو عبیدہؓ نے کہا کہ یہ ہرگز ہو نہیں سکتا۔ حضرت معاذ بن جبلؓ تشریف لائے اور جب اُن دونوں کی مخاصمت کا حال اُنھوں نے سنا تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ سے سنا ہے اِنما للمرء ما طابت بہ نفس امامہ[۲] حبیب ابن مسلمہؓ راضی ہوگئے اور حضرت ابو عبیدہؓ نے خُمس لیکر بقیّہ ان کو دیدیا۔

بیہقی نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے لیکن امام ابن الہمام کہتے ہیں کہ گو روایت ضعیف ہے مگر میرا استدلال اِس روایت سے صرف اتنا ہے کہ من قتل قتیلا فلہ سلبہ میں تملیک اور تنفیل دونوں معنی کا احتمال ہے۔ اور یہ روایت تنفیل کے معنی کو متعین کرتی ہے۔ اتنی بات کے لیئے

---

[۱] یعنی جس نے کسی کو قتل کیا اُسی کے لیئے اُس کا سلب ہے ۱۲ منہ

[۲] یعنی انسان کے لیئے وہی ہے جس سے اُس کا امام راضی ہو ۱۲ منہ

ضعیف روایت بھی کافی ہے واللہ اعلم

خُمس کا مصرف

اللہ پاک نے فرمایا واعلموا ان ما غنمتم من شئی فللہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل یعنی غنیمت میں کوئی چیز تم کو ملے تو اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لئے ہے۔ اور رسول اللہ کے لئے۔ اور ذوی القربیٰ کے لئے اور یتامیٰ کے لئے اور مساکین کے لئے۔ اور مسافر کے لئے۔

ضحاک نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں جو خُمس اللہ کے لئے مذکور ہے وہ افتتاح کلام کے لئے ہے رسول اللہ خُمس کو پانچ ہی مصرف میں صرف کیا کرتے تھے۔ اور حاکم نے مستدرک میں حسن ابن محمد بن علیؓ سے روایت کیا ہے وہ بھی اسی کے موافق ہے۔ اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ خمس میں خدا کے لئے کوئی حصہ علیحدہ نہیں ہے۔ اسلئے خُمس کے مصارف پانچ رہے رسول اللہ ذوی القربیٰ۔ یتامیٰ۔ مساکین۔ ابن السبیل۔ حضور کے زمانہ میں خمس انہیں پانچ مصارف میں صرف ہوتے تھے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ غزوہ بنی قریظہ میں چھتیس ۳۶ گھوڑے تھے۔ اور یہ پہلا غزوہ تھا جس میں گھوڑ نکے سہام دیئے گئے تھے اور خمس نکالا گیا تھا۔ اور اس کے بعد ہی سنت جاری ہوگئی۔

ابن قیم نے قاضی اسمٰعیل بن اسحٰق کا قول نقل کیا ہے کہ وہ بھی اس سے متفق ہیں مگر کہتے ہیں کہ کسی روایت میں بنی قریظہ کے بعد خُمس کا صاف تذکرہ نہیں آتا۔ البتہ اُسکے بعد حنین میں یقیناً خمس نکالا گیا۔ قاضی اسمٰعیل کا مطلب کیا ہے معلوم نہیں حضرت فاطمہؓ کے مطالبہ میں خیبر کے خُمس کا ذکر ہے اور بعض سرایا کے خُمس کا ذکر صحیح روایتوں میں موجود ہے۔

واقدی کہتے ہیں کہ غزوۂ بدر کے ایک مہینہ تین دن بعد غزوہ بنی قینقاع کے غنیمت میں سب سے پہلا خُمس نکالا گیا۔ اور صحیح روایتوں سے یہ ثابت ہے کہ غزوۂ بدر تک خُمس کی آیت نازل نہیں ہوئی تھی

حضرت عبادہ بن صامت کی روایت پہلے لکھ چکا ہوں اُس میں یہ تصریح ہے کہ غزوہ بدر کے وقت یہ آیت واعلموا ان ما غنمتم نازل نہیں ہوئی تھی۔ نہ بدر کے غنیمت میں خمس نکالا گیا تھا واللہ اعلم۔

سنن کی روایت ہے کہ ذوی القربیٰ کا سہم رسول اللہ نے خیبر میں بنی ہاشم اور بنی المطلب کو دیا اور بنی نوفل و بنی عبدالشمس کو نہ دیا۔ تو حضرت جبیر بن مطعمؓ اور عثمان بن عفانؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم بنی ہاشم کی فضیلت کا انکار نہیں کرتے اسلئے کہ آپ بنی ہاشم میں ہیں لیکن بنی المطلب کو بھی آپ نے عنایت فرمایا اور ہم لوگوں کو اس میں حصہ نہیں دیا حالانکہ ہم لوگوں کا اور ان کا ایک درجہ ہے حضورؐ نے فرمایا کہ ہم اور بنی المطلب جاہلیت اور اسلام میں کبھی جدا نہ ہوئے۔ ہم اور وہ ایک ہیں۔ اور حضورؐ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی اُنگلیوں کو ایک دوسرے میں مضبوط پکڑا کہا کہ ہم اس طرح ملے رہے۔

حضورؐ کے جد اعلیٰ عبد مناف کے پانچ لڑکے تھے ہاشم مطلب۔ نوفل عبد شمس۔ ابو عمر۔ ابو عمر کی کوئی اولاد نہ رہی۔ ہاشم کی اولاد میں حضورؐ ہیں اسلئے کہ آپ کا نسب ہے محمدؐ بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف۔ اور مطلب کی اولاد میں مطلبی حضرات ہیں حضرت عثمانؓ عبد شمس کی اولاد ہیں ان کا نسب ہے عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔ اور حضرت جبیرؓ نوفل کی اولاد ہیں ان کا نسب ہے جبیر بن مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف۔

حضورؐ نے بنی المطلب کے ملے رہنے کا جو ذکر کیا اس کا حال ابتدار نبوت میں معلوم ہو چکا ہے جس وقت قریش نے ابو طالب اور رسول اللہ کی متحدہ مخالفت کی اور قرینہ تھا کہ شاید جنگ چھڑ جائے اُس وقت ابو طالب نے جب اپنی قوم کو امداد کی دعوت دی تو تمام بنی ہاشم اور بنی المطلب خواجہ ابو طالب اور رسول اللہ کی امداد کے لیے مستعد ہو گئے باوجودیکہ اُن لوگوں نے اسلام قبول نہ کیا تھا لیکن بنی نوفل اور بنی عبد شمس نے ساتھ نہ دیا۔ یا تو کفار کے ساتھ رہے یا ساکت رہے حضرت جبیرؓ کے والد مطعم بن عدی تو کفار کے ساتھ ہو کر خواجہ ابو طالب سے لڑتے تھے حضورؐ نے اسی فرق کی طرف اشارہ کیا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ ہاشم اور عبدشمس توام تھے اس لیے ذوی القربیٰ کے سہم بنی عبدشمس زیادہ مستحق ہیں لیکن جمہور کا مسلک یہی ہے کہ ذوی القربیٰ کا سہم صرف بنی ہاشم اور بنی المطلب کے لیے مخصوص ہے اور خود رسول اللہ نے قولاً وعملاً مخصوص کر دیا ہے لہٰذا اس کا خلاف جائز نہیں ہو سکتا۔

البتہ رسول اللہ نے یہ نہیں کیا کہ اُن کے غنی وفقیر کو برابر تقسیم کیا ہو یا ورثہ کی طرح للذکر مثل حظ الانثیین بانٹا ہو۔ بلکہ حضورؐ کا قاعدہ یہ تھا کہ اُن میں سے جو شخص جتنا حاجتمند ہوتا تھا اُس کو بقدر حاجت عنایت فرماتے تھے مثلاً کسی کو ضرورت ہوتی تو اُس کا عقد کرا دیتے تھے۔ قرضدار ہوتا تو اُس کا قرض ادا کر دیتے تھے۔ فقیر ہوتا تو بقدر ضرورت اُس کے احتیاج کی چیز دیتے تھے مصلحت اور ضرورت کے موافق کرتے تھے۔ ابوداؤد میں روایت ہے کہ حضرت علیؓ کو حضورؐ نے مقرر کر دیا تھا کہ وہ خُمس کے پانچویں حصہ کا انتظام کرتے تھے حضورؐ کے وقت میں بھی اُنھوں نے اُس کا انتظام کیا اور اُس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر بن الخطابؓ کے زمانہ میں بھی۔

خداوند پاک نے زکوٰۃ اور خُمس کے مصارف کو ذکر کر دیا ہے۔ اُس کا مطلب یہ ہے کہ یہ مال اِن مصارف سے باہر صرف نہ کیا جائے۔ یہ نہیں بتایا کہ اِن سب مصارف میں برابر تقسیم کیا جائے۔ اسلیے جائز ہے کہ جس مصرف میں جیسی حاجت ہو اُس کے موافق کم وبیش کیا جائے۔ کوئی روایت ایسی معلوم نہیں ہو کہ حضورؐ نے مصارف معینہ پر برابر سہام مقرر کر کے زکوٰۃ یا خُمس کے اموال کو تقسیم کیا ہو۔ یا تقسیم کا کوئی اور قاعدہ مقرر فرمایا ہو جیسے مواریث وغیرہ میں ہے۔

امام شافعی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ اور خُمس کے جن مصارف کا ذکر خدا نے کیا ہے اُس مال کو اس کے تمام مصارف پر برابر تقسیم کرنا ضرور ہے۔ امام احمد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اس کی بالکل ضرورت نہیں ہے جس مصرف میں جیسی حاجت ہو اُس میں ویسا صرف کیا جائے حتیٰ کہ اگر ایک ہی مصرف میں کل مال صرف کر دیا جائے تو جائز ہے۔ امام ابوحنیفہ صاحبؒ زکوٰۃ میں امام احمد صاحبؒ کے مثل کہتے ہیں اور خُمس میں امام شافعی صاحبؒ کے مثل۔ امام ابوحنیفہؒ خُمس کے متعلق فرماتے ہیں کہ رسول اللہ کا سہم رسول اللہ کے بعد اب نہیں رہا۔ ذوی القربیٰ کے یتیم مساکین اور ابن السبیل ہی خُمس کے مستحق ہیں

اغنیا نہیں اسلیئے خمس کا مال تین ہی سہام پر تقسیم ہوگا۔ اور اُس میں بنی ہاشم اور بنی المطلب کے حاجتمند مقدّم ہوں گے۔

غیر منقولات

اموال غنیمت کے جمع و تقسیم کی جو تفصیل اوپر بیان ہوئی منقولات میں اُس پر اسی تفصیل سے حضورؐ کا عمل تھا لیکن غیر منقولات یعنی زمین کے بارہ میں یہ طریقہ نہ تھا کیونکہ جو زمینیں فتح ہوئیں کبھی آپ نے اُن کو تقسیم کیا کبھی نہیں کبھی بعض حصّہ تقسیم ہوا بعض نہیں۔ اور محفوظ رکھا گیا تاکہ قومی و ملکی ضروریات اُس سے انجام دیئے جائیں۔

بنی نضیر کی زمینیں فَیْ میں رسولُ اللہ کو ملی تھیں اور رسولُ اللہ کی خاص تھیں تقسیم نہیں کی گئیں بنی قریظہ کی زمینیں مقاتلہ کے بعد فتح ہوئی تھیں لیکن خمس نکالنے کے بعد صرف مہاجرین پر تقسیم کی گئیں انصار کو اُس میں سے نہیں دیا گیا اسلیئے کہ مہاجرین حاجتمند تھے۔ البتہ انصار کے تین حضرات کو اس میں حصّہ دیا گیا سہل بن حنیفؓ۔ ابی دجانہؓ اور حارث بن الصّمہ کیونکہ یہ تینوں حضرات بہت حاجتمند تھے خیبر کی نصف زمین محفوظ رکھی گئی اور نصف کو خمس نکالنے کے بعد تمام غانمین پر تقسیم کیا گیا۔ مکّہ کی زمین میں نہ خمس نکالا گیا۔ نہ محفوظ رکھی گئی نہ وہ تقسیم کی گئیں اُس کو اپنے حال پر جس طرح جس کے قبضہ میں تھی چھوڑ دی گئی۔ حالانکہ بنی قریظہ خیبر اور مکّہ مقاتلہ کے بعد قہراً فتح ہوا خیبر اور فتح مکّہ میں اِس پر تفصیل سے بحث ہو چکی ہے

چونکہ غیر منقولہ اراضی کے متعلق رسولُ اللہ کا یہ طرزِ عمل تھا شاید اسی وجہ سے حضرت عمرؓ نے سمجھا کہ یہ اختیار امام کو ہے کہ اراضی مفتوحہ کو غانمین پر تقسیم کرے یا جس طرح چاہے اُس کا انتظام کرے۔ اور اسی لیئے جب سوادِ عراق فتح ہوا تو اُنھوں نے وہاں کی زمین کو اُس کے مالکوں کے ہاتھ میں رہنے دیا اور خراج مقرر کر دیا۔ حضرت بلالؓ اور حضرت سلمانؓ وغیرہ نے مخالفت کی اور چاہا کہ جس طرح خیبر کی زمین تمام غانموں پر تقسیم کی گئی تھی یہ بھی تقسیم کیجائے۔ لیکن جمہور صحابہ حضرت عمرؓ کے موافق رہے اور وہاں کی زمین تقسیم نہ ہوئی۔ جیسا کہ آگے خراج کی بحث میں اُس کو تفصیل سے لکھوں گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

امام شافعی صاحب فرماتے ہیں کہ جو زمین جنگ کے بعد قہراً فتح ہوئی ہو اُس کو بھی غانمین پر خمس نکالنے کے بعد تقسیم کرنا ضرور ہے کیونکہ وہ غنیمت ہے اور غنیمت میں خمس کے علاوہ بقیہ چار

خمس غانمین کا ہو وہ اُن کو ملنا چاہیئے۔ خدا نے آیت خمس میں اموال منقولہ اور غیر منقولہ میں کوئی فرق نہیں بتایا سب کا حکم ایک ہے۔ لیکن رسول اللہ کا طریق عمل معلوم ہو چکا ہے اور یہ بھی قابل غور ہے کہ اراضی غیر منقولہ کو غنیمت کہہ بھی سکتے ہیں یا نہیں۔ غنیمت کو اللہ نے صرف اِس اُمت کے لیئے حلال کیا ہے لیکن اراضی مفتوحہ پر انبیاء سابقین اور امم متقدمین بھی قبضہ کرتے تھے۔ اسلیئے اموال منقولہ اور غیر منقولہ کا ہمیشہ حکم مختلف رہا ہے اور زمین کی وراثت صالحین کے لیئے ہمیشہ بدلا کی ہے واللہ اعلم

فیٔ کے اموال کا حکم

ابن اثیر نہایہ میں لکھتے ہیں کہ فیٔ رُاُس مال کو کہتے ہیں جو بغیر مقاتلہ اور جنگ کے کافروں سے حاصل ہو۔ اور خداوند پاک نے سورۂ حشر میں بنی نضیر کے اموال کو فیٔ کہا ہے اور یہی وجہ بتائی ہے وما افاء اللہ علے رسولہ منھم فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب ولکن اللہ یسلّط رسلہٗ علے من یشاء یعنی جو کچھ خدا نے دلایا اپنے رسول کو بنی نضیر سے اسکے لیئے نہ تم نے گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ لیکن اللہ اپنے رسولوں کو مسلّط کر دیتا ہے جس پر چاہے۔

لیکن صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ نے غزوۂ حنین میں مؤلفۃ القلوب کو فیٔ رمیں سے عنایت فرمایا۔ ظاہر ہے کہ حنین کی غنیمت مقاتلہ اور جنگ کے بعد حاصل ہوئی تھی اسلیئے وہ اس معنی کے اعتبار سے فیٔ رنہیں ہو سکتی جو اوپر ذکر ہوا اور نہ یہ عطا خمس میں سے ہو سکتی ہے اس لیئے کہ خمس کے مصارف میں مؤلفۃ القلوب داخل نہیں ہیں۔ غالباً یہ عطا خمس کے اُس حصہّ سے تھی جو آپ کا خاص تھا۔ اور فیٔ رکا اطلاق اُس حصہّ پر دوسری روایتوں میں بھی آیا ہے۔

غزوۂ خیبر میں جو قلعہ یا زمین اپنے محفوظ رکھا اور تقسیم نہ کیا اُس پر بھی صحیح روایتوں میں فیٔ رکا اطلاق آیا ہے فدک کی نصف زمین اور وادی القریٰ کی ایک تہائی صلح سے ملی تھی اُن پر بھی فیٔ رکا اطلاق آیا ہے۔

ان سب روایتوں کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو مال یا زمین کسی وجہ سے بھی رسول اللہ کے لیئے مخصوص ہو جائے اُس کو فی رکھتے ہیں۔

خداوند پاک نے سورۂ حشر میں فی کے مصارف کو مفصّل ذکر کیا ہے آیتیں یہ ہیں ما افاء اللہ علے رسولہ من اھل القری فللہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتمیٰ والمسکین وابن السبیل کی لایکون دولۃ بین الاغنیاء منکمط وما اتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا واتقوا اللہ ط ان اللہ شدید العقاب ○ للفقراء المھاجرین الذین اخرجوا من دیارھم واموالھم یبتغون فضلاً من اللہ ورضوانا وینصرون اللہ ورسولہ اولئٰک ھم الصّٰدقون ○ والذین تبوؤ الدار والایمان من قبلھم یحبون من ھاجر الیھم ولایجدون فی صدورھم حاجۃ مما اُوتوا ویؤثرون علیٰ انفسھم ولوکان بھم خصاصہ قفط ومن یوق شح نفسہٖ فاولئٰک ھم المفلحون ○ والّذین جاءُ وا من بعدھم یقولون ربّنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان الآیہ ط ان آیات کا خلاصہ مفہوم یہ ہے۔ کہ جو مال اللہ پاک نے اپنے رسول کو بستی والوں سے دلایا وہ خدا کے لیئے ہے۔ رسول کے لیئے ہے ذوی القربیٰ یتیمٰی اور مساکین و مسافر کے لیئے ہے۔ تاکہ تمہارے اغنیا کے درمیان دولت نہ بنجائے۔ جو رسول بتائے اُس کو پکڑو جس سے منع کرے اُس سے باز آؤ۔ اور اللہ سے ڈرو وہ بڑا سخت عذاب دینے والا ہے۔ اور وہ مال فقرار مہاجرین کے لیئے ہے جو اپنے مِلک اور اپنے مال سے نکال دیئے گئے ہیں۔ اور خدا کا فضل اور اُس کی رضا کے طالب ہیں۔ خدا اور خدا کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ یہی لوگ صادق ہیں۔ اور یہ مال اُن لوگوں کے لیئے ہے جو مدینہ ہی میں رہے اور ایمان میں مہاجرین سے بھی مقدم ہیں۔ اور اُن کے پاس جب کوئی ہجرت کرکے آتا ہے تو اُس کو دوست رکھتے ہیں۔ اور اپنے دلوں میں اُسکی کوئی حاجت نہیں پاتے جو مہاجرین کو دیجائے۔ وہ مہاجرین کو اپنی ذات سے مقدم سمجھتے ہیں گو اُن پر خود تنگی ہو۔ اور

یہ مال اُن لوگوں کے لیئے ہے جو اُن کے بعد آئیں اور کہیں کہ خداوندا ہمیں بخشدے اور ہمارے اُن بھائیوں کو بخشدے جو ہم سے پہلے ایمان لائے الآیہ

اِس میں اوّل خمس کے جتنے مصارف ہیں سب کو خداوند پاک نے فی ء کا مصرف قرار دیا اور اُن کے علاوہ تمام فقراء مہاجرین اور تمام انصار کو فی ء کا مصرف بتایا۔ پھر اس سے بھی عام کیا یعنی بتایا کہ قیامت تک جتنے لوگ مسلمان ہوں سب کا فی ء کے مال میں حق ہے۔ اسی لیئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کوئی مسلمان نہیں ہے جس کا فی ء کے مال میں حق نہ ہو۔ اور فی ء کے مال میں مجھ کو کوئی ترجیح دوسرے مسلمانوں کے حق پر نہیں ہے۔

حضوؐر کا قاعدہ تھا کہ فی ء کے اموال پر خود اپنا قبضہ رکھتے تھے۔ ازواج مطہرات اور اہل بیت کے ایک سال کا نفقہ اس میں سے رکھتے تھے یا جیسا کہ بعض روایت میں ہے دیتے تھے بقیہ فوجی۔ اور ملکی ضروریات اور قومی ومذہبی اور معاشرتی حوائج میں صرف کرتے تھے۔ فقراء ومساکین کی خبر گیری یتیموں کی نگرانی کے لیئے زکوٰۃ اور خمس میں مصارف معیّن تھے مگر فی ء کے اموال کو بھی آپ ان کاموں میں صرف کرتے تھے۔ حاجتمندوں کی شادی میں بھی آپ نے فی ء کا مال صرف کیا ہے۔ اور جس طرح فی ء کے اموال کو صرف کرنے میں آپ کو اختیارات کامل حاصل تھے ویسا اور کسی مال میں نہ تھا۔ اسلیئے کہ زکوٰۃ اور خمس کے مصارف معیّن اور محدود تھے۔ اور فی ء میں وسعت تھی ہر قسم کے مصالح میں یہ مال صرف کیا جا سکتا تھا حنین میں آپ نے فی ء کا کثیر حصہ مؤلفۃ القلوب کو دیا جو کامل الایمان بھی نہ تھے اور انصار ومہاجرین کو نہ دیا اور فرمایا کہ جس کو ہم نہیں دیتے وہ ہمارے نزدیک اُس سے بہتر ہے جس کو ہم دیتے ہیں جس پر ہمیں اعتماد ہے اُس کو نہیں دیتے اور جس پر اعتماد نہیں ہے اُس کو دیتے ہیں۔ حضوؐر کے اِسی طرز عمل کی وجہ سے جلیل القدر صحابہ میں یہ بات مشتبہ رہی کہ فی ء کا مال حضوؐر کی خاص ملکیّت تھی۔ یا آپ کو بحیثیت امام صرف تصرف کا حق حاصل تھا۔

حضرت فاطمہ زہرؓا۔ اور حضرت علیؑ کی جو گفتگو فی ء کے اموال کے متعلق حضرت صدیق اکبرؓ

اور حضرت فاروق اعظمؓ سے ہوئی اُس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ یہ سمجھتے تھے کہ فی رخاص رسول اللہ کی ملک تھی اور اُس میں وراثت جاری ہونی چاہئے مگر حضرت صدیقؓ اور حضرت فاروقؓ یہ سمجھتے تھے کہ یہ مال تمام مسلمانوں کا تھا حضورؐ چونکہ سب کے ولی اور سب کے آقا ہیں اسلئے ہر طرح کے تصرف کا آپ کو اختیار تھا لیکن وراثت نہیں ہو سکتی۔

صحیحین میں حضرت عمر بن الخطاب سے مروی ہے کہ اموال بنی نضیر خدا نے اپنے رسول کو دلوایا تھا مسلمانوں نے اس کے لئے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے اسلئے وہ رسول اللہ کے لئے خاص تھا حضورؐ اس میں سے اپنے اہل کا نفقہ ایک سال کا دیتے تھے۔ بقیہ فوجی ضروریات میں صرف کرتے تھے سنن میں حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آپ کے پاس فی رکا مال آتا تھا تو اس کو اُسی روز تقسیم کر دیتے تھے۔ متاہلین کو دو حصہ دیتے تھے اور مجردین کو ایک حصہ۔ حضرت عمرؓ کی ایک روایت مسند امام احمد میں ہے فرماتے ہیں کہ اس مال میں کوئی کسی سے زیادہ مستحق نہیں ہے نہ مَیں کسی سے زیادہ مستحق ہوں۔ جبل صنعار کا ایک چرواہا جو اپنی جگہ چرواہی کرتا ہے اُس کا بھی اِس مال میں حق ہے۔

حضرت فاطمہ زہراؓ کے مطالبہ پر صدیق اکبرؓ نے بھی اور حضرت فاروق اعظمؓ نے بھی یہ جواب دیا کہ اس مال میں جس طرح رسول اللہ کے زمانہ میں نفقات مقرر تھے۔ اُسی طرح اب بھی مقررہ رہیں گے۔ اور بقیہ جن کاموں میں خرچ ہوتا تھا اُسی طرح اب بھی صرف ہوگا۔ حضرت صدیقؓ نے بھی اور حضرت فاروقؓ نے بھی فرمایا کہ یہ رسول اللہ کا صدقہ ہے اس کا مطلب بھی یہی تھا کہ یہ مال خدا کی ملک ہے اور اس کے مصارف قرآن پاک میں مذکور ہیں عمل کر کے رسول اللہ نے بتا دیا۔ جو طریقہ حضورؐ سے ثابت ہے ضرور ہے کہ اُسی کے موافق عمل کیا جائے۔

حضورؐ نے فرمایا کہ انبیا ورثہ نہیں چھوڑتے وہ جو کچھ چھوڑیں صدقہ ہے۔ اس کا مطلب بھی یہی ہے نہ کہ صدقہ بعد ملک کیونکہ صدقہ کل مال میں بعد وفات نہیں ہو سکتا۔ وہ وصیت ہو جائیگی اور وصیت صرف ایک ثلث میں صحیح ہے نہ کل مال میں۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ جو مال انبیا کا ہوتا

ہے وہ پہلے ہی مملوکہ خداوندی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کو اس میں تصرف کا اختیار خدا کی طرف سے حاصل ہوتا ہے بطور مامور کے نہ بطور مالک کے اور اسی لئے انبیاء علیہم السلام کے بعد بھی وہ صدقہ اور مملوکہ خداوندی ہی رہتا ہے۔

فی الواقع فی رکا مسئلہ اشکال سے پُرتھے ہمیشہ ایمہ و حکّام کے لئے پریشان کن رہا ہے جو کچھ تامّل کے بعد معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ حضورؐ کو فی رکے اموال پر مالکانہ تصرفات کے اختیارات حاصل تھے مگر نہ بطور خود بلکہ بامر اللہ۔ اور ان تصرفات میں آپ مامور من اللہ تھے واللہ اعلم فی رکز بنونکی تفصیل اور اُس کے متعلق حضرت فاطمہ اور شیخین کا اختلاف مع مالہ وما علیہ اراضی رسول اللہ کی بحث میں وادی القریٰ کے بعد مفصّل لکھ چکا ہوں واللہ اعلم

الجزیہ

جزیہ اُس مال کو کہتے ہیں جو مقہور کفّار سے اُن کے نفوس کے بدلہ وصول کیا جائے۔ جب جہاد کا حکم ہوا تو اُس وقت صرف دو صورت تھی یا تو کفّار اسلام قبول کریں یا مقاتلہ کریں۔ تیسری کوئی صورت نہ تھی کہ وہ اپنی جگہ رہ سکیں الا خیبر میں کہ مقہور ہوجانے کے بعد اُن کو اپنی جگہ رہنے کی اجازت دی گئی اور زمین کے متعلق انہیں سے بٹائی کا معاملہ طے پا گیا تھا۔ یا خیبر ہی کی اتباع میں فدک اور وادی القریٰ کا معاملہ تھا۔ لیکن ان سب مقامات میں معاہدہ کے ساتھ یہ بات طے تھی کہ مسلمان جس وقت مناسب سمجھیں گے یہود کو خیبر سے نکال دینگے۔ لیکن اسکے بعد ۸ھ میں جزیہ کا حکم نازل ہوا۔ اُس کے بعد کفّار کو اختیار دیا گیا کہ وہ یا اسلام قبول کریں۔ یا ذات کے تحفظ کے لئے ایک معینہ مقدار مال کی دینا قبول کریں۔ مجاہد کی روایت ہے کہ ۸ھ میں غزوہ تبوک سے پہلے جزیہ کی آیت نازل ہوئی کلبی کی روایت ہے کہ بنی قریظہ اور بنی نضیر کے غزوہ کے وقت یہ حکم نازل ہوا تھا مگر کسی روایت سے یہ ثابت نہیں ہے کہ تبوک سے پہلے حضورؐ نے کسی سے جزیہ لیا ہو۔ صحیح یہ ہے کہ حضورؐ نے جب تبوک پر حملہ کا ارادہ کیا اس وقت یا تبوک ہی میں یہ آیت نازل ہوئی۔ آیت یہ ہی

وقاتلوا الذین لایومنون باللہ ولاباالیوم الآخر ولایحرمون
ماحرم اللہ ورسولہ ولایدینون دین الحق من الذین اوتو
الکتاب حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون ط

یعنی جو نہ خدا پر ایمان رکھتے ہیں نہ قیامت پر۔ اور نہ خدا ورسول کے
حرام کئے ہوئے چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں۔ نہ دین حق کا اعتقاد رکھتے ہیں
اور اُن لوگوں میں ہیں جن کو خدا کی کتاب عطا کی گئی۔ اُن سے مقاتلہ کرو
حتیٰ کہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں ذلیل ہوکر

یہ آیت فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی۔ اور فتح مکہ کے بعد عرب جوق جوق اور فوج فوج مسلمان ہونے لگے اور تقریباً عرب کے تمام قبائل میں اسلام پھیل گیا۔ اسلئے عربوں سے مقاتلہ کی حاجت باقی نہ رہی اِس کے بعد پہلا حملہ تبوک پر ہوا۔ اور وہیں اکیدر صاحب دومۃ الجندل نے جزیہ قبول کرکے صلح کرلی۔ پھر اسکے بعد نجران کے نصاریٰ نے جزیہ دینا قبول کیا۔ اُنہوں نے منظور کیا کہ دو ہزار حلّے دینگے جس کا نصف صفر کے مہینہ میں ادا کرینگے۔ اور نصف رجب میں۔ اُس کے علاوہ وہ بطور عاریۃ مسلمانوں کو دیا کرینگے تیس ۳۰ درع تیس ۳۰ گھوڑے تیس ۳۰ اونٹ اور ہر قسم کا سلاح اور سامان حرب تیس تیس۔ اِن عاریۃ کی چیزوں کے مسلمان ضامن ہوں گے۔ غزوات میں استعمال کرینگے اور غزوہ کے بعد پھر واپس کردینگے جزیہ کے بدلہ اُن سے عہد کیا گیا کہ اُن کا کوئی گرجا گرایا نہ جائے گا اور اُن کا کوئی قس نکالا نہ جائے گا۔ اور نہ اُنکو اپنا دین چھوڑنے پر مجبور کیا جائے گا۔ تاوقتیکہ وہ کوئی نئی بات پیدا نہ کریں۔ اور سود کا لین دین نہ کریں۔

حضورؐ نے حضرت معاذؓ کو جزیہ وصول کرنے کے لئے یمن بھیجا اور حکم دیا کہ ہر بالغ مرد سے ایک دینار نقد یا اُسکی قیمت کا مغافری وصول کریں۔ مغافری ایک قسم کے کپڑہ کا نام ہے جو یمن میں تیار ہوتا تھا۔ اور اہل یمن جن سے جزیہ وصول کرنے کے لئے حضرت معاذؓ گئے تھے وہ یہود تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے شہادت دی کہ رسول اللہؐ نے ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ لیا

ہے حضرت عمرؓ پہلے مجوس کے متعلق متردد تھے مگر اس شہادت کے بعد انہوں نے مجوسیوں کا جزیہ قبول کیا اور تمام صحابہ اس پر متفق رہے۔

الغرض جزیہ کی ابتدا تبوک کے بعد ہوئی۔ اور تین فریق کا جزیہ خود حضورؐ نے قبول کیا اوّل نجران اور ایلہ کے لوگوں کا جو نصرانی تھے۔ دوم دومۃ الجندل کا جس میں اکثر عرب کے یہود تھے اور یمن کے یہود کا۔ سوم ہجر کے مجوس کا۔ لیکن کسی بت پرست قبیلہ یا جماعت سے آپ کا جزیہ لینا ثابت نہیں ہے اسلئے ائمہ میں اختلاف ہو گیا کہ آیا بت پرستوں سے جزیہ لیکر بت پرستی کی اجازت دینا اور قتال ترک کرنا جائز ہے یا نہیں۔ امام مالکؒ اور امام احمد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اہل کتاب اور بت پرست سب کا جزیہ قبول کرنا درست ہے۔ امام شافعی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ صرف اہل کتاب سے جزیہ قبول کرنا درست ہے بت پرستوں سے نہیں اسلئے کہ کتاب اللہ میں اہل کتاب کی قید ہے اور حضورؐ نے بھی صرف اہل کتاب ہی سے لیا۔ لہٰذا بت پرستوں کا جزیہ قبول کرنا اور مقاتلہ ماموربہا کو ترک کرنا۔ اور بت پرستی کی اجازت دینا درست نہیں ہو سکتا۔

لیکن معلوم ہو چکا ہے کہ حضورؐ نے مجوس کا جزیہ قبول کیا۔ اور آتش پرستی اور بت پرستی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ صحیح یہ ہے کہ مجوس نہ کسی آسمانی کتاب پر ایمان رکھتے ہیں۔ نہ کسی نبی کے پیرو ہیں بعض روایات میں جو آیا ہے کہ اُن کی آسمانی کتاب تھی وہ اٹھالی گئی اوّل یہ روایت صحیح نہیں ہے دوئم اگر بالفرض ایسا ہو بھی تو یہ اُن کے زیادہ معتوب من اللہ ہونے کی دلیل ہے بعض وجوہ سے مجوسیوں کی حالت بت پرستوں سے بھی زیادہ خراب ہے اسلئے کہ مجوس ایک خالق کے قابل نہیں ہیں وہ خالق خیر اور خالق شر علٰحدہ علٰحدہ مانتے ہیں بت پرست ایک خالق کے قابل ہیں۔ مجوسی محرّمات ابدیہ یعنی اپنی بیٹی اور بہن سے نکاح درست کہتے ہیں۔ بت پرست ان لغویات کے قائل نہیں ہیں۔ تو جب باوجود ان خرابیوں کے مجوس سے جزیہ لیکر اُن کو اپنے دین پر رہنے کی اجازت دی گئی تو بت پرستوں کو یہ اجازت کیوں نہ حاصل ہو گی۔

حضورؐ نے خود بت پرستوں کا جزیہ کیوں نہ قبول کیا اس کی وجہ ظاہر ہے۔ جزیہ کا حکم جب نازل

ہوا اُس کے پہلے تقریباً تمام بُت پرست قبائل میں اسلام پھیل چکا تھا۔ اور اُس کے بعد بُت پرست قبائل سے جنگ کی نوبت نہ آئی۔ اہل کتاب سے اس کے بعد مقابلہ ہوا اور انہیں پر جزیہ مقرر کیا گیا۔

آیت جزیہ کے قبل جن قبائل سے جنگ ہوئی اُن پر نہ جزیہ لگایا گیا نہ لگایا جا سکتا تھا بُت پرست ہوں یا اہل کتاب۔ بنی قینقاع۔ بنی نضیر۔ بنی قریظہ۔ اہل خیبر سب اہل کتاب تھے مگر اُن میں سے کسی کا جزیہ حضورؐ نے قبول نہ کیا کیونکہ جس وقت اُن لوگوں سے مقابلہ تھا اُس وقت جزیہ کا حکم تھا ہی نہیں۔ اور یہ آیت نازل ہی نہیں ہوئی تھی۔ اسی طرح بُت پرستوں کا بھی معاملہ تھا۔

حضورؐ نے اہل ہجر کو۔ اور منذر ابن ساوی کو اور دوسرے ملوک کو خطوط روانہ کئے انہیں بلا تفریق سب کو اسلام اور جزیہ کی دعوت دی۔ صحیح مسلم میں ایک روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جب دشمن سے ملو تو تین ۳ باتوں کی دعوت دو۔ یا ۱ تو وہ اسلام قبول کریں۔ یا ۲ جزیہ دیں یا ۳ مقاتلہ کریں۔ اس میں کوئی تفریق بُت پرست اور اہل کتاب کی نہیں ہے۔ حضرت مغیرہ کسریٰ کے عامل سے ملے تو فرمایا کہ ہمیں حکم ہے کہ ہم اُس وقت تک تم سے مقاتلہ کریں کہ یا تو تم لوگ خدا کی پرستش قبول کرو۔ یا جزیہ دو۔

امام ابو حنیفہ صاحب فرماتے ہیں کہ اہل کتاب اور بُت پرست سب کا جزیہ قبول کرنا جائز ہے مگر خاص عرب کے بُت پرستوں کا نہیں۔ اسلیئے کہ وہاں حضورؐ کی نبوت ظاہر ہوئی اس لیئے وہاں بُت پرستی ہرگز نہ رہنی چاہیئے۔ دوئم وہ تمام قبائل مسلمان ہو چکے پھر بُت پرستی اگر ہوسکتی ہے تو صرف ارتداد سے۔ اور مرتد باتفاق جزیہ دیکر نہیں بچ سکتا۔ سوئم حضورؐ کی وصیّت ہے کہ جزیرۂ عرب میں دو دین جمع نہیں ہوسکتا اس لئے جزیہ لیکر وہاں بُت پرستی کی اجازت نہیں دیجا سکتی اور عرب کے یہود و نصاریٰ سے جزیہ لینا اس لئے درست ہے کہ اُن سے خود حضورؐ نے لیا۔ امام ابو یوسف صاحبؒ فرماتے ہیں کہ بوجوہات مذکورۂ بالا عرب کے بُت پرست اور اہل کتاب کسی سے جزیہ لینا درست نہیں ہے۔

حضورؐ نے نجران کے نصاریٰ سے جزیہ میں دو ۲ ہزار حلّے لیا یمن کے یہود کے متعلق حضرت معاذؓ

کو حکم دیا کہ ہر بالغ مرد سے ایک دینار لو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جزیہ کی کوئی خاص مقدار معین نہیں ہے اسی لیے حضرت عمرؓ نے تین ۳ درجہ جزیہ کا مقرر کیا غریبوں سے ایک درم ماہوار یا بارہ ۱۲ درم سالانہ۔ متوسط لوگوں سے دو ۲ درم ماہوار یا چوبیس ۲۴ درم سالانہ غنی سے چار ۴ درم ماہوار یا اڑتالیس ۴۸ درم سالانہ۔ غربت اور غنی کی کوئی خاص حد معین نہیں فرمائی بلکہ ایک معیار ہر جگہ کے لیے ممکن نہیں ہے جس جگہ غربت اور غنی کا اعتبار جس مقدار پر ہوتا ہو اُسی مقدار کا اعتبار ہوگا۔

بچے۔ بوڑھے۔ عورتیں۔ اور معذورین سے جزیہ نہیں لیا جاتا۔ اسی طرح غلام مکاتب مدبر۔ ام الولد پر بھی جزیہ نہیں ہے۔ مذہبی پیشوا جو گوشہ نشیں ہوں اُن پر بھی جزیہ نہیں ہے مسند امام احمد۔ ابو داؤد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ۔ نسائی سب میں حضرت معاذؓ کی روایت ہے اور اس میں یہی ہے کہ حضورؐ نے اُن کو حکم دیا کہ ہر بالغ مرد سے ایک دینار وصول کرو۔ یہی صحیح ہے لیکن مصنف عبدالرزاق میں یہ روایت ہے کہ حضورؐ نے حضرت معاذؓ کو حکم دیا کہ ہر بالغ مرد اور بالغ عورت سے ایک دینار وصول کرو۔ یہ روایت منقطع ہے اور تمام رواۃ اس زیادتی کو ذکر نہیں کرتے واللہ اعلم

بنی تغلب عرب تھے مگر نصرانی ہوگئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اُن سے جزیہ طلب کیا۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم جزیہ نہ دینگے۔ جس طرح مال کا صدقہ تم عربوں سے یعنی مسلمانوں سے وصول کرتے ہو اسیطرح ہم سے لو۔ حضرت عمرؓ نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ ہم مشرکوں سے صدقہ نہیں لے سکتے۔ اُن میں کچھ لوگ ناراض ہو کر روم چلے گئے کچھ منتشر ہوگئے۔ آخر نعمان بن زرعہ کے مشورہ سے یہ بات طے پائی کہ اُن سے جزیہ میں دوگنی زکوٰۃ لیجائے اور صدقہ کے نام سے لیجائے چنانچہ اسی پر معاہدہ ہوگیا اور چونکہ زکوٰۃ عورتوں سے بھی لی جاتی ہے اسلئے بنی تغلب کی عورتوں سے بھی دونی زکوٰۃ مقرر ہوئی

ہدایا و تحائف

کبھی رسول اللہؐ کی خدمت میں اصحاب کرام کھانے کی چیزیں۔ سواری کے جانور یا دوسری

ضرورت کی چیزیں ہدیہ کرتے تھے اور حضورؐ اُس کو قبول فرماتے تھے۔ اور کبھی ویسی ہی یا اس سے زیادہ قیمت کی چیز اُس کے بدلہ اُن کو ہدیہ میں دیتے تھے۔ سلاطین نے آپ کی خدمت میں ہدیہ بھیجا اور آپ نے ان کا ہدیہ قبول بھی فرمایا۔ سلاطین کے ہدیہ کو آپ اپنے اصحاب میں تقسیم فرماتے تھے۔ اور جو چیز آپ کو پسند ہوتی وہ اپنے لئے رکھتے جو شل صفی کے آپ کے لئے خاص ہوتی تھی بخاری میں ہے کہ ایک دفعہ دیباج کی قبائیں آپ کے پاس ہدیہ میں آئیں اور اُس پر سونے کا کام تھا۔ آپ نے اُس کو اپنے بعض اصحاب پر تقسیم کیا اور اُس میں سے ایک مخرمہ بن نوفل کے لئے نکال کر رکھا مخرمہ بن نوفل اپنے لڑکے مسور کے ساتھ آئے تو آپ نے اُن کا استقبال کیا اور وہ قبا اُن کو دیا۔ مقوقس حاکم اسکندریہ نے آپ کو ہدیہ بھیجا۔ اُس میں ماریہ قبطیہ تھیں سیرین تھیں۔ ایک خچر۔ ایک گدھا اور کئی چیزیں تھیں حضورؐ نے حضرت ماریہؓ کو خود پسند فرمایا وہ آپ کی ام الولد تھیں۔ سیرین کو حضرت حسان کو بخشدیا۔ نجاشی شاہ حبشہ نے آپ کو ہدیہ بھیجا۔ آپ نے اس کو قبول فرمایا۔ اور اس کے بدلہ میں خود بھی نجاشی کے لیئے ہدیہ روانہ فرمایا مگر کہدیا کہ اس کے پہنچنے سے پہلے انکا انتقال ہوجائے گا اور ایسا ہی ہوا۔ فروہ ابن نفاثہ[۵۱] جذامی نے آپ کو سفید بغلہ ہدیہ بھیجا جس پر آپ غزوۂ حنین میں سوار تھے جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت ہے مگر بخاری میں ہے کہ سفید بغلہ آپ کو ایلہ کے بادشاہ[۵۲] نے بھیجا تھا واللہ اعلم

ابو سفیان نے آپ کو ہدیہ بھیجا تو آپ نے اُس کے ہدیہ کو قبول فرمایا۔ لیکن عامر بن مالک ملاعب الاسنہ نے ایک گھوڑا آپ کو ہدیہ بھیجا تو آپ نے فرمایا کہ ہم مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتے۔ اسی طرح عیاض مجاشعی نے آپ کو ہدیہ دینا چاہا مگر آپ نے قبول نہ کیا۔

ابو عبید کہتے ہیں کہ ابو سفیان کا ہدیہ آپ نے قبول فرمایا اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ مُدّنہ کا زمانہ تھا۔ اور اُس وقت قریش کے ساتھ آپ کی جنگ موقوف تھی۔ مقوقس کا ہدیہ بھی آپ نے اس لیئے

---

[۵۱] نفاثہ بنون مضمومہ ثم فائے مخففہ مفتوحہ ثم الف ثم ثاء مثلثہ ۱۲ منہ

[۵۲] ایلہ کے بادشاہ کا نام یحنہ بن رُوبہ تھا جیسا کہ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کذا قال النووی ۱۲ منہ

قبول کیا کہ اُس نے آپ کے سفیر حاطب ابن ابی بلتعہؓ کی عزت کی تھی۔ اور آپ کے نبی ہونے کا اقرار کیا تھا۔ آپ کو اس کے اسلام سے مایوسی نہیں ہوئی تھی لیکن کسی مشرک محارب کا ہدیہ آپ نے کبھی قبول نہیں کیا۔

یہ حضورؐ کے ہدایا کی حالت تھی لیکن امام المسلمین کے ہدایا کے متعلق رائیں مختلف ہیں۔ امام مالکؒ کے بعض اصحاب فرماتے ہیں کہ اگر شاہ روم مسلمانوں کے امام کو ہدیہ بھیجے تو وہ امام کا خاص ہوگا لیکن امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کا ہوگا۔ اور بیت المال میں رہے گا۔ اور امام اسیطرح کا ہدیہ بیت المال سے شاہ روم کو بھی بھیج سکتا ہے امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ امام یا امیر جیش کو کفار ہدیہ دیں تو وہ غنیمت ہے اور اُس کا حکم غنیمت کا ہے واللہ اعلم

صحیح مسلم میں متعدد طریقہ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے ابن اللتبیہ کو عامل بنا کر بھیجا اور بعض روایت میں تصریح ہے کہ بنی سلیم کا صدقہ وصول کرنے کے لیئے بھیجا۔ وہ آئے تو رسول اللہ سے کہا کہ یہ مال تو آپ کا ہے اور یہ مجھ کو ہدیہ میں ملا ہے۔ حضورؐ ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تو نے اپنے باپ اور ماں کے گھر میں بیٹھکر نہ دیکھا کہ تیرے پاس کہاں سے ہدیہ آتا ہے۔ امام نودی فرماتے ہیں کہ یہ ناراضی عامل ہونے کی صورت میں تھی غیر عامل ہدیہ قبول کر سکتا ہے بلکہ قبول کرنا مستحب ہے واللہ اعلم

اموال مہجورہ

مسلمانوں کے کسی مال پر کفار کا قبضہ ہو جائے تو اِس کے متعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ یہ تھا۔ بخاری میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا گھوڑا بھاگ گیا اور اُس پر کفار نے قبضہ کر لیا۔ جب مسلمانوں کا اُن کافروں پر غلبہ ہوا تو وہ گھوڑا حضرت ابن عمرؓ کو دلوا دیا گیا۔ یہ حضورؐ کے وقت کا قصہ ہے۔ ایک مرتبہ حضرت ابن عمرؓ کا غلام بھاگ کر روم چلا گیا جب روم پر مسلمانوں کا غلبہ ہوا تو وہ غلام حضرت خالدؓ نے ابن عمرؓ کو واپس دیا۔ یہ حضرت صدیقؓ کے زمانہ

کا قصہ ہے لیکن ابوداؤد کی روایت ہے کہ یہ بھی رسول اللہ ہی کے زمانہ میں ہوا۔ مدونہ امام مالکؒ میں ایک روایت ہے کہ اموال غنیمت میں ایک مسلمان نے اپنا اونٹ پہچانا حضورؐ نے اُن سے کہا کہ اگر تم نے غنیمت تقسیم ہونے سے پہلے پایا تو اپنا اونٹ لے لو۔ اور اگر تقسیم ہونے کے بعد ملے تو تم اُسکے زیادہ مستحق ہو قیمت دیکر لے سکتے ہو۔ یہ طریقہ تو منقولات کے بارہ میں تھا لیکن صحیح روایتوں میں مذکور ہے کہ فتح مکہ کے روز مہاجرین نے مطالبہ کیا کہ اُن کے مکانات اُن کو واپس دلوائے جائیں۔ مگر کسی ایک مہاجر کو بھی حضورؐ نے اُن کا مکان واپس نہیں دلوایا۔ وہیں لوگوں نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ حضورؐ کل اپنے کس مکان میں ٹھہریں گے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ کیا عقیل نے ہم لوگوں کیلئے کوئی گھر چھوڑا ہے۔

اس جملہ کی تفصیل یہ ہے کہ حضورؐ اپنے دادا خواجہ عبدالمطلب کے مال سے محجوب تھے کیونکہ آپکے والد خواجہ عبداللہ نے اپنے باپ کے سامنے انتقال کیا۔ اور اس کے بعد آپ کے اکثر چچا لاوارث فوت ہوئے اسلئے خواجہ ابو طالب کو اپنے بھائیوں کا مال بھی ملا۔ خواجہ ابو طالب فوت ہوئے تو اُن کے اموال پر عقیل ابن ابی طالب نے قبضہ کیا۔ کیونکہ علی ابن ابی طالبؓ اور جعفرؓ ابن ابی طالب مسلمان ہوچکے تھے اور اختلاف دین کی وجہ سے اُن کے اموال پر قبضہ نہیں کر سکتے تھے لیکن مکان میں سب رہتے تھے۔ جب رسول اللہ اور حضرت علی کرم نے ہجرت کی اور حضرت جعفرؓ حبشہ میں تھے عقیل ابن ابی طالب نے اُس مکان پر بھی قبضہ کر لیا۔ اسی لئے حضورؐ نے فرمایا کہ کیا عقیل نے ہم لوگوں کے لئے کوئی گھر چھوڑا ہے۔

اس کے بعد جب عقیل ابن ابی طالب مسلمان ہوئے تو حضورؐ فرما چکے تھے۔ کہ جو کافر مسلمان ہو تو جو مال اُس کے پاس ہو وہ اُسی کا رہے گا۔ اور اسی لئے جو کافر مسلمان ہوکر مدینہ آئے کفار اُن کے اموال پر قبضہ کر لیتے تھے وہ مسلمانوں کو واپس نہیں ملتا تھا۔ اسکے بعد یہی طریقہ جاری ہوگیا کہ کفار کفر کی حالت میں اگر مسلمانوں کے جان و مال کو تلف کر دیں یا قبضہ کر لیں اور اُسکے بعد مسلمان ہوجائیں تو اُن سے نہ ضمان دلوایا جاتا تھا نہ اموال مغصوبہ واپس کرائے جاتے تھے واللہ اعلم

العشر والخراج

ذمی یا حربی کفّار تجارت کی غرض سے جو چیزیں اسلامی ممالک میں لاتے تھے اُن سے کچھ مال وصول کیا جاتا تھا۔ اور مسلمان تاجروں سے بھی وصول کیا جاتا تھا۔ مگر سب کے مقدار میں فرق تھا۔ مسلمان تاجروں سے تو زکوٰۃ لی جاتی تھی یعنی چالیسواں حصّہ۔ لیکن ذمی کافروں سے نصف عشر یعنی بیسواں حصّہ لیا جاتا تھا اور حربی کافروں سے عشر یعنی دسواں حصّہ۔

امام محمد صاحب موطا میں ایک روایت لائے ہیں۔ کہ نبط کے لوگ مدینہ میں گیہوں اور زیت لایا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ اُن سے نصف عشر لیا کرتے تھے تاکہ زیادہ لائیں کیونکہ اہل مدینہ کو ان چیزوں کی حاجت تھی۔ اور قطنیہ میں عشر لیتے تھے۔ قِطنیہ بکسر قاف وسکون طاو کسر نون و تحتیہ مشددہ اُن چیزوں کو کہتے ہیں جو پکائی جائیں جیسے مسُور چنا۔ لوبیا وغیرہ۔

بظاہر اِس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عُشر کی مقدار کا تفاوت غلّہ کے اقسام اور حوائج کی بنا پر تھا لیکن امام محمد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اہل ذمّہ قطنیہ لائیں یا غیر قطنیہ اس پر نصف عشر ہے۔ اور اہل حرب جو چیز لائیں اُس پر عُشر ہے۔ کیونکہ حضرت عمرؓ نے زیاد بن حُدیر تابعی۔ اور انس ابن مالکؓ مشہور صحابی کو بصرہ اور کوفہ کے عُشور پر بھیجا۔ تو اُن کو اِسی قاعدہ سے عُشر وصول کرنے کا حکم دیا۔

پہلی روایت میں یہ تاویل ممکن ہے کہ شاید مدینہ میں قطنیہ لانے والے حربی تاجر ہوں۔ اور نبط جو گیہوں اور زیت لایا کرتے تھے ذمّی تاجر ہوں واللہ اعلم

امام مالک صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ذمّی تاجروں سے بھی عُشر لیا جائے۔ کوئی روایت ایسی معلوم نہیں ہے جس سے حضورؐ کے وقت کا تعامل صاف معلوم ہو۔ اور عبدالرزاق روایت کرتے ہیں کہ ابن سیرین نے حضرت انس بن مالکؓ کے پاس حضرت عمرؓ کی تحریر دیکھی تھی جس میں یہی تھا کہ اہل ذمّہ سے بیسؔ درم میں ایک درم لیا جائے۔ اور اہل حرب سے دسؔ درم میں ایک درم

لیا جائے واللہ اعلم

عرب کے قبائل جو مسلمان ہو جاتے تھے اُن کی زمینیں اُنہیں کی ملک رہتی تھیں۔ اور مفتوحہ زمینیں جو غانمین پر تقسیم ہوتی تھیں وہ بھی غانمین کی ملک ہوتی تھیں۔ اِن سب زمینوں پر کسی قسم کا کوئی خراج نہ تھا۔ البتہ اُس سے پیداوار میں عشر یا نصف عشر جیسی زمین ہو زکوٰۃ کے قاعدہ سے زکوٰۃ وصول کی جاتی تھی۔ عرب کی زمین سے عشر کے سوا اور کسی قسم کا خراج لینا نہ حضورؐ سے ثابت ہے۔ نہ خلفاء راشدین سے۔ اسی لیئے عرب کی کل زمین یمن اور ارض مہرہ سے لیکر حدود شام تک ساری زمین عشری ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر سوادِ عراق فتح ہوا۔ یہ رسولُ اللہ کے بعد عرب کے باہر پہلی عظیم الشان فتح تھی حضرت عمرؓ نے وہاں کی زمین کو غانمین پر تقسیم کرنے کے متعلق اصحاب رسولُ اللہ سے مشورہ کیا تو رائیں مختلف ہوئیں۔

قاضی شوکانی ابو عبید بن عبد السلام کی کتاب الاموال سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے تقسیم کرنا چاہا اور اصحاب رسولُ اللہ سے مشورہ کیا تو حضرت علی کرم نے فرمایا کہ اِس کو تقسیم نہ کیجیئے تاکہ یہ مسلمانوں کا متفقہ سرمایہ رہے۔ اور دوسری روایت ہے کہ حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر آپ نے اِس کو تقسیم کر دیا تو قوم کے ہاتھ میں بہت بڑی زمین ہو جائیگی اور ہو سکتا ہے کہ اس طرح ساری زمین شخص واحد کے ہاتھ میں چلی جائے۔ اور جو مسلمان اسکے بعد آئیں اُن کے لیئے کوئی راستہ باقی نہ رہے۔ آپ ایسا طریقہ اختیار کیجیئے جس سے موجودہ اور آیندہ سب مسلمانوں کے انتفاع حاصل کرنے کی وسعت ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اِس رائے کو پسند لیا اور تقسیم کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

ابو عبید روایت کرتے ہیں کہ حضرت بلالؓ اور اُن کے ساتھیوں نے اختلاف کیا اور کہا کہ اسکو ہم نے لڑکر فتح کیا ہے ہمارے درمیان تقسیم کیجیئے جس طرح رسولُ اللہ نے خیبر کو صرف حاضرین پر تقسیم

کیا تھا حضرت عمرؓ نے تقسیم سے انکار کیا۔ اور کہا کہ ہم تقسیم تو کر دیں لیکن بتاؤ کہ جو مسلمان تمہارے بعد آئیں گے اُن کے لیئے کیا ہوگا۔

امام طحاوی لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے دلیل کی بنا سورہ حشر کے فی کی آیت پر تھی اُس آیت میں خدا نے بتایا ہے کہ فی کا مال جملہ مہاجرین۔ کل انصار۔ اور قیامت تک کے کل مسلمانوں کا ہے تقسیم ہو جانے کے بعد آنے والے مسلمانوں کے انتفاع کی صورت باقی نہیں رہتی۔

خیبر میں بھی حضورؐ نے صرف دو قلعہ تقسیم کیا اشق۔ اور النطاۃ باقی قلعوں کو تقسیم نہیں کیا۔ فتح مکّہ کے بعد مکّہ کی اراضی بالکل تقسیم نہیں کی گئی بلکہ انہیں کے ہاتھوں میں چھوڑ دی گئی جن کے ہاتھوں میں پہلے سے تھی۔ رسولؐ اللہ کا یہ عمل اس بات کی دلیل تھی کہ امام کو اختیار ہے کہ اراضی مفتوحہ کو تقسیم کرے یا نہ کرے۔ یا کچھ تقسیم کرے کچھ نہ کرے اور موقوف رکھے تاکہ فوجی و ملکی ضروریات پوری ہو سکے۔

حضرت عمرؓ نے تقسیم سے انکار کیا مگر حضرت بلالؓ اور اُن کے ساتھیوں کو اصرار تھا کہ سواد عراق کی زمین تقسیم کی جائے۔ حضرت عمرؓ نے دعا کی کہ خداوندا ہم کو بلال سے بچا کہتے ہیں کہ اُسی سال کے اندر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔

الغرض سواد عراق کی زمین حضرت عمرؓ نے وہیں کے کافروں کو دی۔ اُن کی ذات پر جزیہ مقرر کیا اور زمین پر خراج۔ تمام صحابہ نے حضرت عمرؓ سے اس بارہ میں اتفاق کیا لیکن ائمہ میں اس کے متعلق بعض باتوں میں اختلاف ہو گیا ہے۔ امام ابو حنیفہ اور سفیان ثوری وغیرہ کہتے ہیں کہ جن کافروں کو یہ زمین دی گئی تھی۔ اُن پر یہ لازم تھا کہ جزیہ اور مقررہ خراج ادا کریں لیکن زمین اُن کی ملک تھی اور وہ سب آزاد تھے۔

ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ محدثین نے اس قول سے شدید انکار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں ارض مفتوحہ کے کفار مالک نہیں ہو سکتے۔ امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں اس پر بسیط تقریر کی ہے۔ میں اس کتاب میں اس مسئلہ پر اس سے زیادہ نہیں لکھ سکتا یہ کتاب رسولؐ اللہ کی سیرۃ پر ہے۔ خراج کی بحث اس میں محض ضمنی ہے اس لیئے کہ مالیات کی بحث بغیر خراج کی بحث کے مکمل نہیں ہو سکتی لیکن

ضمنی بحث کو زیادہ طول نہیں کیا جاسکتا۔

صاحب ہدایہ لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عثمان بن حنیفؓ اور حضرت حذیفہؓ کو بھیجا کہ سواد عراق کے زمین کی مساحت کریں۔ اُنہوں نے کل زمین کو ناپا تو تین کروڑ ساٹھ لاکھ جریب کل زمین تھی۔ اور اسی پر خراج مقرر ہوا۔ شراح ہدایہ لکھتے ہیں کہ اس تفصیل کو ابو عبیدہ نے کتاب الاموال میں اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔

ایک جریب ساٹھ ذراع کا ہوتا ہے بادشاہ کسریٰ کے ذراع سے۔ کسریٰ کے ذراع سے مراد سات مشت کا ایک ذراع ہے۔ عام ذراع چھ مشت کا ہوتا ہے کذافی المغرب

یہ تو معلوم ہو چکا کہ عرب کی کل زمین عشری ہے اسکے حدود یہ ہیں۔ عراق کی طرف عُذیب۔ دوسری جانب انتہار یمن اور ارض مہرہ تیسرے جانب حدود شام کی ابتدا یمن اور ارض مہرہ کی انتہا سے مراد مسقط اور عدن کے درمیان کا مقام ہے گویا بحر عرب کا پورا عربی کنارہ۔

اور سواد کی کل زمین خراجی ہے جیساکہ معلوم ہوا اُس کے حدود یہ ہیں عُذیب سے عقبہ حُلوان تک عرض۔ اور علث سے عبّادان تک طول۔

عُذیب بالتصغیر ما رہنی تمیم کا نام ہے۔ یہ جگہ کوفہ سے ایک مرحلہ پر ہے۔ یہیں عرب کی انتہا ہے اور سواد عراق کی ابتدا ہے۔

حُلوان بضم حار مہلہ ایک شہر کا نام ہے۔

عَلث بفتح عین مہلہ وسکون لام وثائے مثلثہ۔ دجلہ کے شرق میں ایک قریہ ہے جو عراق کی حد ہے۔

عبّادان بفتح عین مہلہ وتشدید با۔ بصرہ کے پاس مشہور جزیرہ ہے۔

حضرت عمرؓ نے اہل سواد پر جو خراج مقرر کیا تھا اُس کی تفصیل یہ ہے ایک[1] وہ زمین جہاں پانی پہنچتا تھا اور غلہ کی زراعت اُس میں ہو سکتی تھی اُس کا خراج ایک درم اور ایک قفیز غلہ تھا یہ سب سے کم خراج تھا۔ دویم[2] اس سے بہتر زمین ارض رطبہ تھی جس میں کدو۔ تربز۔ بیگن اور ترکاریاں پیدا ہوتی تھیں اُس کا خراج پانچ درم تھا یہ اوسط درجہ کا خراج تھا تیسری[3] قسم اُس سے اعلیٰ تھی جس میں انگور

یا کھجور کے گھنے درخت تھے اُس میں پیداوار زیادہ ہوتا تھا اور محنت کم ہوتی تھی اُس کا خراج دس درم تھا۔
اِن تینوں قسموں کے علاوہ ایسی زمین بھی تھی جس میں زعفران پیدا ہوتا تھا یا باغات تھے ایسی زمینوں پر خراج اُن کے تحمل کے لائق مقرر کیا گیا تھا۔
جو زمین آب پاشی منقطع ہو جانے کی وجہ سے پیداوار کے لائق نہ رہتی اُس کا خراج معاف ہو جاتا تھا لیکن قابل زراعت زمین اگر کاشتکار کی کاہلی اور غفلت کی وجہ سے معطّل رہ جائے تو اُس کا خراج وصول کیا جاتا تھا۔ جو زمین خراجی تھی اگر اُس کو کوئی مسلمان خرید لے یا اور کسی طرح حاصل کرے تاہم وہ خراجی رہتی تھی اور مسلمان مالک کو خراج ادا کرنا پڑتا تھا۔
امام طحاوی عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرو بن العاصؓ نے مصر فتح کیا۔ تو اُن کے ساتھ جتنے اصحاب رسول اللہ تھے سب کو جمع کیا اور اُن سے زمین کی تقسیم کے بارہ میں مشورہ کیا۔ کہ آیا جس طرح صرف حاضرین پر غنیمت تقسیم کی گئی اور جس طرح خیبر میں رسول اللہ نے صرف حاضرین پر خیبر کی زمین تقسیم کی تھی۔ مصر کی زمین بھی اُسی طرح تقسیم کر دی جائے۔ یا توقف کیا جائے اور اس بارہ میں امیر المومنین کی رائے لی جائے چند اشخاص نے کہا جن میں حضرت زبیر بن العوامؓ بھی تھے کہ اس میں نہ تم کو کوئی اختیار ہے۔ نہ عمرؓ کو۔ یہ زمین ہے جس پر خدا نے ہمیں فتح دی ہے۔ اسکے لئے ہم نے گھوڑے دوڑائے ہمارے آدمیوں نے محنت کی۔ اور جو کچھ ہے اُس پر قبضہ کیا۔ تو اس سے زیادہ اور کس مال پر میرا حق ہو سکتا ہے۔ لیکن دوسرے لوگوں نے کہا کہ ابھی تقسیم موقوف رکھو امیر المومنین کی رائے آ جانے دو۔ اور آخر یہی رائے قرار پائی۔ حضرت عمر بن الخطابؓ کے پاس سب کی رائے لکھکر گئی۔ اُس کے جواب میں حضرت عمرؓ نے جو خط لکھا اُسکو بھی امام طحاوی نے نقل کیا ہے اسمیں بھی یہی تھا۔
"اگر ہم اِس کو تمہارے درمیان تقسیم کر دیں تو جو مسلمان تمہارے بعد آئیں گے اُن کے پاس کوئی سرمایہ باقی نہیں رہے گا۔ جس سے وہ دشمنوں کے مقابلہ میں تقویت حاصل کر سکیں۔ یہ فی رہے اسکو موقوف رکھو۔ تاکہ اس وقت تک باقی رہے جب تک مسلمانوں کی کوئی جماعت بھی اللہ کے واسطے جہاد کرنے کے لئے باقی رہے والسّلام"

حضورؐ کے قاصد

حضورؐ جب حدیبیہ سے لوٹکر آئے۔ تو محرم ۷ھ میں دعوت اسلام کے خطوط دیگر اطراف کے ملوک و سلاطین کے پاس ایک روز اپنے چھ قاصد آپ نے روانہ کئے۔ یہ غزوۂ خیبر سے پہلے کا قصہ ہے اِس کا ذکر وہاں مناسب تھا مگر چونکہ مغازی کی ترتیب میں اِس سے خلل واقع ہوتا تھا اِس لیئے اُسکو وہاں لکھنا مناسب نہ معلوم ہوا۔

عمرۂ حدیبیہ ذیقعدہ ۶ھ میں ہوا۔ اور وہاں سے ذی الحجہ ۶ھ میں حضورؐ لوٹکر آئے۔ پھر اُسی مہینہ میں غزوۂ غابہ واقع ہوا سلمہ ابن الاکوعؓ کی روایت ہے کہ وہاں سے لوٹے تو صرف تین دن مدینہ میں قیام فرمایا اُس کے بعد محرم ۷ھ میں غزوۂ خیبر کیلیئے روانہ ہوگئے اسلیئے غالباً اسی قیام کے زمانہ میں ایک روز آپ نے اپنے چھ قاصد روانہ کیئے۔

جب حضورؐ نے اِن قاصدوں سے بھیجنے کے لیے خطوط لکھے تو آپ سے لوگوں نے کہا کہ سلاطین ان خطوط کو قبول نہیں کرتے۔ اور نہ پڑھتے ہیں جس پر مہر نہ ہو اس لیئے آپ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی اور اس میں نام مبارک کندہ کرایا۔ تین سطریں تھیں محمد ایک سطر۔ رسول ایک سطر۔ اللہ ایک سطر۔ پھر اُس سے خطوط پر مُہر کر کے قاصدوں کو عنایت فرمایا۔ ایک روز جن چھ قاصدوں کو حضورؐ نے روانہ فرمایا وہ یہ ہیں

(۱) عمرو بن امیہ ضمریؓ[1] کو حبشہ بھیجا (۲) دحیہ ابن خلیفۃ الکلبی کو روم بھیجا۔ (۳) عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ کو شاہ ایران کے پاس بھیجا (۴) حاطب ابن ابی بلتعہؓ کو مقوقس کے پاس اسکندریہ بھیجا (۵) شجاع بن وھب الاسدیؓ کو حارث ابن ابی شمر الغسانی کے پاس بھیجا (۶) سلیط بن عمروؓ کو ہوذہ بن علی الحنفی کے پاس یمامہ بھیجا۔

(۱) عمرو بن امیۃ الضمریؓ کو حضورؐ نے نجاشی[2] کے پاس حبشہ بھیجا صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ

---

[1] ضمری بفتح ضاد معجمہ و سکون میم و کسر راء مہملہ ۱۲ منہ

[2] نجاشی بفتح نون و ضمہ و تشدید جیم و تخفیف دونوں آیا ہے حبشہ کے بادشاہ کا یہ لقب ہے جس طرح ایران کے بادشاہ کا کسریٰ۔ روم کے بادشاہ کا قیصر یمن کے بادشاہ کا تبع وغیرہ کسی خاص بادشاہ کا نام نہیں ہے ۱۲ منہ

سے مروی ہے کہ حضورؐ نے قیصر۔ کسریٰ۔ اور نجاشی کے پاس خطوط روانہ کئے۔ لیکن یہ وہ نجاشی نہیں ہے جس کے جنازہ کی نماز غائبانہ حضورؐ نے پڑھی تھی۔ اور محمد ابن حزم کہتے ہیں کہ جس نجاشی کے پاس حضورؐ نے عمرو بن امیۃ الضمریؓ کو بھیجا تھا وہ مسلمان نہیں ہوا۔ مگر واقدی۔ ابن اسحاق۔ ابن سعد اور ایک جماعت کہتی ہے کہ جس نجاشی کے پاس حضورؐ نے عمرو ابن امیۃ الضمری کو بھیجا تھا اس کا نام اصحمہؓ ابن ابجر تھا رسول اللہ کے خط کی اُس نے تعظیم کی مسلمان ہوگیا۔ اور جس روز اس نے انتقال کیا حضورؐ نے اُس کے جنازہ کی نماز پڑھی۔ لیکن صحیح وہی ہے جو امام مسلم نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے۔ مولانا عبدالحق صاحب لکھتے ہیں کہ حضورؐ نے نجاشی کو ایک خط اور بھیجا تھا جس میں ام حبیبہؓ سے عقد کا حکم دیا تھا وہ دونوں خطوں کو بڑی تعظیم سے عاج کے ڈبہ میں رکھتا تھا۔ اور وہ برابر شاہان حبشہ کے پاس رہا جس کو وہ برکت کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ اور غالباً اب تک وہاں موجود ہے۔

(۲) دحیہ بن خلیفۃ الکلبیؓ کو حضورؐ نے قیصر کے پاس جس کا نام ہرقل تھا روم بھیجا۔ صحیح ابن حبان میں حضرت انس ابن مالکؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے پوچھا کہ میرے اس خط کو قیصر کے پاس کون لے جائیگا۔ اُسکے لیئے جنّت کی بشارت ہے۔ تو ایک شخص نے کہا کہ اگر قیصر قبول نہ کرے۔ آپ نے فرمایا کہ گو وہ قبول نہ کرے لیجانے والے کے لیئے جنّت ہے۔ وہ لیکر گئے تو قیصر راستہ میں ملا کیونکہ وہ بیت المقدس جا رہا تھا۔ اُنھوں نے خط کو اُس کے بساط پر پھینکدیا اور علیحدہ ہو گئے قیصر نے آواز دی کہ یہ خط کون لایا ہے سامنے آئے۔ اُس کو امن ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ میں لایا ہوں۔ قیصر نے کہا کہ میں بیت المقدس جا رہا ہوں۔ وہاں سے واپس آجاؤں تو تم میرے پاس آؤ۔ جب وہ لوٹکر آیا۔ تو یہ اُس کے پاس گئے۔ اُس نے حکم دیا کہ محل کے سب دروازے بند کر دیئے گئے اسکے بعد اُس نے اپنے منادی سے اعلان کرایا کہ قیصر نے محمدؐ کی اتباع کرلی۔ اور نصرانیت ترک کر دی۔ جب یہ مشہور ہوا تو اُس کی مسلّح فوج نے اُس کے محل کو گھیر لیا۔ تب قیصر نے رسول اللہ کے قاصد سے کہا کہ تم نے دیکھ لیا ہمیں اپنے مُلک کا اندیشہ ہے۔ اِس کے بعد اُس نے اپنی فوج میں اعلان کرایا کہ ہم تمہارے

---

[۱] اصحمہ بفتح ہمزہ وسکون صاد مہملہ بعدہٗ حاء مہملہ بعدہٗ میم ۱۲ منہ

اس فعل سے بہت خوش ہوئے۔ پہلا اعلان صرف تمہارے جوش مذہبی کی آزمایش کے لیے کیا گیا تھا۔
اُس کے بعد قیصر نے رسول اللہ کو خط لکھا کہ مَیں مسلمان ہوں۔ اور آپ کے لیے اشرفیاں بھیجیں
رسول اللہ نے فرمایا کہ عدوّ اللہ جھوٹا ہے وہ تو اپنی نصرانیّت پر قایم ہے۔ اور آپ نے
وہ اشرفیاں تقسیم کر دیں۔

لیکن صحیح مسلم میں ایک مفصّل روایت ہے کہ جس زمانہ میں دحیہ کلبیؓ وہاں گئے تھے ابوسفیان وہیں
تھا۔ اُس نے رسول اللہ کے متعلق ابوسفیان سے کچھ سوالات کیے ابوسفیان نے اسکے جوابات دیئے۔
اُس نے جوابات کو سُنکر کہا کہ جو کچھ تم نے کہا اگر یہ سچ ہے تو بلاشبہ وہ نبی ہیں۔ اور اُن کی حکومت
اس سرزمین تک پھیلیگی جہاں اس وقت میرا قدم ہے اگر ہم وہاں ہوتے تو اُن کا پیر دھوتے ہلوگونکو
ایک رسول کا انتظار تو تھا مگر یہ گمان نہ تھا کہ وہ تم لوگوں میں ظاہر ہوں گے واللہ اعلم

(۳) عبداللہ بن حذافہ السہمیؓ کو حضورؐ نے کسریٰ بادشاہ ایران کے پاس بھیجا۔ اس کا نام پرویز
بن ہرمز بن نوشیرواں تھا بخاری میں روایت ہے کہ عبداللہ بن حذافہ السہمیؓ نے رسول اللہ کا خط
عظیم بحرین کو دیا۔ اُس نے کسریٰ کو دیا۔ اُس بدنصیب نے اُس خط کو پڑھا اور بڑھکر غصہ میں اُسکو
ٹکڑہ ٹکڑہ کر دیا۔ رسول اللہ کو جب خبر ملی تو فرمایا کہ خدا اُس کے ملک کو ٹکڑہ ٹکڑہ کرے۔ اور یہی ہوا۔

(۴) حاطب ابن ابی بلتعہؓ کو حضورؐ نے مقوقس شاہ اسکندریہ کے پاس بھیجا۔ یہ قبطیوں کا بڑا
سردار تھا۔ نہایت اچھی طرح حضرت حاطبؓ سے ملا۔ لیکن مسلمان نہ ہوا۔ حضورؐ کے لیے ہدیہ بھیجا۔
ایک جاریہ حضرت ماریہ قبطیہؓ۔ اور اُن کی دو بہنیں ایک سیرین اور دوسری قیسری۔ حضرت ماریہؓ
حضورؐ کی ام الولد ہیں۔ سیرین حضرت حسانؓ کو ہبہ کیا وہ اُن کی ام الولد ہیں یعنی حضرت عبدالرحمن
بن حسان کی ماں۔ دوسری بہن قیسری بھی اُنہیں کو بخشا۔ اِسکے علاوہ ایک ہزار مثقال سونا بیس
قباطی کپڑے ایک سفید بغلہ یعنی دُلدل۔ ایک سفید گدہا عفیر۔ ایک خصّی غلام جن کا نام مابور تھا۔
شاید یہ حضرت ماریہؓ کے چچازاد بھائی تھے۔ ایک گھوڑا جس کا نام لزاز تھا۔ ایک شیشہ کا پیالہ
اور شہد۔ حضورؐ نے فرمایا کہ خبیث مُلک کی وجہ سے بھول گیا۔ حالانکہ اُسکے ملک کو بقا نہیں ہے۔

(۵) شجاع ابن وہب الاسدیؓ کو حضورؐ نے حارث ابن ابی شمر الغسانی کے پاس بھیجا جو بلقا کا رئیس اعظم تھا۔ یہ ابن اسحٰق اور واقدی کا قول ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اُن کو جبلہ ابن الایہم کے پاس بھیجا بعض کہتے ہیں کہ دونوں کے پاس۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اُن کو بھی دحیۂ کلبیؓ کے ساتھ روم بھیجا تھا واللہ اعلم

(۶) سلیط بن عمروؓ کو حضورؐ نے ہوذہ بن علی الحنفی کے پاس یمامہ بھیجا۔ اُس نے اُن کی بہت عزت کی۔ اور کپڑہ پیرایا جو ہجر کا بنا ہوا تھا۔ اور خود اپنی طرف سے ثمامہ ابن اثال الحنفی کے پاس بھیجا ہوذہ تو مسلمان نہ ہوا۔ اور ثمامہ بھی اُس وقت مسلمان نہ ہوئے لیکن پیچھے ایمان لائے۔ مغازی میں اُن کا حال بیان ہو چکا ہے ایمان لانے کے بعد ثمامہؓ نے قریش کا غلہ روک دیا تھا۔

یہ چھ حضرات وہ ہیں جن کو حضورؐ نے ایک روز روانہ کیا۔ اِن کے علاوہ مختلف رؤسا اور ملوک کے نام مختلف اوقات میں آپ نے خطوط بھیجے اور قاصد روانہ کئے۔

(۷) حضرت عمرو بن العاصؓ کو ذیقعدہ ۸ھ میں جیفر ابن الجلندی اور عبد ابن الجلندی الازدی کے پاس عمان بھیجا۔ یہ دونوں بھائی تھے اور عمان کے رئیس تھے۔ دونوں نے اسلام قبول کیا۔ اور رسول اللہ کی نبوت کی تصدیق کی۔ عمرو بن العاصؓ کو اختیار دیا کہ وہ اُن کے مال اور رعایا کے مال سے شرعی احکام کے موافق صدقہ وصول کریں۔ حضرت عمروؓ وہیں مقیم رہے اور رسول اللہ کے وفات کی خبر اُن کو وہیں ملی۔

(۸) علاء الحضرمیؓ کو حضورؐ نے جعرانہ سے لوٹنے کے بعد یا فتح مکہ سے بھی پہلے منذر بن ساوی عبدی کے پاس بحرین بھیجا۔ ابن اسحاق اور دوسرے بہت لوگوں نے لکھا ہے کہ علاء الحضرمی منذر ابن ساوی کے پاس خط لیکر گئے۔ اور وہ مسلمان ہو گئے۔ ابن مندہ کہتے ہیں کہ وہ رسول اللہ کی طرف سے ہجر کے عامل مقرر ہوئے تھے۔ طبرانی عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے اُن کو خط لکھا تھا کہ جو شخص ہم لوگوں کی طرح نماز پڑھے۔ ہمارے قبلہ کی طرف رُخ کر کے عبادت کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہی مسلمان ہے۔ پھر جزیہ کے بارہ میں بھی حضورؐ نے اُن کو خط لکھا۔ ابن مندہ زید ابن اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ خود منذر ابن ساوی کا بیان ہے کہ حضورؐ نے اُن کو خط لکھا کہ جس کے پاس

زمین نہ ہو اُس پر چار درہم مقرر کرو۔

(۹) مہاجر ابن ابی امیہ مخزومیؓ کو حضورؐ نے حارث بن عبد کلال کے پاس یمن بھیجا انہوں نے کہا کہ ہم اِس بارہ میں غور کرینگے۔ یہ ابن قیم کا بیان ہے۔ لیکن ابن اسحٰق کی روایت ہے کہ جب حضورؐ تبوک سے لوٹے تو شاہان حمیر نے آپ کے پاس اپنے اسلام قبول کرنے کے خطوط بھیجے اُنمیں حارث بن عبد کلال حمیری کا بھی خط تھا حضورؐ نے مہاجر ابن ابی امیہؓ کو حارث مذکور کے پاس بھیجا تھا وہ مسلمان ہوئے اور حضورؐ کو خط لکھا اُس میں ایک شعر یہ تھا

ودینک دین الحق فیه طهارة　　　وانت بما فیه من الحق آمر

دار قطنی نے حضرت ابن عمرؓ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ اور ابو الحسن مدائنی نے بھی اسی طرح لکھا ہے کذا فی الاصابہ واللہ اعلم

(۱۰-۱۱) حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ۔ اور حضرت معاذ بن جبلؓ کو حضورؐ نے تبوک سے واپس آنے کے بعد یمن بھیجا۔ اور بعض روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن لوگوں کو ربیع الاوّل سنہ میں بھیجا تھا۔ تاکہ وہاں کے باشندوں کو اسلام کی دعوت دیں۔ اور اُنکی دعوت پر وہاں کے عام باشندے بخوشی بلا قتال خود مسلمان ہو گئے۔ اُسکے بعد حضورؐ نے وہاں حضرت علی کرم کو بھیجا۔

(۱۲) جریر بن عبد اللہ البجلیؓ کو حضورؐ نے ذوالکلاع حمیری اور ذو عمر کی جانب بھیجا۔ وہ دونوں مسلمان ہو گئے۔ اور جریرؓ ابھی وہیں تھے کہ رسول اللہ کا انتقال ہو گیا۔ صحیح بخاری میں جریرؓ کے سامنے اُن دونوں کے اسلام قبول کرنے کا ذکر ہے۔

اُن دونوں نے رسول اللہ کی صحبت نہیں پائی اور مسلمان رسول اللہ کے وقت ہی میں ہوئے ذوالکلاع حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مدینہ آئے۔ اُن کے اور حضرت عمرؓ کے بہت مکالمے ہوئے۔

ذوالکلاع کی کنیت ابو شرجیل۔ یا شراحیل تھی۔ ابن عساکر روایت کرتے ہیں کہ جب جریر نے اُن کو اسلام کی دعوت دی اور حضورؐ کی حالت سنائی تو اُنہوں نے کہا کہ تم ام شرجیل سے ملو۔ یہ اُن کی

لہ مہاجر ابن ابی امیہؓ ام المومنین ام سلمہ کے بھائی تھے ۱۲ منہ

زوجہ تھیں۔ اور یہ بھی کہا کہ وہ جب سے میرے پاس آئی ہے تم سے پہلے کوئی مرد اُن سے نہیں مل سکا ہے الغرض یہ اُن سے ملے تو ذوالکلاع اور اُن کی زوجہ دونوں مسلمان ہوگئے۔ اور ذوالکلاع نے اس خوشی میں چار ہزار غلام آزاد کئے۔ حضرت عمرؓ کے وقت میں وہ مدینہ آئے تب بھی اُن کے شامل چار ہزار غلام تھے۔ حضرت عمرؓ نے اُن سے کہا کہ اِن غلاموں کو میرے ہاتھ بیچ دو تاکہ ہم اُن سے اسلامی خدمت کا کام لیں۔ اُنہوں نے کہا کہ نہیں یہ آزاد ہیں۔ اور اُن سب کو بھی آزاد کر دیا۔ ذوالکلاع اور ذوعمرو دونوں ملوک یمن سے تھے واللہ اعلم

(۱۳-۱۴) عمرو بن امیہؓ ضمریؓ کو حضورؐ نے مسیلمہ کذاب کی طرف یمامہ بھیجا۔ اور پھر دوسرا خط دیکر سائب بن العوامؓ یعنی زبیر بن العوامؓ کے بھائی کو بھی مسیلمہ کی طرف بھیجا۔ مگر وہ بدنصیب ایمان نہ لایا

(۱۵) فروہ بن عمرو الجذامی قیصر روم کی طرف سے معان کے عامل تھے۔ اور اطراف کے شامی اور عربی علاقوں پر اُنکی حکومت تھی بعض روایت میں ہے کہ اُن کے پاس بھی حضورؐ نے قاصد بھیجا لیکن ابن اسحاق روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے خود مسعود بن سعد کو حضور کی خدمت میں بھیجا اور اپنے اسلام کی خبر دی۔ اور ہدیہ بھی بھیجا جس میں ایک سفید بغلہ تھا جس کا نام فضہ تھا۔ ایک گھوڑا جس کا نام الضرب تھا۔ اور ایک گدھا جس کو یعفور کہتے تھے۔ ظاہر یہ ہے کہ یعفور اور عفیر ایک ہی ہے۔ کچھ کپڑے۔ سندس کی قبا جس میں سونے کا کام تھا۔ حضورؐ نے ہدیہ قبول فرمایا۔ اور مسعود ابن سعد کو بارہ[۱۲] اوقیہ اور ایک نش عنایت فرمایا۔

(۱۶) عیاشؓ[ل] ابن ابی ربیعہ مخزومیؓ کو حضورؐ نے حارث مسروح۔ اور نعیم ابن عبد کلال کی جانب بھیجا تھا۔

[ل] عیاش عین مہملہ بعدہٗ تحتانیہ بعدہٗ الف بعدہٗ شین معجمہ یہ حضرت خالدؓ کے ابن عم اور ابوجہل کے ابن ام ہیں۔ ابوجہل مکر سے ان کو مکہ لے گیا ہجرت کے بعد اور بڑی تکلیف دی صحیحین میں ہے کہ حضورؐ نے اُن کیلئے قنوت میں دعا کی تھی ۱۲ منہ

رسول اللہؐ کے خطوط

صحیحین میں ہے کہ حضورؐ نے ہرقل قیصر روم کو خط لکھا۔ وہ خط یہ تھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ من محمد رسول اللہ الی ہرقل عظیم الروم۔ سلام علی من اتبع الھدی۔ اما بعد فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام۔ اسلم تسلم۔ یوتک اللہ اجرک مرتین۔ فان تولیت فان علیک اثم الاریسیین۔ ویا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃٍ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئاً۔ ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون ط

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ محمد رسول اللہ کی طرف سے ہرقل کی جانب جو روم کا عظیم ہے۔ سلام ہو اس پر جو راہ راست کی پیروی کرے۔ اما بعد مَیں تم کو اسلام کے کلمہ کی دعوت دیتا ہوں مسلمان ہو جاؤ سلامت رہوگے اور خدا تم کو دُہرا اجر دے گا۔ لیکن اگر تم نے روگردانی کی تو تمہاری تمام جاہل رعایا کا گناہ تم پر ہوگا اور اے اہل کتاب تعالوا الی کلمۃ الآیہ

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ اُن سے ابوسفیان نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ کا خط شام میں گیا تھا تو ہم وہیں تھے۔ دحیہؓ[1] کلبی وہ خط لائے تھے۔ اُنھوں نے بُصریٰ[2] کے امیر کو دیا تھا۔ اور امیر بُصریٰ نے ہرقل کو دیا۔ ہرقل نے دریافت کیا کہ جو شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے کیا اُس کی قوم کا کوئی آدمی یہاں ہے۔ لوگوں نے کہا کہ ہاں۔ اس لیئے وہ لوگ مجھکو اور میرے چند ساتھیوں کو ہرقل کے پاس لے گئے۔ ہرقل نے پوچھا کہ اُن کا سب سے قریبی رشتہ دار کون ہے؟ ابوسفیان نے کہا کہ مَیں ہوں

---

[1] دِحیہ بکسر دال و فتح دونوں لغت ہے ترجیح میں اختلاف ہے لیکن ابن السکیب کہتے ہیں کہ بکسر دال ہے اور کچھ نہیں ابوحاتم سجستانی کہتے ہیں کہ بفتح دال ہے اور کچھ نہیں کذا قال النووی واللہ اعلم ۱۲ منہ

[2] بُصریٰ بضم با حجاز اور شام کے درمیان حوران کا شہر ہے جس میں قلعجات ہیں ۱۲ منہ

اِس لیئے ابوسفیان کو ہرقل کے سامنے بٹھایا اور اُس کے ساتھیوں کو اُس کے پیچھے۔ پھر ہرقل نے ترجمان کے ذریعہ کہا کہ مدعی نبوت کے بارہ میں ہم کچھ ان سے پوچھنا چاہتے ہیں۔ اگر ہم سے یہ کوئی بات غلط کہیں تو تم لوگ ظاہر کیجیو۔ ابوسفیان کا بیان ہے کہ اگر ہم کو جھوٹ ظاہر ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو ضرور اس روز ہم بہت سی بات لگا کر کہتے۔

ابوسفیان نے کہا کہ

ہرقل نے پوچھا کہ اُن کا حسب کیسا ہے؟ میں نے کہا کہ ہمارے درمیان اُن کا حسب بہت اچھا ہے۔ پھر پوچھا کہ اُن کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ تھا؟ میں نے کہا نہیں۔ پھر پوچھا کہ دعویٰ نبوت سے پہلے تم لوگوں نے اُن کو کبھی جھوٹا پایا؟ میں نے کہا نہیں۔ پوچھا کہ اُن کی اتباع شرفا کرتے ہیں یا ضعفا؟ میں نے کہا ضعفا۔ پوچھا اُن کے متبعین بڑھتے ہیں یا گھٹتے ہیں۔ میں نے کہا بڑھتے ہیں۔ پوچھا اُن کے متبعین میں سے کوئی ناراض ہو کر علیحدہ ہوتا ہے یا نہیں۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ پوچھا کیا اُن سے اور تم لوگوں سے کبھی مقاتلہ ہوا۔ میں نے کہا کہ ہاں۔ پوچھا کیا حال رہا؟ میں نے کہا کہ کبھی ہم غالب ہوئے کبھی وہ۔ پوچھا کیا وہ کبھی عہد شکنی بھی کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ نہیں لیکن ایک معاہدہ ابھی ہمارے اُن کے درمیان ہے معلوم نہیں اس میں کیا کرینگے۔ پوچھا کہ کیا تم میں کسی نے پہلے بھی ایسا دعویٰ کیا ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں۔

ہرقل نے ان جوابات کو سُنکر کہا کہ انبیاء اسی طرح ذو احساب ہوتے ہیں۔ اگر اُن کے آباء میں کوئی بادشاہ ہوتا تو گمان ہوتا کہ اپنے آبا کا ملک حاصل کرنے کے لیئے ایسا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور انبیاء کے متبعین اسی طرح پہلے ضعفا ہوا کرتے ہیں۔ اور جس شخص نے انسان پر جھوٹ نہ باندھا ہو وہ خدا پر کیونکر جھوٹ و افترا باندھ سکتا ہے۔ اور انبیاء کے متبعین راسخ الایمان ہوتے ہیں اسی لیئے مرتد نہیں ہوتے۔ اور انبیاء کے متبعین اسی طرح رفتہ رفتہ بڑھتے ہیں۔ لڑائیوں میں انبیاء کی یہی حالت ہوتی ہے کبھی غالب کبھی مغلوب لیکن آخری کامیابی اُن کی یقینی ہے۔ انبیاء اسی طرح غدار نہیں ہوا کرتے۔ ہاں اگر تم لوگوں میں کوئی پہلے ایسا دعویٰ کرتا تو گمان ہوتا کہ یہ بھی سنکر ایسا دعویٰ کرتے ہیں۔

پھر پوچھا کہ اچھا بتاؤ وہ کس بات کا تم لوگوں کو حکم دیتے ہیں۔ میں نے کہا نماز۔ روزہ۔ صلہ رحم

اور عفاف کا۔ اس پر ہرقل نے کہا کہ یہ جو کچھ تم نے کہا اگر صحیح ہے تو وہ ضرور نبی ہیں۔ ہم لوگ یہ تو جانتے تھے کہ ایک نبی کا ظہور ہونے کو ہے مگر یہ نہ معلوم تھا کہ اُن کا ظہور تم لوگوں میں ہوگا۔ میری خواہش ہے کہ کاش اُن کی زیارت ہوتی۔ اگر میں اُن کے پاس ہوتا تو اُن کا پیر دھوتا۔ اُن کی حکومت اِس مقام تک پہنچے گی جہاں اِس وقت میرا قدم ہے۔

لیکن مسند امام احمد بن حنبلؒ میں ہے کہ ہرقل نے حضورؐ کو خط لکھا کہ میں مسلمان ہوں تو حضورؐ نے فرمایا کہ کاذب جھوٹ کہتا ہے وہ تو اپنی نصرانیت پر ہے۔ اِسکے علاوہ غزوۂ موتہ میں خود ہرقل نے مسلمانوں کا مقابلہ کیا واللہ اعلم

اور حضورؐ نے کسریٰ کو خط لکھا۔ اِس کسریٰ کا نام پرویز بن ہرمز بن نوشیرواں تھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم
من محمد رسول اللہ الیٰ کسریٰ عظیم فارس سلامٌ علےٰ من اتبع الھدیٰ وآمن باللہ ورسولہ وشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ وانّ محمّداً عبدہٗ ورسولہ۔ ادعُوک بدعایۃ اللہ فانی انا رسولُ اللہ الیٰ الناس کافّۃ لینذر من کان حیّا ویحق القول علی الکافرین اسلم تسلم فان ابیت فعلیک اثم المجوس

بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد رسول اللہ کی جانب سے کسریٰ بزرگ فارس کو سلام ہو اُس پر جو راہ راست کی پیروی کرے۔ اور ایمان لائے خدا پر اور خدا کے رسول پر۔ اور گواہی دے کہ خدا ایک ہی اُس کا کوئی شریک نہیں۔ اور محمد خدا کے بندہ ہیں اور رسول ہیں میں تجھکو اسلام کی طرف بلاتا ہوں میں خدا کا فرستادہ ہوں سارے انسان کی طرف۔ تاکہ اُن کو خوف دلاؤں اور کافروں پر حجت قایم ہو جائے اسلام قبول کرو سلامت رہوگے۔ اور اگر تم نے انکار کیا تو سارے مجوس کا وبال تم پر ہوگا۔

صحیح بخاری میں ہے کہ عبد اللہ بن حذافہ سہمی نے رسول اللہ کا خط بحرین کے رئیس کو دیا۔ اور اُس نے کسریٰ کو دیا۔ کسریٰ نے جب اِس خط کو سنا تو غصہ میں اُس کو ٹکڑہ ٹکڑہ کر دیا حضورؐ کو جب یہ خبر ملی تو آپ نے فرمایا کہ خدا اس کے ملک کو ٹکڑہ ٹکڑہ کردے۔ اُس کے بعد ہی کسریٰ مارا گیا۔ اور

اُس کا ملک ٹکڑہ ٹکڑہ ہوگیا۔

اور حضورؐ نے نجاشی بادشاہ حبشہ کو خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
من محمد رسول اللہ الی النجاشی
ملک الحبشہ اسلم انت فانی احمد
الیک اللہ الذی لا الہ الا ھو الملک
القدوس السلام المؤمن المھیمن
واشھد ان عیسٰی بن مریم روح
اللہ وکلمتہ القاھا الی مریم البتول
الطیبۃ الحصینۃ فحملت بعیسٰی
فخلقہ اللہ من روحہ ونفخہ
کما خلق آدم بیدہ وانی ادعوک
وجنودک الی اللہ عزّ وجلّ وبلغتُ
ونصحتُ فاقبلوا نصیحتی والسلام
علی من اتّبع الھدیٰ ط

بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد رسول اللہ کی جانب سے نجاشی بادشاہ حبشہ کی جانب۔ اسلام قبول کرو میں تمہاری طرف خدا کی حمد بھیجتا ہوں جسکے سوا کوئی معبود نہیں وہ بادشاہ ہے پاک ہو سارے عیب سے سالم ہو۔ اپنے رسولوں کی تصدیق کرنیوالا ہو۔ اپنے بندوں کو قیامت کے میدان میں امن دینے والا ہو۔ اُن کو مدارج عُلیا عنایت کرنیوالا ہو۔ اور گواہی دیتا ہوں کہ عیسٰی بن مریم خدا کی روح اور کلمہ ہیں۔ خدا نے اسکو مریم بتول پاک محصنہ پر ڈالا جس سے وہ حاملہ ہوئیں۔ تو خدا نے حضرت عیسٰیؑ کو اپنی روح اور نفخ سے پیدا کیا جسطرح آدم کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔ اور میں تمکو اور تمہاری جیش کو خدائے عزّوجل کیطرف بلاتا ہوں میں نے خدا کا حکم پہنچا دیا اور نصیحت کردی تم میری نصیحت قبول کرو۔ اور سلام اُس پر جو راہ راست کی پیروی کرے۔

یہ خط محرم ۷ھ میں عمرو ابن امیۃ الضمریؓ کی معرفت آپ نے حبشہ بھیجا۔ اس میں اختلاف ہے کہ یہ نجاشی مسلمان ہوا یا نہیں۔ ابن اسحاق نے وہ خط بھی نقل کیا ہے جو نجاشی نے اس خط کے جواب میں لکھا۔ اور اس میں اپنا اسلام قبول کرنا اور رسول اللہ کی رسالت کو تسلیم کرنے کا اقرار ہے۔

ابن اسحاق یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ وہی نجاشی ہے جس کے جنازہ کی نماز غائبانہ حضورؐ نے پڑھی تھی۔ لیکن صحیح مسلم میں ہے کہ یہ وہ نجاشی نہیں ہے جس کے جنازہ کی نماز حضورؐ نے پڑھی تھی واللہ اعلم۔ ہجرت سے پہلے بعثت ۵ھ میں مسلمان حبشہ گئے۔ اُس وقت نجاشی وہاں تھا اُس کا نام اصحمہ ابن ابجر بعض

روایتوں میں مذکور ہے۔ یہ خط ۶ھ میں گیا جس کے پاس گیا اُس نجاشی کا نام بھی ابن اسحاق یہی بتلاتے ہیں اور ۹ھ میں حضورؐ نے نجاشی کے جنازہ کی نماز پڑھی۔ کہتے ہیں وہ بھی یہی تھا۔

اُس خط کے پہلے اور بعد بھی نجاشی کے پاس حضورؐ نے خطوط بھیجے ہیں۔ ایک خط بھیجا تھا جس میں ام حبیبہ بنت ابی سفیانؓ کو آپ نے خطبہ کیا تھا۔ اور نجاشی نے وہیں آپ کا نکاح ام حبیبہؓ سے کر دیا تھا اور چار سو مثقال طلا مہر خود ادا کر دیا تھا۔ ان خطوط کے واقعات میں رواۃ نے خلط ملط کر دیا ہے جس سے صحیح تحقیق مشکل ہو گئی ہے واللہ اعلم

اور حضورؐ نے مقوقس بادشاہ مصر و اسکندریہ کو خط لکھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من محمد عبد اللہ ورسولہ الی المقوقس عظیم القبط۔ سلام علی من اتبع الھدی۔ اما بعد فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام۔ اسلم تسلم واسلم یؤتک اللہ اجرک مرتین۔ فان تولیت فعلیک اثم اھل القبط یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم ان لا نعبد الا اللہ۔ ولا نشرک بہ شیئا۔ ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم محمدؐ کے جانب سے جو خدا کا بندہ اور اُس کا رسول ہے مُقوقس[1] کے جانب جو قبط کا عظیم ہے سلام اُس پر جو راہ راست کی پیروی کرے اما بعد میں تم کو اسلام کے کلمہ کی طرف بلاتا ہوں۔ اسلام قبول کرو سلامت رہوگے اسلام قبول کرو خدا تم کو دوہرا اجر دے گا۔ اور اگر تم نے روگردانی کی تو سارے اہل قبط کا گناہ تم پر ہوگا۔ اور اے اہل کتاب اُس بات کی طرف آؤ جو ہمارے تمہارے درمیان متفق علیہ ہے کہ خدا کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کریں۔ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ ہم میں کا بعض بعض کو خدا کے سوا مالک نہ بنائے فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون

حاطب ابن ابی بلتعہؓ اس خط کو لیکر گئے مُقوقس کے پاس پہنچے تو کہا تم سے قبل ایک شخص تھا جو خدائی کا دعویٰ کرتا تھا۔ اور وہ خدا کی گرفت میں آچکا ہے۔ تم کو اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔

[1] مُقوقس بضم میم وفتح قاف وسکون واو وکسر قاف ثانیہ وآخر سین مہملہ ۱۲ منہ

میں تم کو دینِ اسلام کی طرف بلاتا ہوں۔ اور بلا شبہ حضرت عیسیٰ کی بشارت حضرت محمدؐ کے حق میں ویسی ہی ہے جیسا حضرت موسیٰؑ کی بشارت حضرت عیسیٰ کے حق میں۔ ہم تم کو آج قرآن کی طرف اسی طرح بلاتا ہوں جس طرح تم یہود کو انجیل کی طرف بلاتے رہے۔ تم نے نبی کا زمانہ پایا ہے غور کرو کہ اب تمہیں کیا کرنا چاہیئے مُقوقس نے کہا کہ میں نے اُن کے متعلق غور کیا ہے وہ کسی بُری بات کا حکم نہیں دیتے اور کسی اچھی بات سے منع نہیں کرتے نہ وہ گمراہ ساحر ہیں۔ نہ جھوٹے کاہن۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ اُن میں نبوت کی علامتیں بھی پائی جاتی ہیں مُقوقس نے حضورؐ کے خط کو بہت عزت سے لیا اور ایک ہاتھی دانت کے ڈبہ میں محفوظ کرکے رکھا۔ پھر ایک کاتب کو بلا کر عربی میں حضورؐ کے خط کا جواب لکھوایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم	بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد بن عبداللہ کی جانب مُقوقس عظیم
لمحمد بن عبد اللہ من المقوقس عظیم	قبط کی طرف سے سلام ہو آپ پر۔ اما بعد میں نے آپ کا
القبط سلامٌ علیك اما بعد فقد	خط پڑھا۔ اور اُس میں جو کچھ آپ نے ذکر کیا ہے اور
قرأتُ کتابك وفهمتُ ما ذکرت فیه	جس بات کی طرف آپ بلاتے ہیں اُس کو سمجھا مجھکو یہ معلوم
وما تدعوا الیه۔ وقد علمتُ ان نبیّا	ہو کہ ایک نبی باقی ہیں مگر میرا گمان تھا کہ اُن کا خروج شام
بقی وکنتُ اظنّ انه یخرج بالشام۔ وقد	میں ہوگا میں نے آپکے قاصد کی عزت کی۔ اور آپکے لئے
اکرمتُ رسولك وبعثتُ الیك بجاریتین	دو لونڈیاں بھیجیں جنکا قبط میں بڑا درجہ ہے اور کپڑے
لهما مكانٌ فی القبط عظیم وبکسوة	آپ کے لیئے ہدیہ کیا۔ اور ایک بغلہ بھیجا تاکہ آپ اس پر
واهدیتُ الیك وبغلة لتركبها والسلام علیك	سواری کریں۔ والسلام علیک

اپنا اسلام لانا ظاہر نہ کیا۔ جاریہ ایک تو ماریہ قبطیہ تھیں اور دوسری سیرین۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دو ہی جاریہ تھیں مگر ابن اسحٰق سے زاد المعاد میں ایک روایت ہے جس کو ہم قاصد رسول اللہ کے ضمن میں بیان کرچکے ہیں کہ ایک اور جاریہ تھیں قیسری۔ اور روضۃ الاحباب میں ایک روایت ہے کہ چار جاریہ تھیں مگر نام نہیں معلوم ابن حجر نے بھی اصابہ میں اس روایت کو ذکر کیا ہے۔ بغلہ دُلدُل تھا جو حضرت معاویہؓ کے زمانہ تک زندہ رہا۔ اس خط میں مُقوقس نے ساری چیزوں کی فہرست نہیں دی ہے اسکے علاوہ اور

چیزیں بھی تھیں جیسا کہ پہلے لکھ چکا ہوں۔ اور حاطب بن ابی بلتعہؓ کو مُقوقس نے ایک سَو مثقال سونا دیا اور کپڑہ پہرایا واللہ اعلم

اور حضورؐ نے ہوذہ بن علی صاحب یمامہ کو خط بھیجا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد رسول اللہ الیٰ ھوذہ بن علی سلام علیٰ من اتبع الھدیٰ واعلم ان دینی سیظھر الیٰ منتھی الخف والحافر[1] فاسلم تسلم واجعل لک ما تحت یدیک ٥	بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد رسول اللہ کیطرف سے ہوذہ بن علی کی جانب سلام ہو اس پر جو راہ راست کی پیروی کرے اور جان لو کہ میرا دین وہاں تک پھیلے گا جہاں تک چوپائے اور گھوڑے جاسکتے ہیں تو اسلام قبول کرو سلامت رہوگے۔ اور جو کچھ تمہارے اختیار میں ہے اُس کا مالک ہم تمہیں کو بنادینگے۔

جب سلیط بن عمرو عامریؓ اِس مہر شدہ خط کو لیکر ھوذہ بن علی کے پاس گئے۔ تو اُس نے اُن کو بڑے عزّت کے ساتھ اتارا خط سنا پھر اُس کا جواب لکھا۔

ما احسن ما تدعوا الیہ واجملہ والعرب تھاب مکانی فاجعل الیّ بعض الامر اتبعک ٥	کیسی اچھی اور کیسی بہتر بات ہے جس طرف آپ ہمیں بلاتے ہیں۔ عرب میرے مرتبہ کی عزت کرتے ہیں۔ بعض اختیارات میرے سپرد کیجئے ہم آپ کی اتباع کرینگے۔

سلیط بن عمرو کو اُس نے اچھا بدلہ دیا۔ اور ہجر کا بنا ہوا کپڑہ پہرایا۔ اور خط دیکر رخصت کیا۔ یہ اُن سب چیزوں کو لیکر حضورؐ کے پاس آئے۔ اور حضورؐ نے اُس کا خط سنا تو فرمایا کہ اگر وہ ایک انگل زمین۔ یا ایک کھجور برابر زمین مانگے تو مَیں نہ دوں گا۔

حضورؐ جب فتح سے لوٹے تو حضرت جبرئیل نے آپ کو خبر دی کہ ھوذہ مرگیا۔ آپ نے فرمایا کہ عنقریب یمامہ سے ایک کذّاب ظاہر ہوگا۔ اور میرے بعد قتل کیا جائے گا۔ ایک نے پوچھا کہ یارسول اللہ اُس کو

[1] الخف والحافر خف بجائے منقوط بالا و فا اونٹ اور بکری کے کھُر اور پیر کو کہتے ہیں اور حافر بجائے مہملہ والف و فا و رائے مہملہ سم اسپ کو کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جہانتک اونٹ اور گھوڑے کے پیر جاسکتے ہیں ۱۲ منہ

کون قتل کرے گا۔ فرمایا کہ تم اور تمہارے ساتھی۔ یہ مسیلمہ کذاب کے متعلق پیشین گوئی تھی۔

واقدی نے ذکر کیا ہے کہ ھوذہ کے پاس دمشق کا ایک بڑا نصرانی تھا۔ اُس نے ھوذہ سے رسول اللہ کے متعلق سوال کیا۔ تو ھوذہ نے کہا کہ میرے پاس اُن کا خط آیا تھا اسلام کی دعوت دی تھی میں نے قبول نہ کیا۔ پوچھا کیوں۔ ھوذہ نے کہا کہ مجھکو اپنے دین سے حسن ظن ہے۔ اور میں ایک قوم کا بادشاہ ہوں اُنکی اتّباع کرلیتا تو اپنے ملک کا مالک نہ رہتا۔ نصرانی نے کہا کہ اگر تم اُن کی اتّباع کرتے تو بلاشبہ وہ تم کو مالک رہنے دیتے۔ اور تمہارے لیئے بھلائی یہی تھی کہ اُن کی اتّباع کرتے۔ وہ عرب کے نبی ہیں عیسٰے ابن مریمؑ نے اُن کی بشارت دی ہے۔ اور انجیل میں لکھا ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔

حارث ابن ابی شمر غسانی کو حضورؐ نے خط لکھا اور شجاع بن وھبؓ کے ذریعہ سے بھیجا

بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد رسول اللہ الی الحارث ابن ابی شمر۔ سلامٌ علی من اتّبع الھدیٰ وآمن بہ وصدق وانّی ادعوك الی آن تؤمن باللہ وحدہٗ لاشریك لہٗ یبقی لك ملكك ۰	بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد رسول اللہ کی طرف سے حارث ابن ابی شمر کی جانب سلام ہو اُس پر جو راہ راست کی پیروی کرے اور اُس پر ایمان لائے۔ اور سچا جانے میں تم کو بلاتا ہوں اس طرف کہ خدا پر ایمان لاؤ۔ جو ایک ہے اُس کا کوئی شریک نہیں۔ تو تمہارا ملک تمہارے پاس باقی رہے گا۔

یہ حوران کا عامل تھا ہرقل کی جانب سے صحیح یہ ہے کہ یہ مسلمان نہ ہوا۔ حارث کے مرنے کے بعد اُسکی جگہ جبلہ ابن الایہم والی ہوا تھا بعض کہتے ہیں کہ یہ خط حضورؐ نے جبلہ ابن الایہم کے پاس بھیجا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ شجاع بن وھبؓ بھی دحیہ کلبی کے ساتھ قیصر کے یہاں گئے تھے۔

اور عمان کے بادشاہ کو حضورؐ نے خط لکھا۔ یہ خط حضرت عمرو بن العاصؓ لیکر گئے تھے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد بن عبد اللہ الی جیفر وعبد ابنی الجلندی۔ سلامٌ علی من اتّبع الھدیٰ۔ اما بعد	بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد بن عبد اللہ کی جانب سے جیفر اور عبد کو جو دونوں بیٹے ہیں جُلندی کے سلام ہو اُس پر جو راہ راست کی پیروی کرے اما بعد میں تم دونوں

فانی ادعوکما بدعایۃ الاسلام۔ اسلما	کو اسلام کے کلمہ کی طرف بلاتا ہوں۔ دونوں مسلمان
تسلما۔ فانی رسول اللہ الی الناس کافۃً	ہوجاؤ دونوں سلامت رہوگے میں خدا کا رسول ہوں۔
لانذر من کان حیًّا ویحق القول علی	تمام انسان کی طرف تاکہ اُنکو خدا کی مخالفت سے ڈراؤں۔ اور
الکافرین فانکما ان اقررتما	خدا کی حجّت کافروں پر تمام ہوجائے۔ تم دونوں نے اگر اسلام
بالاسلام ولّیتکما۔ وان ابیتما	کا اقرار کرلیا تو ہم تم دونوں کو تمہارے ملک پر والی رکھینگے
ان تقرّا بالاسلام فانّ ملکما	اور اگر تم نے اسلام کے اقرار سے انکار کیا تو تمہارا ملک تمہارے
زائل عنکما وخیل تحل بساحتکما	ہاتھوں سے نکل جائیگا۔ سوار تمہارے زمین میں داخل ہونگے
وتظھر نبوّتی علی ملککما۔	اور میری نبوّت تمہارے ملک میں آشکارا ہوگی۔

اُس خط کو حضرت ابی بن کعبؓ نے لکھا۔ اور اُس پر مہر کی گئی۔ عمرو ابن العاصؓ کہتے ہیں کہ میں اس خط کو لیکر عمان پہنچا۔ تو وہاں پہلے عبد ابن الجلندی سے ملا کیونکہ وہ نہایت حلیم اور نرم مزاج تھے۔ میں نے کہا کہ میں رسول اللہ کا قاصد ہوں تمہاری طرف اور تمہارے بھائی کی طرف آیا ہوں اُنھوں نے کہا کہ پہلے بھائی سے ملو وہ مجھ سے بڑے ہیں اور وہی بادشاہ ہیں میں تم کو اُن کے پاس پہنچا دیتا ہوں پھر پوچھا کہ وہ کیا بات ہے جس کی تم دعوت دیتے ہو۔ میں نے کہا کہ میں تم کو خدا کی طرف بلاتا ہوں جو ایک ہے اور اُس کا کوئی شریک نہیں۔ اور اِس طرف بلاتا ہوں کہ خدا کے سوا اور جتنی چیزیں پوجی جاتی ہیں اُن کی پرستش چھوڑ دو۔ اور گواہی دو کہ محمد اللہ کے بندے اور اسکے رسول ہیں۔

عبد نے کہا کہ اے عمرو تم اپنی قوم کے ایک سردار کے لڑکے ہو۔ یہ بتاؤ کہ تمہارے باپ نے کیا کیا۔ کیونکہ اس میں میرے لئے ایک رہنمائی ہے۔ میں نے کہا وہ مرگئے مگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے۔ اور میری دلی خواہش یہ ہے کہ کاش وہ مسلمان ہوگئے ہوتے۔ میں بھی اُنہیں کی رائے پر تھا مگر خدا نے ہم کو اسلام قبول کرنے کی ہدایت دی۔ اُس نے پوچھا کہ تم نے کب اُن کی اتّباع کی۔ میں نے کہا تھوڑا عرصہ ہوا ہے۔ پوچھا تم کہاں مسلمان ہوئے۔ میں نے کہا نجاشی کے پاس۔ اور میں نے اسکو بھی بتایا کہ نجاشی مسلمان ہوگیا ہے۔ پوچھا کہ اُس کی قوم نے اپنے بادشاہ کے ساتھ

کیا برتاؤ کیا ہیں نے کہا کہ اس کو قایم رکھا اور اُس کی اتبّاع کی پوچھا کہ کیا سرداراور رہبانیوں نے بھی اُس کی اتباع کی۔ میں نے کہا کہ ہاں۔ تو اس نے کہا کہ اے عمرو دیکھو تم کیا کہ رہے ہو۔ جھوٹ سے زیادہ بُری خصلت اور کچھ نہیں ہو سکتی۔ میں نے کہا کہ میں نے جھوٹ نہیں کہا ہے اور نہ ہمارے دین میں جھوٹ جائز ہے۔ اُس نے کہا کہ ہم سمجھتے ہیں کہ نجاشی کے اسلام کی خبر ہرقل کو نہیں ہوئی میں نے کہا کہ ہاں ہوئی۔ پوچھا کہ تمکو کیسے معلوم ہوا۔ میں نے کہا کہ نجاشی ہرقل کو خراج بھیجتا تھا جب مسلمان ہوا تو اُس نے کہا کہ خدا کی قسم ہرقل نے ایک درم بھی ہم سے طلب کیا تو ہم نہ دیں گے۔ ہرقل کو اُس کی خبر ہوئی تو اُس کے بھائی نیاق نے کہا کہ کیا تم اِس غلام کو اس طرح چھوڑ دو گے کہ خراج نہ ادا کرے اور ایک نیا دین جو تمہارے دین کے خلاف ہے قبول کرلے۔ ہرقل نے کہا کہ کسی کو کسی دین کی طرف رغبت ہوئی اُس نے اُس کو قبول کیا تو ہم کیا کریں۔ اور اگر مُلک کا خیال نہ ہوتا تو ہم بھی وہی کرتے جو اُس نے کیا۔ عبد نے کہا کہ عمرو دیکھو تم کیا کہ رہے۔ میں نے کہا خدا کی قسم سچ کہ رہا ہوں۔

عبد نے کہا کہ اچھّا بتاؤ محمدؐ کس کام کا حکم دیتے ہیں اور کس بات سے منع کرتے ہیں میں نے کہا اللہ عزوجل کی طاعت کا حکم کرتے ہیں معصیت سے منع کرتے ہیں۔ احسان اور صلہ رحم کا حکم دیتے ہیں۔ ظلم اور عدوان سے منع کرتے ہیں۔ زنا اور شراب سے منع کرتے ہیں پتھر بت۔ اور صلیب سب کی عبادت سے منع کرتے ہیں۔

عبد نے کہا۔ یہ کیسی اچھّی باتیں ہیں جس طرف وہ لوگوں کو بلاتے ہیں۔ اگر بھائی ساتھ دیتے تو ہم ابھی سوار ہوتے اور محمدؐ پر ایمان لاتے اور اُن کی تصدیق کرتے۔ لیکن بھائی کو ملک کی محبت ہے یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ اُس کو چھوڑ دیں۔ میں نے کہا کہ اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو رسول اللہ اُنکی قوم پر اُنہیں کو حاکم بنائینگے۔ اُن کے اغنیاء سے صدقہ وصول کرینگے اور اُن کے فقراء پر تقسیم کرینگے۔ کہا یہ تو بہت ہی اچھّا اخلاق ہے۔ اچھّا صدقہ کیا ہے تب جس طرح رسول اللہ نے صدقہ فرض کیا ہے میں نے وہ سمجھا دیا۔

عمرو بن العاصؓ کہتے ہیں کہ میں چند روز وہاں ٹھہرا عبد بن الجلندی اپنے بڑے بھائی کو روزانہ میری خبر دیتا تھا۔ ایک روز جیفر ابن الجلندی نے مجھے بلایا۔ میں عبد کی مدد سے وہاں پہنچا۔ مجلس میں بیٹھنا چاہا تو سب نے بیٹھنے نہ دیا۔ میں نے جیفر کی طرف دیکھا تو اُس نے کہا کہ بولو تم کو کیا حاجت ہے۔ میں نے رسول اللہ کا خط دیا۔ اُس نے مہر توڑی اور پورا خط پڑھا۔ اُس کے بعد اپنے بھائی کو دیا اُس نے بھی پورا پڑھا پھر مجھ سے پوچھا کہ بتاؤ قریش نے کیا کیا۔ میں نے کہا سب نے اتّباع کی یا تو رغبت سے دین قبول کر کے یا تلوار سے مقہور ہو کر۔ پوچھا کہ اُن کے شامل کون لوگ ہیں۔ میں نے کہا کہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے رغبت اور خوشی سے اُن کے دین کو قبول کر لیا ہے اور سب کے مقابلہ میں اُنہیں کو اختیار کر لیا ہے۔ اور اپنی عقلوں سے اور اس ہدایت سے جو خدا نے اُن کو عطا کی ہے یہ سمجھ گئے ہیں کہ ہم پہلے گمراہی میں تھے۔ اور ہم نہیں جانتے کہ اب اِس سر زمین میں تمہارے سوا اور کوئی باقی رہ گیا ہو جس نے اُن کی اطاعت نہ کی ہو۔ اور تم نے بھی اگر اسلام قبول نہ کیا اور اُن کی اتباع نہ کی۔ تو اُن کے سوار آئیں گے اور تمہارے سبزہ زار کا صفایا کر دیں گے۔ اسلام قبول کرو سلامت رہوگے۔ اور وہ تم کو تمہاری قوم پر حکومت کرنے کا اختیار دیں گے۔ سوار اور پیدل کوئی نہ آئے گا۔

اس گفتگو کے بعد اُس نے کہا کہ اچھا آج تو ہمیں سوچ لینے دو کل پھر آئیو۔ میں وہاں سے آیا تو پھر اُس کے بھائی سے ملا۔ اُس نے کہا کہ اے عمرو ہم کو تو اُمید ہوگئی ہے کہ وہ مسلمان ہو جائے دوسرے روز میں پھر گیا تو اندر جانے کی مجھے اجازت نہ ملی۔ میں پھر اُسکے بھائی کے پاس گیا تو ہمیں اُس نے اُس کے پاس پہنچایا۔

جیفر نے کہا کہ جس بات کی تم نے ہمیں دعوت دی اُس پر ہم نے غور کیا۔ جو کچھ میرے ہاتھ میں ہے اگر یہ سب کچھ ہم اُن کو دیدیں تو عرب میں مجھ سے زیادہ ضعیف اور کوئی نہ ہوگا۔ اور اُن کی فوج تو یہاں آئے گی نہیں اور اگر آئی تو مجھے لڑنا پڑے گا اور یہ لڑائی دوسروں کی لڑائی کی طرح نہ ہوگی۔ میں نے کہا بہتر تو ہم کل جاتے ہیں۔ جب میری روانگی کا اُن سب کو یقین ہوگیا تو عبد بن الجلندی

پھر اپنے بھائی سے تنہائی میں ملا۔ اور سمجھایا کہ ایک تم ہی باقی رہ گئے ہو ورنہ جسکے پاس اُنہوں نے قاصد بھیجا سب نے قبول کیا۔ تب اُس نے پھر ہمیں بلا بھیجا اور دونوں بھائی مسلمان ہوئے اور رسول اللہؐ کی تصدیق کی۔ صدقہ وصول کرنے کا ہمیں اختیار دیا۔ اور قوم کے نزاعات میں بھی ہمیں حکم تسلیم کر لیا۔ اِسکے بعد اگر کوئی میری مخالفت کرتا تو دونوں بھائی میرے معین ہوتے۔

صدیق اکبرؓ کا حج

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضورؐ جب تبوک سے واپس آئے تو بقیہ رمضان۔ اور شوال و ذیقعد ٹھہرے رہے اُس کے بعد حضرت صدیقؓ کو امیر بنا کر حج کے لیئے روانہ کیا۔ تاکہ مسلمانوں کو حج کرائیں ابن سعد کہتے ہیں کہ مدینہ سے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ساتھ تین سو آدمی روانہ ہوئے۔ اور رسول اللہؐ نے اُن کے ساتھ دس بُدنہ روانہ کیا جس کی تقلید اور اشعار رسول اللہؐ نے خود اپنے ہاتھ سے کی تھی۔ اور اُس پر ناجیہ بن جُندب اسلمی کو مقرر کر دیا تھا۔ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ خود اپنی طرف سے پانچ بُدنہ لے گئے تھے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ اسکے بعد سورہ برات کی آیتیں نقض عہد کے بارہ میں نازل ہوئیں۔ تب حضورؐ نے حضرت علی کرم کو اپنے ناقہ پر جس کا نام العضباء تھا روانہ کیا۔ تاکہ وہ سورہ براۃ کو کفّار کے سامنے پڑھ دیں۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ حضرت صدیقؓ جب مقام العرج میں پہنچے۔ اور ابن عائذ کہتے ہیں کہ مقام ضجنان میں آئے تو اُن کے پاس حضرت علی کرم العضباء پر سوار پہنچے۔ اور اُن کو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے دیکھا تو پوچھا کہ آپ امیر ہو کر آئے ہیں یا مامور ہو کر۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ مامور ہو کر۔ اِس کے بعد دونوں حضرات ملکر روانہ ہوئے۔ ابن سعد یہ بھی لکھتے ہیں کہ حضرت صدیقؓ نے دریافت کیا کہ کیا رسول اللہؐ نے مناسک حج ادا کرانے کے لیئے آپ کو حکم دیا ہے حضرت علی کرم نے کہا کہ نہیں۔ مجھکو تو اسلیئے رسول اللہؐ نے بھیجا ہے کہ لوگوں کو سورہ براۃ پڑھکر سنادوں اور جس کے ساتھ عہد ہے اُس کا عہد واپس کر دوں۔

الغرض حضرت صدیقؓ نے حج کرایا خطبہ پڑھا مناسک کی تعلیم دی۔ اور حضرت علی کرم نے

عبد یالیل مدینہ گیا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ تبوک سے لوٹے تو یہ وفد مدینہ آیا۔ یہ لوگ جب مدینہ کے قریب پہنچے تو مغیرہ بن شعبہؓ سے ملاقات ہوئی وہ بہت خوش ہوئے۔ اور تیز چلے کہ رسول اللہ کو اس کی بشارت دیں۔ مگر راستہ میں ابو بکر صدیق ملے انہوں نے اُن سے کہا کہ ہم تم کو خدا کی قسم دیتے ہیں کہ اِس خبر کو رسول اللہ کے سامنے پہلے ہمیں بیان کرنے دو۔ چنانچہ حضرت صدیقؓ نے حضورؐ کو اِس وفد کے آنے کی خبر دی۔

یہ لوگ مغیرہ ابن شعبہؓ[1] کی قوم کے تھے اسلیئے وہ پھر اُن لوگوں کے پاس گئے اور اُن کو بتایا کہ رسول اللہ سے کس طرح ملنا چاہیئے۔ مگر باوجود اِس کے وہ لوگ رسول اللہ سے اپنی جاہلیت کے قاعدہ کے موافق ملے۔

جب وفد کے آدمی رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو اُن کے لیئے مسجد کے پاس خیمہ کھڑا کیا گیا۔ اور اُن کے اور رسول اللہ کے درمیان گفتگو کرنے کے لیئے خالد بن سعید بن العاصؓ واسطہ بنے وہی آتے جاتے تھے اور اُنہیں نے وہ تحریر لکھی تھی جو بعد تصفیہ دی گئی۔ وفد کے لیئے رسول اللہ کے یہاں سے جو کھانا جاتا تھا اُس کو وہ لوگ کھاتے نہ تھے جبتک خالد اِس میں سے کھانا نہ لیں اور یہ حال اُس وقت تک رہا جب تک وہ لوگ مسلمان نہ ہو گئے۔

اُن لوگوں نے جو شرطیں پیش کیں اُنمیں ایک بات یہ تھی کہ اُن کا بت لات تین برس تک منہدم نہ کیا جائے حضورؐ نے نہ مانا۔ تب ایک مہینہ کی شرط رہی۔ مگر حضورؐ نے فرمایا کہ یہ نہیں ہوسکتا۔ مگر اُن کی اِس استدعا کو حضورؐ نے قبول فرمایا کہ وہ خود منہدم نہ کرینگے اور حضورؐ نے

---

[1] مغیرہ بن شعبہؓ بنی مالک کے بعض آدمیوں کو قتل کر کے اور اُن کا مال لیکر مدینہ چلے آئے تھے اور مسلمان ہو گئے تھے۔ غزوۂ حدیبیہ میں اِن کا حال لکھ چکا ہوں۔ تو چونکہ بنی ثقیف اُن کی قوم کے لوگ تھے اُن کے آنے سے اِن کا خوش ہونا ظاہر ہے اور اسی لیئے ثقیف کے مشہور بت لات کو منہدم کرنے کے لیے حضورؐ نے انہیں کو بھیجا۔ اور ان کے ساتھ ابو سفیان کو بھیجا کیونکہ ابو سفیان کی بہن عروہ کے گھر بیاہی ہوئی تھی۔ اور اسکے وہاں روابط تھے واللہ اعلم ۱۲ منہ

فرمایا کہ ابوسفیان بن حرب اور مغیرہ ابن شعبہ جاکر منہدم کردیں گے۔

اُنھوں نے خواہش کی کہ ہم کو دو باتوں سے معاف کیا جائے۔ اوّل یہ کہ اپنے بتوں کو ہم اپنے ہاتھوں سے نہ توڑیں گے۔ اور دویم یہ کہ ہم کو نماز سے معاف کیا جائے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ہم اُن کو اس بات سے معاف کرتے ہیں کہ اپنے بتوں کو اپنے ہاتھوں سے توڑیں۔ مگر جس دین میں نماز نہیں ہے اُس میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ یعنی نماز نہیں معاف ہوسکتی۔ اِسکے بعد وہ سب مسلمان ہوگئے اور حضورؐ نے اُنکو ایک تحریر لکھکر دی۔ اور عثمان بن ابی العاص کو اُن پر امیر مقرر کردیا۔ یہ انہیں سب کم عمر تھے مگر اس عرصہ میں یہ بات معلوم ہوگئی تھی کہ اُن کو احکام اسلامی کے سیکھنے کا شوق ہے اور کچھ سیکھ بھی لیا تھا۔

جب یہ لوگ فارغ ہوکر مدینہ سے لوٹے تو حضورؐ نے اُن کے ساتھ ابوسفیان بن حرب اور مغیرہ بن شعبہ کو بھی روانہ کیا۔ وہاں پہنچنے کے بعد مغیرہ ابن شعبہ جب لات کو منہدم کرنے گئے تو اندیشہ تھا کہ کوئی اُن کو بھی تیر نہ ماردے جس طرح عروہ ابن مسعودؓ کو ان لوگوں نے مارا تھا اسلیئے بنی مغیث اُن کی حفاظت کرتے رہے۔ اُنھوں نے منہدم کیا تو ثقیف کی عورتیں نکلکر آئیں۔ اور حسرت سے کھڑی روتی رہیں۔ منہدم کرنے کے بعد اُس میں سے سونا اور چاندی بہت نکلا مغیرہؓ نے سب کو ابوسفیان کے پاس جمع کردیا۔

عروہ بن مسعودؓ کے لڑکے ابوملیح[۱] اور اسود ابن مسعود کے لڑکے قارب دونوں عروہ بن مسعودؓ کے شہید ہونے کے بعد مدینہ چلے آئے تھے۔ اور یہ دونوں مسلمان ہوگئے تھے۔ اور ارادہ کرلیا تھا کہ اب کبھی ثقیف کے لوگوں سے نہ ملیں گے۔ جب اہل طائف مسلمان ہوگئے تو ابوملیح نے رسول اللہ سے

۱؎ عروہ بن مسعود اور اسود بن مسعود یہ دونوں حقیقی بھائی تھے۔ اور اُن میں سے کسی ایک کے ساتھ ابوسفیان کی بہن بیاہی ہوئی تھی۔ اسلیئے ابوسفیان ابوملیح اور قارب کا ماموں تھا ابوملیح عروہ بن مسعود کے لڑکے تھے قارب اسود بن مسعود کے۔ اس لیئے یہ دونوں چچازاد بھائی تھے۔ عروہ کے شہید ہونے کے بعد بنی ثقیف سے ناراض ہوکر دونوں مدینہ چلے آئے تھے اور بنی ثقیف مسلمان ہوگئے اسلیئے عروہ کے خون کا بدلہ بھی اُن سے نہ لیا جاسکا اس لیئے رسول اللہ نے اِن دونوں کو اُس مال میں سے دلوایا ۱۲ منہ

مدت پوری کرنے کا حکم تھا پھر ارشاد ہے کہ جب حرمت کے مہینے گزر جائیں تو اُن کو قتل کرو اس حکم کے متعلق دو باتیں تحقیق طلب ہیں۔ اوّل یہ کہ اشہر حرم سے کیا مراد ہے۔ دوم یہ کہ یہ حکم معاہدہ موقّت اور غیر موقّت دونوں کے ساتھ ہے یا ایک کے پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ موقّت معاہدہ مدّت پوری ہونے کے بعد ختم ہوگا۔ اشہر حرم سے اُس سے تعلق نہیں ہے۔ یہ غیر موقّت معاہدہ کے ساتھ ہے۔ اور غیر موقّت معاہدہ کی مدت چار مہینہ ہے یوم النحر ۹۔ ذی الحجہ کو اعلان ہوا اس روز سے ۱۰۔ ربیع الثانی تک۔ انہیں مہینوں کو اِس آیت میں اشہر حرم کہا گیا۔ اور انہیں مہینوں کے گزرنے کے بعد قتل کا حکم ہے اس اشہر حرم سے وہ مہینے مراد نہیں ہیں جس میں ہمیشہ قتال ممنوع ہے یعنی ذیقعد۔ ذی الحج۔ محرم اور اور رجب اس لیئے کہ یوم النحر کے بعد ان اشہر حرم کے چار مہینے ہو نہیں سکتے ہیں واللہ اعلم

کتاب الوفود

فتح مکہ کے بعد سارے عرب کے خیالات میں ایک تغیر عظیم واقع ہوا حضوؐر جب فتح سے لوٹے تو جلد تبوک چلے گئے۔ مگر وہاں سے لوٹ کر جب حضور مدینہ تشریف لائے تو عرب کے بہت سے قبائل نے خود اپنے آدمی حضوؐر کی خدمت میں بھیجے اور اسلام قبول کیا۔ یمن کے ملوک حمیر نے بھی خطوط بھیجے اور اسلام قبول کرنے کی خبر دی اللہ تعالیٰ نے اس پر خدا کا شکر اور اُس کی حمد بیان کرنے کا حکم دیا ہے اذا جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا الآیہ بعض وفود اِس سے پہلے بھی آئے تھے مگر چونکہ اِس سال وفود کثرت سے آئے اس سال کو سنۃ الوفود کہتے ہیں۔

حضوؐر کا قاعدہ تھا کہ جب وفود سے ملتے تو خود بھی لباس فاخرہ پہنتے اور اپنے اصحاب کو بھی اِس کا حکم دیتے۔ اِس سال کے وفود بھی اتنے ہیں کہ سب کا ذکر بالاستیعاب تطویل کا باعث ہے اِس لیئے ہم صرف اُن وفود کا ذکر کرتے ہیں جس میں حضوؐر کی سیرت کے متعلق کوئی اہم بات پائی جاتی ہے۔

وفد ثقیف جب حضوؐر طایف سے لوٹے اور عمرہ جعرانہ ادا کرنے کے بعد مدینہ جا رہے تھے تو راستہ ہی میں مدینہ پہنچنے سے پہلے عروہ بن مسعود ثقفی حضوؐر کی خدمت میں

حاضر ہو کر مسلمان ہوئے حضرت عروہؓ ثقیف کے بڑے معزز شخص تھے۔ اِن کا کچھ حال غزوۂ حدیبیہ میں ہم ذکر کر چکے ہیں مسلمان ہونے کے بعد انہوں نے رسولؐ اللہ سے اجازت چاہی کہ اپنی قوم میں جا کر اسلام کی تبلیغ کریں۔ حضورؐ کو بنی ثقیف کے غرور کا حال معلوم تھا آپ نے فرمایا کہ کہیں وہ تمہیں قتل نہ کر دیں۔ اُنہوں نے کہا کہ یا رسولؐ اللہ یہ کیسے ہو سکتا ہے اُن میں سے ہر شخص میرے ساتھ محبت کرتا ہے اور سب میرے مُطیع ہیں۔ عروہ کو اپنے شرف اور مرتبہ پر بڑا اطمینان تھا سمجھتے تھے کہ ہرگز کوئی شخص میری مخالفت نہ کرے گا۔ اسلیئے یہ وہیں سے لوٹکر اپنی قوم میں گئے۔ اور اپنے مکان کی چھت پر سے سب کو اسلام کی دعوت دی۔ اور اپنا مسلمان ہونا ظاہر کیا۔ اِس پر فوراً ہر طرف سے تیر باری ہوئی اِن کو بھی ایک تیر لگا اور اُسی سے یہ شہید ہوئے۔ اُن سے لوگوں نے اُن کے قتل کے متعلق سوال کیا تو کہا کہ میری حالت اُنہیں لوگوں کی سی ہے جو رسولؐ اللہ کے ساتھ تھے اور شہید ہوئے اور اُنہیں کے ساتھ مجھے دفن کیجیو۔

کہتے ہیں کہ جب رسولؐ اللہ کو عروہؓ کی شہادت کی خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ عروہ کی مثال اپنی قوم میں ایسی ہے جیسی صاحب لیس کی اُن کی قوم میں حضورؐ اس کے بعد تبوک چلے گئے۔ اور بنی ثقیف ایک مہینہ تک عروہؓ کے بعد اپنی حالت پر غور کرتے رہے۔ آخر ایک مہینہ کے بعد اُنہوں نے ایک جلسہ کیا اور اُس میں طے کیا کہ ہم میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ اطرف کے تمام عربوں کا ہم مقابلہ کریں۔ اور یہ سب مسلمان ہو چکے ہیں۔ اسلیئے ایک شخص کو رسولؐ اللہ کی خدمت میں بھیجا جائے۔ عروہ بن سعودؓ کے بعد اُن کا ہم عمر اور ہم رتبہ دوسرا شخص اُن میں عبد یالیل بن عمرو بن عمیر تھا۔ اسکے پاس سب گئے۔ اُس نے کہا کہ میں یہ نہیں کر سکتا جب تک کچھ اور آدمی بھی میرے ساتھ نہ کرو۔ وہ ڈرا کہ جو سلوک اِن لوگوں نے عروہؓ کے ساتھ کیا کہیں وہی سلوک میرے ساتھ نہ کریں۔

وہ لوگ اس پر راضی ہوئے اور حلیف قبایل میں سے دوؔ آدمی اور بنی مالک کے تینؔ آدمی انکے ساتھ کئے۔ وہ پانچ آدمی یہ تھے۔ حکم ابن عمر بن وھب اور شرحبیل ابن غیلان حلیف کے اور بنی مالک میں سے عثمان ابن ابی العاص اوس بن عوف اور بھز بن خرشہ ان پانچ آدمیوں کے ساتھ

ممانعت غالباً پہلے نازل ہو چکی تھی۔ اسلیئے کہ حضرت صدیقؓ نے ابو ہریرہؓ اور دوسرے موذنین سے صرف انہیں دو باتوں کا اعلان کرایا معاہدہ کے احکام کا اعلان حضرت علیؓ نے کیا۔

اور اگر یہ آیتیں بھی پہلے نازل ہو چکی ہوں۔ اور حضرت صدیقؓ کو اُن کے اعلان کا حکم بھی مل چکا ہو۔ تاہم حضرت علیؓ کو حضورؐ نے اسکے بعد اس لئے بھیجا کہ کفّار معاہدہ کے خلاف کارروائی کو جائز اُسی وقت سمجھتے تھے جب صاحب معاہدہ خود اعلان کرے یا اُن کا رشتہ دار مولانا شاہ عبدالحق صاحب مدارج النبوۃ میں اور امام بغوی معالم التنزیل میں لکھتے ہیں کہ حضورؐ نے حضرت صدیقؓ کو چالیس آیتیں سورۂ برات کی دی تھیں کہ اِن کا اعلان کر دیجئو۔ لیکن اسکے بعد حضورؐ نے حضرت علیؓ کو اپنے ناقۃ العضبا پر بھیجا۔ اور واپسی کے بعد حضرت صدیقؓ نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ کیا میرے خلاف کوئی حکم نازل ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں مگر یہ مناسب نہ تھا کہ میرے اہل کے سوا اور کوئی شخص معاہدہ کے متعلق اعلان کرے۔

سورۂ برات کی تیس یا چالیس آیتوں کا اعلان ہوا تھا لیکن اُس کی ابتدائی آیتیں جسمیں معاہدہ کے متعلق ذکر ہے ذیل میں درج کرتا ہوں اس سے معاہدہ کے متعلق اعلان کا مطلب معلوم ہو جائے گا۔

براءۃٌ من اللہ ورسولہ الی الذین عاھدتّم من المشرکین ہ فسیحوا فی الارض اربعۃ اشھر واعلموا انّکم غیر معجز اللہ وان اللہ مُخزی الکافرین ط واذانٌ من اللہ ورسولہ الی النّاس یوم الحجّ الاکبر انّ اللہ بریٌ من المشرکین ورسولہٗ ط فان تبتم فھو خیرٌ لکم وان تولّیتم فاعلموا انّکم غیر معجزی اللہ ط وبشّر الّذین کفروا بعذاب الیم الا الذین	صاف جواب ہے اللہ اور اسکے رسول کی طرف سے اُن مشرکوں کو جن سے تم نے صلح کا عہد کیا تھا۔ تو اے مشرکو چل پھر لو زمین میں چار مہینے۔ اور جان لو کہ تم اللہ کو ہرا نہ سکو گے اور جان لو کہ اللہ کافروں کو رسوا کرنیوالا ہے اور اطلاع ہے اللہ اور اسکے رسول کی طرف سے لوگوں کو حج اکبر کے دن کہ اللہ اور اس کا رسول مشرکوں سے بیزار ہے اور اگر توبہ کرو تو تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر نہ مانو تو جان لو کہ تم اللہ کو ہرا نہ سکو گے۔ اور خبر سنا دے کافروں کو دردناک عذاب کی۔ مگر جن

عَاهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْئًا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

مشرکوں سے تم نے عہد کر رکھا تھا۔ اور اُنہوں نے تمہارے ساتھ کوئی عہد شکنی نہیں کی۔ اور نہ کسی کی تمہارے خلاف امداد دی۔ تو اُن کے عہد کو مدت تک پورا کرو۔ اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے۔ پھر جب اشہر حرم نکل جائیں۔ تو مشرکوں کو قتل کرو جہاں پاؤ۔ اور اُن کو پکڑو۔ گھیرو۔ اور ہر گھات کی جگہ اُن کی تاک میں بیٹھو۔ اِس کے بعد اگر توبہ کر لیں۔ اور نماز قائم رکھیں۔ زکوٰۃ ادا کریں تو اُن کا راستہ چھوڑ دو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یہ اعلان حج اکبر کے دن ہوا۔ اور عکرمہؒ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حج اکبر کا دن عرفہ کا دن ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اور ابن الزبیرؓ سے بھی یہی مروی ہے عطار۔ طاؤس۔ مجاہد۔ سعید بن المسیب کا بھی یہی قول ہے۔ حضرت علی کرم فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ سے پوچھا تو کہا کہ وہ یوم النحر ہے جیسا کہ ترمذی میں ہے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ اس روایت کا حضرت علی کرم پر موقوف ہونا اصح ہے۔ اور حضرت ابوہریرہؓ کی روایت پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ یوم النحر کے روز اعلان کیلئے اُن کو حضرت صدیقؓ نے بھیجا۔ اور اُسی روز حضرت علیؓ نے بھی رسول اللہ کے حکم کے موافق اعلان کیا۔

اِن روایات سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ کفّار سے معاہدہ منقطع کرنے کا اعلان بحکم خداوندی یوم النحر کے روز ہوا۔ اور اُسی روز سے چار مہینہ کی مہلت دی گئی لیکن یہ اُن لوگوں کو جن کا معاہدہ موقّت نہ تھا بلکہ مطلق تھا کیونکہ جنکے معاہدہ کی کوئی مدت تھی اُن کا حکم آگے آتا ہے۔

اور جن کا معاہدہ موقّت تھا اور اُنہوں نے کوئی عہد شکنی بھی نہ کی اور نہ مسلمانوں کے خلاف کسی کی امداد کی تو حکم ہوا کہ اُن کے معاہدہ کی مدت پوری کرو۔ اور اس میں کوئی قید نہیں ہے کہ وہ مدّت چار مہینہ سے کم ہو یا چار مہینہ سے زیادہ ہو اس لیئے آیت کا مفہوم ظاہر یہ ہے کہ ہر حال میں اُن کی

یوم النحر میں جمرہ کے قریب کھڑے ہو کر اعلان کیا جیسا کہ اُن کو رسول اللہؐ نے کہا تھا۔ اور جس کے ساتھ عہد تھا اُس کا عہد واپس کرنے کا اعلان کیا۔ اور کہا کہ اے لوگو! کوئی کافر جنّت میں نہیں جائے گا۔ اور اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی ننگا بیت اللہ کا طواف کرے۔ اور جس کا عہد رسول اللہ کے ساتھ کسی معیّن مدت کے لیئے ہے وہ عہد باقی رہے گا۔

ابن قیم لکھتے ہیں کہ حمیدی نے روایت کیا ہے۔ کہ زید بن نفیع کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ آپ حج میں کس کام کے لیئے بھیجے گئے تھے۔ فرمایا کہ چار احکام لیکر گیا تھا اوّل یہ کہ جنّت میں مومن کے سوا کوئی داخل نہ ہوگا۔ دوئم یہ کہ کوئی ننگا بیت اللہ کا طواف نہ کرے۔ سوئم یہ کہ مسلمان اور کافر اس سال کے بعد کعبہ میں جمع نہ ہوں۔ چہارم یہ کہ رسول اللہ کے ساتھ جس کا معاہدہ کسی معیّن مدّت کے لیئے ہے وہ معاہدہ اُس مدّت تک قایم رہے گا۔ اور جس کا معاہدہ کسی معیّن مدّت کے لیئے نہیں ہے اُس کو چار مہینہ کی مہلت ہے۔

صحیحین میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت صدیقؓ نے موذنین کو بھیجا اور اُن کے ساتھ مجھے بھی تاکہ یوم النحر کو منیٰ میں اعلان کر دیں کہ اِس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے۔ نہ کوئی ننگا بیت اللہ کا طواف کرے۔ اور وہی کہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ منیٰ میں حضرت علیؓ نے بھی سورۃ برات کا اعلان کیا۔ اور کہا کہ اِس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے۔ اور نہ کوئی ننگا بیت اللہ کا طواف کرے۔

ابن قیم لکھتے ہیں اِس میں اختلاف ہے کہ یہ حج ذی الحجہ کے مہینہ میں تھا یا ذیقعدہ کے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ کفّار جو مہینوں میں لوٹ لگایا کرتے تھے اُس کی وجہ سے یہ حج ذیقعد میں واقع ہوا تھا۔ اور اِس میں بھی اختلاف ہے کہ حجۃ الوداع کے سال سے پہلے حج فرض ہوا تھا یا نہیں صحیح یہ ہے کہ حج اُس وقت فرض ہوا جب یہ آیت نازل ہوئی وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا یعنی خدا کے لیئے لوگوں پر بیت اللہ کا حج لازم ہے جس کو راستہ کی استطاعت ہو۔ یہ آیت سنۃ الوفود میں یعنی ۹ھ کے آخر میں نازل ہوئی۔ اور اس کے بعد ہی حضورؐ نے حجۃ الوداع کیا۔ اسلیے حضرت صدیقؓ

کا حج۔ حج کے فرض ہونے سے پہلے تھا لیکن بعض کہتے ہیں کہ حج ۵ھ میں فرض ہوا۔ کوئی کہتا ہے ۶ھ میں کوئی کہتا ہے ۸ھ میں۔ کوئی کہتا ہے ۹ھ میں حضرت صدیقؓ کے حج سے پہلے۔ مگر ابن قیم کہتے ہیں کہ اُن میں سے کسی ایک قول کے لیئے کوئی ایک دلیل بھی نہیں پائی جاتی۔ بعض نے سب سے بڑی دلیل یہ دی ہے کہ آیت شریفہ واتموا الحج والعمرۃ للہ حدیبیہؓ میں نازل ہوئی تھی یعنی ۶ھ میں۔ مگر اس آیت میں حج و عمرہ کے پورا کرنے کا حکم ہے جس طرح ہو رہا تھا۔ اسلام کی طرف سے کسی جدید حکم سے حج لازم نہیں کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔ اور حضورؐ کی سیرت احکام الٰہی کے متعلق یہ ہے کہ جو چیز فرض ہوتی تھی اُس میں آپ تاخیر نہیں فرماتے تھے۔ اگر ۶ھ میں حج فرض ہو گیا تھا تو آپ نے تین۳ چار۴ برس تاخیر کیوں کی صحیح یہ ہے کہ وللہ علی الناس حج البیت کے نزول کے بعد ۹ھ کے آخر میں حج فرض ہوا اور ۱۰ھ میں آپ نے حج ادا کیا واللہ اعلم

حضرت صدیقؓ کو بھیجنے کے بعد سورۂ برات کے اعلان کے لیئے حضورؐ نے حضرت علیؓ کو روانہ کیا۔ اس لیئے روافض یہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت صدیقؓ معزول کر دیئے گئے تھے اور اُن کی جگہ حضرت علی کرم کو حضورؐ نے امیر مقرر کر دیا تھا۔ مگر یہ بے علمی اور جہالت ہے۔ حضرت علیؓ نے خود فرمایا کہ میں مامور ہوں امیر آپ ہیں۔ ابن سعد لکھتے ہیں کہ حضرت صدیقؓ نے دریافت کیا کہ کیا رسول اللہؐ نے مناسک حج ادا کرانے کے لئے آپ کو بھیجا ہے۔ حضرت علی کرمؓ نے فرمایا کہ نہیں میں صرف سورۂ برات کا اعلان کروں گا حج آپ کرائیں گے۔ صحیحین میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت صدیقؓ نے بحیثیت امیر اُن کو اور دوسرے موذنین کو منیٰ بھیجا کہ وہاں اعلان کریں۔ اِن صریح بیانات کے علاوہ سنن کی اور روایتیں بھی ہیں جو اس بات کی شاہد ہیں کہ امیر حضرت صدیقؓ ہی رہے۔

اس میں شبہ نہیں کہ رسول اللہؐ نے حضرت علیؓ کو سورۂ برات کے اعلان کے لیئے بھیجا۔ لیکن اِس کی وجہ کیا ہوئی اِس میں دو قول ہے۔ ابن اسحاق کے بیان سے تو معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ برائت کی ابتدائی آیتیں جس میں معاہدہ کے فسخ کا حکم تھا حضرت صدیقؓ کے روانہ ہو جانے کے بعد نازل ہوئیں۔ البتہ مشرکوں کے حج کا دوسرے سال سے امتناع اور ننگے طواف کرنیکی

استدعا کی کہ جو مال لات کے انہدام سے ملا ہے۔ اُس میں سے عروہ کا دَین ادا کر دیا جائے۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ ضرور ادا کر دیا جائے۔ تب قارب نے کہا کہ اور اسود کا دَین یا رسول اللہ اُس کو بھی ادا کر دیا جائے۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ اسود تو مشرک مرا ہے۔ قارب نے کہا کہ ہاں مگر دین تو اب مجھ پر ہے اور میں آپ سے مانگتا ہوں حضورؐ نے ابو سفیان کو حکم دیا کہ عروہ اور اسود دونوں کا دَین اُس مال سے ادا کر دیا جائے۔

خالد بن سعیدؓ نے جو تحریر لکھی اُس میں یہ بھی لکھا کہ وج اور اس کا صید حرام ہے جو شخص ایسا کرے اُس کو ننگا کیا جائے اور کوڑہ مارا جائے۔ یہ محمد رسول اللہ کا حکم ہے۔ خالد بن سعیدؓ نے رسول اللہ کے حکم سے یہ لکھا ہے کوئی شخص اِس کا خلاف نہ کرے۔ اور اگر کوئی زیادتی کرے تو اللہ کے نبی محمدؐ کو اُس کی خبر دیجائے۔

وج طائف میں ہے۔ اِسی تحریر کی وجہ سے بعض علمار یہ سمجھتے ہیں کہ یہ زمین بھی حرم ہے۔ اور اِس کا حکم بھی ویسا ہی ہے جیسا حرم مکہ کا واللہ اعلم

موسیٰ بن عقبہ روایت کرتے ہیں کہ اِس وفد کے ساتھ کنانہ بن عبد یالیل تھا اُس نے کہا کہ یا رسول اللہ زنا کی ہمیں اجازت دیجئے کیونکہ اِسکے بغیر تو ہم لوگوں کو چارہ نہیں ہے رسول اللہؐ نے کہا کہ اس کو خدا نے حرام کر دیا ہے فرمایا لَا تَقْرَبُوا الزِّنَا اُس کے قریب بھی مت جاؤ بہت بُری بات ہے اُس نے کہا کہ یا رسول اللہ ربوا کی اجازت دیجئے کیونکہ وہی ہم لوگوں کا مال ہے حضورؐ نے فرمایا کہ اصل سرمایہ تم لوگوں کا ہے وہ لے لو۔ زیادتی کو خدا نے منع کر دیا ہے فرمایا لَا تَاْکُلُوا الرِّبٰوا اُس نے کہا کہ یا رسول اللہ شراب کی اجازت دیجئے وہ تو ہمارے زمین کا عصارہ ہے حضورؐ نے فرمایا وہ شیطانی چیز ہے۔ حرام ہے پلید ہے خدا نے اُس کو رجس کہا ہے اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ الآیۃ۔ اِس پر سب حضورؐ کے پاس سے اٹھ گئے۔ اور آپس میں مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیئے۔ آخر طے پایا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں اُس کو تسلیم کر لیا جائے کیونکہ اِسکے بغیر چارہ نہیں ہے۔ ورنہ اہل مکہ کا سا حال ہوگا۔ اِس مشورہ کے بعد پھر سب حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور کہا کہ جو آپ فرمائیں تسلیم ہے۔

مگر معبودوں کے بارہ میں آپ کیا کہتے ہیں حضورؐ نے فرمایا کہ سب کو منہدم کردو۔ سب نے کہا کہ اوہو کہیں معبودوں کو معلوم ہوگیا کہ اُن کے قتل کا ارادہ ہے تو سارے باشندوں کو قتل ہی کردینگے اس پر حضرت عمر بن الخطابؓ نے کہا کہ اے ابن عبد یالیل یہ کیسی جہالت کی بات کررہے ہو۔ وہ معبود سب تو بےحس وحرکت پتھر ہیں۔ سب نے کہا کہ اے ابن خطاب ہم سب تمہارے پاس نہیں آئے ہیں۔ اور رسول اللہ سے کہا کہ آپ خود منہدم کرائیے ہم تو اُن کو ہرگز منہدم نہ کریں گے رسول اللہ نے کہا کہ بہتر۔ اُس کو ہم خود منہدم کرادینگے۔ الغرض اِس کے بعد مصالحت ہوگئی اور سب مسلمان ہوگئے۔

لیکن اِس کے بعد جب یہ لوگ طایف گئے۔ اور بنی ثقیف کے لوگوں کو اِس مصالحت اور اور اسلام کا حال معلوم ہوا تو اُن میں بڑا جوش پیدا ہوا۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم تو لڑینگے۔ اور ایسے ذلیل شرطوں کو ہرگز تسلیم نہ کرینگے۔ مگر دو روز کے بعد یہ جوش خود بخود ٹھنڈا ہوگیا۔ اور کہنے لگے کہ سارا عرب محمدؐ کے ساتھ ہوگیا ہے ہم کس کس سے لڑائی کرینگے۔ موسیٰ بن عقبہ کی روایت میں ہی کہ بتوں کو توڑنے کے لیے جو لوگ طایف گئے تھے اُن میں خالد بن الولیدؓ بھی تھے۔

صحیح مسلم میں روایت ہے کہ عثمان ابن ابی العاصؓ نے کہا کہ یارسولؐ اللہ شیطان میرے اور نماز و قرارت کے درمیان حایل ہوجاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اُس شیطان کا نام خِنْزِبؔ[1] ہی جب ایسا معلوم ہو تو تعوذ پڑھو اور تین۳ مرتبہ اپنے بائیں مونڈھے پر تُھک تُھکاؤ عثمان ابن ابی العاصؓ کہتے ہیں کہ جب مَیں نے اِس پر عمل کیا تو خدا نے اس کو مجھ سے ہٹادیا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ تبوک سے واپس آنے کے بعد رمضان میں یہ وفد آیا تھا واللہ اعلم سنن ابی داؤد میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ اِس وفد کے لوگوں نے یہ شرط کی تھی کہ اُن پر صدقہ اور جہاد فرض نہ ہو۔ لیکن جب اِسکے بعد وہ مسلمان ہوگئے تو حضورؐ نے فرمایا کہ وہ صدقہ بھی وصول کریں گے اور جہاد میں بھی شریک ہوں گے واللہ اعلم

[1] خِنْزِب بکسر خاء معجمہ وسکون نون وکسر زائے معجمہ اور بفتح خاء بھی لکھتے ہیں اور بضم خاء بھی آیا ہے ۱۲ منہ

وفد عبد القیس

صحیحین میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ عبد القیس کا وفد آیا تو رسول اللہ نے دریافت کیا کہ کس قوم کا وفد ہے۔ کہا ربیعہ کا۔ حضورؐ نے فرمایا مرحبا ہے اس قوم کو یا مرحبا ہے اس وفد کو۔ اُن لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ہمارے اور آپ کے درمیان کفار مضر ہیں اسلیئے ہم لوگ سوائے شہر حرام کے حاضر نہیں ہو سکتے آپ ہم لوگوں کو واضح اور مفصل احکام بتا دیں تاکہ ہم بھی اُس پر عمل کریں۔ اور جو لوگ ہمارے پیچھے رہ گئے ہیں اُن کو بھی اُس پر عمل کرنے کے لیئے کہیں۔ اور اُس کی وجہ سے ہم جنت میں جائیں حضورؐ نے فرمایا کہ ہم چار امور کا تم کو حکم دیتے ہیں۔ اور چار چیزوں سے منع کرتے ہیں۔ حکم یہ ہے کہ خدائے واحد پر ایمان لاؤ یعنی اِس کی شہادت دو کہ خدا کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے۔ اور محمدؐ خدا کے رسول ہیں۔ اور نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ ادا کرو۔ اور غنیمت میں سے خمس دیا کرو۔ اور چار چیزوں سے منع کرتے ہیں۔ دبا۔ حنتم۔ نقیر اور مزفت سے۔ ان چیزوں کو یاد کر لو۔ اور انہیں کی طرف اُن لوگوں کو بھی بلاؤ جو تمہارے پیچھے رہ گئے ہیں۔ اور مسلم کی روایت میں یہ زیادہ ہے کہ اُن لوگوں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ آپ کو نقیر کے متعلق کیا معلوم ہے کہ یہ کیا ہے حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں۔ بانس یا کھجور کے جڑ کو اندر سے خالی کر کے اُس میں کھجور ڈالتے ہو پھر اُس پر پانی ڈالتے ہو تب جب جوش کھا کر ساکن ہو جاتا ہے تو اُس کو پیتے ہو۔ اور اُسی کی وجہ سے کبھی یہ ہوتا ہے کہ اپنے ابن عم کو تلوار سے مارتے ہو۔ اُن سب نے دریافت کیا کہ پھر کس چیز میں ہم لوگ پیئیں یا رسول اللہ آپ نے فرمایا کہ چمڑے کے برتن میں جس کا منہ تاگے سے بندھا ہوا ہو۔ اُن لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ہمارے ملک میں چوہے بہت ہیں چمڑے کا برتن ٹھہر نہیں سکتا۔ آپ نے فرمایا کہ گو اُس کو چوہا کھالے۔ گو اُس کو چوہا کھالے۔ گو اُس کو چوہا کھالے۔

اور رسول اللہ نے اشج عبد القیس سے کہا کہ تم میں دو خصلتیں ہیں جو خدا کو پسند ہیں حلم۔ اور انارۃ یعنی عقل اور تحمل۔ رسول اللہ نے جس بات سے خوش ہو کر اُن کے خصلتوں کی تعریف کی وہ یہ تھی کہ جب یہ لوگ مدینہ پہنچے تو ان کے اور ساتھی تو فوراً رسول اللہ کی خدمت میں حاضر

ہوگئے۔ لیکن یہ ٹھہر گئے۔ اپنے اونٹ کو باندھا۔ ہاتھ مُنہ دھویا اور کپڑہ وغیرہ درست کرکے تب خدمت میں حاضر ہوئے۔ اسکے بعد باتیں ہوئیں پھر جب سب بیعت پر راضی ہوئے تو رسولؐ اللہ نے دریافت کیا کہ تم لوگ اپنے اور اپنی قوم کی طرف سے بیعت کرتے ہو تو سب نے کہا کہ ہاں مگر الاشج نے کہا کہ یا رسولؐ اللہ جو میرے اختیار کی بات ہے اُسی کا ہم ذمّہ لے سکتے ہیں۔ ہم بیعت صرف اپنی کر سکتے ہیں۔ قوم کی طرف دعوت بھیجیے جو تسلیم کرینگے وہ ہمارے ساتھی ہیں اور جو نہ مانیں گے اُن سے ہم لوگ لڑینگے۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ یہ بہت صحیح ہے۔ اور آپ اُن کی گفتگو سے بہت خوش ہوئے اور اسی پر آپ نے اُن کی یہ دو صفتیں بیان کیں انھوں نے دریافت کیا کہ یا رسولؐ اللہ یہ دو باتیں مجھ میں اب پیدا ہوگئی ہیں یا پہلے سے ہیں حضورؐ نے کہا کہ قدیمی ہیں۔ اِس پر انھوں نے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ ہماری جبلّت میں اُسنے ایسی دو صفتیں رکھی ہیں جس سے خدا اور خدا کے رسولؐ خوش ہیں۔

امام نووی نے صاحب التحریر سے نقل کیا ہے کہ وفد عبد القیس میں چودہ سوار تھے۔ الاشج العصری اُن کے رئیس تھے اُن کے علاوہ یہ لوگ تھے مزیدہ بن مالک المحاربی۔ عبیدہ ابن ہمام المحاربی۔ صحار بن عباس المری۔ عمرو بن مخزوم یا مرجوم العصیری۔ حارث بن شعیب العصری حارث بن جندب من بنی عایش کہتے ہیں کہ یہی نام معلوم ہے اور لوگوں کا نام طویل تلاش کے بعد بھی نہ معلوم ہوسکا۔

ذہبی لکھتے ہیں کہ اس وفد کے آنے کی وجہ یہ ہوئی کہ بنی غنم بن ودیعہ کے ایک شخص منقذ بن حیّان ایّام جاہلیّت میں ہجر سے یثرب تجارت کا مال لایا کرتے تھے۔ ہجرت کے بعد بھی وہ مال لیکر آئے۔ وہ ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے اور اُسی طرف سے رسولؐ اللہ جا رہے تھے وہ دیکھکر کھڑے ہوگئے۔ حضورؐ نے پوچھا کون ہے منقذ بن حیّان اور آپ نے اُن سے خیریت پوچھی اسکے بعد اُن کی قوم کے شرفا میں سے ایک ایک کا نام لیکر اُن کا حال دریافت کیا۔ اُن کو تعجب ہوا اور مسلمان ہوگئے۔ پھر اُنھوں نے سورۂ فاتحہ اور اقرا باسم کی سورہ سیکھی۔ اِس کے بعد ہجر کی جانب

روانہ ہوئے۔ رسول اللہ نے اُن کے ساتھ عبدالقیس کی جماعت کے نام خط دیا۔
منقذ رضی اللہ عنہ جب واپس گئے تو وہاں کچھ عرصہ تک اپنے اسلام کو ظاہر نہ کیا۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد اُن کی زوجہ کو معلوم ہوگیا۔ اُن کی زوجہ منذر بن عائذ بذال معجمہ بن الحارث کی لڑکی تھیں اور یہی منذر الاشج ہیں۔ اُن کو الاشج رسول اللہ نے کہا کیونکہ اُن کے چہرہ پر کچھ نشانات تھے اور اسی لقب سے مشہور ہوگئے۔ منقذ رضی اللہ عنہ نماز پڑھتے تھے اور قرآن پڑھتے تھے۔ چونکہ یہ نئی بات تھی اُن کی زوجہ کو ناپسند ہوا۔ اُنہوں نے اپنے باپ سے ذکر کیا۔ کہ میرے شوہر اس دفعہ جب سے یثرب سے واپس آئے ہیں نہ معلوم وہ کیا کرتے ہیں۔ ہاتھ پیر دھوتے ہیں پھر جہتہ (قبلہ) کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کبھی کھڑے ہوتے ہیں۔ کبھی جھکتے ہیں کبھی زمین پر سر رکھتے ہیں۔ الاشج نے جب یہ سنا تو اپنے داماد سے ملے۔ باتیں ہوئیں تو اُن کے دل میں بھی اسلام کی محبّت پیدا ہوگئی وہ اپنی قوم عصر اور محارب کے پاس رسول اللہ کا خط لیکر گئے اور اُن کو سنایا۔ اُن کے دلوں میں اسلام کی طرف رغبت پیدا ہوئی اور سب نے رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔
اس وفد کو حضوؐر نے چار چیزوں سے منع کیا۔ ایک (دُبّاء) بضم دال و مدّ۔ سوکھے کدو کو کہتے ہیں دوئم (حَنتم) بحائے مہملہ مفتوحہ ثم نون ساکنہ ثم مثناۃ فوقانیہ مفتوحہ ثم میم۔ صحیح یہ ہے کہ یہ ایک قسم کا سبز مرغن برتن ہوتا تھا اور اسی برتن میں مدینہ شراب آیا کرتی تھی۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ مٹّی کے ہر روغن دار برتن کو حنتم کہتے ہیں ایسے برتن میں نبیذ بنانے سے نشہ جلد آتا ہے۔ سویم (نقیر) نون مفتوحہ وقاف۔ اس کی تفسیر تو خود رسول اللہ نے بیان کردی ہے اسی روایت میں ابھی ذکر ہوچکا ہے۔ چہارم (مُزفّت) جس برتن پر زفت چڑھایا گیا ہو بعض روایات میں بجائے مزفّت کے مُقیّر بفتح قاف آیا ہے یعنی جس برتن پر قیر چڑھا ہو۔ قیر۔ اور زفت تقریبًا ایک ہی قسم کی چیز ہے۔
اس منع کا مطلب یہ تھا کہ اس قسم کے برتنوں میں نبیذ بناکر نہ پیا کرو۔ منع کی وجہ یہ تھی کہ ان برتنوں میں نبیذ میں جلد نشہ آجاتا ہے
اس سے معلوم ہوا کہ ان برتنوں کا استعمال ممنوع ہے لیکن صحیح مسلم میں حضرت بریدہؓ

کی روایت ہے کہ حضورؐ نے پیچھے فرمایا کہ ان برتنوں سے ہم تم لوگوں کو منع کرتے تھے اب استعمال کر سکتے ہو۔ اس روایت کی وجہ سے اکثر علماء کا مسلک یہ ہے کہ منع منسوخ ہو گیا۔ لیکن بعض حنبلیہ کہتے ہیں کہ منع کی روایت اتنے کثیر طریقوں سے مروی ہے جو تواتر کے قریب پہنچ گئی ہے۔ اور اجازت کی روایت صرف ایک ہی۔ اس لئے منع منسوخ نہیں ہو سکتا واللہ اعلم

حضورؐ نے وفد عبدالقیس کو ارکان اسلام کی تعلیم دی لیکن اس میں حج کو ذکر نہیں کیا حالانکہ وہ بھی اسی طرح اسلام کا ایک رکن ہے جس طرح نماز اور روزہ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت تک حج فرض نہیں ہوا تھا۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ یہ وفد سنۃ الوفود میں آیا یعنی ۹ھ میں یہ دلیل ہے کہ اسوقت تک حج فرض نہیں ہوا تھا حج سنہ ۱۰ھ دس میں فرض ہوا۔ یہی صحیح ہے۔ لیکن قاضی عیاض کہتے ہیں کہ عبدالقیس کا وفد فتح مکہ کے سال حضورؐ کے مکہ روانہ ہونے سے پہلے آیا تھا یعنی ۸ھ میں۔ اور حج اسکے کئی مہینہ بعد ۹ھ میں فرض ہوا واللہ اعلم

وفد عبدالقیس کی بعض روایتوں میں صوم کا ذکر بھی نہیں ہے مگر وہ رواۃ کا تسامح ہے اس لئے کہ بہت سی روایتوں میں صوم کا ذکر موجود ہے۔ برخلاف اس کے حج کا ذکر کسی روایت میں نہیں ہے واللہ اعلم

ابن قیم ابن اسحاق سے نقل کرتے ہیں کہ وفد عبدالقیس کے ساتھ جارود بن العلاء آئے تھے وہ نصرانی تھے۔ اُنھوں نے کہا کہ یا رسول اللہ میں ایک حق دین پر ہوں۔ لیکن میں اپنا دین آپ کے مقابلہ میں ترک کر دیتا ہوں۔ کیا آپ ضمانت لیتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں میں اس بات کا ضامن ہوں کہ جس کی طرف میں بلاتا ہوں یہ اس سے بہتر ہے جس پر تم ہو۔ وہ مسلمان ہو گئے۔ اور جو لوگ اُن کے ساتھ تھے وہ بھی مسلمان ہو گئے۔ اُنھوں نے اس کے بعد حضورؐ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے پاس سواری نہیں ہے سواری عنایت فرمائیے حضورؐ نے فرمایا کہ واللہ میرے پاس سواری نہیں ہے جو تم کو دوں۔ تب اُنھوں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ

راستہ میں لوگوں کے جھلائے ہوئے اونٹ ہیں کیا یہ ہو سکتا ہے کہ میں اُس پر سوار ہو کر اپنی جگہ پہنچ جاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں وہ آگ ہے یعنی ہرگز ایسا نہ کرو واللہ اعلم

وفد بنی حنیفہ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت بنی حنیفہ کا وفد آیا اور اُس میں مسیلمہ کذاب بھی تھا۔ یہ لوگ بنی نجار کی ایک عورت کے یہاں ٹھہرے تھے۔ یہ لوگ جب رسول اللہ کی خدمت میں آئے تو مسیلمہ کو کپڑے سے چھپا کر لائے۔ اُس نے رسول اللہ سے گفتگو کی اور اپنے لیئے اختیارات طلب کیئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں اُس وقت کھجور کی ایک لکڑی تھی حضورؐ نے فرمایا کہ اگر مجھ سے یہ لکڑی کا ٹکڑہ بھی طلب کرے تو میں نہ دوں جب تک خدا کی اجازت نہ ہو۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ لیکن یمامہ کے ایک شیخ نے مجھ سے دوسری طرح بیان کیا۔ اس کا بیان ہے کہ بنی حنیفہ کے لوگ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے۔ اور مسیلمہ کو اُن سب نے اپنی سواریوں کی حفاظت کے لیئے چھوڑ دیا تھا مسلمان ہونے کے بعد اُنہوں نے کہا کہ یارسول اللہ ہم نے اپنے ایک ساتھی کو سواریوں کی حفاظت کے لیئے چھوڑ دیا ہے۔ رسول اللہ نے اُسکے لیئے بھی وہی احکام دیئے جو اُس کی قوم کو دیئے تھے۔ اور فرمایا کہ اُس کا درجہ کچھ تم سے کم نہیں ہے۔ حضورؐ کی غرض اس کہنے سے صرف حفاظت مال کے متعلق تھی۔ اور کچھ نہیں لیکن جب یہ لوگ یمامہ واپس گئے تو وہ مرتد ہو گیا۔ اور نبوت کا دعویٰ کرنے لگا۔ اور کہا کہ ہم نبوت میں محمدؐ کے شریک ہیں۔ اور کہا کہ کیا محمدؐ نے تم لوگوں سے یہ نہیں کہا کہ اُس کا درجہ کچھ تم سے کم نہیں ہے۔ اِس سے اُن کی غرض یہی تھی کہ ہم اُن کے شریک ہیں مسیلمہ قرآن کے مقابلہ میں مسجع عبارتیں بھی بیان کیا کرتا تھا مثلاً یہ اُسی کی عبارت ہے لقد انعم اللہ علی الحبلی اخرج منہا نسمۃ تسعی من بین صفاق وحشا۔ اور اُس نے لوگوں کو نماز معاف کر دی اور زنا و شراب کو جائز کر دیا لیکن باوجود اس کے وہ رسول اللہ کی نبوت کا اقرار کرتا تھا۔ اور بنو حنیفہ اس کے اوپر ایمان بھی لے آئے تھے۔

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ مسیلمہ نے حضورؐ کے پاس خط بھی بھیجا تھا۔ وہ یہ ہے

من مسیلمۃ رسول اللہ الی محمد رسول اللہ اما بعد فانی اشرکتُ فی الامر معک وان لنا نصف الامر ولقریش نصف الامر ولیس قریش قوماً یعدلون ہ	مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کو اما بعد میں اس معاملہ میں آپ کا شریک ہوا آپکے ساتھ۔ تو نصف اختیار میرا ہے اور نصف قریش کا اور قریش عادل قوم نہیں ہے۔

حضورؐ نے اس کا جواب دیا۔ یہ خط وکتابت سنہ ہجری کے آخر میں ہوئی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من محمد رسول اللہ الی مسیلمۃ الکذاب السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ اما بعد فان الارض للہ یورثھا من یشاء من عبادہ والعاقبۃ للمتقین۔	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم محمد رسول اللہ کی طرف سے مسیلمہ کذّاب کو۔ سلام ہو اُس پر جو راہ راست کی پیروی کرے۔ اما بعد زمین خدا کی ہے۔ اُس کا مالک بنا دیتا ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے۔ اور آخر کی بھلائی پرہیزگاروں کے لیئے ہے۔

ابو داوٗد طیالیسی نے ایک روایت لکھی ہے کہ مسیلمہ کا خط دو شخص لائے تھے۔ ابن النواحہ۔ اور ابن اثال رسول اللہ نے اُن سے کہا کہ کہو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اُنھوں نے کہا لا الہ الا اللہ مسیلمۃ رسول اللہ اور ابن اسحاق نے کہا کہ رسول اللہ نے اُن سے دریافت کیا کہ کیا تم بھی وہی کہتے ہو جو وہ کہتا ہے۔ اُن دونوں نے کہا کہ ہاں۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ اگر یہ قاعدہ نہ ہوتا کہ قاصد قتل نہیں کیا جاتا تو میں تجھے قتل کرتا

یہ جو کچھ میں نے بیان کیا وہ امام اہل السیر والمغازی والاخبار محمد بن اسحاق بن یسار کی روایت ہے لیکن صحیحین میں مسیلمہ کذاب کا قصّہ جس طرح مروی ہے وہ اِس سے مختلف ہے۔ اور صحیحین کی روایت راجح ہے نافع بن جبیرؓ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ مسیلمہ کذّاب رسول اللہ کے وقت میں مدینہ آیا۔ اور کہتا تھا کہ اگر محمد اپنے بعد اپنا خلیفہ مجھے

نام ذکر دیں تو مَیں اُن کی اتباع کروں۔ اور اُسکے ساتھ اُس کی قوم کے بہت آدمی آئے تھے۔ وہ جب رسولؐ اللہ کی خدمت میں آیا تو اس وقت حضورؐ کے پاس ثابت بن قیس بن شماس تھے اور آپ کے ہاتھ میں ایک کھجور کی لکڑی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ تو مجھ سے لکڑی کا یہ ٹکڑہ مانگے تو مَیں نہ دوں گا اور حضورؐ نے فرمایا مجھ کو خواب میں جو خدا نے دکھایا ہے مَیں سمجھتا ہوں کہ وہ تو ہی ہے۔ جس خواب کا اس میں ذکر ہے اُس کی تفصیل حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے حضورؐ نے دیکھا تھا کہ آپ کے ہاتھ میں سونے کے دو ٹکڑے ہیں۔ آپ پر وحی ہوئی کہ اِس پر دَم کرو۔ جب دَم کیا تو وہ دونوں ٹکڑے غائب ہوگئے۔ آپ نے اِس کی تعبیر کی کہ دو کذاب نبوت کا دعویٰ کرینگے جن میں کا ایک مسیلمہ کذّاب ہے اور دوسرا اسود عنسی تھا۔

وفدطی

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رسولؐ اللہ کی خدمت میں بنی طی کا وفد آیا۔ اور اُس میں زید الخیل تھے۔ کتاب المغازی میں عدی بن حاتمؓ طائی کے وفد کا ذکر ہو چکا ہے۔ لیکن زید الخیل کے وفد کے آنے کا حال تمام اہل سیر سنتہ الوفود میں لکھتے ہیں یہ صحیح طور پر ثابت نہ ہو سکا کہ یہ دو وفد علیحدہ علیحدہ تھے یا زید الخیل بھی عدی بن حاتمؓ کے ساتھ ہی آئے تھے واللہ اعلم

زید الخیل اپنی قوم کے سردار تھے۔ یہ لوگ جب رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رسولؐ اللہ نے اِن پر اسلام پیش کیا یہ سب مسلمان ہوگئے۔ اور اچھے مسلمان ہوئے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ میرے پاس جتنے عرب آئے اُن کو مَیں نے اُس سے کم پایا جتنی فضیلتیں اُن کی پہلے مجھ سے بیان کی گئی تھیں لیکن زید الخیل کی جو خوبیاں مَیں نے سنی تھیں اُس سے اُن کو زیادہ پایا۔ اور رسول اللہ نے ان کا نام زید الخیر رکھا۔ اور اُن کے لئے زمین کا ایک قطعہ لکھدیا۔ یہ جب روانہ ہوئے تو رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ یہ شاید ہی مدینہ کے بخار سے بچ سکیں۔ آخر راستہ ہی میں ایک چشمہ پانی کا تھا جس کا نام فردہ تھا اُنکو وہاں بخار نے پکڑا۔ اور اسی بخار سے اُنکا انتقال ہوگیا۔ مگر ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ اُن کا انتقال حضرت عمرؓ کے آخر خلافت کے ایام میں ہوا۔ اُنکے

دو لڑکے تھے مکنف اور حریث یہ دونوں مسلمان ہوئے۔ دونوں صحابی ہیں اور دونوں مرتدین کے مقابلہ میں حضرت خالد بن الولیدؓ کے ساتھ تھے اور اس میں شہید ہوئے۔ ابوعمر و ابن اثیر نے اسد الغابہ میں ان کا ذکر کیا ہے اور ابن حجر نے اصابہ میں ان کا تذکرہ لکھا ہے۔

وفد کندہ کندہ بکسر کاف و سکون نون یمن کا ایک قبیلہ ہے۔ اس قبیلہ کی جانب سے حضرت اشعث ابن قیس رسول اللہ کی خدمت میں اسّی یا ساٹھ سواروں کے ساتھ حاضر ہوئے۔ یہ لوگ جب سواریوں سے اترے تو کنگھی کی خوبصورت جبّے پہرے جسکے اطراف میں ریشم کے کام تھے سلاح آراستہ کیا۔ اس کے بعد جب رسول اللہ کے پاس گئے تو حضورؐ نے پوچھا کہ کیا تم لوگ مسلمان نہیں ہوئے۔ سب نے کہا کہ ہاں یارسول اللہ مسلمان ہوچکا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ پھر تمہاری گردنوں میں یہ ریشم کیوں ہے۔ اس پر سب نے ریشم چاک کر دیا اور اتار کر ڈال دیا۔

اشعث ابن قیسؓ نے کہا کہ یارسول اللہ ہم بھی آکل المرار کی اولاد ہیں اور آپ بھی۔ اس پر حضورؐ مسکرائے اور فرمایا کہ یہ نسب ربیعہ بن الحارث۔ اور عباس بن عبدالمطلب کے مناسب ہے ہم لوگ نضر بن کنانہ کی اولاد ہیں۔

امام زہری اور ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ربیعہؓ اور عباسؓ تجارت کے لیئے جایا کرتے تھے تو ظاہر کرتے تھے کہ ہم آکل المرار کی اولاد ہیں اس سے عرب اُن کی عزت کرتے تھے کیونکہ آکل المرار کی اولاد ملوک تھے۔ آکل المرار لقب ہے اس کا نام حارث بن عمرو بن حجر بن عمرو بن معاویہ بن کندہ تھا۔ اور رسول اللہ کی ایک جدہ کا نام آتا ہے جو اسی قبیلہ کی تھیں یعنی ام کلاب بن مرّہ۔ اشعث ابن قیس نے اسی وجہ سے آپ کا انتساب کندہ کی طرف کیا تھا۔ اور ربیعہؓ اور عباسؓ اسی انتساب کی وجہ سے اپنے کو آکل المرار کی اولاد ظاہر کرتے تھے۔ مگر حضورؐ نے اُس کو پسند نہ فرمایا۔

اس قصہ سے معلوم ہوا کہ ریشم مرد کے لیئے بالکل جائز نہیں ہے۔ اور گو بظاہر ریشم کا چاک کر دینا مال کا ضائع کرنا معلوم ہوتا ہے۔ مگر حرام سے بچنے کے لیئے ایسا کرنا مال کا ضائع کرنا نہیں ہے۔

وفد الاشعریین حضورؐ کے پاس یمن کے اشعریین کا وفد آیا۔ حضرت جبیر بن مطعمؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ تمہارے پاس اہل یمن آئے ہیں اور یہ دنیا کے لوگوں میں سب سے اچھے ہیں۔ انصار میں سے ایک شخص نے کہا کہ اور ہم لوگ یا رسول اللہ۔ تو آپ ساکت رہے پھر اُس نے پوچھا تب بھی آپ ساکت رہے تیسری دفعہ اُس نے پوچھا تو حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں تم لوگ بھی۔ مگر دھیمی آواز سے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضورؐ نے اہل یمن کو فرمایا کہ یہ لوگ رقیق القلب اور کمزور دل ہیں۔ ایمان یمن کا ہے اور حکمت یمن کی ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضورؐ نے بنی تمیم سے کہا کہ تم کو بشارت ہے اے بنی تمیم۔ اُن لوگوں نے کہا کہ بشارت تو آپ نے دی مگر کچھ عطا بھی تو فرمایئے[۱]۔ حضورؐ کا چہرہ غصہ سے متغیر ہو گیا۔ اسکے بعد اہل یمن آئے تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگ بشارت قبول کرو بنی تمیم نے قبول نہیں کیا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم قبول کرتے ہیں۔ اور اُن لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم دین سیکھنے آئے ہیں۔ اور حضورؐ سے دریافت کیا کہ سب سے پہلے کیا تھا حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ تھا اور اُس کے سوا کچھ نہ تھا اور اُس کا عرش پانی پر تھا اور خدا نے ذکر میں ہر چیز لکھدی ہے۔

حضرت ابو موسےٰ اشعریؓ اپنے لوگوں کو لیکر حضرت جعفرؓ کے ساتھ خیبر میں آئے تھے یعنی ۷ھ میں جیسا کہ وہاں لکھ چکا ہوں لیکن سنۃ الوفود یعنی ۹ھ میں اشعریین کے آنے کا ذکر بھی تمام روایات میں مذکور ہے اور حضورؐ کا اہل یمن کی تعریف کرنا اور یہ فرمانا الایمان یمان والحکمۃ یمانیۃ اور اس وفد کا حضورؐ سے یہ کہنا کہ مَیں دین کی تعلیم حاصل کرنے آیا ہوں۔ اور ابتدا رآفرنیش کے متعلق سوال کرنا۔ اور حضورؐ کا جواب دینا یہ سب اِسی وفد کا قصہ ہے جو ۹ھ میں آیا یعنی سنۃ الوفود میں۔ ابن حجر کے قول سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ وفد یمن کے حمیر کا تھا واللہ اعلم

[۱] بنی تمیم کا یہ جواب اِس وجہ سے تھا کہ فی الواقع ان کا ایمان ابتک کامل نہ تھا یہ لوگ مؤلفۃ القلوب میں سے تھے جیسا کہ مغازی میں معلوم ہو چکا ہے ۱۲ منہ

وفد اَزد [1]

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ صرد بن عبداللہ الازدی بنی اُزد کے وفد کے ساتھ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اسلام قبول کیا اور اچھے مسلمان ہوئے رسول اللہ نے اُنکو اُن کی قوم کے مسلمانوں پر امیر مقرر کر دیا۔ اور حکم دیا کہ اُن کے اطراف میں جو مشرک قبائل ہیں اُن سے جہاد کریں۔ اسکے بعد صرد بن عبداللہؓ رخصت ہوئے۔ جرش اُس وقت یمن کا ایک حصار بند محفوظ شہر تھا۔ اور وہاں یمن کے قبائل رہتے تھے۔ جب صرد بن عبداللہؓ وہاں پہنچے تو خثعم کے لوگوں نے اہل جرش کو مسلمانوں کے آنیکی خبر دی۔ اور سب نے شہر میں داخل ہوکر دروازہ بند کر لیا۔ صرد بن عبداللہؓ نے شہر کا محاصرہ کیا۔ ایک مہینہ تک یہ محاصرہ کیئے رہے اور وہ لوگ اندر سے مدافعت کرتے رہے۔

ایک مہینہ کے بعد صرد بن عبداللہؓ نے محاصرہ اٹھا لیا اور وہاں سے روانہ ہوگئے۔ اہل جرش نے یہ سمجھا کہ یہ لوگ پس پا ہو کر واپس جا رہے ہیں۔ اسلیئے شہر سے نکلکر تعاقب کیا۔ ایک پہاڑ کے پاس جس کو شکر کہتے تھے یہ لوگ پہنچے۔ تو صرد بن عبداللہؓ اور انکے ساتھیوں نے پلٹ کر حملہ کر دیا اور بُری طرح قتل کیا۔

اِس کے پہلے اہل جرش نے اپنے دو آدمیوں کو رسول اللہ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ وہ دونوں اُس وقت عصر کے بعد رسول اللہ کی خدمت میں حاضر تھے۔ اِسی عرصہ میں رسول اللہ نے دریافت کیا کہ شکر کس علاقہ میں ہے۔ اُن دونوں جرشیوں نے کہا کہ یا رسول اللہ میرے مُلک میں ایک پہاڑ کا نام کشر ہی۔ اہل جرش اس کو کشر ہی کہتے تھے حضورؐ نے فرمایا کہ وہ کشر نہیں شکر ہے۔ اہل جرش نے پوچھا کہ یا رسول اللہ اُس کے متعلق کیا بات ہے جو آپ نے دریافت فرمایا۔ حضورؐ نے کہا کہ وہاں خدا کے ذبیحے قربان ہو رہے ہیں۔ اُن دونوں نے حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عثمانؓ کے مشورہ سے دعا کی خواہش کی حضورؐ نے دعا کیا کہ خداوند تعالیٰ تمہاری قوم کو اس مصیبت سے بچالے۔ یہ لوگ جب جرش واپس گئے تو معلوم ہوا کہ ٹھیک اُسی روز اُسی وقت

---

[1] ازد بفتح ہمزہ وسکون زا معجمہ و آخر دال مہملہ ۱۲ منہ

اہل جرش قتل کیے گئے تھے جس وقت رسول اللہ نے خبر دی تھی۔ اِس کے بعد جرش کا وفد رسول اللہ کی خدمت میں گیا اور سب مسلمان ہوگئے واللہ اعلم

وفد بنی حارث بن کعب

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے خالد بن ولیدؓ کو ربیع الآخر یا جمادی الاوّل سنلسہ میں بنی حارث بن کعب کی طرف نجران بھیجا۔ اور اُن کو حکم دیا کہ مقاتلہ کے قبل تین دفعہ اسلام کی طرف دعوت دو۔ اگر قبول کرلیں تو تم بھی اُن کے اسلام کو قبول کرلو۔ اور نہ مانیں تو مقاتلہ کرو حضرت خالدؓ نے وہاں پہنچکر ڈوسواروں کو مقرر کیا۔ اُنہوں نے ہر طرف اعلان کیا کہ اے لوگو اسلام قبول کرو سلامت رہوگے۔ تو وہ سب مسلمان ہوگئے اور احکام اسلام کو قبول کرلیا حضرت خالدؓ انہیں کے پاس ٹھہرے رہے۔ اور اُن کو احکام الٰہی سکھاتے رہے۔ اور رسول اللہ کو اُن کے اسلام کا حال لکھا۔ رسول اللہ نے حضرت خالدؓ کو لکھا کہ تم چلے آؤ۔ اور اپنے ساتھ اُن کا ایک وفد لیتے آؤ۔ حضرت خالدؓ کے ساتھ اُن کا جو وفد آیا اُس میں یہ لوگ تھے قیس بن حصین ذی الغصہ یزید بن عبدالمدان یزید بن المحجل۔ عبداللہ بن قراد۔ شداد بن عبداللہ۔ رسول اللہ نے ان لوگوں سے دریافت کیا کہ تم ایّام جاہلیّت میں اپنے دشمنوں پر کس سبب سے غالب ہو جایا کرتے تھے۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم تو کسی پر غلبہ نہیں کرتے تھے۔ رسول اللہ نے کہا کہ ہاں تم غالب ہوتے تھے۔ تب اُنہوں نے کہا کہ ہم آپس میں اتحاد رکھتے ہیں لڑتے نہیں۔ اور ہم کسی پر ظلم نہیں کرتے۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ تم نے سچ کہا۔ اِس کے بعد حضورؐ نے قیس بن حصین کو اُن کا امیر مقرر کردیا۔ اور وہ شوال کے آخر میں یا ذیقعدہ میں واپس گئے۔ اِس کے چار مہینہ بعد رسول اللہ کا انتقال ہوگیا۔

وفد ہمدان

ابن ہشام نے ابی اسحٰق السبیعی کے واسطہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہمدان کا وفد آیا۔ اُس میں یہ لوگ تھے۔ مالک بن نمط۔ ابو ثور یہی ذوالمشعار ہیں۔ مالک بن انفع السلمانی۔ عمیر بن مالک الخارفی۔ ضمام بن مالک۔ جب حضورؐ

ے اصابہ میں عمیر بن مالک ہے بیاء مثناة تحتانیہ۔ اور زاد المعاد میں عمرو بن مالک ہی واللہ اعلم ۱۲ منہ

تبوک سے واپس تشریف لائے تو یہ لوگ حضوؐر سے ملے۔ حبری چادر اور عدنی عمامہ پہرے ہوئے تھے اور مہری اونٹوں پر سوار تھے۔ مالک بن نمط حضور کے سامنے یہ رجز پڑھتے تھے

الیک جاوزت سواد الرّیف　　　فی ھبوات الصیف والخریف
مخطّمات بخطام اللیف

ابن حجر اصابہ میں لکھتے ہیں کہ مالک بن نمط کے بہت سے فصیح اشعار مروی ہیں بعض اشعار اُنہوں نے نقل بھی کیئے ہیں۔ حضوؐر نے مالک بن نمط کو ایک تحریر لکھکر دی۔ اور جو اُنہوں نے مانگا وہ عطا فرمایا۔ اور اُن کو اُن کی قوم کے مسلمانوں پر امیر مقرر کر دیا۔ اور ان لوگوں کو ثقیف سے قتال کرنیکا حکم دیا چنانچہ اُن لوگوں نے ثقیف سے مقاتلہ کیا اور جب ثقیف کا کوئی قافلہ نکلتا تھا تو یہ اُس پر حملہ کرتے تھے

ابن حجر کہتے ہیں کہ نمط بن بسر بن مالک کے حال میں معلوم ہوگا کہ وہ بھی اس وفد میں تھے اور بعض روایت میں ہے کہ ان کے والد قیس بن مالک تھے۔ اور تمام اقوال کا جامع قول یہ ہے کہ یہ سب تھے۔ حسن بن یعقوب ہمدانی نے اِس وفد کے متعلق لکھا ہے کہ وہ لوگ ایک سو بیس آدمی تھے۔

اس روایت میں جو یہ مذکور ہے کہ اُن کو حضوؐر نے ثقیف سے مقاتلہ کا حکم دیا اس پر ابن قیم نے شبہ کیا ہے اسلیئے کہ ہمدانی یمن کے رہنے والے تھے اور ثقیف طائف کے واللہ اعلم

اور بیہقی میں باسناد صحیح حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ حضوؐر نے حضرت خالد بن الولیدؓ کو اہل یمن کی طرف بھیجا تاکہ اُن کو اسلام کی دعوت دیں۔ حضرت براءؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ چھ مہینہ تک اسلام کی دعوت دیتے رہے کسی نے قبول نہ کیا۔ تب حضوؐر نے حضرت علی کرم کو بھیجا۔ اور حضرت خالدؓ کو واپس بلایا مگر کہدیا کہ خالد کے ساتھیوں میں سے جو علی کے ساتھ رہنا چاہے وہ رہ جائے اس لیئے میں رہ گیا۔ اسکے بعد جب ہم لوگ قوم کی طرف پہنچے تو وہ لوگ ہماری طرف نکلے ہم لوگوں نے نماز پڑھی۔ حضرت علی کرم نے امامت کی اور ہم سب ایک صف میں کھڑے ہوئے۔ نماز سے فارغ ہونیکے بعد حضرت علی کرم نے اُن لوگوں کو رسول اللہ کا خط پڑھکر سنایا تو سارے کے سارے ہمدانی مسلمان

ہوگئے۔ حضرت علیؓ نے اُن کے اسلام کی خبر رسول اللہ کو لکھی۔ رسول اللہ نے جب یہ خط پڑھا تو سجدہ میں گر گئے۔ پھر آپ نے سجدہ سے سر اُٹھایا اور فرمایا۔ السّلام علیٰ ہمدان۔ السّلام علیٰ ہمدان۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ اس روایت کی سند صحیح ہے۔ اور اس کی اصل بخاری میں ہے۔ یہ پہلی روایت اصح ہے اور ہمدان و ثقیف کا پڑوس نہ تھا کہ وہ ثقیف سے مقاتلہ کرتے یا اُن کے قافلوں پر حملہ کرتے ہمدان یمن میں تھے اور ثقیف طائف میں واللہ اعلم

وفد مُزَینہ مزینہ بضم میم و فتح زائے معجمہ ایک قبیلہ کا نام ہے۔ بیہقی نعمان بن مقرنؓ[1] سے روایت کرتے ہیں کہ ہم مُزَینہ کے چار سو آدمیوں کے ساتھ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے پیچھے جب ہم نے واپس جانے کا ارادہ کیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ اے عمر جاؤ اُن کو راستہ کیلئے توشہ دو حضرت عمرؓ نے کہا کہ میرے پاس تو اور کچھ نہیں ہے۔ تھوڑی سی کھجور ہے اور میرا گمان نہیں ہے کہ وہ اُن کے مناسب حال ہوگی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ عمر جاؤ اور ان کو زاد راہ دو۔ آخر حضرت عمر اُن لوگوں کو لیکر اپنی جگہ گئے۔ نعمانؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ سب کو اپنی چھت پر لے گئے جہاں وہ رہتے تھے جب ہم داخل ہوئے تو دیکھا کہ بڑے اونٹ کی طرح کھجور کا ایک تودہ ہے۔ ساری قوم نے اپنی اپنی حاجت کے موافق اسمیں سے لے لیا۔ حضرت نعمانؓ کہتے ہیں کہ مَیں سب سے پیچھے نکلا۔ اور دیکھا کہ ایک کھجور بھی اپنی جگہ سے کم نہیں ہوئی تھی۔

مولانا شاہ عبدالحق صاحب لکھتے ہیں کہ یہ نعمان بن مقرنؓ فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے فتح کے روز مُزینہ کا علم اُنہیں کے ہاتھ میں تھا۔ اسلیئے اس وفد میں اُن کا آنا اپنے اسلام کے لیئے نہ تھا۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ بعض گھر ایمان کا ہے اور بعض نفاق کا۔ آل مُقرّن کا گھر ایمان کا گھر ہے۔

وفد نجران[2] ابن اسحاق کہتے ہیں کہ نجران کے نصاریٰ کا وفد رسول اللہ کی خدمت میں مدینہ آیا اس وفد کے لوگ عصر کی نماز کے بعد مسجد میں داخل ہوئے۔ اور وہ اُن لوگوں کے

[1] مُقرّن بضم میم و فتح قاف بعدہٗ رائے مہلہ مشددہ مکسورہ ۱۲ منہ (حاشیہ نمبر ۲ برصفحہ ۴۲۴)

نماز کا وقت تھا اِس لیئے اُن لوگوں نے اپنی نماز پڑھنی چاہی صحابہ نے چاہا کہ اُن کو اس طریقہ کی نماز سے روکیں۔ مگر رسولُ اللہ نے فرمایا کہ چھوڑ دو پڑھنے دو۔ اِسکے بعد اُنھوں نے مشرق کی طرف رُخ کر کے اپنے قاعدہ سے نماز ادا کی۔

ابن اسحاق کرز بن علقمہ[۶] سے روایت کرتے ہیں کہ اس وفد میں ساٹھ سوار تھے جسمیں چوبیس[۷] اُن کے شرفا اور معززین تھے۔ اور تین اشخاص اس پایہ کے تھے جنکے ہاتھوں میں وہاں کے سارے اختیارات تھے۔ ایک عاقب جس کا نام عبد المسیح تھا۔ یہ شخص امیر قوم صاحب الرائے اور صاحب مشورہ تھا۔ اہل نجران جو کام کرتے تھے وہ اسکے حکم اور مشورہ سے کرتے تھے۔ دوسرا شخص سید جس کا نام ایہم تھا بفتح ہمزہ وسکون تحتانیہ جماعت کی ترتیب اور سواری کا انتظام وغیرہ اُس کے متعلق تھا۔ تیسرا شخص ابو حارثہ بن علقمہ تھا۔ یہ اُن کا اسقف۔ اور اُنکے مذہب کا بڑا عالم اور امام تھا۔

ابو حارثہ بنی بکر بن وائل کا شخص تھا۔ مگر نصرانیوں میں رہا۔ اُن کی کتابیں پڑھیں۔ اور اُسمیں کمال حاصل کیا شاہان روم نصرانی تھے۔ اُن کو جب اِس کے مذہبی علم اور اجتہاد کا حال معلوم ہوا تو اُنھوں نے اسکی بڑی عزّت اور خوب خدمت کی اُس کے لیئے ایک کنیسہ بنوا دیا۔

یہ سب لوگ جب مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو ابو حارثہ نے راستہ میں ایک موقع پر اپنے بھائی کرز بن علقمہ سے یہ کہا تھا کہ خدا کی قسم یہ وہی نبی امّی ہیں جن کا ہم لوگوں کو انتظار تھا۔ لیکن اگر اس بات کو ظاہر کردوں تو یہ سب ہمارے خلاف ہو جائیں گے۔ کرز بن علقمہ نے اس بات کو اپنے ذہن میں رکھا اور جب مدینہ پہنچے تو اسی بنا پر وہ مسلمان ہو گئے۔

ابن اسحاق نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسولُ اللہ کے پاس یہود اور

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۲۳

[۵] نجران بفتح نون وسکون جیم بعدہ رائے مہملہ مخففہ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ حجاز شام اور یمن کے درمیان ایک مشہور مقام ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

[۶] کرز بن علقمہ نجران کے نصرانی تھے اور اسی وفد کے رئیس ابو حارثہ بن علقمہ کے بھائی تھے اور مسلمان ہو کر مدینہ میں مقیم ہو گئے تھے واللہ اعلم ۱۲ منہ

نصاریٰ جمع ہوئے اور دونوں اس بات پر لڑنے لگے کہ حضرت ابراہیم کیا تھے۔ احبار یہود کہتے تھے کہ وہ یہودی تھے۔ اور نصاریٰ کہتے تھے کہ وہ نصرانی تھے۔ اس پر یہ آیۃ نازل ہوئی

قل یا اھل الکتاب لم تحاجون فی ابراھیم وما انزلنا التوراۃ والانجیل الامن بعدہٖ۔	کہدو کہ اے اہل کتاب ابراہیم کے بارہ میں کیوں لڑتے ہو میں نے تو توریت اور انجیل دونوں اُس کے بعد ہی نازل کی ہے۔

انہیں آیات میں اسکے بعد خدا نے یہ بتایا ہے کہ وہ نہ تو یہودی تھے نہ نصرانی۔ وہ مسلم حنیف تھے مشرک نہ تھے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ابراہیم کے طریقہ اور پیروی میں سب سے بہتر یہ نبی ہیں اور مومنین۔

جب حضورؐ نے یہ آیت پڑھی تو احبار میں سے ایک نے کہا کہ یا محمد کیا آپ کی غرض یہ ہے کہ جس طرح نصرانی حضرت عیسےٰ کی عبادت کرتے ہیں اسی طرح ہم آپ کی پرستش کریں پھر اسکے بعد نجران کے نصاریٰ نے بھی اسی طرح کی بات کہی حضورؐ نے فرمایا کہ معاذ اللہ۔ یہ ناممکن ہے کہ خدا کے سوا اور کسی کی میں پرستش کروں۔ یا کسی کو غیر خدا کی عبادت کا حکم دوں۔ نہ مجھ کو خدا نے اسلیئے بھیجا۔ نہ ایسا حکم دیا۔ پھر آیت نازل ہوئی

ماکان لبشرٍ ان یوتیہ اللہ الکتاب والحکم والنبوّۃ ثم یقول للناس کونوا عباداً لی	کسی شخص کیلئے جسکو اللہ نے کتاب حکم اور نبوۃ عنایت کی ہو یہ جائز نہیں ہو کہ لوگوں سے کہے کہ میرے بندے ہوجاؤ

احمد بن عبد الجبار سے مروی ہے کہ یونسؓ جو پہلے نصرانی تھے۔ پھر مسلمان ہوگئے انہوں نے اس وفد کا پورا قصہ بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ پہلے رسول اللہ نے اہل نجران کو یہ خط لکھا تھا۔

باسم الٰہ ابراھیم واسحٰق ویعقوب اما بعد فانی ادعوکم الی عبادۃ اللہ من عبادۃ العباد۔ وادعوکم الی ولایۃ اللہ من ولایۃ العباد	ابراہیم اسحٰق اور یعقوب کے خدا کے نام پر شروع کرتا ہوں۔ امابعد میں تم کو بندہ کی عبادت سے خدا کی عبادت کی طرف بلاتا ہوں۔ اور بندہ کی ولایت سے خدا کی ولایت کی طرف بلاتا ہوں

فان ابیتم فالجزیۃ۔ فان ابیتم فقد آذنتکم بحرب والسلام۔ | اگر تم نے اِس سے انکار کیا تو تم پر جزیہ ہے۔ اور اگر تم نے اِس سے بھی انکار کیا تو پھر حرب کی اطلاع دیتا ہوں والسلام۔

یہ خط جب اسقف کے پاس پہنچا تو وہ بہت مضطرب اور پریشان ہوا۔ اور نجران کے ایک شخص شرجیل بن وداعہ کو بلا بھیجا۔ جو ہمدان کا رہنے والا تھا۔ اور ہر اہم بات میں سب سے پہلے اُس سے مشورہ کیا جاتا تھا۔ ایہم سید عاقب سب اسکے بعد تھے۔ اسقف نے اُس کو رسول اللہ کا خط دیا۔ اور کہا کہ اے ابو مریم اِس بارہ میں تمہاری کیا رائے ہے۔ اُس نے کہا کہ خدا نے حضرت ابراہیمؑ سے وعدہ کیا تھا کہ حضرت اسمٰعیل کی اولاد میں ایک نبی ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ وہی ہوں مَیں نبوت کے بارہ میں کوئی رائے نہیں دے سکتا۔ یہ دنیا کا معاملہ نہیں ہے۔ اسکے بعد اسقف نے عبداللہ بن شرجیل کو بلایا۔ یہ اہل نجران میں حمیر کا ایک بہت معزز شخص تھا۔ اُس نے بھی وہی رائے دی۔ تب اسقف نے اِس کے بعد جبّار بن قیس کو بلایا۔ یہ بنی حارث بن کعب کا ایک معزز شخص تھا۔ اور نجران میں رہتا تھا اُس نے بھی وہی رائے دی۔

جب سب معززین کی متفقہ رائے معلوم ہو گئی تو اسقف نے حکم دیا کہ تمام اہل وادی جمع کئے جائیں۔ اِس مقصد کے لئے ہر جگہ ناقوس رہتا تھا۔ وادی کے اعلیٰ و اسفل میں ہر جگہ ناقوس بجایا گیا جس سے فوراً تمام اہل وادی کو طلب کی خبر ہو گئی۔ اور سب آکر جمع ہو گئے اِن کے سامنے رسول اللہ کا خط پڑھا گیا۔ اور رائے دریافت کی گئی۔ اہل وادی نے آخر میں یہ بات طے کی کہ شرجیل بن وداعہ ہمدانی۔ عبداللہ بن شرجیل حمیری اور جبّار بن قیس حارثی کو بھیجا جائے کہ وہ رسول اللہ سے ملکر اُن کی پوری خبر لائیں۔

جب یہ وفد مدینہ پہنچا تو سب نے سفر کا لباس اُتار دیا۔ اور حبرہ کا حلّہ پہرا جس کا دامن زمین پر لوٹتا تھا۔ اور سب نے سونے کی انگوٹھیاں پہریں اسکے بعد رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کیا لیکن رسول اللہ نے اُن کے سلاموں کا جواب نہ دیا۔ یہ بہت انتظار کرتے رہے لیکن

رسول اللہ نے اُن سے کوئی بات نہ کی۔ یہ سب بہت پریشان ہوئے۔ مدینہ میں دو شخص حضرت عثمان بن عفانؓ اور عبدالرحمن بن عوفؓ کو یہ لوگ جانتے تھے۔ کیونکہ یہ دونوں حضرات جاہلیت کے زمانہ میں تجارت کے لیئے نجران جایا کرتے تھے۔

یہ لوگ اِن دونوں حضرات سے ملے اور کہا کہ تمہارے نبی نے ہمیں خط لکھا۔ اُس پر ہم آئے ہیں۔ مگر نہ تو وہ میرے سلام کا جواب دیتے ہیں نہ کچھ کلام کرتے ہیں۔ اب ہم لوگ کیا کریں کیا واپس چلے جائیں۔ ان دونوں حضرات نے حضرت علیؑ سے مشورہ کیا۔ اُنہوں نے فرمایا کہ یہ لوگ اپنے حُلّے اور انگوٹھیوں کو اُتار دیں اور سفر کے لباس میں رسول اللہ سے ملیں چنانچہ وفد کے لوگوں نے یہی کیا تو پھر رسول اللہ نے اُن کے سلام کا جواب بھی دیا اور باتیں بھی کیں۔

اُن لوگوں نے رسول اللہ سے بہت سے سوالات کیئے۔ اور حضورؐ نے اُس کے جوابات دیئے حتّٰی کہ اُنہوں نے ایک سوال یہ کیا کہ ہم لوگ نصاریٰ ہیں آپ یہ بتائیں کہ حضرت عیسےٰؑ کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں۔ تاکہ آپ کا خیال حضرت عیسیٰؑ کے متعلق ہم قوم کو بتا سکیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ابھی ٹھہرو اِس کے متعلق جو کچھ ہمیں بتایا جائے گا میں تم کو اُس کی خبر دوں گا۔ دوسرے روز یہ آیۃ نازل ہوئی۔

مثلُ عیسیٰ عندَ اللہ کمثل اٰدم خلقہ من تراب ثم قال لہٗ کن فیکون الحقّ من ربك فلا تکن من الممترین فمن حاجك فیہ من بعد ماجاءك من العلم فقل تعالوا ندعُ ابناءَنا وابناءَکم ونساءَنا ونساءَکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنتَ اللہ علی الکاذبین۔	عیسیٰؑ کی مثال خدا کے نزدیک آدم کی طرح ہے مٹی سے اُن کو پیدا کیا پھر کہا کہ ہو جا تو ہو گئے۔ یہ حق ہے خدا کی جانب سے تو شک کرنیوالوں میں نہ ہو جاؤ اور جب تمہارے پاس علم حق آگیا تو جو تم سے اِس بارہ میں لڑے تو اُس سے کہو کہ آؤ ہم لوگ لائیں اپنی اولاد کو اور تمہاری اولاد کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اپنی ذات کو اور تمہاری ذات کو پھر مباہلہ کریں۔ اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت طلب کریں۔

اس آیت میں حضرت عیسیٰؑ کی جو صفت خداوند پاک نے بیان کی اس کو قبول کرنے سے اُنہوں نے انکار کیا۔ اسلئے حضورؐ نے آیۃ کے حکم کے موافق مباہلہ کی طیاری کی۔ دوسرے روز صبح کے وقت آپ نے حضرت امام حسین کو گود میں لیا۔ اور امام حسن کی انگلی پکڑی۔ پیچھے آپ کے حضرت فاطمہ زہراؑ ہوئیں۔ اور اُن کے پیچھے حضرت علی ہوئے۔

جب اس طرح حضورؐ مباہلہ کے لیئے تیار ہو کر تشریف لائے تو شرجیل ہمدانی نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اے عبداللہ بن شرجبیل۔ اور اے جبار بن قیص تم کو معلوم ہے کہ سارے اہل وادی نے اس معاملہ کو ہم لوگوں کی رائے پر چھوڑ دیا ہے۔ اور خدا کی قسم ہمارے سامنے ایک امر عظیم ہے۔ اگر یہ شخص خدا کا نبی اور نبی مرسل ہے اور ہم نے اس کے ساتھ ملاعنت کرلی تو ہم میں کا کوئی ناخن اور بال برابر بھی باقی نہ رہے گا۔ ان لوگوں نے پوچھا کہ پھر تمہاری کیا رائے ہے کیا کیا جائے؟ شرجبیل نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ اس معاملہ کو انہیں کی رائے پر چھوڑ دیا جائے میں دیکھتا ہوں کہ یہ شخص ہرگز بے انصافی کا حکم نہ کرے گا۔ دونوں نے کہا کہ تم کو اختیار ہے یہ کرسکتے ہو۔ اس کے بعد شرجبیل حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں ملاعنت سے بہتر صورت آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں حضورؐ نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ شرجبیل نے کہا کہ میں آپ ہی کو حکم تسلیم کرتا ہوں۔ اس وقت سے شام تک اور ساری رات صبح تک آپ کو موقع ہے۔ اس درمیان میں آپ جو حکم دینگے وہ ہم سب لوگ قبول کرینگے۔

رسول اللہ نے فرمایا کہ یہ اقرار تو کرتے ہو مگر ممکن ہے کہ جو لوگ تمہارے ساتھ نہیں ہیں وہ تمہارا خلاف کریں۔ شرجبیل نے کہا کہ اس کو آپ میرے ساتھیوں سے دریافت کیجئے۔ شرجبیل کے دونوں ساتھیوں نے کہا کہ اہل وادی کے انکار و اقرار کا مدار شرجبیل کی رائے پر ہے جس بات کو یہ قبول کرلینگے اُس کا خلاف کوئی نہیں کرسکتا اسکے بعد حضورؐ لوٹ گئے اور ملاعنت نہ ہوئی۔

دوسرے روز صبح کے وقت حضورؐ نے انکے لیئے یہ عہد نامہ
لکھوایا

بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ تحریر ہے جو محمد نبی اور خدا کے رسول نے نجران کے لیئے لکھی ہے

جبکہ اُن کا حکم ہو گیا وہاں کے تمام ثمر پر۔ ہر زرد اور ہر سفید و سیاہ پر۔ اور ہر رقیق و غلام پر۔ اُنھوں نے اہل نجران پر فضل کیا اور یہ ساری چیزیں اُن کو چھوڑ دیں اِس شرط پر کہ وہ دو ہزار حلّہ ہر سال ادا کریں۔ ایک ہزار ہر رجب میں اور ایک ہزار ہر صفر میں۔ ہر حلّہ ایک اوقیہ کا۔ اور اوقیہ پر جو زیادتی یا کمی ہو وہ حساب میں محسوب ہوگی۔ درع۔ گھوڑا۔ اونٹ یا جو چیز اُن سے لیجائے گی وہ اسی حساب میں۔ اور اہل نجران پر میرے قاصد کے رہنے کا انتظام لازم ہوگا۔ اور کوئی قاصد ایک مہینہ سے زیادہ نہ رُوکا جائے گا۔ اگر یمن میں کوئی نزاع پیش آجائے تو اہل نجران پر لازم ہوگا کہ وہ تیس۳۰ درع۔ تیس۳۰ گھوڑے۔ اور تیس۳۰ اونٹ بطور عاریۃ دیا کرینگے اور جو چیزیں عاریۃً ہوں گی اُن میں سے کوئی چیز ہلاک یا ضائع ہو تو اُسکا ضمان میرے آدمی پر لازم ہوگا جبتک ادا نہ کردے۔

اور اہل نجران کے لیئے خدا کا جوار اور محمد رسول اللہ کا ذمّہ ہے۔ اُنکی ذاتوں کا اُن کی ملّت کا۔ اُن کے اراضی اور اموال کا۔ اُن لوگوں کا جو حاضر ہیں۔ اور اُن کا جو غائب ہیں۔ اُن کے قبیلہ کے آدمی ہوں یا اُن کے متبعین۔ اور شرط یہ ہے کہ جس حالت میں وہ ہیں اُس میں کوئی تغیّر و تبدّل نہ کیا جائے۔ اُن کے حقوق میں سے کسی حق کو بدلا نہ جائے۔ نہ ان کے اساقفہ میں سے کسی اسقف کو بدلا جائے نہ رہبانیوں میں سے کسی راہب کو بدلا جائے۔ اور جو قلیل و کثیر اُنکے ہاتھوں میں ہے اُس میں تغیر و تبدل نہ کیا جائے۔ وہ جاہلیّت کے کسی اشتباہ میں ماخوذ نہ ہونگے۔ دَم جاہلیت کا کوئی مطالبہ اُن سے نہ ہوگا۔ کوئی اُن پر حملہ نہ کرے گا۔ کوئی فوج اُن کی زمین میں داخل نہ ہوگی۔ اُن میں سے کوئی شخص اگر حق کا مطالبہ کرے تو ظالم و مظلوم کے درمیان انصاف ہوگا۔ اگر کوئی صاحب وجاہت اُن میں سے ربوا (سود) کھائے تو میرا ذمّہ اس سے بری ہے۔ اُن میں کا کوئی شخص کسی دوسرے کے

ظلم کی وجہ سے ماخوذ نہ ہوگا۔ اور اُن تمام باتوں پر جو اس صحیفہ میں ہے خدا کا جوار اور محمد نبی اور رسول اللہ کا ذمہ ہے حتیٰ کہ خدا کا حکم آجائے۔

اس پر دستخط کیا ابو سفیان بن حرب۔ غیلان بن عمرو۔ مالک بن عوف۔ اقرع بن حابس حنظلی اور مغیرہ بن شعبہ نے۔

یہ تحریر جب مکمل ہوگئی اور وہ لوگ اُس کو لیکر واپس ہوئے تو اسقف اور نجران کے معززین ایک روز کی مسافت تک اُن کے استقبال کو آئے۔ اسقف کے ساتھ اس کا ایک بھائی تھا جو اُس کے ماں کا لڑکا اور نسب کے اعتبار سے اس کا ابن عم تھا۔ اس کا نام بشر بن معاویہ تھا اور کنیت ابو علقمہ تھی۔ جب رسول اللہ کا خط اسقف کو دیا گیا۔ اور سب اس خط کو دیکھتے ہوئے آہستہ آہستہ آرہے تھے۔ ایک موقع پر اسقف نے کہا کہ واللہ یہ نبی مرسل ہیں۔ یہ سنکر بشر بن معاویہ نے اپنے اونٹ کو مدینہ کی طرف پھیر کر زور سے ہنکایا۔ اسقف نے بہت پیچھا کیا اور روکتا رہا مگر یہ نہ رُکے مدینہ میں آکر دم لیا۔ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو کر یہیں رہے حتیٰ کہ ایک غزوہ میں شہید ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

بیہقی نے باسناد صحیح حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ سید اور عاقب جب ملاعنت سے ڈرے۔ اور رسول اللہ کی تمام باتوں کو ماننے کے لیے مستعد ہوئے تو حضورؐ سے کہا کہ آپ ایک امین شخص کو میرے ساتھ بھیجئے مگر وہ واقعی امین ہو حضورؐ نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ایک شخص کو دیتا ہوں جو ایسا امین ہے جیسا امانت کا حق ہے۔ اور کہا کہ اٹھو ابو عبیدہ بن الجراح جب وہ کھڑے ہوئے تو حضورؐ نے فرمایا کہ یہ اس امت کے امین ہیں۔ بخاری نے اپنے صحیح میں اسیطرح حضرت حذیفہؓ سے روایت کیا ہے۔ اور صحیح مسلم میں حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے مروی ہے کہ مجھکو رسول اللہ نے نجران بھیجا اور یونس بن بکیر ابن اسحٰق سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے علی بن ابی طالبؓ کو نجران بھیجا تاکہ اُن کے صدقات اور جزیہ کو جمع کرکے مدینہ لائیں واللہ اعلم

بعض توضیحات احمد بن عبد الجبار کی روایت میں بیان ہوا کہ رسول اللہ نے اہل نجران کو جو خط لکھا اُس کی ابتدا تھی باسم الٰہِ ابراھیم و اسحٰق و یعقوب ابن قیم کہتے

ہیں کہ میرا گمان نہیں ہے کہ یہ الفاظ محفوظ ہیں حضورؐ نے ہرقل مقوقس نجاشی اور دوسرے اہل کتاب و غیر اہل کتاب کو جتنے خطوط بھیجے سب کی ابتدا بسم اللہ الرحمن الرحیم سے کی اس روایت کے الفاظ حضورؐ کی سیرت اور عادت کے خلاف ہیں۔

مباہلہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل باطل جو مجادل اور معاند ہوں براہین اور حجج کا اُس پر اثر نہ ہو۔ تو اُس سے مباہلہ کیا جا سکتا ہے۔ خدا نے رسول اللہ کو اس کا حکم دیا۔ اور رسول اللہ اس کے لیئے مستعد ہوئے گو مباہلہ ہوا نہیں۔ اور بظاہر اسکی کوئی دلیل نہیں ہے کہ یہ حکم رسول اللہ کے لیئے مخصوص تھا حضرت ابن عباسؓ نے بھی ایک دفعہ اپنے مخالفین کو مباہلہ کی دعوت دی تھی اور امام اوزاعی نے بھی حضرت سفیان ثوری کو رفع یدین کے مسئلہ میں مباہلہ کی دعوت دی تھی۔

ربوا حضورؐ نے اہل نجران کے عہدنامہ میں شرط کر دی کہ اگر تم میں سے کسی نے ربوا کھایا تو میرا ذمّہ نہ رہے گا محل تامّل یہ ہے کہ یہ شرط ہر عقد ذمّہ کے ساتھ لازمی ہے یا صرف اہل نجران کے ساتھ تھی ظاہر یہ ہے کہ اہل نجران کے خصوصیّت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ کوئی ذمّی ربوا کا کاروبار نہیں کر سکتا۔ اور اگر کرے تو عقد ذمّہ باقی نہیں رہتا۔ اسکی وجہ یہ نہیں ہے کہ ذمّی کو شرعی احکام کے ماننے پر مجبور کیا جائے۔ بلکہ اسلیئے کہ ربوا خود اُن کے مذہب میں بھی حرام ہے۔

خوراک و عاریۃ اہل نجران سے حضورؐ نے یہ شرط کر لی کہ میرے قاصدوں کی خوراکی وغیرہ تمہارے ذمّہ ہوگی۔ اور آپ نے یہ بھی شرط کر لی کہ ضرورت کے وقت تیس درعہ تیس گھوڑے۔ اور تیس اونٹ ہمارے کارپردازوں کو عاریۃً دینی ہوگی۔ اس میں شرط معین اور محدود نہیں ہے لیکن اس سے ثابت ہوا کہ اگر ضرورت ہو تو امام ایسی شرط بھی کر سکتا ہے۔ یہ تو معلوم ہو چکا ہو کہ عقد ذمّہ کے بعد جو مال کفار سے حاصل ہوتا ہے وہ جزیہ ہے۔ اور جزیہ کے مصارف قرآن پاک میں مقرر ہیں۔ مگر ظاہر ہے کہ قاصدوں کو جو خوراکی وغیرہ کفّار سے اس شرط کے موافق ملے گی اُس کا حکم وہ نہ ہوگا۔ وہ جزیہ کے مصارف میں تقسیم نہ ہوگی بلکہ وہ قاصدوں کے لیئے مخصوص ہوگی۔ اور عاریۃ کی چیزیں جنگ میں اُس سے انتفاع حاصل کرنے کے بعد بعینہٖ ذمیّوں کو واپس کر دیجائے گی۔

صدقہ و جزیہ

ابن اسحاق کی ایک روایت میں نے اِس وفد کے آخر تذکرہ میں ذکر کیا ہے۔ کہ حضورؐ نے حضرت علیؓ کو نجران بھیجا۔ تاکہ اُن کے صدقات اور جزیہ کو جمع کر کے مدینہ لائیں بعض علمار نے اِس روایت پر ایک شبہ وارد کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اہل نجران سے صدقہ اور جزیہ دونوں لیا جائے۔ صدقہ مسلمانوں سے لیا جاتا ہے۔ اور جزیہ ذمی کافروں سے۔ اہل نجران سے جو معاہدہ ہوا اُس کی بنا پر اُن سے دو ہزار حلّہ ہر سال لینا چاہیئے صدقہ کا یہاں کیا ذکر ہے صدقہ کافروں سے نہیں لیا جاتا۔ اور اگر وہ مسلمان ہو گئے تھے تو پھر جزیہ کیسا۔

یہ شبہ ہے مگر پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ رسول اللہ نے خالد بن الولیدؓ کو بنی الحارث بن کعب کے پاس نجران بھیجا تھا۔ اور وہ سب مسلمان ہو گئے تھے۔ اُن کا وفد بھی اُس کے بعد حضورؐ کے پاس آیا تھا اور آپ نے قیس بن حصینؓ کو اُن کا امیر مقرر کر دیا تھا۔

اصل یہ ہے کہ نجران میں دو فریق تھے نصاریٰ اور اُمیّین۔ نصاریٰ نے جزیہ قبول کیا۔ مصالحت کی مگر مسلمان نہ ہوئے۔ اور اُمیّون نے اسلام قبول کیا۔ اسلیئے ایک فریق سے مقررہ جزیہ وصول کیا جاتا تھا اور دوسرے فریق سے زکوٰۃ واللہ اعلم

قدوم رسول فروۃ الجذامی

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ فروہ بن عمرو الجذامی ثم النفاثی نے رسول اللہؐ کی خدمت میں اپنا قاصد بھیجا۔ اپنے اسلام کی خبر دی۔ اور سفید بغلہ ہدیہ بھیجا۔ یہ فروہ معان میں تھے اور روم کی طرف سے عرب شام کے اُس تمام علاقہ کے عامل تھے جو معان کے اطراف میں تھا جب روم کو اِن کے اسلام کی خبر ہوئی تو اُن سب نے اِن کو طلب کیا۔ اور گرفتار کر کے قید کیا۔ اور پھر اسکے بعد فلسطین کے ایک مقام عفرار میں صلیب دیا۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ امام زُہری کا بیان ہے کہ فروہؓ نے قتل کے وقت کہا تھا۔

بلّغ سراۃ المسلمین باننی سلم لربی اعظمی ومقامی

قدوم ضمام بن ثعلبہ

ابن اسحاق نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ بنی سعد بن بکر نے ضمام بن ثعلبہ کو رسول اللہ کی خدمت میں بھیجا۔ یہ اپنے اونٹ پر مسجد کے

دروازہ تک آئے۔ اتر کر اونٹ کو دروازہ سے باندھ دیا۔ اور خود اندر گئے۔ حضورؐ وہاں اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ اُنھوں نے جاتے ہی پوچھا کہ تم میں ابن عبد المطلب کون ہے حضورؐ نے فرمایا کہ ابن عبد المطلب مَیں ہوں۔ کہا کہ محمدؐ فرمایا کہ "ہاں" کہا کہ اے ابن عبد المطلب میں آپ سے کچھ پوچھنے والا ہوں اور سوال میں ذرا سختی ہوگی آپ ناراض نہ ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ نہیں مَیں ناراض نہ ہوں گا جو بات تم پر ظاہر ہوئی ہے پوچھو۔ ضمام بن ثعلبہ نے کہا کہ مَیں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں جو آپ کا معبود ہے۔ آپ کے اہل کا معبود ہے۔ اُن سب کا معبود ہے جو آپ کے قبل تھے اور اُن سبکا معبود ہے جو آپ کے بعد آئینگے کیا واقعی آپ کو اللہ نے ہم لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اللھم نعم یعنی ہاں۔ کہا کہ تب میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں جو آپ کا معبود ہے۔ آپ کے اہل کا معبود ہے۔ ان کا معبود ہے جو آپ کے پہلے گزر چکے۔ اور اُن کا معبود ہے جو آپکے بعد آئیں گے۔ کیا یہ حکم آپ کو اللہ نے دیا ہے کہ صرف اُسی کی پرستش ہم سب لوگ کریں اور کسی کو اُس کا شریک نہ بنائیں۔ اور اُن تمام بتوں کو چھوڑ دیں جس کی ہمارے آبا پرستش کرتے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا اللھم نعم یعنی ہاں۔ اسکے بعد وہ اسلام کے ایک ایک فریضہ کے متعلق قسم دیدے کر اسیطرح پوچھتے گئے۔ نماز۔ روزہ۔ حج زکوٰۃ اور دوسرے فرائض اسلام کے متعلق سوال کیا۔ اور سبکے ساتھ اسی طرح قسم دیا جیسا کہ ذکر ہوا۔

جب ضمام بن ثعلبہ ان سوالات سے فارغ ہوئے تو کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمدؐ اس کے بندہ ہیں اور رسول۔ اور کہا کہ مَیں اُن تمام فرائض کو ادا کرونگا جس کا آپ نے حکم دیا ہے اور اُن سب باتوں سے بچوں گا جس سے آپ نے منع کیا ہے۔ اور اپنی طرف سے نہ کچھ بڑھاؤں گا نہ گھٹاؤں گا۔ یہ کہکر حضورؐ کے پاس سے نکلے تو حضورؐ نے فرمایا۔ اِس گیسو والے نے اپنی بات کو سچ ثابت کیا تو جنت میں داخل ہوگا۔ ضمام بن ثعلبہ سفید سُرخ آمیز رنگت کے تھے اور اُن کو دو گیسو تھے۔

یہ باہر آئے اپنے اونٹ کو کھولا اور روانہ ہوگئے۔ جب اپنی قوم میں پہنچے تو لوگ اُن کے پاس

جمع ہوگئے۔ وہاں پہلی بات جو اُنھوں نے کہی وہ یہ تھی کہ لات اور عزیٰ کو بُرا کہا۔ سب نے کہا کہ ضمام یہ کیا کہ رہے ہو۔ کہیں برص جنون یا جذام نہ ہوجائے۔ اُنھوں نے کہا کہ تمہارا بُرا ہو یہ سب تم کو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔ اللہ نے اپنے رسول کو بھیجا ہے۔ اپنی کتاب بھیجی ہے۔ اور تم لوگوں کو اُن برائیوں سے پاک کرنا چاہتا ہے جس میں تم مبتلا تھے۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ میں شہادت دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میں اُن کے پاس سے تمہارے پاس اُن احکام کے ساتھ آیا ہوں جن کا وہ حکم کرتے ہیں یا جس سے منع کرتے ہیں اِس کے بعد شام بھی نہ ہونے پائی تھی کہ قبیلہ کے سارے مرد و عورت مسلمان ہوگئے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے نہیں سُنا کہ کسی قبیلہ کے وفد میں کوئی آنیوالا شخص ضمام بن ثعلبہؓ سے افضل ہو۔

یہ قصہ اسی کے مثل صحیحین میں بھی حضرت انسؓ سے مروی ہے واللہ اعلم۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ضمام بن ثعلبہ نے جن فرائض اسلام کے بارہ میں سوال کیا اُن میں ایک حج بھی تھا۔ یہ اُن لوگوں کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ حج ۹ھ سے پہلے فرض ہوچکا تھا لیکن ابن قیم لکھتے ہیں کہ یہ رواۃ کا تسامح ہے کیونکہ جس وقت ضمام بن ثعلبہؓ آئے تھے اُس وقت تک حج فرض نہیں ہوا تھا واللہ اعلم

وفدِ تجیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قبیلۂ تجیب کے تیرہ۱۳ آدمی حاضر ہوئے۔ اور اپنے ساتھ اپنے مویشی اور اموال کے صدقات جو اُن پر فرض تھے وہ خود لیکر آئے۔

اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے اموال میں جو حق اللہ تھا وہ ہم آپ کے پاس لے آئے ہیں۔ حضورؐ اُن سے بہت خوش ہوئے لیکن فرمایا کہ اِس کو واپس لے جاؤ اور اپنے ہی یہاں کے فقرا پر تقسیم کرو۔ اُنھوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم آپ کے پاس وہی مال لائے ہیں جو وہاں کے فقرا پر تقسیم کرنے کے بعد

ف تُجِیبُ بضم تاء مثناۃ فوق وعند البعض بفتح بعدہٗ جیم مکسور بعدہٗ مثناۃ تحتانیہ ساکن مضارع کے وزن پر یمن میں کندہ کا ایک قبیلہ ہے۔ کنانہ بن بشر التجیبی جو حضرت عثمانؓ کا قاتل مشہور تھا اسی قبیلہ کا تھا۔ اور تجوب ایک دوسرا قبیلہ ہے حمیر کا۔ ابن ملجم التجوبی یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا قاتل اس قبیلہ کا شخص تھا بعض علمار کو اِن دونوں نسبتوں میں دھوکہ ہوا ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

بچاہے حضرت صدیقؓ نے جب اُن کا یہ جواب سنا تو فرمایا کہ یا رسول اللہ عرب کا کوئی وفد ایسا نہیں آیا جیسا اس قبیلہ تجیب کا وفد حضورؐ نے فرمایا کہ ہدایت خدا کے اختیار میں ہے جسکے لیے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اُس کے قلب میں ایمان کے لیئے انشراح پیدا کر دیتا ہے۔

اِس کے بعد اُنہوں نے رسول اللہ سے کچھ باتیں پوچھیں جو حضورؐ نے اُن کے لئے لکھدیں اسکے بعد پھر اُنہوں نے قرآن اور سنّت کے متعلق کچھ سوالات کیئے۔ اس سے اور بھی اُن کے ساتھ رسول اللہ کو رغبت پیدا ہوئی۔ اور آپ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ اُن کی ضیافت بہت اچھی طرح کریں وہ بہت کم ٹھہرے اور جلد واپس جانا چاہا۔ کہا گیا کہ اِس قدر عجلت کیوں کرتے ہو۔ اُنہوں نے کہا کہ میری خواہش ہے کہ جلد واپس جاکر اپنی قوم کو رسول اللہ کی ملاقات کا حال اور تعلیمات کی کیفیت سناؤں جب یہ لوگ رسول اللہ سے رخصت ہوئے تو حضرت بلالؓ نے رسول اللہ کے حکم سے اُن کو بدلہ اور زاد راہ اس سے زیادہ دیا جتنا عموماً وفود کو دیا کرتے تھے۔

حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ کوئی تم میں کا باقی تو نہیں رہا؟ اُن لوگوں نے کہا کہ ایک نوجوان ہے جو ہم سب میں چھوٹا ہے اُس کو سواری اور اسباب کے پاس چھوڑ دیا ہے۔ حضورؐ نے اُس کو بلوایا۔ اُس نے کہا کہ یا رسول اللہ مَیں بنی ابذی کا آدمی ہوں میرے ساتھیوں کی حاجت تو آپ نے پوری کردی۔ اب میری حاجت بھی پوری کر دیجیئے۔ حضورؐ نے پوچھا کہ تمہاری کیا حاجت ہے۔ اُس نے کہا کہ یا رسول اللہ میری حاجت دوسرے طرح کی ہے۔ میرے ساتھی بھی گو اسلام کی رغبت سے آپ کی خدمت میں آئے۔ اور اپنے صدقات لیکر آئے۔ مگر مَیں تو صرف اسلیئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے مغفرت کی دعا کر دیں۔ اور خدا سے سوال کریں کہ وہ مجھ پر رحم کرے۔ اور میرے دل کو غنی کر دے۔ یہ سنکر حضورؐ اُس لڑکے کی طرف متوجہ ہوئے اور دعا کی اللھم اغفرلہٗ وارحمہ واجعل غناہ فی قلبہٖ پھر اُس کو بھی اسکے ساتھیوں کی طرح تحائف دیئے گئے اور یہ سب رخصت ہو کر روانہ ہوگئے۔

حجۃ الوداع کے ایّام میں بنی ابذی کے کچھ لوگ رسول اللہ سے منیٰ میں ملے حضورؐ نے اُن سے اُس لڑکے کا حال پُوچھا۔ اُن لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم لوگوں نے ایسا قانع شخص نہ دیکھا

نہ سُنا اُس کی تو یہ حالت ہے کہ اگر کوئی اُس کے سامنے ساری دنیا تقسیم کرے تو وہ اس طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھے۔

بیان کرتے ہیں کہ حضورؐ کی وفات کے بعد جب یمن میں ارتداد پھیلا تو اُسی لڑکے نے اپنی قوم کو سنبھالا۔ اور اُن میں کا ایک بھی مرتد نہ ہوا حضرت صدیقؓ اس لڑکے کی حالت برابر دریافت کیا کرتے تھے۔ اور پھیچے زیاد بن لبید کو لکھا تھا کہ اسکے ساتھ اچھا سلوک کیا کرو واللہ اعلم

مدارج کا اعتبار

حضورؐ کی ساری سیرت اِس بات کی دلیل ہے کہ آپ نے حسن سلوک میں بھی ہمیشہ مدارج کا لحاظ رکھا ہے مخلص اور منافق۔ متقی اور غیر متقی کے ساتھ آپ ایک طرح کا سلوک نہیں کرتے تھے نہ اس کو پسند کرتے تھے۔ سارے وفود قبائل کی طرف سے اسلام قبول کرنے کے لئے آتے تھے مگر اُن کے ساتھ سلوک اُن کے مدارج اور خلوص کے اعتبار سے ہوتا تھا۔ تجیبؓ کے وفد کا خلوص اور اسلام کی طرف اُن کی رغبت جب اُن کے اعمال اور سوالات کے ذریعہ معلوم ہوگئی۔ تو آپ نے اُن کو تحائف بھی زیادہ دیئے۔ اور زاد راہ بھی اوروں سے زیادہ دیا۔ رسول اللہؐ کی سنّت یہی ہے کہ حسن سلوک میں تقویٰ اور خلوص کے مدارج کا لحاظ رکھا جائے متقی اور فاسق دیندار اور بے دین کے برتاؤ میں فرق کیا جائے جس کا عند اللہ راجح ہونا معلوم ہے اُس کو دنیا کے برتاؤ میں بھی ترجیح دینا دین کی محبّت کی دلیل ہے۔ اور عدم ترجیح و مساوات دین کی طرف رغبت نہ ہونیکی دلیل ہے واللہ اعلم

وفد بنی سعد مذیم من قضاعہ

واقدی ابی النعمان سے روایت کرتے ہیں اور وہ اپنے والد سے جو بنی سعد مذیم کے تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ ہم اپنی قوم کے چند آدمیوں کے ساتھ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اُس وقت سارے عرب پر رسولؐ اللہ کا اثر قائم ہوگیا تھا۔ دو طرح کے آدمی تھے ایک وہ جنہوں نے رغبت سے اسلام قبول کیا تھا دوسرے وہ جو تلوار کے خوف سے تابع ہو گئے تھے۔

ہم لوگ جب مدینہ آئے تو شہر کے باہر ٹھہرے۔ وہاں سے پھر مسجد کی طرف آئے۔ دروازہ پر پہنچے

تو اُس وقت رسول اللہ مسجد کے اندر جنازہ کی نماز پڑھ رہے تھے۔ ہم نماز میں یہ سمجھکر شامل نہ ہوئے کہ ابھی نہ رسول اللہ سے ملے ہیں نہ بیعت کی ہے۔ نماز سے فارغ ہوکر جب واپس ہوئے تو ہم لوگوں کو دیکھا۔ پوچھا کہ تم کون لوگ ہو۔ ہم نے کہا کہ بنی سعد ہذیم۔ پوچھا کہ کیا تم مسلمان ہو۔ ہم نے کہا کہ ہاں۔ فرمایا کہ کیا تم اپنے بھائی کے جنازہ میں شریک نہ ہوئے۔ ہم نے کہا کہ یارسول اللہ ہم نے سمجھا کہ جب تک آپ کی بیعت نہ کریں اور مسلمان نہ ہوجائیں یہ جائز نہیں ہے۔ فرمایا کہ تم جہاں بھی مسلمان ہوئے مسلمان ہو۔ اِس کے بعد ہم سب نے اسلام پر رسول اللہ سے بیعت کی۔ اور لوٹکر اپنے مقام کی جگہ آئے۔ مگر اسباب کی حفاظت کے لیئے وہاں ایک لڑکے کو چھوڑ دیا تھا اسلیئے رسول اللہ نے پھر بلایا۔ ہم اپنے ساتھی کو لیکر گئے۔ تو رسول اللہ نے اُس کی بھی اسلام پر بیعت لی۔ ہم نے کہا کہ یارسول اللہ وہ تو ہم سب سے چھوٹا ہی اور ہمارا خادم ہے حضوُر نے فرمایا کہ چھوٹا قوم کا خادم ہوتا ہی ہے۔ خدا اُس کو برکت دے۔

اسکے بعد جب ہملوگ واپس آئے تو وہ لڑکا ہمیشہ بھلائیوں میں ہم سب سے بڑھا رہتا تھا۔ اور رسول اللہ نے اُسی کو ہم سب پر امیر مقرر کردیا تھا۔ وہی ہم سب کی امامت کرتا تھا اور یہ سب رسول اللہ کے دعا کی برکت سے تھا۔

جب ہم نے رسول اللہ سے رخصت ہونے کا ارادہ کیا۔ تو حضوُر نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا انہوں نے ہم میں سے ہر شخص کو کئی کئی اوقیہ چاندی دیا۔ جب ہم وہاں سے لوٹکر اپنی قوم میں آئے تو خدا نے ساری قوم کو اسلام نصیب کیا واللہ اعلم

وفد بنی فزارہ

ابن قیم لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب تبوک سے لوٹے تو آپ کی خدمت میں بنی فزارہ کا وفد آیا۔ اس میں بیس سے کم آدمی تھے اور انہیں میں خارجہ بن حصین اور حسن بن قیس بن حصین بھی تھے۔ یہ لوگ عیینہ بن حصین کے بھائی اور بھتیجے تھے جس کا ذکر غزوۂ غابہ غزوۂ خیبر اور غزوۂ حنین وغیرہ میں بار بار ہوچکا ہی یہ سب بنت الحارث کے مکان میں ٹھہرے۔ اور اسلام کا اقرار کرکے رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ رسول اللہ نے اُن سے اُنکے بلاد کا حال پوچھا تو اُنھوں نے کہا کہ یارسول اللہ ہمارے بلاد تباہ ہوگئے۔ ہمارے مویشی ہلاک ہوگئے

ہمارے باغات ویران ہوگئے۔ اور ہمارے عیال سوکھ کر کانٹا ہوگئے۔ خدا سے دعا کیجئے کہ پانی برسائے۔ اور اپنے رب سے میری سفارش کیجئے۔ اور چاہیئے کہ آپ کا رب آپ سے میری سفارش کردے۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ تجھ پر خرابی ہو یہ تو نے کیا کہا میں تو اپنے خدائے بزرگ و برتر سے تمہاری سفارش کروں گا۔ مگر وہ کون ہے جس کے پاس خدائے ذوالجلال سفارش کرے۔ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اُس کا عظمت و جلال سارے آسمان و زمین کو گھیرے ہوئے ہے۔ اور حضورؐ نے فرمایا کہ تمہارے اِس حماقت اور گمراہی کے کلام پر خدا بھی ہنستا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا خدا بھی ہنستا ہے۔ حضورؐ نے کہا کہ ہاں۔ اُنہوں نے کہا کہ ایسے خدا کو ہرگز نہ چھوڑو جو ہنستا ہے اس جملہ پر حضورؐ کو بھی ہنسی آگئی۔ اسکے بعد حضورؐ منبر پر تشریف لے گئے اور دعا کی۔ دعا میں آپ نے اپنا ہاتھ بلند کیا کہ بغل کی سفیدی ظاہر ہوتی تھی۔ استقا کیلئے جو اُس وقت آپ نے دعا کی اسکے یہ الفاظ محفوظ ہیں

اللّٰھم اسق بلادك وبھائمك۔ وانشر رحمتك۔ واحی بلادك المیّت اللھم اسقنا غیثًا مغیثًا مریئًا مریعًا طبقًا واسعًا عاجلاً غیر اٰجلٍ نافعًا غیر ضارٍ۔ اللھم سقیا رحمۃ لاسقیا عذاب ولاھدمٍ ولاغرقٍ ولامحق۔ اللھم اسقنا الغیث وانصرنا علی الاعداء

وفد بنی اسد بنی اسد کے دس آدمیوں کا وفد رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُنمیں وابصہ بن معبد اور طلحہ بن خویلد بھی تھے۔ اس وقت رسول اللہ اپنے اصحاب کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اُن کے بولنے والے نے حضورؐ سے کہا کہ یا رسول اللہ ہم نے خود توحید اور رسالت کی شہادت دی۔ اور یا رسول اللہ ہم خود آپ کے پاس آئے ہیں۔ آپنے ہملوگوں کے پاس اپنا آدمی نہیں بھیجا۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ محمد بن کعب القرضی نے کہا کہ اللہ پاک نے اُنہیں کے حق میں یہ آیت نازل فرمائی۔ یمنّون علیك ان اسلموا قل لا تمنّوا علیّ اسلامکم بل اللہ یمن علیکم ان ھدٰکم للایمان۔ ان کنتم صادقین ہ وہ لوگ آپ پر احسان رکھتے ہیں کہ وہ مسلمان ہوگئے ہیں۔ کہہ دیجئے کہ مجھ پر اپنے اسلام کا احسان نہ رکھو۔ بلکہ یہ تم پر خدا کا احسان ہے

کہ اُس نے تم کو ایمان کی ہدایت دی۔

اِن لوگوں نے رسولُ اللہ سے عیافت۔ کہانت۔ اور ضربُ الحصٰی کے بارہ میں دریافت کیا حضورؐ نے اِن سب سے منع کیا۔ اُن لوگوں نے کہا کہ یا رسولُ اللہ جاہلیّت کے ایّام میں ہم لوگ یہ سب کیا کرتے تھے۔ ایک بات اور باقی رہ گئی ہے اُس کے متعلق کیا ارشاد ہے حضور نے دریافت کیا کہ وہ کیا ہے۔ کہا خط یعنی تحریر حضورؐ نے فرمایا کہ یہ تو کسی نبی کی تعلیم ہے اس سے بہتر علم اور کیا ہوگا۔

نوٹ:۔ عیافۃ[1] عربوں کا قاعدہ تھا کہ طیور کے نام۔ طیور کے آواز۔ اور اُن کے اُڑنے کی سمت اور طریقہ سے فال لیا کرتے تھے۔ یہ اُن میں کثرت سے رائج تھا۔ اور اُن کے اشعار میں اس کا ذکر بہت آتا ہے۔ اور خاص بنی اسد کے متعلق بھی معتبر روایتوں میں اس کا ذکر آتا ہے حضورؐ نے اس سے منع کر دیا۔ کہانت[2] غیب کی اور آیندہ پیش آنے والی باتوں کی خبر دریافت کرنے کا شوق عربوں میں بہت تھا۔ بہت سے کاہن تھے جو مسجّع اور مقفیٰ عبارتوں میں گول گول باتیں اس طرح بتایا کرتے تھے کہ جیسا واقعہ ظاہر ہوتا اُس کے مطابق اس عبارت کی تطبیق ہو جاتی تھی اور لوگ اُن کو ہر حال میں سچّا سمجھتے تھے اُن میں بعض بڑے بڑے مشہور کاہن تھے جیسے اشق اور سطیح وغیرہ۔ حضورؐ نے کاہنوں کے پاس جانے اور سوال کرنے سے منع کر دیا۔ اور کہانت کو غلط اور فریب قرار دیا۔ ضربُ الحصٰی[3] مراد شاید بیع الحصاۃ ہے۔ ایّام جاہلیّت میں ایک قسم کی بیع یہ تھی کہ کوئی قیمت مقرر کر کے مشتری کنکری مارتا تھا جس چیز میں کنکری لگ جائے اُس کی بیع ہو جاتی تھی۔ یا زمین کی بیع میں یہ ہوتا تھا کہ مشتری کنکری پھینکتا تھا۔ جہانتک وہ کنکری جاتی تھی وہ مشتری کی زمین ہو جاتی تھی۔ اُس بیع سے حضورؐ نے منع کر دیا۔ ابن اثیر نے نہایہ میں اِن سب مفاہیم کو ذکر کیا ہے واللہ اعلم۔

وفد بہرا

واقدی کریمہؓ بنت المقداد سے روایت کرتے ہیں۔ کہ اُن کی ماں ضباعہ بنت الزبیرؓ بن عبدالمطلب نے اُن سے بیان کیا۔ کہ یمن کے قبیلہ بہرا کا وفد آیا تو اُس میں تیرہ۱۳ آدمی تھے۔ وہ لوگ مع اپنی سواریوں کے مقدادؓ بن الاسودؓ کے دروازہ تک آئے۔ اُسوقت ہم سب لوگ اپنے گھروں میں تھے جو بنی جذیلہ میں تھا مقدادؓ نکلکر گئے۔ مرحبا کہا۔ اور اُنکو وہاں

اُتارا۔ اسکے بعد آئے اور ایک بڑے پیالہ میں حیس[1] تھا جو ہم لوگوں نے اپنے لیے پکایا تھا وہ لے گئے اُن لوگوں نے اُس کو آسودہ ہو کر کھایا۔ اور پیالہ واپس آیا تو اُس میں کچھ باقی رہ گیا تھا کہتی ہیں کہ جو رہ گیا تھا اُس کو ہم نے ایک چھوٹے پیالہ میں جمع کرکے اپنی لونڈی سدرۃ کی معرفت رسولؐ اللہ کی خدمت میں بھیجا حضورؐ اس وقت ام سلمہؓ کے مکان میں تھے۔ پوچھا کہ کیا ضباعہ نے بھیجا ہے سدرۃ نے کہا کہ ہاں یارسولؐ اللہ۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اچھا رکھو۔ پھر آپ نے مہمانوں کا حال پوچھا۔ اِسکے بعد حضورؐ نے اور جو لوگ وہاں موجود تھے سب نے آسودہ ہو کر اُس سے کھایا۔ اور سدرۃ نے بھی کھایا۔ اور اُس میں کچھ بچ رہا تو حضورؐ نے فرمایا کہ یہ اپنے مہمانوں کے لیئے لے جاؤ۔ سدرۃ کہتی ہیں کہ ہم اُس کو لے گئے اور جب تک مہمان مقیم رہے وہی اُن کے پاس آتا جاتا رہا اور کم نہ ہوا۔ مہمانوں نے حضرت مقدادؓ سے کہا کہ اے ابو معبد تم نے تو ایسا لذیذ کھانا ہمیں کھلایا کہ یہاں کے سوا کبھی ایسے مرغوب کھانے پر ہم قادر نہ ہوئے۔ ابو معبدؓ نے اُن سے سب حال کہا۔ اور بتایا کہ یہ لذّت رسولؐ اللہ کی انگلیوں کی وجہ سے ہے تب مسلمان ہو گئے۔ اور سب کو رسولؐ اللہ کی رسالت کا یقین ہو گیا۔ پھر اُن لوگوں نے چند روز قیام کیا۔ فرائض سیکھے۔ تب رخصت ہوئے۔ رسولؐ اللہ نے اُن کو خرچ مرحمت فرمایا جیسا وفود کو دیا کرتے تھے اور وہ لوگ روانہ ہو گئے۔

وفد عذرہ

صفر ۹ھ میں بارہ[۱۲] آدمیوں کا ایک وفد رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اسمیں حمزہ بن النعمانؓ بھی تھے۔ رسولؐ اللہ نے پوچھا کہ کس قوم کے لوگ ہیں۔ اُنکے بولنے والے نے کہا کہ ہم لوگ بنو عذرہ ہیں۔ جو ماں کی طرف سے قصی کے بھائی تھے۔ ہم ہی لوگ ہیں جنھوں نے قصی کا ساتھ دیا۔ اور بطن مکہ سے خزاعہ اور بنی بکر کو نکال دیا۔ ہماری قرابتیں ہیں۔ اور ہمارے ارحام ہیں۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ ہم نے پہچانا نہیں مرحبا اہلاً وسہلاً۔
سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ رسولؐ اللہ نے اُن لوگوں کو شام کے فتح کی بشارت دی۔ اور

---

[1] حیس۔ ابن اثیر کہتے ہیں کہ حیس ایک کھانا ہوتا تھا جو کھجور چربی۔ اور ستّو ملا کر پکاتے تھے اور کبھی ستّو کی بجائے اقط یعنی جما ہوا دودھ دیتے تھے واللہ اعلم ۱۲ منہ

خبر دیا کہ ہرقل اس ملک سے بھاگ جائے گا۔حضورؐ نے اُن کو کاہن کے سوال سے منع کیا۔ اور وہ مختلف ذبائح اور قربانیاں کرتے تھے اُس سے منع کیا۔ اور حکم دیا کہ اضحیہ کے سوا اور کسی طرح کا ذبیحہ نہ کرو۔ وہ لوگ چند روز رملہ کے مکان میں ٹھہرے پھر چلے گئے جاتے وقت اُن کو حضورؐ نے خرچ اور زاد راہ دیا جیسے وفود کو دیا کرتے تھے۔

جناب مولانا شاہ عبدالحق صاحب لکھتے ہیں کہ عذرہ شام کا مشہور مقام ہے۔ ہوسکتا ہے کہ بنی عذرہ وہیں رہتے ہوں۔ اور اسی وجہ سے مقام کا نام بھی یہی ہو گیا ہو۔

وفد بَلِیّ ربیع الاوّل ۹ھ میں قبیلہ بلی کا وفد آیا۔ رُویفع بن ثابت البلویؓ چونکہ اُن کی قوم سے تھے۔ اسلیئے اُنہوں نے اُن لوگوں کو اپنے پاس ٹھہرایا۔ اور پھر اپنے شامل رسول اللہ کی خدمت میں لے گئے۔ اور عرض کیا کہ یارسول اللہ یہ میری قوم کے لوگ ہیں حضورؐ نے فرمایا کہ مرحبا ہے تم کو اور تمہاری قوم کو اسکے بعد وہ سب مسلمان ہو گئے۔ حضورؐ نے اُن سے فرمایا الحمد للہ الذی ھداکم للاسلام فکل من مات علی غیر الاسلام فھو فی النار یعنی خدا ہی کے لیئے ساری تعریف ہے جس نے تم کو اسلام کی ہدایت کی۔ جو شخص اسلام کے سوا اور کسی دین پر مرا وہ جہنمی ہے۔

اُن میں ایک شخص ابوالضبیب شیخ وفد تھے۔ عرض کیا کہ یارسول اللہ مجھ کو ضیافت کھلانے کی بڑی رغبت ہے۔ تو کیا اس میں میرے لیئے کوئی اجر ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں ہر اچھا کام جو تم کرو غنی کے لیئے ہو یا فقیر کے لیئے وہ صدقہ ہے۔ تب اُنہوں نے پوچھا کہ یارسول اللہ ضیافت کی مدت کیا ہے حضورؐ نے فرمایا کہ تین دن۔ اسکے بعد جو ہو وہ صدقہ ہے۔ اور مہمان کے لیئے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ اس کے بعد تمہارے یہاں ٹھہرا رہے۔ اور تم کو حرج پہنچائے۔ پھر اُس کے بعد اُنہوں نے حضورؐ سے دریافت کیا۔ کہ یارسول اللہ میدان اور جنگلوں میں گم شدہ غنم یعنی بکری بھیڑ وغیرہ ملتی ہے اس کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ وہ تمہاری ہو گی یا تمہارے بھائی کی یا بھیڑیئے کی۔ پوچھا کہ اور گم شدہ اونٹ حضورؐ نے فرمایا کہ اُس کو تم نہیں لے سکتے۔ اُس کو چھوڑ دو تاکہ اس کا مالک تلاش کر لے۔

رُدہ لقیطؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد وہ لوٹ کر میرے مکان پر آئے۔ تو رسول اللہ اُن کے لئے کھجور لیکر آئے۔ اور دے گئے۔ وہ لوگ تین ۳ روز اس کے بعد رہے پھر رسول اللہ سے رخصت ہوئے تو حضورؐ نے اُن کو زادراہ وغیرہ دیا تب اپنے بلاد کی طرف لوٹ گئے۔

ضیافہ کا حکم

ابو الضبیبؓ کے سوال اور رسول اللہ کے جواب سے معلوم ہوا کہ مہمان کو تین دن سے زیادہ میزبان کے یہاں ٹھہرنا حلال نہیں ہے۔ اگر میزبان کو اس سے حرج واقع ہونے کا اندیشہ ہو حضرت ابی شریح خزاعی کی روایت میں بھی یہ تصریح ہے جسکی صحت پر اتفاق ہے۔

غنم ضالہ کا حکم

حضورؐ نے فرمایا کہ غنم ضالہ تمہاری ہوگی یا تمہارے کسی بھائی کی یا بھیڑیئے کی اور چونکہ ضیاع اموال ناجائز ہے۔ اسلیئے اِس کہنے کا مطلب یہ ہوا کہ تم یا کوئی مسلمان اُس کو اپنے قبضہ میں لیلے ورنہ بھیڑیا اس کو کھاجائے گا۔ مگر اس روایت میں یہ تصریح نہیں ہے کہ قبضہ میں لینے کے بعد اُس شخص کو اس غنم میں تصرف کا اختیار بھی ہوگا یا نہیں اُس حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت میں کچھ الفاظ زیادہ ہیں یہ پوچھا کہ یارسول اللہ غنم ضالہ کے بارہ میں آپ کیا حکم دیتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ وہ تمہاری ہوگی یا تمہارے کسی بھائی کی۔ یا بھیڑیئے کی۔ اپنے بھائی کی گم شدہ چیز کو اُس کے لیئے محفوظ رکھو۔ اِس روایت کے آخر جملہ سے یہ بات صراحتہً ثابت ہوتی ہے کہ وہ غنم اپنے مالک کے ملک میں رہے گی۔ اور اُسی کے لیئے محفوظ رہے گی۔ لیکن یہ محل تامل ہے۔ اِس لیئے کہ اگر اُس کا مالک فوراً ملجائے تب تو کوئی دقّت نہیں ہے۔ لیکن اگر جلد نہ ملا تو غنم کی حفاظت اور کھلانے میں جو خرچ ہوگا وہ کون دے گا۔ اور کیوں دے گا۔

اُسی وجہ سے اِس بارہ میں علماء کا اختلاف ہوگیا ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ ایک سال اپنے پاس سے کھلائے اور اصل غنم کو محفوظ رکھے جب مالک ملجائے تو اُس سے خرچ وصول کرے بعض کہتے ہیں کہ بیچ دے اور قیمت مالک کے لیئے محفوظ رکھے بعض کہتے ہیں کہ وہ اپنے تصرف میں لائے۔ ذبح کرکے کھائے یا بیچے۔ مگر مالک کے ملنے پر قیمت ادا کرنی ہوگی بعض کہتے ہیں کہ اُس کو اختیار ہے جو صورت مناسب ہو اور جس میں پالنے والے اور مالک دونوں کی رعایت ملحوظ ہو وہ کرسکتا ہے واللہ اعلم

وفد ذی مرّہ

حضورؐ کی خدمت میں ذی مرّہ کا وفد آیا۔ اِس میں تیرہ۱۳ آدمی تھے۔ اور اُن کے سردار حارث بن عوفؓ تھے۔ اُن لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم آپ کی قوم اور عشیرۃ سے ہیں۔ ہم لوی بن غالب کی اولاد ہیں حضورؐ نے یہ سنکر تبسم فرمایا۔ اور حارث سے پوچھا کہ تم نے اپنے اہل کو کہاں چھوڑا۔ کہا کہ مقام سلاح میں حضورؐ نے دریافت کیا کہ تمہارے بلاد کی کیا حالت ہے۔ کہا۔ یارسول اللہ خشک سالی سے تباہ ہے۔ جانوروں کے سر میں مغز باقی نہیں رہا۔ ہم لوگوں کے لیئے خدا سے دعا کیجیئے۔ حضورؐ نے فرمایا اللھم اسقھم الغیث۔ وہ لوگ چند روز مقیم رہ جانے کا ارادہ کیا تو حضورؐ سے رخصت ہونے کے لیئے آئے۔ حضورؐ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا تو انہیں سی ہر شخص کو دس۱۰ اُقیہ چاندی دی اور حارث بن عوف کو بارہ۱۲ اوقیہ۔ یہ لوگ لوٹ کر اپنے وطن گئے تو دیکھا کہ وہاں پانی برساہے اور علاقہ سرسبز ہے۔ دریافت کیا کہ پانی کب برسا تو معلوم ہوا کہ اسی روز پانی برسا تھا جس روز رسول اللہ نے اُن کے لیئے دعار کی تھی۔

وفد خولان

شعبان سنہ۱۰ھ میں خولان کا وفد حضورؐ کی خدمت میں آیا۔ اُس میں دس۱۰ آدمی تھے اُنہوں نے آکر عرض کیا کہ یارسول اللہ ہم خدائے بزرگ و برتر پر ایمان لائے ہیں۔ اور اُس کے رسول کی تصدیق کی ہے۔ ہم نے اونٹوں پر سفر کیا سخت و نرم زمین پر چلے اور سفر کی تمام تکلیفیں برداشت کیں صرف اِس لیئے کہ آپ کی زیارت کریں۔ یہ خدا اور خدا کے رسول کا ہم پر احسان ہے کہ ہم کو یہ توفیق ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سفر کی تکلیفوں کا جو تم نے ذکر کیا سو اللہ پاک نے تمہارے اُونٹوں کے ہر قدم کے بدلہ تمہارے لیئے ایک نیکی لکھی ہے اور جو تم نے میری زیارت کا ذکر کیا۔ سو جس نے مدینہ میں میری زیارت کی وہ قیامت کے روز میرے جوار میں ہوگا۔

اِس کے بعد حضورؐ نے اُن سے عم انس کے بارہ میں پوچھا۔ عم انس خولان کا بُت تھا جس کی وہ لوگ عبادت کرتے تھے۔ اُنہوں نے کہا کہ یارسول اللہ اُس کو تو خدا نے بدل دیا اب تو ہم آپ کے لائے ہوئے احکام کے تابع ہیں بعض بوڑھے مرد اور بعض بوڑھی عورتیں اُس کے تابع رہ گئی ہیں ہم واپس جائیں گے تو اُس کو بالکل منہدم کر دینگے۔

اُنھوں نے پھر بیان کیا کہ یا رسول اللہ ہم لوگ تو عم انس کی وجہ سے بڑے فتنہ میں مبتلا ہو گئے تھے بڑی سخت خشک سالی تھی تو ہم لوگوں نے مقدرت کے موافق مال جمع کیا اور ایک سو بیل خریدا۔ اور سب کو ایک روز عم انس کے لیئے قربانی کر کے چھوڑ دیا۔ اُس کو درندے کھاتے رہے حالانکہ ہم لوگ درندوں سے زیادہ حاجتمند تھے۔ اتفاق یہ کہ دوسرے روز پانی برس گیا۔ کہنے والے کہنے لگے کہ عم انس نے ہم پر انعام کیا۔

اور اُن لوگوں نے ذکر کیا کہ ہماری قوم اپنے جانور اور کھیت میں ایک حصّہ عم انس کا مقرر کرتی تھی اور ایک حصّہ اللہ پاک کا۔ زراعت کرتی تو ایک طرف عم انس کا حصّہ چھوڑ دیتی تھی اور ایک طرف اللہ پاک کا کبھی ہوا پلٹتی تو اللہ پاک کا حصّہ بھی عم انس کے لیئے کر دیتی مگر عم انس کا حصّہ اللہ پاک کیلئے کبھی نہیں کرتی تھی۔ حضوؐر نے فرمایا کہ اِس کے متعلق میرے پاس خدا نے وحی بھیجی ہے۔ وجعلوا للہ مما ذراء من الحرث والانعام نصیبا الآیہ

اُنھوں نے یہ بھی بیان کیا کہ یا رسول اللہ ہم اپنے جھگڑوں میں عم انس کو حکم بناتے تھے تو وہ بولتا تھا۔ اور فیصلہ کرتا تھا حضوؐر نے فرمایا کہ وہ تم سے شیطان بولتا تھا۔

اِس کے بعد اُنھوں نے فرائض سیکھے۔ اور حضوؐر نے اُن کو چند باتوں کی تاکید کی فرمائی کہ عہد کرو تو اس کو پورا کرو۔ ہمیشہ امانت ادا کرو۔ جوار کا پورا پورا خیال رکھو۔ اور کسی پر کبھی ظلم نہ کرو الظلم ظلمات یوم القیٰمۃ۔ پھر جب وہ رخصت ہوئے تو حضوؐر نے اُن کو زاد راہ دیا وہ لوگ اپنی قوم میں گئے تو گھر کھولنے سے پہلے عم انس کو منہدم کیا۔

وفد محارب حجۃ الوداع کے سال حضوؐر کی خدمت میں محارب کا وفد آیا۔ عربوں میں یہ لوگ بڑے شدید اور بداخلاق تھے۔ ابتدائے اسلام میں جب حضوؐر قبائل میں گھوم کر اسلام پیش کر رہے تھے تو اُن لوگوں نے حضوؐر کے ساتھ بڑی سختی کی تھی۔ اِس وفد میں دس آدمی تھے اور اپنی قوم کی طرف سے نائب ہو کر آئے تھے۔ ایک روز ظہر سے عصر تک یہ لوگ رسول اللہ کی مجلس میں حاضر رہے تو اُن میں سے ایک شخص کو رسول اللہ نے پہچانا۔ اور اُس کو دیر تک غور سے دیکھتے رہے۔

جب محاربی نے اِس طرح رسول اللہ کو اپنی طرف دیکھتے دیکھا تو پوچھا کہ یارسول اللہ شاید آپ میرے متعلق کچھ خیال فرمارہے ہیں حضورؐ نے فرمایا کہ شاید مَیں نے تم کو کہیں دیکھا ہے محاربی نے کہا کہ ہاں خدا کی قسم آپ نے مجھے دیکھا ہے اور گفتگو کی ہے۔ اور مَیں نے آپ سے گفتگو کی ہے بڑی قبیح گفتگو۔ اور مَیں نے آپ کو رد کیا ہے بُرا رد عکاظ میں۔ یہ اُس وقت جب آپ قبائل میں گھوم کر اسلام پیش کر رہے تھے۔ اور اُسی نے کہا کہ یارسول اللہ اُس وقت ہمارے ساتھیوں میں کوئی شخص ہم سے زیادہ آپ کا اور اسلام کا دشمن نہ تھا لیکن خدا کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے باقی رکھا کہ مَیں نے آپ کی تصدیق کی۔ دوسرے لوگ جو اُس وقت میرے ساتھ تھے وہ سب اپنے دین پر مر گئے حضورؐ نے فرمایا کہ قلوب خدائے عزّوجل کے ہاتھ میں ہیں۔ محاربی نے کہا کہ یارسول اللہ خدا سے دعا کیجئے کہ میری مغفرت کرے اور جو برتاؤ میں نے آپ کے ساتھ کیا ہے اُس کو معاف کر دے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اسلام پہلے کفر کی باتوں کو مٹا دیتا ہے۔ اسکے بعد وہ لوگ اپنے اہل کی طرف لوٹ گئے۔

وفد صُدار

۸ھ میں صُدار کا وفد آیا۔ قصہ یوں ہے کہ جب جعرانہ سے حضورؐ واپس آئے تو مختلف اطراف میں آپ نے بعوث روانہ کیئے۔ اُس وقت چار سو مسلمانوں کی ایک جماعت آپ نے قیس بن سعد بن عبادہؓ کے ماتحت قناۃ کی طرف روانہ کی۔ اُن کے لیئے ایک سفید علم دیا۔ اور کئی سیاہ جھنڈیاں بھی دیں۔ اور اُن کو یہ بھی حکم دیا کہ یمن کے علاقہ میں اُس طرف بھی جائیو جہاں صُدا ہیں صُدار کے ایک شخص کو جیش کا اور اِس حکم کا علم ہوا۔ تو وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یارسول اللہ مَیں اپنی قوم کی طرف سے آیا ہوں۔ آپ اپنے جیش کو واپس بلا لیجئے مَیں اپنی قوم کو لیکر خود خدمت میں حاضر ہوتا ہوں۔ رسول اللہ نے قیس بن سعدؓ کو قناۃ سے واپس بلا لیا۔ اِس کے بعد صدائی گئے اور اپنی قوم کے پندرہ آدمیوں کو لیکر پھر حاضر ہوئے یہ سب سعد بن عبادہؓ کے یہاں ٹھہرے اور رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سب نے اسلام کی بیعت کی۔ اور اپنی قوم میں اشاعۃ اسلام کا ذمّہ لیا۔ جب یہ لوگ واپس ہوئے تو اُن میں اسلام خوب پھیل گیا۔ اور حجۃ الوداع میں اُن کے ایک سو آدمی آکر رسول اللہ کیساتھ شریک ہوئے یہ تمام تفصیل واقدی نے بنی المصطلق کے ایک شخص سے روایت کی ہے۔

اور زیاد بن الحارث الصدائی جنہوں نے حضورؐ سے جیش کے واپسی کی استدعا کی تھی وہ کہتے ہیں کہ جب میں اپنی قوم کے لوگوں کو لیکر آیا تو رسول اللہ نے کہا کہ اے اخو صدار تمہاری قوم تمہاری خوب اطاعت کرتی ہے۔ مَیں نے کہا کہ ہاں یا رسول اللہ یہ خدا اور خدا کے رسول کا احسان ہے۔

یہ زیادؓ رسول اللہ کے ساتھ بعض سفر میں بھی رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ کے ساتھ مَیں نے شب کے وقت سفر کیا میں قوی آدمی تھا اسلیئے اور لوگ تو متفرق ہوجاتے تھے مگر میں برابر ساتھ رہتا تھا۔ چلتے چلتے صبح کا وقت ہوگیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ اذان دو۔ مَیں نے اونٹ ہی پر اذان دی۔ اور پھر چلتے رہے۔ ایک جگہ حضورؐ اترے اور حاجت ضروری کے لئے گئے۔ جب واپس آئے تو پوچھا کہ تمہارے پاس پانی ہے۔ مَیں نے کہا کہ ہاں تھوڑا سا ہے۔ کہا کہ لاؤ۔ تو میرے پاس جو کچھ پانی تھا وہ مَیں نے آپ کے ظرف میں دیدیا۔ اتنے میں اور اصحاب بھی آگئے۔ آپ نے اپنی ہتیلی اُس پر رکھی تو مَیں نے دیکھا کہ آپ کی انگلیوں کے بیچ سے چشمہ کی طرح پانی نکل رہا تھا۔ پھر آپ نے وضو کیا۔ اور فرمایا کہ پکار دو کہ جس کو وضو کرنا ہو وہ آکر وضو کرلے۔ حتیٰ کہ تمام صحابہ نے آکر وضو کیا۔ اسکے بعد بلال آئے اور چاہا کہ اقامت کہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اخو صدار نے اذان کہی ہے۔ اور جو اذان کہے وہی اقامت بھی کہے۔ تب میں نے اقامت کہی اور رسول اللہ نے نماز پڑھائی۔

یہی زیاد ابن الحارثؓ الصدائی کہتے ہیں کہ مَیں رسول اللہ سے استدعا کرتا تھا کہ مجھ کو میری قوم کا امیر بنادیجئے۔ اور تحریر لکھ دیجئے تاکہ صدقہ وصول کرسکوں۔ حضورؐ نے مجھ کو امیر بھی بنادیا اور تحریر بھی لکھکر دیدی۔ لیکن اُس وقت جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ایک شخص نے کھڑے ہوکر اپنے عامل کی شکایت کی۔ اُس پر حضورؐ نے فرمایا کہ مسلمان کے لیئے امارت میں خیر نہیں ہے۔ پھر ایک اور شخص نے کھڑے ہوکر کہا کہ یا رسول اللہ مجھ کو صدقہ میں سے کچھ عنایت فرمائیے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ صدقہ کی تقسیم کو خدا نے نہ اپنے فرشتہ مقرب پر چھوڑا ہے نہ نبی مرسل پر۔ اسکے آٹھ حصّے مقرر کردیئے ہیں اگر تم اُن میں سے ہو تو ہم تمہیں دیں۔ اور اگر تم غنی ہو تو یہ سر کا درد ہے اور پیٹ کی بیماری ہے۔

مَیں نے جب یہ دونوں باتیں سُنیں تو کہا کہ یا رسول اللہ یہ آپ کی تحریر حاضر ہے واپس

لے لیجئے حضورؐ نے فرمایا کہ کیوں۔ میں نے کہا کہ آپ نے فرمایا کہ مسلم کے لیئے امارت میں خیر نہیں ہے
اور میں مسلم ہوں۔ اور آپ نے فرمایا کہ غنی کے لیئے صدقہ صداع راس اور داء البطن ہے اور میں
غنی ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں بات وہی ہے جو میں نے کہی ہے۔ اور تحریر واپس لے لی۔ پھر کہا کہ اچھا
اپنی قوم کے کسی اور شخص کو بتاؤ جس کو عامل بناؤں۔ چنانچہ میں نے ایک شخص کا نام بتا دیا اور
حضورؐ نے اسی کو عامل مقرر کر دیا۔

اسکے بعد میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم لوگوں کا ایک کنواں ہے وہ جاڑے کیلئے کافی ہے
مگر گرمی میں خشک ہو جاتا ہے اس لیئے سب لوگ منتشر ہو جاتے ہیں۔ اسلام ابھی ہم لوگوں میں
بہت قلیل ہے اور منتشر ہونے میں خطرہ ہے اسلیئے ہم لوگوں کے کنواں کے لیئے خدا سے دعا کیجئے
آپ نے سات کنکریاں طلب کیں۔ اُن کنکریوں کو اپنے ہاتھ میں لیکر ملا۔ اور پھر دیدیا۔ اور فرمایا کہ خدا کا
نام لیکر ایک ایک کنکری اُس کنواں میں ڈال دیجیو۔ زیاد صدائی کہتے ہیں کہ میں نے اسی طرح کیا۔ اور
اُس کے بعد سے آجتک اُس کے پانی کی گہرائی کا ہم کو اندازہ نہ ملا واللہ اعلم

بعض مسائل

اس قصہ سے بعض مسائل پر روشنی پڑتی ہے اور بعض فوائد معلوم ہوتے ہیں اُن کو
اختصار کے ساتھ بیان کرتا ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ سواری پر اذان جائز ہے
جیسا کہ صدائی نے دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ فوج جب کوچ کی حالت میں ہو تو یہ جائز ہے کہ ایک
مقام پر اذان کہی جائے اور اس کے بعد سفر جاری رکھا جائے۔ اور نماز آگے بڑھکر کسی مقام میں پڑھی جائے
اس سے معلوم ہوا کہ سنت یہ ہے کہ جو شخص اذان دے وہی اقامت کہے کیونکہ حضورؐ نے حضرت بلالؓ کو
روک دیا۔ اور صدائی نے اذان کہی تھی اُنہیں کو اقامت کے لیئے کہا اور یہ بھی فرمایا کہ جو اذان کہے
وہی اقامت کہے۔ مگر اسکے خلاف بھی جائز ہے مسند امام احمد میں ایک روایت ہے کہ ایک دفعہ
حضرت بلالؓ نے اذان کہی۔ اور اقامت حضرت عبداللہ بن زیدؓ نے کہی چونکہ حضرت عبداللہ بن زیدؓ نے
خواہش ظاہر کی حضورؐ نے اُن کو اقامت کہنے کی اجازت دیدی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص
امارت کا سوال کرے اُس کو امیر بنانا جائز ہے۔ زید بن الحارث الصدائیؓ نے اپنی امارت چاہی اور

حضورؐ نے اُن کو امیر بنا دیا۔ اور یہ اُس حدیث کے خلاف نہیں ہے جس میں حضورؐ نے فرمایا ہے کہ میں ایسے شخص کو اپنا عامل نہیں بناتا جو خود امارت کا خواہشمند ہو۔ اسلئے کہ جو شخص اپنے حظ نفس کے لئے امارت چاہے وہ نہیں بنایا جا سکتا لیکن جو شخص مصالح عامہ اور خدمت خلق کے لیے محض نیک نیتی سے اس کی خواہش ظاہر کرے وہ یقیناً اس کا مستحق ہے۔ اور امام اس فرق کو دریافت کر سکتا ہے کہ اسکی نیت کیسی ہے۔ اسؔ قصہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ظالم عمال کی شکایت امام تک پہنچانا جائز ہے کیونکہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد ایک شخص نے کھڑے ہو کر اپنے عامل کی شکایت کی۔ حضورؐ نے اُسکو منع کیا نہ ناخوشی ظاہر کی۔ اسؔ سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ امارت اور ولایت کا ترک کرنا ایک مومن کیلئے اس کے قبول کرنے سے بہتر ہے۔ جیسا کہ زیاد صُدائی نے کیا۔ اسؔ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صدقہ دینے کے قبل یہ جان لینا چاہیئے کہ طالب صرف صدقہ ہے یا نہیں حضورؐ نے طالب صدقہ سے اسی لیئے دریافت کیا۔ اسؔ قصہ میں ایک معجزہ کا ذکر ہے۔ کہ حضورؐ کے انگلیوں سے چشمہ کی طرح پانی نکلا۔ اور تھوڑا سا پانی اتنا زیادہ ہو گیا کہ جیش کے تمام لوگوں نے اُس سے وضو کیا۔ یہ معجزہ حضورؐ سے بہت دفعہ ظاہر ہوا ہے مختلف مقامات میں اور بہت سے صحابہ نے دیکھا ہے۔ مگر ہر دفعہ یہ ہوا کہ پہلے سے تھوڑا پانی تھا۔ یا حضورؐ نے تھوڑا پانی کسی سے لیا اور اُس میں ہاتھ دیا تو وہ اسکی برکت سے بہت زیادہ ہو گیا ایسا کبھی نہیں ہوا کہ خشک برتن سے پانی ظاہر ہوا ہو۔ مولانا شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس موقع پر اس کی وجہ بیان کرنے میں ایک عجیب نکتہ لکھتے ہیں فرماتے ہیں کہ مطلق پانی نہ ہونے کی صورت میں پانی کا پیدا کرنا تخلیق کی صفت ہے۔ اور وہ صفت خدا کے لئے مخصوص ہے۔ اور پانی میں زیادتی برکت ہے جو حضورؐ سے ظاہر ہوئی واللہ اعلم

وفد غسّان غسّان عربوں کا ایک بڑا اور زبردست قبیلہ تھا۔ یہ سب نصرانی تھے۔ اور قیصر کی طرف سے عرب کے ایک علاقہ پر حکومت کرتے تھے سنہ ۱۰ھ کے رمضان میں غسّان کے تین آدمی حضورؐ کی خدمت میں آکر مسلمان ہوئے۔ اور کہا کہ معلوم نہیں ہماری قوم قبول کرے گی یا نہیں۔ وہ تو اس بات کے خواہشمند ہیں کہ اُن کا ملک باقی رہے۔ اور قیصر کا تقرب

حاصل رہے بہرکیف حضورؐ جس طرح وفود کو اخراجات دیا کرتے تھے اُن کو بھی دیکر رخصت کیا۔ یہ لوگ واپس گئے مگر اُن کی قوم نے اُن کی باتیں نہ سنیں اور مسلمان نہ ہوئے۔ یہ لوگ مسلمان رہے مگر پوشیدہ۔ اُن میں سے دو شخصوں کا انتقال ہوگیا اور دونوں مسلمان مرے تیسرے حضرت عمر بن الخطابؓ کے ایّام میں جب یرموک کی جنگ تھی اس وقت یرموک آئے۔ حضرت ابو عبیدہؓ سے ملے اپنے مسلمان ہونے کی خبر دی حضرت ابو عبیدہؓ اُن کی بہت عزّت کرتے تھے۔

وفد سلامان

حضورؐ کی خدمت میں سلامان کا وفد آیا۔ اس میں سات آدمی تھے سب مسلمان ہوئے اور اُنہیں میں حبیب ابن عمرؓ بھی تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ سے پوچھا کہ سب سے بہتر عمل کیا ہے۔ فرمایا کہ نماز ٹھیک وقت پر ادا کرنا۔ اور اس کے بعد طویل حدیث بیان کی ہے۔ ان لوگوں نے اُس روز ظہر اور عصر کی نماز رسول اللہؐ کے ساتھ پڑھی حبیبؓ کہتے ہیں کہ ظہر کے قیام سے عصر کی نماز ہلکی تھی۔ ان لوگوں نے رسول اللہؐ سے اپنے بلاد کے خشک سالی کی شکایت کی حضورؐ نے اُن کے بلاد کے لیئے پانی کے واسطے دعا کی۔ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے تین روز قیام کیا برابر رسول اللہؐ کیطرف سے ضیافت جاری رہی۔ جب رخصت ہوئے تو حضورؐ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا انہوں نے ہم میں ہر شخص کو پانچ اوقیہ دیا اور عذر کیا کہ آج ہمارے پاس مال نہیں ہے۔ ہم لوگوں نے کہا کہ اِس سے زیادہ اور اِس سے بہتر مال اور کیا ہوگا۔ اسکے بعد ہم لوگ اپنے بلاد میں آئے تو یہاں پانی برسا تھا۔ اور معلوم ہوا کہ اُسی روز برسا تھا جس روز رسول اللہؐ نے دعا کی تھی۔ واقدی کہتے ہیں کہ یہ وفد ۱۰ھ کے شوال میں آیا تھا۔

وفد بنی عبس رضؓ

بنی عبس کا وفد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا کہ یا رسول اللہ ہمارے قُرّاء نے ہمیں خبر دی ہے۔ کہ جو ہجرت نہ کرے اُس کا اسلام مقبول نہیں ہے۔ اور ہم لوگوں کے پاس اموال اور مویشی ہیں۔ اور وہی ہماری معیشت ہے۔ تو اگر یہ خبر صحیح ہے کہ اسلام بغیر ہجرت کے مقبول نہیں ہے تو اُن سب کے رکھنے میں ہمارے لیئے خیر نہیں ہے۔ اُن سب کو بیچکر ہم سب کے سب ہجرت کریں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جہاں رہو خدا سے ڈرتے رہو۔ پھر اُن سے رسول اللہؐ نے

دریافت کیا کہ خالد بن سنان کا کوئی شخص ہے یا نہیں۔ اُن لوگوں نے کہا کہ کوئی نہیں صرف ایک لڑکی تھی مگر اُسی پر ان کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ کوئی اولاد نہ ہوئی۔ حضوؐر نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ وہ نبی تھے اُن کی قوم نے اُن کو ضایع کر دیا۔

وفد غامدؔ[1] واقدی کہتے ہیں سنہ ۱۰ھ میں غامد کا وفد آیا۔ وہ دسؔ آدمی تھے اور بقیع غرقد میں ٹھہرے تھے۔ پھر وہاں سے سب رسول اللہ کی خدمت میں گئے اور سواری و اسباب کے پاس اپنے ایک کم عمر آدمی کو چھوڑ دیا۔ وہ سو گیا۔ اتنے میں ایک چور آیا اور ایک شخص کا بیگ[2] چُرا کر لے گیا جس میں اس کا کپڑہ تھا۔

یہ سب رسول اللہ کی خدمت میں پہنچے۔ سلام کیا۔ اور اسلام قبول کیا۔ پھر حضوؐر نے اُن کو ایک تحریر دی جس میں احکام شریعت کی تعلیم تھی۔ اس کے بعد حضوؐر نے پوچھا کہ تم نے اپنے اسباب کے پاس کس کو چھوڑا ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ یارسول اللہ ہم میں ایک کم عمر شخص ہے اُس کو وہاں چھوڑ دیا ہے۔ حضوؐر نے فرمایا کہ وہ سو گیا تھا۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور ایک آدمی کا بیگ اُٹھا کر لے گیا۔ اُن میں سے ایک شخص نے کہا کہ یارسول اللہ بیگ تو میرے سوا ان لوگوں میں سے اور کسی کے پاس نہیں ہے۔ حضوؐر نے تھوڑی دیر کے بعد فرمایا کہ بیگ چور لے گیا تھا مگر پھر مل گیا۔ اور اپنی جگہ آگیا۔

یہ لوگ جلد اپنے مال کے پاس آئے۔ لڑکے کو دیکھا۔ حال پوچھا۔ اس نے کہا کہ ہم نیند سے چونکے تو دیکھا کہ بیگ نہیں ہے۔ تلاش میں نکلے۔ ایک آدمی کو کچھ دور پر دیکھا کہ بیٹھا ہوا ہے۔ اس طرف چلے تو وہ ہم کو دیکھکر بھاگ گیا۔ ہم اُس مقام پر پہنچے جہاں وہ بیٹھا ہوا تھا۔ دیکھا تو زمین کھدی ہوئی ہے اُس کو دیکھا تو اس میں وہی بیگ تھا۔ ہم نکالکر لے آئے۔ سب نے کہا کہ بلاشبہ یہ رسول برحق ہیں۔ وہ لڑکا جو باقی رہ گیا تھا وہ بھی آکر مسلمان ہوگیا۔ حضوؐر نے حضرت ابی بن کعبؓ کو حکم دیا۔ اُنہوں نے

---

[1] غامد بغین معجمہ ۱۲ منہ

[2] اصل روایت میں عیبۃ ہے اور قاموس میں ہے العیبۃ زبیل من ادم ونحوہ ومایجعل فیہ الثیاب یعنی عیبہ چمڑہ یا اور کسی چیز کے تھیلہ کو کہتے ہیں جس میں کپڑہ رکھا جاتا ہے ۱۲ منہ

اُن سب کو قرآن پڑھنا سکھایا۔ اُس کے بعد حضورؐ جس طرح وفود کو دیا کرتے تھے ان کو بھی خرچ دیا اور یہ سب اپنے بلاد کو واپس گئے۔

وفد ازد

ابونعیم اور ابوموسیٰ المدینی علقمہ بن یزید بن سوید الازدی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اپنے باپ یزید سے۔ اور وہ اُن کے دادا سوید بن الحارث سے روایت کرتے ہیں کہ ہم سات آدمی اپنی قوم کیطرف سے ایک وفد کی صورت میں رسول اللہ کے پاس گئے۔ جب گفتگو ہوئی تو حضورؐ ہماری طرز اور روش سے بہت خوش ہوئے۔ اور پوچھا کہ تم لوگ کون ہو۔ ہم نے کہا کہ ہم سب مومن ہیں۔ حضورؐ نے تبسم فرمایا۔ اور کہا کہ ہر قول کی کچھ حقیقت ہوتی ہے آخر تمہارے ایمان اور اس دعوے کی کیا حقیقت ہے۔ ہم نے کہا کہ ہم میں پندرہ خصلتیں ہیں۔ پانچ وہ جن پر آپ کے رسول نے ایمان لانے کا حکم دیا ہے۔ اور پانچ وہ جن پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور پانچ خصلتیں وہ ہیں جو ایام جاہلیت سے ابتک ہم میں ہیں لیکن آپ اگر اُن میں سے کسی کو بُرا سمجھیں تو چھوڑ دوں۔ حضورؐ نے پوچھا کہ وہ کیا کیا ہیں۔ ہم نے کہا کہ جن پانچ پر ایمان لانے کا آپ کے رسول نے حکم دیا وہ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر اُس کے فرشتوں پر۔ اُس کی کتابوں پر۔ اور اُس کے رسولوں پر ایمان لاؤں۔ اور اس بات پر ایمان لاؤں کہ مرنے کے بعد پھر انسان اٹھایا جائے گا۔ اور اُسکے اعمال کا حساب ہوگا۔ اور جن پانچ پر عمل کا حکم دیا وہ یہ ہیں کہ ہم لاالٰہ الا اللہ کا اقرار کریں۔ نمازیں ادا کریں۔ زکوٰۃ دیں۔ روزہ رکھیں اور مقدرت ہو تو بیت اللہ کا حج کریں۔ حضورؐ نے پوچھا کہ جو خصلتیں جہالت کے ایام سے تم میں ہیں وہ کیا ہیں۔ ہم نے کہا۔ الشکر عند الرخار۔ والصبر عند البلار۔ والرضا بمر القضار۔ والصدق فی مواطن اللقار۔ وترک الشماتہ بالاعدار یعنی جب اللہ فراغت دے تو شکر ادا کرنا۔ بلا کے وقت صبر کرنا قضار الٰہی پر راضی ہونا۔ مقابلہ کے وقت ثابت قدم رہنا۔ اعدار کو گالی نہ دینا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جن لوگوں کی یہ تعلیم ہے وہ حکمار تھے۔ علمار تھے اُن کی سمجھ انبیار کی سی تھی۔ اور حضورؐ نے فرمایا کہ میں پانچ خصلتیں اور بتاتا ہوں تاکہ بیس پوری ہو جائیں۔ لاتجمعوا مالا تاکلون۔ ولا تبنوا مالا تسکنون۔ ولا تنافسوا فی شیٔ انتم عنہ غدا تزولون۔ واتقوا اللہ الذی الیہ ترجعون۔ وارغبوا فی ما علیہ تقدمون وفیہ تخلدون یعنی

وہ چیز جمع نہ کرو جو تم کھاؤ گے نہیں۔ وہ عمارت نہ بناؤ جس میں تم رہو گے نہیں۔ ایسی چیز کے لیے لڑائی نہ کرو جس سے کل تم جدا ہو جاؤ گے۔ خدا سے ڈرو جس کی طرف تم کو جانا ہے۔ اُس چیز کی رغبت کرو جس کی طرف تم کو جانا ہے اور جس میں تم کو ہمیشہ رہنا ہے۔

وفد بنی المنتفق

امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے عبداللہ بن احمد نے روایت کیا ہے کہ لقیط بن عامر۔ اور اُن کے ایک ساتھی نہیک بن عاصم بن مالک بن المنتفق ایک وفد کی صورت میں رسول اللہ کی خدمت میں گئے لقیط بن عامر کہتے ہیں کہ ہم جب پہنچے تو رسول اللہ صبح کی نماز سے فارغ ہو کر واپس ہوئے تھے آپ خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ ایہا الناس چار روز سے میں اپنی زبان روکے ہوئے تھا۔ آج جو کہتا ہوں غور سے سنو۔ اور آپ نے فرمایا کہ کیا کوئی شخص تم میں ایسا ہے جس کو کسی قوم نے وفد بھیجا ہو۔ سب نے اس پر مجھ سے کہا کہ دیکھو رسول اللہ کیا کہتے ہیں پھر آپ نے فرمایا کہ کوئی اپنے یا اپنے ساتھی کے بات میں نہ پھنس جائے۔ سن رکھو مجھ سے سوال کیا جائے گا کہ تم نے تبلیغ کی یا نہیں پھر آپ نے سب کو کہا کہ بیٹھ جاؤ۔ تو سب بیٹھ گئے۔ لیکن میں اور میرے ساتھی کھڑے رہے۔

میں نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا آپ کو علم غیب نہیں ہے حضورؐ نے فرمایا کہ مفاتیح غیب خدا کے قبضہ میں ہیں اور پھر آپ نے اُن پانچ چیزوں کو بتایا جس کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں ہے اسکے بعد حضورؐ نے موت اور حشر ونشر کے متعلق بہت سی باتیں بتائیں لقیط کہتے ہیں کہ میں نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ہمارے جسم کے ریزے ریزے ہو جائیں گے۔ ہوا۔ بلا۔ اور درندے اس کو کہیں سے کہیں منتشر کر دینگے۔ تو خداوند کریم ہمارے اجزار کو پھر جمع کیونکر کرے گا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میں تم کو یہ بات خدا کی دی ہوئی نشانیوں سے سمجھاتا ہوں۔ ایک سرسبز زمین درخت اور پودوں سے بھری رہتی ہے۔ مگر پھر اُس کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ تم سمجھنے لگتے ہو کہ یہ زمین اب کبھی زندہ اور شاداب نہ ہو گی۔ اس کے بعد خداوند کریم پانی برسا دیتا ہے۔ اور وہی زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے۔ اور تمام درخت اور پودے نکل آتے ہیں۔ تو خداوند کریم جو گھانس اور پودوں کے اجزار کو

جمع کرتا ہے وہ تمہارے منتشر اجزار کو جمع کرنے پر بھی ویسی ہی قادر ہے۔ تم لوگ اپنی قبروں سے نکلو گے اور خداوند کریم کے سامنے حاضر ہوگے۔ وہ تم کو دیکھے گا اور تم اُس کو دیکھو گے۔ لقیط کہتے ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ یہ کیسے ہوگا۔ ہماری تعداد تو اتنی ہے کہ اس سے ساری زمین بھر جائے گی اور خدا کی ایک ذات ہے پھر کیونکر وہ ہم سب کو دیکھے گا۔ اور ہم سب اُس کو دیکھینگے۔ فرمایا کہ آفتاب اور چاند کو ساری دنیا ایک دفعہ دیکھتی ہے۔ اور وہ سب کو ایک ساتھ دیکھتے ہیں یہی ایک مثال سمجھ لو۔ تب لقیط نے پوچھا کہ جب ہم خدا کے سامنے ہوں گے تو خدا ہمارے ساتھ کیا کرے گا یا رسول اللہ۔ اس کے جواب میں حضورؐ نے حشر کی کیفیت۔ اُس روز مومن اور کافر کا حال۔ اعمال کے حساب کا طریقہ۔ صراط سے گزرنے کا حال۔ حوض کوثر کی صفت۔ اور اُس روز خداوند کریم کے جلال و جبروت کی حالت کی تفصیل بیان کی۔ لقیط نے پوچھا کہ ہماری نیکی اور بُرائی کا بدلہ کیونکر ملے گا یا رسول اللہ۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ایک نیکی کا بدلہ دس اور ایک بُرائی کا بدلہ ایک لیکن یہ کہ اُس کو بھی خداوند کریم معاف کردے۔ لقیط کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ جنّت و دوزخ کیا ہے یا رسول اللہ۔ فرمایا کہ دوزخ کے سات دروازے ہیں اور کسی دو دروازہ میں ستر برس کی راہ سے کم کا فاصلہ نہیں ہے اور جنّت میں آٹھ دروازہ ہیں۔ اور کسی دو دروازہ میں ستر برس کی راہ سے کم کا فاصلہ نہیں ہے لقیط کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ جنّت میں کیا ہے یا رسول اللہ۔ فرمایا کہ عسل مصفّٰی کی نہریں ہیں۔ اور شراب کی نہریں ہیں جس سے نہ درد سر ہو نہ ندامت۔ دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ کبھی متغیر نہیں ہوتا۔ ماء آسن ہے یعنی ایسا پانی جو کبھی خراب نہیں ہوتا۔ ہر قسم کے میوے ہیں۔ پاک بیبیاں ہیں۔ اور ہر طرح کی بھلائیاں ہیں جس کی مثال نہیں ہوسکتی۔ تب پوچھا کہ یا رسول اللہ ہم آپ کی بیعت کس بات پر کریں۔ حضورؐ نے ہاتھ پھیلایا اور فرمایا کہ نماز کے قائم کرنے پر۔ زکوٰۃ کے ادا کرنے پر۔ اور اس بات پر کہ کسی کو خدا کا شریک نہ بنائینگے۔ لقیط نے کہا کہ اور مجھکو مشرق و مغرب میں اختیار ہوگا (اتنا سنکر حضورؐ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور سمجھا کہ میں ایسی شرط کر رہا ہوں جو ناممکن ہے) کہ جہاں چاہوں جاؤں۔ اپنے نفس اور اپنے ارادہ کے سوا اور کوئی روک نہ ہو (جب یہ کہا تو حضورؐ نے پھر ہاتھ پھیلایا) کہا کہ ہاں تم کو یہ اختیار ہوگا

کوئی روک نہ ہوگی۔ اسکے بعد حضورؐ نے گزشتہ لوگوں کے نجات وعدم نجات کا حال۔ انبیاء متقدمین اور انکی قوم کی حالت۔ قریش۔ بنی عامر۔ اور دوس کے متقدمین کا تذکرہ کیا۔

ابن قیم کہتے ہیں کہ یہ حدیث اپنے مضمون اور مفہوم ہی سے یہ ظاہر کر رہی ہے کہ اس کا صدور مشکوٰۃ نبوت سے ہوا ہے۔ مضامین کی جلالت وعظمت خود اس کے صحت کی دلیل ہے۔ دو بزرگوں نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ عبدالرحمٰن ابن المغیرہ بن عبدالرحمٰن المدنی۔ اور ان سے ابراہیم بن حمزہ الزبیری نے روایت کیا ہے۔ اور یہ دونوں کبار علماء مدینہ سے ہیں۔ دونوں ثقہ ہیں۔ دونوں سے امام الحدیث امام بخاری نے اپنے صحیح میں احتجاج کیا ہے۔

یہ حدیث بہت طویل ہے۔ اور اس میں صفات باری تعالیٰ۔ حالات بعث بعد الموت۔ حالات حشر۔ حقیقت صراط وغیرہ کے متعلق حضورؐ کے بعض اہم ارشادات ہیں۔ اور یہ کہ جنت میں توالد وتناسل ہوگا یا نہیں خلود جنت اور خلود نار کا مفہوم اور دوسرے دقیق مباحث کے متعلق بھی اشارات ہیں۔ لیکن ان ارشادات اور اشارات کو سمجھنے کے لئے بسیط توضیح کی ضرورت تھی اسلئے میں نے پوری روایت کو بعینہ لکھنا مناسب نہ سمجھا بعض علماء نے اس روایت کے مضمون اور سند پر کلام بھی کیا ہی۔ اور بعضوں نے قبول کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ روایت قابل احتجاج ہے واللہ اعلم

وفد نخع نخع بنون وخاء معجمہ مفتوحہ یمن کے ایک قبیلہ کا نام ہے۔ اس قبیلہ کا وفد نصف محرم سنہ ۱۱ھ میں آیا۔ اور وہ سب سے آخر وفد تھا۔ اس میں دو سو آدمی تھے سب آکر دار الضیافۃ میں ٹھہرے۔ پھر رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اسلام کا اقرار کیا کیونکہ یہ لوگ پہلے ہی حضرت معاذ ابن جبلؓ کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے۔

اُن لوگوں میں ایک شخص زرارہ بن عمرو تھے۔ انھوں نے کہا کہ یا رسول اللہ میں نے اس سفر میں عجیب عجیب خواب دیکھے ہیں۔ حضورؐ نے پوچھا کہ وہ کیا ہے۔ کہا کہ ایک یہ دیکھا کہ مادہ گدھی نے ایک بچہ دیا ہے جو سیاہ سرخی مائل ہے۔ حضورؐ نے پوچھا کہ کیا تم ایک حاملہ لونڈی کو گھر چھوڑ آئے ہو۔ کہا کہ ہاں یا رسول اللہ۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اُس کو لڑکا ہوا ہے اور تمہارا ہی لڑکا ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ اس

رنگ کا کیا مطلب ہے یارسول اللہ حضورؐ نے فرمایا کہ تم میرے نزدیک آجاؤ۔ جب وہ نزدیک گئے تو حضورؐ نے پوچھا کہ کیا تم کو برص ہے جس کو تم لوگوں سے چھپاتے ہو۔ اُنھوں نے تعجب سے کہا کہ یارسول اللہ خدا کی قسم یہ تو کسی کو بھی معلوم نہ تھا۔ اور آپ کے سوا اور کسی کو اس کی اطلاع نہ ہوئی حضورؐ نے فرمایا کہ یہ رنگ اسی وجہ سے ہے۔

اُنھوں نے کہا کہ اور ہم نے دیکھا کہ نعمان ابن المنذر بالی اور زیورات پہرے ہوئے ہے حضورؐ نے فرمایا کہ یہ عرب کا ملک ہے جو اپنے بہترین شکل وصورت کی طرف لوٹا ہے۔ اور اسکی اچھی زینت ہوئی ہے زرارہ بن عمروؓ نے کہا کہ اور ہم نے دیکھا کہ ایک بوڑھی عورت بڑے لمبے بال والی زمین سے نکلی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ عرب کے سوا دوسرے ملکوں کی حالت ہے۔

اُنھوں نے کہا کہ اور ہم نے دیکھا کہ زمین سے ایک آگ نکلی ہے اور وہ میرے اور میرے لڑکے عمرو کے درمیان حائل ہوگئی ہے حضورؐ نے فرمایا کہ یہ فتنہ ہے جو آخر میں ظاہر ہوگا۔ پوچھا کہ فتنہ کیا یارسول اللہ حضورؐ نے فرمایا کہ لوگ اپنے امام کو قتل کردینگے۔ اور مسلمان آپس میں خونریزی کرینگے۔ ایک مسلمان کا قتل کرنا دوسرے مسلمان کو پانی پینے سے زیادہ مرغوب ہوگا۔ اگر تمہارا لڑکا پہلے مرگیا تو تم اُس فتنہ کو دیکھو گے۔ اور اگر تم پہلے مرگئے تو تمہارا لڑکا دیکھے گا۔ زرارہ بن عمروؓ نے کہا کہ یارسول اللہ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ یہ فتنہ ہمیں نہ دکھائے۔ حضورؐ نے دعا کی کہ اے اللہ ان کو فتنہ نہ دکھا چنانچہ اُن کا کچھ روز کے بعد انتقال ہوگیا لیکن اُن کا لڑکا امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے مخالفین کے ساتھ تھا واللہ اعلم

کتاب حجۃ الوداع

سنہ۱۰ ہجری میں آپ نے حج ادا کیا۔ یہ آپ کا آخری حج تھا۔ اور ہجرت کے بعد بھی آپ کا پہلا حج بھی تھا اسلام کی تکمیل۔ آخری وصیت۔ اہم اسلامی احکام کا اظہار۔ اور بے شمار دوسرے فوائد ہیں جن کا تعلق حجۃ الوداع سے ہے اسلئے چاہتا ہوں کہ ذرا وضاحت سے حجۃ الوداع کا ذکر کردوں

مگر حجۃ الوداع کو سمجھنے کے لیئے اس کے پہلے حج و عمرہ کے متعلق چند فوائد۔ اور اس کے متعلق صحابہ کرام کے بعض اختلافات کا پہلے ذکر مناسب ہے تاکہ واقعات اچھی طرح ذہن نشین ہو سکیں۔

حج و عمرہ

اقرار شہادت کے بعد اسلام کے چار عظیم الشان ارکان ہیں اُن میں سے ایک حج بھی ہے یعنی نماز۔ روزہ۔ حج اور زکوٰۃ۔ حج تمام عمر میں ایک بار فرض ہے۔ اور اسکا وقت شوال ذیقعدہ اور ذی الحجہ کا دس دن ہے۔ اور عمرہ سنّت موکدہ ہے اور سال کے ہر حصّہ میں ادا کیا جا سکتا ہے البتہ امام ابوحنیفہ صاحب کے نزدیک یوم عرفہ اور چار دن اسکے بعد اس سے مستثنیٰ ہیں۔

حج میں احرام۔ وقوف عرفہ اور طواف زیارہ فرض ہے اور وقوف مزدلفہ سعی بین الصفا والمروہ رمی جمار۔ طواف صدر آفاقی کے لیئے۔ اور حلق یہ سب واجب ہے لیکن عمرہ کے ارکان صرف دو ہیں طواف اور سعی البتہ احرام اسکے پہلے شرط ہے اور حلق یا قصر اس کے بعد۔ عمرہ میں وقوف عرفہ وغیرہ نہیں ہے۔

فقہا کی اصطلاح میں حج کی تین قسمیں قرار پا گئی ہیں۔ قران۔ تمتع اور افراد یعنی حج کے ساتھ اگر عمرہ کی نیت بھی ہو تو اس کی دو صورت ہے۔ دونوں کے مناسک ایک ساتھ ادا کرنے کی نیت ہو تو قران ہے۔ اور دونوں کے مناسک علیحدہ علیحدہ ادا کرنیکی نیت ہو تو تمتع ہے۔ اور حج کے ساتھ عمرہ نہ ہو تو افراد ہے۔

حج اسلام کے پہلے بھی کفّار قریش بلکہ کفّار عرب میں رائج تھا۔ اور اسلام کے بعد جب تک حضور مکہ میں رہے حج کو منع نہ فرمایا۔ بلکہ ہجرت حبشہ کی روایتوں میں معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت جعفر صادق نے نجاشی کے سامنے حضور کی تعلیمات کا ذکر کیا تو اس میں حج کا بھی ذکر کیا۔ البتہ جب تک آپ مکہ میں تھے حج فرض نہ تھا۔ اور یہ امر مشتبہ ہے کہ ہجرت کے قبل خود حضور نے کبھی حج ادا کیا یا نہیں۔

ترمذی میں حضرت جابر بن عبداللہ کی ایک روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور نے تین حج کیا دو حج ہجرت کے قبل اور ایک ہجرت کے بعد۔ اور اس آخر حج کے ساتھ عمرہ بھی تھا۔ ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے۔ سفیان کی طرف منسوب ہے۔ اور کہتے ہیں کہ ہم نے محمد یعنی بخاری سے اس حدیث کے

متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ثوریؒ کے مرویات میں اس روایت کا ہمیں علم نہیں ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ یہ حدیث محفوظ نہیں ہے واللہ اعلم

حضورؐ کا عمرہ

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ ہجرت کے بعد حضورؐ نے حجۃ الوداع کے سوا اور کوئی حج ادا نہیں کیا۔ اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ حجۃ الوداع سنہ ۱۰ھ میں ہوا لیکن عمرہ آپ نے چار مرتبہ کیا ہے۔ ایک حجۃ الوداع کے ساتھ اور تین اس سے پہلے۔ ایک عمرہ حدیبیہ دوسرا عمرۃ القضا تیسرا عمرہ جعرانہ۔ ان تینوں عمرہ کا بیان اپنے اپنے مقام میں بالتفصیل ہو چکا ہے عمرہ حدیبیہ سنہ ۶ھ میں ہوا۔ آپ عمرہ کی نیت کر کے احرام باندھکر روانہ ہوئے حدیبیہ تک پہنچے مگر کفار مانع ہوئے اور مکہ میں آپ داخل نہ ہو سکے اس لیئے طواف وسعی جو عمرہ کے ارکان ہیں اس کو ادا نہ کر سکے حدیبیہ ہی میں آپ نے ہدی کے جانوروں کو نحر اور قربان کیا۔ اور حلق کرا کے احرام سے باہر ہوئے خود حضورؐ بھی اور جو صحابہ آپ کے ساتھ احرام میں شریک تھے وہ بھی۔ عمرۃ القضا حدیبیہ کے دوسرے سال اُس شرط کے موافق جو کفار سے طے ہوئی تھی آپ پھر عمرہ کے لیئے نکلے۔ اس دفعہ آپ مکہ میں داخل ہوئے مناسک کو ادا کیا تین دن مکہ میں رہے پھر واپس چلے آئے۔ عمرہ جعرانہ تیسری دفعہ فتح مکہ کی غرض سے آپ مکہ میں داخل ہوئے۔ اس دفعہ آپ نے احرام نہ باندھا تھا۔ نہ عمرہ یا حج کی نیت کی تھی خفیف جنگ کے بعد مکہ فتح ہو گیا تو آپ وہیں سے حنین اور طائف کے غزوات کے لیئے تشریف لے گئے۔

ان دونوں غزوات سے فارغ ہونے کے بعد جعرانہ میں آپ نے غنیمت تقسیم کیا۔ اور وہیں سے عمرہ کا احرام باندھکر مکہ آئے۔ رات کے وقت مکہ میں داخل ہوئے۔ اسی وقت عمرہ ادا کیا۔ اور صبح ہونے کے پہلے ہی مکہ سے روانہ ہو گئے۔ حتےٰ کہ بعض صحابہ کو اس عمرہ کا علم بھی نہ ہو سکا چوتھا عمرہ حج کے ساتھ تھا اس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

صحیحین میں حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے چار عمرہ ادا کیا سب ذیقعد میں سوائے اُس عمرہ کے جو حج کے ساتھ تھا عمرۃ الحدیبیہ ذیقعد میں تھا۔ اس کے دوسرے سال کا

لہ یعنی سفیان ثوری ۱۲ منہ

عمرہ ذیقعد میں تھا۔ حنین کے غنائم کو تقسیم کرنے کے بعد جعرانہ سے جو عمرہ آپ نے ادا کیا وہ ذیقعد میں تھا۔ اور صحیحین میں حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے دو عمرہ ادا کیا دونوں ذیقعد میں۔ انہوں نے عمرۂ حدیبیہ کو شمار نہیں کیا اسلیئے کہ وہ مکمل نہیں ہوا تھا۔ اور حضرت عائشہؓ وابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے چار عمرہ ادا کیا سب ذیقعد میں اور ذیقعد کے سوا کسی مہینہ میں آپ نے عمرہ ادا نہیں کیا۔ یہ بظاہر حضرت انسؓ کی روایت کے خلاف ہے اسلیئے کہ وہ حج والے عمرہ کو ذیقعد میں نہیں کہتے لیکن حضرت عائشہؓ اور ابن عباسؓ اُس کو بھی ذیقعد ہی میں بتاتے ہیں۔ اس کی وجہ آگے معلوم ہوگی۔ اس عمرہ کی نیت حضورؐ نے ذیقعد کے آخری ایام میں کرلی تھی۔ اور احرام باندھکر روانہ ہوچکے تھے۔ مگر عمرہ کے ارکان حج کے ساتھ ذی الحجہ میں ادا ہوئے۔ اسلیئے حضرت انسؓ نے اُس کو ذیقعد میں شمار نہ کیا۔ اور اُن حضرات نے نیت اور احرام کی وجہ سے اُس کو بھی ذیقعد میں شمار کیا۔ دوسرے صحابہ سے بھی روایتیں ہیں کہ حضورؐ نے چار عمرہ ادا کیا سب ذیقعد میں۔

لیکن صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک عمرہ رسول اللہ نے رجب میں ادا کیا۔ مگر صحیحین ہی میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے عبداللہ بن عمرؓ کے اس قول سے انکار کیا مجاہد کہتے ہیں کہ ہم اور عروہ مسجد میں گئے تو وہاں عبداللہ بن عمرؓ تھے۔ اور لوگ صلوٰۃ الضحیٰ پڑھ رہے تھے۔ ہم لوگوں نے اس نماز کے بارہ میں اُن سے دریافت کیا تو فرمایا کہ بدعت ہے۔ پھر ہم لوگوں نے پوچھا کہ رسول اللہ نے کتنا عمرہ ادا کیا۔ فرمایا کہ چار جس میں ایک رجب میں تھا۔ میں نے اُن کی مخالفت کرنا پسند نہ کیا۔ مگر عروہ حضرت عائشہؓ کے پاس گئے اور کہا کہ آپ سنتی ہیں ابوعبدالرحمٰن کیا فرماتے ہیں پوچھا کہ کیا کہتے ہیں کہا وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے چار عمرہ ادا کیا جس میں کا ایک رجب میں تھا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ خدا ابوعبدالرحمٰن پر رحم کرے۔ رسول اللہ نے ہرگز کوئی عمرہ ادا نہ کیا جسمیں میں شامل نہ تھی۔ ہرگز رجب میں آپ نے کوئی عمرہ ادا نہ کیا۔

امام مالک موطا میں ایک روایت ہشام بن عروہ کی لکھتے ہیں کہ اُن کے والد عروہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ نے صرف تین عمرہ ادا کیا۔ ایک شوال میں اور دو ذیقعد میں۔ یہ روایت مرسل ہے

اور ہشام کو یا عروہ کو بشرط صحت دھوکہ ہوا ہے جیساکہ ابن عمرؓ کو رجب کا دھوکہ ہوا۔

ابو داؤد حضرت عائشہؓ سے ایک روایت لائے ہیں۔ کہ رسول اللہ نے دو عمرہ کیا ایک ذیقعد میں اور ایک شوال میں۔ یہ روایت اگر صحیح ہو تو منشا اس کا یہ ہوگا کہ مستقل اور کامل عمرہ آپ نے دو کیا اس لئے کہ حدیبیہ کا عمرہ کامل نہ تھا۔ اور حجۃ الوداع کے ساتھ کا عمرہ مستقل نہ تھا مستقل اور کامل عمرہ دو ہی ادا ہوا عمرۃ القضا۔ اور عمرہ جعرانہ۔ لیکن اس روایت میں یہ ہے کہ ایک عمرہ آپ نے شوال میں ادا کیا۔ شاید اس کہنے کا منشا یہ ہو کہ عمرہ کیلئے جعرانہ سے پہلے آپ مکہ سے شوال ہی میں روانہ ہوگئے تھے لیکن عمرہ ادا کیا آپ نے غزوۂ طائف سے فارغ ہونے کے بعد اس لئے نیت۔ احرام۔ اور ارکان کا ادا سب ذیقعد میں ہوا۔

حضرت عائشہؓ۔ حضرت ابن عباسؓ۔ حضرت انسؓ سب متفق ہیں کہ حضورؐ کا عمرہ چار ہوا اور سب ذیقعد میں۔ اگر رجب یا شوال میں عمرہ ثابت ہو تو اسکے معنی یہ ہوں گے کہ آپ کا عمرہ پانچ یا چھ ہوا اور یہ تمام معتبر اور مستند روایات کے خلاف ہوگا۔ حضورؐ کی سیرت اور حضورؐ کے اوقات کا حال پوری طرح معلوم اور منضبط ہے۔ اس چار عمرہ کے سوا اور کوئی عمرہ کسی مہینہ میں حضورؐ سے ثابت نہیں ہے۔ حدیبیہ کے قبل کبھی آپ نے مکہ کا قصد بھی نہ کیا۔ قریش سے برابر محاربہ تھا جانا ممکن ہی نہ تھا۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ حجۃ الوداع کے بعد قطعاً آپ مکہ نہ گئے۔ آپ کے حج و عمرہ کا زمانہ حدیبیہ سے حجۃ الوداع تک کا زمانہ ہے۔ حدیبیہ کے معاہدہ میں کفار سے طے ہوا تھا کہ آیندہ سال آپ مکہ میں داخل ہوں اور تین دن قیام فرمائیں۔ اسی بنا پر آپ دوسرے سال ذیقعد میں مکہ گئے اور عمرۃ القضا ادا کیا۔ یہ مکہ میں پہلا داخلہ تھا۔ اس کے پہلے کسی مہینہ میں آپ نہیں گئے کیونکہ معاہدہ کے خلاف تھا۔ اسکے بعد ۸ھ کے رجب میں کفار قریش نے نقض معاہدہ کر دیا تھا جس کی وجہ سے رمضان میں آپ نے مکہ پر حملہ کیا اور فتح مکہ ہوا۔ رجب میں آپ کو عمرہ کا موقع کہاں تھا۔ اور شوال میں آپ حنین و طائف کی جنگ میں مشغول تھے۔ البتہ شوال کی ابتدائی تاریخوں میں آپ مکہ میں تھے مگر نہ اس وقت آپ نے احرام باندھا نہ عمرہ ادا کیا۔ البتہ طائف سے واپس آنے کے بعد آپ نے عمرہ ادا کیا وہی عمرہ جعرانہ ہے

یہ واپسی ذیقعد میں ہوئی تھی شوال ختم ہو چکا تھا ۔ ۹ ہجری میں حضرت صدیقؓ کو آپ نے حج کے لیئے روانہ کیا خود مکہ تشریف نہیں لے گئے ۔ ۱۰ ہجری میں آپ نے حج ادا کیا اس کے ساتھ عمرہ بھی تھا ۔ ان دونوں سال کے رجب اور شوال میں اس کا موقع کہاں تھا کہ حضورؐ خود عمرہ کے لیئے تشریف لیجاتے اس لیئے ظاہر ہے کہ اس چار عمرہ کے سوا نہ کسی رجب میں آپ نے عمرہ ادا کیا نہ کسی شوال میں ۔ اور یہی حق صریح ہے واللہ اعلم

حج کب فرض ہوا

حج ۹ ہجری میں فرض ہوا جب آل عمران کی یہ آیت نازل ہوئی للہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا ۔ اور آل عمران کا یہ حصہ جس میں یہ آیت ہے ۹ ہجری الوفود میں نازل ہوا ہے جب نجران کا وفد حضورؐ کی خدمت میں آیا ہے ۔ اور اُسی وقت جزیہ کا حکم بھی نازل ہوا ۔ اور یہ معلوم ہے کہ جزیہ کا حکم غزوۂ تبوک کے زمانہ میں نازل ہوا ہے یعنی ۹ ہجری میں ۔ اور یہ حکم کہ مشرکین نجس ہیں مسجد حرام کے قریب نہ آئیں ۹ ہجری میں نازل ہوا اور اسی کے اعلان کے لیئے حضورؐ نے حضرت صدیقؓ کو مکہ بھیجا ۔ یہ قصہ ۹ ہجری کا ہے ۔ اس حکم کی وجہ سے اہل مکہ کو اپنی تجارت کی طرف سے افسردگی پیدا ہوئی تب جزیہ کا حکم نازل ہوا اور اس طرح تجارت کے نقصان کا ایک طرح اُن کو بدلہ عطا کیا گیا ۔ آل عمران کے اسی حصہ میں مباہلہ کا حکم بھی ہے ۔ اور یہ قصہ وفد نجران کے آنے کے بعد کا ہے ۔ جب آپ نے اہل کتاب سے مناظرہ کیا ۔ انکو توحید کی طرف بلایا ۔ اور مباہلہ کی دعوت دی ۔

اکثر علماء کہتے ہیں کہ حج ۶ ہجری میں فرض ہوا جب یہ آیت نازل ہوئی اتموا الحج والعمرۃ للہ مگر اس آیت میں اتمام حج اور اتمام عمرہ کا حکم ہے ۔ اس سے حج کی فرضیت ثابت نہیں ہوتی ۔ اور اگر اس آیت سے حج فرض ہو تو عمرہ بھی فرض ہونا چاہیئے ۔ دوئم یہ متفق علیہ ہے کہ حضورؐ نے ۱۰ ہجری میں حج کیا اگر آپ پر ۶ ہجری میں حج فرض ہو گیا ہوتا تو اتنی تاخیر مستبعد تھی ۔ اسکے علاوہ حضورؐ ۶ ہجری کے بعد مکہ گئے ۔ عمرہ ادا کیا ۔ مگر حج نہ کیا ۔ اگر اس وقت حج فرض ہو چکا ہوتا تو کیسے ممکن تھا کہ حضورؐ عمرہ تو ادا کریں جو فرض نہ تھا ۔ اور حج جو فرض تھا وہ نہ ادا کریں ۔

ان وجوہ سے صحیح یہی ہے کہ حج ۹ھ میں یا اس کے بعد فرض ہوا۔ اور فرض ہونے کے بعد جیساکہ تمام احکام الٰہی کے متعلق آپ کی سیرت شاہد ہے فوراً آپ نے حج ادا کیا واللہ اعلم

حضورؐ کا حج کس قسم کا تھا

یہ معلوم ہو چکا ہے کہ حج تین طرح پر ہوتا ہے قرآن۔ تمتع۔ اور افراد لیکن علمار کا اس تعیین میں سخت اختلاف ہے کہ حضورؐ کا حج کس قسم کا تھا صحابہ کرام کے الفاظ سے اس کی تعیین بہت مشکل ہو گئی ہے۔ احادیث صحیحہ بظاہر ہر طرف ہیں جس سے فیصلہ میں دقت واقع ہوتی ہے لیکن جمیع مالہ وما علیہ پر غور کرنے کے بعد صحیح وہی معلوم ہوتا ہے جو ابن قیم اور ابن تیمیہ وغیرہ کہتے ہیں کہ قران تھا۔ اور حضورؐ قارن تھے اب اس باب کی تمام روایتوں کا استقصا تو بہت طوالت چاہتا ہے تاہم اس میں کی ضروری اور اہم روایتوں کو ذیل میں ہم درج کرتے ہیں۔

ہم ابھی عمرہ کی بحث میں کئی روایتیں لکھ چکے ہیں کہ حضورؐ کے حج کے ساتھ عمرہ بھی تھا (۱) صحیحین میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے حجۃ الوداع میں تمتع کیا عمرہ سے حج کی طرف پہلے عمرہ کے لئے تہلیل کیا پھر حج کے لئے (۲) صحیحین میں حضرت عائشہ سے بھی اسی طرح مروی ہے (۳) صحیح مسلم میں حضرت نافعؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے قران کیا حج کا عمرہ کے ساتھ اور دونوں کے لئے ایک ہی طواف کیا۔ اور فرمایا کہ رسول اللہ نے اسی طرح کیا تھا (۴) ترمذی نے سفیان ثوری سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ نے تین حج کیا۔ دو ہجرت کے پہلے اور ایک ہجرت کے بعد جس کے ساتھ عمرہ تھا (۵) ابو داؤد نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ نے چار عمرہ کیا۔ ایک حدیبیہ کا دوسرا اسکے بعد والے سال میں۔ تیسرا جعرانہ سے چوتھا جس کا حج کے ساتھ قران کیا (۶) بخاری نے صحیح میں حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت کیا ہے کہ حضورؐ نے وادی العقیق میں فرمایا کہ آج رات کو میرے پاس خدا کی طرف سے آنیوالا آیا اور کہا کہ اس وادی مبارک میں نماز پڑھو اور کہو کہ عمرہ کو حج کے شامل کیا (۷) ابو داؤد نے حضرت برار بن عازبؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی کرم سے رسول اللہ نے فرمایا کہ میں نے قران کیا ہے (۸) نسائی نے مروان بن الحکم سے روایت

کیا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے سنا کہ حضرت علیؓ حج اور عمرہ کے لیے تلبیہ کہتے ہیں۔ تو کہا کہ کیا ہم نے اس سے منع نہیں کیا۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ ہاں آپ نے منع کیا تھا مگر ہم سن چکے ہیں کہ رسول اللہ نے دونوں کیلئے ساتھ تلبیہ کہا تھا۔ تو ہم رسول اللہ کے قول کو آپ کے قول کی وجہ سے چھوڑ نہیں سکتے (۹) مسلم نے اپنے صحیح میں عمران بن حصینؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ نے حج اور عمرہ کے درمیان جمع کیا اور پھر اس سے منع نہ کیا حتیٰ کہ آپ کی وفات ہوئی (۱۰) امام احمد نے سراقہ بن مالک سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ میں نے عمرہ کو حج میں داخل کیا قیامت تک کے لیئے۔ اور کہا کہ رسول اللہ نے حجۃ الوداع میں قران کیا (۱۱) امام احمدؒ اور ابن ماجہ نے حضرت ابی طلحہ انصاری سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ نے حج و عمرہ کے درمیان جمع کیا (۱۲) امام احمدؒ نے ہرماس بن زیاد باہلی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ نے حجۃ الوداع میں قران کیا (۱۳) امام احمدؒ نے جابر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ نے حج و عمرہ کے درمیان قران کیا۔ اور دونوں کے لیئے ایک طواف کیا (۱۴) امام احمد نے حضرت ام سلمہؓ سے روایت کیا ہے کہتی ہیں کہ میں نے سنا کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ اے آل محمد اہلال کرو عمرہ کا حج میں (۱۵) نسائی اور ترمذی نے روایت کیا ہے کہ عمرہ کو حج کے ساتھ تمتع کرنے کا ذکر ہوا تو ضحاک بن قیس نے کہا کہ ایسا وہ لوگ کرتے ہیں جو خدا کے حکم سے جاہل ہوں۔ سعد بن ابی وقاصؓ نے کہا کہ اے بھتیجے تم نے یہ بڑی بری بات کہی۔ ضحاک نے کہا کہ عمر بن الخطابؓ نے اس سے منع کیا ہے۔ سعد نے کہا کہ خود رسول اللہ نے یہ کیا ہے۔ اور ہم سب نے حضورؐ کے ساتھ یہ کیا ہے (۱۶) عمران بن حصینؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ نے تمتع کیا اور ہم سب نے آپ کے ساتھ تمتع کیا (۱۷) بخاری میں ہے کہ حضرت علیؓ نے دیکھا کہ حضرت عثمانؓ متعہ سے منع کرتے ہیں یعنی اس بات سے کہ حج و عمرہ کو جمع کیا جائے تو دونوں کے لیئے انہوں نے تہلیل کہا اور کہا لبیک بحجۃ و عمرۃ پھر کہا کہ ہم کسی کے کہنے سے رسول اللہ کی سنّت نہیں چھوڑ سکتے ہیں۔ اور صحیحین میں یہ قصہ سعید بن المسیب سے مروی ہے۔ اور اس میں ہے کہ حضرت علیؓ اور عثمان کی یہ گفتگو عسفان میں ہوئی تھی۔ اور کسی روایت میں یہ نہیں ہے کہ حضرت عثمانؓ نے جمع کے سنّت

ہونے سے انکار کیا (۱۸) امام مالک نے موطا میں حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے۔ فرماتی ہیں کہ ہم لوگ حجۃ الوداع کے لیئے نکلے تو عمرہ کے لیئے تہلیل کہا۔ اسکے بعد رسول اللہ نے فرمایا کہ جسکے ساتھ ہُدی ہو وہ عمرہ کے ساتھ حج کی بھی تہلیل کہے۔ اور پھر وہ حلال نہوگا جبتک دونوں سے حلال نہ ہو (۱۹) صحیحین میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے تلبیہ کہا حج اور عمرہ کے لیئے۔ بکر بن عبداللہ المزنی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے اس کا تذکرہ کیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ نے صرف حج کے لیئے تلبیہ کہا۔ اسکے بعد میری ملاقات حضرت انسؓ سے ہوئی تو میں نے ذکر کیا کہ ابن عمرؓ یہ کہتے ہیں۔ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ یہ لوگ مجھے بچہ سمجھتے ہیں میں نے خود سنا ہے رسول اللہ نے فرمایا لبیک عمرۃً وحجاً صحیح مسلم میں ہے کہ یحیٰی بن ابی اسحٰق عبدالعزیز بن صہیب اور حمید سبھوں نے حضرت انسؓ سے سنا کہ رسول اللہ نے تلبیہ میں لبیک عمرۃً وحجاً کہا حسن بصری اور زید بن اسلم موسے عمر بن الخطاب بھی یہی کہتے ہیں۔ اور ثابت البنانی سلیمان التیمی۔ ابو قدامہ مصعب بن سلیم نے بھی حضرت انسؓ سے اسی طرح سنا جیسا کہ نسائی اور مسند بزاز وغیرہ میں مروی ہے۔ سولہ ثقہ حضرات نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے سنا کہ رسول اللہ نے حج اور عمرہ کے لیئے تلبیہ ساتھ کہا وہ حضرات یہ ہیں۔

حسن بصری۔ ابو قلابہ۔ حمید بن ہلال۔ حمید بن عبدالرحمٰن الطویل۔ قتادہ۔ یحیٰی ابن سعید انصاری۔ ثابت البنانی۔ بکر بن عبداللہ المزنی۔ عبدالعزیز بن صہیب۔ سلیمان التیمی۔ یحیٰی بن ابی اسحٰق۔ زید بن اسلم۔ مصعب بن سلیم۔ ابو اسمار۔ ابو قدامہ عاصم بن حسین۔ ابو قزعہ سوید بن حجر الباہلی

حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے کہا کہ جمع کرنے کا حکم خدا نے دیا۔ اور نیت کے الفاظ بھی خدا کی طرف سے بتائے گئے۔ سترہ صحابہ نے عمرہ اور حج کو جمع کرنیکی روایت کی ہے کسی نے بیان کیا کہ رسول اللہ نے جمع کرنے کا حکم دیا ہے۔ کسی نے احرام کی حالت بیان کی کسی نے تلبیہ کی کیفیت بتائی۔ کسی نے کہا کہ رسول اللہ کے ساتھ ہم نے بھی جمع کیا۔ کسی نے کہا کہ خدا نے رسول اللہ کو جمع کرنے کا حکم دیا۔ وہ سترہ صحابہ یہ ہیں۔

ام المومنین عائشہؓ۔ عبداللہ بن عامرؓ۔ جابر بن عبداللہؓ۔ عبداللہ بن عباسؓ۔ عمر بن الخطابؓ

علیؓ بن ابی طالبؓ ۔ عثمانؓ بن عفانؓ اس لیئے کہ اُنہوں نے حضرت علی کرم کے دعویٰ پر سکوت کیا۔ عمرانؓ بن حصینؓ ۔ براءؓ بن عازبؓ ۔ ام المومنین حفصہؓ ۔ ابوقتادہؓ ۔ ابن ابی اوفیؓ ۔ ابوطلحہؓ ۔ ہرماسؓ بن زیادؓ ۔ ام المومنین ام سلمہؓ ۔ انسؓ بن مالکؓ ۔ سعدؓ بن ابی وقاصؓ ۔

یہ سب حضرات روایت کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے ساتھ عمرہ تھا۔ مگر اُن میں سے کوئی تمتع کے لفظ سے اس جمع کو بیان کرتے ہیں۔ کوئی قران کے لفظ سے بعض کبھی تمتع کہتے ہیں کبھی قران لیکن انہیں میں سے بعض افراد بھی کہتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ سے صحیحین کی ایک روایت میں صرف بالحج ہے اور صحیح مسلم میں افرد الحج اور ایک روایت میں ہے اھل بالحج مفرداً۔ بخاری میں ایک روایت عبداللہ بن عمرؓ سے ہے کہ حضورؐ نے صرف حج کا تلبیہ کہا۔ حضرت ابن عباسؓ سے مسلم نے ایک روایت نقل کی ہے اھل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالحج۔ حضرت جابر سے ابن ماجہ نے ایک روایت نقل کی ہے افرد الحج۔

حجۃ الوداع کے متعلق اتنے بڑے بڑے جلیل القدر اصحاب کا یہ اختلاف واقعی تعجب کے قابل ہے۔ جن لوگوں کی نقل پر دین کا مدار ہے وہ باتفاق یہ بھی نہ بتا سکیں کہ حضورؐ کا حج کس قسم کا تھا تمتع یا قران یا افراد۔ تو پھر ان احکام کے معلوم کرنیکی اور صورت کیا ہوسکتی ہے۔ اس بارہ میں اصل وہی ہے جو ابن قیم اور ابن تیمیہ وغیرہ نے بیان کیا ہے یعنی صحابہ کرام میں فی الواقع یہ اصطلاح تھی ہی نہیں کہ حج کی یہ تین قسمیں ہیں۔ اور تینوں کے علیحدہ علیحدہ نام ہیں۔ یہ اصطلاح فقہار میں پیچھے پیدا ہوئی۔

رسول اللہ کے حج کے متعلق جو تفصیل متعین اور معلوم ہے وہ یہ کہ حضورؐ نے حج اور عمرہ دونوں کی نیت کی۔ مگر دونوں کے لیئے ایک ہی طواف اور ایک ہی سعی کیا۔

چونکہ حضورؐ نے تہلیل و تلبیہ میں حج و عمرہ کو جمع کیا اسلیئے صحابہ کبھی اس جمع کو متعہ کہتے ہیں کبھی قران۔ بخاری کی ایک روایت پہلے لکھ چکا ہوں اس میں تصریح ہے کہ متعہ کے معنی حج و عمرہ کو جمع کرنا ہے اور قران کے بھی یہی معنی ہیں۔ باقی متعہ اور قران کی تعریف میں فقہار کے نزدیک جو قیود اسکے علاوہ ہیں وہ پیچھے غالباً بضرورت بڑھائے گئے ہیں تاکہ قسموں کا فرق معلوم ہوسکے۔ اس کا ثبوت

موجود نہیں ہے کہ صحابہ بھی یہ فرق کرتے تھے۔ پھر باوجود اس کے کہ حضورؐ نے تلبیہ اور تہلیل میں حج اور عمرہ کو جمع کیا طواف وسعی آپ نے دونوں کے لیئے ایک ہی مرتبہ کیا۔ کوئی روایت ایسی ثابت نہیں ہے کہ حضورؐ نے دونوں کے لیئے طواف وسعی علیحدہ علیحدہ کی ہو۔ یا درمیان میں حلال ہو کر پھر حج کی نیت کی ہو اسی وجہ سے بعض صحابہ افرد بالحج کہتے ہیں۔ تو صحابہ کا تمتع یا قران یا افراد لکھنا لغت کے اعتبار سے تھا نہ اس اصطلاح کی وجہ سے جو بعد کو پیدا ہوئی۔ اس بنا پر روایات میں اور صحابہ کرام کی تصریحات میں کوئی اختلاف باقی نہیں رہتا۔

فقہا کی اصطلاح کے مطابق حضورؐ بلاشبہ قارن تھے حضورؐ کے تلبیہ اور تہلیل میں حج اور عمرہ کا جمع ہونا اتنی کثیر روایات سے ثابت ہے جس میں شبہ کی مطلق گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اور اسمیں بھی شبہ نہیں ہے کہ حضورؐ نے حج و عمرہ کے لیئے علیحدہ علیحدہ طواف وسعی نہیں کی اسلیئے متعہ اصطلاحی نہیں ہو سکتا فللہ الحمد۔

روانگی کا دن ابن حزم اور ابن قیم اس بارہ میں مختلف الرائے ہیں کہ حضورؐ حجۃ الوداع کے لیئے مدینہ سے کس روز روانہ ہوئے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم سر میں کنگھی کر کے اور سر میں تیل دیکر آزار اور داء پہنکر اپنے اصحاب کے ساتھ مدینہ سے نکلے اور صبح تک ذوالحلیفہ میں رہے۔ پھر اونٹ پر سوار ہوئے بیدا میں آپنے اور آپ کے اصحاب نے تہلیل کہی اور بُدنہ کی آپ نے تقلید کی۔ اور یہ جبکہ ذیقعد میں پانچ باقی رہا تھا اور مکہ پہنچے جبکہ ذوالحجہ کی چار راتیں گزر چکی تھیں۔ اور صحیح بخاری میں حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ حضور صلعم مدینہ سے ظہر کی چار رکعت پڑھ کر روانہ ہوئے اور ذوالحلیفہ میں پہنچکر عصر کی نماز دو رکعت ادا کی۔ اور ابن حزم نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی نص ہے کہ حجۃ الوداع کے ایام میں عرفہ کے روز یعنی ۹۔ ذی الحجہ کو جمعہ کا دن تھا۔

کسی روایت میں یہ تصریح نہیں ہے کہ مدینہ سے خروج کے روز کون دن تھا۔ مگر مذکورہ بالا روایات کی بنا پر ابن حزم نے دعویٰ کیا ہے کہ بلاشبہ جمعرات کا دن تھا۔ دلیل یہ ہے کہ جب ۹۔

ذی الحجہ جمعہ تھا تو پہلی ذی الحجہ بلا شبہ جمعرات کا دن تھا۔ اور ذیقعد کا آخر روز یقیناً بدھ تھا۔ اُس کو مسلّم ماننے کے بعد اب حضرت ابن عباسؓ کی روایت کو دیکھئے۔ وہ ذوالحلیفہ کی تہلیل اور مدینہ کی تقلید کو بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ یہ ہوا جبکہ ذیقعد میں پانچ باقی تھا۔ اور حضرت ابن عباسؓ اور حضرت انسؓ کی روایت میں تصریح ہے کہ ذوالحلیفہ میں آپ نے ایک رات قیام فرمایا۔ لہٰذا تہلیل و تقلید روانگی کے دوسرے روز ہوئی۔ اس حساب سے مدینہ سے روانگی کے وقت ذیقعد کی چھ راتیں باقی تھیں۔ اور یہ ہو نہیں سکتا جبتک جمعرات کا روانہ ہونا تسلیم نہ کیا جائے۔ اور اگر چھ سے چھ دن مراد ہو تاہم جمعرات یعنی روانگی کے دن کو چھوڑ کر اسی صورت میں چھ دن رہتا ہے یعنی جمعہ سنیچر۔ اتوار۔ سوموار۔ منگل۔ بدھ۔

لیکن ابن قیم کہتے ہیں کہ حضور صلعم بلا شبہ مدینہ سے سنیچر کے روز روانہ ہوئے۔ حضرت ابن عباسؓ نے مدینہ سے روانگی کا وقت بتایا ہے۔ یعنی مدینہ سے خروج کے وقت ذیقعد میں پانچ باقی تھا۔ اور اگر جمعرات کی روانگی تسلیم کیجائے تو نہ دن پانچ رہتا ہے نہ راتیں پانچ رہتی ہیں۔ راتیں چھ رہتی ہیں اور دن سات رہتے ہیں۔ اگر روانگی کے دن کو شمار نہ کیا جائے تاہم چھ رہتا ہے۔ اور ہر صورت میں حدیث کے خلاف ہوگا۔ کیونکہ اُس میں مذکور ہے کہ پانچ باقی تھا۔ اور سنیچر کا خروج قبول کیا جائے۔ تو خروج کے دن کو ملا کر حدیث کے موافق پانچ دن رہتا ہے یعنی سنیچر۔ اتوار سوموار۔ منگل۔ بدھ۔

اور یہ ضرور ہے کہ خروج کے دن کو شمار کیا جائے اِس لیئے کہ اگر نہ شمار کیا جائے تو روانگی کا دن جمعہ ماننا پڑے گا حالانکہ حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ نے روانگی کے وقت مدینہ میں ظہر کی چار رکعت نماز پڑھی۔ اگر جمعہ ہوتا تو ظہر کی چار رکعت کیونکر پڑھتے۔ اِس لیئے لامحالہ حضورؐ سنیچر کے روز روانہ ہوئے۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے روانگی کے دن کو بھی پانچ دن میں شمار کیا ہے۔

ابن قیم نے ایک دلیل اور دی ہے۔ یہ معلوم ہے کہ حضور صلعم نے روانگی سے پہلے مدینہ میں ممبر پر ایک خطبہ دیا۔ اس میں احرام کا قاعدہ اور محرم کے لباس وغیرہ کا حکم بیان کیا۔ ظاہر ہے کہ یہ

خطبہ جمعہ کے روز تھا۔ اسلیئے کہ یہ ثابت نہیں ہے کہ اس خطبہ کے لیئے۔ یا ان مسائل کو بتانے کیلئے آپ نے لوگوں کو کسی اور وقت جمع کیا ہو۔ لہٰذا صحیح یہ ہے کہ جمعہ کے روز خطبہ میں حضورؐ نے ان باتوں کی لوگوں کو تعلیم دی۔ اس خطبہ میں حضرت ابن عمرؓ شریک تھے۔ اور اسکے بعد سنیچر کے روز روانہ ہوگئے واللہ اعلم

مدینہ سے خروج

رسول اللہ صلعم نے جب حج کا ارادہ کیا تو صحابہ کو خبر دی کہ مَیں حج کے لیئے جاؤں گا صحابہ نے بھی آپ کے ساتھ چلنے کا سامان کیا۔ یہ خبر جب اطراف مدینہ میں مشہور ہوئی تو ہر طرف سے لوگ یہ نیّت کر کے چل پڑے کہ رسول اللہ صلعم کے ساتھ حج ادا کریں۔ راستہ میں اتنی مخلوق کا اجتماع ہوگیا جس کا شمار نہیں کیا جا سکتا تھا۔ آپ کے سامنے اور پیچھے داہنے اور بائیں جہاں تک نظر کام کر سکتی تھی آدمی آدمی نظر آتے تھے۔ حضورؐ نے پہلے خطبہ دیا جس میں احرام کا قاعدہ اور اس کے واجبات وسنن کی لوگوں کو تعلیم دی۔ روانگی کے روز چار رکعت نماز ظہر کی آپ نے مسجد میں ادا کی۔ اُس کے بعد سر میں تیل دیا اور کنگھی کی پھر ازار اور ردا مبارک پہنکر ظہر اور عصر کے درمیان آپ مدینہ سے روانہ ہوگئے۔ جب ذوالحلیفہ[1] میں پہنچے تو مقام کیا۔ اور عصر کی دو رکعت نماز ادا کی یعنی قصر۔ اور وہیں آپ رات کو ٹھہر گئے مغرب اور عشا کی نماز وہاں پڑھی۔ اور دوسرے روز صبح اور ظہر کی نماز بھی آپ نے وہیں ادا کی یعنی ذوالحلیفہ میں آپ نے پانچ وقت کی نماز پڑھی۔ ازواج مطہّرات سب ساتھ تھیں اس روز آپ تمام ازواج کے یہاں گئے اور صبح کے وقت جماع کا غسل کیا۔ اور جب احرام کا ارادہ کیا تو پھر جدید غسل کیا جیسا کہ زید بن ثابتؓ سے ترمذی[2] میں اور حضرت عائشہؓ سے دار قطنی میں مروی ہے اور دار قطنی کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ حضورؐ کے سر کو خطمی اور اشنان سے دھوتی تھیں۔ اور خوشبو لگاتی تھیں۔ صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہؐ کے احرام کے وقت خوشبو لگایا کرتی تھی اتنا کہ آپ کے بالوں پر خوشبو کے لگنے کا نشان ہو جایا کرتا تھا جس کو گویا میں اس وقت دیکھ رہی ہوں۔ دار قطنی میں ہے کہ مشک

[1] ذوالحلیفہ مدینہ سے چھ۶ میل ہے۔ اور اہل مدینہ کا یہی میقات ہے ۱۲ منہ

[2] ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن غریب ہے ۱۲ منہ

جو آپ کے سر اور داڑھی پر لگایا جاتا تھا اور نمایاں ہوتا تھا اس کو آپ دھوتے نہ تھے۔ اسکے بعد حضورؐ نے ازار اور ردا پہنی پھر ظہر کی دو رکعت نماز پڑھی۔ اور مصلاہی پر حج اور عمرہ کے لئے تہلیل کی۔ احرام کے پہلے ہی آپ نے تقلید کیا یعنی بدنہ کے گلہ میں نعلین لٹکایا۔ اور اشعار کیا یعنی اونٹ کے سنام یعنی بلند کوہان کو داہنے جانب شق کیا جس سے خون بہنے لگا۔ نماز اور تہلیل کے بعد اونٹ پر سوار ہوئے جب مستقل ہو کر بیٹھے تو پھر آپ نے تہلیل کی۔ بیدا کی بلندی پر جب اونٹ چلا تو پھر آپ نے تہلیل کی۔ حضرت ابن عمرؓ سے صحیح میں روایت ہے کہ پہلے پہلے آپ نے تہلیل اس وقت کی جب شجرہ کے نیچے آپ کا اونٹ ٹھہرا۔ اور اہلال میں کبھی آپ حج و عمرہ دونوں کہتے تھے کبھی صرف حج آپ کے الفاظ تلبیہ کے یہ تھے

لبیّك اللهم لبیّك ۔ لبیّك لا شریك لك لبیّك ۔ ان الحمد والنعمة لك والملك لا شریك لك ۔	تیرے سامنے حاضر ہیں اے خدا ہم تیرے سامنے حاضر ہیں اے خدا تیرا کوئی شریک نہیں سب تعریف تیرے لئے ہے نعمت تیری ہے ملک تیرا ہے تیرا کوئی شریک نہیں ۔

حضورؐ صلعم تلبیہ بلند آواز سے کہتے تھے۔ اور صحابہ کرام کو حکم دیتے تھے کہ تلبیہ میں آواز بلند کرو۔ جس اونٹ پر آپ سوار تھے اس پر محمل۔ ھودج یا عماری وغیرہ کچھ نہ تھا۔ اس طرح آپ کا اونٹ جا رہا تھا اور تلبیہ مذکور کہتے جا رہے تھے۔ صحابہ میں کوئی اسیطرح کہتا تھا۔ کوئی کچھ کم کوئی زیادہ مگر آپ نے کسی کو منع نہ کیا۔

روحار جب حضورؐ صلعم روحار میں پہنچے تو دیکھا کہ ایک وحشی گدھا کسی کا ذبح کیا ہوا پڑا تھا آپ نے اصحاب سے فرمایا کہ اُس کو چھوڑ دو شاید اس کا مالک آئے گا تھوڑی دیر میں وہ آیا۔ اور کہا کہ یا رسول اللہ آپ کو اس گدھے میں اختیار ہے آپ نے حضرت صدیقؓ کو حکم دیا کہ اُس کو تقسیم کر دو۔

اُثایہ جب آپ اثایہ میں پہنچے۔ جو رویثہ اور عرج کے درمیان ایک جگہ ہے۔ تو دیکھا کہ

ؔ اثایہ بہمزہ وثاء مثلثہ بعدہ الف ومثناۃ تحتانیہ ابن اثیر کہتے ہیں کہ مشہور جگہ ہے جحفہ کے راستہ میں مکہ کی طرف ۱۲ منہ

ایک ہرن سایہ میں پڑی ہے جس کو کسی نے تیر مارا ہے۔ آپ نے ایک شخص کو مقرر کر دیا کہ اسکے پاس کھڑا رہے جبتک سب لوگ آگے نہ بڑھ جائیں۔ اور کسی کو اس کے پاس نہ جانے دے۔ ابن قیم زاد المعاد میں لکھتے ہیں کہ ان دونوں قصوں میں فرق یہ ہے کہ گدھا غیر محرم کا ذبح کیا ہوا تھا اسکے کھانے کی آپ نے اجازت دی۔ اور ہرن کے تیر مارنے والے کا حال معلوم نہ ہوا کہ وہ محرم تھا یا غیر محرم حلال اسلیئے اس کے کھانے سے منع فرمایا۔ اور آدمی نگرانی کے لیئے مقرر کر دیا۔ جو اس امر میں شدید احتیاط کی دلیل ہے۔

عرج حضورؐ صلعم کے اسباب کا اونٹ اور حضرت صدیق اکبرؓ کے اسباب کا ایک ہی تھا۔ اور حضرت صدیقؓ کے غلام کے ساتھ تھا جب سب حضرات مقام عرج میں پہنچے تو غلام نہ آیا تھا حضورؐ صلعم حضرت صدیقؓ حضرت عائشہؓ حضرت اسماءؓ سب حضرات ایک جگہ بیٹھکر غلام کا انتظار کرنے لگے۔ غلام کچھ دیر کے بعد آیا اور اس کے شامل اونٹ نہ تھا حضرت صدیقؓ نے پوچھا کہ اونٹ کہاں ہے۔ اس نے کہا کہ اونٹ تو گم ہو گیا۔ حضرت صدیقؓ نے فرمایا کہ ایک اونٹ کی بھی تو حفاظت نہ کر سکا۔ اور یہ کہکر اُس کو مارنا شروع کیا حضورؐ صلعم نے تبسّم فرمایا اور کہا کہ دیکھو یہ احرام میں ہیں اور کیا کر رہے ہیں حضورؐ صلعم نے صرف اتنا کہا اور تبسّم فرمایا لیکن مارنے سے حضرت صدیقؓ کو منع نہ کیا اسلیئے ابو داؤد نے اس روایت کو جہاں ذکر کیا ہے وہاں باب باندھا ہے کہ محرم کا غلام کو ادب دینا۔

ابوار اُس کے بعد حضورؐ جب ابوار میں پہنچے تو صعب بن جثامہؓ نے حمار وحشی کا پچھلا ران آپکی خدمت میں ہدیہ کیا۔ آپ نے قبول نہ کیا رد کر دیا۔ اور صحیحین کی ایک روایت ہے کہ حمار وحشی ہدیہ کیا صحیح مسلم کا لفظ ہے کہ حمار وحشی کا گوشت ہدیہ کیا گیا حمیدی کہتے ہیں کہ سفیان (ابن عیینہ) کبھی تو حمار وحشی کا گوشت کہتے تھے کبھی اس میں اتنا اضافہ کرتے تھے کہ اس سے خون ٹپکتا تھا کبھی کہتے تھے کہ حمار وحشی ہدیہ کیا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حمار وحشی کا ایک پہلو کسی روایت میں ہے پیر اور ان سب روایتوں میں ہے کہ حضورؐ نے رد کر دیا قبول نہ فرمایا لیکن یحیٰی بن سعید جعفر سے اور وہ عمرو بن امیہ ضمری سے وہ اپنے والد سے اور وہ صعب سے روایت کرتے ہیں کہ جحفہ میں حمار وحشی کے

سرین کا گوشت ہیں نے حضورؐ کی خدمت میں ہدیہ کیا تو حضورؐ نے اور قوم نے کھایا بیہقی کہتے ہیں کہ یہ اسناد صحیح ہے۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ قصّہ ایک ہے اور یہ تمام صحیح روایتوں کے خلاف ہے کہ حضورؐ نے قبول کیا یا کھایا۔ مگر یہ روایتیں اگر محفوظ ہیں تو مطلب شاید یہ ہوگا کہ زندہ جانور کے ہدیہ کو رد کر دیا اور غیر محرم کے ذبیحہ کے گوشت کو قبول کیا۔ امام شافعی صاحب فرماتے ہیں کہ زندہ کو اس لیئے رد کر دیا گیا کہ سب احرام کی حالت میں تھے۔ کوئی ذبح نہیں کر سکتا تھا اور جو احرام کی حالت میں نہ تھا اس کا شکار اور ذبیحہ قبول کیا گیا۔ اسی طرح صحیحین میں عمرۂ حدیبیہ کے متعلق ایک روایت ہے کہ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے حمار وحشی کا گوشت حضورؐ کو ہدیہ کیا اور حضورؐ احرام کی حالت میں تھے اور قبول کیا کیونکہ حضرت ابو قتادہؓ حلال تھے۔ یہ ۷ھ کا واقعہ ہے لیکن صعب بن جثامہ کا یہ قصّہ حجۃ الوداع کا ہے محب طبری اور دوسرے بہت لوگوں نے یہی کہا ہے۔ ہرن کا قصّہ اور یزید بن کعب السلمی البہزی کے حمار کا قصّہ ابن قیم نے حجۃ الوداع میں ذکر کیا ہے واللہ اعلم

مقام سرف[1] حضورؐ جب مقام سرف میں پہنچے۔ تو حضرت عائشہ صدیقہؓ کو ایّام حیض شروع ہو گیا اور وہ احرام کی حالت میں تھیں حضورؐ اُن کے پاس گئے تو دیکھا کہ رو رہی ہیں۔ دریافت کیا کہ کیوں روتی ہو۔ شاید حیض شروع ہو گیا؟ فرمایا کہ ہاں حضورؐ نے فرمایا کہ یہ تو خدا نے بنات آدم کے لیئے مقدر ہی کر دیا ہے حج کے تمام افعال حاجیوں کی طرح ادا کرو۔ البتہ بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکتی ہو۔

حضرت عائشہؓ کے اس قصّہ پر فقہاء و محدثین کے بعض بڑے بڑے اختلافات کی بنیاد ہے۔ اُن میں سے ایک اختلاف یہ ہے کہ اگر ایسا ہو جائے اور عورت عمرہ کی نیت کیئے ہوئے ہو تو عورت کیا کرے۔ عمرہ کے احرام کو توڑ کر حج مفرد کی نیّت کرے۔ یا عمرہ کے ساتھ حج کی نیّت کر کے قران کرے۔ پہلا قول اہل کوفہ اور امام ابو حنیفہؒ کا ہے۔ دوسرا اہل حجاز امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کا

[1] سرف۔ امام نووی کہتے ہیں کہ وہ بفتح سین و کسر راء ہے مکّہ اور مدینہ کے درمیان اور مکّہ کے قریب ہے کہتے ہیں کہ مکّہ سے چھ میل ہے بعض سات میل بعض نو میل بعض بارہ میل کہتے ہیں واللہ اعلم ۱۲ منہ

اور یہی امام احمد صاحبؒ کا بھی قول ہے۔ اہل کوفہ کہتے ہیں کہ صحیحین میں ہے کہ حضرت عروہؓ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتی ہیں کہ میں نے عمرہ کے لیئے تہلیل کہی لیکن مکہ آئی تو حائضہ تھی نہ بیت اللہ کا طواف کر سکی نہ صفا و مروہ کا۔ تب میں نے اپنی حالت کا شکوہ رسول اللہ سے کیا حضورؐ نے فرمایا کہ عمرہ ترک کر دو۔ سر کھولکر کنگھی کرو۔ اور حج کے لیئے تہلیل کرو کہتی ہیں کہ میں نے یہی کیا۔ پھر جب حج سے فارغ ہوئی تو حضور صلعم نے مجھکو عبد الرحمن ابن ابی بکرؓ کے ساتھ تنعیم بھیجا میں نے اُنکے ساتھ عمرہ ادا کیا حضورؐ نے فرمایا کہ یہ تمہارے اس عمرہ کا بدلہ ہے۔

یہ حدیث صریح دلیل ہے کہ پہلا احرام باقی نہ رہا حضور صلعم نے پہلے احرام کو ترک کر دینے کا حکم دیا۔ اور حضرت عائشہؓ نے حضورؐ کے حکم سے کنگھی کی۔ اگر پہلا احرام باقی رہتا تو کنگھی نہ کر سکتیں۔ تنعیم کے عمرہ کو حضورؐ نے پہلے عمرہ کا قائم مقام دوسرا مستقل عمرہ بتایا۔ اگر پہلا احرام باقی رہتا تو تنعیم کا عمرہ دوسرا عمرہ قائم مقام نہ ہوتا بلکہ وہی پہلا عمرہ ہوتا۔

لیکن حضرت عائشہؓ سے اور لوگوں نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے مگر عروہؓ کے سوا اور کسی کی روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں کہ حضور صلعم نے عمرہ کے احرام کو ترک کر دینے کا حکم دیا۔ حضرت عائشہؓ کا کنگھی کرنا اور لوگ بھی بیان کرتے ہیں مگر یہ خود مابہ النزاع ہے کہ کنگھی کرنا احرام کے منافی ہے یا نہیں الغرض ان وجوہ سے یہ ایک معرکۃ الارا تحقیق طلب مسئلہ بن گیا ہے۔ ہم اس کتاب میں اس پر زیادہ تفصیل سے بحث نہیں کر سکتے۔ کیونکہ یہ سیرۃ کی کتاب اس سے زیادہ فقہی بحث کی متحمل نہیں ہو سکتی۔

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ حضرت عائشہؓ کے حیض کی ابتدا مقام سرف میں ہوئی۔ لیکن اختلاف یہ ہے کہ پاک کب ہوئیں۔ مجاہد اور عروہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ عرفہ کے روز۔ اور قاسم بن محمد انہیں سے روایت کرتے ہیں کہ یوم النحر میں۔ انہیں عروہ اور انہیں قاسم کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ عرفہ کے روز حضرت عائشہؓ حائضہ تھیں۔ اس میں تطبیق ممکن ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس روز حائضہ بھی ہوں پھر اسی روز پاک بھی ہو گئی ہوں۔ یہ سب روایتیں صحیح ہیں لیکن ابو داؤد میں ایک روایت ہشام ابن عروہ کی عروہ سے ہے کہ لیلۃ البطحا میں حضرت عائشہؓ پاک ہوئیں۔ اس کی سند

بھی اگرچہ صحیح ہے۔ مگر ابن حزم کہتے ہیں کہ یہ روایت تمام روایات صحیحہ کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ لیلۃ البطحاء یوم النحر سے چار راتوں کے بعد ہے۔ اس کے علاوہ گو یہ روایت بھی حضرت عائشہؓ سے مروی ہے لیکن تامل کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت کا وہ لفظ جس پر اختلاف کی بنیاد ہے خود حضرت عائشہؓ کا لفظ نہیں ہو سکتا یعنی یہ جملہ کہ حضرت عائشہؓ لیلۃ البطحاء میں پاک ہوئیں کسی راوی کا قول ہے خود حضرت عائشہؓ کا نہیں۔ لہٰذا یہ روایت عروہ کی دوسری روایتوں کے برابر نہیں ہو سکتی جس میں خود حضرت عائشہؓ کے الفاظ ہیں واللہ اعلم

ذی طوی و مکہ وہاں سے حضورؐ روانہ ہوئے اور ذی طوی پہنچے۔ اتوار کی شب کو وہاں ٹھہرے چار تاریخیں ذی الحجہ کی گزر چکی تھیں صبح کی نماز حضورؐ نے وہیں پڑھی غسل کیا اور مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ثنیۃ العلیا کی طرف سے جو حجون کی طرف بلندی پر ہے آپ مکہ میں داخل ہوئے۔ اور سیدھا مسجد تشریف لے گئے ضحی کے وقت یعنی جب آفتاب بلند ہو چکا تھا مسجد میں داخل ہوئے۔ طبرانی نے ذکر کیا ہے کہ باب بنی عبد مناف سے جس کو اب باب بنی شیبہ کہتے ہیں حضور صلعم مسجد میں داخل ہوئے۔ اور ایک مرسل روایت میں ہے کہ مسجد پر جب آپ کی نظر پڑتی تھی تو ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کرتے تھے

اللھم انت السلام ومنک السلام حینا ربنا بالسلام اللھم زد ھذا البیت تشریفا وتعظیما وتکریما ومھابۃ۔ وزد من حجہ واعتمرہ تکریما وتشریفا وتعظیما۔	اے اللہ تیرے لئے سلامتی ہے۔ اور تیری طرف سلامتی ہے۔ اے رب ہمیں سلامتی کے ساتھ زندہ رکھ اے اللہ اس گھر کی عظمت شرف عزت اور آبرو زیادہ کر۔ اور جو اس گھر کا حج کرے یا عمرہ کرے تو اُسکی عزت اس کا شرف عظمت اور بھلائی کو زیادہ کر۔

یہ روایت اگرچہ مرسل ہے مگر سعید بن المسیب نے یہ دعا حضرت عمر بن الخطاب سے سنی ہے۔ مسجد میں جب حضور صلعم داخل ہوئے تو طواف کیا۔ تحیۃ المسجد پڑھنا حضورؐ سے ثابت نہیں ہے۔ کیونکہ مسجد حرام کی تحیۃ طواف ہے۔ جب حجر اسود کے سامنے حضور صلعم تشریف لے گئے تو استلام کیا اور

طواف کیا۔ طواف کے درمیان یا میزاب کے پاس۔ یا پشت کعبہ کی طرف۔ یا باب کے سامنے۔ یا ارکان کے سامنے۔ کوئی معیّن دعا رحضورؐ سے ثابت نہیں ہے۔ رکنین کے سامنے البتہ آپ نے یہ دعا رکی ہے ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃً وفی الآخرۃ حسنۃً وقنا عذاب النار اے رب ہمیں دنیا کی بھلائی عطا کر۔ اور آخرت کی بھلائی عطا کر۔ اور جہنّم کے عذاب سے بچا۔

طواف کے وقت تین شوط میں آپ نے رمل کیا یعنی قدم نزدیک نزدیک اور جلد جلد رکھتے تھے۔ اور چار شوط میں بلا رمل مشی کیا یعنی معمولی چال سے چلے۔ ہر دفعہ جب حجر اسود کے سامنے جاتے تھے تو محجن سے اشارہ کرتے تھے۔ اور محجن کے سرے کو بوسہ دیتے تھے۔ محجن آپ کا ایک عصا تھا جس کا سرا ٹیڑھا تھا۔ حجر اسود کا استلام کبھی آپ نے عصا کے ذریعہ کیا ہے کبھی ہاتھ سے چھو کر ہاتھ کو بوسہ دیا ہے کبھی لب مبارک کو حجر اسود پر رکھکر بوسہ دیا اور یہ بھی ثابت ہے کہ کبھی رکن یمانی کا استلام بھی آپ نے کیا ہے۔

جب طواف سے حضور صلعم فارغ ہوئے تو مقام ابراہیم کے پیچھے آئے اور وہاں دو رکعت نماز ادا کی۔ نماز سے فارغ ہو کر پھر حجر اسود کا استلام کیا۔ اور سامنے کے دروازہ سے صفا کی جانب روانہ ہوئے۔ قریب پہنچے تو یہ آیت پڑھی ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ صفا پر پہنچنے کے بعد قبلہ کی طرف رُخ کیا اور فرمایا۔

لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیٔ قدیر۔ لا الٰہ الا اللہ۔ وحدہٗ۔ وانجز وعدہٗ۔ ونصر عبدہٗ۔ وھزم الاحزاب وحدہٗ۔ یہ آپ نے تین۳ مرتبہ فرمایا	اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے اسکا کوئی شریک نہیں۔ اسی کا ملک ہے اسی کیلئے حمد مخصوص ہے وہ ہر شئ پر قادر ہے کوئی معبود نہیں ہے مگر اللہ۔ وہ اکیلا ہے۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ اپنے بندہ کی مدد کی اور ساری جماعتوں کو تنہا شکست دیا۔

اس کے بعد معمولی چال سے مروہ کی جانب چلے۔ جب بطن وادی میں آپ کا قدم ٹھہرا تو وہاں سے سعی کی یعنی تیز چلے۔ جب وادی ختم ہوئی اور مروہ پر چڑھنے لگے تو پھر معمولی چال سے

چلے۔ یہ روایت حضرت جابرؓ سے صحیح مسلم میں ہے۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نے بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی دونوں پیدل کیا لیکن مسلم ہی نے حضرت ابن زبیرؓ سے روایت کیا ہے کہ اُنھوں نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے سنا کہ حضورؐ نے حجۃ الوداع میں بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی اونٹ پر کیا تھا۔ بظاہر ان روایات میں تعارض ہے لیکن صحیح مسلم میں حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت ہے کہ حضورؐ کو دیکھنے کے لئے صفا پر بڑا مجمع ہو گیا تھا۔ حتیٰ کہ جوان عورتیں اپنے گھروں سے نکل آئی تھیں۔ اور حضورؐ کی طرف اشارہ کرکے لوگ ہر طرف کہتے تھے کہ وہ محمدؐ ہیں۔ اس لئے حضورؐ اونٹ پر سوار ہو گئے تھے۔ البتہ طواف بیت اللہ کے متعلق روایتیں بہت مختلف ہیں لیکن کسی روایت میں یہ صاف تصریح نہیں ہے کہ حجۃ الوداع کے وقت پہلا طواف جو آنے کے ساتھ آپ نے کیا وہ سواری پر تھا۔ اور حضرت جابرؓ کی روایت میں تصریح ہے کہ حجۃ الوداع میں جو پہلا طواف آپ نے کیا اس کے تین شوط میں رمل کیا اور چار میں مشی اور رمل مشی پیدل ہی میں ہو سکتا ہے سواری پر نہیں۔ بلاشبہ اس کے بعد آپ نے سواری پر طواف کیا ہے۔ جن روایتوں میں سواری پر طواف کا ذکر ہے اس میں یا تو بعد کے طواف کا ذکر ہے۔ یا کسی عمرہ کے طواف کا۔ حضرت عائشہؓ کی روایت میں حجۃ الوداع کا ذکر ہے مگر یہ مذکور نہیں کہ وہ طواف قدوم کا ذکر کرتی ہیں یا دوسرے طواف کا۔ دوسری روایتوں میں تو یہ بھی مذکور نہیں ہے کہ یہ حجۃ الوداع کا ذکر ہے یا کسی عمرہ کا واللہ اعلم

جب حضور صلعم مروہ پر پہنچے تو وہاں بھی قبلہ کی طرف رخ کرکے تکبیر کہی اور تمجید بیان کی۔ اور جس طرح صفا پر آپ نے دعائیں پڑھی تھیں یہاں بھی پڑھیں۔ اس کے بعد صفا کی طرف روانہ ہوئے اس طرح سات مرتبہ آپ نے سعی کی۔ وادی میں جس مقام سے جہاں تک آپ نے سعی کی تھی یعنی تیز چلے تھے۔ ان دونوں مقامات پر نشانیاں بنا دی گئی ہیں جس کو میلین اخضرین کہتے ہیں۔ آخر سعی آپ کی باتفاق مروہ پر تمام ہوئی۔ یعنی صفا سے مروہ تک ایک۔ پھر مروہ سے صفا تک دوسری علیٰ ہٰذا القیاس بعضوں نے کہا ہے کہ صفا سے مروہ تک جانا۔ اور پھر مروہ سے صفا تک آنا یہ دونوں

ملا کر ایک سعی ہوئی۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ ائمہ مذاہب میں سے کسی کا یہ مسلک نہیں ہے۔ اور اسپر اتفاق ہے کہ حضور صلعم کی سعی صفا سے شروع ہوئی اور مروہ پر تمام ہوئی۔ یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب صفا و مروہ کے ایک سفر کو ایک سعی قرار دیجائے۔

مروہ پر تشریعی حکم

جب مروہ پر آپ نے سعی ختم کی تو حکم دیا کہ جسکے پاس ہدی نہ ہو۔ وہ احرام کو ختم کر کے کامل حلال ہو جائے۔ کامل حلال کے یہ معنی ہیں کہ اس کو عورت سے وطی کرنا، خوشبو لگانا، سلا ہوا کپڑا پہننا سب حلال ہے۔ اور جسکے پاس ہدی ہو وہ احرام ختم نہ کرے۔

فسخ الحج بالعمرہ کا اختلاف

صحابہ کرام میں بعضوں کی نیت عمرہ کی تھی بعض نے حج اور عمرہ کی ساتھ نیت کی تھی حضورؐ نے حکم دیا کہ جس کے پاس ہدی نہ ہو وہ حلال ہو جائے۔ اور جسکے پاس ہدی ہو وہ احرام پر قائم رہے۔ اب جن کی نیت صرف عمرہ کی تھی وہ طواف اور سعی سے فارغ ہو چکے تھے لہٰذا ان کے حلال ہو جانے میں کوئی اشتباہ باقی نہ تھا لیکن جن کی نیت حج یا حج و عمرہ کی ساتھ تھی۔ اور اُن کے ساتھ ہدی نہ تھی اُن کو تردد ہوا حضورؐ نے فرمایا کہ اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو ہم بھی حلال ہو جاتے۔ اور آپ نے سب کو بتا کید حلال ہو جانے کا حکم دیا۔ اس لیئے جن اصحاب کے پاس ہدی نہ تھی ان میں سے کسی نے حلق کرایا اور کسی نے قصر مگر احرام سے باہر ہو کر حلال ہو گئے۔ حضورؐ کا یہ حکم اور صحابہ کا یہ فعل ثابت ہے لیکن ائمہ مجتہدین میں اختلاف یہ ہو گیا کہ حضورؐ کا یہ حکم صحابہ کرام کے لیئے خاص تھا یا سارے مسلمانوں کیلیئے ہمیشہ کے واسطے یہی حکم ہے۔ امام احمد اور اُن کے مقلدین ابن تیمیہ اور ابن قیم کہتے ہیں کہ سب کے لیئے یہی حکم ہے۔ مگر امام شافعی امام مالک اور امام ابوحنیفہ اور اکثر فقہاء امصار کہتے ہیں کہ یہ حکم صرف صحابہ کے لیئے تھا۔ دونوں طرف اس باب میں مباحث طویلہ ہیں۔ ہم بعض روایات کو جن پر مباحث کا مدار ہے ذیل میں لکھدیتے ہیں۔

حکم کے عام ہونے کی دلیلیں

جو لوگ فسخ الحج بالعمرہ کے جواز یا وجوب کے قائل ہیں۔ اور اس حکم کو سب کے لیئے عام کہتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے پہلے مقام سرف میں صحابہ سے فرمایا کہ

جس کے پاس ہدی نہ ہو تو میرے نزدیک بہتر ہے کہ وہ عمرہ کرے۔ اور جس کے پاس ہدی ہو وہ یہ نہ کرے۔ اس میں گو من وجہ تخیر ہے لیکن عمرہ کی ترجیح ظاہر ہے۔ اس کے بعد مکہ آکر آپ نے حتماً حکم دیا کہ جس کے پاس ہدی نہ ہو وہ حلال ہو جائے اور جس کے پاس ہدی ہو وہ اپنے احرام پر قائم رہے۔ سراقہ بن مالک نے سوال کیا کہ یا رسولؐ اللہ یہ اس سال کیلئے خاص حکم ہے۔ یا ہمیشہ کیلئے عام ہے حضورؐ نے فرمایا کہ ہمیشہ کیلئے عام ہے ابن قیم کہتے ہیں کہ فسخ الحج بالعمرہ کے حکم کو خود رسولؐ اللہ سے رسولؐ اللہ کے چودہ صحابی نے روایت کیا ہے۔ اور سب کی حدیثیں نہایت صحیح ہیں۔ وہ صحابہ یہ ہیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ ام المومنین حضرت حفصہؓ حضرت علی بن ابی طالبؓ۔ حضرت فاطمہؓ بنت رسولؐ اللہ۔ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ جابر بن عبداللہؓ۔ حضرت ابوسعید الخدریؓ حضرت براء بن عازبؓ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت انس بن مالکؓ۔ حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت سبرہ بن معبد الجہنیؓ۔ حضرت سراقہ بن مالک المدلجی رضی اللہ عنہم چنانچہ صحیحین میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسولؐ اللہ اور ان کے اصحاب حج کے لیئے اہلال کہتے ہوئے چار ذی الحجہ کی صبح کو آئے۔ حضور صلعم نے اُن کو حکم دیا کہ صرف عمرہ کر لیں تو یہ بات اُن کو بڑی عظیم معلوم ہوئی۔ پوچھا کہ یا رسول اللہ کیسا حل کریں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ حل تام۔ اور صحیح مسلم کا لفظ ہے کہ حج کا تلبیہ کہتے ہوئے آئے۔ اور بعض روایت میں یہ لفظ ہے کہ اپنے احرام کو عمرہ کا احرام کر لیں سوائے ان لوگوں کے جنکے ساتھ ہدی ہو۔ اور صحیحین میں حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ اور اصحاب نے حج کے لیئے اہلال کہا۔ اور حضور صلعم اور حضرت طلحہؓ کے سوا کسی کے پاس ہدی نہ تھی حضرت علی کرم یمن سے آئے تھے۔ اُن کے ساتھ ہدی تھی۔ اور انہوں نے کہا کہ میں نے اہلال کہا مثل اہلال نبی صلعم کے۔ اس کے بعد حضورؐ نے حکم دیا کہ جس کے ساتھ ہدی ہو اُس کے سوا اور سب عمرہ کر لیں۔ طواف کریں پھر قصر کر کے حلال ہو جائیں صحابہ اس پر کچھ بولنے لگے۔ حضور صلعم نے فرمایا کہ میرے ساتھ اگر ہدی نہ ہوتی تو ہم بھی حلال ہو جاتے ایک روایت کا لفظ ہے کہ فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ ہم تم سے زیادہ متقی ہیں۔ تم سے زیادہ صادق ہیں۔ اور تم سے زیادہ نیکی کرنیوالے ہیں اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو ہم بھی حلال ہو جاتے۔ ایک روایت میں ہے کہ سراقہ بن مالک

بن جشعم رضؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ اس سال کے لیئے ہے یا ہمیشہ کے لیئے - فرمایا کہ ہمیشہ کے لیئے - اور یہ سارے الفاظ نہایت صحیح روایات کے ہیں صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلعم کے ساتھ نکلے تو حج کے سوا کچھ ارادہ نہ تھا پھر جب مکہ آئے تو حضورؐ نے اصحاب کو حکم دیا کہ عمرہ کر لو - تو سب لوگ حلال ہو گئے سوائے ان لوگوں کے جنکے ساتھ ہدی تھی - یہ حدیث بہت طویل ہے اور صحیح مسلم میں حضرت حفصہؓ سے مروی ہے کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ نے اپنی ازواج کو حکم دیا کہ حلال ہو جائیں میں نے کہا کہ آپ کو حلال ہونے سے کس چیز نے روکا - فرمایا کہ میں نے بدنہ کی تقلید کی ہے اس لیئے بغیر نحر کئے حلال نہیں ہو سکتا - ابن قیم لکھتے ہیں کہ سلمہ بن شبیب نے امام احمد صاحب سے کہا کہ آپ کی ساری باتیں اچھی معلوم ہوتی ہے مگر ایک بات - پوچھا کہ وہ کیا - تو کہا کہ آپ حج کو فسخ کر کے عمرہ بنا لینے کا حکم دیتے ہیں - امام احمد نے کہا کہ اے سلمہ ہم تم کو ذی عقل سمجھتے تھے - اس باب میں میرے پاس گیارہ صحیح حدیثیں ہیں - تو کیا ہم ان سب کو صرف تمہارے قول کی وجہ سے چھوڑ دیں - الغرض صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں اس مضمون کی اس کے سوا اور بہت سی حدیثیں ہیں - اور سنن کی روایتیں اس کے علاوہ ہیں - ان سب روایات سے یہ معلوم ہوا کہ حضورؐ نے ان سب صحابہ کو جنکے پاس ہدی نہ تھی حج کے بدلہ عمرہ کرنے کا حکم دیا - اور سراقہ بن مالکؓ کے سوال و جواب نے یہ بات طے کر دی کہ یہ حکم ہمیشہ کے لئے عام ہے - یہ حکم صحابہ کے لیئے مخصوص نہ تھا - اور سنن میں حضرت براء بن عازبؓ کی روایت ہے کہ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم نے حج کی نیّت کی ہے تو صرف عمرہ کر کے احرام کیسے توڑ دیں - اس پر حضورؐ ناراض ہوئے اور فرمایا کہ جو ہم کہتے ہیں کرو - اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو ہم بھی یہی کرتے -

صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ ہملوگ مکّہ آئے اور حضور صلعم نے حکم دیا تو ہم لوگ حلال ہو گئے پھر یوم الترویہ یعنی ۸ - ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھا - اور انہیں حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ سے مروی ہے کہ ہم یمن سے آئے - اور حضورؐ بطحا میں تھے تو پوچھا کہ کس چیز کا تم نے احرام باندھا ہے - میں نے کہا کہ میں نے احرام باندھا ہے کہ میرا اہلال مثل اہلال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے

پوچھا کہ کیا تمہارے ساتھ ہدی ہے یں نے کہا کہ نہیں تو حضورؐ کے حکم پر میں نے طواف کیا پھر صفا و مروہ کے درمیان سعی کی۔ اس کے بعد حلال ہو جانے کا حضورؐ نے حکم دیا۔ اور صحیح مسلم میں ہے۔ کہ کسی نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ یہ کیا فتویٰ ہے کہ جس نے طواف کیا وہ حلال ہو جائے۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ یہ تمہارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

دلائل تخصیص حکم بصحابہ

عبداللہ بن الزبیر الحمیدی روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ فسخ حج کا حکم رسول اللہ صلعم نے خاص ہم لوگوں کو دیا تھا۔

اور وکیع روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہملوگوں کے بعد کسی کو یہ جائز نہیں ہے کہ حج کو عمرہ کرلے۔ یہ صرف اصحاب رسولؐ اللہ کے لئے رخصت تھی۔ مسند بزار میں ہے کہ زید بن شریک نے حضرت ابوذرؓ سے کہا کہ آپ تو رسول اللہ صلعم کے ساتھ تھے۔ تمتع کا کیا حکم تھا فرمایا کہ وہ تمہارے لیئے نہیں ہے وہ صرف ہملوگوں کے لیئے رخصت تھی۔ اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ابوذرؓ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ متعہ حج میں اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لیئے خاص تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ہم لوگوں کے لیئے رخصت تھی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ دو متعہ ہے دونوں صحیح نہیں ہے لیکن ہم لوگوں کے لیئے خاص تھا یعنی متعۃ النسا اور متعۃ الحج۔ اور ایک روایت میں ہی کہ وہ ہم لوگوں کے لیئے خاص تھا تم لوگوں کے لیئے نہیں ہے۔ اور سنن نسائی میں باسناد صحیح مروی ہی کہ متعہ حج میں تم لوگوں کے لیئے نہیں ہے اور تم کو اس سے کچھ علاقہ نہیں ہی وہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے رخصت تھی۔ اور ابوداؤد و نسائی میں ہلال بن الحارثؓ سے مروی ہے کہ میں نے پوچھا کہ یا رسولؐ اللہ فسخ الحج الی العمرہ ہملوگوں کے لیئے خاص ہے یا سب کے لیئے عام ہے تو فرمایا کہ تم لوگ کے لئے خاص ہے۔ اور امام احمد و ابوداؤد نے بسند صحیح روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے متعۃ الحج کے بارہ میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ یہ ہم لوگوں کیلیئے خاص تھا تمہارے لیئے نہیں ہے۔

وہ حدیثیں جو فسخ الحج کے معارض ہیں

جو روایتیں تخصیص کے ثبوت میں مذکور ہوئیں وہ سب آثار صحابہ ہیں سوائے بلال بن الحرث کی روایت کے وہ مرفوع ہے۔ اور وہ سنداً بھی گو صحیح ہے مگر اُن تمام روایات صحیحہ کا تنہا معارضہ نہیں کر سکتی جو فسخ الحج کے دلیل میں ذکر کی گئیں کیونکہ سنداً بھی اُن روایات کی قوت کو نہیں پہنچ سکتی لیکن تخصیص کی بابت فسخ الحج کے معارض اور روایتیں بھی ہیں صحیح مسلم میں امام زہری کی روایت عروہ سے ہے۔ وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ ہم لوگ رسول اللہؐ کے ساتھ حجۃ الوداع میں نکلے۔ تو بعضوں نے عمرہ کے لیئے اہلال کیا بعضوں نے حج کے لیئے جب مکہ آئے تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جس نے عمرہ کا احرام باندھا ہو اور اس کے ساتھ ہدی نہ ہو وہ حلال ہو جائے اور جس نے عمرہ کا احرام باندھا ہو اور اس کے ساتھ ہدی ہو وہ حلال نہ ہو جب تک ہدی کا نحر نہ کرے اور جس نے حج کے لیئے اہلال کیا ہو وہ حج پورا کرے۔ اس میں دوسری روایت مالکؒ کی ہے ابوالاسود سے وہ عروہ سے وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ حجۃ الوداع کے لیئے رسول اللہؐ کے ساتھ نکلے تو کسی نے عمرہ کا اہلال کیا کسی نے حج و عمرہ دونوں کا کسی نے صرف حج کا اور رسول اللہ نے حج کے لیئے اہلال کیا۔ تو جنہوں نے عمرہ کا اہلال کیا وہ حلال ہو گئے۔ لیکن جنہوں نے حج کا اہلال کیا۔ یا حج و عمرہ دونوں کا وہ یوم النحر تک حلال نہ ہوئے۔

ابن ابی شیبہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہؐ کے ساتھ حج کے لیئے نکلے تو تین قسم کے لوگ تھے کسی نے حج و عمرہ دونوں کی نیت کی۔ کسی نے صرف حج کی کسی نے صرف عمرہ کی جن لوگوں نے حج و عمرہ کی ساتھ نیت کی تھی وہ بالکل حلال نہ ہوئے جب تک انھوں نے مناسک حج کو پورا نہ کیا۔ اور جنہوں نے صرف حج کی نیت کی تھی وہ بھی بالکل حلال نہ ہوئے جبتک انھوں نے مناسک حج کو پُورا نہ کیا جن لوگوں نے صرف عمرہ کی نیت کی تھی وہ جب بیت اللہ کا اور صفا و مروہ کا طواف کر چکے تو حلال ہو گئے۔ اور پھر مستقل حج کیا۔ صحیح مسلم میں عروہ بن الزبیرؓ کی ایک بہت طویل روایت ہے اس کے آخر میں حضرت عروہ کہتے ہیں کہ گذشتہ لوگوں میں سے کسی کو میں نے

نہیں دیکھا مگر یہ کہ جب وہ (مکّہ میں) قدم رکھتے تو سب سے پہلے طواف کرتے اور حلال نہیں ہوتے اور میں نے اپنی ماں اور خالہ کو دیکھا کہ جب وہ آتیں تو طواف سے پہلے کچھ نہ کرتیں۔ دونوں سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کرتیں۔ اور حلال نہ ہوتیں۔

ظاہر ہے کہ یہ روایتیں فسخ الحج کے بالکل معارض ہیں۔ اور جو آثار و روایات تخصیص حکم فسخ بصحابہؓ کے ثبوت میں لکھے گئے اُن کے بھی خلاف ہیں کیونکہ اُن روایات سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ جن صحابہ نے حج کی نیّت کی تھی وہ طواف کے بعد حلال ہوئے اور ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جن صحابہ نے حج کی نیّت کی تھی وہ حلال نہ ہوئے حلال صرف وہ ہوئے جنھوں نے صرف عمرہ کی نیّت کی تھی۔ ان روایات میں شدید تعارض ہونے کی وجہ سے پیچھے علمار مجتہدین بھی مختلف الرائے ہو گئے اکثر ائمہ کہتے ہیں کہ حدیثیں سب متعارض ہیں اس لئے نیّت کے بعد ابطال عمل کا حکم نہیں دیا جاسکتا لیکن امام احمد صاحبؒ قوت سند کی بنا پر فسخ الحج بالعمرہ کی روایتوں کو ترجیح دیتے ہیں واللہ اعلم

بہرکیف کثیر مستند روایات سے یہ ثابت ہے کہ جن حضرات کے ساتھ ہدی نہ تھی وہ سعی کے بعد رسول اللہ صلعم کے حکم کے موافق حلال ہو گئے لیکن خود حضورؐ حلال نہ ہوئے اِس لئے کہ آپکے ساتھ ہدی تھی۔ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ۔ حضرت عمر فاروقؓ۔ حضرت علی کرمؓ حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ بھی حلال نہ ہوئے کیونکہ ان سب حضرات کے ساتھ ہدی تھی۔ رسول اللہ صلعم کی ازواج مطہرات سب حلال ہو گئیں۔ حضرت عائشہؓ کے حلال ہونے کے بارہ میں صحیح مسلم کی روایت لکھ چکا ہوں مگر اُن میں بعض علمار کو شبہ ہے حضرت فاطمہؓ حلال ہو گئی تھیں اُن کے ساتھ ہدی نہ تھی۔ مگر حضرت علی کرم حلال نہ ہوئے کیونکہ وہ یمن سے آئے تھے اور اُن کے ساتھ ہدی تھی۔ اور اُن کو رسول اللہ نے احرام باقی رکھنے کا حکم دیا تھا۔ حضرت علی کرم عراق میں فرمایا کرتے تھے کہ ہم گئے تو دیکھا کہ حضرت فاطمہؓ کنگھی کرکے سرمہ لگا کر اور خوشبو لگا کر رنگین کپڑے پہنے ہوئے ہیں تو میں نے تعجب کیا اور مجھکو یہ بات ناگوار ہوئی۔ اُنہوں نے کہا کہ مجھ کو میرے والد نے یہ حکم دیا ہے میں نے۔ اس کے بعد رسولؐ اللہ سے دریافت کیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں میں نے حکم دیا ہے۔

حج کا بقیہ حال

مروہ سے اتر کر حضورؐ نے مکہ سے باہر قیام فرمایا۔ اور تمام اصحاب یوم الترویہ یعنی آٹھ ذی الحجہ تک آپ کے ساتھ وہیں رہے۔ اتوار۔ سوموار۔ منگل۔ بدھ یہ چار روز آپ نے وہاں قیام فرمایا۔ اور اس درمیان میں برابر نماز قصر ادا کرتے رہے۔ جمعرات کے روز یعنی آٹھ ذی الحجہ کو صبح کے وقت آفتاب بلند ہونے کے بعد تمام اصحاب کے ساتھ منیٰ[1] کی طرف روانہ ہوئے۔ جو لوگ حلال ہو گئے تھے اُنہوں نے یہیں سے ۸۔ ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھا۔ احرام کے لیئے یہ لوگ مسجد نہ گئے بلکہ مکہ سے باہر ہی احرام باندھا۔ منیٰ میں پہنچکر آپ نے ظہر اور عصر کی نماز پڑھی اور رات کو وہیں رہے۔ یہ جمعہ کی رات تھی۔ پھر جمعہ کے روز جب آفتاب طلوع ہوا تو ضب[2] کے راستہ سے عرفہ[3] کی جانب روانہ ہوئے۔ راستہ میں بعض اصحاب تلبیہ کہتے تھے بعض تکبیر آپ سنتے تھے مگر کسی کو منع نہ کرتے تھے۔ عرفات کے پورب جانب اُس وقت ایک قریہ تھا جس کا نام نمرہ[4] تھا۔ آپ کے حکم سے وہیں آپ کا قبہ نصب ہوا تھا اُس میں آپ اترے۔ آفتاب ڈھلنے کے بعد آپ کا ناقہ قصوی آیا۔ اس پر سوار ہوئے اور وہاں سے عرفہ کے بطن وادی میں آئے اور وہاں اونٹ ہی پر وہ خطبہ عظیمہ ارشاد فرمایا جو اسلام کی سب سے بڑی دولت ہے۔

عرفہ کا خطبہ

اس خطبہ میں حضورؐ نے اسلام کے قواعد کو محکم اور مقرر کیا۔ کفر اور جاہلیت کے قواعد کو منہدم کیا۔ اور اس خطبہ میں آپ نے اُن حرمت کی تقریر کی جو تمام ملتوں میں باتفاق

---

[1] منیٰ بکسر میم حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ یہاں حضرت جبرئیل نے حضرت آدم سے پوچھا کہ کیا تمنا رکھتے ہیں فرمایا جنّت اس لیئے اس کا نام منیٰ ہوا تمنا سے۔ اور منیٰ کے معنی بہانا بھی ہے یہاں خون بہایا جاتا ہے اِس لیئے اس کو منیٰ کہا واللہ اعلم

[2] ضَب بفتح ضاد معجمہ ۱۲ منہ

[3] عرفہ زمان و مکان دونوں معنی میں آتا ہے لیکن عرفات بصیغۂ جمع مخصوص مکان کے معنی میں آتا ہے۔ اِسکو عرفات اِس لیئے کہتے ہیں کہ حضرت آدم اور حوا کا ہبوط کے بعد یہیں تعارف ہوا تھا اور عرف بسکون را مہملہ اچھی بو کو کہتے ہیں۔ چونکہ قربانی کے ایام میں منیٰ میں تعفّن پیدا ہو جاتا ہے اور یہاں کی ہوا اچھی رہتی ہے اسلیئے اسکو عرفات کہتے ہیں اس لیئے یہ لفظ یا تعارف سے مشتق ہے یا عرف سے کذا فی شرح سفر السعادت واللہ اعلم ۱۲ منہ

[4] نمرہ بفتح نون و کسر میم و فتح را مہملہ ایک قریہ کا نام ہے یا ایک پہاڑ کا کذا فی القاموس واللہ اعلم ۱۲ منہ

حرام ہے فرمایا کہ تمہارا خون - تمہارے اموال - اور تمہاری آبرو حرام ہیں ایک کی دوسرے پر - اس خطبہ میں آپ نے تمام رسوم جاہلیت کو اپنے پیروں کے نیچے کیا یعنی ہمیشہ کے لئے اس کے مٹنے کا اعلان فرمایا - اس خطبہ میں آپ نے جاہلیت کی سود خواری کو بالکل مٹادیا اور باطل کر دیا - اس خطبہ میں آپ نے اپنی امّت کو وصیّت کی کہ عورتوں کے ساتھ ہمیشہ اچھا سلوک کرو پھر تشریح فرمادی کہ عورتوں کے حقوق مردوں پر اور مردوں کے حقوق عورتوں پر کیا ہیں - اُس میں حضورؐ نے مردوں کو اختیار دیا کہ وہ عورتوں کو مار سکتے ہیں اور اُن کی تنبیہ کر سکتے ہیں اگر وہ ایسے مردوں کو گھر میں آنے دیں جن کا آنا اُن کے شوہر ناپسند کرتے ہوں -

آپ نے اس خطبہ میں اپنی تمام اُمت کو وصیّت کی کہ کتاب اللہ کو پکڑے رہیں - اور فرمایا کہ جبتک لوگ اس کتاب کو پکڑے رہیں گے گمراہ نہ ہوں گے -

خطبہ تمام ہونے کے بعد آپ نے لوگوں سے کہا کہ تم سے یہ سوال کیا جائے گا کہ یہ سب احکام تم لوگوں کو پہنچے یا نہیں تو تم لوگ کیا شہادت دوگے - سب نے کہا کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپنے خدا کے احکام پہنچا دیئے - آپ نے اپنا حق ادا کر دیا - اور آپ نے پوری طرح نصیحت کردی اسکے بعد حضور صلعم نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور تین مرتبہ فرمایا - کہ خداوندا تو گواہ رہ - خداوندا تو گواہ رہ - خداوندا تو گواہ رہ -

اس کے بعد آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ جو لوگ حاضر ہیں وہ اِن تمام احکام کو اُن لوگوں تک پہنچادیں جو حاضر نہیں ہیں -

ابن حزم نے لکھا ہے کہ اسی خطبہ کے وقت حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ماں ام الفضل بنت الحارث الہلالیہؓ نے آپ کی خدمت میں دودھ بھیجا جو آپ نے پی لیا لیکن ابن قیم کہتے ہیں کہ یہ وہم ہے - دودھ پینے کا قصّہ اس کے بعد کا ہے صحیحین میں حضرت میمونہؓ کی روایت ہے کہ لوگوں کو اس میں شک ہوا کہ رسول اللہ آج روزہ سے ہیں یا نہیں - تو آپ کے پاس جبکہ آپ موقف میں تھے دودھ بھیجا گیا - اور ایک روایت میں ہے کہ جب آپ عرفہ میں واقف تھے - اور خطبہ کی جگہ موقف

نہیں ہے۔ آپ نمرہ میں مقیم ہوئے۔ اور عرنہ میں خطبہ دیا۔ اس کے بعد موقف میں جا کر وقوف کیا یہ سب مقامات علیحدہ علیحدہ ہیں۔

جب خطبہ تمام ہوا تو آپ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا۔ انہوں نے اذان کہی۔ پھر اسکے بعد اقامت کہی۔ اور آپ نے اس روز دو رکعت نماز ظہر کی پڑھی۔ اس میں قرارت آہستہ پڑھی حالانکہ جمعہ کا دن تھا۔ مگر آپ نے جمعہ نہ پڑھا۔ اس کے بعد دوسری اقامت ہوئی اور آپ نے عصر کی بھی دو رکعت نماز پڑھی۔

وقوف عرفہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ موقف میں آئے۔ پہاڑ کے نیچے صخرات کے پاس قبلہ رو ہو کر کھڑے ہوئے اور جبل مشاۃ آپ کے سامنے تھا۔ آپ اونٹ پر سوار تھے۔ اور نہایت گریہ وزاری کے ساتھ دعا کرتے رہے اسی طرح غروب آفتاب تک دعا کرتے رہے۔ اور فرمایا کہ ہم نے اس جگہ وقوف کیا لیکن عرفہ کل موقف ہے۔ اور فرمایا کہ حج یوم عرفہ ہے۔ اور بہترین دعا یوم عرفہ کی دعا ہے۔ دعا کے وقت آپ سینہ تک ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے جس طرح فقیر کھانا مانگتے وقت اُٹھاتا ہے۔ اِس وقت کی دعائیں آپ کی احادیث صحیحہ میں مروی ہیں۔

دین کی تکمیل یہیں یہ آیت نازل ہوئی الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا آج ہمنے تمہارے دین کو تمہارے لئے مکمل کر دیا۔ تمہارے اوپر اپنی نعمت پوری کی اور تمہارے لیئے دین اسلام کو پسند کیا۔ یہ اس امر کا اشارہ تھا کہ خدا نے جس مقصد کے لیئے آپ کو دنیا میں بھیجا تھا وہ پورا ہو چکا۔ آپ کے ذریعہ سے جو احکام خداوندی آنے تھے وہ آگئے۔ اسلیئے اب دنیا میں آپ کے رہنے کی ضرورت باقی نہ رہی۔

محرم کا انتقال یہیں ایک صحابی جو احرام کی حالت میں تھے سواری سے گر گئے اور ان کا انتقال ہو گیا حضور صلعم نے حکم دیا کہ اُن کو غسل دیا جائے۔ اور احرام ہی کے کپڑہ کو کفن بنایا جائے۔ خوشبو نہ لگائی جائے۔ اور سر و چہرہ ان کا چھپایا نہ جائے۔ اور فرمایا کہ یہ قیامت کے روز تلبیہ کہتے ہوئے اُٹھیں گے۔ اسی بنا پر امام احمد صاحب امام شافعی اور اسحاق کہتے ہیں کہ موت سے

احرام نہیں ٹوٹتا۔ مگر امام ابو حنیفہ۔ امام مالک اور امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ یہ صحابی مذکور کے لئے خاص حکم تھا ورنہ خداوند کریم فرماتا ہے اذا مات احدکم انقطع عملہ الا من ثلث یعنی جب تم میں کا کوئی مر جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے۔

مزدلفہ و منیٰ

جب غروب آفتاب کے بعد شفق کی زردی چھپ گئی تو آپ عرفہ سے روانہ ہوئے حضرت اسامہ بن زیدؓ کو آپ نے اپنے ساتھ اونٹ پر بٹھا لیا۔ اور آہستہ آہستہ وہاں سے چلے۔ اور صحابہ سے فرمایا کہ تیزی میں بھلائی نہیں ہے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ آپ ضب کے راستہ سے عرفہ گئے تھے۔ اور مأزمین کے راستہ سے واپس ہوئے۔ یہ آپ کا ہمیشہ قاعدہ تھا کہ عیدین میں جس راستہ سے مصلے پر جاتے تھے واپس اُس راستہ سے نہ ہوتے تھے بلکہ دوسرا راستہ اختیار فرماتے تھے۔ راستہ میں آپ کے اونٹ کی چال نہ بہت تیز تھی نہ بہت سست۔ جب کسی بلندی پر چڑھنا ہوتا تھا تو باگ ذرا ڈھیلی کر دیتے۔ اور سارے راستہ میں برابر تلبیہ کہتے جاتے تھے کسی وقت آپ نے تلبیہ بند نہ کیا۔ راستہ میں ایک جگہ اتر کے پیشاب کیا۔ اور ہلکا وضو کیا۔ حضرت اسامہؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ نماز کا وقت ہے فرمایا کہ نماز کی جگہ آگے آتی ہے۔ جب مزدلفہ میں پہنچے تو فوراً مکمل وضو کیا۔ اور موذن کو اذان کے لیئے حکم دیا انہوں نے اذان اور اقامت کہی۔ اور آپنے مغرب کی نماز پڑھی۔ یہ اونٹ کو کھولنے اور اسباب اتارنے سے پہلے مغرب کی نماز سے فارغ ہوکر لوگوں نے اونٹ کھولا۔ اسباب اُتارا۔ اور اُس کا انتظام کیا۔ اُس کے بعد پھر اقامت ہوئی تب آپ نے عشا کی نماز پڑھی۔ بعض روایات میں ہے کہ عشاء کے لیئے اذان بھی جدید ہوئی۔ اور بعض میں ہے کہ اقامت بھی ایک ہی ہوئی۔ مگر راجح اور قوی یہی ہے کہ اذان ایک ہوئی اقامت دو۔

اِس کے بعد حضورؐ سو گئے۔ اور رات کی نماز کے لیئے نہ اٹھے جیسا کہ آپ کا روزانہ معمول تھا بلکہ صبح کی نماز کیلئے اُٹھے۔ یوں بھی عیدین کی شب میں نماز کے لیئے آپ کا اُٹھنا کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں ہے۔

رات ہی کے وقت آپ نے اپنے اہل میں سے کمزوروں کو منیٰ روانہ کر دیا اور منع کر دیا کہ رمی جمار

طلوع آفتاب سے پہلے نہ کریں۔ یہ روایت صحیح ہے ترمذی نے اس کی تصحیح کی ہے۔ اور صحیحین کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ضعفار بنی عبد المطلب کو آپ نے بھیجا تھا حضرت ابن عباسؓ بھی اُن کے ساتھ گئے تھے۔ اور ازواج رسول اللہ صلعم میں سے صرف حضرت سودہؓ اُن کے ساتھ گئی تھیں۔ اور سب ازواج مطہرات حضورؐ کے شامل تھیں مسند امام احمدؒ کی ایک روایت کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی المطلب کے لڑکے حضرت ابن عباسؓ کے ساتھ بھیجے گئے تھے۔ اور حضرت سودہؓ بھی اجازت لیکر انہیں کے ساتھ گئی تھیں۔ اور حضورؐ نے فرمایا تھا کہ اے لڑکو طلوع آفتاب سے پہلے رمی جمار نہ کرو۔

لیکن حضرت عائشہؓ کی روایت ابو داؤد اور مسند امام احمد میں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ام سلمہؓ نے طلوع فجر سے پہلے رمی جمار کیا۔ یا دارقطنی کی روایت ہے کہ حضورؐ نے ازواج مطہرات کو حکم دیا کہ رات کے وقت رمی جمار کریں امام احمد صاحبؒ اور دوسرے محدثین نے ان روایات کی صحت سے انکار کیا ہے۔ کیونکہ صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے ثابت ہے کہتی ہیں کہ مزدلفہ میں حضرت سودہؓ نے اجازت لے لی اور ہجوم کے قبل چلی گئیں۔ ہم سب رہ گئے اجازت نہ لیا۔ اور صحیحین سے ثابت ہے کہ حضورؐ نے اپنے اہل میں سے کمزوروں کو رات کے وقت بھیجا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ ان کے ساتھ گئے تھے اور حضرت سودہؓ بھی انہیں کے ساتھ گئی تھیں لیکن اور سب ازواج مطہرات آپ کے ساتھ رہیں۔ صرف صحیح مسلم کی ایک روایت ہے کہ حضرت ام حبیبہؓ بھی گئی تھیں۔ ہوسکتا ہے کہ کمزوروں میں وہ بھی داخل ہوں اور وہ بھی گئی ہوں واللہ اعلم

فجر طلوع ہونے کے بعد اوّل وقت اذان واقامت کے ساتھ آپ نے صبح کی نماز پڑھی۔ پھر وہاں سے سوار ہوکر موقف میں مشعر حرام کے پاس آئے۔ اور دعا وگریہ وزاری۔ اور تکبیر وتہلیل میں مشغول رہے حتیٰ کہ خوب صاف ہوگیا مگر آفتاب طلوع نہیں ہوا تھا۔ اور آپ نے فرمایا کہ مزدلفہ کل موقف ہے۔ یہاں سے اس کے بعد روانہ ہوئے تو ساتھ سواری پر فضل ابن عباسؓ کو لے لیا اور اسامہ بن زیدؓ پیدل چلے۔ اور راستہ میں حضورؐ برابر تلبیہ کہ رہے تھے حضورؐ نے حضرت ابن عباسؓ کو حکم دیا کہ میرے لیئے سات کنکریاں یہاں سے چن لو۔ نہ یہ کنکریاں اُسی روز پہاڑ سے توڑی گئی تھیں۔ جیساکہ عام قاعدہ

ہو گیا ہے نہ رات کے وقت چن کر رکھی گئی تھیں۔ آپ نے ان کنکریوں کو اپنے دست مبارک میں لیکر فرمایا کہ اسی طرح کی کنکریوں سے رمی جمار کرو۔ اور غلو فی الدین سے بچو۔ پہلی قومیں غلو فی الدین کی وجہ سے برباد ہوئیں۔ اسکے بعد جب حضورؐ بطن محسر[1] میں آئے تو اونٹ کو تیز کر دیا۔ حضورؐ کا قاعدہ تھا کہ جب کسی ایسے مقام میں پہنچتے تھے جہاں کسی قوم پر عذاب الٰہی نازل ہوا ہے تو وہاں سے گزر جانے میں جلدی کرتے تھے۔ جیسا کہ تبوک جاتے ہوئے جب مقام حجر میں پہنچے جو قوم ثمود کی جگہ ہے تو آپ نے چہرۂ مبارک پر کپڑا ڈال لیا۔ اور وہاں سے نکل جانے میں جلدی کی۔ یہ وادی محسر وہ مقام ہے جہاں اصحاب فیل تباہ ہوئے۔ خداوند کریم نے ان کا ذکر الم ترکیف کی سورہ میں کیا ہے۔ وادی محسر منیٰ اور مزدلفہ کے درمیان برزخ ہے۔ نہ منیٰ کا جز ہے نہ مزدلفہ کا جس طرح عرنہ عرفہ اور مشعر کے درمیان برزخ ہے۔ ان مقامات میں سے منیٰ تو حرم میں بھی داخل ہے اور مشعر بھی ہے۔ وادی محسر حرم میں داخل ہے مگر مشعر نہیں ہے۔ مزدلفہ حرم میں بھی ہے اور مشعر بھی۔ عرنہ حل میں ہے نہ حرم میں ہے نہ مشعر ہے عرفہ حل میں ہے مگر مشعر ہے۔

حضورؐ یہاں سے بیچ کے راستہ سے چلے جو جمرہ کبریٰ کے پاس پہنچتا ہے۔ جب آپ منیٰ میں آئے تو اسفل وادی میں ٹھہرے۔ منیٰ کو آپ نے اپنے داہنے کیا۔ اور بیت کو بائیں۔ اور جمرہ کی طرف رُخ کیا پھر اونٹ ہی پر سے آپ نے کنکریاں ماریں۔ آپ ایک ایک کنکری پھینکتے تھے۔ اور ہر دفعہ تکبیر کہتے تھے یہ رمی جمار آپ نے آفتاب طلوع ہونے کے بعد کیا۔ اور یہیں سے آپ نے تلبیہ موقوف کیا۔ رمی کے

---

[1] محسّر بضم میم و کسر سین مہملہ مشدّدہ حسر کے معنی عاجز اور منقطع ہو جانے کے ہیں چونکہ اس وادی میں اصحاب فیل عاجز ہو گئے اور ان کے ہاتھی نکل نہ سکے اس لیئے اس وادی کا نام محسر ہو گیا۔ یہ صحیح روایات سے ثابت ہے کہ حضورؐ نے اس وادی سے نکل جانے میں عجلت کی مگر اس میں رائیں مختلف ہیں کہ عجلت کا سبب کیا تھا صحیح وہی ہے جو کتاب میں مذکور ہے مگر بعض کہتے ہیں کہ کفّار یہاں وقوف کرتے تھے اس لئے حضورؐ نے اُن کا خلاف کیا بعض اور کچھ کہتے ہیں۔ لیکن یہ سب قیاسات ہیں اس بارہ میں کوئی قول حضورؐ سے مروی نہیں ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

وقت حضرت اسامہؓ اور حضرت بلالؓ آپ کے پاس تھے۔ ایک اونٹ کی مہار تھامے ہوئے تھے۔ اور ایک اپنے کپڑہ سے آپ پر سایہ کئے ہوئے تھے کیونکہ دھوپ میں تیزی آگئی تھی۔

منیٰ کا خطبہ اس کے بعد حضورؐ منیٰ[۱] تشریف لے گئے اور وہاں ایک عظیم و بلیغ خطبہ[۲] ارشاد فرمایا۔ اور بہت سے احکام کی اس میں تعلیم دی۔ اس خطبہ میں آپ نے یوم النحر کی فضیلت بیان کی۔ مکہ کی حرمت بیان فرمائی اور فرمایا کہ اس بلدہ کو تمام بلاد پر شرف حاصل ہے۔ اس خطبہ میں آپ نے حکم دیا کہ جو شخص کتاب اللہ کے موافق تم کو چلائے اس کی اتباع تم پر ضروری ہے سب کو حکم دیا کہ مناسک کے قواعد میں میری اتباع کرو اور ہم سے سیکھ لو۔ آپ نے حضرت علیؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ہم اس سال کے

---

[۱] منیٰ میں اس جگہ قیام فرمایا جہاں مسجد خیف ہے بفتح خائے معجمہ وسکون یا۔ اور یہیں پر آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ کے وقت ایک معجزہ ظاہر ہوا عبدالرحمٰن بن معاذ تیمی سے ابو داؤد اور نسائی میں مروی ہے فرماتے ہیں کہ اس خطبہ کو منیٰ کے سب آدمی دور و نزدیک کے اپنے اپنے مقامات سے سنتے تھے اس خطبہ کے لئے سب کے کان کھول دیئے گئے تھے واللہ اعلم ۱۲ منہ

[۲] صحیحین میں ابی بکرہؓ سے مروی ہے کہ یوم النحر کے خطبہ میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ زمانہ گردش کر کے اس ہیئت پر آگیا ہے جس پر خدا نے اس کو پیدا کیا اللہ پاک نے بارہ مہینے بنائے ہیں جس میں چار حرمت کے مہینے ہیں تین متواتر یعنی ذوقعدہ ذوالحجہ اور محرم اور چوتھا رجب جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے۔ اس کے بعد حضورؐ نے سوال کیا کہ یہ کون مہینہ ہے سب نے کہا کہ خدا اور خدا کے رسولؐ کو علم ہے۔ آپ تھوڑی دیر ساکت رہے پھر فرمایا کہ کیا یہ ذوالحجہ نہیں ہے۔ سب نے کہا کہ ہاں ہے یا رسول اللہؐ پھر پوچھا کہ یہ کون شہر ہے سب نے کہا کہ خدا اور اس کے رسولؐ کو علم ہے۔ آپ ساکت رہے پھر فرمایا کہ کیا یہ بلدہ یعنی مکہ نہیں ہے۔ سب نے کہا کہ ہاں ہے یا رسول اللہ۔ پوچھا کہ یہ کون دن ہے۔ سب نے کہا کہ خدا اور اس کے رسولؐ کو علم ہے۔ آپ ساکت رہے پھر فرمایا کہ کیا یہ یوم النحر نہیں ہے۔ سب نے کہا کہ ہاں ہے یا رسولؐ اللہ۔ فرمایا کہ تمہارا خون تمہارے اموال اور تمہاری آبرو ایک دوسرے پر حرام ہے مثل حرمت اس روز کے اس بلدہ اور اس مہینہ میں۔ اور فرمایا کہ وہ وقت جلد آئے گا جب تم سب اپنے پروردگار کے سامنے جاؤ گے۔ اور وہ تم سے تمہارے اعمال کے متعلق سوال کرے گا۔ خبردار میرے بعد گمراہ نہ ہو جائیو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ کافر نہ ہو جائیو۔ اور آپس میں ایک دوسرے کا گلا نہ کاٹنے لگیو ۱۲ منہ

بعد حج نہ کرینگے۔ پھر آپ نے مناسک کے قواعد کی تعلیم دی۔ آپ نے سب سے فرمایا کہ میرے بعد کافر نہ بنجانا۔ اور آپس میں ایک دوسرے کی گردن نہ کاٹنا۔ اور آپ نے حکم دیا کہ خدا کے احکام اُن لوگوں کو پہنچاؤ جن کو یہ احکام نہ پہنچے ہوں۔ آپ نے اس روز بھی اپنے خطبہ میں فرمایا کہ جو شخص کوئی گناہ کرتا ہے اس کا وبال اسی کی ذات پر ہوتا ہے۔ پھر اسی خطبہ میں آپ نے ارشاد فرمایا۔

اعبدوا ربکم وصلوا خمسکم وصوموا شهرکم واطیعوا اذا امرکم تدخلوا جنة ربکم۔	تم سب اپنے رب کی عبادت کرو۔ اپنے پانچ وقت کی نماز پڑھو۔ اپنے مہینہ (رمضان کا) روزہ رکھو اور جو تمہیں صاحب امر ہو اس کی اطاعت کرو۔ تو تم سب اپنے رب کی جنت میں داخل ہو گے۔

اسی خطبہ کے وقت آپ سب سے رخصت ہوئے اور اسی لئے صحابہ اس حج کو حجۃ الوداع کہنے لگے۔ اسی جگہ آپ سے پوچھا گیا کہ حلق۔ ذبح۔ اور رمی جمار میں اگر تقدیم و تاخیر ہو جائے تو کیا ارشاد ہے تو حضورؐ نے فرمایا کہ کوئی مضایقہ نہیں ہے یہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے۔ اور اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بھی مروی ہے لیکن اُسامہ بن شریکؓ کی روایت میں طواف و سعی کی تقدیم و تاخیر کا ذکر ہے۔ مگر وہ صحیح نہیں ہے صحیح یہی ہے کہ حلق۔ ذبح۔ اور رمی جمار کے متعلق آپ نے فرمایا لاحرج لاحرج

قربانی خطبہ کے بعد حضورؐ قربانگاہ تشریف لے گئے۔ اور ترسٹھ[۶۳] اونٹ اپنے ہاتھ سے نحر کیا۔ پھر حضرت علی کرم کو حکم دیا کہ سو میں جو باقی رہ گیا ہے وہ تم نحر کردو۔ اور حضرت علی کرم کو یہ بھی حکم دیا کہ گوشت چمڑہ۔ اور تانت وغیرہ سب صدقہ کردو۔ اور فرمایا کہ کھال جدا کرنے والے اور گوشت بنانے والے کی مزدوری اس میں سے نہ دیجائے۔ یہ روایت حضرت جابرؓ کی ہے کہ حضور صلعم نے اپنے دست مبارک سے ترسٹھ[۶۳] بدنہ نحر کیا لیکن صحیحین میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے اپنے ہاتھ سے سات بدنہ نحر کیا۔ بظاہر ان دونوں روایتوں میں تعارض ہے لیکن عروہ بن الحارث الکندیؓ کی روایت ملانے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے حضورؐ نے تنہا سات بدنہ نحر کیا۔ اور پھر ترسٹھ[۶۳] پورا ہونے میں جتنا

ل ترسٹھ[۶۳] اونٹ آپ نے اپنے ہاتھ سے اپنی عمر شریف کے مطابق قربان کیا یعنی ہر سال کے بدلہ ایک واللہ اعلم۱۲

باقی تھا اُس میں حضرت علی کرم کو شریک کیا یعنی ملکر نحر کیا۔ اوپر سے حضورؐ حربہ چلاتے تھے اور نیچے سے حضرت علی کرم ترسٹھ۶۳ پورا ہونے کے بعد حضور صلعم وہاں سے ہٹ گئے۔ اور سوؐ میں جتنا باقی رہ گیا تھا۔ وہ حضرت علی کرم نے تنہا نحر کیا۔ امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت علی کرم سے ایک روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے اپنے ہاتھ سے تیس۳۰ بدنہ نحر کیا۔ یہ روایت تمام روایات صحیحہ کے خلاف ہے۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ سات حضورؐ نے پہلے تنہا نحر کیا ہو۔ پھر ترسٹھ۶۳ جیسا کہ حضرت جابرؓ کی روایت ہے اسکے علاوہ نحر کیا ہو اور اُس میں حضرت علی کرم کو شریک کیا ہو تو اس صورت میں حضرت علی کرم نے سوؐ پورا کرنے کے لئے جو تنہا نحر کیا اُس کی تعداد تیس۳۰ رہ جاتی ہے اور شاید اسی کو اُلٹ کر راوی نے رسول اللہ صلعم کی طرف منسوب کر دیا ہو۔ واللہ اعلم

حضورؐ نے بدنہ کو قربگاہ میں نحر کیا لیکن فرمایا کہ منیٰ سب منحر ہے۔ اسی طرح عرفہ میں موقف کی جگہ وقوف کیا اور فرمایا کہ عرفہ کل موقف ہے۔ مزدلفہ میں مشعر کے پاس وقوف کیا اور فرمایا کہ مزدلفہ کل موقف ہے۔

حلق راس

جب حضورؐ قربانی سے فارغ ہوئے تو حلاق یعنی سر مونڈنے والے کو بلایا۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ لوگوں کا بیان ہے کہ معمر بن عبداللہ بن حنظلہ بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضورؐ کا سر حلق کیا تھا۔ حضورؐ کے حکم سے پہلے اُنھوں نے داہنی طرف کا بال کاٹا۔ اُس کو حضورؐ نے حاضرین پر تقسیم کر دیا۔ پھر بائیں طرف کا کاٹا وہ حضورؐ نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ یہ صحیح مسلم کی روایت ہے لیکن بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سب سے پہلے حضورؐ کا موئے مبارک حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو ملا۔ اس میں کوئی تعارض نہیں ہے اس لئے کہ داہنی طرف کی تقسیم میں بھی پہلے حضرت ابوطلحہؓ کو ملا ہوگا۔

صحیح مسلم میں حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ داہنی طرف کا موئے مبارک حضور صلعم نے حضرت ابوطلحہؓ کو دیا۔ پھر بائیں طرف کا بھی اُن کو دیا اور کہا کہ اس کو تقسیم کر دو۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوطلحہؓ کا خاص حصہ داہنی طرف کا ہوا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں اختلاف ہوگیا ہو

سفیان بن عیینہ جو روایت کرتے ہیں اُس میں ہے کہ حضرت ابو طلحہؓ کا خاص حصہ داہنی جانب کا تھا۔ اور ابن عون ابن سیرین کے واسطہ سے جو روایت کرتے ہیں جس کا بخاری کی روایت میں اوپر ذکر ہوا اُس سے بھی اس کی تقویت ہوتی ہے۔ لیکن ابن سیرین ہی سے اس کو دوسرے لوگوں نے روایت کیا ہے اُس میں ہے کہ حضرت ابو طلحہؓ کو خاص بائیں جانب کا ملا تھا واللہ اعلم اسکے بعد حضورؐ نے ناخون ترشوائے۔ اور اس کو بھی تقسیم کر دیا۔

طواف افاضہ افاضہ کے معنی لغت میں دفع۔ رجوع اور تفرق کے آتے ہیں۔ حلق سے فارغ ہو کر حضورؐ منیٰ سے سوار ہو کر مکہ آئے۔ اور سواری پر طواف افاضہ کیا اُسی کو طواف افاضہ بھی کہتے ہیں۔ اور طواف زیارت بھی۔ طواف صدر بھی۔ طواف رکن بھی۔ طواف یوم النحر بھی۔ صحیح یہ ہے کہ اس روز آپ نے صرف یہی طواف کیا۔ اور دن کے وقت ظہر سے پہلے طواف کیا۔ اس کے ساتھ صفا و مروہ کے درمیان سعی نہ تھی۔ اور اس طواف میں رمل بھی مروی نہیں ہے۔

طواف سواری پر صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے حجۃ الوداع میں سواری پر طواف کیا اور صحیحین میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ ذ حجۃ الوداع میں اونٹ پر طواف کیا۔ ان دونوں روایتوں میں یہی طواف مراد ہے۔ طواف قدوم ہو نہیں سکتا اسلیئے کہ اُس میں رمل آپ نے کیا تھا۔ اور طواف وداع بھی نہیں ہو سکتا اسلیئے کہ وہ رات کے وقت آپنے کیا

حضورؐ نے طواف دن کے وقت کیا حضرت جابرؓ کی روایت میں ہے کہ یہ طواف حضورؐ نے دن کے وقت کیا۔ اور یہی نافع حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ اور اسیطرح ابی سلمہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ اور یہ تینوں روایتیں اس باب میں اصح الروایات ہیں لیکن اس کے خلاف سنن ابی داؤد نسائی اور ابن ماجہ میں حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عائشہؓ کی روایت ابی الزبیر مکیؒ کے واسطہ سے ہے کہ حضورؐ نے یوم النحر کے طواف میں۔ اور بعض میں ہے کہ طواف الزیارت میں رات تک تاخیر کی۔ ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے

محدثین اس روایت کو غیر معتبر اور غلط کہتے ہیں اِس لیئے کہ یہ اصح الروایات کے خلاف ہے۔ دوئم ابی زبیر مکی اگرچہ ثقہ ہیں مگر مدلس ہیں۔ اور امام بخاری کہتے ہیں کہ اُن کی لقا حضرت عائشہؓ سے ثابت نہیں ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے لقا ثابت ہے مگر یہ روایت معنعن ہے۔ اور مدلس کا عنعنہ متعاصرین سے ہو تو باتفاق معتبر نہیں ہے۔ امام مسلم فرماتے ہیں کہ متعاصرین کا عنعنہ اتصال پر محمول ہوگا اگر ان کے لقا کا حال معلوم نہ ہو۔ لیکن ابن قیم کہتے ہیں کہ یہ حکم غیر مدلسین میں ہے۔ نیز ایسے اتصال سے اُس وقت حجۃ قایم ہوگی جب اس کے خلاف کوئی حدیث صحیح نہ ہو۔

حضورؐ نے ظہر کہاں پڑھی

صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت عبیداللہ اور نافع کے واسطہ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے طواف افاضہ کیا پھر مکہ سے لوٹ کر واپس گئے تب ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھی۔ مگر صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ کی روایت حاتم بن اسمٰعیل اور جعفر کے واسطہ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے ظہر کی نماز مکہ میں پڑھی۔ اور حضرت عائشہؓ کی روایت جو ابو سلمہ سے مروی ہے اُس سے بھی یہی ثابت ہے۔

بلاشبہ عبداللہ بن عمرؓ کی روایت بھی صحیح ہے۔ اور حضرت جابرؓ کی روایت بھی مگر دونوں میں صریح تعارض ہے اور ترجیح میں بھی محدثین کی رائے مختلف ہے۔ ابن حزم وغیرہ حضرت جابرؓ کی روایت کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ حضرت عائشہؓ کی روایت سے اُس کی تائید ہوتی ہے۔ اور کہتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے جزئیات کو جس تفصیل سے وہ بیان کرتے ہیں ویسا اور کسی صحابہ نے بیان نہیں کیا راستہ میں حضورؐ پیشاب کے لیئے اترے اُس کو بھی اُنھوں نے یاد رکھا تو نماز کی جگہ کو کیسے بھول جائیں گے۔ دوسری جماعت کہتی ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ کی روایت متفق علیہ ہے۔ اور حضرت جابرؓ کی روایت مسلم کے افراد میں سے ہے اسلیئے متفق علیہ روایت کو ترجیح ہوگی دوئم ابن عمرؓ کی روایت کے راوی عبیداللہ اور نافع ہیں۔ اور حضرت جابرؓ کی روایت کے حاتم بن اسمٰعیل اور جعفر۔ عبیداللہ اور نافع کو جو ترجیح حاصل ہے وہ اہل علم سے مخفی نہیں ہے۔ باقی حضرت عائشہؓ کی روایت تو اُس میں اضطراب ہے۔ حضرت عائشہؓ کی روایت کو ابو سلمہ روایت کرتے ہیں تو

اُس میں ہے کہ حضورؐ نے دن کو طواف کیا۔ اور اُنہیں سے ابو زبیر مکیؒ روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے طواف میں رات تک تاخیر کی۔ اور محمد بن اسحٰق عبد الرحمٰن بن قاسم سے۔ وہ اپنے والد سے اور وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے اصحاب کو اجازت دی کہ دن کو ظہر کے وقت بیت اللہ کی زیارت کرلیں اور خود حضورؐ نے اپنی ازواج کے ساتھ رات کو زیارت کی۔

وجوہ ترجیح میں دونوں فریق دوسرے وجوہات بھی پیش کرتے ہیں مگر اصل یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ کی روایت جو ابو زبیرؒ مکیؒ سے ہے اس کا حال اوپر لکھ چکا ہوں دوسری روایت جو محمد بن اسحاق سے ہے اُس کا حال بھی وہی ہے محمد بن اسحاق میں اختلاف ہے اور یہ روایت انکی معنعن ہے صحیح روایات کے مقابلہ میں محمد بن اسحاق کا عنعنہ مقبول نہیں ہوسکتا۔ اسی لیے بیہقی کہتے ہیں کہ اس باب میں تین روایتیں بہت صحیح ہیں۔ ابن عمرؓ کی روایت۔ حضرت جابرؓ کی روایت۔ اور حضرت عائشہؓ کی روایت جو ابو سلمہ کے واسطے سے ہے اس لیے بحث اسناد کی نہیں ہے بلکہ خود حضرت ابن عمرؓ اور حضرت جابرؓ کے بیان میں اختلاف ہے اور حضرت عائشہؓ کا بیان حضرت جابرؓ کے موافق ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ جس تفصیل سے حجۃ الوداع کے جزئیات کو حضرت جابرؓ نے بیان کیا ہے ویسا کسی نے نہیں بیان کیا۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حجۃ الوداع کے تمام حالات کو انہوں نے یاد رکھنے کی کوشش کی اور اہتمام کیا۔ اسلیے اُن کے حافظہ کو ترجیح ہونی چاہیئے۔ اِس کے علاوہ یہ بھی قابل غور ہے کہ یوم النحر کی صبح کو حضورؐ مزدلفہ سے چلے۔ اُسی روز منیٰ میں آئے۔ رمی جمار کیا۔ اہم خطبہ ارشاد فرمایا پھر اسی روز ایک سو اونٹ نحر کیا۔ اس کے کھال چھڑائے گئے۔ گوشت بھونا گیا اور آپنے کھایا۔ پھر حلق کرایا۔ ناخون ترشوایا ان سب سے فارغ ہوکر منیٰ سے مکہ آئے زوال کے بعد طواف کیا۔ زمزم کے پاس سقایہ پر گئے اور وہاں گفتگو ہوتی رہی۔ اتنے کاموں کے لیے کافی وقت کی ضرورت ہے۔ یہ بڑا قرینہ ہے کہ حضرت جابرؓ کی یاد صحیح ہے۔

مکہ سے رجوع اور منیٰ میں قیام

طواف کے بعد حضورؐ زمزم کے پاس آئے۔ سقایہ پر حضرت عباسؓ اور ان کی اولاد تھی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اگر یہ اندیشہ

نہ ہوتا کہ میری اتباع میں لوگ سقایہ پر ہجوم کر دینگے تو میں خود اترتا اور تمہارے کام میں شریک ہوتا بنی عباس نے ایک ڈول پانی بھر کر حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا اور حضورؐ نے اسکو کھڑے کھڑے پیا اسی روز اس کے بعد حضورؐ منیٰ واپس تشریف لے گئے۔ رات بھر ٹھہرے۔ دوسرے دن زوال کا انتظار کرتے رہے۔ زوال کے بعد پیادہ پا جمرہ اولیٰ کے پاس تشریف لے گئے جو مسجد خیف کی طرف ہے۔ کھڑے ہو کر یکے بعد دیگرے سات کنکریاں آپ نے ماریں۔ اور ہر دفعہ اللہ اکبر کہتے تھے۔ اس کے بعد جمرہ کی طرف آگے بڑھے۔ اور ہاتھ اٹھا کر آپ نے طویل دعا کی جس کی مقدار سورۂ بقر کے برابر تھی۔ پھر جمرہ وسطیٰ کے پاس گئے اور وہاں بھی اسی طرح کیا۔ تب جمرۂ عقبہ کے پاس گئے۔ اور وہاں بھی وہی سات کنکریاں ماریں لیکن وہاں دعا نہ کی بلکہ رمی کے بعد فوراً واپس ہو گئے۔

حضور کا اس حج میں چھ جگہ وقوف اور دعا کرنا ثابت ہے اوّل صفا پر دوم مروہ پر سوم عرفہ میں۔ چہارم مزدلفہ میں۔ پنجم جمرہ اولیٰ پر ششم جمرہ وسطیٰ پر۔

یہ ثابت ہے کہ حضورؐ نے منیٰ میں دو روز خطبہ ارشاد فرمایا۔ ایک یوم النحر میں۔ اور دوسرے خطبہ کا ذکر ابوداؤد کی روایت میں ہے۔ اس میں اس روز کو یوم الرؤس اور اوسط ایام التشریق کہا گیا ہے اور یوم الرؤس یوم النحر کے دوسرے دن کو کہتے تھے بیہقی میں حضرت ابن عمرؓ کی ایک روایت ہے کہ اوسط ایام التشریق میں اذا جاء نصر اللہ کی سورہ نازل ہوئی اسی کے بعد حضورؐ نے اپنے ناقہ قصویٰ پر سوار ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا۔

طواف وداع

حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ کے متعلق سقایہ کی خدمت تھی اسلئے انہوں نے شب کے وقت مکہ ہی میں رہنے کی اجازت چاہی اور آپ نے ان کو اجازت دی۔ اونٹ چرانے پر جو لوگ مقرر تھے انہوں نے اپنے اپنے اونٹوں کے پاس منیٰ کے باہر رہنے کی اجازت چاہی آپ نے ان کو بھی اجازت دی۔ سفیان ابن عیینہ کہتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب عذر کو منیٰ کی شب باشی ضرور نہیں ہے۔

منگل کے روز ظہر کے بعد منیٰ سے حضورؐ روانہ ہوئے۔ اور مُحَصَّب[1] میں آئے۔ اسی کو ابطح بھی کہتے ہیں اور یہی خیفِ بنی کنانہ بھی ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں ابتدا بعثت کے وقت قریش اور بنی کنانہ نے بنی ہاشم اور بنی المطلب کے خلاف معاہدہ کیا تھا۔ اور قسم کھایا تھا کہ اُنکے ساتھ شادی بیاہ اور ہر طرح کے تعلقات منقطع کر دیئے جائیں جب تک وہ رسول اللہ کو حوالہ نہ کر دیں۔ ابو رافع رضی اللہ عنہ نے مُحَصَّب میں پہلے پہنچکر اپنی مرضی سے قبہ نصب کر دیا تھا۔ حضورؐ تشریف لائے تو وہاں ٹھہرے اور ظہر۔ عصر۔ مغرب۔ عشاء کی نمازیں وہیں پڑھیں پھر سو رہے۔ پھر اُٹھے اور رات ہی کے وقت مکہ گئے اور طواف وداع ادا کیا۔ اس طواف میں آپ نے رمل نہیں کیا۔

مُحَصَّب ہی میں معلوم ہوا کہ حضرت صفیہؓ کو حیض شروع ہو گیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ کیا اس نے ہم لوگوں کو یہاں رُوک دیا۔ مگر پھر معلوم ہوا کہ وہ افاضہ کو چکی ہیں۔ اسی رات میں حضرت عائشہؓ نے عمرہ مفرد ادا کرنے کی خواہش ظاہر کی کیونکہ اُنہوں نے حیض کی وجہ سے طواف قدوم نہیں کیا تھا حضورؐ نے اُن کے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کو حکم دیا کہ اُن کو تنعیم[2] لیجاؤ اور وہاں سے عمرہ پورا کرا دو۔ وہ رات ہی کے وقت فارغ ہو گئیں۔ اور جوف لیل میں اپنے بھائی کے ساتھ رسول اللہ کی خدمت میں واپس آئیں۔ حضورؐ نے پوچھا کہ فراغت ہو گئی۔ کہا کہ ہاں۔ تب اِس کے بعد آپ نے کوچ کا حکم دیا۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔ لیکن اُسی میں دوسری روایت اسود کی حضرت عائشہؓ سے ہے کہ جب ہم عمرہ سے واپس آئے تو رسول اللہ راستہ میں ملے۔ اور پہلی روایت قاسم کی

[1] ابن اثیر کہتے ہیں کہ مُحَصَّب اُس شعب کا نام ہے جس کا راستہ ابطح میں نکلا ہے مگر یہاں خود ابطح کا میدان مراد ہے ۱۲ منہ

[2] تنعیم مکہ سے سب سے قریب حل کا مقام یہی ہے۔ مکہ سے تین یا چار میل ہے اس کے داہنے ایک پہاڑ ہے اُس کو نعیم کہتے ہیں۔ اس کے بائیں پہاڑ ہے اس کو ناعم کہتے ہیں۔ اور وہاں وادی ہے اسکو نعمان کہتے ہیں بفتح نون یہ سب تفصیل مقدمہ ہدایہ میں ہے ۱۲ منہ

حضرت عائشہؓ سے ہے اُس سے معلوم ہوا کہ حضورؐ نے منزل میں حضرت عائشہؓ کا انتظار کیا جب وہ آگئیں تب حضورؐ نے کوچ کا حکم دیا۔ شاید انتظار کے بعد کوچ کے لیئے آپ انتظام کر رہے ہوں کہ حضرت عائشہؓ پہنچ گئی ہوں واللہ اعلم

حضرت صفیہؓ کا قصہ اور حضرت عائشہؓ کو عمرہ کی اجازت۔ دونوں طواف وداع سے پہلے کا قصہ ہے

طواف وداع کے بعد آپ مکّہ ہی سے مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے پھر محصّب نہیں آئے۔ اور حضرت عائشہ کی روایت صحیحین میں ہے کہ حضورؐ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ عمرہ سے فارغ ہو کر یہیں محصّب میں مجھ سے ملو۔ اور حضرت عائشہؓ محصّب ہی میں جا کر رسول اللہؐ سے ملیں۔ اس کے بعد رسول اللہؐ نے طواف وداع ادا کیا۔ اور مکّہ ہی سے مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ اس باب میں اصح ترین روایت یہی ہے۔ اور اسود کی روایت کا مطلب بھی اسی کے موافق ہونا چاہیئے۔ تطبیق دینے میں لوگوں نے بہت سی خیالی باتیں پیدا کی ہیں وہ سب غلط ہیں مثلاً دو طواف وداع کرنا۔ یا مکّہ سے پھر محصّب جانا بالکل غلط ہے۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

عذیر خم کا خطبہ اور مسئلہ امامت حجۃ الوداع سے فارغ ہو کر جب حضورؐ مکّہ سے واپس ہوئے۔ اور عذیر خم پر پہنچے۔ خُم بضم خا معجمہ و تشدید میم جحفہ سے تین میل پر مکّہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام ہے۔ یہاں ایک غدیر ہے یعنی تالاب ہے۔ اس جگہ جب حضورؐ پہنچے تو ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ صحیح مسلم میں حضرت زید بن ارقمؓ کی روایت ہے کہ اس خطبہ میں آپ نے پہلے خدا کی حمد و ثنا بیان کی۔ پھر وعظ و نصیحت کی۔ اس کے بعد فرمایا۔

اما بعد الا ایها الناس انما انا بشر	اما بعد۔ اے لوگو میں انسان ہوں۔ شاید میرے
یوشك ان یاتینی رسول ربی فاجیب و	پاس میرے رب کا قاصد آئے گا یعنی ملک الموت
انا تارك فیکم الثقلین اولهما	اور میں قبول کرونگا۔ اور تم میں دو بھاری چیزیں
کتاب الله فیه الهدی والنور۔	چھوڑے جاتا ہوں پہلی چیز کتاب اللہ ہے
فخذوا بکتاب الله واستمسکوا به	اس میں ہدایت اور نور ہے۔ تو خدا کی کتاب کو پکڑے

فحثّ علی کتاب اللہ ورغب فیہ ثم قال واھل بیتی - اذکرکم اللہ فی اھل بیتی (مسلم)	رہو۔ اور اُسی سے دلیل لیا کرو۔ لوگوں کو کتاب اللہ کی طرف بہت رغبت دلائی۔ پھر فرمایا کہ دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں۔ میں اپنے اہل بیت کے بارہ میں تم کو خدا کی یاد دلاتا ہوں۔

یہ الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔ لیکن امام احمدؒ نے حضرت براء بن عازبؓ اور زید بن ارقمؓ سے روایت کیا ہے کہ جب حضورؐ غدیر خم پر ٹھہرے تو حضرت علی کرم کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا۔

الستم تعلمون انی اولی بالمومنین من انفسھم قالوا بلیٰ قال الستم تعلمون انی اولی بکل مومن من نفسہ قالوا بلیٰ۔ فقال اللھم من کنت مولاہ فعلی مولاہ - اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ فلقیہ عمر بعد ذلک فقال لہ ھنیاءً یا ابن ابی طالب اصبحت وامسیت مولیٰ کل مومن ومومنۃ	کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ میں مومنین کیلئے اُنکی اپنی ذاتوں سے اولیٰ ہوں سب نے کہا کہ ہاں۔ فرمایا کہ کیا تم کو معلوم نہیں کہ میں ہر مومن کے لئے اُسکے اپنے نفس سے اولیٰ ہوں سب نے کہا کہ ہاں۔ تب فرمایا کہ اے اللہ جس کا میں مولا ہوں اُسکا علی بھی مولا ہے۔ اے اللہ جو علی کرم کو دوست رکھے اسکو تو دوست رکھ۔ اور جو علی کرم سے عداوت کرے اس سے تو عداوت کر اسکے بعد حضرت علی کرم سے حضرت عمرؓ ملے تو کہا کہ مبارک ہو اے ابن ابی طالب آپ ہر مومن مرد و عورت کے مولا ہوگئے۔

ترمذی میں بھی حضرت زید بن ارقمؓ سے مروی ہے کہ غدیر خم کے خطبہ میں حضورؐ نے یہ فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ اور طبرانی وغیرہ نے بسند صحیح روایت کیا ہے کہ حضورؐ نے غدیر خم میں شجرات کے نیچے خطبہ ارشاد فرمایا۔ اُس میں کہا کہ میرے رب لطیف خبیر نے مجھ کو خبر دی ہے کہ ہر نبی کی عمر اس کے پہلے نبی سے نصف ہوتی ہے۔ اِس لئے میرا گمان ہے کہ اب میں بلایا جاؤں اس کے بعد لوگوں کو اسلامی تعلیمات یاد دلائی۔ اور ضروریات دین کی تعلیم فرمائی پھر فرمایا

ایھا الناس ان اللہ مولای - وانا	اے لوگو بیشک اللہ میرا مولیٰ ہے۔ اور میں

مولی المومنین۔ وانا اولی بھم من انفسھم۔ فمن کنت مولاہ فھذا مولاہ یعنی علیاً۔ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ	مومنین کا مولی ہوں۔ اور ان کے لیے اُن کی اپنی ذاتوں سے اولی ہوں تو جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ مولی ہے یعنی علی کرم ۔۔۔

اے اللہ جو علی کرم کو دوست رکھے اس کو تو دوست رکھ۔ اور جو علی کرم سے عداوت رکھے اس سے تو عداوت رکھ۔

اس خطبہ میں حضورؐ کے اس ارشاد کی ضرورت کیا پیش آئی تھی اس کو ابن حجر مکیؒ نے صواعق محرقہ میں ذکر کیا ہے لکھتے ہیں کہ حافظ شمس الدین جزری نے ابن اسحق سے نقل کیا ہے کہ جو لوگ حضرت علی کرم کے ساتھ یمن گئے تھے اُن میں بعض حضرت علی کرم سے ناراض ہو گئے تھے۔ اور صحیح بخاری سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بریدہؓ کو حضرت علی کرم کے ایک فعل کی وجہ سے حضرت علی کرم سے بغض ہو گیا تھا حضورؐ نے ان کی تردید کی۔ حافظ ذہبی نے اسکی تصحیح کی ہے کہ حضرت بریدہؓ نے رسول اللہ کے سامنے شکایت کی تو حضورؐ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور حضرت بریدہؓ خود کہتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا۔

یا بریدۃ الستُ اولی بالمومنین من انفسھم قلت بلی یا رسول اللہ قال من کنتُ مولاہ فعلیٌ مولاہ	اے بریدۃ کیا میں مومنین کے لیے اُنکے نفسوں سے اولی نہیں ہوں۔ میں نے کہا کہ ہاں یا رسول اللہ تو فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔

ابو داؤد السجستانی اور ابو حاتم الرازی وغیرہ نے اس روایت کی صحت میں کلام کیا ہے۔ مگر ابن حجر مکیؒ لکھتے ہیں کہ سولہ۱۶ صحابی نے اس قصہ کو روایت کیا ہے۔ اور امام احمد کی ایک روایت ہے کہ تیس۳۰ صحابہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ کو یہ کہتے سنا۔ اور حضرت علی کرم کی خلافت کے ایام میں جب آپس میں اختلافات پیدا ہوئے تو اُن اصحاب نے حضرت علی کرم کی فضیلت پر اس سے استدلال کیا۔ یہ روایت مختلف اسانید سے مروی ہے جس میں بعض صحیح ہیں بعض حسن۔ اسلیئے یہ روایت یقیناً صحیح ہے اور بعض ائمہ حدیث کے اختلاف کے باوجود

صحیح ہے۔ اور بلا شبہ اس سے حضرت علی کرم کی بہت بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ آپ تمام مومنین کے مولیٰ ہیں آپ کا دوست خدا و رسول کا دوست اور آپ کا دشمن خدا و رسول کا دشمن ہے۔

لیکن شیعوں نے اس روایت کو حضرت علی کرم کی خلافت پر سب سے بڑا استدلال بنایا ہے۔ اور شیخین کی خلافت کے خلاف اس سے استدلال کیا ہے وہ محض لغو ہے۔ اور چونکہ شیعوں کے نزدیک مسئلہ امامت پر صرف متواتر روایات سے استدلال کیا جا سکتا ہے اس لیئے وہ اس روایت کو متواتر بھی کہتے ہیں وہ بھی محض جھوٹ ہے۔

معلوم ہو چکا ہے کہ بعض ائمہ حدیث کو اس کی صحت میں بھی کلام ہے۔ متواتر کہاں۔ بخاری نے اس قصہ کو روایت ہی نہیں کیا۔ امام مسلم خطبہ کا ذکر کرتے ہیں۔ اور اس کے الفاظ بھی روایت کرتے ہیں مگر اُس میں وہ الفاظ نہیں ہیں جس پر بحث کی بنیاد ہے یعنی من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ یہ حدیث کثرت طرق کی وجہ سے صحیح ہی مگر احاد کے درجہ سے بالا نہیں ہو سکتی۔

حدیث صحیح ہے مگر امامت پر استدلال اس سے کسی طرح صحیح نہیں۔ مولیٰ چند معانی میں مشترک ہے معتق۔ عتیق۔ ناصر۔ محبوب۔ متصرف فی الامر۔ لیکن کوئی معنی خلافت یا امامت کو مستلزم نہیں ہے۔ اور اگر بالفرض امام اور مطاع کے معنی بھی اس سے لیئے جائیں تو اس کا یہ مطلب تو قطعاً نہیں ہو سکتا کہ حضرت علی کرم اسی وقت امام المومنین تھے جس وقت حضورؐ نے یہ کہا۔ اِس لیئے کہ اس وقت خود حضورؐ موجود تھے لامحالہ مطلب یہ ہوگا کہ بیعت کے بعد امام حق ہوں گے جیسا کہ ہوا۔ اس سے شیخین کے مقابلہ میں خلافت و امامت بلا فصل پر استدلال کیونکر صحیح ہوگا۔

تعجب ہے کہ یہ لوگ اس زور و شور سے اس روایت کو حضرت علی کرم کی امامت کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ جس وقت خلافت اور امامت کے مسئلہ پر گفتگو ہوئی نہ حضرت علی کرم نے خود اس کو استدلال میں پیش کیا نہ حضرت عباسؓ نے۔ نہ کسی بنی ہاشم نے نہ کسی دوسرے صحابی نے۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کے مسئلہ پر گفتگو ہوئی۔ جلیل القدر مہاجرین

انصار اُس میں شریک تھے اور وہ صحابہ بھی شریک تھے جو غدیر خُم کے خطبہ میں موجود تھے اُس خطبہ کے بعد صرف دُو مہینہ درمیان میں گزرا تھا مگر کسی نے امامت پر اس سے استدلال نہیں کیا۔ البتہ انہیں لوگوں نے پیچھے حضرت علی کرم کی فضیلت پر اس سے استدلال کیا ہے۔

اِس کے علاوہ حضرت علی کرم نے بار بار تصریح کردی ہے کہ حضورؐ نے کسی کی امامت یا خلافت کی تعیین و تصریح نہیں کی۔ خلافت کا انعقاد مسلمانوں کے مشورہ سے ہوا۔ بے شمار روایتیں حضرت علی کرم سے اس باب میں مروی ہیں۔ ذہبی نے ذکر کیا ہے کہ بزاز نے بسند حسن اور امام احمد نے بسند قوی روایت کیا ہے کہ حضرت علی کرم سے لوگوں نے استدعا کی کہ اپنا خلیفہ بنائیے تو فرمایا کہ نہیں جس طرح رسول اللہ نے اس کو تمہاری رائے پر چھوڑ دیا اسی طرح ہم بھی تمہاری رائے پر چھوڑتے ہیں۔ اور بزاز کی ایک روایت ہے جس کے رجال بخاری کے رجال ہیں کہ حضرت علی کرم نے فرمایا کہ رسول اللہ نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا۔ دار قطنی۔ ابن عساکر۔ اور ذہبی وغیرہ نے حضرت علی کرم سے روایت کیا ہے کہ اُنھوں نے بصرہ میں بیان کیا۔ کہ خدا کی قسم رسول اللہ نے ہمارے لیئے کوئی عہد نہیں کیا۔ اگر رسول اللہ کا عہد ہوتا تو ہم اپنے بھائی بنی تیم بن مرّہ کو اور عمر بن الخطابؓ کو رسول اللہ کے منبر پر نیابت نہ کرنے دیتے۔ اور اپنے انہیں ہاتھوں سے اُن کے ساتھ مقاتلہ کرتے۔ ابو نعیم روایت کرتے ہیں کہ حسن المثنیٰ سے کہا گیا کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ حضرت علی کرم کی امامت پر استدلال ہے تو اُنھوں نے فرمایا کہ خدا کی قسم اگر مولیٰ سے رسول اللہ کی غرض امیر یا سلطان بنانا ہوتا۔ تو آپ اس سے زیادہ صاف اور صریح لفظ استعمال کرتے۔ کیونکہ آپ فصیح البیان تھے۔ اور اگر امامت کے لیئے رسول اللہ حضرت علی کرم کی تعیین فرما دیتے۔ اور حضرت علی کرم اس علم کے باوجود ساکت رہتے اور رسول اللہ کے حکم کو ترک ہوتا دیکھتے تو سب سے بڑے گنہگار حضرت علی کرم ہوتے۔ حاشا وکلا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا

الغرض اس روایت سے امامت کے مسئلہ پر استدلال کسی طرح صحیح نہیں۔ نہ لغۃً نہ دیانۃً اگر یہ صحیح ہوتا تو صحابہ اس سے استدلال کرتے۔ بنی ہاشم کرتے۔ حضرت علی کرم کرتے۔ حضرت عباسؓ

کرتے۔ مگر کسی نے ایسا نہیں کیا۔ اور اس وقت نہیں کیا جب اُس کے فیصلہ کی اشد ضرورت تھی۔ مولا کے معنی یہاں ناصر یا محبوب کے ہیں۔ اور اس معنی میں کسی طرح کا کوئی محذور لازم نہیں آتا۔

آخری فوج اور وفات

سریہ اُسامہ بن زید | ابن اسحٰق لکھتے ہیں کہ حضورؐ نے حضرت اسامہ بن زید بن حارثہؓ کو فلسطین بھیجا۔ اور اُن کے ساتھ مہاجرین اوّلین کو کیا۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ یہ آخری فوج تھی جس کے بھیجنے کا رسول اللہ نے حکم دیا۔ علامہ زُرقانی مواہب کی شرح میں عیون وغیرہ سے نقل کرتے ہیں کہ صفر ۱۱ھ کی چار راتیں باقی تھیں۔ اور دوشنبہ[۱] کا دن تھا کہ آپ نے لوگوں کو غزوۂ رُوم کے لیئے تیّاری کا حکم دیا۔ اور دوسرے روز حضرت اُسامہ بن زیدؓ کو بلا کر کہا کہ مَیں نے تم کو اس فوج کا امیر مقرر کیا اور اپنے باپ کے مقتل اُبنیٰ[۲] میں جاؤ۔ اور اُن پر حملہ کرو۔ اور آپ نے فرمایا کہ تیزی سے جاؤ تاکہ خبر سے پہلے تم پہنچ جاؤ اور اپنے ساتھ طلایع اور جاسوس وغیرہ بھی لے لو۔ یہ اُبنیٰ شراۃ میں ایک مقام ہے۔ ارض بلقار کے اطراف میں۔ سریہ موتہ کی جنگ یہیں ہوئی تھی اور زید بن حارثہؓ۔ عبداللہ بن رواحہؓ جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم یہیں شہید

---

[۱] دوشنبہ کے روز صفر کی ۲۶۔ تاریخ نہیں ہوسکتی حضور کے وفات کے متعلق تین روایتیں ہیں (۱) یکم ربیع الاوّل (۲) دویم ربیع الاوّل (۳) اور بارہ ربیع الاوّل۔ اور باتفاق وفات کے روز دوشنبہ کا دن تھا اگر صفر کی ۲۶۔ تاریخ دوشنبہ ہو تو پھر ربیع الاوّل کی ان تاریخوں میں سے کوئی بھی دوشنبہ کے روز نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ اس صورت میں صفر کی ۲۹۔ تاریخ جمعرات ہوگی اور ۳۰۔ تاریخ جمعہ۔ اگر رویت ہلال ۲۹ کی ہو۔ تو یکم جمعہ۔ دوئم سنیچر اور بارہ منگل۔ اور ۳۰ کا چاند ہو تو یکم سنیچر۔ دوئم اتوار اور بارہ چہارشنبہ۔ اس لیئے کسی روایت کی بناپر تطبیق ممکن نہ ہوگی واللہ اعلم ۱۲ منہ

[۲] اُبنیٰ۔ بضم ہمزہ وسکون بار موحدہ وفتح نون۔ اور علامہ زرقانی شرح مواہب میں لکھتے ہیں کہ بعض بار موحدہ کی جگہ میم کہتے ہیں یعنی اُمنیٰ اور ابن اثیر نہایہ میں لکھتے ہیں کہ اُبنیٰ فلسطین بین عسقلان اور رملہ کے درمیان ہے بعض اس کو یُبنیٰ کہتے ہیں یعنی بجائے ہمزہ کے یار مثناۃ تحتانیہ واللہ اعلم ۱۲ منہ

ہوئے تھے۔ جیسا کہ پہلے مغازی میں ذکر کر چکا ہوں۔

مواہب لدنیہ میں ہے کہ اُس کے بعد چہار شنبہ کے روز رسول اللہ کو بخار اور دردِ سر شروع ہو گیا۔ علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ کے مرض وفات کی ابتدا کے متعلق صاحب سیر کا یہی قول ہے۔ اور حاکم نے اسی پر جزم کیا ہے لیکن خطابی کہتے ہیں کہ مرض کی ابتدا دو شنبہ کے روز ہوئی۔ اور بعض کا قول ہے کہ سنیچر کے روز مرض شروع ہوا۔

بہر کیف جمعرات کے روز بیماری کی حالت میں اپنے دست مبارک سے حضرت اُسامہؓ کے لیے حضورؐ نے لوا درست فرمایا۔ اور حضرت اسامہؓ کو دیکر فرمایا بسم اللہ جاؤ اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ اور جو خدا کا انکار کرے اس سے مقاتلہ کرو۔

حضرت اسامہؓ وہاں سے نکلے تو لوا حضرت بریدہ بن الحُصَیب[۱] الاسلمی کے سپرد کیا۔ اور فوج کو جُرُف[۲] میں جمع کیا۔ تمام جلیل القدر مہاجرین و انصار بسرعت وہاں آکر جمع ہوئے۔ اُنمیں حضرت ابو بکرؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت ابو عبیدہؓ۔ حضرت سعدؓ۔ حضرت سعیدؓ۔ سلمہ بن اسلم۔ قتادہ بن نعمان بھی تھے جیسا کہ واقدی نے لکھا ہے۔ اور ابن عساکر و ابن سعد نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔ لیکن ابن تیمیہ نے اس سریہ میں حضرت ابو بکرؓ کی شرکت سے بشدت انکار کیا ہے کیونکہ حضرت ابو بکرؓ کو حضورؐ نے اس بیماری میں امامت نماز کے لیے اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا۔ علامہ زرقانی کہتے ہیں کہ ان دونوں اُمور میں کوئی بُعد نہیں ہے۔ ابتداءً حضورؐ نے حضرت صدیقؓ کو بھی اس سریہ میں شرکت کا حکم دیا لیکن جب بیمار ہوئے اور مرض بڑھ گیا تب اُن کو نماز کی امامت کا حکم دیا جس کی وجہ سے سریہ کی شرکت سے اُنکا استثنا ہو گیا۔ وہ کہتے ہیں کہ محض ایسے شبہ پر ائمہ مغازی کی متفقہ روایت کا انکار مکابرہ ہے۔ واقدی نے مغازی میں اسکو اپنے سند سے ذکر کیا ہے۔ ابن سعد نے سیرۃ نبویہ کے آخر میں بلا سند ذکر کیا ہے۔ ابن اسحٰق نے اپنی مشہور

---

[۱] الحُصَیب بضم حاء مہملہ و فتح صاد مصغراً ۱۲ منہ

[۲] جُرُف بضم جیم و ضم راء مہملہ۔ اور زرقانی میں ہے کہ بسکون راء مہملہ بھی آیا ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

سیرت کے آخر میں لکھا ہے کہ مہاجرین اوّلین میں سے کوئی باقی نہ رہا جس نے اُس غزوہ کی شرکت کے لیئے عجلت نہ کی ہو۔ اُنہیں میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی تھے۔ ائمہ مغازی نے اس قول کو ثابت رکھا ہے اور اس باب میں اُنہیں کے اقوال پر اعتماد ہے حفاظ مثلاً یعمری مغلطائی۔ اور حافظ نے اس پر جزم کیا ہے۔ اور ابن جوزی نے ان سب کو جزماً منتظم میں ذکر کیا ہے۔ حضورؐ نے حضرت اُسامہ بن زید کو اس عظیم الشان جیش کا امیر مقرر کیا۔ اور ابن حجر عسقلانی اصابہ میں لکھتے ہیں کہ ابن سعد کی روایت کے موافق اُن کی عمر اس وقت بیسؔ برس کی تھی اور ابن ابی حیثمہؒ کی روایت کے موافق اٹھارہ برس کی۔ اِس لیئے بعض لوگوں نے اس پر طعن کیا کہ کم عمر لڑکے کو اتنی بڑی فوج پر اور ایسے بڑے بڑے مہاجرین وانصار پر امیر مقرر کیا گیا ہے علامہ زرقانی نے نقل کیا ہے کہ طعن کرنے والوں میں حضرت عیاش ابن ابی ربیعہ مخزومی کا نام مروی ہے۔ لوگوں میں جب اس کا زیادہ ذکر ہونے لگا تو حضرت عمرؓ نے ان لوگوں کو سمجھایا۔ اور پھر رسول اللہ کو اس کی خبر دی حضورؐ کو یہ سُنکر بہت رنج ہوا اور آپ بہت غصہ ہوئے۔ آپ کے سر میں درد تھا مگر آپ نے سر میں پٹی باندھی۔ اور مسجد میں تشریف لائے۔ پھر ممبر پر بیٹھکر فرمایا۔ کہ اے لوگو یہ کیا ہے جو میں نے سنا ہے کہ تم لوگ اس پر طعن کرتے ہو کہ میں نے اسامہ کو امیر بنایا ہے۔ اور صحیحین کی روایت ہے کہ مجھے خبر ملی ہے کہ تم نے اسامہ کے متعلق اس طرح کہا ہے۔ اگر تم نے اس کے امیر مقرر ہونے پر طعن کیا تو اس سے پہلے اس کے باپ کے امیر مقرر ہونے پر بھی

لہ بعض روایتوں کے الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ طعن کی وجہ ان کا کمسن ہونا تھا۔ اور بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ طعن کی وجہ اُن کا غلام ہونا تھا صحیحین میں جو حضورؐ کے الفاظ جواب میں مروی ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گو بظاہر اعتراض وطعن کمسنی کی وجہ سے ہو مگر اصل وجہ طعن کی یہی تھی کہ یہ غلام تھے اِسی لیئے حضورؐ نے فرمایا کہ تم اسامہ پر آج طعن کر رہے ہو مگر اس سے پہلے زید بن حارثہ کے امیر ہونے پر بھی تو طعن کر چکے ہو یعنی یہ اگر کم عمر ہیں تو زید تو کم عمر نہ تھے حضورؐ کے غصہ کی وجہ یہی تھی کہ اس طعن سے معلوم ہوا کہ اب تک انساب پر فخر کا خیال باقی ہے حالانکہ اصل چیز دیکھنے کی اہلیت ہے جو زیدؓ میں بھی تھی اور اسامہؓ میں بھی ہے واللہ اعلم ۱۲

طعن کر چکے ہو۔ حالانکہ خدا کی قسم وہ اس کا مستحق تھا۔ اور اُس کے بعد اُس کا بیٹا بھی اس کا اہل ہے اور وہ ہم کو سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اور بخاری کی روایت میں ہے کہ وہ (یعنی زید بن حارثہ) ہم کو سب سے زیادہ محبوب تھا۔ اور اُس کے بعد اس کا لڑکا سب سے زیادہ محبوب ہے۔

مواہب لدنیہ میں ہے کہ یہ قصہ سنیچر[1] کے روز دس ربیع الاوّل سنہ ۱۱ھ کا ہے! اسی روز وہ لوگ جو حضرت اسامہؓ کے ساتھ جانے والے تھے حضورؐ سے رخصت ہونے کے لئے آئے۔ اور رخصت ہو کر فوج کی جگہ مقام جُرف میں گئے۔ جو مدینہ سے ایک فرسخ پر ہے جیسا کہ ابن اسحٰق نے بیان کیا ہے۔

اس کے دوسرے دن اتوار کے روز آپ کی تکلیف بہت بڑھ گئی۔ زُرقانی اصحاب مغازی سے نقل کرتے ہیں کہ حضورؐ اس حالت میں کہہ رہے تھے کہ اسامہ کی فوج کو روانہ کرو۔

حضرت اسامہؓ اپنی فوج سے واپس آئے تو حضور بیہوش تھے۔ اور اسی روز دوا پلانے کا قصہ پیش آیا جس کا ذکر آگے وفات میں آتا ہے۔ حضورؐ نے حضرت اسامہؓ کو دیکھا مگر کچھ بول نہ سکے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھاتے تھے اور پھر حضرت اسامہؓ پر رکھتے تھے۔ حضرت اسامہؓ فرماتے ہیں میں نے سمجھا کہ حضورؐ میرے لیے دعا کر رہے ہیں۔ اس کے بعد حضرت اسامہؓ اپنی فوج میں چلے گئے اور دوشنبہ کے روز صبح کے وقت پھر آئے اس وقت حضورؐ کو افاقہ تھا۔ آپ نے حضرت اسامہؓ کو دعا دی۔ رخصت کیا۔ اور روانگی کا حکم دیا۔

اُس کے بعد حضرت اسامہؓ اپنی فوج میں گئے۔ سب کے اکٹھا ہونے کا اعلان کرایا پھر کوچ کا لوگوں کو حکم دیا۔ یہ لوگ سوار ہونے کی تیاری کر رہے تھے کہ حضرت اسامہؓ کی ماں ام ایمن کا آدمی

---

[1] سنیچر یہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ آخر مرتبہ ممبر پر سنیچر کے روز گئے مگر ابو سعید خدریؓ جس خطبہ کا ذکر کرتے ہیں جس میں حضورؐ نے مسجد کی کھڑکیاں بند کرنے کا حکم دیا تھا۔ اور حضرت صدیق کی باقی رہنے کی اجازت دی مشہور یہ ہے کہ وہ آخری خطبہ تھا اور یہی دارمی کی روایت میں ہے اور صحیح مسلم میں حضرت جندب کی روایت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خطبہ وفات سے پانچ دن پہلے تھا یعنی جمعرات کو وہ روایت وفات کے تذکرہ میں آتی ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

پہنچا کہ رسول اللہ کی حالت نزع کی ہے۔ حضرت اسامہؓ حضرت عمرؓ حضرت ابو عبیدہؓ وغیرہ فوراً مدینہ آئے۔ تو حضورؐ پر سکرات کی حالت طاری تھی۔ بخاری میں ہے کہ اسی روز آخر دن میں حضورؐ کا انتقال ہو گیا۔ اور ابن اسحاق جزماً بیان کرتے ہیں کہ دوپہر کی تیزی کے وقت انتقال ہوا واللہ اعلم

حضرت اسامہؓ کی فوج اس وقت رُک گئی۔ جب حضرت صدیقؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ لوگوں کی مخالفت کے باوجود اس فوج کو روانہ کیا۔ واللہ اعلم

وفات رسول اللہ صلعم

حضورؐ کا اس عالم میں تشریف لانا صرف مخلوق کی ہدایت اور ارشاد کے لیئے تھا۔ اور اسلیئے تھا کہ خدا کے آخری اور قطعی احکام کو اس کے بندوں تک پہنچا دیں۔ اور خدا کی حجت اُس کے بندوں پر تمام کر دیں۔ اِس کام کو آپ نے کیونکر انجام دیا اور اس میں آپ کو کتنی کامیابی ہوئی اس کا اجمالی جواب یہ ہے کہ اس دنیا میں ابتدا آفرینش عالم سے اس وقت تک بے شمار انبیا اور رُسل اسی کام کے لئے تشریف لائے۔ مگر تمام انبیا رمرسلین کے کاموں کو ملا کر جمع کیا جائے تاہم وہ جناب سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی تنہا تبلیغ اور آپ کی تنہا کامیابیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ آپ کی کامیابیوں سے اُن کو کوئی نسبت نہیں ہے۔

اور اُسی کے تفصیلی جواب کے لیئے یہ کتاب کتاب السیرۃ لکھی گئی ہے۔ آپ نے تبلیغ و رسالت کے کاموں کو کیونکر انجام دیا۔ اور اس کے لیئے کیا اصول و قواعد مقرر کئے۔ اس کا جواب مفصل اِس کتاب کی اسی جلد میں ملے گا۔ یہ جلد ابتدا سے انتہا تک اس سوال کا جواب ہے۔ اس سے معلوم ہو جائے گا کہ حضورؐ نے کن کن مواقع اور کیسے حالات میں تبلیغ اور رسالت کی کیا کیا صورتیں اختیار کیں۔ دوسرا سوال کہ آپ کی تبلیغ کا نتیجہ کیا ہوا۔ آپ کی تبلیغ نے عالم کو کس پستی سے نکالا۔ اور کس مرتبہ تک پہنچا دیا۔ اس کا جواب بھی اس جلد میں ملے گا۔ مگر اس کا اس سے زیادہ واضح جواب اس کی دوسری جلد میں ملے گا۔ دوسری جلد میں یہ بات بھی اچھی طرح معلوم ہو جائیگی کہ

دنیاوی زندگی کا کوئی شعبہ۔ اور اخلاق و روحانیت کا کوئی مرتبہ ایسا باقی نہیں رہا جسکے لیئے ایک مکمل قانون دنیا والوں کے سامنے حضورؐ نے نہ پیش کر دیا ہو۔ ایسا مکمل کہ اب اس دنیا کا کوئی معلّم اس میں قطعاً کوئی اصلاح نہیں کر سکتا۔ اور اگر کسی نے اس میں کسی طرح کے تغیر و تبدّل کی کوشش کی تو وہ یقیناً اصلاح نہیں ہوگی تخریب ہوگی۔

وفات لازمی تھی

حضورؐ سے پہلے اِس عالم میں جتنے انبیاء و مرسلین آئے۔ وہ یکے بعد دیگرے یہاں سے جا چکے تھے۔ اور یہ معلوم تھا کہ ایک روز اپنا کام پورا کرنیکے بعد حضورؐ بھی تشریف لے جائیں گے۔ آپ کا یہاں سے حظیرۂ قدس میں اپنے رب کے پاس جانا نہ تعجب کی بات تھی نہ افسوس کی۔ بلکہ انعامات الٰہیہ کی تکمیل آپ پر ممکن نہ تھی جبتک خداوندکریم آپ کو اپنے پاس بلا نہ لیتا۔ مگر انبیاء کا اپنی اُمّت سے جدا ہونا خود اُمّت کیلئے مصیبت کبریٰ ہے۔ مومنین صادقین کا دل آتش فراق سے جل اُٹھتا ہے۔ غایت حزن و ملال سے وہ حواس باختہ ہو جاتے ہیں۔ مومن صادق کے لیئے کوئی تکلیف اور کوئی مصیبت اتنی صبر آزما نہیں ہو سکتی۔ جتنا اپنے رسول اور ہادی کا فراق۔ اِس لیئے ہر نبی کو موت کے قبول کرنے کا اختیار دیا جاتا ہے۔ بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ کسی نبی کو موت نہیں آئی جب تک اُن کو اختیار نہ دیا گیا۔

حضورؐ کو وفات کا علم اور وداع

حضورؐ کو وفات کے قریب تمام انبیاء کرام کی طرح اس امر کا اختیار دیا گیا کہ وہ خزائن ارض کو اختیار کریں یا رفیق اعلیٰ کے وصال کو قبول کریں جیسا کہ آگے اس مضمون کی روایتیں ذکر ہوں گی۔ مگر اس سے بہت پہلے صراحۃً یا اشارۃً اس بات سے آپ کو مطلع کر دیا گیا تھا کہ اب وصال کا وقت قریب آگیا ہے۔ حجۃ الوداع میں جب یہ آیت نازل ہوئی الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا تو اس سے جلیل القدر صحابہ سمجھ گئے تھے کہ جب دین کامل ہو گیا۔ اور آپ نے رسالت کا فرض ادا کر دیا تو اب آپ کا

رب آپ کو اپنے پاس جلد بلائے گا۔ پھر اس کے بعد حضورؐ لوگوں سے وہیں رخصت ہوئے۔ اور فرمایا کہ شاید اب اس کے بعد میں تمہارے ساتھ حج نہ کرسکوں۔ یہ وداع اتنا صریح اور اتنا واضح تھا کہ اس حج کا نام ہی حجۃ الوداع ہوگیا۔ پھر حجۃ الوداع سے واپسی کے وقت غدیر خُم پر جو خطبہ آپ نے ارشاد فرمایا اس میں صراحۃً اس بات کی خبر دی کہ اب میرا رب شاید ہمیں جلد اپنے پاس طلب کرے۔ اور مَیں اس طلب کو قبول کرلوں اِس لیئے فلاں فلاں امور کی وصیّت کرتا ہوں (جیسا کہ پہلے لکھ چکا ہوں)

پہلی اطلاع

اصحاب سیر اور محدثین اس موقع پر ایک بحث یہ لکھتے ہیں کہ حضورؐ کو اسکی اطلاع پہلے پہلے کب دی گئی۔ مواہب لدنیہ میں ہے کہ حضورؐ کو سب سے پہلے انقضاء عمر اور قربت اجل کی اطلاع اذا جاء نصر اللہ والفتح کے نازل ہونیکے بعد ہوئی۔ اِس لیئے کہ اس سورہ کا مفہوم یہ تھا کہ اَے محمد صلے اللہ علیہ وسلم جب بلاد پر آپ کو خدا نے فتوحات عطا کیئے۔ اور جس دین کی طرف آپ لوگوں کو بلاتے تھے اس میں لوگ جوق جوق داخل ہوگئے۔ تو تبلیغ و رسالت کا مقصد پورا ہوگیا جس لیئے آپ دنیا میں بھیجے گئے تھے۔ اب تسبیح تحمید اور استغفار کی کثرت کرکے میری لقا کا سامان کیجیے۔

کہتے ہیں کہ یہ سب سے آخری سورہ ہے جو آپ پر نازل ہوئی۔ ایک روایت ہے کہ یہ سورہ حجۃ الوداع کے زمانہ میں نحر کے روز منیٰ میں نازل ہوئی تھی۔ اور اُسی کے بعد حضورؐ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور لوگوں سے رخصت ہوئے یعنی وداع کہا۔ اس کے نازل ہونے کے بعد حضورؐ اکاسی روز زندہ رہے۔ یہ تعداد اُسی صورت میں صحیح ہوتی ہے کہ نزول کا زمانہ یوم النحر تسلیم کیا جائے اور وفات کا روز دوسری ربیع الاوّل مگر یہ جمہور کے خلاف ہے جیسا کہ آگے معلوم ہوگا۔ اور ابن ابی حاتم حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اس سورہ کے نزول کے بعد حضورؐ صرف نوُ دن زندہ رہے۔ تو گویا حجۃ الوداع کے بہت بعد یہ سورہ نازل ہوئی۔ اور مقاتل کہتے ہیں کہ اس کے بعد سات دن زندہ رہے بعض روایت میں ہے کہ تینؔ دن۔ ابو یعلی

بسند ضعیف حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ سورہ حجۃ الوداع کے وقت اوسط ایام تشریق میں نازل ہوئی۔ اور دارمی میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب یہ سورہ نازل ہوئی تو حضورؐ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلا کر اپنے موت کے قریب ہونے کی خبر دی۔ وہ رونے لگیں تو حضورؐ نے فرمایا کہ رو ؤ مت۔ میرے اہل میں سب سے پہلے تم ہم سے ملوگی۔ تو وہ ہنسنے لگیں حضرت فاطمہؓ کو بلانے اور اُن سے اس گفتگو کا قصہ صحیحین میں بھی ہے اور صحیحین کی روایت میں تصریح ہے کہ یہ گفتگو حضرت فاطمہؓ سے حضورؐ نے مرض الموت میں کی۔ اگر دارمی کی روایت کے موافق یہ گفتگو اذا جاء نصر اللہ کے نزول کے وقت ہوئی تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس سورہ کے حجۃ الوداع کے ایام میں نازل ہونے کی روایتیں صحیح نہیں ہیں۔

بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورہ حجۃ الوداع سے بھی بہت پہلے شاید نازل ہو چکی ہو۔ طبرانی میں حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت بطریق عکرمہ مروی ہے کہ جب اذا جاء نصر اللہ کی سورہ نازل ہوئی تو اس کے بعد حضورؐ نے امر آخرت کیلئے سخت مجاہدہ شروع کر دیا۔ اس باب میں ایک روایت حضرت جابرؓ کی بھی مروی ہے اور حضرت عائشہؓ کی روایت صحیحین میں ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا کہ مجھ سے رسول اللہؐ نے پوشیدہ بیان کیا کہ حضرت جبریلؑ ہر سال ایک مرتبہ مجھ پر قرآن پیش کرتے تھے اس سال دو مرتبہ پیش کیا۔ اس سے میں سمجھتا ہوں کہ میرا وقت قریب آگیا۔ حضورؐ سے یہ بھی ثابت ہے کہ ہمیشہ رمضان کے آخر عشرہ میں آپ اعتکاف کیا کرتے تھے لیکن وفات کے سال آپنے بیسؔ روز اعتکاف کیا۔ قرآن پیش کرنے کا اور اعتکاف کرنے کا حال رمضان شریف کا ہے۔ ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت آپ کو قربت اجل کا علم ہو چکا تھا۔ تو یہ علم آپکو حجۃ الوداع سے تین مہینہ پہلے ہو چکا تھا واللہ اعلم

اور طبرانی کی روایت کے موافق اگر اذا جاء نصر اللہ کے نزول کے بعد آپکو پہلے پہلے امر آخرت کی تیاری کا حکم دیا گیا تو ضرور ہے کہ یہ سورہ رمضان سے بھی پہلے نازل ہو چکی ہو کیونکہ

اس سال رمضان میں ہمیشہ کے معمول کے خلاف حضورؐ نے اسکی تیاری شروع کردی تھی مگر مشکل یہ ہے کہ روایات میں جو بڑی سے بڑی مدت اس سورہ کے نزول کے متعلق آئی ہے۔ وہ حجۃ الوداع میں نازل ہونے کی روایت ہے۔ اور صحابہ سے جو اس سورۃ کے نزول کا مختلف زمانہ مروی ہے اس کی وجہ علماء یہ بیان کرتے ہیں کہ سورہ پہلے نازل ہو چکی تھی مگر سب صحابہ کو اس کا علم نہ ہوا۔ جس کو جب اس کی خبر ملی اُنہوں نے اسی کو نزول کا وقت سمجھا واللہ اعلم صحیح یہ ہے کہ حضورؐ نے پہلے حضرت جبرئیل کے مکرر قرآن عرض کرنے پر۔ اور وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ کے نزول سے یہ سمجھا تھا کہ اب اجل قریب ہے۔ حجۃ الوداع کے ایام میں یہ بات آپ پر زیادہ واضح کی گئی مگر وہ بھی قرائن ہی تھے۔ اسلیئے حجۃ الوداع اور غدیر خم پر آپ نے جو خطبات ارشاد فرمائے اور وداع کیا اُس میں آپ نے لعلّ یعنی شاید کا لفظ فرمایا۔ یہ لفظ اُن خطبات میں نہیں ہے جو حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد مدینہ میں آپ نے ارشاد فرمایا۔

صحیحین کی روایت ہے حضرت عقبہ بن عامرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے آٹھ برس کے بعد شہداء اُحد پر جنازہ کی نماز پڑھی جس طرح رخصت ہونے والا زندہ اور مردہ سے رخصت ہوتا ہے۔ اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ ایک روز حضور نکلے اور اہل اُحد پر نماز پڑھی۔ پھر واپس تشریف لائے تو منبر پر گئے۔ اور سب سے رخصت ہوئے اور فرمایا کہ میں تم سے پہلے جاتا ہوں تاکہ حوض وغیرہ کا انتظام درست کروں پھر فرمایا کہ ہم تم سے حوض پر ملنے کا وعدہ ہے۔ اور ایک روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ بخدا میں اپنے اس مقام سے حوض کو دیکھ رہا ہوں۔ اور فرمایا کہ مجھ کو تمام زمین کے خزانوں کی کنجیاں دیدی گئی ہیں مجھکو اس کا اندیشہ نہیں ہے کہ تم میرے بعد اب شرک کروگے۔ البتہ خوف یہ ہے کہ تم میرے بعد دنیا کی طرف راغب ہو جاؤ گے۔ اور اس کی وجہ سے آپس میں لڑنے لگو گے بعض روایت میں اضافہ ہے کہ باخود باقتال کروگے تب ہلاک ہو جاؤ گے جس طرح تمہارے پہلے کی اُمتیں ہلاک ہوگئیں۔

یہ قصہ مرض الموت شروع ہونے سے پہلے کا ہے لیکن اس قصہ کے وقت آپ کو اپنی وفات کا یتیقن علم تھا۔ اور اس کے بعد مرض الموت میں حضرت فاطمہؓ سے بیان کیا کہ میں اٹھایا جاؤں گا جیساکہ صحیحین میں حضرت فاطمہؓ سے مروی ہے اس میں بھی شک کا لفظ نہیں ہے بلکہ آپ نے وثوق کے ساتھ فرمایا جس پر حضرت فاطمہؓ روئیں۔ اس پر حضورؐ نے یہ طلاع بھی دی کہ میرے بعد سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ کا میرے اہل بیت میں انتقال ہوگا۔ اسکے بھی بعد حضورؐ کو موت کے قبول کرنے کا اختیار دیا گیا جیساکہ حضرت عائشہؓ کی روایت ہی واللہ اعلم

ابتدا امرض

عبید اللہ بن عبد اللہ بن عُتبہ کی روایت مسند امام احمد اور نسائی میں ہی حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک روز بقیع میں ایک صحابی کے جنازہ سے فارغ ہو کر حضورؐ تشریف لائے تو میرے سر میں درد تھا۔ میں نے کہا وا راساہ (یہ ندبہ کا لفظ ہی اور ایسی حالت میں بولا جاتا ہے کہ گویا تکلیف سے موت آجائے گی) حضورؐ نے فرمایا بل انا وا راساہ اور کہا کہ اے عائشہؓ اگر میرے قبل تجھ کو موت آجائے تو تیرا کیا نقصان ہے میں خود تجھ کو غسل دوں گا۔ کفن پہناؤں گا۔ تیرے جنازہ کی نماز پڑھوں گا پھر دفن کرونگا حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ ہاں یہ سب تو آپ کرینگے۔ پھر اُسی روز میرے گھر میں اپنی ازواج میں سے کسی کے ساتھ آرام کرینگے۔ شاید میں آپ پر جبر ہوگئی ہوں۔ اور بخاری میں ہے کہ جب حضرت عائشہؓ نے وا راساہ کہا تو حضورؐ نے فرمایا کہ اگر یہ ہوا اور میں زندہ رہوں تو تیرے لیئے استغفار کروں گا دعا کروں گا۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا وا[ل] ثکلیاہ خدا کی قسم میرا گمان ہے کہ آپ میری موت پسند کرتے ہیں۔ اور اگر یہ ہو جائے تو آپ اُسی روز

[ل] واثُکلیاہ قاموس میں ہے کہ الثکل بالضم الموت والھلاک وفقدان الحبیب اور ثکلیاہ اسی سے ہے بضم مثلثہ وسکون کاف وکسر لام اور حافظ ابن حجر بفتح لام لکھتے ہیں لیکن عینی کہتے ہیں کہ ثکلیاہ یا تو مصدر ہے یا اس معنی میں کہ جس عورت کا لڑکا گم ہوگیا ہو اس کی صفت کے طور پر استعمال ہوتا ہے مصدر ہو تو بضم مثلثہ وکسر لام ہوگا اور صفت کی صورت میں ثا مثلثہ اور لام دونوں مفتوح ہونگا واللہ اعلم ۱۲

اپنی کسی زوجہ کے ساتھ آرام کرینگے۔ اُس پر حضورؐ نے فرمایا بل انا وا راساہ (مطلب یہ ہے کہ تم اپنے دردِ سر کا قصہ چھوڑو اُس سے اہم یہ ہے کہ میں ویسی ہی درد میں مبتلا ہوں اس کی طرف توجہ کرو) اور حضورؐ نے فرمایا کہ میرا ارادہ تھا کہ تم سے کہوں کہ ابو بکر صدیقؓ[1] اور اُن کے لڑکے (عبدالرحمن) کو بلاؤ۔ تاکہ میں ایک عہد لکھدوں کہ میرے بعد نزاع پیدا نہ ہو۔ اور تمنّا کرنے والے تمنّا نہ کرنے لگیں لیکن پھر خیال ہوا کہ ابو بکر کے رہتے اگر کسی نے تمنّا کی تو خدا اُس کا انکار کرے گا۔ اور مومنین اس کو رد کر دینگے۔ اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہی کہ حضورؐ نے فرمایا کہ ابو بکر کو بلاؤ ہم اُن کیلئے ایک تحریر لکھدیں۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ کوئی دوسرا شخص خواہش کرنے لگے۔ اور اللہ پاک اور مومنین ابو بکر کے سوا اور کسی کو نہیں چاہتے۔ اور بزاز کی ایک روایت میں ہے کہ معاذ اللہ ان یختلف الناس علیٰ ابی بکر یعنی خدا کی پناہ اس بات سے کہ لوگ ابو بکر پر اختلاف کریں۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ بقیع سے واپسی کے بعد حضرت عائشہؓ کے گھر میں حضورؐ کو دردِ سر شروع ہوا۔ یہ حضورؐ کے مرض الموت کی ابتدا ہے اور اکثر محدثین اسی کو ابتدا حقیقی کہتے ہیں لیکن صحیحین میں عبید اللہ بن عبد اللہ کی روایت حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہی کہ سب سے پہلے حضورؐ کی بیماری حضرت میمونہؓ کے گھر میں شروع ہوئی۔ ان روایتوں میں بظاہر تعارض ہے لیکن علما اس کی تاویل کرتے ہیں کہ مرض کی حقیقی ابتدا البقیع سے واپس آنے کے بعد حضرت عائشہؓ کے مکان میں ہوئی اور حضرت میمونہؓ کے مکان میں اشتداد مرض کی ابتدا ہوئی مرض کی نہیں لیکن تاویل قابل غور ہے صحیح روایات میں یہ نہیں ہے کہ حضرت عائشہؓ کے یہاں بقیع سے واپس آنے کے بعد مرض شروع ہوا۔ ہوسکتا ہے کہ اس وقت حضرت عائشہؓ کو اس کا علم نہ ہو مگر حضرت میمونہؓ کے مکان میں عارضہ شروع ہو گیا ہو۔

---

[1] حضرت صدیقؓ کے لیۓ جو عہد اور جو تحریر حضورؐ لکھنا چاہتے تھے بظاہر اُس سے مراد حضرت صدیقؓ کی خلافت تھی۔ امام بخاری نے بھی کتاب الاحکام میں اس پر باب باندھا ہے باب الاستخلاف واللہ اعلم ۱۲ منہ

تکلیف ہی کی حالت میں آپ جنازہ کے ساتھ بقیع گئے ہوں۔ اور اس کی وجہ سے دردِ سر زیادہ ہو گیا ہو جس سے آپ کو بل انا وارا ساہ کہنے کی ضرورت پیش آئی ہو۔ جو نا قابل برداشت تکلیف کی حالت میں کہا جاتا ہے حضورؐ کے دردِ سر کی خبر حضرت عائشہؓ کو نہ تھی جس کی وجہ سے وہ گفتگو پیش آئی جس کا ذکر پہلی حدیث میں ہے۔ حضرت عائشہؓ کو اسکے بعد تحقیق کرنے پر معلوم ہوا ہو گا کہ حضرت میمونہؓ کے گھر میں آپ کو عارضہ شروع ہو چکا ہے۔ جو انہوں نے پیچھے بیان کیا واللہ اعلم۔ ابو معشر نے لکھا ہے کہ حضرت زینب بنت جحشؓ کے مکان میں مرض شروع ہوا اور سلیمان التیمی کہتے ہیں کہ ریحانہؓ کے مکان میں مرض شروع ہوا۔ ان روایتوں کو زُرقانی نے شرح مواہب میں ذکر کیا ہے مگر معتمد وہی ہے کہ حضرت میمونہؓ کے مکان میں مرض شروع ہوا واللہ اعلم

کس روز بیمار ہوئے اور کتنے روز بیمار رہے

علامہ قسطلانی حافظ ابن رجب حنبلی سے نقل کرتے ہیں حضورؐ کی بیماری صفر کے آخر میں شروع ہوئی۔ اور مشہور یہ ہے کہ آپ تیرہ روز بیمار رہے۔ یہی اکثر کا قول ہے خطابی سے منقول ہے کہ سوموار کے روز آپ کا مرض شروع ہوا۔ اور حاکم ابو احمد جو حاکم ابو عبداللہ کے استاد ہیں کہتے ہیں کہ آپ کا مرض بُدھ کے روز شروع ہوا بعض کہتے ہیں کہ سنیچر کے روز مدّتِ مرض میں بھی اختلاف ہے اکثر علماء کہتے ہیں کہ حضورؐ تیرہ روز بیمار رہے یہی قول مشہور ہے۔ اور علامہ قسطلانی نے روضہ سے دو قول نقل کیا ہے چودہ روز اور بارہ روز سلیمان التیمی نے جزماً یہ ذکر کیا ہے کہ حضورؐ دس روز بیمار رہے اس قول کو بیہقی نے باسنادِ صحیح ذکر کیا ہے۔

علامہ زُرقانی کہتے ہیں کہ ہمارے شیخ نے ان تمام اقوال کو جمع کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ابتداء مرض کو مرض سمجھنے میں لوگوں کی حالتیں مختلف تھیں۔ کسی نے ان ایّام کو مرض کے ایّام میں شمار کیا کسی نے نہیں اس لیئے دنوں کے تعداد میں اختلاف ہو گیا لیکن اشتداد

مرض کا وہ زمانہ جس میں آپ کا نکلنا بند ہوگیا اور آپ حضرت عائشہؓ صدیقہؓ کے مکان میں رہے سات دن ہے۔ قسطلانی نے ابنؔ ابی مُلیکہ کی ایک روایت حضرت عائشہ صدیقہؓ سے لکھی ہے کہ حضورؐ میرے گھر میں سوموار کے روز آئے اور دوسرے سوموار کو آپ کا انتقال ہوگیا واللہ اعلم

اشتداد مرض اور حضرت عائشہؓ کے گھر قیام

بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ کا مرض جب بہت بڑھ گیا تو آپ نے اپنی ازواج سے اجازت چاہی کہ حضرت عائشہؓ کے مکان میں قیام فرمائیں اور باری کے قاعدہ سے گھومنا موقوف کریں۔ سب نے اجازت دی۔ تو آپ حضرت عباس بن عبد المطلبؓ اور ایک دوسرے شخص کے سہارے سے تشریف لائے۔ اس طرح کہ پیر پر زور نہیں دیسکتے تھے آپ کا پیر زمین پر گھِچتا تھا۔ عُبیدؔ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عباسؓ سے ذکر کیا کہ مجھ سے حضرت عائشہؓ نے اس طرح روایت بیان کی ہے۔ عبداللہ نے پوچھا کہ تم کو معلوم ہے کہ وہ دوسرے شخص کون تھے جنکا نام حضرت عائشہؓ نے نہیں بتایا۔ اور صحیحین کی ایک روایت میں ہے کہ عبید اللہ نے کہا کہ عبداللہؓ نے اُن میں سے کسی بات کا انکار نہیں کیا۔ البتہ دریافت کیا کہ کیا تم کو دوسرے شخص کا نام بتایا جو عباسؓ کے ساتھ تھے میں نے کہا کہ نہیں۔ تو فرمایا کہ وہ علی بن ابی طالب تھے اور مسلم کی ایک روایت حضرت عائشہؓ سے ہے۔ کہ فضل بن عباسؓ اور ایک دوسرے شخص کے سہارے حضورؐ نکلے۔ غیر صحیحین کی بعض روایت ہے کہ حضورؐ دو شخصوں کے سہارے سے نکلے جن میں ایک اسامہ بن زیدؓ تھے اور دارقطنی کی روایت ہے کہ اسامہؓ

سلہ ابن ابی مُلیکہ بضم میم اُن کا نام عبداللہ تھا ۱۲ منہ

سلہ عبیداللہ بضم عین ابن عبداللہ بفتح عین ابن عُتبہ بضم عین وسکون مثناہ فوقیہ اس حدیث کے راوی کا نام ہے جنہوں نے اس روایت کو حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے ۱۲ منہ

اور فضل بن عباسؓ کے سہارے سے نکلے۔ اور ابن حبان کی روایت ہی کہ بریرہؓ اور نوبہ[۱] کے درمیان نکلے۔ ابن خزیمہ روایت کرتے ہیں کہ بریرہؓ اور ایک دوسرے مرد کے سہارے اور ابن سعد کی ایک روایت ہے کہ فضل اور ثوبان کے درمیان۔ اِن میں سے جتنی روایتیں سنداً صحت کے درجہ تک پہنچ جائیں اُن میں بھی اختلاف باقی رہتا ہے مگر اُن میں تطبیق ممکن ہے یہ سب ایک دفعہ کے خروج کا حال نہیں ہے۔ اس طرح کئی دفعہ حضورؐ کو نکلنا پڑا۔ جب ازواج کے اذن کے بعد حضرت عائشہؓ کے مکان میں گئے تو اسیطرح سہاری سی گئے۔ حضرت عائشہؓ کے مکان سے ایک دفعہ یا دو دفعہ مسجد اسی طرح سہارے سے گئے۔ ایک دفعہ انصار کے اشتیاق دیدار کی وجہ سے مسجد گئے تو اسی طرح گئے۔ حضرت عائشہؓ کے مکان میں آنے سے پہلے جب شدید بیماری کی حالت میں بھی آپ ازواج کے یہاں دورہ فرما رہی تھے تو اس وقت بھی بعض دفعہ اس طرح جانا ہوا ہوگا۔ اِس لیئے کبھی کسی کا سہارا ہوگا کبھی کسی کا بعض علما کہتے ہیں کہ ایک دفعہ بھی تمام راستہ ایک ہی سہارا ضرور نہیں ہے۔ راستہ میں سہارا لینے والے بدلے ہوں تو ممکن ہے واللہ اعلم

حضرت عائشہؓ کے گھر میں مرض کی ترقی

بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ حضورؐ جب میرے گھر آئے۔ اور مرض بہت بڑھ گیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھ پر سات مشک پانی بہاؤ جس کا رباط ڈھیلا نہ ہوا ہو یعنی مشک بھرا ہوا ہو اُس میں سے پانی نہ گرا ہو۔ فرماتی ہیں کہ ہم لوگوں نے حضورؐ کو حضرت حفصہؓ کے مخضب[۲] میں بٹھایا۔ اور حضورؐ کے اوپر مشک سے پانی گرانے لگے حتےٰ کہ

[۱] نُوبہ بضم نون وسکون واو و فتح موحدہ۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ ایک لونڈی کا نام ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ ایک اسود غلام تھے علاّمہ زرقانی کہتے ہیں کہ ابن خزیمہ کی روایت سے اسی کی تائید ہوتی ہے کہ یہ مرد تھی کیونکہ اس میں ہے کہ حضور حضرت بریرہؓ اور ایک دوسرے مرد کے سہارے نکلے اِس لیئے جن لوگوں نے نُوبہ کو صحابیہ عورتوں میں ذکر کیا ہے اُن کو دھوکہ ہوا ہے واللہ اعلم

[۲] مِخضب بکسر میم وسکون خاء معجمہ و فتح ضاد معجمہ بائے موحدہ بڑا برتن جس میں بیٹھکر غسل کرتے تھے ۱۲ منہ

حضورؐ نے ہاتھ کے اشارہ سے فرمایا کہ بس کرو اور بخاری ہی میں ہے کہ اس کے بعد حضورؐ باہر نکلے سب کے ساتھ نماز ادا کی۔ پھر خطبہ ارشاد فرمایا حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں بھی ہے کہ حضورؐ نے اپنے مرض میں خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور صحیح مسلم میں حضرت جندبؓ سے مروی ہے کہ یہ خطبہ حضورؐ کے وفات سے پانچ روز پہلے تھا۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ اس حساب سے یہ خطبہ جمعرات کے روز حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔

حضرت ابی سعید خدریؓ سے ابن ماجہ ابن ابی الدنیا اور حاکم نے ایک روایت لکھی ہے اور حاکم نے کہا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے کہ حضورؐ کا بخار اتنا شدید تھا کہ آپ ایک قطیفہ یعنی بہت موٹی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ مگر کوئی شخص حضورؐ پر ہاتھ رکھتا تھا تو بخار کی شدت اُس چادر کے اوپر سے محسوس ہوتی تھی۔ حضورؐ سے ذکر کیا گیا تو فرمایا کہ انبیا پر بلائیں شدید آتی ہیں۔ اور اجر بھی زیادہ ملتا ہے۔

حضرت عائشہؓ سے صحیحین میں ایک روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا جس کا مرض رسول اللہؐ سے زیادہ شدید ہو۔ اور عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ کے پاس گیا تو آپ شدید بخار میں مبتلا تھے میں نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ کا بخار بہت شدید ہے۔ فرمایا کہ ہاں تمہارے دو شخصوں کے برابر۔ میں نے کہا کہ یہ دونا اس لئے کہ آپ کا اجر بھی دونا ہوگا۔ فرمایا کہ ہاں اسیطرح ہے کسی مسلم کو ایک کانٹا بھی گڑ جائے تو اللہ پاک اس کو اس کے گناہوں کا کفّار کرتا ہے۔ یہ حدیث بخاری میں کئی جگہ ہے اور مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔

فاطمہ بنت الیمانؓ یعنی حضرت حذیفہؓ کی بہن سے نسائی نے ایک روایت بیان کی ہے اور حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے۔ اُس میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ انبیا پر جو بلا آتی ہے وہ سب سے زیادہ سخت ہوتی ہے۔ پھر جنکا مرتبہ اُن کے بعد ہے۔ پھر جنکا مرتبہ ان کے بھی بعد ہے۔ اسی مضمون کی روایت فاطمہ بنت الیمانؓ سے طبرانی نے کبیر میں ذکر کیا ہے حضرت عائشہؓ سے

بخاری میں روایت ہے۔ کہ حضورؐ کے پاس ایک پیالہ[1] میں پانی تھا۔ آپ اس پانی میں ہاتھ ڈالتے تھے پھر منہ پر ملتے تھے اور کہتے تھے لا الٰہ الا اللہ ان للموت سکرات الحدیث سکرہ کے معنی شدت کے ہیں۔

امام بخاری نے حضرت عروہؓ سے ایک روایت ذکر کیا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ میں نے خیبر میں جو طعام (مسموم) کھایا تھا۔ اس کی تکلیف ہمیشہ محسوس کرتا ہوں۔ مگر اب مجھکو معلوم ہوتا ہے کہ میری رگ ابہری منقطع ہوگئی ہے۔ امام بخاری نے اس روایت کو حضرت عروہ سے تعلیقاً ذکر کیا ہے لیکن حافظ کہتے ہیں کہ بزاز۔ حاکم اور اسمٰعیلی نے اس کو متصلاً روایت کیا ہے عن عروہ عن عائشہؓ واللہ اعلم ابہر بفتح ہمزہ وسکون موحدہ وفتح ہا قلب سے متصل ایک رگ ہے۔ اس کے منقطع ہونے سے انسان مرجاتا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت ابن مسعودؓ وغیرہ سمجھتے تھے کہ حضورؐ شہید فوت ہوئے اور آپ کی موت سم کی وجہ سے ہوئی واللہ اعلم

مرض الموت کا خطبہ شیخینؒ نے حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ نے لوگوں کے سامنے خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس میں[2]

---

[1] اس حدیث کے ایک راوی عمر بن سعید ہیں ان کو شک تھا کہ یہ پیالہ عُلبہ تھا یا رکوہ عُلبہ بضم عین مہملہ و سکون لام و فتح موحدہ لکڑی کے بڑے پیالہ کو کہتے ہیں اور رکوۃ بفتح را مہملہ چمڑے کے پیالہ کو کہتے ہیں۔ اس شک کو امام بخاری نے ذکر کیا ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

[2] حضرت ابی سعید خدریؓ حضرت ابن عباسؓ حضرت جندبؓ حضرت انسؓ حضرت عائشہؓ اور دوسرے صحابہ نے حضورؐ کے خطبہ کا ذکر کیا ہے اور مختلف روایتوں میں مختلف مضمون بیان ہوا ہے کھڑکیوں کے بند کرنے کا حکم کسی نے بیان کیا ہے کسی میں حضرت اسامہؓ کے امارت کے متعلق جو لوگوں نے اعتراضات کئے تھے اور حضورؐ نے خطبہ میں حضرت اسامہؓ کی تعریف اور ان کی امارت کی حمایت کی تھی اس کو ذکر کیا ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب ایک ہی خطبہ کا ذکر ہے اور وہ خطبہ جمعرات کے روز حضورؐ نے ارشاد فرمایا تھا قسطلانی کہتے ہیں کہ حضرت اسامہؓ کا قصہ سنیچر کا ہے مگر اس تعیین کی کوئی روایت صحیح معلوم نہیں ہے۔ وہ بھی جمعرات ہی کا قصہ ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

بیان کیا کہ خدا نے اپنے ایک بندہ کو اختیار دیا کہ وہ دنیا کی زینت کو قبول کرے۔ یا اُس چیز کو جو خدا کے پاس ہے۔ تو اُس بندہ نے اُسی چیز کو قبول کیا جو خدا کے نزدیک ہے حضورؐ کے اِس فرمانے پر حضرت ابوبکر صدیقؓ رو اُٹھے اور کہا کہ یا رسول اللہ میں آپ پر فدا ہو جاؤں اور میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ ابوبکر صدیقؓ کے رونے پر ہم سب کو تعجب ہوا۔ کہ رسول اللہ تو ایک بندہ کا ذکر کرتے ہیں جس کو خدا نے یہ اختیار دیا۔ یہ رونے کی کیا بات ہے۔ مگر اصل یہ تھا کہ اس بندہ سے مراد حضورؐ تھے۔ اور حضورؐ ہی کو یہ اختیار دیا گیا تھا۔ چونکہ حضرت صدیقؓ ہم سب سے فہم میں زیادہ تھے انہوں نے اس رمز کو سمجھ لیا۔ اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا کہ ایسا شخص جس کے مال اور جس کی صحبت پر ہمیں سب سے زیادہ بھروسہ رہا وہ ابوبکر ہیں۔ اور اگر ہم خدا کے سوا اور کسی کو اپنا خلیل بناتے تو ابوبکر کو اپنا خلیل بناتے۔ ہاں اب اخوۃ اسلام اور مودۃ ہے پھر حضورؐ نے فرمایا کہ کوئی دروازہ باقی نہ رہے سب بند کر دیئے جائیں سوائے ابوبکر کے دروازہ کے اور صحیحین کی ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ مسجد میں کوئی خوخہ باقی نہ رہے ابوبکر کے خوخہ کے سوا۔ اور ایک روایت ہے کہ ابوبکر میرے غار کے ساتھی ہیں۔ مسجد میں اُن کے خوخہ کے سوا اور سب خوخہ بند کر دو۔ بخاری کی ایک روایت ہے کہ اگر ہم کسی کو خلیل بناتے تو ابوبکر کو بناتے لیکن اسلام کی دوستی (خلۃ) افضل ہے۔ اس مسجد میں جتنے خوخہ ہیں سب کو بند کر دو ابوبکر کے خوخہ کے سوا۔ ابن عدی کی روایت ہے کہ اس مسجد میں جتنے دروازے جاری ہیں سب کو بند کر دو ابوبکر کے دروازہ کے سوا۔

خوخہ بذا و خاء معجمہ چھوٹے دروازہ کو کہتے ہیں یعنی کھڑکی کو۔ دارمی میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے اس میں تصریح ہے کہ حضورؐ نے جس وقت یہ خطبہ ارشاد فرمایا اسوقت سر میں پٹی باندھے ہوئے تھے اور یہ حضورؐ کا سب سے آخری خطبہ تھا۔ اس خطبہ کے بعد منبر سے اُترے تو پھر منبر پر آپ تشریف نہ لے گئے۔ حضرت جندبؓ کی روایت پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ

یہ خطبہ حضورؐ نے وفات سے پانچ روز پہلے ارشاد فرمایا تھا۔

ان روایات میں تصریح ہے کہ حضورؐ نے اپنے آخر خطبہ میں حضرت صدیقؓ کے خُلّۃ اسلام اُخوۃ اور مودّۃ کی تصدیق فرمائی۔ اور اُن کے خلوص کو سب سے غالب بتایا۔ حکم دیا کہ مسجد میں جتنی کھڑکیاں ہیں سب بند کر دی جائیں ابوبکر کی کھڑکی کے سوا۔ حضرت ابوسعیدؓ کے سوا اور بہت طریقوں سے یہ روایتیں آئی ہیں۔ حضرت حذیفہؓ۔ حضرت انسؓ۔ حضرت عائشہؓ۔ حضرت ابن عباسؓ۔ حضرت معاویہ ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہم سے اس قسم کی روایتیں مروی ہیں۔

کچھ روایتیں ایسی بھی ہیں جو بظاہر اس کے معارض ہیں۔ امام احمدؒ اور نسائیؒ نے باسناد قوی حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلعم نے حکم دیا کہ مسجد کے تمام ابواب بند کر دیئے جائیں صرف علیؑ کا باب رہنے دیا جائے۔ طبرانی نے اوسط میں ذکر کیا ہے کہ اس پر صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ نے ہمارے دروازے بند کر دیئے تو حضور صلعم نے فرمایا کہ میں نے بند نہیں کیا خدا نے بند کر دیا ہے۔ امام احمدؒ نسائیؒ۔ اور حاکم نے بسند ثقات حضرت زید ابن ارقمؓ سے روایت کیا ہے کہ مسجد میں بعض صحابہ کے دروازے تھے حضور صلعم نے فرمایا کہ ان سب دروازوں کو بند کر دو علیؑ کے دروازہ کے سوا اصحاب اس پر کچھ بولنے لگے تو حضورؐ نے فرمایا کہ نہ میں نے بند کیا ہے نہ کھولا ہے جو مجھکو حکم دیا گیا اُس کی میں نے اتّباع کی ہے۔ امام احمدؒ اور نسائیؒ حضرت ابن عباسؓ سے بسند ثقات روایت کرتے ہیں کہ حضور صلعم کے حکم سے مسجد کے سب دروازے بند کر دیئے گئے حضرت علی کرم کے دروازہ کے سوا۔ اور وہ جنابت کی حالت میں اس طرف سے جایا کرتے تھے۔ کیونکہ اُن کا اُس کے سوا اور کوئی راستہ نہ تھا۔ طبرانی نے جابر بن سمرہؓ سے روایت کیا ہے کہ حضورؐ کے حکم سے سب کے دروازے بند کر دیئے گئے حضرت علی کرم کے دروازہ کے سوا۔ وہ جنابت کی حالت میں اُس میں جایا کرتے تھے۔ امام احمدؒ نے بسند حسن حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم کو بڑی بڑی تین خصوصیتیں عطا کی گئیں حضورؐ نے اُن سے اپنی بیٹی بیاہی جس سے

اولاد ہوئی مسجد میں سب کے دروازے بند کر دیئے مگر اُن کا دروازہ رہنے دیا۔ خیبر کے روز اُن کو علم عنایت فرمایا۔ اِن میں سے ہر روایت سنداً قابل احتجاج ہے۔ پھر جب اتنے طریقوں سے مروی ہو اور ایک دوسرے کی مؤید ہو تو اب اس کے قابل احتجاج ہونے میں کیا شبہ ہے۔ لیکن ابن جوزی نے اِس کو موضوعات میں ذکر کیا ہے۔ اور اُن کا خیال ہے کہ یہ روایتیں روافض نے احادیث صحیحہ کے مقابلہ میں وضع کی ہیں تاکہ اِس سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دروازہ والی روایتوں کا رد کریں۔

علامہ زُرقانی کہتے ہیں کہ یہ ابن جوزی کی صریح غلطی ہے معارضہ کے وہم میں پڑ کر وہ احادیث صحیحہ کو رد کرتے ہیں۔ حالانکہ دونوں قسم کی روایتوں میں تطبیق ممکن ہے اور پھر فتح الباری سے تطبیق کا خلاصہ نقل کیا ہے۔ اسمٰعیل قاضی مطلب بن عبداللہ بن حنطب سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلعم نے حالت جنابت میں مسجد سے گزرنے کی اجازت حضرت علی کرم کے سوا اور کسی کو نہ دی۔ حضرت علی کرم کو اجازت دی اِس لیے کہ اُن کا گھر ہی مسجد میں تھا۔ اور ترمذی و بزاز کی روایت بھی اس مفہوم پر دلالت کرتی ہے اُس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علی کرم کے مکان کا دروازہ اس کے سوا تھا ہی نہیں اسلئے وہ بند نہیں کیا جاسکتا تھا۔ تو تطبیق کی تقریر کا خلاصہ یہ ہوگا کہ حضوؐر نے اس قسم کا حکم دو دفعہ دیا۔ پہلا حکم یہ تھا کہ جن لوگوں کے دروازے مسجد کی طرف ہیں وہ بند کر دیئے جائیں۔ اور لوگ اپنے دروازے دوسری طرف بنالیں لیکن حضرت علی کرم کو دوسری طرف دروازہ بنانے کی جگہ نہ تھی۔ اِس لیئے وہ مستثنٰی کیئے گئے لوگوں نے حضوؐر کے حکم سے وہ دروازے تو بند کر دیئے جو مسجد کی طرف تھے اور دوسری طرف دروازے بنائے لیکن مسجد میں آنے کے لیئے مسجد کی طرف چھوٹی کھڑکیاں بنالیں تاکہ مسجد میں آنا آسان ہو۔ آخری خطبہ میں حضوؐر نے ان کھڑکیوں کے بند کرنے کا بھی حکم دیا۔ لیکن ابوبکر صدیقؓ کی کھڑکی کو اس سے مستثنٰی کیا۔ کہتے ہیں کہ امام طحاوی اور کلاباذی نے بھی اسی طرح

تطبیق دی ہے اور تصریح کی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے مکان کا دروازہ دوسری جانب تھا۔ کھڑکی مسجد کی جانب تھی۔ اور حضرت علی کرم کے مکان کا دروازہ صرف مسجد ہی کی جانب تھا واللہ اعلم بعض علماء نے کہا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے راستہ والی روایت میں خوخہ اور کھڑکی سے مراد اصلی راستہ نہیں ہے بلکہ وہ استعارہ ہے۔ اور اس سے مراد خلافت ہے۔ توربشتی نے اس قول کو ترجیح دی ہے اس بناپر کہ حضرت ابو بکرؓ کا مکان سُنح[1] میں تھا جو عوالی مدینہ میں ہے۔ مسجد کے بغل میں ان کا مکان تھا ہی نہیں۔ ممکن ہے کہ استعارہ ہو مگر توربشتی نے جو وجہ بیان کی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ حافظ نے اس کی تردید کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مقام سنح میں مکان ہونے سے یہ کیسے لازم آگیا کہ یہاں مکان نہ تھا۔ سنح میں تو اُن کا سسرالی مکان تھا کیونکہ انصار میں اُنھوں نے ایک شادی کی تھی۔ اور وہی لکھتے ہیں کہ عمر بن شبہ نے اخبار مدینہ میں ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کا وہ مکان جس کی کھڑکی مسجد کی طرف باقی رکھنے کی اُن کو اجازت ہوئی تھی۔ وہ مسجد سے ملا ہوا تھا۔ اور اُنہیں کے قبضہ میں رہا۔ حتیٰ کہ اُن کو وفود پر پیچھے خرچ کرنے کی ضرورت پیش آئی تو اُنھوں نے اس کو چار ہزار درہم میں حضرت حفصہؓ کے ہاتھ فروخت کر دیا۔

عینی نے لکھا ہے کہ یہ حضورؐ کا آخری خطبہ تھا۔ اور وفات سے پانچ روز پہلے یہ خطبہ آپ نے ارشاد فرمایا لیکن سریہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ میں ذکر ہوا ہے کہ سنیچر کے روز یعنی وفات سے دو روز پہلے ایک خطبہ آپ نے ارشاد فرمایا جس میں آپنے ممبر پر حضرت اسامہؓ کی تعریف کی۔ اور ان لوگوں پر ناراض ہوئے جو حضرت اسامہؓ کی امارت پر اعتراض کر رہے تھے۔ اگرچہ وہ اصحاب سیر کی روایت ہے مگر صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ

[1] سُنح۔ نہایہ میں ہے کہ سُنح بضم سین وضم نون اور بعض نے کہا ہے بسکون نون۔ عوالی مدینہ میں ایک مقام کا نام ہے جہاں بنی الحرث ابن الخزرج کے مکانات تھے اور وہیں حضرت صدیقؓ کا بھی مکان تھا۔ آخر میں حاء مہملہ ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

یہ دونوں مضمون ایک ہی خطبہ کا ہے اور وہ جمعرات کے روز یعنی وفات سے پانچ روز پہلے آپ نے ارشاد فرمایا صحیح مسلم میں حضرت جندبؓ کی روایت ہے اور دارمی میں حضرت ابو سعید خدری کی روایت ہے اس سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

محبوب ترین انسانؓ صحیحین کی روایت ہے کہ عمرو بن العاصؓ نے حضورؐ سے سوال کیا کہ آپ کو سب سے زیادہ کون انسان محبوب ہے فرمایا کہ عائشہ۔ انہوں نے کہا کہ مردوں میں سے۔ فرمایا کہ ان کے والد۔ پوچھا کہ ان کے بعد۔ حضورؐ نے فرمایا عمر بن الخطاب۔

تقویٰ بیہقی کی روایت ہے کہ اس بیماری کے ایام میں حضورؐ کے پاس سات دینار تھے اور حضورؐ فرماتے تھے کہ اس کو صدقہ کردو۔ لیکن اس کے بعد حضورؐ پر غشی طاری ہوگئی اور سب لوگ آپ کی تیمارداری میں مشغول ہوگئے۔ آپ کو ہوش ہوا تو فرمایا کہ اُس کو لے آؤ اُس دینار کو حضورؐ نے اپنے ہاتھ پر رکھکر فرمایا۔ کہ محمدؐ کا اپنے رب پر کیا گمان ہوگا جبکہ وہ اپنے رب سے ملے اور اس کے پاس یہ ہو۔ پھر حضورؐ نے اس کو خود صدقہ کردیا۔

حضرت فاطمہؓ کا رونا اور ہنسنا بخاری، مسلم اور نسائی میں ایک روایت بطریق عروہ عن عائشہؓ مروی ہے کہ حضورؐ نے اپنے اس بیماری میں جس میں آپ کا انتقال ہوا حضرت فاطمہؓ کو بلایا اور اُن سے کچھ پوشیدہ گفتگو کی جس پر حضرت فاطمہؓ نے رودیا۔ پھر اُسی طرح پوشیدہ کچھ اور کہا تو انہوں نے ہنس دیا۔ ہم لوگوں نے اُن سے اس رونے اور ہنسنے کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ حضورؐ نے مجھ سے پوشیدہ فرمایا کہ میرا اسی عارضہ سے انتقال ہوگا تو میں روئی۔ پھر فرمایا کہ میرے بعد میرے اہل میں سے اور ایک روایت میں ہے کہ میرے اہل بیت میں سے سب سے پہلے تمہارا انتقال ہوگا۔ اور سب سے پہلے تم مجھ سے ملوگی تو میں نے ہنس دیا۔

لیکن صحیحین میں دوسری روایت مسروق کی ہے وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے

ہیں۔ حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا کہ حضرت فاطمہؓ کی چال رسول اللہؐ سے بہت مشابہ تھی وہ آئیں تو حضورؐ نے فرمایا کہ بیٹی مرحبا پھر حضورؐ نے اُن کو اپنے دائیں یا[1] بائیں بٹھایا۔ اور کچھ آہستہ آہستہ اُن سے فرمایا جس پر اُنہوں نے رو دیا۔ پھر اسی طرح کچھ اور کہا تو انہوں نے ہنس دیا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت فاطمہؓ سے پوچھا کہ رسول اللہؐ نے کیا کہا تو انہوں نے فرمایا کہ میں رسول اللہ کا راز ظاہر نہیں کر سکتی۔ جب حضورؐ کا انتقال ہوگیا تو میں نے اُن سے پھر پوچھا۔ اُنہوں نے فرمایا کہ مجھ سے پہلے رسول اللہؐ نے آہستہ یہ بیان کیا کہ ہر سال مجھ پر جبرئیل ایک مرتبہ قرآن پیش کیا کرتے تھے لیکن اس سال دو مرتبہ پیش کیا ہے اِس لیئے میرا گمان ہے کہ میرے وفات کا وقت قریب آگیا۔ اور میری اہل میں سے تم سب سے پہلے مجھ سے ملوگی۔ اس پر میں روئی۔ تو حضورؐ نے فرمایا کہ کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ جنّت کی تمام عورتوں کی تو سردار ہو تو میں نے ہنس دیا۔

دونوں روایتیں اس پر متفق ہیں کہ حضرت فاطمہؓ کے رونے کی وجہ یہ تھی کہ حضورؐ نے اپنے وفات کی خبر دی تھی۔ مگر ہنسنے کی وجہ میں اختلاف ہے۔ حضرت عروہؓ کی روایت میں ہنسنے کی وجہ یہ ہے کہ حضورؐ نے حضرت فاطمہؓ سے کہا کہ میرے اہل میں سے سب سے پہلے تم مجھ سے ملوگی۔ مگر مسروق کی روایت میں یہ ہنسنے کی وجہ نہ تھی۔ بلکہ یہ وفات کی خبر کا ایک حصّہ تھا جس پر حضرت فاطمہؓ روئیں ہنسنے کی وجہ یہ تھی کہ حضورؐ نے اُن کو جنّت کی تمام عورتوں کا سردار بتایا۔ مسروق کی روایت راجح ہے کیونکہ وہ مزید علم پر مبنی ہے اور ثقہ کی زیادتی باتفاق معتبر ہے۔ ایک اختلاف اور ہے۔ عروہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہی کہ حضورؐ نے وفات کی خبر وثوق کے ساتھ دی۔ اور مسروق کی روایت سے معلوم ہوتا ہی کہ جبرئیلؑ کے دو دفعہ قرآن پیش کرنے پر حضورؐ نے اپنا ایسا گمان ظاہر کیا۔ اس کے علاوہ ترمذی میں ایک روایت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کی حضرت عائشہؓ سے ہے اُس سے معلوم ہوتا ہی

[1] یہ راوی کا شک ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

کہ بُکا کی وجہ تو وفات کی خبر تھی - مگر ضحک کی وجہ دونوں تھی - اہل بیت میں سے سب سے پہلے ملنے کی خوشخبری بھی - اور جنّت کی عورتوں کا سردار ہونیکی خوشخبری بھی اور اصل یہ ہے کہ ایک ہی خبر بعض وجوہ سے خوشی کی خبر تھی بعض وجوہ سے غم کی - لہٰذا ایک ہی خبر پر غم اور خوشی دونوں ممکن ہیں واللہ اعلم

لَدُود لدود بفتح لام اُن دواؤں کو کہتے ہیں جو مریض کے مُنہ میں ایک طرف سے دیجاتی ہے (کذا فی النہایہ) جس طرح وجور اس دوا کو کہتے ہیں جو حلق میں ٹپکائی جائے - لدید الفم موںھ کے دونوں اطراف کو کہتے ہیں - حضوؐر کو ایک روز اسی طرح دوا دی گئی تھی -

صحیح بخاری میں ہے کہ حضوؐر کو مرض کی شدّت سے بار بار غشی ہو جاتی تھی - لوگوں کا خیال ہوا کہ ذات الجنب ہے اس لیئے لدود کیا جائے - حضوؐر نے منع کیا کہ ایسا نہ کرو مگر سب نے سمجھا کہ یہ امتناع آپ کا ویسا ہی ہے جیسا کہ عموماً مریض دوا سے نفرت کر کے پینے سے انکار کیا کرتے ہیں - اِس لیئے لوگوں نے دوا دیدی - جب حضوؐر کو افاقہ ہوا تو فرمایا کہ کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ مجھ کو اس طرح دوا نہ دو - لوگوں نے کہا کہ ہاں آپ نے منع تو فرمایا تھا - مگر ہم نے سمجھا کہ یہ منع ویسا ہی ہے جیسا کہ مریض منع کیا کرتے ہیں حضوؐر نے فرمایا کہ گھر میں جتنے لوگ ہیں سب کو اسی طرح دوا دیجائے سوائے حضرت عباسؓ کے وہ تمہارے ساتھ نہ تھے -

ابن سعد روایت کرتے ہیں کہ اس طرح دوا دینے کا مشورہ ام المومنین ام سلمہؓ اور اسماء بنت عمیسؓ کا تھا طبرانی میں عباس ابن عبد المطلبؓ سے مروی ہے کہ قُسط بضم قاف یعنی عود ہندی کو زیت میں حل کر کے لوگوں نے حضوؐر کے موںھ میں ایک جانب ٹپکایا تھا - علامہ قسطلانی لکھتے ہیں کہ تحقیق یہ ہے کہ حضوؐر کے انکار کی وجہ یہ تھی کہ وہ دوا حضوؐر کے مناسب نہ تھی - لوگوں نے سمجھا کہ ذات الجنب ہے - اور دوا بھی ذات الجنب ہی کی تجویز

ہوئی۔ حالانکہ حضورؐ کو ذات الجنب نہ تھا۔ اور ابن سعد ہی حضرت عایشہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتی ہیں کہ حضورؐ کو غشی آئی تو ہم لوگوں نے لدود کیا۔ افاقہ ہوا تو فرمایا کہ تم لوگوں نے سمجھا کہ خدا نے ہم پر ذات الجنب مسلط کر دیا۔ حالانکہ ذات الجنب کا ہم پر اثر نہیں ہے گھر میں جتنے لوگ ہیں سب کو اسی طرح دوا دیجائے۔ فرماتی ہیں کہ ہم نے اسی طرح ام المومنین حضرت میمونہؓ کو بھی دوا پلائی حالانکہ وہ روزہ سے تھیں مواہب لدنیہ میں حضرت اسامہؓ کے سریہ میں مذکور ہے کہ دوا پلانے کا یہ واقعہ اتوار کے روز کا ہے یعنی وفات سے ایک دن پہلے کا۔ واللہ اعلم

واقعۂ قرطاس اور آخری وصیت صحیحین میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب حضورؐ کے وفات کا وقت قریب ہوا۔ اور گھر میں بہت سے آدمی موجود تھے۔ جن میں حضرت عمرؓ بھی تھے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ آؤ ہم تمہارے لیئے ایک تحریر لکھدیں تو اُس کے بعد گمراہ

لے اس پر خوب علماء نے بحثیں کی ہیں کہ حضورؐ نے ناراض ہو کر حکم دیا کہ گھر کے سب حاضرین کو لدود کیا جائے۔ اس حکم کی علت کیا تھی۔ مگر بات صاف ہے۔ حضرت ام سلمہؓ اور اسماء بنت عمیس نے حبشہ میں دیکھا تھا کہ وہ لوگ ذات الجنب میں قسط اور زیت سے لدود کرتے ہیں۔ اُن کو اس کی پہچان نہ تھی کہ ذات الجنب ہے یا نہیں۔ طب سے اُن کو واقفیت نہ تھی۔ حالات کی مشابہت کی وجہ سے اُنہوں نے لدود کرنا چاہا حضورؐ نے منع کیا مگر اس پر بھی اُنہوں نے نہ مانا اور لدود کر دیا۔ اور حضور نے فرمایا ہے کہ جو شخص بغیر طب جانے علاج کرے وہ ضامن ہے۔ اس حکم کے ذریعہ آپ نے بتا دیا کہ بغیر طب جانے جو شخص علاج کرے اُس سے اسی طرح کا قصاص لیا جائے اور گھر کے بقیۃ حاضرین کو بھی لدود کا آپ نے حکم دیا اس سے معلوم ہوا کہ امتناع کے بعد اُس فعل کے عملاً اعانت کرنے والے یا سکوت سے مدد کرنے والے سب ضامن ہوتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ اس سے مستثنیٰ ہوئے اِس لیئے کہ شاید انہوں نے منع کیا ہو حضور نے فرمایا کہ وہ تمہارے ساتھ نہ تھے۔ ذات الجنب دو طرح کا ہوتا ہے حقیقی۔ اور غیر حقیقی حقیقی ورم حار ہے جو نواحی صدر یا حجاب حاجز یا عضلات میں پیدا ہوتا ہے۔ اور غیر حقیقی پہلو کا درد ہے جو ریاح غلیظ کے احتقان سے پیدا ہوتا ہے۔ قسط اور زیت شرباً وطلاءً غیر حقیقی میں مفید ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

نہ ہوسکو گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ رسولؐ اللہ کو تکلیف زیادہ ہے اور تمہارے پاس (گمراہی سے بچنے کے لیئے) خدا کی کتاب موجود ہے جو تمہارے لیئے کافی ہے (حضورؐ کو ایسی حالت میں تکلیف نہ دو) صحابہ جو موجود تھے اُن میں اس کے متعلق اختلاف ہوا اور آپس میں لڑنے لگے۔ بعض کہتے تھے کہ حضورؐ جو کچھ لکھنا چاہتے ہیں لکھوالو۔ اور کچھ وہ کہتے تھے جو حضرت عمرؓ نے کہا تھا جب لوگوں میں اختلاف اور شور زیادہ ہوا تو حضورؐ نے فرمایا کہ میرے پاس سے اُٹھ جاؤ۔ عبید اللہ بن عبد اللہ جنہوں نے اس حدیث کو حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ساری مصیبت یہ ہوئی کہ رسولؐ اللہ اور اس تحریر کے درمیان لوگوں کا اختلاف اور شور حائل ہوگیا۔ اور سلیمان ابن ابی مسلم الاحول۔ جو سفیان[1] ابن عیینہ کے استاد ہیں روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ پنجشنبہ اور پنجشنبہ کا کیا پوچھتے ہو۔ یہ کہکر رونے لگے اور اتنا روئے کہ اُن کے رونے سے کنکریاں تر ہوگئیں۔ اُن کے رونے پر سعید بن جبیر نے کہا کہ اے ابن عباسؓ پنجشنبہ میں کیا ہوا۔ فرمایا کہ جب رسولؐ اللہ کا مرض بہت زیادہ ہوگیا تو فرمایا کہ ایک کتف (یعنی اونٹ یا بکرے کے مونڈھے کی ہڈی) لاؤ ہم تمہارے لیئے ایک تحریر لکھدیں کہ اس کے بعد پھر کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ لوگوں نے اس میں نزاع شروع کردی۔ حالانکہ نبی کے سامنے نزاع مناسب نہ تھی۔ کسی نے کہا کہ کیا رسولؐ اللہ یہ غفلت اور بیہوشی میں کہہ رہے ہیں۔ پوچھکر تحقیق کرلو۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ہمیں چھوڑ دو۔ ہم جس حال میں ہیں وہ اس سے بہتر ہے جو تم لوگ کہتے ہو۔ اِس کے بعد حضورؐ نے تین باتوں[2] کا حکم دیا۔ ایک یہ کہ مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو۔ دوئم یہ کہ وفود کو اُسی طرح بدلہ دیا کرو جس طرح ہم دیا کرتے تھے۔ سفیان ابن عیینہ کہتے ہیں کہ سلیمان نے کہا کہ تیسری بات حضرت ابن عباسؓ نے

---

[1] سفیان بن عیینہ اس حدیث کو سلیمان ابن ابی مسلم سے روایت کرتے ہیں وہ سعید بن جبیر سے اور وہ حضرت ابن عباسؓ سے واللہ اعلم [2] یہ احکام رسولؐ اللہ کی آخری وصیتیں ہیں ۱۲ منہ

بیان نہیں کی۔ یا بیان کی ہو مجھے یاد نہیں رہی۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تیسری بات حضرت اسامہؓ کے جیش کے متعلق کوئی حکم تھا۔ اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ تیسرا حکم حضورؐ نے یہ دیا کہ میری قبر کو پرستش گاہ نہ بناؤ واللہ اعلم

قطعی طور پر یہ نہ معلوم ہو سکا کہ حضورؐ کیا لکھوانا چاہتے تھے۔ مگر یہ ظاہر ہے کہ اگر اُس کا بیان کرنا ضرور ہوتا تو حضرت عمرؓ یا اور کسی کے اختلاف کی وجہ سے آپ اسکو قطعاً موقوف نہ کرتے۔ ممکن ہے کہ وہی باتیں ہوں جن کو آپ نے پیچھے بیان کر دی کیونکہ اگر وہ اُن کے سوا کوئی اور اہم حکم ہوتا۔ اور اختلاف کی وجہ سے لکھا نہ جا سکتا تاہم انہیں احکام کے ساتھ اُس کو آپ بیان کر دیتے۔ اصل یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے جب مشاجرات صحابہ کو خود ملاحظہ فرمایا تو اُس کا اُن پر بہت اثر ہوا۔ اُنھوں نے خیال کیا کہ شاید رسول اللہ اس وقت کوئی ایسی بات لکھواتے جس سے صحابہ میں یہ اختلافات نہ ہوتے۔ اور اسی لیئے وہ روئے

رَوافض نے اس قصہ میں دو فرضی باتیں پیدا کر کے اس قصہ کو مایہ النزاع بنا دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضورؐ حضرت علی کرم کے لیئے خلافت نامہ لکھوانا چاہتے تھے۔ دوم حضرت عمرؓ کا تحریر سے روکنا۔ اسی کو روکنے کی غرض سے تھا۔ حالانکہ یہ دونوں باتیں بالکل لغو ہیں۔ اس واقعہ کے متعلق جتنی روایتیں ہیں اُس میں حضرت علی کرم کے بارہ میں کوئی اشارہ بھی موجود نہیں ہے۔ اگر یہ صحیح ہو کہ حضورؐ کسی کیلیے خلافت نامہ لکھنا چاہتے تھے تو صحیح روایات میں یہ موجود ہے کہ اِسی مرض میں حضورؐ نے فرمایا کہ ابو بکرؓ کو بلاؤ ہم اُن کے لیئے لکھدیں تاکہ کوئی شخص اس بارہ میں تمنا نہ کرنے لگے۔ مگر پھر آپ نے لکھوانے کے خیال کو ترک کر دیا اور فرمایا کہ ابو بکر کے رہتے ہوئے کوئی اس کی تمنا کر ہی نہیں سکتا۔

حضرت عمرؓ کا ایسی حالت میں جبکہ حضورؐ کو سخت تکلیف تھی۔ اور بیماری شدید ہو چکی تھی تحریر یا املا کی زحمت نہ دینا اور لوگونکو اس سے روکنا انکے غایت خلوص اور محبت کی دلیل ہے اس روکنے کو طعن کا ذریعہ بنانا بڑی سخت بددیانتی ہے۔ ہاں جن لوگوں نے یہ کہا کہ اھجر استفھموہ (یعنی

کیا حضورؐ بیہوشی کی حالت میں کہہ رہے ہیں پوچھکر تحقیق کرلو) ان کا یہ کہنا غلط اور نا جائز طریقہ استدلال تھا مگر یہ جملہ حضرت عمرؓ کا نہیں ہے بلکہ ان لوگوں کا ہے جو حضرت عمرؓ کی رائے کا خلاف کر رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے جب فرمایا کہ حضورؐ کو تکلیف کا غلبہ ہے اس وقت اس تحریر کے لکھوانے کی ضرورت نہیں ہے تو لوگوں نے کہا کہ کیوں جب حضورؐ نے خود حکم دیا تو کیوں نہ لکھوایا جائے کیا حضورؐ کی بات نعوذ باللہ ہذیان ہے۔ کہنے والے نے بھی استفہام انکاری کے صیغہ میں کہا وہ اس کا قائل نہ تھا۔ اور حضرت عمرؓ سے تو محض الزاما یہ جملہ کہا گیا حضرت عمرؓ کی غرض تو یہ تھی کہ گو حضورؐ کا یہ حکم ہمارے لیئے کتنا ہی ضروری ہو مگر حضورؐ کو ایسی سخت تکلیف کی حالت میں اس کی زحمت دینا مناسب نہیں ہے۔ یہ جملہ بہترین روایات میں استفہام انکاری کے صیغہ میں مروی ہے بعض روایتوں میں بلا استفہام بھی آیا ہے مگر وہ بھی اسی پر محمول ہے واللہ اعلم

حضرت ابن عباسؓ ہی کی روایت سے یہ معلوم ہوا کہ یہ پنجشنبہ کا واقعہ ہے جس روز حضورؐ نے خطبہ بھی ارشاد فرمایا تھا۔ اس کے پانچویں دن حضورؐ کا انتقال ہوا۔

انصار کا اضطراب اور حضور کا آخر خطبہ

علامہ زُرقانی نے فاکہانی سے نقل کیا ہے کہ جب انصار نے دیکھا کہ رسول اللہ کی بیماری برابر بڑھتی جارہی ہے۔ تو وہ اضطراب اور اشتیاق کی وجہ سے مسجد کے اطراف میں چکر لگاتے تھے حضرت عباسؓ نے انصار کے اشتیاق کا حال رسول اللہ سے بیان کیا پھر فضل ابن عباسؓ گئے تو اُنھوں نے بھی تذکرہ کیا۔ اس کے بعد حضرت علی کرم گئے تو اُنہوں نے بھی اسطرح بیان کیا جب اس طرح متواتر خبر آپ کو ملی تو آپ باہر تشریف لائے۔ مگر اسطرح کہ حضرت علی کرم اور فضل ابن عباسؓ پر آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ دونوں پیر آپ کے زمین پر گھِسٹتے جلتے تھے۔ حضرت عباسؓ آگے آگے تھے۔ سر میں آپ کے پٹی بندھی ہوئی تھی۔ آپ منبر کے نچلی سیڑھی پر بیٹھے اور فرمایا۔ کہ اے لوگو مجھے خبر ملی ہے کہ تم میری موت سے ڈرتے ہو کیا جتنے

انبیاء مبعوث ہوئے اُن میں سے کوئی ہمیشہ رہا ہیں خدا سے ملنے والا ہوں اور تم بھی ملنے والے ہو میں وصیت کرتا ہوں کہ مہاجرین اولین کیساتھ بھلائی کرو اور میں وصیت کرتا ہوں کہ مہاجرین آپس میں اچھا برتاؤ رکھیں۔ اسکے بعد آپنے والعصر کی پوری سورۃ تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ سارا کام خدا کے حکم پر چلتا ہے۔ جس کام میں تاخیر ہو اس کے لیئے عجلت نہ کرو۔ کسی کی عجلت سے خدا جلدی نہیں کرتا۔ اور وصیت کرتا ہوں کہ انصار کے ساتھ بھلائی کرو۔ اُنھوں نے تم سے پہلے مدینہ کو اپنا وطن بنایا۔ اور ایمان کو اپنے اوپر لازم کر لیا۔ کیا اُنھوں نے اپنے پھلوں میں تم کو اپنا شریک نہ بنایا۔ کیا اُنھوں نے تمھارے لیئے مکانوں میں وسعت نہ دی۔ کیا اُنھوں نے باوجود احتیاج کے تم کو اپنے نفسوں پر ترجیح نہ دی۔ دیکھو اپنے نفسوں کو اُن پر ترجیح نہ دو۔ اور فرمایا کہ دیکھو میں پہلے جاتا ہوں۔ اور تم بھی آکر مجھ سے ملوگے۔ حوض پر ملنے کا وعدہ ہے۔

اور بخاری میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما انصار کی ایک مجلس میں گئے تو وہ رو رہے تھے۔ رونے کی وجہ پوچھی تو کہا کہ رسول اللہ کی صحبتیں یاد کر کے ہم سب رو رہے ہیں۔ یہ سنکر اُن میں سے ایک (غالباً حضرت عباسؓ) رسول اللہ کی خدمت میں گئے۔ اور حضورؐ کو اس کی خبر دی۔ تو حضورؐ باہر نکلے! اور ایک چادر کا کنارہ آپ سر میں باندھے ہوئے تھے۔ پھر آپ منبر پر گئے۔ اور یہ منبر پر آپ کا آخری خطبہ تھا۔

لہ صحیح روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابی سعید خدریؓ وغیرہ جس خطبہ کا ذکر کرتے ہیں یعنی جس میں حضورؐ نے حکم دیا کہ مسجد کے سب خوخے یعنی کھڑکیاں بند کر دیجائیں سوائے ابو بکر کے خوخہ کے وہ آخر خطبہ تھا۔ یہ بھی معتبر طریقہ سے ثابت ہے کہ حضرت اسامہؓ کی امامت پر جو لوگوں نے اعتراض کیا اس کا حضورؐ نے خطبہ میں جواب دیا وہ آپ کا آخر خطبہ تھا۔ یہ بھی بطریق صحیح ثابت ہے کہ انصار جب حضور کی بیماری کی وجہ سے مضطرب ہوئے تو حضورؐ نے مسجد میں آکر منبر پر بیٹھکر انصار کو تسلی دی اور انصار کی فضیلت بیان کی وہ آپ کا آخر خطبہ تھا معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ سب ایک ہی خطبہ کا ذکر ہے ایک ہی خطبہ میں یہ سب مضامین تھے۔ کسی نے اس خطبہ کے ایک مضمون کا ذکر کیا ہے کسی نے دوسرے مضمون کا۔ اور یہ آخر خطبہ آپ کا وفات سے پانچ روز قبل جمعرات کے روز تھا۔ حضرت اسامہؓ کی امامت والے خطبہ کے نسبت بعض روایت میں آیا ہے وہ وفات سے ایک روز پہلے تھا غالباً وہ تسامح ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

اور پھر روایت میں خطبہ کا مضمون ہے جس میں آپ نے انصار کی فضیلت بیان کی۔
حضورؐ کے آخری خطبہ کے متعلق تین قسم کی معتبر روایتیں آئی ہیں۔ ایکؔ یہ کہ آپ کا آخری خطبہ وہ تھا جس میں آپ نے مسجد کی سب کھڑکیوں کو بند کرنے کا حکم دیا حضرت ابو بکرؓ کی کھڑکی کے سوا۔ دُوؔسری قسم کی روایتیں وہ ہیں جس میں مذکور ہے کہ انصار کی بیتابی کی خبر سنکر آپ باہر آئے۔ انصار کو تشفی دی۔ اور مہاجرین و انصار کو وصیّت کی وہ آپ کا آخری خطبہ تھا تیسریؔ قسم کی روایتیں وہ ہیں جن میں مذکور ہے کہ حضرت اسامہؓ کی امارت پر جن لوگوں نے اعتراض کیا تھا اُن کا حضورؐ نے منبر پر جواب دیا وہ آپ کا آخری خطبہ تھا مگر صحیح یہ ہے کہ یہ سب ایک ہی خطبہ کا حال ہے۔ یہ سب مضمون ایک ہی خطبہ کا ہے اسکے مختلف حصّہ کو صحابہ علیحدہ علیحدہ بیان کرتے ہیں۔ یہ خطبہ آپ کا جمعرات کے روز ظہر کی نماز کے بعد ہوا تھا۔ اس کے بعد حضورؐ مسجد تشریف نہ لے گئے۔ البتہ پیر کے روز صبح کے وقت پردہ اُٹھا کر آپ نے صحابہ کو نماز پڑھتے دیکھا تھا۔ اور اس روز تین۳ دن کے بعد آپ کے جمال مبارک پر صحابہ کرام کی نظر پڑی تھی۔ یہ صحاح کی روایت ہے اس لیے سیر کی اُن روایتوں کا جیسیں دوسرے خطبوں کا وقت اسکے بعد بتایا گیا ہے اعتبار نہ ہوگا۔

حضورؐ کی آخری نماز باجماعت اور حضرت صدیقؓ کی امامت

حضورؐ جب تک مسجد جاسکے برابر تشریف لے گئے اور خود امامت کی۔ جب جانا ناممکن ہوگیا تو آپ نے حضرت صدیقؓ کو امام مقرر کیا صحیحین میں عبید اللہ ابن عبد اللہ کی روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے حضورؐ کے مرض کا حال دریافت کیا۔ تو اُنہوں نے فرمایا کہ جب حضورؐ کا مرض بہت شدید ہوگیا تو (عشا کے وقت) آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی۔ ہم سبؔنے کہا کہ نہیں یارسول اللہ سب آپکا انتظار کر رہے ہیں۔ حضورؐ نے مخضب میں پانی طلب کیا۔ اور غسل کیا لیکن اٹھنے کا ارادہ کیا تو آپ پر غشی طاری ہوگئی۔ افاقہ ہوا تو پھر دریافت فرمایا کہ لوگ نماز پڑھ چکے۔

ہم نے پھر یہی کہا کہ سب لوگ آپ کے انتظار میں ہیں یا رسول اللہ۔ آپ نے پھر پانی مانگا اور غسل کیا۔ لیکن جب اٹھنا چاہا تو پھر غشی ہو گئی۔ تیسری مرتبہ پھر دریافت فرمایا اور پھر وہی حال ہوا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ کا یہ حال تھا۔ اور صحابہ مسجد میں حضورؐ کا انتظار کر رہے تھے۔ اور فرماتی ہیں کہ یہ عشا کی نماز کا وقت تھا۔ آخر حضورؐ نے کہلا بھیجا کہ ابو بکرؓ نماز پڑھائیں۔ حضرت صدیقؓ بہت ہی رقیق القلب تھے اُن کو جب حضورؐ کے آدمی نے خبر دی۔ اُنہوں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ تم پڑھاؤ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آپ اس کے زیادہ احق ہیں۔ الغرض اسکے بعد حضرت صدیقؓ نماز پڑھاتے رہے۔ پھر ظہر کے وقت حضورؐ کی حالت کچھ سنبھلی۔ تو آپ دُو شخصوں کے سہارے جس میں ایک حضرت عباسؓ تھے آپ مسجد تشریف لے گئے۔ مگر اس طرح کہ آپ کا پیر زمین میں کھنچتا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نماز پڑھا رہے تھے اُنہوں نے حضورؐ کو دیکھا تو پیچھے آنا چاہا۔ مگر حضورؐ نے اشارہ سے منع کیا۔ اور حضورؐ کو اُن لوگوں نے حضرت صدیقؓ کے بائیں جانب بٹھا دیا۔ آپ نے بیٹھکر نماز پڑھی عبیداللہ کہتے ہیں کہ مجھ کو عبداللہ بن عباسؓ نے بتایا کہ حضرت عباسؓ کے ساتھ دوسرے شخص حضرت علی کرم تھے۔ ایک دوسری روایت میں تصریح ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اور حضورؐ بیٹھکر۔ اور ابو بکرؓ حضورؐ کی اقتدا کر رہے تھے اور صحابہ حضرت صدیقؓ کے نماز کی اقتدا کر رہے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت صدیقؓ آپکے تکبیرات کی آواز لوگوں تک پہنچا دیتے تھے۔

یہ حال جمعرات کے روز ظہر کی نماز کے وقت کا ہے۔ اسی نماز کے بعد آپ نے وہ خطبہ ارشاد فرمایا جو آپ کا آخری خطبہ تھا۔ اور یہ نماز آپ کی مسجد میں آخری نماز تھی۔ اسی روز اس سے پہلے قرطاس کا واقعہ ہوا جس کو پہلے لکھ چکا ہوں۔

صحیحین میں اور سنن کی اکثر کتابوں میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے مغرب میں والمرسلات عرفا پڑھی تو میری ماں ام الفضلؓ نے کہا کہ بیٹا

تونے اس سورہ کو پڑھکر یاد دلا دیا کہ یہی وہ سورہ ہے جس کو میں نے مغرب کی نماز میں رسول اللہ سے سب سے آخر سنا ہے۔ صحیح مسلم میں صالح کے طریقہ سے اور ترمذی میں محمد بن اسحاق کے واسطہ سے اس پر یہ زیادتی ہے کہ ام الفضلؓ نے کہا کہ اسکے بعد رسول اللہؐ نے پھر نماز نہ پڑھائی حتیٰ کہ آپ خدا سے مل گئے۔

حضرت ام الفضلؓ اور حضرت عائشہؓ کے بیان میں بظاہر رسول اللہ کے آخری نماز کے متعلق تعارض ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ بدھ کے روز مغرب کی نماز پڑھا کر حضورؐ تشریف لے گئے وہ آپ کی آخری مستقل امامت تھی۔ اور صحابہ نے وہی آخری قرأت آپ کی نماز میں سنی۔ پھر عشا کے وقت مسجد جانے کی آپ نے بہت کوشش کی تین دفعہ غسل کیا اور مسجد جانا چاہا مگر ہر دفعہ آپ پر غشی طاری ہو گئی اور کسی طرح مسجد نہ جا سکے تب آپ نے حضرت صدیقؓ کو امامت کا حکم دیا۔ اور اس کے بعد برابر حضرت صدیقؓ نے نماز پڑھائی جمعرات کے روز حضورؐ کی حالت کچھ سنبھل گئی تھی حضرت صدیقؓ نے عشا۔ اور فجر کی نماز پڑھائی تھی اور ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے کہ حضورؐ تشریف لے گئے اور حضرت صدیقؓ کے بغل میں بیٹھکر نماز ادا کی۔ صحیح مسلم میں یہ تصریح ہے کہ حضورؐ کے تشریف لانے کے بعد امام حضورؐ ہی تھے۔ اور حضرت ابو بکرؓ آپ کے تکبیرات کی اقتدا کرتے تھے۔ اور صحابہ حضرت صدیقؓ کے نماز کی اقتدار کرتے تھے۔ اسی لیے حضرت ام الفضلؓ آپ کے مستقل امامت۔ اور نماز میں قرأت کی انتہا مغرب کی نماز کو بتاتی ہیں۔ اور حضرت عائشہؓ حضورؐ کے حاضری مسجد سے قطعی انقطاع کا وقت ظہر کی نماز بتاتی ہیں واللہ اعلم

حضرت صدیقؓ کی امامت اور رسول اللہؐ کی تاکید صحیحین میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہؐ کا مرض شدید ہو گیا تو فرمایا کہ ابو بکرؓ کو کہو کہ نماز پڑھائیں حضرت عائشہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ وہ بہت رقیق القلب ہیں۔ آپ کی جگہ امامت کرنے کھڑے ہوں گے تو نماز پڑھانا انکی

الغرض سرورِ کائنات اور فخرِ موجودات صلے اللہ علیہ وسلم نے توحید کی بنیاد کو مستحکم کرکے تبلیغ اور رسالت کے ذمہ داریوں کو علیٰ وجہ الکمال انجام دیکر ربیع الاوّل کے مہینہ میں سوموار کے روز انتقال فرمایا جیسا صحیحین میں حضرت انس رضؓ سے مروی ہے حضرت عائشہؓ کی اصح ترین روایت یہ ہے کہ سب سے آخر جملہ جو حضورؐ کی زبان مبارک سے نکلا وہ یہی تھا فی الرفیق الاعلیٰ۔

بخاری کی روایت ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ نے میرے گھر میں میرے باری کے دن۔ میرے حلق اور سینہ کے درمیان انتقال کیا۔ موسیٰ بن عقبہ نے جزماً امام السیر والحدیث ابن شہاب زہری سے روایت کیا ہے کہ آفتاب ڈھلتے ہی آپکا انتقال ہوا ابوالاسود بھی عروہ بن الزبیر سے اسی طرح روایت کرتے ہیں۔ اور ابن اسحٰق نے جزماً بیان کیا ہے کہ حضورؐ نے دھوپ کی تیزی کے وقت انتقال کیا۔ ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ حضورؐ کا سوموار کے روز آخر وقت انتقال ہوا۔ اس کا بھی مطلب وہی ہے کہ دن کے نصف آخر میں یعنی زوال کے بعد آپکا انتقال ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون ط

اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ حضورؐ کا انتقال ربیع الاوّل کے مہینہ میں سوموار کے روز ہوا اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ اور بخاری نے حضرت انس رضؓ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ ابن سعد نے حضرت عائشہؓ۔ حضرت علی کرم۔ حضرت سعدؓ۔ عروہ۔ ابن المسیب اور ابن شہاب سے بھی یہی روایت کیا ہے لیکن اختلاف اس میں ہے کہ اس روز تاریخ کیا تھی۔ امام السیر ابن اسحاق اور جمہور کا قول یہ ہے کہ اس روز ربیع الاوّل کی بارہ ۱۲ تاریخ تھی۔ اور ابن سعد نے عمر بن علی بن ابی طالب سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ چہار شنبہ کے روز بیمار ہوئے جبکہ صفر کا ایک دن باقی تھا۔ تیرہ ۱۳ روز بیمار رہے اور بارہ ۱۲ ربیع الاوّل کو انتقال کیا۔

لیکن ابن عقبہ۔ لیث اور خوارزمی وغیرہ کہتے ہیں کہ ربیع الاول کی پہلی تاریخ تھی اور ابو مخنف اور کلبی وغیرہ کہتے ہیں کہ دوسری تاریخ تھی۔

جمہور کے قول پر علامہ سہیلی اور ان کے متبعین نے ایک اعتراض کیا ہے جسکو اُن کے بعد کے سارے محدثین اور ارباب سیر نقل کرتے ہیں۔ وہ اعتراض یہ ہے کہ اس سال ذوالحجہ کی پہلی تاریخ جمعرات کا دن تھا۔ کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ حجۃ الوداع میں وقوف عرفہ جمعہ کے دن ہوا۔ اور یہ کسی طرح نہیں ہوسکتا کہ جب ذوالحجہ کی ۹ تاریخ جمعہ ہو تو ربیع الاوّل کی بارہ ۱۲ تاریخ سوموار ہو۔ چاہے ذوالحجہ۔ محرم۔ اور صفر سب تیس ۳۰ دن کا شمار کیا جائے۔ یا تینوں مہینہ اُنتیس ۲۹ دن کا شمار ہو۔ یا دو ۲ اُنتیس ۲۹ ایک تیس ۳۰۔ یا دو ۲ تیس ۳۰ ایک اُنتیس ۲۹۔

حساب کے روسے یہ اشکال بہت بدیہی ہے۔ اور اس اعتراض پر علماء نے تفصیلی بحثیں کی ہیں۔ مگر یہ اشکال اتنا اہم نہیں ہے جتنا خیال کیا جاتا ہے۔ رویت ہلال کے بارہ میں اختلافات کا پیدا ہوجانا مستبعد نہیں ہے۔ ابن کثیر وغیرہ کہتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ مکّہ میں پہلی ذوالحجہ جمعرات ہو اور مدینہ میں جمعہ۔ وقوف عرفہ مکّہ کے حساب سے ہوا ہو۔ اور وفات کی تاریخ اہل مدینہ نے اپنی رویت کے حساب سے بیان کی ہو واللہ اعلم لیکن اس پر بھی شبہ ہے۔ اگر ذوالحجہ کی پہلی تاریخ اہل مدینہ کی رویت سے جمعہ ہو تاہم بارہ ۱۲ ربیع الاوّل سوموار کے روز ہونے کی صرف ایک صورت ہے کہ تینوں مہینہ یعنی ذوالحجہ۔ محرم۔ اور صفر مسلسل تیس ۳۰ دن کا ہو۔ اور ایسا نہیں ہوتا کہ تین ۳ مہینہ مسلسل تیس ۳۰ کا ہو۔ لیکن علماء نے تصریح کی ہے کہ گو ایسا ہونا نادرالوقوع ہے مگر ممکن ہے۔

سلیمان التیمی ثقات میں سے ہیں اور اُنھوں نے جزماً بیان کیا ہے کہ حضورؐ کے مرض کی ابتدا سنیچر کے روز بائیس ۲۲ صفر کو ہوئی۔ اور انتقال سوموار کے روز دوسری ربیع الاوّل کو ہوا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صفر کا مہینہ انتیس ۲۹ دن کا تھا۔ اور پہلی صفر سنیچر کو روز تھی چونکہ ۹ ذوالحجہ کا جمعہ ہونا مسلم ہے اس لیئے پہلی صفر سنیچر کو روز نہیں ہوسکتی جب تک ذوالحجہ اور محرم کو بھی انتیس ۲۹ دن کا مہینہ نہ مان لیں۔ تو اس صورت میں بھی مسلسل تین ۳ مہینوں کو

ناقص یعنی انتیسؔ دن کا تسلیم کرنا پڑے گا۔ اور یہ بھی ویسا ہی نادر الوقوع ہے جیسا تینوں کا مسلسل کامل ہونا واللہ اعلم

وفات کا اثر حضورؐ کے وفات کا اثر صحابہ پر کیسا پڑا۔ اور مدینہ کی حالت کیا ہوگئی۔ روایتوں کے الفاظ میں اس کی پوری تفصیل کا تلاش کرنا بے سود ہے۔

صحیح بخاری کی مستند روایت ہے کہ مسجد نبوی میں پہلے منبر نہ تھا حضورؐ ایک لکڑی پر کھڑے ہوکر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ جب منبر بنا اور آپ منبر پر تشریف لے گئے تو بیجان لکڑی اس فراق کو برداشت نہ کرسکی۔ روئی اور اتنے زور سے روئی کہ صحابہ نے اسکے رونے کی آواز سنی۔ جب اتنے سے فراق کا بیجان لکڑی پر یہ اثر ہوا۔ تو ظاہر ہے کہ صحابہ پر حضورؐ کے فراق کا کیا اثر ہوا ہوگا۔ کفارِ مکّہ نے شہادت دی ہے کہ جو محبّت صحابہ کو رسولؐ اللہ سے تھی اُس کی نظیر نہیں پیش کی جاسکتی۔ ماں۔ باپ۔ اولاد۔ عزیز۔ جان۔ مال سب سے زیادہ اُن کو رسولؐ اللہ سے محبت تھی۔ اور یہ ایسا فراق حاصل ہوا کہ اس کے بعد چہرۂ انور پر نظر پڑنے سے اُن کو قطعی مایوسی ہوگئی۔ اس لیے جتنی بے تابی بھی اُن کو ہوئی ہو وہ تھوڑی ہے جلیل القدر صحابہ کرام بلا مبالغہ حواس کھو بیٹھے عقلیں گم ہوگئیں۔ آوازیں بند ہوگئیں۔

علامہ قسطلانی لکھتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ پر سکتہ کی حالت ہوگئی۔ وہ آتے جاتے تھے مگر کوئی بات نہیں بول سکتے تھے۔ حضرت علی کرم بیٹھ گئے اُن میں حرکت کرنے کی سکت نہ رہی۔ حضرت عبداللہ بن انیسؓ کے قلب کو ایسا صدمہ ہوا کہ وہ برداشت نہ کرسکے اُن کا انتقال ہوگیا۔ حضرت عمرؓ کی عقل غائب ہوگئی۔ اُنھوں نے تلوار کھینچ لی کہ اگر کسی نے یہ کہا کہ رسولؐ اللہ کا انتقال ہوا ہے تو اُس کو قتل کردوں گا۔

امام احمد صاحب حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اور مغیرہ ابن شعبہ آئے اور اجازت لیکر اندر داخل ہوئے۔ رسولؐ اللہ کو دیکھا تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ حضورؐ کو کیسی سخت غشی ہے۔ جب چلے تو مغیرہؓ نے کہا کہ اے عمرؓ حضورؐ کا انتقال ہوگیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ

تم جھوٹے ہو۔ رسول اللہ اُس وقت تک نہ مرینگے جب تک خدا منافقین کو فنا نہ کر دے۔
اصحاب سنن سالم ابن عبید الاشجعیؓ کی ایک روایت لکھتے ہیں کہ جب رسول اللہ کا انتقال ہوا تو حضرت عمرؓ نے لوگوں کو پریشان کر دیا۔ اُنھوں نے تلوار کھینچ لی اور کہا کہ اگر کسی نے کہا کہ رسول اللہ کا انتقال ہو گیا تو ہم اُس کو تلوار سے قتل کر دینگے۔ لوگوں نے کہا کہ اے سالم رسول اللہ کے صحابی (یعنی ابو بکرؓ) کو تلاش کرو۔ میں مسجد کی طرف گیا تو وہاں حضرت ابو بکرؓ تھے اُن کو دیکھتے ہی میں بیتاب ہو کر رونے لگا۔ فرمایا کہ اے سالم کیا رسول اللہ کا انتقال ہو گیا۔ میں نے کہا کہ عمر بن الخطابؓ تو کہتے ہیں کہ اگر کسی نے کہا کہ رسول اللہ کا انتقال ہو گیا تو میں اس کو قتل کر دوں گا[1]۔

مواہب لدنیہ میں طبری سے منقول ہے کہ حضورؐ کے وفات کے وقت حضرت صدیقؓ موجود نہ تھے وہ سُنح[2] میں تھے جو عالیہ میں مسجد نبوی سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے ان کی زوجہ حبیبہ بنت خارجہ بن زید الخزرجیہ وہیں رہتی تھیں۔ رسول اللہ نے خود اُن کو وہاں جانے کی اجازت دی تھی اس لیئے کہ سوموار کی صبح کو مرض میں کمی نظر آئی۔ اور کچھ سکون معلوم ہوا۔ تو حضرت صدیقؓ نے وہاں کی اجازت چاہی۔ اور حضورؐ نے اجازت دی۔ اسلئے انکی عدم موجودگی میں حضورؐ کا انتقال ہو گیا۔ اور حضرت عمرؓ نے تلوار کھینچ لی۔ اور دھمکی دی کہ اگر کسی نے کہا کہ رسول اللہ کا انتقال ہو گیا تو اُس کو قتل کر دوں گا۔

اور بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ اپنے مسکن سے جو سُنح[2]

---

[1] کثرت سے صحیح روایتیں شاہد ہیں کہ حضرت عمرؓ کو یقین تھا کہ رسول اللہ کا ابھی ہرگز انتقال نہ ہوگا۔ وہ سمجھتے تھے کہ منافقین کے خاتمہ کے بعد سب کے پیچھے رسول اللہ کا انتقال ہوگا۔ اور آیۃ شریفہ ویکون الرسول علیکم شہیداً پر اُن کے اِس اجتہاد کی بنیاد تھی یہ انتقال کے بعد کی حالت ہے لیکن روافض کہتے ہیں کہ اُنھوں نے رسول اللہ کو وصیت کی تحریر سے اِس لیئے روکا کہ حضورؐ کے بعد حضرت علی کرم خلیفہ نہ ہو جائیں حالانکہ حضرت عمرؓ کو رسول اللہ کے انتقال کا وہم بھی نہ تھا ۱۲ منہ

[2] بضم سین اور علامہ زرقانی کہتے ہیں کہ بسکون نون و بضم نون و نفتیح اسکے بعد حار مہملہ ۱۲ منہ

میں تھا۔گھوڑے پر آئے ۔ اور اتر کر مسجد میں آئے ۔ وہاں کسی سے کوئی بات نہ کی حضرت عائشہؓ کے حجرے میں داخل ہوئے اور رسول اللہ کو دیکھا حضورؐ حبرۃ[1] کی چادر میں لپٹے ہوئے تھے حضرت صدیقؓ نے آپ کے چہرہ سے کپڑہ ہٹایا ۔ اور آپ پر جھکے ۔ اور حضورؐ کے دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ[2] دیا اور فرمایا ۔ کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ہرگز خدا آپ پر دو موتیں[3] جمع نہ کرے گا البتہ صرف ایک موت جو آپ کے لئے لکھی گئی ہے ۔

امام بخاری کہتے ہیں کہ زہری نے کہا کہ ابو سلمہؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ رسول اللہ کے پاس سے باہر آئے اس وقت حضرت عمرؓ لوگوں سے بول رہے تھے تو کہا کہ اے عمرؓ بیٹھ جاؤ ۔ حضرت عمرؓ نے بیٹھنے سے انکار کیا ۔ حضرت ابو بکرؓ نے اُن کو چھوڑ دیا اور لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے ۔ اور کہا ۔ امابعد جو شخص محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتا تھا (وہ جان لے) کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا ۔ اور جو تم میں سے خدا کی پرستش کرتا تھا تو خدا زندہ ہے وہ کبھی نہیں مرے گا ۔ اور ابو بکرؓ نے آیۃ پڑھی وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل ۔ . . . شاکرین تک یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم صرف خدا کے رسول ہیں اور اُن کے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے یہ آیت پڑھی تو معلوم ہوتا تھا کہ کوئی اُس کو جانتا ہی نہ تھا ۔ اُن سے سنکر ہر شخص اسی آیت کو

---

[1] حبرۃ بکسر حاء مہملہ وفتح بار موحدہ ایک یمنی خطدار اور سبز کپڑہ ہوتا تھا ۱۲ منہ

[2] بوسہ دینے کی روایت بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے بھی مروی ہے حضرت ابو بکرؓ نے یہ سب کام حضورؐ کی اقتدا میں کیا ۔ ترمذی میں ہے کہ حضرت عثمان ابن مظعونؓ کا جب انتقال ہوا اور رسول اللہ اُن کو دیکھنے گئے تو اسی طرح چہرہ کھولکر بوسہ دیا تھا ۱۲ منہ

[3] حضرت ابو بکرؓ کی دو موتوں سے کیا غرض تھی اس میں علما نے بڑی بحثیں کی ہیں ۔ مگر حضرت عمرؓ جو باتیں جوش میں کہہ رہے تھے اُس میں ایک بات یہ بھی تھی کہ جس طرح حضرت موسیٰ چالیس روز کے لیئے قوم سے جدا ہو کر طور پر رہے تھے اور چالیس روز کے بعد قوم میں واپس آئے اسی طرح رسول اللہ بھی چالیس روز کے بعد واپس آئینگے اور منافقین کو سزا دینگے ۔ چونکہ اس صورت میں دو موتیں لازم آتی تھیں اسلیئے حضرت ابو بکرؓ نے اس کی تردید کی واللہ اعلم ۱۲ منہ

پڑھنے لگا۔ اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے اسمیں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے یہ آیتیں بھی پڑھیں انک میّت وانھم میّتون اور وما جعلنا لبشرٍ من قبلک الخلد۔

بخاری میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں نے حضرت ابی بکرؓ سے آل عمران کی آیۃ سنی تو ہم خبط ہو گئے۔ پیر بھاری ہو گئے۔ اور میں زمین کی طرف جھک گیا۔ اُن کے اس آیت کی تلاوت کرنے پر مجھے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔

پیچھے حضرت عمرؓ نے اپنے ان کلمات سے رجوع کیا۔ جو اضطراب کی حالت میں وہ بول گئے تھے ابن اسحاق نے سیرۃ میں زُہری سے روایت کیا ہے کہ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ سقیفہ بنی ساعدہؓ کی بیعت کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے منبر پر خطبہ ارشاد فرمایا۔ اُن کے بعد حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور کہا کہ میں نے کلہ کچھ باتیں کہی تھیں وہ صحیح نہ تھیں۔ وہ باتیں نہ میں نے کتاب اللہ میں پائیں نہ میرے ساتھ رسول اللہ کا ایسا کوئی عہد تھا۔ البتہ میں چاہتا تھا کہ رسول اللہؐ زندہ رہتے۔ اور اُن کی موت ہم سب کے بعد ہوتی او کما قال

الغرض اس حادثہ عظیمہ کے بعد مدینہ صحابہ کی نظروں میں تاریک ہو گیا۔ روایت ہے کہ حضورؐ کے دفن سے پہلے حضرت بلالؓ جب اذان دیتے تھے اور اشھد ان محمد ا رسول اللہ کہتے تھے تو گریہ و بکا سے مسجد لرز جاتی تھی۔ دفن کے بعد حضرت بلالؓ نے اذان موقوف کردی۔

غسل

بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ذکر کیا ہے۔ کہ غسل کے وقت صحابہ کو تردد ہوا کہ کپڑا اتار کر غسل دیا جائے یا اسی کپڑا میں جو حضورؐ پہرے ہوئے ہیں۔ رائیں مختلف تھیں کہ اتنے میں وہاں جتنے لوگ تھے سب پر نیند کا غلبہ ہوا۔ اور سب کو اونگھ آگئی۔ اِسی حالت میں سب نے ایک آواز سنی کہ حضورؐ کو کپڑے کے ساتھ غسل دو۔ اِس لئے حضورؐ کو غسل دیا گیا تو آپ قمیص پہرے رہے۔ اس کی اصل ابوداؤد میں حضرت عائشہؓ اور ابن ماجہ میں حضرت بریدہؓ سے مروی ہے۔

ابن ماجہ میں حضرت علی کرم کی ایک روایت ہے کہ حضورؐ نے وصیّت کی تھی کہ مجھے میرے کوتے بئر غرس کے سات مشک پانی سے غسل دیجیو۔ بئر غرس بفتح غین معجمہ وسکون راء مہملہ قبا میں ایک کوآ ہے۔ حضورؐ کو تین غسل دیا گیا پہلے خالص پانی سے۔ دوسری مرتبہ بیر کی پتی دیکر۔ تیسری مرتبہ کافور ڈالکر۔

حضرت علی کرم اور حضرت عباسؓ نے غسل دیا۔ اور حضرت فضل ابن عباسؓ کروٹ بدلنے میں مدد دیتے تھے۔ قثم ابن عباسؓ۔ اسامہ ابن زید اور شقرانؓ مولے رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی دیتے تھے۔ اور یہ لوگ پردہ کے باہر تھے۔ اور حضرت علی کرم کے سوا سب نے آنکھوں پر پٹیاں باندھ لی تھیں تاکہ کھلے ہوئے جسد اطہر پر نظر نہ پڑ جائے جیسا کہ بزاز اور بیہقی سے علامہ زُرقانی نے شرح مواہب میں نقل کیا ہے۔

تکفین علامہ قسطلانی لکھتے ہیں کہ بیہقی نے ذکر کیا ہے کہ تکفین کے بارہ میں متواتر خبریں وارد ہیں۔ حضرت علی کرم۔ حضرت ابن عباسؓ۔ حضرت عائشہؓ۔ حضرت ابن عمرؓ۔ حضرت جابرؓ۔ حضرت عبداللہ بن مغفلؓ یہ سب کہتے ہیں کہ حضورؐ کے کفن میں تین کپڑہ دیا گیا اسمیں قمیص اور عمامہ نہ تھا۔ لیکن ان الفاظ کے مطلب میں اختلاف ہوگیا ہے یعنی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کفن میں تین ہی کپڑہ تھا قمیص وعمامہ نہ تھا۔ یا یہ مطلب ہے کہ قمیص وعمامہ کے علاوہ تین کپڑہ تھا۔ امام شافعی اور جمہور یہی کہتے ہیں کہ کل تین کپڑہ تھا۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ الفاظ حدیث کے مناسب یہی مطلب ہے۔ اور یہ ثابت نہیں ہے کہ حضورؐ کے کفن میں قمیص و عمامہ دیا گیا۔

مسند امام احمدؒ میں ایک روایت عبداللہ بن محمد بن عقیل کی ہے وہ محمد ابن حنفیہ سے اور وہ اپنے والد علی بن ابی طالب کرمؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ کے کفن میں سات کپڑے دیئے گئے ابن حزم کہتے ہیں کہ یہ ابن عقیل کا وہم ہے۔ اور سنن ابی داؤد میں ایک روایت حضرت ابن عباسؓ کی ہے کہ حضورؐ کے کفن میں تین کپڑہ تھا۔ دو حلّہ اور ایک قمیص جس میں حضورؐ کا

انتقال ہوا تھا۔ یہ روایت ضعیف ہے۔ اس کے ایک راوی یزید بن زیاد ہیں جن کے ضعف پر سب کا اتفاق ہے۔

زُہری عُروہ سے اور وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ کو تین سَحُولی کپڑہ کا کفن دیا گیا۔ اور ائمہ ستہ۔ ہشام ابن عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ حضرت عروہؓ سے۔ اور وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں اُس میں یہ زیادتی ہے کہ سحولی کرسف یعنی روئی کے کپڑہ کا۔ اور صحیح مسلم میں یہ زیادتی ہے کہ حُلّہ چھوڑ دیا گیا تو عبداللہ بن ابی بکرؓ نے اس کو اپنے کفن کے لیئے رکھ لیا تھا۔ مگر پھر انہوں نے کہا کہ اس کپڑہ کو خدا نے اپنے نبی کیلیئے پسند نہ کیا۔ اِس لیئے اُنہوں نے اُس کو بیچکر صدقہ کر دیا مسلم ہی کی ایک روایت ہے کہ وہ حُلّہ عبداللہ بن ابی بکرؓ ہی کا تھا جو حضورؐ کو پہلے کفن دیا گیا تھا پھر علیحدہ کر دیا گیا۔

سَحُول بعض بضم سین مہملہ کہتے ہیں لیکن عندالاکثر بفتح سین ہے۔ یا تو کپڑہ دھونے والے کی طرف منسوب ہے کیونکہ یہ کپڑہ دھلا ہوا سفید کپڑہ ہوتا تھا۔ یا یمن میں کوئی قریہ کا نام تھا اُس کی طرف منسوب تھا۔ اور سُحول بضم سین مہملہ سُحل کی جمع ہے۔ سَحل سفید صاف کپڑہ کو کہتے ہیں جو صرف روئی کا ہوتا تھا کذا قال الزرقانی فی شرح المواھب۔

صلوٰۃ جنازہ

حضرت ابن عباسؓ کی روایت ابن ماجہ میں ہے کہ منگل کے روز جب تجہیز وتکفین سے لوگ فارغ ہوئے تو حضورؐ کو ایک تخت پر گھر ہی میں رکھا پھر جماعتیں یکے بعد دیگرے جاتی گئیں اور نماز پڑھتی گئیں۔ مرد فارغ ہو گئے تو عورتیں گئیں عورتوں کے بعد لڑکے گئے۔ لیکن آپ کے جنازہ میں کسی نے امامت نہ کی۔

ایک روایت میں ہے کہ پہلے اہل بیت نے نماز پڑھی لیکن اور لوگ سمجھ نہ سکے کہ کیا پڑھیں۔ حضرت ابن مسعودؓ سے لوگوں نے پوچھا۔ اُنہوں نے فرمایا کہ حضرت علی کرم سے دریافت کرو حضرت علی کرم نے فرمایا کہ ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی الایہ اور لبیک اللّٰھم ربنا وسعدیک الخ پڑھو۔

لوگوں نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے دریافت کیا کہ کیا رسول اللہؐ کے جنازہ کی نماز پڑھیں فرمایا کہ ہاں پڑھو۔ پوچھا کیا پڑھیں۔ تو فرمایا کہ ایک ایک جماعت جاؤ اور تکبیر کہو پھر دعا پڑھو تو لوگ جاتے تھے اور الگ الگ تکبیر کہکر دعا پڑھتے تھے۔ اس پر اتفاق ہے کہ حضورؐ کے نماز جنازہ میں کسی نے امامت نہ کی۔ اور حضرت علی کرمؓ نے فرمایا کہ حضورؐ تمہارے امام تھے اور اب بھی وہی امام ہیں۔

تدفین نماز کے بعد اس میں اختلاف ہوا کہ دفن کہاں کیا جائے۔ بعض نے کہا کہ منبر کے پاس۔ اور بعض نے کہا کہ بقیع میں جیسا کہ موطا میں ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہؐ سے سنا ہے کہ نبی کا جہاں انتقال ہوتا ہے وہیں دفن کیا جاتا ہے حضرت علی کرم نے کہا کہ میں نے بھی رسول اللہ سے اسی طرح سنا ہے۔ ابن ماجہ۔ ترمذی اور موطا وغیرہ میں یہ روایت باختلاف الفاظ مروی ہے۔

قبر اس میں اختلاف ہوا کہ حضورؐ کی قبر شق بنائی جائے یا لحد مہاجرین کی رائے تھی شق کی۔ اور انصار لحد کی رائے دیتے تھے۔ مدینہ میں دو شخص تھے ابو عبیدہ شق کھودا کرتے تھے اور ابو طلحہ لحد رائے یہ قرار پائی کہ دونوں کو بلایا جائے۔ جو پہلے آجائے وہی اپنا کام کرے چنانچہ ابو طلحہ زید بن سہل الانصاریؓ پہلے آئے اور انہوں نے حضورؐ کے لئے لحد تیار کی۔

اس میں اختلاف ہوا کہ حضورؐ کو قبر میں کون داخل کرے۔ صحیح یہ ہے کہ عباس ابن عبد المطلبؓ علی ابن ابی طالبؓ۔ قثم ابن عباسؓ قبر میں داخل ہوئے۔ اور سب کے بعد قبر سے قثم ابن عباسؓ نکلے۔

آپ کے قبر میں نو اینٹیں بچھائی گئیں۔ اور آپ کے موئے شقران نے آپ کے نیچے قطیفہ نجرانیہ بچھا دیا تھا۔ لیکن ابن عبد البر کا قول ہے کہ اینٹیں بچھانے کے بعد وہ قطیفہ نکال لیا گیا جیسا کہ محمد ابن الحسن ابن زبالہ سے قسطلانی نے نقل کیا ہے۔ بخاری میں ہے کہ دفن کے بعد حضرت فاطمہؓ نے کہا کہ اے انسؓ تم لوگوں کے دل نے اس کو قبول کر لیا کہ رسول اللہؐ پر مٹی ڈالو؟

اور بخاری کے علاوہ بعض روایتوں میں یہ زیادتی ہے کہ اس کے بعد حضرت فاطمہؓ نے حضورؐ کے قبر کی مٹی لیکر آنکھوں پر رکھی۔ اور ابن عساکر نے یہ روایت لکھی ہے کہ حضورؐ کے قبر پر حضرت بلالؓ نے مشک سے پانی چھینٹا۔ اور سر کے جانب سے پانی دینا شروع کیا واللہ اعلم

دفن کا دن

حضور کے وفات کا دن سوموار ہے اس پر تو سب کا اتفاق ہے۔ اور یہی بخاری میں حضرت عائشہؓ اور حضرت انسؓ سے مروی ہے لیکن دفن کے متعلق ابن سعد نے کئی روایتیں لکھی ہیں۔ سعید بن المسیب اور ابو سلمہ بن عبدالرحمن سے روایت کیا ہے کہ تدفین منگل کے روز ہوئی۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ قول غریب ہے۔ اور ابن سعد عکرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ سوموار کے روز حضور کا انتقال ہوا۔ اس روز اور اس کے بعد والی رات۔ اور منگل کا دن دفن نہ کیا گیا۔ اس کے بعد والی رات میں دفن کیا گیا۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہی جمہور کا قول ہے۔ اور ابن سعد نے عثمان بن محمد ابن المغیرہ بن الاخنس الاخنسی سے روایت کیا ہے کہ سوموار کے روز حضورؐ کا انتقال ہوا۔ اور بدھ کے روز حضورؐ دفن کئے گئے اور اسی طرح ابی ابن عباسؓ بن سہل ابن سعد الساعدی سے بھی روایت کیا ہے۔

بدھ والی روایتیں سنداً ضعیف ہیں۔ تاہم علماء نے ان روایتوں میں تطبیق دی ہے کہ حضورؐ کو منگل اور بدھ کے درمیان والی رات میں دفن کیا گیا۔ اس لئے کوئی اسکو منگل کا دن کہتا ہے کوئی بدھ کا دن واللہ اعلم

متروکات

یہ معلوم ہو چکا ہے کہ مرض الموت میں وفات کے قریب حضورؐ کے پاس کُل ساتؔ دینار تھے۔ اُس کو حضورؐ نے خود اپنے ہاتھ سے صدقہ کر دیا۔ چند مکانات تھے وہ ازواجِ مطہرات پر بٹے ہوئے تھے اور اُنہیں کے قبضہ میں تھے۔ امام بخاری نے ایک باب اسی کے ثبوت میں باندھا ہے کہ وہ حجرے حضورؐ کے حیات ہی میں ازواج مطہراتؓ کی طرف منسوب تھے۔

آگے معلوم ہوگا کہ وفات کے بعد بھی انہیں کے قبضہ میں رہے۔ کچھ زمینیں تھیں جلیل القدر اصحاب میں اُس کی ملکیّت کے متعلق اختلافات ہیں مگر صحیح یہی ہے کہ وہ فَی یا صدقہ کی زمینیں تھیں۔ اور من جانب اللہ اُس پر تصرّف کا حضورؐ کو کامل اختیار تھا لیکن وہ ذاتی ملکیّت نہ تھی جس میں وراثت جاری ہوسکے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں قالت ماترك رسول الله صلے الله عليه وسلم درهمًا ولادينارًا ولاشاةً ولابعيرًا ولا اوصى بشئٍ رواه مسلم حضورؐ نے نہ درہم چھوڑا نہ دینار نہ بکری نہ اونٹ اور نہ کسی چیز کی وصیّت کی۔ ام المومنین حضرت جویریہؓ کے بھائی عمرو بن الحارثؓ کی روایت بخاری میں ہے عن عمرو بن الحارثؓ اخى جويرية قال ماترك رسول الله عند موته دينارًا ولا درهمًا ولاعبدًا ولاامةً ولاشيئًا الابغلة البيضاء وسلاحه وارضًا جعلها صدقة رواه البخاری یعنی حضرت جویریہؓ کے بھائی عمرو بن الحارثؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے موت کے وقت نہ دینار چھوڑا نہ غلام نہ لونڈی۔ نہ کوئی اور شئے لیکن ایک سفید خچر اور سلاح جنگ۔ اور زمینیں جسکو حضورؐ نے صدقہ کردیا تھا۔[1]

زمینیں حضورؐ کے زمینوں کا حال مکرر لکھ چکا ہوں۔ اؔوّل بنی النضیر میں سات مکانات تھے جو مخیریق یہودی نے غزوۂ احد کے روز آپ کے نام ہبہ کیا تھا۔ دؔویم ابوطلحہ بن سہل انصاریؓ نے بیرحار کی بلند زمین آپ کو دیدی تھی۔ لیکن یہ بہت پہلے۔ کیونکہ حضورؐ نے یہ زمین حضرت حسّان بن ثابتؓ کو دیدی تھی اُس وقت جبکہ صفوان بن معطلؓ نے اُن کو افک کے قصّہ کے بعد تلوار ماری تھی۔ سؔویم بنی النضیر کی زمین حضورؐ کو فَی میں ملی تھی جسکا ذکر قرآن پاک میں ہے اور یہ زمین برابر حضورؐ کے قبضہ میں رہی۔ خیبر کا دو قلعہ الوطیح اور السلالم جو تقسیم نہیں ہوا تھا۔ اور الکتیبہ جس میں آپ کا سہم تھا اور ازواج مطہرات کے نفقات مقرر تھے۔ فدک کی نصف زمین وادی القری کا ایک ثلث۔ یہ سب زمینیں رسول اللہؐ کی سمجھی جاتی تھیں۔ اور رسول اللہؐ کے قبضہ میں تھیں۔

[1] حضرت عائشہؓ اور عمرو بن الحارثؓ کی روایتیں بظاہر متروکات کی تفصیل کی خلاف ہیں مگر زمین اور مکانات کے متعلق معلوم ہوچکا ہے کہ ان حضرات کے نزدیک وہ حضورؐ کی ملک نہ تھی۔ اور چیزوں کے متعلق ممکن ہے کہ حضورؐ نے وفات سے پہلے صدقہ کردیا ہو اور بعض چیزیں ہبہ کردی ہوں واللہ اعلم ۱۲ منہ

ان اراضی پر رسول اللہؐ کا قبضہ تھا۔ اور بیرِ خار کی زمین کے سوا سب پر وفات کے وقت تک حضورؐ کا کامل قبضہ تھا۔ اُس میں سے حضورؐ ازواجِ مطہرات کو۔ بعض اہلِ بیت کو اور بعض بنی ہاشم کو نفقات دیتے تھے۔ باقی غزوات میں۔ وفود پر۔ اور مختلف قسم کے کارِ خیر میں خرچ کرتے تھے۔ اور حاجتمندوں کی امداد کرتے تھے۔

حضورؐ کے انتقال کے بعد جلیل القدر اصحاب اور خاص لوگوں میں انہیں اموال کے متعلق اختلاف پیدا ہو گیا۔ حضرت فاطمہؓ۔ حضرت علی کرم۔ اور حضرت عباسؓ فرماتے تھے کہ یہ سب رسول اللہؐ کی ملکیت خاص تھی۔ اور جس طرح ہر مسلمان کی ملک اس کے ورثا پر تقسیم ہوتی ہے اسی طرح قرآن شریف کے مطابق اس کو بھی رسول اللہ صلعم کے ورثا پر تقسیم ہونا چاہیئے۔ لیکن حضرت صدیقؓ۔ حضرت فاروقؓ۔ اور دوسرے صحابہ کہتے تھے کہ یہ رسول اللہؐ کی ملک خاص نہ تھی اور انبیا کی ملکیت ہوتی ہی نہیں ہے جس میں وراثت جاری ہو سکے۔ اس کی سند میں حضرت صدیقؓ نے خود حضورؐ کا فرمان پیش کیا۔ نحن معاشر الانبیاء لا نورث ماترکناہ صدقۃ یعنی حضورؐ نے فرمایا ہے کہ ہم انبیار کی جماعت (کے اموال) میں ورثہ نہیں دیا جاتا۔ انبیا جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے (یعنی ملک خداوندی ہے) اسکے علاوہ بعض اراضی کے متعلق نص قرآنی موجود ہے کہ وہ فیٔ ہے مثلاً بنی النضیر کی زمین۔ اور بعض کے متعلق حضورؐ کا قول و عمل شاہد ہے کہ آپ نے اسکو فیٔ سمجھا۔ اور فیٔ کے اموال کا حکم خدا نے قرآن پاک میں بتا دیا ہے کہ اُس میں تمام مسلمانوں کا حق ہے۔ تو ایسے مال میں وراثت کیونکر جاری ہو سکتی ہے۔

حضرت عائشہؓ اور دوسری ازواجِ مطہرات نے بھی حصّہ کا مطالبہ کیا تھا جیسا صحیحین کی روایت سے معلوم ہوتا ہے مگر پیچھے جب اُن کو حضرت صدیقؓ وغیرہ نے مسئلہ کی حقیقت سمجھائی تو انہوں نے اقرار کیا کہ یہ رسول اللہؐ کا صدقہ ہے اس میں ورثہ نہیں ہو سکتا۔ اس میں جمہور صحابہ حضرت صدیقؓ اور حضرت فاروقؓ کے موافق تھے۔

حضرت فاروقؓ نے اپنے زمانہ میں مدینہ کی زمین حضرت عباسؓ اور حضرت علی کرم کے سپرد کردی تھی۔ مگر اسی شرط پر کہ اس میں اُسی طرح تصرف کیا جائے جس طرح رسول اللہؐ کرتے تھے۔ مگر اس پر حضرت علی کرم کا قبضہ ہوگیا۔ حضرت عباسؓ اس سے بہت ناخوش ہوئے اور اُنہوں نے حضرت فارُوقؓ کے سامنے اس قصّہ کو پیش کیا۔ اور بڑے سخت الفاظ میں حضرت علی کرم پر اعتراض کیا۔ حضرت فاروقؓ نے وہی کہا کہ نہ اس میں ملکیّت ہو سکتی ہے نہ حصّہ کیا جا سکتا ہے واللہ اعلم

مکانات ہجرت کے بعد حضورؐ مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مکان میں قیام فرمایا۔ اور ابن سعد کی روایت ہے کہ وہاں سات مہینہ تک رہے۔ ایک روایت ہے کہ دوسرے سال صفر تک آپ کا وہاں قیام رہا۔ مگر پہلا قول قوی ہے۔ اس وقت تک وہاں کوئی مسجد نہ تھی۔ بلاذری نے زید بن ثابتؓ کی ماں سے ایک روایت نقل کی ہے کہ ہجرت کے پہلے اسعد بن زرارہ نے سہل وسہیل کے مربد میں ایک مسجد بنائی تھی۔ اور اُس میں مسلمان جمع ہو کر پانچ وقت کی نماز پڑھتے تھے۔ اور رسول اللہؐ نے بھی ہجرت کے بعد اُس مسجد میں نماز پڑھی ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ سہل وسہیل کے مربد کو رسول اللہؐ نے ہجرت کے بعد خریدا اور اُس میں مسجد بنایا۔ ممکن ہے کہ پہلے وہیں جمع ہو کر مسلمان نماز پڑھتے ہوں۔ اور اسی وجہ سے اس کو مسجد بھی کہتے ہوں۔ ہجرت کے پہلے بنی زریق کی مسجد کا اور دوسری بعض مسجدوں کا ذکر بھی روایات میں آیا ہے۔ مگر وہ مسجدیں اُن کی اسلام کے پہلے کی تھیں۔ اس واسطے کہ اسلام کی سب سے پہلی مسجد مسجدِ قبا ہے۔ اور دوسری مسجد مسجد نبوی ہے۔ بنی سالم میں بھی ایک مسجد تھی جہاں پہلا پہلا جمعہ ادا کیا گیا مگر وہ بھی اسلام سے پہلے کی مسجد تھی۔

صحیحین میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جہاں نماز کا وقت ہوتا وہیں حضورؐ نماز پڑھ لیا کرتے تھے حتیٰ کہ اگر مرابض غنم میں وقت ہوا تو وہیں ادا کر لیا۔ جب مسجد بنانے کا ارادہ

ہوا تو آپ نے بنی نجار سے کہا کہ اپنا[1] باغ تم قیمت لیکر ہمیں دیدو۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم قیمت نہیں چاہتے۔ آپ نے بلا قیمت لینے سے انکار کیا۔ اور دسؔ دینار اس کی قیمت آپ نے ادا کی اور بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ دوؔ یتیم لڑکوں کو آپ نے بلوایا۔ اور بقیمت اُن سے اُن کا مربد خریدنا چاہا۔ ان دونوں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ ہم یہ مربد آپ کو ہبہ کرتے ہیں حضورؐ نے ہبہ قبول کرنے سے انکار کیا۔ اور قیمت دیکر اس کو مسجد کے لئے خرید لیا۔ اور بعض روایت میں ہے کہ اسعد ابن زرارہ نے اُن لڑکوں کو اس کے بدلہ بنی بیاضہ میں کچھ درخت دیئے بعض روایت ہے کہ معاذ ابن عفرا نے ان کو راضی کیا۔ اور بلاذری میں ہے کہ دسؔ دینار جو حضرت ابو بکرؓ کے مال سے حضورؐ نے اُن کو قیمت دلوائی تھی وہ اس زمین کی قیمت تھی جو مسجد کے بغل میں سہلؓ و سہیلؓ کی زمین تھی صحیحین میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ مسجد جہاں بنی وہاں کھجور کے درخت تھے۔ اور پڑتی جگہ تھی۔ اور مشرکین کا وہاں مقبرہ تھا۔ حضورؐ کے حکم سے قبریں کھود کر برابر کردی گئیں۔ درخت کاٹ دیئے گئے۔ اور زمین مسطح کردی گئی۔

زید ابن حارثہؓ کی روایت ہے کہ مسجد کا طول ایک سوؔ ذرع تھا۔ اور عرض بھی اسی کے قریب۔ اور دوسری روایت خارجہ ابن ثابتؓ سے مروی ہے کہ طول ستر ذرع تھا اور عرض ساٹھؔ ذرع۔ یا کچھ زیادہ۔ تینؔ ذرع کے قریب اینٹ کی بنیاد تھی۔ اور کھجور کے درخت کا ستون تھا۔ سایہ کے لئے کھجور کا تنا۔ اُس کی شاخیں۔ اور پتے دیکر چھت بنائی گئی تھی۔ مسجد کے بغل میں پہلے دوؔ گھر حضورؐ نے بنوائے۔ ایک حضرت عائشہ صدیقہؓ

---

[1] کسی روایت میں حدیقہ یعنی باغ آیا ہے۔ کسی روایہ میں مربد یعنی کھنڈر آیا ہے حضرت انسؓ کی ایک روایت ہے کہ اس میں درخت تھا کھنڈر تھے۔ اور اُس میں مشرکین کی قبرستان تھی معلوم ہوتا ہے کہ اس زمین کا کئی حصہ تھا بعض حصہ حضورؐ نے خریدا اور اُس کی قیمت دسؔ دینار حضرت صدیقؓ کے مال سے دلوا دیا۔ بعض کے بدلے حضرت اسعد بن زرارہؓ نے بنی بیاضہ میں درخت دیدیئے بعض کے لئے معاذ ابن عفراؓ نے راضی کیا واللہ اعلم ۱۲ منہ

کے لیئے۔ اور ایک حضرت سودہ بنت زمعہؓ کے لیئے۔ وفات کے وقت نو ازواج مطہرات تھیں۔ اور سب کے بیوت علیٰحدہ علیٰحدہ تھے۔ وہ پیچھے رفتہ رفتہ ضرورت کے وقت بنتے گئے۔ حارثہ ابن النعمانؓ کے منازل مسجد کے بغل میں تھے۔ وہ یکے بعد دیگرے سب حضورؐ کے قبضہ میں آتے گئے۔ یہ سارے مکانات منبر کے آگے بائیں جانب تھے۔ اور سب کا راستہ مسجد میں تھا حضرت عائشہؓ اور حضرت سودہؓ کے بیوت تخمیناً چھ سات ذرعہ چوڑے اور دس ذرعہ لانبے تھے دیواریں اینٹ کی تھیں۔ سایہ کے لیئے کھجور کے درخت اور شاخوں اور پتوں سے چھت بنادیا گیا تھا۔ مسجد میں ایک سایہ دار جگہ اور بنی ہوئی تھی جس کو صُفہ (بالضم) کہتے تھے۔ یہاں مساکین۔ فقراء۔ اور غیر مستطیع مسلمان رہا کرتے تھے۔ جنکو گھر بار۔ بیوی بچے کچھ نہ تھے۔ نہ معاش کا کوئی ذریعہ تھا۔ اسلیئے یہ خدا اور رسول کے مہمان تھے۔

مسجد اور صُفہ پر نہ کسی کا مالکانہ قبضہ ہوا نہ ہوسکتا تھا۔ ازواج مطہرات کے بیوت جو جنکے قبضہ میں تھے اُنہیں کے رہے۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ حضرت سودہؓ نے وصیت کی تھی کہ اُن کا گھر حضرت عائشہؓ کو دیدیا جائے۔ حضرت صفیہؓ کے اولیا نے ان کا گھر حضرت معاویہؓ سے ایک لاکھ یا اسّی ہزار میں فروخت کیا۔ حضرت حفصہؓ کا گھر اُن کے بعد حضرت ابن عمرؓ کو ترکہ میں ملا اور اُنہوں نے بلاقیمت مسجد میں دیدیا۔ ابن النجار کا قول ہے کہ حضرت فاطمہؓ کا حجرہ وہاں تھا جہاں اب محراب ہے۔ سمہودی کہتے ہیں کہ موجودہ مقصورہ حضرت عائشہؓ اور حضرت فاطمہؓ کے بیوت کی جگہ کو گھیرے ہوئے ہے بعض کا قول ہے کہ حضرت فاطمہؓ کی قبر بھی وہیں ہے۔

الغرض حضورؐ نے جو بیوت خود بنائے۔ اور جو حارثہ ابن النعمان کے منازل میں سے لیئے اُن میں سے جس بیت میں جس کو حضورؐ نے ٹھہرا دیا تھا وہ حضورؐ کے حیات میں بھی انہیں کیطرف منسوب تھا۔ بخاری میں ایک باب اسی کے ثبوت میں ہے۔ پھر حضورؐ کے وفات کے بعد بھی وہ انہیں کا رہا۔ اور اُن میں وراثت بھی جاری ہوئی۔ اور انہیں کے ورثا نے اسکو بیع بھی کیا

یہ سب حجرے عرصہ تک قائم تھے۔ ولید بن عبدالملک کے حکم سے یہ حجرے توڑ کر مسجد میں داخل کئے گئے۔ اور حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں چونکہ رسول اللہ کا مزار تھا وہ باقی رہا۔

ان مکانات کے علاوہ ایک بالاخانہ بھی حضوؐر کا تھا۔ ایلا کی روایتوں میں اسکا ذکر آتا ہے۔ یہ معلوم نہ ہوسکا کہ وفات کے بعد یہ کس کے قبضہ میں رہا مگر یہ بھی مسجد میں داخل کردیا گیا اُس کو مشربہ کہتے تھے اور ایلا کے زمانہ میں ایک مہینہ حضوؐر نے اسی مشربہ میں قیام فرمایا تھا۔ وفود کی بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وفود کے لیے جو سامان حضرت بلالؓ کے قبضہ میں رہتا تھا وہ اسی مشربہ میں رکھا کرتے تھے۔

حضرت ماریہ قبطیہ کے لیئے ایک گھر حضوؐر نے علیٰحدہ بنوادیا تھا۔ وہ مسجد سے دور تھا۔ اور مولانا شاہ عبدالحق صاحب لکھتے ہیں کہ وہ جگہ اب تک ہے جو مشربہ ام ابراہیمؑ کے نام سے مشہور ہے۔

لباس حضوؐر زیادہ تر روئی کا لباس پہنتے تھے۔ صوف۔ اور کتان کا لباس بھی کبھی کبھی آپ نے پہنا ہے۔ جبّہ۔ قبا۔ قمیض۔ ازار۔ عمامہ۔ ٹوپی۔ چادر۔ حُلہ۔ موزہ۔ یہ سب آپ نے پہنا ہے۔ پائجامہ کا پہننا مختلف فیہ اور مشتبہ ہے سفید لباس پسند فرماتے تھے۔ لیکن سبز اور سُرخ خط کی یمنی چادر آپ کو بہت مرغوب تھی جو بردیمانی کے نام سے مشہور تھی۔ خالص سُرخ کو منع فرماتے تھے۔ کبھی کبھی سیاہ عمامہ آپنے باندھا ہی لیکن کسی اور ایک رنگ کا کپڑہ پہننا آپ کا ثابت نہیں ہے۔ ٹوپی آپ کی سر سے سٹی رہتی تھی اور عمامہ کے نیچے ٹوپی پہننے کی تاکید کرتے تھے۔

بیہقی سے شرح سفرالسعادت میں منقول ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک انصاریہ میرے پاس آئیں اور دیکھا کہ رسول اللہؐ کا فرش ایک قطیفہ[۱] کہنہ ہی۔ اُنہوں نے گھر جاکر ایک اچھا فرش بھیجدیا۔ رسول اللہؐ نے آکر دیکھا تو پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ میں نے

سلہ قطیفہ موٹی چادر ۱۲ منہ

قصہ کہا حضورؐ نے فرمایا کہ اے عائشہؓ اسے واپس کردو۔ خدا کی قسم اگر میں چاہوں تو اللہ پاک سونے کا پہاڑ میرے ساتھ کردے۔

سواری کے جانور

گھوڑے ۔ حضورؐ کے سات گھوڑے تھے۔ اور کسی صفت خاص کی وجہ سے اُن کے مختلف نام تھے۔ سَکب[۱]۔ لحیف[۲]۔ شجار[۳]۔ ظرب[۴]۔ لزاز[۵]۔ مُرتجز[۶]۔ الورد[۷]۔

بغال یعنی خچر حضورؐ کے پانچ بغال یعنی خچر تھے

دُلدُل جو مقوقس نے بھیجا تھا۔ فضہ فروۃ الجذامی نے بھیجا تھا۔ ایک بغلہ صاحب ایلہ نے بھیجا تھا۔ ایک بغلہ صاحب دومۃ الجندل نے بھیجا تھا۔ ایک بغلہ نجاشی شاہ حبش نے بھیجا تھا۔

حمیر یعنی گدھے گدھے تین تھے

عُفیرا جو مُقوقس نے بھیجا تھا۔ ایک فروۃ الجذامی نے بھیجا تھا۔ ایک حضرت سعد ابن عبادہؓ نے ہدیۃً پیش کیا تھا۔

اونٹ اونٹ تین تھے۔

---

۱ سکب کے معنی کثیر الجری تیزی کی وجہ سے یہ نام تھا ۱۲ منہ

۲ لحیف فعیل کے وزن پر فاعل ہے یعنی کانہ یلحف الارض بذنبہ یعنی گویا زمین کو اپنے دم کا لحاف اوڑھا دے گا۔ لانبی اور موٹی دُم کی وجہ سے یہ نام ہوا ۱۲ منہ

۳ شجار بالمد واسع الخطو (نہایہ) لانبے لانبے قدم رکھتا تھا ۱۲ منہ

۴ ظرب چھوٹے پہاڑ کو کہتے ہیں۔ قوۃ کے اعتبار سے یہ نام ہوا ۱۲ منہ

۵ لزاز کثرت تلزز کی وجہ سے یہ نام ہوا ۱۲ منہ

۶ رجز شعر کے بحور کو کہتے ہیں مرتجز اچھی آواز کی وجہ سے یہ نام ہوا ۱۲ منہ

۷ الورد رنگ کی وجہ سے یہ نام ہوا ۱۲ منہ

القصویٰ یہ وہی اونٹ تھا جس پر آپ نے ہجرت کیا تھا۔ اور جسکی نسبت حضورؐ نے فرمایا تھا کہ مامور من اللہ ہے جس مقام میں خدا کو میرا قیام منظور ہوگا وہاں یہ خود بیٹھ جائے گا۔

دوسرا العضبا۔ تیسرا الجدعا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ دونوں ایک ہی کا نام ہے۔ بعض اس کے علاوہ اور بھی بتاتے ہیں۔

بکریاں حضورؐ کے ملک میں ایک سَو بکریاں تھیں جس میں گابھن اور بچے بھی شامل تھے سَو سے زیادہ ہوتیں تو اس کو ذبح کردیتے اور پوری ایک سَو رکھتے تھے۔

اسلحہ وغیرہ

سیوف تلواریں آپ کے پاس نَو تھیں۔ اور ہر ایک کے نام تھے

ماثور۔ آپ کی اُس تلوار کا نام تھا جو آپ کو والد سے ورثہ میں ملی تھی۔ العضب۔ ذو الفقار[1]۔ قلعی۔ البتار۔ الحتف۔ الرسوب۔ المخذم۔ القضیب۔ ذو الفقار آپ نے پیچھے حضرت علی کرم کو دیدیا تھا۔

ادرع زرہیں آپ کے پاس سات تھیں

ذات الفضول لوہے کی زرہ تھی۔ اور اُس میں تانبے یا چاندی کے چار حلقے تھے۔ اسی زرہ کو آپ نے ابی الشحم یہودی کے پاس گرو رکھا تھا۔ اور اُس سے تیس صاع جو اپنے عیال کے لیئے قرض لیا تھا۔ یہ زرہ ایک سال تک گرو رہی تھی۔ اسکے علاوہ یہ زرہیں تھیں

الوشاح۔ ذات الحواشی۔ السعدیہ۔ فضہ۔ البتر۔ الخرنق

السعدیہ۔ آپ کو یہودیوں سے ملی تھی۔ اور اسکے متعلق یہ خبر تھی کہ حضرت داؤد علیہ السلام

[1] ذو الفقار بکسر فا وفتح قاف یہ ہمیشہ حضورؐ کے پاس رہتی تھی۔ بعض تلواروں کے دستہ پر سونا چاندی چڑھایا ہوا تھا ۱۲ منہ

کی زرہ ہے واللہ اعلم

قسی	قسی یعنی کمانیں چھ تھیں۔ الزوراء۔ الروحاء۔ الصفراء۔ البیضاء۔ الکتوم۔ الشداد۔
جعبہ	جعبہ یعنی تیردان جس کو ترکش بھی کہتے ہیں ایک تھا جس کا نام الکافور تھا۔
ترس	یعنی سپر دو تھی الزلوق۔ الفتق اور ایک اور بھی تھی جس میں شکل تھی۔ اور آپنے اس پر ہاتھ رکھا تو شکل محو ہوگئی۔
رماح	یعنی نیزے دو تھے المثوی۔ المثنی۔
حربہ	یعنی چوب دست تین تھے النبعہ۔ البیضاء اور ایک چھوٹا تھا العنزہ اس کو حضور اکثر ساتھ رکھتے تھے۔ چھوٹے نیزہ کی طرح تھا۔ کبھی اس کو گاڑ کر سترہ بناتے تھے کبھی اس کو کھود کر کلوخ کے لیئے ڈھیلے نکالتے تھے۔
مغفر	خود کے قسم کی چیز تھی۔ ذوالموشح لوہے کا تھا اور ذوالمسبوغ۔
جبات	حضورؐ کے پاس تین جبات تھے جس کو حرب کے وقت پہنتے تھے۔
رایت	ایک سیاہ رنگ کا بڑا علم تھا جس کا نام العقاب تھا۔
الویہ	یعنی جھنڈیاں سفید کئی تھیں۔
فسطاط	ایک چھوٹا سا خیمہ تھا۔
محجن	ایک ذرع یا اس سے بھی کچھ بڑا ترکش تھا۔
ممشوق	ایک لکڑی تھی جس کا نام ممشوق تھا۔
پیالے	پیالے کئی تھے الریان یمغنیا اور ایک پیالہ تھا جسمیں سفید کام تھا۔ ایک پیالہ شیشہ کا تھا۔ ایک پیالہ عیدان کا تھا۔
رکوہ	چمڑہ کا ایک پرانا ڈول تھا جس کا نام الصادر تھا۔
تور	پتھر کا ایک بڑا تغار تھا۔
مخضب	ایک پرانی مشک تھی۔

قعب	ایک بڑا سا قعب تھا جس کا نام السعۃ تھا
ربعہ	اس میں آپ آئینہ۔ دو مقراضین۔ اور مسواک رکھتے تھے۔
مشط	ایک کنگھی تھی جو غالبًا ہاتھی دانت کی تھی۔
مکحلہ	ایک سرمہ دانی تھی۔ سوتے وقت آپ اس سے سرمہ لگایا کرتے تھے۔
قصعہ	ایک بہت بڑا پیالہ تھا جس کا نام الغراء تھا۔

ان چیزوں کے علاوہ صاع اور مدیہ دونوں ناپ کے برتن تھے۔ اور قطیفہ ایک گاڑھی چادر تھی۔ اور سریر یعنی چوکی تھی۔ جس کے پائے سیاہ لکڑی کے تھے یہ چوکی حضرت اسعد بن زرارہؓ نے ہدیۃً خدمت میں پیش کی تھی۔

فرش اور تکیہ چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔

یہ حضورؐ کے سامان واسباب کی تقریبًا مکمل فہرست ہے جن کا تذکرہ احادیث میں متفرق طور پر آتا ہے۔ لیکن طبرانی نے حضرت ابن عباسؓ سے ایک روایت نقل کی ہے۔ اور ابن قیم نے زاد المعاد میں اُس کو نقل کیا ہے۔ اس روایت میں حضرت ابن عباسؓ حضورؐ کے اسباب کی ایک فہرست بتائی ہے۔ وہ فہرست مختصر ہے لیکن اُس میں بعض چیزوں کا نام اس سے مختلف ہے اس لیئے وہ فہرست بھی لکھدیتا ہوں۔

سیف کا نام	ذو الفقار	حربہ کا نام	النبعہ
قوس	السداد	مجن	الدقن
کنانہ	الجمع	ترس ابیض	الموجز
درع	ذات الفضول	فرس ادہم	السکب
سرج	الداج	عَنَزَہ	القمر
بغلہ	دُلدُل	رِکوہ	الصادر
ناقہ	قصوار	مِقراض	الجامع

حمار	یعفور	مرارۃ	نام مذکور نہیں
بساط	الکرد	قضیب شوحظ ...	الموت

مغفر۔ اور فضہ دو چیز ہے۔ اور دونوں جنگ کے وقت سر پر پہرا جاتا ہے۔ فضہ تو خود کو کہتے ہیں۔ لیکن مغفر کی وضع اس سے جدا ہے۔ حضورؐ کے پاس مغفر دو بھی الموشح اور ذوالسبوغ جس کا ذکر اوپر ہو چکا۔ لیکن غزوۂ احد میں حضورؐ نے فضہّ یعنی خود پہرا تھا۔ جو خسار مبارک میں گڑ گیا تھا۔ اور اس سے زخم آیا تھا جیسا کہ غزوۂ احد میں لکھ چکا ہوں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ کے پاس مغفر کے علاوہ فضہّ بھی تھا واللہ اعلم

موالی رسول اللہ صلعم

زید بن حارثہؓ یہ حضورؐ کے مشہور غلام ہیں۔ اُن سے حضورؐ نے ام ایمن کو بیاہ دیا تھا جس سے اسامہ بن زید ہوئے۔ یہ زید بن محمدؐ مشہور تھے غزوۂ موتہ میں شہید ہوئے اُنکا ذکر اس کتاب میں بہت جگہ ہے۔

ابو رافع اسلمؓ رسول اللہؐ کے مولی یعنی آزاد کردہ غلام تھے۔ ابن اثیر کہتے ہیں کہ وہی قبطی ہیں۔ اور ابن حجر کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ قبطی دوسرے ہیں بعض کہتے ہیں کہ حضرت عباسؓ نے رسول اللہ کی خدمت میں اُن کو ہبہ کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ سعید بن العاص کے وارثوں نے ہبہ کیا بعض کہتے ہیں کہ ان کا انتقال حضرت عثمانؓ سے پہلے ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم کے زمانہ میں واللہ اعلم یہی ابو رافع حضرت میمونہؓ کے عقد میں سفیر تھے۔

ثوبانؓ ثوبان بن بجدہ نام کنیت ابو عبداللہ۔ رسول اللہؐ کے مولی اور مشہور صحابی ہیں۔ یمن کے قبیلہ حمیر سے تھے حضورؐ نے اُن کو خریدا۔ اور آزاد کر دیا۔ اور کہا کہ تمہیں اختیار ہے کہ اپنے ملک اور اپنی قوم میں چلے جاؤ۔ یا میرے ساتھ رہو۔ یہ حضورؐ کی خدمت میں رہے اور سفر و حضر میں برابر ساتھ رہتے تھے۔ حضورؐ کی وفات کے بعد رملہ اور پھر حمص چلے گئے ۵۴ھ میں

انتقال ہوا واللہ اعلم

ابوکبشہ سلیمؓ مولےٰ رسول اللہ صلعم۔ موسیٰ ابن عقبہ اور ابن اسحاق ان کو اصحاب بدر میں لکھتے ہیں۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ فارس کے تھے۔ اور لوگ قبیلہ دوس کا کہتے ہیں سلہ ہجری میں جس روز حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے اسی روز ان کا انتقال ہوا بعض کہتے ہیں کہ ۲۳ ہجری میں جس روز عروہ بن زبیرؓ پیدا ہوئے اُس روز انتقال ہوا۔

شقرانؓ رسول اللہ ؐ کے مشہور مولے ہیں حبشی تھے۔ صالح بن عدی نام تھا۔ یا تو اُن کو عبدالرحمن بن عوفؓ نے حضورؐ کی خدمت میں ہدیہ کیا تھا یا حضورؐ نے خریدا تھا۔ بدر کے بعد اُن کو حضورؐ نے آزاد کر دیا۔ اصابہ میں ایک روایت ہے کہ ام ایمنؓ کے ساتھ یہ بھی حضورؐ کو ورثہ میں ملے تھے۔ وفات کے بعد یہ حضورؐ کے غسل اور دفن میں شریک تھے اور قبر میں حضورؐ کے نیچے اُنہوں نے قطیفہ بچھا دیا تھا۔ جیسا کہ ترمذی میں مروی ہے اور ہم نے وفات رسول اللہ ؐ میں اس کو ذکر کیا ہے۔

رباح نوبیؓ حضورؐ کے موالے تھے۔ صحیحین میں ان کا ذکر ہے۔ ایلا کے زمانہ میں مشہور ہوا کہ حضورؐ نے ازواج مطہرات کو طلاق دیدیا۔ اور حضرت عمرؓ ملنے گئے تو انہیں کے ذریعہ سے اجازت چاہی تھی۔

یسار نوبیؓ ان کا حال صحیحین میں مذکور ہے۔ حضرت انسؓ نے عرنیین کا قصہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے کس طرح تکلیف دیکر اُن کو قتل کیا۔ صحیحین میں نام نہیں ہے مگر طبرانی نے سلمہ بن الاکوعؓ سے عرنیین کا قصہ روایت کیا ہے اس میں ہے کہ ان کا نام یسار تھا۔ حضورؐ کو اُن کی نماز پسند آئی اِس لیئے آزاد کر کے لقاح (یعنی اونٹوں) کی نگرانی پر مقرر کر دیا تھا

مدعمؓ یہ حضورؐ کے حبشی غلام تھے۔ رفاعہ بن زید جذامی نے حضورؐ کو ہدیہ کیا تھا۔ وادی القریٰ میں حضورؐ کے سامنے ایک تیر لگنے سے شہید ہوئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ خیبر کی غنیمت میں سے اس نے غلول کیا ہے اِس لیئے اس پر آگ دہک رہی ہے صحیحین اور موطا میں انکا ذکر ہے۔

کرکرہ نوبیؓ حضورؐ کے آزاد کردہ نوبی غلام تھے۔ امام بخاری نے کاف کے اعراب میں اختلاف کا ذکر کیا ہے کہ بفتح ہے یا بکسر۔ امام نووی کہتے ہیں کہ اختلاف پہلے کاف میں ہے۔ دوسرے کاف کو کسرہ ہے جزماً۔ بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ خیبر کے غلول کا قصہ انہیں کا ہے۔ اور موطا سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مدعم کا قصہ ہے۔ کرکرہ نوبی کو حضورؐ کی خدمت میں ہوذہ بن علی الحنفی نے ہدیہ کیا تھا۔

انجشہؓ حبشی تھے۔ آواز بہت اچھی تھی۔ حُدی خوب پڑھتے تھے۔ بخاری، مسلم اور نسائی وغیرہ میں ان کا ذکر ہے۔ بلاذری نے کہا ہے کہ ان کی کنیت ابوماریہ تھی۔ واثلہ ابن الاسقع سے مروی ہے کہ یہ مخنث تھے۔ طبرانی میں بسند ضعیف مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے مخنثین پر لعنت کی اور حکم دیا کہ ان کو اپنے گھروں سے نکال دو اور حضورؐ نے انجشہؓ کو نکال دیا۔

سفینہؓ ابن قیم زاد المعاد میں لکھتے ہیں کہ سفینہ ابن فروح حضورؐ کا اسباب سفر میں لیکر چلتے تھے اس لیئے حضورؐ نے ان کو سفینہ کہا نام مہران تھا۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ کے آزاد کردہ تھے اور لوگ کہتے ہیں کہ حضرت ام سلمہؓ کے۔ ابن حجر نے اُن کے نام میں اکیس[۲۱] قول لکھا ہے۔ مہران[۱] طہمان[۲]۔ مروان[۳]۔ نجران[۴]۔ رومان[۵]۔ ذکوان[۶]۔ کیسان[۷]۔ سلیمان[۸]۔ سنبہ[۹]۔ شنبہ[۱۰]۔ ایمن[۱۱]۔ مرقنہ[۱۲] احمر[۱۳]۔ احمد[۱۴]۔ رباح[۱۵]۔ مفلح[۱۶]۔ عمیر[۱۷]۔ معقب[۱۸]۔ قیس[۱۹]۔ عبس[۲۰]۔ عیسیٰ[۲۱]۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ مہران اکثر کا قول ہے بطن نخلہ میں رہا کرتے تھے۔ اصلاً فارسی تھے بعضوں نے عربی کہا ہے۔ اپنا نام نہیں بتاتے تھے کہتے تھے کہ جو نام رسول اللہؐ نے پسند فرمایا وہی بہتر ہے۔

انسہؓ مولے رسول اللہ صلعم کنیت ابو مسروح یا ابو مسرح تھی۔ عروہ۔ زہری اور ابن اسحاق سب کہتے ہیں کہ حضرت صدیقؓ کی خلافت میں ان کا انتقال ہوا۔ لیکن داؤد بن حصین حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ بدر میں شہید ہوئے۔ واقدی کہتے ہیں کہ یہ خبر صحیح نہیں ہے۔ وہ اُحد میں شریک تھے اور برابر زندہ رہے حضرت صدیقؓ کی خلافت میں انکا انتقال ہوا۔

افلحؓ موالئے رسول اللہ صلعم۔ ترمذی میں ام سلمہؓ سے مروی ہے۔ کہ میرے ایک غلام افلح کو رسول اللہؐ نے سجدہ میں زور سے سانس لیتے دیکھا تو فرمایا ترب وجھک اس لیے بعضوں نے موالئے رسول اللہؐ اور موالئے ام سلمہؓ کو دو افلح سمجھا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ دونوں ایک ہی ہیں افلح کی کئی روایتیں احادیث میں مروی ہے۔

ذکوانؓ موالئے رسول اللہ صلعم سے عطار ابن السائب نے ایک روایت بیان کی ہے لا تحل الصدقة لی ولا لاھل بیتی لیکن اس روایت میں جو موالئے رسول اللہ صلعم ہے اُنکے نام میں رواۃ نے بڑا اختلاف کیا ہے۔ کوئی طہمان کہتا ہے۔ کوئی ذکوان۔ کوئی ہرمز۔ کوئی میمون۔ کوئی باذام۔ کوئی کیسان۔ مگر سفیان ثوری عطار سے روایت کرتے ہیں مہران یہی قوی ہے۔

حضورؐ کے موالی میں بعضوں نے طہمان۔ ذکوان۔ ہرمز۔ میمون۔ کیسان سب کو علیحدہ علیحدہ مختلف اشخاص سمجھا ہے مگر فی الواقع یہ نام کا اختلاف ہے۔ آدمی ایک ہی تھے واقدؓ ابو واقدؓ اور ابو عسیبؓ البتہ رسول اللہؐ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ اور مختلف اشخاص تھے۔

ابو مویہبہؓ قبیلہ مزینہ کے تھے رسول اللہؐ نے اُن کو خرید کر آزاد کیا۔ ان کا نام معلوم نہیں کنیت ہی سے مشہور ہیں۔ مرض الموت سے ایک دن پہلے اُن سے رسول اللہؐ نے کہا تھا کہ ہم کو خدا نے یہ اختیار دیا کہ دنیا کے مفاتیح اور خلود جنت کو قبول کریں یا لقاء رب کو تو میں نے لقاء رب کو قبول کیا۔

مابور خصیؓ ماریہؓ اور سیرینؓ کے ساتھ ان کو مقوقس نے حضورؐ کے پاس ہدیہ بھیجا تھا۔

سندرؓ موالئے زنباع الجذامی۔ انہوں نے حضور صلعم سے کہا کہ میرے لیے کچھ وصیت کیجئے حضورؐ نے فرمایا کہ ہم تمہارے لیے سب مسلمانوں کو وصیت کرتے ہیں۔ یہ حضورؐ کے بعد حضرت صدیقؓ کے پاس آئے اور وصیت یاد دلائی۔ اُنہوں نے اپنی زندگی تک اُن کی پرورش کی۔ پھر حضرت عمرؓ کے پاس آئے۔ اور وصیت یاد دلائی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم میرے پاس رہنا

چاہو تو رہو۔ اور اگر دوسری جگہ پسند ہو تو کہو ہم وہاں تمہارے لیئے لکھدیں۔ انہوں نے مصر جانا پسند کیا تو حضرت عمرؓ نے عمرو بن العاصؓ کو لکھا اور اُس میں رسول اللہؐ کی وصیت کا ذکر کیا انہوں نے بہت وسیع زمین اور گھر اُن کے لیئے مہیا کر دیا۔

حنینؓ رسول اللہ صلعم کے غلام تھے۔ حضورؐ نے حضرت عباسؓ کو ہبہ کر دیا تھا۔ انہوں نے آزاد کر دیا۔ مگر یہ رسول اللہ صلعم کی خدمت کیا کرتے تھے۔ اور رسول اللہؐ کے وضو کا پانی صحابہ میں تقسیم کیا کرتے تھے۔ تقسیم کرنا روک دیا تو صحابہ نے حضور صلعم سے شکایت کی۔ معلوم ہوا کہ وہ اُس پانی کو جمع کر کے رکھتے ہیں اور وہی پانی پیاس کے وقت پیتے ہیں واللہ اعلم

عورتیں

سلمی ام رافعؓ ابو رافع مولے رسول اللہ صلعم کی زوجہ ہیں۔ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کی مولاۃ بعض حضورؐ کی مولاۃ بھی اُن کو لکھتے ہیں۔ اور خادم رسول اللہؐ بھی اُن کو کہتے ہیں ابتدا ء نبوت میں انہیں نے حضرت حمزہؓ کو خبر دی تھی کہ ابو جہل نے رسول اللہؐ کو سخت کہا ہی جس پر حضرت حمزہؓ نے ابو جہل کو مارا تھا۔

میمونہ بنت سعدؓ اُن سے کئی شخصوں نے روایت کیا ہی بعض مولاۃ النبی صلعم کہتے ہیں۔ اور بعض خادم النبی صلعم کہتے ہیں۔ اِن سے روایت ہے کہ حضورؐ سے ولد الزنا کے بارہ میں پوچھا گیا تو فرمایا لاخیر فیہ۔

خضرہؓ خادم النبی صلعم۔ ابن سعد نے سلمی ام رافع سے بطریق واقدی روایت کیا ہی کہتی ہیں کہ میں نے اور خضرہ نے اور رضوی نے اور میمونہ بنت سعد نے رسول اللہؐ کی خدمت کی۔ اور سب کو رسول اللہؐ نے آزاد کر دیا۔

رزینہؓ صفیہ زوج النبی صلعم کی مولاۃ ہیں اور حضورؐ کی خادمہ ہیں۔ ان کے نام میں بعضوں نے کہا ہے کہ اوّل زا ر معجمہ اور ثانی را ر مہملہ ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ اوّل را ر مہملہ مفتوحہ ہے اور ثانی

زادالمعجمہ۔ اُن کی لڑکی امۃ اللہ کو واسطہ میں تھیں وہ بھی حضورؐ کی مولاۃ تھیں واللہ اعلم

الرمیصا ریا الغمیصاءؓ | یہ ام سلیم کا نام یا لقب ہے۔ جو حضرت انس ابن مالک کی ماں اور ابی طلحہ کی زوجہ تھیں۔ اور ملحان بن خالد بن زید بن حرام کی لڑکی۔ انصار یہ تھیں۔ اسلام سے پہلے ان کا عقد مالک بن النضر سے ہوا تھا۔ اور حضرت انسؓ جاہلیت کے ایام ہی میں پیدا ہوئے تھے اور انصار میں جو لوگ سابقین الی الاسلام تھے اُنہیں کے ساتھ مسلمان ہو گئے۔ اسی خبر سے رنجیدہ ہو کر مالک بن النضر شام چلے گئے تھے۔ وہیں اُن کا انتقال ہو گیا۔ اِس کے بعد ان سے ابو طلحہؓ نے نکاح کرنا چاہا۔ انہوں نے شرط کیا کہ مسلمان ہو جاؤ تو ہم تم سے نکاح کریں چنانچہ ابو طلحہ مسلمان ہو گئے۔ ہجرت کے وقت حضرت انسؓ کی عمر دس سال کی تھی۔ اسی وقت انکو ام سلیم نے رسول اللہ کی خدمت میں پیش کیا۔ رسول اللہؐ نے قبول کیا اور یہ اس وقت سے آخر تک رسول اللہؐ کی خدمت کرتے رہے۔ صحیح میں مروی ہے کہ ام سلیم نے اپنے لڑکے ابن ابی طلحہ کے مرنے پر بڑا صبر و ضبط کیا تھا اس کے بدلہ اللہ تعالیٰ نے اُنکو اولاد صالح عنایت فرمائی عبد اللہ بن ابی طلحہ جنہوں نے قرآن خوب پڑھا۔

ام سلیمؓ کے بھائی حرام بن ملحان قرار صحابہ میں تھے جو بیر معونہ میں شہید ہوئے حضورؐ ام سلیم کے گھر برابر جاتے تھے۔ اور کبھی کچھ تناول بھی فرماتے تھے۔ ام سلیم کی بہن یعنی حضرت انسؓ کی خالہ ام حرام بنت ملحانؓ مشہور صحابیہ ہیں حضرت عبادہؓ بن صامت کی زوجہ اور حضرت انسؓ کی خالہ تھیں حضورؐ کی بہت خدمت کرتی تھیں۔ حضورؐ کا پسینہ انہوں نے جمع کر کے رکھا تھا۔ اور وصیّت کی تھی کہ مرنے کے بعد اس سے حنوط کیا جائے حضورؐ اکثر ان کے یہاں قیلولہ کرتے تھے۔

ام ضمیرہؓ | مولاۃ النبی صلعم۔ مصعب زبیری نے ذکر کیا ہے کہ ابو ضمیرہ کا گھر فنیق میں تھا ابن حجر نے اصابہ میں ضمیرہ اور ابو ضمیرہ کے تذکرہ میں ایک روایت لکھی ہے کہ رسول اللہؐ نے ابو ضمیرہؓ کو خط لکھا تھا۔

من محمد رسول اللہ لابی ضمیرۃ و اھل بیتہ ان رسول اللہ (صلعم) اعتقھم	محمد رسول اللہؐ کی جانب سے ابی ضمیرہ اور اُن کے اہل بیت کو معلوم ہو کہ رسول اللہؐ نے ان سب کو آزاد کر دیا۔

یہ عرب کے ایک ذی عزّت گھر کے لوگ تھے۔ فَیْ میں رسول اللہؐ کو ملے۔ رسول اللہؐ نے یہ خط لکھکر اُن کو آزاد کر دیا۔ اور اختیار دیا کہ اُن کا جہاں دل چاہے رہیں۔ وہ مسلمان ہوگئے

ابن سعد اور بلاذری نے لکھا ہے کہ اس خط کو حسین بن عبداللہ بن ضمیرہ نے مہدی کے سامنے پیش کیا تھا۔ تو مہدی نے اس کو آنکھوں پر رکھا۔ اور بغوی نے ذکر کیا ہے کہ ایکدفعہ اس خاندان کے لوگ سفر میں تھے چوروں نے لوٹ لیا۔ لیکن جب ان لوگوں نے رسول اللہؐ کا یہ خط دکھایا تو ان سب نے اُن کی ساری چیزیں واپس کر دیں۔ اور پھر کچھ تعرض نہ کیا۔

ماریہ قبطیہؓ یہ رسول اللہؐ کی ام ولد ہیں مُقوقس نے حاطب ابن ابی بلتعہؓ کے ساتھ اُن کو رسول اللہؐ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ بلاذری کہتے ہیں کہ ماریہ کی ماں رومیہ تھیں اس لئے وہ بہت حسین تھیں اُن کو پہلے رسول اللہؐ نے حارثہ بن النعمان کے مکان میں ٹھہرایا تھا جو حضرت عائشہؓ کے پڑوس میں تھا۔ لیکن وہاں سے ان کو عالیہ میں وہاں منتقل کر دیا۔ جو پیچھے مشربہ ام ابراہیم کے نام سے مشہور ہوا۔ مولاۃ کے لیئے حجاب نہ تھا مگر اُن کو حضورؐ نے ازواج مطہرات کی طرح حجاب میں رکھا۔ ذوالحجہ ۸ھ میں اُن سے حضرت ابراہیم ابن رسول اللہؐ پیدا ہوئے حضورؐ کے پانچ برس بعد محرم ۱۶ھ میں ماریہ قبطیہؓ کا انتقال ہوا۔

ریحانہؓ بنی نضیر یا بنی قریظہ کے سبایا میں آئی تھیں مسلمان ہوگئیں۔ حضورؐ نے اُنکو حجاب میں رکھا تھا حضورؐ سے پہلے ان کا انتقال ہوگیا۔

برکہؓ حبشیہ حضرت ام حبیبہؓ کے ساتھ حبشہ سے آئی تھیں۔ انہیں نے رسول اللہؐ کا پیشاب پی لیا تھا۔

بریرہؓ ان کو بعض حضرت عائشہؓ کی مولاۃ لکھتے ہیں اور بعض رسول اللہ صلعم کی۔ بعض نے دو سمجھا ہے مگر غالب یہ ہے کہ ایک ہی ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے خرید کر اُن کو آزاد کیا۔ رسول اللہؐ

کی طرف ولاۃ کی نسبت مجازی ہے۔

ان کے علاوہ حضورؐ کی خادمہ اور مولاۃ اور بھی کئی ہیں۔ رضوی میمونہ بنت ابی عیسب موہبہ۔ خولہ وغیرہ واللہ اعلم

خدام

غلام اور لونڈیوں کے علاوہ کچھ احرار تھے جنکے متعلق خاص خدمتیں سپرد تھیں۔ وہ خدام تھے۔

انس بن مالکؓ انس ابن مالک بن النضر بن ضمضم بن زید ابن حرام بن جندب بن عامر بن غنم نجاری خزرجی رسول اللہؐ کے مشہور خادم ہیں۔ دس برس کے سن سے حضورؐ کی خدمت میں رہے۔ اور حضورؐ کے ذاتی حوائج کو پورا کرتے تھے۔ اُن کی ماں ام سلیم بنت ملحان مخلص مسلمان تھیں۔ رسول اللہؐ کی دادی یعنی عبدالمطلب کی ماں سلمی بنت عمر کا نسب ان کے ساتھ عامر بن غنم میں ملجاتا ہے۔

عبداللہ بن مسعودؓ رسول اللہؐ کے خادم اور حضورؐ کے نعلین و مسواک کے محافظ تھے۔ یہ بہت قدیم الاسلام ہیں سعید بن زید اور فاطمہ بنت الخطاب کے ساتھ حضرت عمرؓ سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے۔ اُن کے والد بھی ہذلی ہیں۔ اور اُن کی ماں ام عبد بنت عبد وُدّ بن سواء بھی ہذیل کی عورت تھیں۔

عقبہ بن عامر الجہنیؓ یہ سفر میں حضورؐ کا بغلہ یعنی خچر چلایا کرتے تھے۔ بڑے مرتبہ کے شخص ہیں مصر کے والی ہو گئے تھے۔ فتوح شام میں شریک تھے۔ دمشق کے فتح کی خبر حضرت عمرؓ کے پاس یہی لائے تھے صفین کی جنگ میں یہ حضرت معاویہؓ کے ساتھ تھے۔

اسلع بن شریکؓ بن عوف الاعوجی تمیمی حضورؐ کا اونٹ چلاتے تھے۔

بلالؓ رسول اللہؐ کے مشہور حبشی موذن اور خادم ہیں۔ وفود کے اخراجات کا سامان اُنکے پاس رہتا تھا۔ اور نفقات مقررہ کی تقسیم بھی ان کے متعلق تھی۔

سعد موٰلے ابی بکرؓ یہ حضرت ابو بکرؓ کے مملوک تھے اور رسول اللہ صلعم کی خدمت کرتے تھے حضورؐ اُن سے بہت خوش ہوئے اور حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا کہ سعد کو آزاد کردو

ابو ذر غفاریؓ مشہور کبار صحابہ سے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میری امت میں ابو ذر کا زُہد حضرت عیسیٰ کے مثل ہے۔ یہ مکہ جاکر چار آدمی کے بعد مسلمان ہوگئے تھے مگر پھر اپنی قوم میں چلے گئے اور ہجرت کے بعد مدینہ میں آکر حضورؐ سے ملے۔

ایمن ابن عبیدؓ ایمن بن عبید خزرجی - ام ایمن کے لڑکے اور اسامہ ابن زید کے سوتیلے بھائی تھے۔

ام ایمنؓ حضورؐ کی حاضنہ۔ اور خادمہ تھیں حضورؐ ماں کی طرح ان کا خیال رکھتے تھے۔ یہ حضورؐ کے طہارت اور حوائج کے متعلق خدمات انجام دیتی تھیں۔

معیقبؓ بن ابی فاطمہ الدوسی آپ کی انگوٹھی رکھتے تھے جس میں مہر تھی۔

موذنین

حضورؐ کے موذن چار تھے دو مدینہ میں ایک بلالؓ بن رباح حبشی تھے۔ اور ایکؓ عمرو ابن ام مکتوم قرشی عامری نابینا۔ ایک قبا میں سعد القرظؓ جو عمار بن یاسر کے موٰلے تھے۔ اور ابو محذورہؓ اوس بن مغیرہ جمحی مکہ میں۔ ابو محذورہ اذاں میں ترجیع کرتے تھے اور اقامت کے الفاظ کو دہراتے تھے۔ حضرت بلالؓ ترجیع نہیں کرتے تھے۔ اور اقامت میں الفاظ کو ایک مرتبہ کہتے تھے امام شافعی نے اذان میں ابی محذورہؓ کا قاعدہ اخذ کیا۔ اور اقامت میں حضرت بلالؓ کا۔ امام ابو حنیفہ اور اہل عراق نے اذان میں حضرت بلالؓ کا قاعدہ لیا۔ اور اقامت میں ابی محذورہؓ کا۔

ازواج مطہرات

حسن معاشرت حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ تمہاری دنیا کی دو چیزیں ہمیں محبوب ہیں عورت اور خوشبو۔ اور میرے آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے بعض طریقوں میں یہ الفاظ ہیں کہ تین چیزیں دو یہ اور ایک نماز۔ مگر غالباً یہ رواۃ کا تسامح ہے اِس لیئے کہ نماز دنیا کی چیزوں میں شمار نہیں ہوسکتی حضورؐ نے فرمایا ہے کہ تم میں وہ شخص اچھا ہے جو اپنے اہل کے لیئے اچھا ہو اور میں تم سب سے زیادہ اپنے اہل کے لیئے اچھا ہوں۔

حضورؐ کبھی ایک رات میں اپنی سب ازواج سے ملتے تھے۔ جماع وغیرہ میں آپ کو تیس مردوں کے برابر طاقت عنایت ہوئی تھی۔ اسلیئے بعض باتیں آپ کے لیئے مباح تھیں۔ جو امّت کے لیئے مباح نہیں ہیں حضورؐ نے باری مقرر کردی تھی۔ راتوں کو ازواج مطہرات پر برابر تقسیم کردیا تھا نفقہ سب کو برابر دیتے تھے لیکن محبت سب کے ساتھ برابر نہ تھی۔ اِس لیئے فرماتے تھے کہ خداوندا جو چیز میرے اختیار میں ہے اس میں میں نے مساوی تقسیم کیا مگر جو چیز میرے اختیار کی نہیں ہے اسکے بارہ میں تو مجھ پر الزام نہ رکھ۔ اس سے مراد محبت اور جماع ہے۔

حضورؐ نے بعض ازواج کو طلاق دیا۔ رجعت کیا۔ ایک مہینہ کا موقت ایلا کیا مگر حضورؐ نے ظہار نہیں کیا۔ جن لوگوں نے کہا ہے کہ حضورؐ نے ظہار کیا ہے انہوں نے بڑی سخت غلطی کی ہے۔

حضورؐ کا سلوک اپنے ازواج کے ساتھ بہت اچھا تھا۔ اُن کے ساتھ بہت اخلاق سے پیش آتے تھے حضرت عائشہؓ کے پاس انصار کی لڑکیوں کو جانے کی اجازت دیتے تھے تاکہ ان کے ساتھ کھیلیں۔ ازواج مطہرات کسی بات کی خواہش کریں اور شرعاً خرابی نہ ہوتی تو اُن کی خوشی آپ پوری کرتے۔ حضرت عائشہؓ سے آپ کو بہت محبت تھی وہ پانی پیتیں تو آپ برتن لے لیتے اور اُن کے لب کی جگہ اپنا لب مبارک رکھتے۔ وہ ہڈی سے گوشت کھاتیں تو آپ ہڈی لے لیتے اور اُن کے منہ کی جگہ اپنا دہن مبارک رکھتے۔ اُن کے گود کو تکیہ کرتے۔

گود میں سر رکھکر قرآن پڑھتے کبھی حضرت عائشہؓ حائضہ رہتیں اور آپ کا سر اُنکے گود میں ہوتا تاہم آپ قرآن پڑھتے۔

ایک دفعہ مسجد میں کچھ حبشی لکڑیوں سے کھیل رہے تھے۔ آپ نے خود حضرت عائشہؓ کو دیر تک دکھایا۔ وہ آپ کے مونڈھے پر سر رکھکر دیکھتی رہیں۔

حضورؐ کا معمول تھا کہ عصر کی نماز کے بعد اپنے سب ازواج کے بیوت میں جاتے۔ اور اُنکی خیریت وحالت دریافت کرتے۔ مگر رات کو اسی کے گھر میں رہتے جس کی باری کا دن ہوتا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رات کی تقسیم میں حضورؐ کسی کو ترجیح نہیں دیتے تھے۔ اور کم ایسا ہوتا تھا کہ کسی روز آپ سب کے یہاں نہ گھومے ہوں۔

حضورؐ نے آٹھ ازواج پر راتیں تقسیم کی تھیں۔ حضورؐ کی ایک زوجہ اس تقسیم میں شریک نہ تھیں یعنی سودہ بنت زمعہؓ کیونکہ وہ ضعیف ہوگئی تھیں اور اپنی نوبت انہوں نے حضرت عائشہؓ کو ہبہ کردیا تھا۔ صحیح مسلم میں عطا کا قول ہے کہ صفیہ بنت حی باری میں شریک نہ تھیں مگر وہ صحیح نہیں ہے قاضی عیاض اور امام طحاوی نے کہا ہے کہ یہ غلط ہے عطار کے وہم کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک دفعہ حضورؐ حضرت صفیہؓ سے ناراض ہوئے صفیہؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ اگر تم رسول اللہؐ کو مجھ سے راضی کردو تو اپنی نوبت تمہیں ہبہ کردوں گی۔ حضرت عائشہؓ نے منظور کیا اور حضرت صفیہؓ کے باری والے دن حضورؐ کے بغل میں جاکر بیٹھیں حضورؐ نے فرمایا کہ اے عائشہؓ الگ رہو آج تمہارا دن نہیں ہے صفیہؓ کا دن ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا ذٰلِکَ فَضلُ اللّٰہِ یُؤتیہِ مَن یَّشاءُ[1] اس سے عطار نے سمجھا کہ عہد کے موافق صفیہؓ نے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو ہبہ کردی ہوگی۔ گریہ ایک نوبت کا ہبہ تھا۔ کیونکہ اگر صفیہؓ کو باری میں شمار نہ کیا جائے تو آٹھ ازواج پر باری تقسیم نہ ہوگی حالانکہ اصح ترین روایات سے ثابت ہے کہ حضورؐ آٹھ ازواج پر باری تقسیم کرتے تھے۔

[1] یہ خدا کا فضل ہے وہ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے ۱۲ منہ

حضورؐ اپنے اہل سے کبھی اوّل شب میں ملتے کبھی آخر شب میں۔ اگر اوّل شب میں ملتے تو کبھی اسی وقت غسل کرتے کبھی صرف وضو کر کے سوتے اور اگر ایک شب میں سب سے ملتے تو کبھی سب کے لیئے الگ الگ غسل کرتے۔ کبھی آخر میں ایک غسل کر لیتے۔

امہات المومنین

حضورؐ کی ازواج مطہرات نص قرآن کے موافق امہات المومنین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم وازواجہ امھاتھم یعنی نبی مومنین کیلئے اُن کے اپنے نفوس سے ادنے ہے اور نبی کی ازواج مومنین کی مائیں ہیں۔ یہ حکم حضورؐ کے اُن تمام ازواج مطہرات کو شامل ہے جنکے ساتھ حضورؐ نے نکاح کیا اور وہ حضورؐ کے ماتحت رہیں۔ چاہے حضورؐ کے پہلے ان کا انتقال ہوا ہو یا حضورؐ کے بعد۔ یہ بھی متفق علیہ ہے کہ ان کا حکم امہات کی طرح دو باتوں میں ہے۔ ایک یہ کہ اُن کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔ دوئم اُن کی تعظیم و تکریم اسی طرح واجب ہے جس طرح حقیقی ماں کی بلکہ زیادہ۔ لیکن نظر اور خلوت کے بارہ میں ان کا حکم ماں کی طرح نہیں ہے۔ اللہ پاک فرماتا ہے اذا سألتموھن متاعا فاسئلوھن من وراء حجاب یعنی جب اُن سے کوئی چیز مانگو تو حجاب کے باہر سے مانگو۔ اور نہ انساب میں اس کا اعتبار ہے یعنی امہات المومنین کی بیٹی بہن۔ ماں۔ باپ حقیقی بہن۔ خالہ۔ نانی۔ نانا کی طرح حرام نہ ہوں گی۔ اس میں اختلاف ہے کہ وہ صرف مومنین کی ماں ہیں۔ یا مومنین و مومنات دونوں کی دو قسم کی روایتیں حضرت عائشہؓ سے مروی ہیں۔ مگر سنداً یہ قوی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے ایک عورت سے کہا کہ لست لک بام انما انا ام رجالکم یعنی ہم تمہاری ماں نہیں ہیں۔ تمہارے مردوں کی ماں ہیں۔

ازواج مطہرات کی تعداد میں بھی اختلاف ہے۔ مگر گیارہ امہات المومنین میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ اُن میں دو کا حضورؐ کے سامنے انتقال ہو گیا یعنی حضرت خدیجہؓ اور زینب بنت خزیمہؓ کا اور نو حضورؐ کے وفات کے وقت موجود تھیں۔ ان گیارہ امہات المومنین میں چھ قریشیہ تھیں۔ خدیجہ بنت خویلدؓ۔ عائشہ بنت ابی بکرؓ۔ حفصہ بنت عمر بن الخطابؓ۔ ام حبیبہ

بنت ابی سفیانؓ - ام سلمہ بنت ابی امیہؓ - سودہ بنت زمعہؓ - چار عربیہ غیر قریشیہ - زینب بنت جحشؓ بنی اسد بن خزیمہ کی تھیں میمونہ بنت الحارثؓ ہلالیہ تھیں - زینب بنت خزیمہ ام المساکینؓ ہلالیہ تھیں - جویریہ بنت الحارثؓ خزاعیہ مصطلقیہ تھیں - ایک بنی اسرائیل کی عورت تھیں - صفیہؓ بنت حی بن اخطبؓ ان کا خاندان یہود تھا - یہ عربیہ نہ تھیں

حضرت حفصہؓ ذرا سخت مزاج تھیں حضورؐ نے ایک دفعہ اُن کو طلاق بھی دیدیا تھا - مگر حضرت عمرؓ کے صدمہ کے خیال سے پھر رجوع کر لیا حضرت سودہؓ تقسیم میں داخل نہ تھیں انہوں نے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو ہبہ کر دیا تھا - اس میں روایتیں مختلف ہیں کہ باری ہبہ کرنے کی وجہ کیا ہوئی - زیادہ سن ہونے کی وجہ سے حضورؐ نے اُن کو طلاق دیا تھا انہوں نے رجوع کرایا - یا صرف ارادہ کیا تھا - دیا نہ تھا - یا اُن کو صرف اس کا اندیشہ ہوا اس باب میں سب سے بہتر روایت وہ ہے جو ترمذی نے حضرت ابن عباسؓ سے بطریق حسن روایت کیا ہے - اور ابوداؤد و حاکم نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت سودہؓ کو خوف ہوا کہ حضورؐ طلاق دیدینگے تو اُنہوں نے حضورؐ سے کہا کہ طلاق نہ دیجئے مجھ کو اپنی زوجیت میں رہنے دیجئے میں اپنی باری عائشہؓ کو دیدیتی ہوں - دمیاطی وغیرہ نے اس کی تصحیح کی ہے کہ حضورؐ نے طلاق دیا نہیں -

حضورؐ کو ازواج مطہرات کے حقوق کا بہت خیال تھا - باریوں کے تقسیم کی سختی سے پابندی کرتے تھے مرض الموت میں سخت تکلیف کے باوجود جبتک امکان میں تھا آپ اس کے پابند رہے - آخر میں جب بالکل مجبوری ہوگئی تو تمام ازواج مطہرات سے اجازت لینے کے بعد حضرت عائشہؓ کے گھر ایک سوموار سے دوسرے سوموار تک آپ کا قیام رہا -

امہات المومنین کے عقد کی ترتیب میں بھی اختلاف ہے - اس پر سب کا اتفاق ہے کہ سب سے پہلے حضورؐ نے حضرت خدیجہؓ سے عقد کیا - اور جب تک وہ زندہ رہیں آپ نے اور کسی سے عقد نہ کیا - لیکن اُن کے بعد اختلاف ہے - یونس نے زہری سے یہ ترتیب روایت

کی ہے کہ حضرت خدیجہؓ کے بعد حضرت سودہؓ پھر عائشہؓ پھر حفصہؓ پھر ام سلمہؓ پھر ام حبیبہؓ پھر بنت جحشؓ پھر ام المساکینؓ پھر میمونہ پھر جویریہ پھر صفیہؓ اور عقیل کی روایت زہری سے ہے کہ حضرت خدیجہؓ کے بعد حضرت سودہؓ پھر عائشہؓ پھر ام حبیبہؓ پھر حفصہؓ پھر ام سلمہؓ پھر بنت جحشؓ پھر جویریہؓ۔ پھر میمونہؓ پھر صفیہؓ پھر ام المساکینؓ۔

خدیجہ بنت خویلدؓ

ام المومنین | خدیجہ بنت خویلد ابن اسد ابن عبد العزیٰ بن قصیّ قرشیہ اسدیہ۔ انکا خاندان مکہ میں معزز اور دولتمند تھا۔ دار الندوہ انہیں کا تھا۔ بیر بنی اسد مشہور کواں تھا جو اہل مکہ کے پانی کا ذریعہ تھا۔ خود حضرت خدیجہؓ کی ذاتی تجارت تھی اور اچھی تھی۔ ان کا مفصل حال ابتدار کتاب میں لکھ چکا ہوں۔ اِس میں اختلاف ہے کہ حضورؐ سے نکاح کے وقت ان کا ولی کون تھا بعض کہتے ہیں کہ اُن کے والد خویلد بن اسد نے خود ان کا نکاح حضورؐ سے کیا بعض کہتے ہیں۔ کہ اِن کے بھائی عمرو ابن خویلد نے اور بعض کہتے ہیں کہ ان کے چچا عمرو ابن اسد نے۔ واقدی نے آخر قول کو ترجیح دی ہے۔ اور سہیلی نے اسی کو اصح کہا ہے۔ کیونکہ خویلد ابن اسد اس سے پہلے ہی مر چکے تھے۔

صحیحین میں مروی ہے کہ خدا نے اُن کو حضرت جبرئیل کی معرفت سلام کہلا بھیجا۔ یہ مرتبہ امہات المومنین میں سے اور کسی کو حاصل نہ ہوا۔ ابن اثیر اور امام ذہبی نے ذکر کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ خدا کی مخلوق میں رسول اللہؐ پر سب سے پہلے یہ ایمان لائیں۔ اس سے پہلے ثعلبی اور ابن عبد البر نے بھی اس اجماع کا ذکر کیا ہے علمار نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ حضرت خدیجہؓ حضرت فاطمہؓ اور حضرت عائشہؓ میں سے کون افضل ہے مگر صحیح یہ ہے کہ جہات مختلف ہیں۔ ابتدار میں جبکہ رسول اللہؐ کا کوئی معاون نہ تھا حضرت خدیجہؓ کی ذات۔ اُن کا مال۔ اُن کا مشورہ۔ رسول اللہؐ کے لیئے وقف تھا یہی حضورؐ کی وزیر اور یہی مشیر تھیں جب ہر طرف مخالفت کا

طوفان تھا تو صرف انکی ذات حضورؐ کے تسکین کا باعث تھی - اس خصوصیت میں کوئی فرد انکا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ حضرت فاطمہؓ رسول اللہؐ کی بیٹی اور جگر پارہ تھیں یہ فضیلت نہ حضرت خدیجہؓ کو حاصل تھی نہ حضرت عائشہؓ کو۔ حضرت عائشہؓ کا علمی تفوق۔ حقائق شریعت کا وسیع علم اور رسول خدا کی اُن کے ساتھ بے انتہا محبت ایسی چیزیں ہیں جنہیں اُن کو سب پر تفوق حاصل ہے۔

جب حضرت خدیجہؓ سے عقد ہوا تو رسول اللہؐ کی عمر پچیس سال کی تھی۔ اور حضرت خدیجہؓ کی چالیس سال کی۔ انتقال کے وقت ان کی عمر پینسٹھ سال کی ہو گئی تھی۔ اور رسول اللہؐ کی پچاس سال کی۔ مگر جب تک یہ زندہ رہیں حضورؐ نے اور کسی سے عقد نہ کیا۔ انتقال کے بعد حضورؐ نے اُن کو حجون میں دفن کیا۔ قبر میں خود داخل کیا صلوۃ جنازہ اس وقت تک مشروع نہیں ہوئی تھی

سودہ بنت زمعہؓ

ام المومنین سودہ بنت زمعہؓ قرشیہ۔ جنہوں نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہؓ کو ہبہ کر دیا تھا۔ اُن کی ماں کا نام سموس بنت قیس بن عمرو بن زید انصاریہ۔ مدینہ کی عورت تھیں بنی عدی بن النجار کی۔ رسول اللہؐ کے دادا خواجہ عبد المطلب کی ماں سلمی بھی نجاریہ تھیں اور یہ سموس سلمی کی بھتیجی تھیں۔ کیونکہ قیس بن عمر یعنی سموس کے باپ سلمی مذکور کے بھائی تھے اور خواجہ عبد المطلب کے ماموں۔ سلمی کا نسب ہے سلمی بنت عمرو بن زید۔

حضرت سودہؓ کی پہلی شادی۔ سکران بن عمرو سے ہوئی تھی۔ سکرانؓ حضرت سودہؓ کے شوہر اور زمعہ حضرت سودہؓ کے باپ دونوں چچازاد بھائی تھے قیس بن عبد شمس بن عبد ود اور اور عمرو بن عبد شمس بن عبد ود۔ دونوں بھائی تھے۔ قیس کے لڑکے زمعہ حضرت سودہؓ کے باپ تھے اور عمرو کے لڑکے سکران ہیں۔ سکران کے کئی بھائی مشاہیر صحابہ سے ہیں سہیل بن عمرو جنکا ذکر عمرۂ حدیبیہ میں۔ اور عمرۃ القضاۃ میں ہوا ہے انہیں کے بھائی تھے سلیط بن عمروؓ جو حضورؐ کے ایک قاصد تھے انہیں کے بھائی تھے۔ سہل بن عمرو۔ اور حاطب بن عمرو بھی اُن کے بھائی تھے۔

حضرت عمرؓ برابر حضورؐ کے سامنے پردہ کی تحریک کیا کرتے تھے۔ مگر چونکہ کوئی حکم اس بارہ میں خدا کی طرف سے نہ آیا تھا آپ ساکت تھے۔ مکانوں کے اندر اُس وقت بیت الخلانہ تھا بلکہ عرب اس کو بُرا سمجھتے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے افک کی روایت میں اس کو تفصیلاً بیان کیا ہے۔ اسوقت عورتیں بھی حاجت ضروری کے لیئے شب کے وقت میدان جایا کرتی تھیں۔ چونکہ حضرت سودہؓ جسیم اور بلند قامت تھیں مجمع میں بھی پہچانی جاتی تھیں۔ ایک روز شب کے وقت یہ جارہی تھیں حضرت عمرؓ نے دیکھ لیا۔ اور آواز دی کہ "سودہ ہم نے تم کو پہچان لیا" اُن کو اس سے بڑا رنج ہوا۔ لوٹ کر آئیں تو حضورؐ سے شکایت کی اس کے بعد حجاب کی آیت نازل ہوئی۔ یہ بخاری میں ہے۔

آیت حجاب کے نزول کا حال صحاح میں بالتفصیل موجود ہے۔ یہ حکم حضرت زینبؓ کے عقد کے وقت نازل ہوا۔ مگر ممکن ہے کہ حضرت سودہؓ کا یہ قصہ بھی انہیں ایام کا ہو لیکن آگے معلوم ہوگا کہ حجاب کا حکم نازل ہونے کے بعد بھی عرصہ تک عورتوں کو میدان جانے کی اجازت تھی کیونکہ مکانوں میں بیت الخلانہ تھا بیت الخلا اسکے بہت بعد مکانوں میں بنایا گیا۔

حضرت سودہؓ اور سکرانؓ قدیم الاسلام ہیں۔ حضرت سودہؓ بیوہ ہوگئیں اور ام المومنین خدیجہؓ بنت خویلد کا بھی انتقال ہوگیا تھا۔ اور حضورؐ مغموم تھے تو خولہ بنت حکیم نے حضورؐ سے اجازت لیکر نسبت کی۔ اور اُن کے باپ سے بات پختہ کرکے نکاح کرادیا۔ گو اس میں اختلاف ہے کہ حضرت خدیجہؓ کے بعد حضورؐ نے پہلے عقد اُن سے کیا۔ یا حضرت عائشہؓ سے۔ مگر اس میں کسی کو خلاف نہیں ہے کہ زفاف پہلے اُن سے ہوا واللہ اعلم

حضرت سودہؓ کے وفات کی روایتیں بہت متضاد ہیں۔ واقدی نے اس کو ترجیح دی ہے کہ اِن کا مدینہ میں ۵۴ھ کے شوال میں انتقال ہوا معاویہؓ کے ایام خلافت میں۔ ابن حجر ۵۵ھ کہتے ہیں۔ بخاری نے اپنے تاریخ میں بسند صحیح روایت کیا کہ حضرت عمرؓ کے ایام خلافت میں ان کا انتقال ہوا۔ اور امام ذہبی جزماً بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے آخری ایام میں ان کا انتقال ہوا حضرت عمرؓ کی شہادت آخر ذی الحجہ ۲۳ھ میں ہوئی۔ اس لیئے حضرت سودہؓ کا انتقال

اُس سے بھی پہلے ہوا ہوگا واللہ اعلم

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

ام المومنین عائشہؓ بنت صدیقؓ۔ محبوبۂ رسول خدا۔ جنکی برارت میں آسمان سے وحی نازل ہوئی یہ چھ برس کی تھیں جب حضورؐ نے شوال کے مہینہ اُن سے عقد کیا۔ اور ۱ھ ہجری میں شوال ہی کے مہینہ اُن سے زفاف ہوا۔ اس وقت اُن کی عمر نو برس کی تھی۔ نو برس یہ حضورؐ کے صحبت میں رہیں۔ اور جب حضورؐ نے انتقال کیا تو اُن کی عمر اٹھارہ برس کی تھی (صحیح مسلم) حضورؐ نے مرض الموت میں فرمایا کہ مخلوق میں ہم کو سب سے زیادہ محبوب عائشہؓ ہیں حضورؐ نے اُن کے سوا کسی باکرہ سے عقد نہیں کیا۔ خود فرماتی ہیں کہ حضورؐ میرے ساتھ لحاف میں تھے اور آپ پر وحی آئی۔ اور کسی زوجہ کے ساتھ ایسا نہیں ہوا۔ اور فرماتی ہیں کہ حضورؐ نے میرے ساتھ ایک برتن میں غسل کیا اور کسی زوجہ کے ساتھ ایسا نہیں کیا۔ علم اور سمجھ میں اور رموز شریعت واقفیت میں تمام امہات المومنین بلکہ اس اُمت کی تمام عورتوں سے علی الاطلاق بڑھی ہوئی تھیں۔ اکابر اصحاب رسول اللہؐ مشکل ترین مسائل میں اُن کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اور اُن سے فتویٰ لیتے تھے۔ ترمذی میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ اصحاب رسول اللہؐ کو جب کسی بات میں دقّت پیش آتی اور حضرت عائشہؓ کی طرف رجوع کرتے تو اُن کے پاس ضرور اس کے متعلق معلومات ہوتے تھے فقیہہ۔ عالمہ۔ فصیحہ تھیں۔ ایام عرب کے حالات اور جاہلیّت کے اشعار سے خوب واقف تھیں۔

معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت سودہؓ نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہؓ کو ہبہ کر دیا تھا اسلئے باری کی تقسیم میں حضورؐ اُن کے لئے دو دن رکھتے تھے اور تمام ازواج مطہرات کیلئے ایک ایک دن۔ خود فرماتی ہیں کہ حضورؐ کا انتقال میرے گھر میں۔ میرے باری کے دن۔ میری ٹھوڑی اور گردن کے درمیان ہوا۔ اور انہیں کے حجرہ میں حضورؐ مدفون بھی ہوئے۔

حضرت عروہؓ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہؓ کا انتقال ۵۷ھ میں ہوا۔ تقریب میں اسی کو صحیح کہا ہے اور واقدی کہتے ہیں کہ ۵۸ھ میں ۱۷۔ رمضان منگل کے دن۔ یہی اکثر کا قول ہے۔ اور شامی نے اسی کو صحیح کہا ہے۔ حضرت عائشہؓ کی عمر ۶۶ سال کی ہوئی۔ یہ وفات کے پہلے قول کے بنا پر صحیح ہوتا ہے کیونکہ ولادت ۴ سنہ بعثت میں ہوئی تھی۔ دوسرے قول کے بنا پر بھی صحیح ہو سکتا ہے اگر سنہ ولادت یا سنہ وفات کو نہ جوڑیں۔

حضرت عائشہؓ کا انتقال معاویہ ابن ابی سفیانؓ کے ایام خلافت میں ہوا۔ اُسوقت مدینہ کا حاکم مروان تھا۔ لیکن جنازہ کی نماز حضرت ابی ہریرہؓ نے پڑھائی۔ اور حضرت عائشہؓ کی وصیّت کے موافق شب کے وقت بقیع میں دفن کیا گیا۔ قبر میں داخل ہوئے قاسم بن محمد عبداللہ بن عبدالرحمن۔ عبداللہ بن ابی عتیق۔ عروہ ابن الزبیر۔ اور عبداللہ بن الزبیر۔ ابی عتیق محمد بن عبدالرحمن بن ابی بکر کو کہتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ایک زوجہ[۱] ام رومانؓ تھیں اُن سے حضرت عائشہؓ اور عبدالرحمنؓ ہوئے ایک زوجہ قیلہ یا قتیلہ اُن سے عبداللہ بن ابی بکرؓ اور اسمار بنت ابی بکرؓ۔ ایک زوجہ اسمار بنت ابی عمیسؓ ان سے محمد بن ابی بکرؓ۔ عبدالرحمن ابن ابی بکرؓ کے لڑکے عبداللہ اور محمدؓ ہیں یہی محمد بن عبدالرحمن ابی عتیق کہے جاتے تھے اُن کے لڑکے عبداللہ بن ابی عتیق تھے۔ اسمار بنت ابی بکرؓ کی شادی زبیر بن العوام بن خویلد سے ہوئی یعنی ام المومنین حضرت خدیجہؓ کے بھائی کے لڑکے سے اُن کے لڑکے عبداللہ بن زبیرؓ۔ عروہ بن زبیرؓ اور منذر بن زبیرؓ ہیں سب حضرت عائشہؓ کی سوتیلی بہن کے لڑکے ہیں۔ عبداللہ بن زبیرؓ تو مشاہیر اسلام سے ہیں اور خلیفہ تسلیم کئے گئے تھے۔ عروہؓ حدیث کے مشہور رواۃ سے ہیں۔ حضرت عائشہؓ کی اکثر حدیثیں ان کے واسطہ سے مروی

---

[۱] حضرت ابوبکرؓ کی ایک زوجہ حبیبہ بنت خارجہ تھیں تو طا میں روایت ہے کہ اُن کو حاملہ چھوڑ کر حضرت صدیقؓ نے انتقال کیا اُن کے انتقال کے بعد لڑکی پیدا ہوئی جنکا نام ام کلثوم تھا۔ ابن سکن اور ابن مندہ نے ام کلثوم کو صحابیہ میں شمار کیا ہے کیونکہ اُن کی بعض روایتیں بلا واسطہ نبی صلعم سے مروی ہیں۔ مگر وہ صحیح نہیں ہے جیسا کہ موطا کی روایت سے معلوم ہوا۔ اور وہ روایتیں مرسل ہیں واللہ اعلم ۱۲ منہ

ہیں۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ کرم میں پیچھے بڑی جنگ ہوئی جو جنگ جمل کے نام سے مشہور ہے۔ اُس میں حضرت عائشہؓ کی طرف اصل ہیرو یہی عبداللہ بن زبیر تھے۔ انہوں نے حضرت عائشہؓ کی روایت کے موافق بیت اللہ کو نئے سرے سے بنیاد ابراہیمی پر تعمیر کیا تھا مگر بنی امیہ نے رہنے نہ دیا۔

اسماء بنت عمیسؓ سے محمد بن ابی بکرؓ ہوئے وہ مشہور سپہ سالار ہیں۔ حضرت عثمانؓ کے خلاف مصریوں نے بغاوت کی تو یہ اُن کے سردار تھے جنگ صفین میں یہ حضرت علیؓ کے طرفدار تھے اُن کے لڑکے قاسم بن محمد ہیں۔ وہ بھی زبردست شخصیت کے آدمی تھے۔ یہ سب حضرت عائشہؓ کی بھتیجے اور بھانجے ہیں۔ ایک عبداللہ بن ابی عتیق اُن کے بھائی کے پوتے تھے واللہ اعلم

حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا

ام المومنین حفصہؓ حضرت عمر[1] بن الخطابؓ کی صاحبزادی تھیں۔ ان کی ماں زینب بنت مظعون بھی بہت مشہور اور معزز صحابیہ تھیں۔ بعثت سے پانچ برس پہلے پیدا ہوئیں جب قریش کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے۔ اُن کی پہلی شادی خُنیس[2] بن حُذافہ[3] السہمی سے ہوئی تھی۔ وہ علے اختلاف الروایات غزوۂ بدر یا غزوۂ اُحد میں زخم لگنے کی وجہ سے شہید ہوئے تب ۳ سنہ ہجری میں حضورؐ نے اُن سے عقد کیا۔

حضرت حفصہؓ کے مزاج میں تندی اور سختی تھی۔ ابوداؤد میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے

---

[1] حضرت عمر بن الخطابؓ عدوی تھے عدی بن کعب کی اولاد اور اُن کی ماں بنی مغیرہ مخزومی تھیں نام خنتمہ بنت ہاشم بن المغیرہ تھا۔ ہاشم ذوالرمحین اُن کے نانا تھے بعضوں نے خنتمہ بنت ہشام بن المغیرہ لکھا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے ہشام ابوجہل کا باپ تھا وہ حضرت عمرؓ کا نانا نہیں ہے۔ اُن کے نانا ابوجہل اور خالد بن ولید اور ام المومنین ام سلمہؓ کے چچا تھے۔ حضرت عمرؓ کی ماں خنتمہ حضرت ام سلمہؓ کی چچا زاد بہن تھیں واللہ اعلم ۱۲ منہ

[2] خُنیس بخائے معجمہ مضموم وبعدہ نون مفتوح بعدہٗ تحتانیہ ساکن وسین مہملہ ۱۲ منہ

[3] حُذافہ بضم حائے مہملہ بعدہٗ ذال معجمہ بعدہٗ الف بعدہٗ فاء ۱۲ منہ

کہ اُنہوں نے اُن کے متعلق فرمایا انہا ابنۃ ابیہا یعنی وہ اپنے باپ کی بیٹی ہیں۔حضرت عمرؓ بھی تندمزاج مشہور تھے۔اور حضورؐ نے بھی فرمایا ہے کہ عمرؓ سے شیطان بھاگتا ہے۔

حضرت حفصہؓ کو ایک مرتبہ حضورؐ نے ایک طلاق دیدیا تھا۔ تو اُن کے دو ماموں۔قدامہ بن مظعون اور عثمان بن مظعون روتے ہوئے حضورؐ کے پاس آئے۔اور حضرت عمرؓ نے سنا تو اپنے سر پر مٹی ڈال لی۔آخر حضرت جبرئیل نے حضورؐ سے کہا کہ حفصہؓ سے رجوع کر لیجئے وہ بہت روزہ رکھنے والی اور نماز پڑھنے والی ہیں بعض روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نے طلاق دیا تو جبرئیلؑ نے کہا کہ عمرؓ پر رحم کرکے رجعت کر لیجئے۔دوسری دفعہ پھر طلاق دینا چاہا تو حضرت جبرئیلؑ نے کہا لا تطلقھا انہا صوّامۃ قوّامۃ ایک دفعہ ایلا کے ایّام میں حضرت عمرؓ حضرت حفصہؓ کے پاس گئے تو وہ رو رہی تھیں۔حضرت عمرؓ نے کہا کہ کیا رسول اللہؐ نے پھر طلاق دیدیا ہے۔ایک دفعہ تو حضورؐ نے میری وجہ سے رجعت کی ہے۔اب اگر حضورؐ نے طلاق دیا تو ہم تجھ سے بات نہ کرینگے۔

سنہ ۴۵ھ کے شعبان میں ان کا انتقال مدینہ میں ہوا۔مروان بن الحکم مدینہ کا حاکم تھا اُسی نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔اور معاویہؓ کی خلافت کا زمانہ تھا۔تھوڑے دور تک مروان نے سر پر بھی اٹھایا پھر حضرت ابوہریرہؓ قبر تک لے گئے۔اور قبر میں اِن لوگوں نے اُتارا۔اُن کے دو بھائی حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور عاصمؓ۔عبداللہ بن عمرؓ کے لڑکے سالم۔عبداللہ۔اور حمزہ۔

اِن کے اہل میں سے سات آدمی غزوہ بدر میں شریک تھے۔حضرت عمرؓ اِن کے والد۔اور حضرت زید بن الخطابؓ اِن کے چچا۔اِن کے شوہر خنیسؓ ابن حذافہ۔اِن کے تین ماموں عثمانؓ بن مظعون۔عبداللہؓ بن مظعون۔قدامہؓ ابن مظعون۔اور اُنکے ماموں کے لڑکے سائبؓ بن عثمانؓ۔

لہ حضرت عمرؓ کی مشہور ازواج اور اولاد کی تفصیل یہ ہے ایکؓ زوجہ زینب بنت مظعون تھیں اُن سے حضرت حفصہؓ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ام عبداللہ تینؓ بھائی بہن تو یقینی ہوئے اور اغلب یہ ہے کہ عبدالرحمن اکبر بھی انہیں سے ہوئے اور عبیداللہ بن عمر کی نسبت بھی یہی قرینہ ہے۔ثانیہؓ یا نہیہ حضرت عمرؓ کی

(بقیہ صفحہ ۵۷۵)

زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

ام المومنین زینب بنت خزیمہ بن الحرث ہلالیہ بنی بکر بن ھوازن سے تھیں۔ انکا اور ام المومنین میمونہؓ کا نسب ہلال بن عامر بن صعصعہ میں ملجاتا ہے۔ یہ اسلام سے پہلے ہی ام المساکین کے نام سے مشہور ہو گئی تھیں۔ کیونکہ مساکین کو کھانا کھلایا کرتی تھیں۔ ابن شہاب زھری کا قول ہے کہ یہ حضورؐ سے پہلے عبداللہ بن حجشؓ کے نکاح میں تھیں۔ اور یہی صحیح ہے۔ وہ غزوۂ احد میں شہید ہوئے۔ اور کفار نے اُن کو مثلہ کیا۔ اِس سے جیسی تکلیف حضرت زینبؓ کو ہوئی ہوگی ظاہر ہے عبداللہ بن حجشؓ حضورؐ کی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب کے لڑکے تھے اور زینب بنت حجشؓ انہیں کی بہن تھیں جنکو حضورؐ نے زید بن حارثہؓ کے ساتھ بیاہ دیا تھا مگر زن و شو کے

بقیہ صفحہ ۵۷۴

ام ولد ہیں عبدالرحمٰن اوسط جنکو سحمہ کہتے تھے اُن کے لڑکے ہیں۔ انہیں کو خمر کی حد لگی تھی۔ فکیہہؓ ایک زوجہ تھیں اُن سے زینب۔ اور عبدالرحمٰن اصغر ہوئے اصغر کی کنیت ابوعلی تھی۔ اُن کو مجبر کہتے تھے۔ لڑکپن میں ہڈی ٹوٹ گئی تھی لوگوں نے حضرت حفصہؓ سے کہا کہ یہ تمہارے بھائی مکسّر ہیں اُنہوں نے کہا مکسّر نہیں مجبر ہیں۔ اِس لیے مجبر مشہور ہو گئے۔ جمیلہؓ بنت ثابت سنہ ۷ھ میں اُن سے حضرت عمرؓ نے عقد کیا عاصم پیدا ہوئے پھر طلاق دیدیا تو زید بن حارثہ نے اُن سے عقد کر لیا۔ اُمّ کلثوم۔ حضرت علی کرم کی لڑکی امام حسنؓ اور امام حسینؓ کی بہن اُن سے جب حضرت عمرؓ نے عقد کیا تو بڑی خوشی منائی۔ بڑا ولیمہ کیا چالیسؔ ہزار مہر ہوا۔ زید بن عمر اکبر اور رقیہ اُنسے اولاد ہوئی حضرت عمرؓ کے بعد عون بن جعفر اور پھر عبداللہ بن جعفر سے ام کلثوم کا عقد ہوا۔ عاتکہؓ بنت زید بن عمر بن نفیل حضرت سعید بن زید کی بہن پہلے عبداللہ بن ابی بکرؓ کی زوجہ تھیں۔ اُن کے بعد حضرت عمرؓ نے اُن سے عقد کیا۔ فاطمہ بنت الولید خالد بن الولید کی بہن حارث بن ہشام کی زوجہ تھیں۔ حارث کے بعد حضرت عمرؓ نے اُن سے عقد کیا۔ معلوم نہیں کہ اُن دو سے کوئی اولاد ہوئی یا نہیں۔ زید بن عمر اصغر صفیہ بنت عمر جمیلہ بنت عمر کے نسبت معلوم نہ ہو سکا کہ اُن کی ماں کون ہیں حضرت عمرؓ کے ایک مشہور لڑکے عبیداللہ بن عمرؓ ہیں جنہوں نے ہرمزان کو اس شبہ میں قتل کر دیا تھا کہ وہ ابو لؤلؤ قاتل عمرؓ سے خوش تھا۔ ان کے ماں کا نام بھی ٹھیک معلوم نہیں مگر قرائن ہیں کہ یہ بھی حضرت زینبؓ کے لڑکے اور حضرت حفصہؓ کے حقیقی بھائی تھے واللہ اعلم ۱۲ منہ

تعلقات اچھے نہ تھے"۔ الغرض عبداللہ بن جحشؓ کی شہادت کے بعد اُسی سال یعنی ۳ھ میں ام المساکین سے حضورؐ نے خود عقد کر لیا۔

محل تامّل یہ ہے کہ عدّت وفات چار مہینہ دس روز ہے لیکن غزوۂ اُحد شوال کے مہینہ میں ہوا۔ اسلیے ۳ھ میں غزوۂ احد کے بعد عدت پوری نہیں ہو سکتی۔ تو آپ نے ۳ھ میں عقد کیسے کیا۔ علامہ زُرقانی کہتے ہیں کہ شاید حمل ہو اور وضع حمل سے عدت پوری ہو گئی ہو۔

ام المساکین حضورؐ کے پاس دو تین مہینہ رہیں۔ اور ۴ھ میں حضورؐ کے سامنے اُن کا انتقال ہو گیا۔ حضورؐ نے اُن کے جنازہ کی نماز پڑھی اور بقیع میں دفن کیا۔ اُنکی عمر تیس برس یا اس کے قریب تھی۔

ام سلمہ بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا

ام المومنین ام سلمہؓ کا نام عندالاکثر ہند ہے بعضوں نے رملہ کہا ہے۔ مگر ابن اثیر کہتے ہیں کہ ہو لیس بشئی یہ ابی امیہ ابن المغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن المخزوم کی صاحبزادی تھیں۔ ابو امیہ کے نام میں اختلاف ہے اسی کنیت سے مشہور تھے۔ یہ قریش کے بڑے ذی رتبہ شخص تھے جود وسخا میں اُن کی شہرت تھی۔ بڑے شہ سوار تھے۔ اور اُن کا لقب زاد الرکب تھا۔ اسلیئے کہ سفر میں جو سوار اُن کے ساتھ ہوتے تھے۔ اُن کے کھانے کی کفالت یہ اپنے ذمہ لیتے تھے۔

ابو جہل کا باپ ہشام۔ حضرت عمر بن الخطابؓ کے نانا ہاشم ذو رمحین۔ خالد ابن الولیدؓ کے باپ ولید بن المغیرہ اور ابو حذیفہ مخزومی جس کی جاریہ عمار بن یاسرؓ کی ماں تھیں۔ عیاش ابن ابی ربیعہ کے باپ ابی ربیعہ بن المغیرہ۔ فاکھ جو ہند بنت عتبہ کا ابو سفیان کے پہلے شوہر تھا حفص جس کے لڑکے ابو عمرو کو رسول اللہؐ نے حضرت علی کرم کے ساتھ یمن بھیجا تھا۔ عبد شمس جسکے لڑکے ولید نے ابو جہل کی لڑکی اسمار سے بیاہ کیا تھا۔ یہ سب مغیرہ مخزومی کے لڑکے۔ ابی امیہ کے

بھائی - اور حضرت ام سلمہؓ کے چچا تھے - اور عمرو بن العاصؓ کی ماں ام ح ۔ ایبنت ہشام حضرت عمر بن الخطابؓ کی ماں خنتمہ بنت ہاشم - حضرت ام سلمہؓ کی چچازاد بہن تھیں - خالد بن الولیدؓ ولید بن ولیدؓ - عیاش ابن ابی ربیعہ - سلمہ بن ہشامؓ - ابو جہل بن ہشام - خالد بن ہشام حارث بن ہشام - سب اُن کے چچازاد بھائی تھے -

ابو امیہ سے رسول اللہؐ کی پھوپھی عاتکہ بنت عبدالمطلب بیاہی ہوئی تھیں اور عبداللہ بن ابی امیہؓ - ام زہیر - اور قریبہ ان کی اولادیں تھیں لیکن حضرت ام سلمہؓ کی ماں یہ عاتکہ نہ تھیں اصحاب سیر بالاتفاق کہتے ہیں کہ ام سلمہؓ کی ماں عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ بن مالک الکنانیہ تھیں یہاں پر صاحب روضۃ الاحباب کو نام کی وجہ سے دھوکہ ہوگیا ہے -

حضرت ام سلمہؓ کی شادی عبداللہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم مخزومی سے ہوئی تھی - انہیں کی کنیت ابو سلمہؓ ہے نسب سے ظاہر ہے کہ ہلال اور مغیرہ دونوں بھائی تھے - ہلال مخزومی کے پوتے ابو سلمہؓ ہیں - اور مغیرہ مخزومی کی پوتی ام سلمہؓ ہیں - ابو سلمہؓ کے باپ عبدالاسد مخزومی رسول اللہؐ کے پھوپھا تھے - اُن سے حضورؐ کی پھوپھی برّہ بنت عبدالمطلب بیاہی ہوئی تھیں - اور اُنہیں کے لڑکے ابو سلمہؓ ہیں - اِسی لئے خواجہ ابوطالب - خواجہ عبداللہ حضرت حمزہؓ اور حضرت عباسؓ ابو سلمہؓ کے ماموں تھے -

یہ دونوں زن وشو بہت قدیم الاسلام ہیں - ابن اثیر لکھتے ہیں کہ ابو عبیدہ بن الحارثؓ ابو سلمہؓ ابن عبدالاسد - ارقم ابن ابی ارقمؓ عثمان ابن مظعونؓ سب ایک ساتھ مسلمان ہوئے اُن کے بعد عبداللہ بن مسعودؓ - اور سعید بن زیدؓ وغیرہ نے اسلام قبول کیا -

جب بنی مخزوم سابقین اوّلین کو سخت اذیت دے رہے تھے اس وقت ابو سلمہؓ بھاگ کر ابو طالب کے پناہ میں آگئے تھے - بنی مخزوم نے کہا کہ اے ابو طالب تم اپنے بھائی کے لڑکے کی حمایت تو کر ہی رہے تھے - اب ہمارے بھائی کے لڑکے کو بھی ہمارے سپرد نہیں کرتے ہو خواجہ ابوطالب نے کہا کہ ہاں جن مصائب سے ہم اپنے بھائی کے لڑکے کو بچاتے ہیں - اُس سے

اپنی بہن کے لڑکے کو بھی بچاتے ہیں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ابو سلمہؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنی بی بی کے ساتھ حبشہ ہجرت کی اور ابو نعیم کہتے ہیں کہ ابو سلمہؓ قریش میں سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے مدینہ ہجرت کی۔

ان کے ہجرت کا واقعہ بھی دردناک ہے۔ اُن کے لڑکے سلمہ حبشہ میں پیدا ہوئے تھے۔ اس کے بعد یہ مکّہ لوٹ آئے۔ مگر مکّہ میں رہنا مشکل تھا اسلیئے ابو سلمہؓ نے اپنی بی بی اور بچہ کو لیکر مدینہ جانا چاہا۔ ام سلمہؓ کے اقربا بنی مغیرہ نے ام سلمہؓ کو روکا کہ اُس کو باہر نہ جانے دینگے تب ابو سلمہؓ کے اقربا بنی اسد نے کہا کہ جب تم اپنی لڑکی کو اُسکے شوہر کے ساتھ نہیں جانے دیتے ہو تو ہم اپنے لڑکے سلمہؓ کو تمہارے ساتھ نہ رہنے دینگے۔ چنانچہ سلمہ کو دونوں فریق کھینچنے لگے۔ حتیٰ کہ سلمہؓ کا ہاتھ اُکھڑ گیا۔ آخر بنی اسد لے گئے۔ اسطرح یہ تینؔ تینؔ جگہ ہوگئے۔ ابو سلمہؓ مدینہ چلے گئے۔ ام سلمہؓ بنی مغیرہ میں رہیں۔ اور سلمہ بنی اسد کے پاس رہے۔ حضرت ام سلمہؓ روزانہ بیقرار ہوتیں اور روتیں۔ آخر عرصہ کی بیقراری کے بعد بنی مغیرہ نے اجازت دی۔ اور بنی اسد نے بھی اُن کا لڑکا اُن کو دیدیا۔ یہ تنہا اپنے لڑکے کو لیکر مدینہ روانہ ہوئیں تنعیم میں ایک شخص عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ نے تنہا دیکھکر کہا کہ اے بنت ابی امیہؓ کہاں جاتی ہو۔ جب اُن کو سب حال معلوم ہوا تو اونٹ کی باگ پکڑلی۔ اور بنی عمر بن عوف تک پہنچا دیا۔ حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ خدا کی قسم ایسا کریم النفس عرب میں میں نے نہیں دیکھا۔

ابن حجر اصابہ میں لکھتے ہیں کہ نسائی نے بسند صحیح ام سلمہؓ سے روایت کیا ہے کہ جب میں مدینہ آئی۔ اور کہا کہ ابی امیہؓ بن المغیرہ کی بیٹی ہوں تو لوگوں نے اعتبار نہ کیا بلکہ تکذیب کی۔ لیکن جب وہ لوگ حج کو گئے۔ اور تحقیق ہوگیا تو اُنہوں نے میری تصدیق کی اور عزت بھی زیادہ کرنے لگے۔

ابو سلمہؓ کے انتقال کی روایتیں متخالف اور متضاد ہیں بعض روایت میں ہے کہ انکا انتقال بدر کے بعد جمادی الآخر ۳ھ میں ہوا بعض روایت میں ہے کہ اُحد کے بعد جمادی الآخر

سنہ ۳ ہجری میں ہوا اور بعض روایت ہے کہ جمادی الآخر سنہ ۴ ہجری میں لیکن نہ بدر کے بعد سنہ ۲ ہجری میں جمادی الآخر ممکن ہے نہ احد کے بعد سنہ ۳ ہجری میں اسلیئے کہ سنہ ۲ ہجری کے رمضان میں غزوۂ بدر ہوا اور سنہ ۳ ہجری کے شوال میں غزوۂ اُحد۔

اکثر اصحاب سیر کے نزدیک یہ مسلّم ہے کہ غزوۂ اُحد کے بعد حضورؐ نے حضرت ابوسلمہؓ کو بنی اسد ابن خزیمہ کی طرف ڈیڑھ سو معزز اصحاب کے ساتھ طلحہ ابن خویلد اور سلمہ ابن خویلد سے مقابلہ کیلئے بھیجا تھا ابن قیم نے بھی لکھا ہے کہ ابوسلمہؓ کو حضورؐ نے غزوۂ اُحد کے بعد بھیجا۔ اس سریہ سے واپس آنے کے بعد اُن کا انتقال ہوا ہے واقدی کی روایت ہے کہ واپسی کے بعد ۸ جمادی الآخر کو انتقال ہوا بنی امیہ کے کوئے سے جس کو پہلے عَبیر کہتے تھے اور رسول اللہؐ نے اس کا نام یُسَیرہ رکھا آپ کو غسل دیا گیا۔ اس کے بعد جنازہ بنی امیہ سے مدینہ لایا گیا اور وہیں مدفون ہوئے۔

ابوسلمہؓ کے انتقال کے بعد رسول اللہؐ نے ام سلمہؓ کو نکاح کا پیغام دیا مگر انہوں نے چار عذر پیش کئے

اوّل یہ کہ مجھ میں غیرت کا مادّہ ہے۔ مقصد یہ تھا کہ آپ کی ازواج اور بھی ہیں اسلیئے رشک اور اختلاف کا اندیشہ ہے

دوئم یہ کہ میں بچّہ والی عورت ہوں۔ یعنی آپ کو تکلیف ہوگی

سوئم یہ کہ میری عمر زیادہ ہے

چہارم یہاں میرا کوئی ولی نہیں ہے۔

حضورؐ نے فرمایا کہ میں خدا سے دعا کروں گا۔ رشک کو وہ تم سے دفع کردے گا

بچوں کے بارہ میں فرمایا کہ اُن کی نگرانی خدا اور رسول کے ذمہ ہوگی۔ یا یہ فرمایا کہ تمہارے بچے میرے بچے ہوں گے علٰے اختلاف الروایۃ

عمر کے بارہ میں فرمایا کہ میرا سن تم سے زیادہ ہے

ولی کے بارہ میں فرمایا کہ تمہارا کوئی ولی اس عقد کو ناپسند نہ کرے گا۔

اس کے بعد ام سلمہؓ راضی ہوئیں اور نکاح ہوگیا۔ نکاح میں یا تو ان کے لڑکے سلمہؓ ولی تھے

یا کوئی ولی نہ تھا مسند امام احمد کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر ابن ابو سلمہؓ کی ولایت سے نکاح ہوا مگر وہ صحیح نہیں ہے اس وقت عمر ابن ابی سلمہ کا سن تین برس کا تھا۔

حضرت[1] ام سلمہؓ حسن میں بھی مشہور تھیں۔ اور ذہانت۔ فقہی معلومات۔ اور وقت نظر میں حضرت عائشہؓ کے بعد انہیں کا مرتبہ تھا جلیل القدر صحابہ۔ اور کبار تابعین اُن سے مسائل کی تحقیق کرتے تھے اُن کی اصابت رائے اور کمال عقل پر حدیبیہ کا ایک واقعہ شاہد ہے۔ حضورؐ نے حدیبیہ میں جن شرائط پر کفار سے صلح کی تھی۔ تمام صحابہ اُس کو ناپسند کرتے تھے۔ اور اس خیال میں تھے کہ کسی طرح یہ شرائط بدلے جائیں۔ اور چونکہ شرائط صلح کی بنا پر اس سال کوئی مکہ جا نہیں سکتا تھا اس لئے حضورؐ نے حکم دیا کہ سب لوگ وہیں ہدی ذبح کریں اور حلق کرا کر احرام سے باہر ہو جائیں حضورؐ نے مکرر تین مرتبہ یہ حکم دیا۔ مگر کسی نے ہدی ذبح کی نہ حلق کرایا۔ حضورؐ کو بہت رنج ہوا۔ اور آپ کبیدہ خاطر حضرت ام سلمہؓ کے خیمہ میں گئے۔ ام سلمہؓ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو کہا کہ یا رسول اللہؐ آپ صحابہ کی طرف سے دل برداشتہ نہ ہوں۔ اُن کے اُمیدوں کے خلاف بالکل دبے ہوئے شرائط پر آپ نے صلح کی ہے۔ اِس سے اُن کو بہت صدمہ ہوا ہے۔ آپ اگر چاہتے ہیں کہ صحابہ احرام سے باہر ہو جائیں تو آپ اُن سے کچھ نہ کہئے۔ آپ خود اپنی ہدی ذبح کیجئے اور اپنا حلق کرائیے۔ حضورؐ نے یہی کیا۔ صحابہ کو یقین ہو گیا کہ اب شرائط بدل نہیں سکتے اِس لئے سب نے ہدی بھی ذبح کی اور حلق بھی کرائے۔

جب حضورؐ نے اُن سے عقد کیا تو حضرت زینب بنت خزیمہؓ کا انتقال ہو چکا تھا۔ وہی مکان اُن کو رہنے کو ملا۔ وہاں کچھ جَو اور چربی پہلے سے موجود تھی۔ پہلے ہی روز حضرت ام سلمہؓ نے خود جو پیس کر اُس میں چربی ملا کر کھانا پکایا۔ اور ایک پیالہ حضورؐ کے سامنے رکھا۔

---

[1] مولانا شاہ عبدالحق صاحب لکھتے ہیں کہ امہات المومنین کی دو جماعت تھی ایک میں حضرت عائشہ صدیقہؓ حضرت حفصہؓ حضرت سودہؓ اور حضرت صفیہؓ تھیں۔ دوسری جماعت میں حضرت ام سلمہؓ اور بقیہ ازواج مطہرات دوسری جماعت کی سردار حضرت ام سلمہؓ تھیں واللہ اعلم ۱۲ منہ

یہی ان کا طعام ولیمہ تھا۔

حضرت ام سلمہؓ کے پاس رسول اللہؐ کا موئے مبارک تھا۔ لوگ اس سے تبرک حاصل کرتے تھے۔ بخاری میں عثمان بن عبداللہ بن موھبؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ مجھ کو میرے گھر کے لوگوں نے ایک پیالہ میں پانی لیکر حضرت ام سلمہؓ کی خدمت میں بھیجا۔ ایک چاندی کے ظرف میں اُن کے پاس رسول اللہؐ کا موئے مبارک تھا۔ جب کسی کو نظر لگتی یا اور کوئی حرج ہوتا تو وہ اُن کے پاس ایک پیالہ میں پانی لیکر جاتا۔ آپ اُس میں وہ موئے مبارک دھو دیا کرتی تھیں۔ عثمانؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے دیکھا وہ موئے مبارک سُرخ رنگ کا تھا

حضرت ام سلمہؓ کی وفات میں اقوال بہت مختلف ہیں واقدی ۵۹ھ کہتے ہیں ابن حبان ۶۱ھ ابن حجر نے ابونعیم سے ۶۲ھ لکھا ہے۔ امام نووی کہتے ہیں کہ ابوعمر بن عبدالبر اور ابوبکر ابن ابی خیثمہ نے لکھا ہے کہ یزید کی بیعت کے بعد انتقال ہوا۔ اور یزید کی بیعت ۶۰ھ کے آخر میں ہوئی۔ ترمذی کے ابواب المناقب میں ایک روایت ہے کہ امام حسینؓ شہید ہوئے تو ام سلمہؓ نے رسول اللہؐ کو خواب میں دیکھا۔ سر اور داڑھی خاک آلود تھی وجہ پوچھی تو حضورؐ نے فرمایا کہ مَیں ابھی حسین کے مقتل میں تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۶۱ھ میں ام سلمہؓ زندہ تھیں حضورؐ نے فرمایا ہے کہ ایک جیش مقام بیدا میں خسف کی جائے گی۔ صحیح مسلم میں روایت ہے کہ حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عبداللہ بن صفوان نے ام سلمہؓ سے اس جیش کا حال دریافت کیا۔ ابن حجر اصابہ میں لکھتے ہیں کہ ان لوگوں نے یہ سوال اس وقت کیا تھا جب یزید نے مسلم بن عقبہ کے ماتحت مدینہ فوج بھیجی تھی۔ اور واقعہ حرّہ واقع ہوا تھا۔ یہ فوج ۶۳ھ میں آئی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس وقت تک حضرت ام سلمہؓ موجود تھیں۔

مولانا شاہ عبدالحق صاحب لکھتے ہیں کہ ام سلمہؓ کا انتقال ۸۴ برس کی عمر میں ہوا واللہ اعلم رسول اللہؐ کی ازواج میں سب کے بعد انکا انتقال ہوا (اصابہ) اُن کی وصیّت تھی کہ میرے جنازہ کی نماز سعید بن زیدؓ پڑھائیں مگر ان کا پہلے ہی انتقال ہو گیا تھا لہٰذا جنازہ کی نماز حضرت

ابوہریرہؓ نے پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ہ

حضرت ام سلمہؓ کو ابوسلمہؓ سے چھ اولادیں ہوئیں۔ ایک سلمہؓ جو حبشہ میں پیدا ہوئے اور ہجرت کے وقت یہی ساتھ تھے۔ اُن کا عقد حضورؐ نے امامہ بنت حمزہ رضی اللہ عنہ سے کردیا تھا دویم زینبؓ انہوں نے اسماء بنت ابی بکرؓ کا دودھ پیا تھا۔ اس لیئے حضرت زبیرؓ کی اولاد کی رضاعی بہن تھیں ان کا عقد عبداللہ بن زمعہ بن الاسود الاسدیؓ سے ہوا۔ سویم عمر بن ابی سلمہؓ یہ رسول اللہؐ کے انتقال کے وقت ۹ برس کے تھے۔ جنگ جمل میں حضرت علی کرم کے طرفدار تھے اور حضرت علیؓ نے اُن کو فارس اور بحرین کا عامل مقرر کیا تھا چہارم درّہ بنت ابی سلمہؓ بخاری میں انہیں کا قصہ ہے کہ ام حبیبہؓ نے رسول اللہؐ سے کہا میں نے سنا ہے کہ آپ درّہ بنت ابی سلمہؓ سے عقد کرنا چاہتے ہیں حضورؐ نے فرمایا یہ کیسے ممکن ہے اُس کی ماں میرے عقد میں ہے۔ اور یہ نہ بھی ہوتا تاہم وہ میرے لیئے جائز نہ تھی کیونکہ ابوسلمہؓ میرے رضاعی بھائی تھے۔ پنجم محمد ابن ابی سلمہؓ بعضوں نے ان کے صحابی ہونے میں شبہ کیا ہے۔ ابن اثیر کہتے ہیں کہ ابوسلمہؓ نے انتقال کیا تو اُن کی اولاد رسول اللہؐ کی ربیب تھی۔ رسول اللہؐ کے عہد میں پیدا نہ ہونے کے کیا معنی ششم ام کلثوم بنت ابی سلمہؓ۔

زینب بنت ابی سلمہؓ کے متعلق اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ بھی حبشہ میں پیدا ہوئی تھیں بعض کہتے ہیں کہ ابوسلمہؓ کے انتقال کے بعد پیدا ہوئیں۔ اسی لیئے ام سلمہؓ کی عدت میں بھی اختلاف ہے کہ عدت وفات چار مہینہ دس روز انہوں نے پورا کیا۔ یا وضع حمل عدت تھی واللہ اعلم بعض روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ سے عقد کے وقت اُن کے پاس ایک شیر خوارہ بچہ تھا۔

زینب بنت جحش[1] رضی اللہ عنہا

ام المومنین زینبؓ رسول اللہؐ کے پھوپھا جحشؓ بن رباب بن معمر الاسدی کی لڑکی تھیں جو

[1] جحش اوّل جیم بعدہٗ حاء مہملہ اُن کا نام پہلے بُرّہ تھا بضم موحدہ حضورؐ نے جحش نام رکھا۔ اور زینب کا نام بَرّہ بفتح موحدہ وراء مشدّدہ تھا حضورؐ نے زینب نام رکھا کذا فی الزرقانی شرح المواہب واللہ اعلم ۱۲ منہ

بنی اسد ابن خزیمہؓ سے تھے اور زینبؓ کی ماں رسول اللہؐ کی پھوپھی اُمیمہ بالتصغیر بنت عبدالمطلب تھیں۔ اُن کے دو بھائی ابوسفیان کی لڑکی سے بیاہے ہوئے تھے یعنی حضرت معاویہؓ کی بہن سے عبیداللہ بن جحش ام حبیبہ بنت ابی سفیانؓ سے۔ اور ابو احمد ابن جحش فارعہ بنت ابی سفیان سے اور اُن کے ایک بھائی عبداللہ بن جحشؓ تھے جو غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے۔ اور کفار نے اُن کا پیٹ چاک کر دیا تھا اور مُثلہ کیا تھا۔ وہ اپنے ماموں حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ کے ساتھ ایک قبر میں دفن کئے گئے۔ حضرت زینبؓ کی دو بہنیں تھیں حمنہ بنت جحشؓ اور ام حبیبہ بنت جحشؓ دونوں کو استحاضہ تھا۔ حدیثوں میں انکا ذکر بہت آتا ہے رسول اللہؐ سے استحاضہ کے مسائل دریافت کرتی تھیں حمنہؓ کا عقد پہلے مصعب بن عمیرؓ سے ہوا جس سے زینب بنت مصعبؓ ہوئیں پھر طلحہ بن عبیداللہ سے ہوا جس سے محمد بن طلحہ اور عمران بن طلحہ ہوئے۔ پھر عبداللہ بن عبداللہ بن ابی امیہؓ بن المغیرہ سے ہوا۔ اُن سے دو اولاد ہوئی محمد اور مصعب۔ دوسری بہن ام حبیبہؓ عبدالرحمن بن عوفؓ کی زوجہ تھیں۔ مسلم کی روایت ہے کہ سات برس انکو استحاضہ رہا۔

عبداللہ بن جحشؓ اور اُن کے بھائی بہن بہت قدیم الاسلام ہیں۔ حضورؐ کے دار ارقم میں جانے سے پہلے یہ مسلمان ہو چکے تھے۔ پھر حبشہ ہجرت کر کے گئے۔ وہاں اُن کے ایک بھائی عبیداللہ نصرانی ہو گئے اور اُن کی زوجہ ام حبیبہؓ اسلام پر ثابت قدم رہیں۔ اِس لئے ام حبیبہؓ سے نجاشی کے ذریعہ حضور صلعم نے عقد کر لیا۔ اور یہ لوگ لوٹ کر مکہ چلے آئے اور وہاں سے عبداللہ بن جحشؓ۔ اور ابو احمد بن جحشؓ اپنے اہل اور بہنوں کے ساتھ مدینہ آئے۔

قریش کو انساب پر بڑا فخر تھا۔ مگر حضور صلعم نے حضرت زینب بنت جحشؓ کا عقد زید بن حارثہؓ سے کر دیا زید بن حارثہؓ رسول اللہؐ کے خاص محبوب تھے۔ اُس وقت مسلمان ہوئے تھے جب حضرت خدیجہؓ اور حضرت ابوبکرؓ مسلمان ہوئے تھے اکثر سرایا میں معزز شرفا قریش پر اُن کو حضورؐ سردار بناتے تھے اور زید بن محمد مشہور ہو گئے تھے حضورؐ کی اُن پر خاص عنایت تھی۔ لیکن باوجود ان تمام ذاتی خوبیوں کے غلام تھے۔ اور حضرت زینبؓ ذی نسب شریف تھیں۔ عقد کے پہلے بھی اُن کو یہ عقد

پسند[1] نہ تھا۔ حضورؐ کے فرمانے سے راضی ہوگئی تھیں۔ اور عقد کے بعد بھی حضرت زینبؓ اور حضرت زیدؓ میں محبت نہ ہوسکی اور خلوص پیدا نہ ہوا۔ حضرت زیدؓ نے طلاق دینا چاہا تو حضورؐ نے پہلے اس طلاق کو روکا۔ مگر آخرالامر زیدؓ نے طلاق دیدیا۔ اسکے بعد اُن کا عقد حضورؐ سے ہوگیا۔

صحیح مسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جب حضرت زینبؓ کی عدت پوری ہوگئی۔ تو حضورؐ نے زید ہی کو بھیجا۔ کہ اُن کو میرے ساتھ نکاح کرنے کا پیغام دو۔ زیدؓ گئے تو وہ آٹا گوندھ رہی تھیں زیدؓ کہتے ہیں کہ میری نظر اُن پر پڑی تو دل میں اُن کی بڑی عظمت پیدا ہوئی۔ اور اُن کی طرف دیکھنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ کیونکہ رسول اللہؐ نے اُن کو نکاح کا پیغام دیا تھا۔ میں پیچھے لوٹا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ دروازہ کی طرف پشت کرکے کھڑا ہوا اور کہا کہ اے زینب تم کو رسول اللہؐ نے اپنے ساتھ نکاح کا پیغام دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب تک میں خدا سے استخارہ نہ کرلوں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ اور وہ مسجد جانے لگیں۔ کہ اتنے میں رسول اللہؐ خود تشریف لائے اور بلا اذن داخل ہوئے کیونکہ قرآن پاک کی آیۃ نازل ہوگئی تھی (وہ آیۃ یہ ہے:-

فلما قضی زید منها وطراً زوّجناکها لکی لا یکون علی المومنین حرج فی ازواج ادعیائهم	پھر جب زید اپنی حاجت پوری کرچکا یعنی طلاق دے چکا۔ تو ہمنے اسکو تیرے نکاح میں دیدیا تاکہ مسلمانوں کو متبنی کی زوجہ نکاح کرنے میں تنگی نہ رہے (جب طلاق دیدیں (احزاب

اِس آیت میں خدا نے بتایا کہ تمہارا نکاح زینب سے میں نے کردیا۔ اسلئے وہ حضورؐ کی زوجہ ہوگئیں اذن کی ضرورت نہ رہی۔ ابن اسحٰق لکھتے ہیں کہ زینبؓ کا نکاح حضورؐ سے ابواحمد بن جحشؓ نے کیا تھا۔ ممکن ہے کہ پھر یہ بھی ہوا ہو۔ لیکن صحیح مسلم کی روایت کے الفاظ یہی ہیں کہ نزول آیت کے بعد حضورؐ بلا اذن زینبؓ کے پاس داخل ہوئے۔ اور صحیحین کی روایت ہے کہ

[1] چنانچہ سورۂ احزاب کی یہ آیت نازل ہوئی ما کان لمومن ولا مومنة اذا قضی اللہ ورسولہ امراً ان یکون لهم الخیرة یعنی خدا اور رسول کے حکم کے بعد یہ اختیار نہیں رہتا۔ پھر جب زیدؓ نے طلاق دینا چاہا تو حضورؐ نے فرمایا امسك علیك زوجك واتق اللہ یعنی طلاق نہ دو خدا سے ڈرو۔ یہ بھی سورہ احزاب میں اسکے بعد ہے ۱۲ منہ

حضرت زینبؓ تمام ازواج کے مقابلہ میں فخر کرتی تھیں کہ تمہارا نکاح تمہارے اولیاؤ کیا اور میرا نکاح خود خدا نے اپنے رسول کے ساتھ کیا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب آفتاب بلند ہوا تو حضورؐ نے ہم سب کو روٹی اور گوشت کھلایا۔ لوگ کھا کھا کر نکل گئے۔ مگر کچھ آدمی۔ اور بعض روایت میں ہے کہ تین آدمی گھر ہی میں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ حضورؐ نے اُن سے تو کچھ نہ کہا مگر خود نکلے اور ازواج مطہرات کے حجروں کا چکر لگایا۔ حجروں کے دروازوں پر گئے اُن کو سلام کیا۔ اور کچھ باتیں کیں۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اسکے بعد نہ معلوم میں نے حضورؐ سے کہا یا حضورؐ نے خود فرمایا کہ وہ لوگ چلے گئے۔ تب حضورؐ گھر میں گئے۔ اور میں بھی ساتھ جا رہا تھا۔ کہ آپ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ گرا دیا۔ اور حجاب کا حکم نازل ہوا۔ ابن رافع کی روایت میں یہ زیادہ ہے کہ یہ آیت نازل ہوئی

لاتدخلوا بیوت النبی الا ان یؤذن لکم الی طعام غیر ناظرین اناہ واللہ لایستحی من الحق تک	نبی کے گھر میں داخل نہ ہو مگر اُسوقت جب تمکو اجازت دیجائے کھانے کیلئے۔ پکنے کا انتظار نہ کرتے رہو۔ واللہ لایستحی من الحق تک

ابی کامل حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے اور کسی زوجہ کا ایسا ولیمہ نہیں کیا جیسا زینبؓ کا۔ اُس میں آپ نے بکری ذبح کی۔ اور عبدالعزیز بن صہیب حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایسا اچھا اور اتنا زیادہ ولیمہ آپ نے کسی کا نہیں کیا جیسا زینبؓ کا۔ ابو مجاز حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت نازل ہوئی

یا ایہا الذین امنو لاتدخلوا بیوت النبی الآیہ ان ذلکم کان عند اللہ عظیما۔ تک	اے ایمان والو نبی کے گھروں میں داخل نہ ہوا لخ عظیما تک

شیخین نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ حضورؐ نے اپنی ازواج سے فرمایا کہ تم سب میں پہلے مجھ سے وہ ملے گی جو سب سے دراز دست ہوگی۔ اس لئے حضورؐ کے بعد ازواج مطہرات جمع ہوتیں تو ہاتھ ملایا کرتی تھیں کہ ہم سب میں دراز دست کون ہے۔ اور حقیقت میں زینبؓ

دراز دست تھیں کیونکہ وہ اپنے ہاتھ سے کما کر مساکین کو صدقہ کیا کرتی تھیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت زینبؓ کا انتقال ہوا تب ہم لوگوں نے حضورؐ کا مطلب سمجھا۔ وہ اگرچہ قد میں چھوٹی تھیں مگر حضورؐ کا مطلب صدقہ میں دراز دست ہونا تھا۔ حضرت زینبؓ دباغت کا کام جانتی تھیں اور اس سے جو کچھ حاصل ہوتا تھا وہ خدا کی راہ میں صدقہ کرتی تھیں۔

ابن سعد حضرت ام سلمہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ کو زینب بنت جحشؓ سے بہت محبت تھی۔ وہ بڑی صالحہ تھیں بہت روزہ رکھتی تھیں اور بہت نماز پڑھتی تھیں۔ وہ صنعت جانتی تھیں۔ اور صنعت سے جو کچھ حاصل کرتی تھیں وہ سب مساکین پر صدقہ کر دیتی تھیں۔

واقدی اور ابن اسحٰق جزماً بیان کرتے ہیں کہ ۲۰ھ ہجری میں حضرت زینبؓ کا مدینہ میں انتقال ہوا۔ اور اس وقت اُن کی عمر ۵۳ سال کی تھی۔ اور اصابہ میں ہے کہ حضورؐ سے عقد کے وقت اُن کی عمر پینتیس سال کی تھی۔ اور ۲۰ھ میں انتقال ہوا تو عمر پچاس سال کی تھی۔

بزار نے عبدالرحمٰن ابزی سے روایت کیا ہے کہ حضرت زینبؓ کے جنازہ کی نماز حضرت عمرؓ نے پڑھائی اور اُس میں چار تکبیریں کہیں واللہ اعلم

ایک اعتراض کفار اور منافقین نے حضرت زینبؓ کے عقد کے بعد یہ اعتراض کیا کہ محمدؐ منع کرتے ہیں کہ بیٹا کی زوجہ سے نکاح جائز نہیں لیکن خود اپنے لڑکے کی زوجہ سے انہوں نے نکاح کیا۔ یہ اسلئے کہ زید بن حارثہؓ اُس وقت زید بن محمد مشہور تھے۔ اُن کی تردید میں آیت نازل ہوئی ماکان محمد ابا احد من رجالکم اور منع کر دیا گیا کہ زید بن محمد نہ کہو بلکہ ہر شخص کو اُس کے باپ کی جانب منسوب کرو۔ چنانچہ زید بن حارثہ کہے جانے لگے۔ سورۂ احزاب میں اس کا ذکر ہے

وماجعل ادعیاءکم ابناءکم ذلکم قولکم بافواھکم واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل ۰ ادعوھم	اور خدا نے تمہارے متبنی کو تمہارا بیٹا نہیں بنایا یہ تمہارے اپنے مُنہ کی باتیں ہیں۔ اللہ حق کہتا ہے اور وہی راستہ کی ہدایت کرتا ہے متبنی کو اُن کے باپ کیطرف

لآبائهم هو اقسط عند الله فان لم تعلموا آباءهم فاخوانکم فی الدین وموالیکم ؀	منسوب کرکے پکارا کرو یہ خدا کے نزدیک انصاف ہے اور اگر تم اُن کے باپ کو نہیں جانتے تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔ اور تمہارے آزاد کردہ غلام ہیں۔

حجاب یعنی پردۂ شرعی

حضرت انسؓ کی روایت سے معلوم ہوا کہ آیت لاتدخلوا بیوت النبی الآیہ۔ حضرت زینبؓ کے ولیمہ کے روز نازل ہوئی اور اُسی روز سے حجاب کا حکم ہوا۔ اس آیت میں کئی احکام ہیں ۱۔ نبی کے بیوت میں بلا اذن داخل نہ ہو ۲۔ کھانے کے لیئے بلائے جاؤ تو کھانا پکنے کے پہلے ہی سے پکنے کے انتظار میں وہاں بیٹھے نہ رہو۔ ۳۔ جب بلایا جائے تو جاؤ مگر کھا کر منتشر ہو جاؤ۔ وہاں باتیں نہ بنانے لگو۔ ۴۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج سے کوئی چیز مانگو تو حجاب کے (پردہ کے) باہر سے مانگو۔

امام بغوی لکھتے ہیں کہ آیت حجاب کے نزول کے بعد ازواج النبی صلعم کو نقاب کے ساتھ یا بلا نقاب کسی طرح دیکھنا جائز نہ تھا۔ جب بلا حجاب رسول اللہؐ کے ازواج سے بات کرنا منع ہو گیا تو بعض صحابہ نے کہا کہ یہ کیا ہے کہ ہم کو ہماری چچا زاد بہنوں کے پاس جانے سے بھی منع کیا جاتا ہے۔ ہم رسول اللہؐ کے بعد عائشہؓ سے عقد کرینگے۔ اُس پر یہ آیت نازل ہوئی ولا ان تنکحوا ازواجه من بعده ابداً یعنی رسول اللہؐ کے بعد اُن کے ازواج سے نکاح کرنا تمہارے لیئے کبھی درست نہیں۔

آیت حجاب کے بعد۔ اُن کے آبا۔ اور اولاد۔ واقربا نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ کیا ہملوگ بھی اُن کے ساتھ حجاب کے باہر ہی سے گفتگو کر سکینگے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی کہ کس سے حجاب نہیں ہے لا جناح علیهنّ فی آبائهنّ ولا ابنائهنّ ولا اخوانهنّ الآیہ

الغرض حکم ہوا کہ مخصوص رشتہ داروں کے سوا کسی کے سامنے نہ ہوں۔ اور بلا حجاب کسی سے بات نہ کریں۔ پھر حکم ہوا وقرن فی بیوتکن ولا تبرّجن تبرّج الجاهلیة الاولی یعنی اپنے گھروں میں جمی بیٹھی رہو۔ زمانہ جاہلیّت کی طرح بناؤ سنگار دکھاتی نہ پھرو۔

اس حکم کے بعد رسول اللہؐ کی عورتیں گھروں سے نہیں نکلتی تھیں لیکن جہانتک احادیث کے تتبّع سے معلوم ہوتا ہے دو وقت نکلا کرتی تھیں (۱) ایک رات کے وقت حوائج بشری کے لئے مناصع جایا کرتی تھیں۔ جو ایک میدان تھا۔ کیونکہ اُس وقت گھروں کے اندر بیت الخلا کا دستور نہ تھا (۲) دوئم نماز کے لئے مسجد جانے کی اجازت تھی۔

حضرت عائشہؓ کی مفصّل روایت صحاح و سنن کی تمام کتابوں میں مشہور ہے جس میں اُنہوں نے افک کے قصّہ کو بالتفصیل بیان کیا ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ صفوان بن معطلؓ نے ہمیں پہچان لیا۔ اِس لئے کہ حجاب کا حکم نازل ہونے سے پہلے اُنہوں نے ہمیں دیکھا تھا۔ حضرت عائشہؓ نے پہچاننے کا سبب اِسی لئے بیان کیا کہ حجاب کے بعد تو کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا تو شبہ ہوتا تھا کہ صفوانؓ نے پہچانا کیسے۔ اس روایت سے قطعی طور پر یہ ثابت ہوگیا کہ حجاب کا حکم افک کے قصّہ سے پہلے نازل ہوچکا تھا۔ پھر اسی روایت میں حضرت عائشہؓ نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ منافقین نے جو ہم پر اتنا بڑا افک باندھا تھا اُس کی ہمیں مطلق خبر نہ تھی۔ مدینہ پہنچنے کے بعد شب کے وقت ہم ام مسطحؓ کے ساتھ حوائج بشری کے لئے مناصع گئے تو وہاں ام مسطحؓ نے ہم سے سب حال بیان کیا۔ اور اسی روایت میں حضرت عائشہؓ نے کہا ہے کہ اس وقت ہمارے گھروں میں بیت الخلا نہ تھا بلکہ بیت الخلا بنانا معیوب سمجھتے تھے۔

آیت حجاب کی شان نزول میں صحیحین کی روایتوں میں بظاہر اختلاف ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ حضرت زینبؓ کے ولیمہ میں بعض اشخاص دیر تک رسول اللہؐ کے گھر میں بیٹھے رہ گئے تھے اس وجہ سے حجاب کا حکم نازل ہوا۔ اور دوسری روایت ہے کہ حضرت سودہؓ مناصع جارہی تھیں حضرت عمرؓ نے آواز دی کہ اے سودہ میں نے تم کو پہچان لیا اس پر حجاب کا حکم نازل ہوا۔ مگر اصل یہ ہے کہ حجاب کا حکم بھی دوسرے احکام کی طرح رفتہ رفتہ نازل ہوا ہے۔ سارا حکم ایک دفعہ نازل نہیں ہوا۔ حضرت زینبؓ کے ولیمہ کے وقت یہ حکم تو ہوگیا تھا کہ امہات المومنین سے کوئی شخص بلا حجاب بات نہ کرے۔ مگر رات کے وقت وہ مناصع جایا کرتی تھیں۔ اور حضرت عمرؓ کو

پسند نہ تھا۔ اس کے علاوہ ایک دوسری خرابی اور تھی کہ منافقین وکفار عورتوں کو بعض وقت راستہ میں چھیڑا کرتے تھے۔ اور جب بازپرس ہوتی تھی تو کہتے تھے کہ ہمنے پہچانا نہیں۔ اسلئے یہ آیت نازل ہوئی قل لازواجك وبناتك ونساء المومنین یدنین علیهن من جلابیبهن الآیہ یعنی اے رسول اللہؐ آپ اپنی آزواج کو۔ لڑکیوں کو۔ اور مسلمانوںکی عورتونکو کہیئے کہ وہ چادروں کا نقاب لٹکالیں۔ تاکہ پہچانی جائیں۔ اور منافقین وبدمعاش اس پر بھی باز نہ آئیں تو عنقریب وہ جلا وطن کردیئے جائیں گے۔

اس آیت سے کفار اور منافقین کو تنبیہ تو کی گئی۔ مگر عورتوں کو مناصع جانے سے روکا نہ گیا۔ اور حضرت عمرؓ کو ان کا مناصع جانا ہی ناپسند تھا۔ ایک روز حضرت سودہؓ جارہی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے اُن کو پہچانا کیونکہ یہ طویل القامت اور عظیم الجثہ تھیں۔ انہوں نے آواز دی کہ اے سودہ ہیں نے تم کو پہچانا۔ وہ بہت ناراض ہوئیں اور رسول اللہؐ سے اِس کی شکایت کی۔ اِس کے بعد مناصع کا جانا بند ہوگیا۔ اور گھروں میں بیت الخلا بن گیا۔ روایتوں کے الفاظ یہ ہیں کہ اس کے بعد حجاب کا حکم ہوا۔ مگر خود اسی روایت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حجاب کا حکم اس سے پہلے ہوچکا تھا ورنہ قد وقامت کے قیاس پر حضرت عمرؓ نہ پہچانتے بلکہ چہرہ دیکھکر پہچانتے[1]

البتہ نمازوں کے لیئے مسجد جانے سے حضورؐ کا منع کرنا ثابت نہیں ہے۔ بلکہ حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ اگر عورتیں مسجد جانے کی اجازت چاہیں تو اُن کو روکو مت اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اگر حضورؐ فساد زمانہ کی حالت دیکھتے تو عورتوں کو مسجد جانے سے ضرور روکتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضورؐ نے منع کیا نہیں۔ باوجود اس کے جلیل القدر اصحاب رسول اللہؐ نے اپنی ازواج کو مسجد جانے سے روکنا شروع کردیا تھا۔ عاتکہ بنت زیدؓ سے حضرت عمرؓ نے

---

[1] جلال الدین سیوطی اتقان کے نوع ثالث میں لکھتے ہیں کہ صحیح بخاری کی روایت میں تصریح ہے کہ حضرت سودہؓ کا قصہ حجاب کے نازل ہونے کے بعد کا ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

عقد کرنا چاہا تو عاتکہ مذکورہ نے یہ شرط پیش کی کہ ہمیں مسجد جانے سے روکا نہ جائے۔ روایتوں میں تصریح ہے کہ حضرت عمرؓ اس شرط پر بکراہت راضی ہوئے حضرت عمرؓ کے بعد عاتکہ بنت زیدؓ نے حضرت زبیرؓ سے عقد کیا۔ اور اُن کے ساتھ بھی یہی شرط کیا۔ وہ راضی تو ہو گئے مگر ایک دوسرے ترکیب سے اُنہوں نے عاتکہؓ کا مسجد جانا بند کر دیا۔ حضرت زبیرؓ راستہ میں چھپ گئے حضرت عاتکہؓ عشا کی نماز کے لیئے مسجد جا رہی تھیں۔ حضرت زبیرؓ نے تاریکی میں اُن کی سرین پر ہاتھ مارا۔ اس روز سے اُنہوں نے مسجد جانا بند کر دیا۔

حضرت عاتکہؓ کا نکاح کے ساتھ ایسا شرط کرنا خود اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہ رسول اللہؐ عموماً اپنی عورتوں کو مسجد جانے سے روکتے تھے ورنہ شرط کی ضرورت کیا تھی۔

حضورؐ نے عورتوں کو مسجد جانے سے روکا نہیں لیکن یہ فرمایا کہ عورتوں کی نماز گھروں میں بہتر ہے۔ ابو داؤد میں ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ عورتوں کو مسجد جانے سے منع نہ کرو۔ لیکن اُن کا گھر اُن کے لیئے بہتر ہے۔ جو عورتیں مسجد جائیں اُن کے لیئے کئی شرائط ہیں صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی زوجہ زینبؓ کی ایک روایت ہے مرفوعاً کہ جو عورت خوشبو لگائے وہ مسجد میں نہ آئے۔ مسلم ہی میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ جو عورت بخور کرے وہ مسجد میں نہ آئے۔ اور مسلم ہی میں حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک اور روایت ہے کہ جو عورت خوشبو لگا کر مسجد آئے اُس کی نماز مقبول نہیں ہوتی۔ جب تک غسل جنابت کی طرح پُورا غسل نہ کرے۔ ابن اثیر اسد الغابہ میں۔ اور ابن حجر اصابہ میں ایک روایت لکھتے ہیں کہ ام حمیدؓ نے رسول اللہؐ سے کہا کہ مَیں آپ کے پیچھے مسجد میں آکر نماز پڑھنا چاہتی ہوں مگر ہمارے ازواج روکتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تمہاری نمازیں کوٹھریوں میں صحن سے بہتر ہیں۔ اور صحن میں احاطہ سے بہتر ہیں۔ اور احاطہ میں محلہ کی مسجد سے بہتر ہیں۔ اور محلہ کی مسجد میں ہماری مسجد میں آکر پڑھنے سے بہتر ہیں۔ اصابہ میں ہے کہ اسی لیئے ام حمیدؓ نے نماز کی جگہ کوٹھری میں بنائی۔ اور اُسی میں تمام عمر نماز پڑھتی رہیں۔

حجاب کے بعد بھی امہات المومنین غزوات میں رسول اللہ صلعم کے ساتھ جایا کرتی تھیں۔

مگر ہودج میں ہوا کرتی تھیں۔ اور صرف چہرہ اور بدن ہی نہیں بلکہ اُن کی شخصیّت بھی پوشیدہ رہا کرتی تھی۔ حضورؐ کے بعد بھی حضرت عائشہؓ میدان جنگ میں حضرت علی کرم کے خلاف صف آرا ہوئیں یعنی جنگ جمل میں۔ مگر تمام روایات میں یہ تصریح ہے کہ ہودج میں ہوتی تھیں۔ اُنکو کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا۔

حجاب کا حکم ام ولد اور لونڈیوں کے لیئے نہ تھا مگر حضورؐ نے حضرت ماریہ قبطیہؓ کو حجاب کے اندر رکھا۔ حضرت ریحانہؓ کے بارہ میں اختلاف ہے۔ خیبر میں حضورؐ نے حضرت صفیہؓ سے عقد کیا۔ صحابہ کو اس کی خبر نہ تھی۔ اِس لئے صحابہ کو شک ہوا کہ صفیہؓ ام ولد ہیں یا حضورؐ نے اُن سے عقد کیا ہے۔ صحیح مسلم کے یہ الفاظ ہیں :-

قال الناس لا ندری۔ اتزوّجها ام اتّخذها ام ولد۔ قالوان حجبها فهی امرأته وان لم تحجبها فهی ام ولد۔ فلمّا اراد ان یرکب حجبها فقعدت علی عجُزِ البعیر فعرفوا انّهٗ قد تزوّجها	لوگوں نے کہا کہ معلوم نہیں حضورؐ نے صفیہؓ سے نکاح کیا ہے یا ام ولد بنایا ہے۔ سب نے کہا کہ اگر پردہ میں رکھیں تو وہ زوجہ ہیں۔ ورنہ ام ولد ہیں۔ پھر جب حضورؐ نے سوار ہونے کا ارادہ کیا تو حضرت صفیہؓ کو حضورؐ نے حجاب میں رکھا۔ اور وہ اونٹ کے سرین پر بیٹھیں۔ تب لوگوں نے سمجھا کہ حضورؐ نے ان سے عقد کیا ہے۔

حجاب اور پردہ شرعی یہی ہے کہ شخصیّت پوشیدہ کی جائے۔ اس کا ضد بے حجابی ہے یعنی چہرہ کھولکر کسی کے سامنے آنا۔ حجاب صرف حرّہ۔ بالغہ عورتوں پر فرض ہے۔ مرد کو حجاب کا حکم نہیں ہے۔ اور لونڈیوں پر بھی حجاب فرض نہیں ہے۔

ستر عورت کا حکم علیحدہ ہے۔ اس کا ضد بے ستری اور ننگا ہونا ہے۔ ستر عورت یہ ہے کہ اعضاً مخصوصہ کو پوشیدہ رکھا جائے۔ ستر عورت۔ عورت حرّہ۔ لونڈی۔ غلام سب پر فرض ہے اگرچہ حدود مختلف ہیں۔ نماز کے لیئے ستر عورت شرط ہے حجاب شرط نہیں ہے۔

حجاب اور ستر عورت اللہ پاک سورۂ نور میں فرماتا ہے ؛-

قل للمومنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذلک ازکیٰ لھم ان اللہ خبیر بما یصنعون	کہدیجئے مسلمانوں سے کہ اپنی نظریں نیچی کریں۔ اور اپنے شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ بلاشبہ اللہ پاک اس سے واقف ہے جو وہ کرتے ہیں۔
وقل للمومنات یغضضن من ابصارھن ویحفظن فروجھن	اور مسلمان عورتوں سے کہدیجئے کہ اپنی نظریں نیچی کریں اور اپنے شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

یہ دو حکم عورت و مرد دونوں کے لیئے ایک سان تھا۔ یعنی غض بصر۔ اور فروج کی حفاظت۔ اس کے بعد خاص عورتوں کو حکم ہوا۔

ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن	اور نہ کھولیں اپنی زینت سوائے اسکے جو زینت ظاہر ہو اور انکو چاہیئے کہ اپنی چادریں اپنے گریبانوں پر ڈال لیں۔

یعنی حکم ہوا کہ عورتیں اپنی زینت کو پوشیدہ رکھیں۔ قابل غور ہے کہ اس زینت سے کیا مراد ہے۔ زینت دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک محاسن خلقت جو اللہ تعالےٰ نے عورتوں کے اندر پیدا کیا ہے۔ امام رازی کہتے ہیں کہ اقرب یہ ہے کہ یہ بھی اس آیت کے حکم میں داخل ہے۔ دوسری غیر خلقی زینت جس سے عورتیں سنگار کرتی ہیں۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ وہ تین قسم کی چیزیں ہیں (۱) ایک رنگ جیسے آنکھوں میں سُرمہ۔ ہاتوں میں وسمہ۔ خدین پر گودنا۔ ہاتھ پیر میں مہندی وغیرہ (۲) دوسرے زیور جیسے انگوٹھی۔ کڑے۔ جھانجھ۔ طوق۔ بالی وغیرہ (۳) تیسری قسم کپڑے ہیں۔ خدا نے کپڑوں کو خود زینت فرمایا ہے خذوا زینتکم عند کل مسجد اس آیۃ میں زینت سے باتفاق کپڑے مراد ہیں۔

امام شافعی صاحب فرماتے ہیں کہ اس آیت میں نفس زینت کے چھپانے کا حکم ہوا ہے جیسا کہ ملاجیون نے تفسیرات احمدیہ میں ذکر کیا ہے لیکن اور لوگ کہتے ہیں کہ زینت سے مراد مواضع زینت ہیں یعنی سر۔ کان۔ آنکھ۔ گردن۔ بازو۔ پہنچا۔ ساق وغیرہ جہاں زینت کے لیئے زیورات یا رنگ

استعمال کئے جاتے ہیں۔

اس حکم سے خدا نے مستثنیٰ کیا اور فرمایا الا ماظہر منہا یعنی جو زینت ظاہر ہو اُس کا پوشیدہ کرنا فرض نہیں ہے۔ امام بغوی معالم التنزیل میں لکھتے ہیں کہ اس میں اختلاف ہو کہ زینتِ ظاہرہ جس کا اس آیت میں استثنیٰ ہوا۔ اس سے کیا مراد ہے سعید بن جبیر ضحاک۔ اور امام اوزاعی کہتے ہیں کہ اس سے مراد چہرہ اور کفین ہے۔ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ مراد کپڑہ ہے۔ حسن کہتے ہیں کہ چہرہ اور کپڑہ مراد ہے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ زینت ظاہرہ سے مراد سرمہ۔ انگوٹھی اور خضاب ہے۔ قاضی بیضاوی کہتے ہیں کہ الا ماظہر منہا سے مراد یہ ہو کہ مزاولہ کے وقت جو ظاہر ہو۔ جیسے کپڑہ یا انگوٹھی۔ چونکہ اُس کو چھپانے میں حرج تھا اسلیئے مستثنیٰ ہوا۔ قاضی بیضاوی یہ بھی لکھتے ہیں کہ کہا گیا ہے کہ اِس آیت میں زینت سے مراد مواضع زینت ہے۔ اور مستثنیٰ وجہ و کفین ہے کیونکہ یہ دونوں عورت نہیں ہیں جس کا چھپانا فرض ہو۔ پھر کہتے ہیں کہ یہ نماز کے بارہ میں تو صحیح ہے لیکن نظر کے بارہ میں صحیح نہیں ہے۔ اسلیئے کہ حرّہ کا بدن کل عورت ہو اور شوہر یا محرم کے سوا کسی کو اس کا بلا ضرورت دیکھنا حلال نہیں۔ البتہ ضرورت کے وقت اجازت ہے مثلاً معالجہ کے لیئے یا شہادت کے لیئے۔

کوئی روایت مرفوع ایسی نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہوسکے کہ الا ماظہر سے مراد وجہ اور کفین ہے باوجود اس کے ہمارے فقہا بھی اس سے یہی مراد لیتے ہیں۔ صاحب ہدایہ نے اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ حضرت علی کرم اور حضرت ابن عباسؓ نے اس سے کحل اور خاتم مراد لیا ہو اور ان دونوں چیزوں سے مراد ان دونوں کے مواضع ہیں۔ اس لیئے وجہ اور کفین مستثنیٰ ہوگا مگر یہ محل نظر ہے اِس لیئے کہ کحل کا محل آنکھ ہے نہ کہ چہرہ۔ اِس لیئے اگر مواضع کحل بھی مراد ہے تو آنکھیں مستثنیٰ ہوں گی نہ کہ سارا چہرہ۔

امام رازی فرماتے ہیں کہ اس پر اتفاق ہے کہ چہرہ عورت نہیں ہے۔ یہ نماز کے لیئے تو صحیح ہو سکتا ہے جیسا کہ قاضی بیضاوی نے کہا ہے مگر نظر کے بارہ میں صحیح نہیں ہے۔

یہ تو مفسّرین اور فقہاء کے اختلافات ہیں۔ مگر قرآن پاک کے الفاظ کا صاف اور واضح مطلب میں آیت کے آخر حصّہ میں بیان کروں گا انشاء اللہ تعالیٰ

اللہ پاک نے سترِ عورت کے بارہ میں مزید احتیاط کے لیئے چادر اوڑھنے کی ترکیب بھی بتا دی۔ فرمایا کہ چادر کا کنارہ گریبانوں پر ڈالنا چاہیئے تاکہ گردن اور صدر اچھی طرح چھپ جائے پھر فرمایا:-

ولا یُبدین زینتھن الا لبعولتھن او اٰبائھن او اٰباء بعولتھن او ابنائھن او ابناء بعولتھن او اخوانھن او بنی اخوانھن او بنی اخواتھن او نساءھن او ما ملکت ایمانھن او التّابعین غیر اولی الاربة من الرّجال او الطفل الذی لم یظھروا علیٰ عورات النساء	اور اپنی زینت نہ ظاہر کریں مگر (۱) شوہروں پر (۲) یا اپنے آباء پر (۳) یا شوہروں کے آباء پر (۴) یا اپنے لڑکوں پر (۵) یا شوہروں کے لڑکوں پر (۶) (۶) یا اپنے بھائیوں پر (۷) یا بھائیوں کے لڑکوں پر (۸) یا بہنوں کے لڑکوں پر (۹) یا مسلمان عورتوں پر (۱۰) یا مملوک پر (۱۱) یا ایسے مردپر جو طفیلی ہوں اور صاحب شہوت نہ ہوں (۱۲) یا ایسے لڑکوں پر جو عورتوں کے شرمگاہوں پر واقف نہ ہوں۔

پوری آیت کا خلاصہ یہ ہوا کہ چہرہ اور دونوں ہاتھ کی ہتیلیوں کے سوا تمام بدن چھپانے کا خدا نے عورتوں کو حکم دیا۔ اور اکثروں کے قول کے مطابق چہرہ اور کفین کو خدا نے اس حکم سے مستثنیٰ کیا۔ جن اعضا کے چھپانے کا حکم دیا اس کے متعلق فرمایا کہ شوہر اور باپ بھائی سے ان سب کا چھپانا ضرور نہیں ہے۔

اصح ترین روایتوں سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حجاب کا حکم سورہ احزاب کی آیت کے نزول کے بعد ہوا۔ اور آیت حجاب سورۂ احزاب ہی کی آیت ہے۔ اُس میں مردوں کو حکم دیا گیا کہ امہات المومنین سے بلا حجاب بات نہ کرو۔ اگر وہ حکم امہات المومنین کے ساتھ خاص ہو تو پھر

کہنا چاہئے کہ حجاب کا حکم مسلمان عورتوں کے لیئے نازل ہی نہیں ہوا۔ حجاب کا حکم امہات المومنین کے ساتھ ختم ہوگیا۔ حالانکہ تمام سلف و خلف متفق ہیں کہ حجاب کا حکم سب مسلمان عورتوں کیلئے ہے اور احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ صحابیہ عورتیں حجاب کے حکم کی ماموز تھیں۔ اور جب امہات المومنین کو حجاب کا حکم تھا جو بنص قرآن سب مسلمانوں کی ماں تھیں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ دوسری مسلمان عورتوں کو یہ حکم نہ ہو۔ شان نزول کی تخصیص۔ یا ام المومنین کے تخاطب کی وجہ سے اگر اس حکم کو امہات المومنین ہی کے ساتھ خاص کر دیا جائے تو اس قاعدہ کی وجہ سے قرآن پاک کا بڑا حصہ مسلمانوں کے لیئے ماموریہ نہ رہے گا۔ شان نزول یا تخاطب کی خصوصیت ہر جگہ حکم کو خاص نہیں کرتی۔

سورۂ نور کی آیت میں مردوں سے حجاب کرنے یا نہ کرنے کا کوئی حکم نہیں ہے۔ اگر زینت سے مراد محل زینت ہی ہو۔ اور الا ما ظھر منہا سے مراد وجہ او کفین ہی ہو۔ تاہم آیت کا مطلب صرف اتنا ہوگا کہ چہرہ اور کفین کے سوا سب بدن کو چھپاؤ۔ لیکن شوہر یا باپ بھائی سے چھپانا ضرور نہیں ہے۔ شوہر اور باپ بھائی کا حکم ایک نہیں ہے لیکن اس فرق کو اس آیت میں بیان نہیں کیا گیا۔

سورہ احزاب کی آیت میں یہ حکم ہے کہ عورت حجاب کے اندر رہے۔ اور سورہ نور کی آیۃ میں یہ بتایا گیا کہ گھر کے اندر اپنے لوگوں میں کیسے رہے۔ کس عضو کو کپڑے سے چھپائے کس کو کھولے۔ حتےٰ کہ چادر اوڑھنے کی ترکیب تک اس آیۃ میں بیان کی گئی۔ یہ کیونکر معلوم ہوگیا کہ چونکہ چہرہ اور کفین کو دوسرے اعضا کی طرح چھپانا ضرور نہ رہا اسلیئے اجنبی کو منہ دکھانا بھی جائز ہوگیا جس کا امتناع دوسری آیت سے پہلے ثابت ہو چکا ہے۔

ہمارے فقہا بھی اجنبی کے سامنے چہرہ کھولنے کو جائز نہیں کہتے الا بضرورت معالجہ و شہادت وغیرہ لیکن فرماتے ہیں کہ یہ حکم نص کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ شر سے بچنے کے لیئے ہے۔

حجاب کی بحث میں ایک بڑی غلطی یہ ہوتی ہے کہ حجاب کے حکم سے پہلے جو عورتیں باہر نکلا کرتی تھیں اُس کو حجاب کے خلاف استدلال میں پیش کر دیا جاتا ہے۔ یا لونڈیاں نکلا

کرتی تھیں کبھی اس کو پیش کر دیا جاتا ہے۔ بدوی قبائل کی محترفہ عورتیں نکلا کرتی تھیں اور اپنا معاش خود حاصل کرتی تھیں اُن کے معاش کا ذریعہ اُن کا پیشہ تھا اسلیئے وہ معذور تھیں۔ مگر اس کو استدلال میں پیش کر دیا جاتا ہے۔ بنی غفّار کی کچھ عورتیں مرہم پٹی کرنا جانتی تھیں اسلیئے فوج کے شامل ہو جایا کرتی تھیں۔ یہ عورتیں خیبر بھی گئی تھیں۔ روانگی کے وقت حضورؐ کو اسکا علم نہ ہوا۔ پیچھے جب معلوم ہوا تو آپ اُن کے آنے پر ناخوش ہوئے مگر چونکہ جا چکی تھیں اسلیئے فوج کے ساتھ رہیں۔ اور زخمیوں کی خدمت بھی کی۔ اور غنیمت میں سے اُن کو اس خدمت کا معاوضہ بھی ملا تھا۔ مگر کیا اس کی وجہ سے حجاب کا حکم باطل ہو جائے گا۔ اور جو شریف اور شوہر والی عورتیں ہیں معاش اور نفقہ حاصل کرنے کے لیئے مجبور نہیں ہیں کیا اُن کو بھی اجنبی کے سامنے مُنہ دکھانا جائز ہو جائے گا واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا

ام المومنین جویریہ بضم جیم مصغراً بنت الحارث ابن ابی ضرار بکسر ضاد معجمہ وتخفیف را المصطلقی۔ بنی المصطلق کے سردار کی لڑکی تھیں۔ اور مُسافع بضم میم وسین مہملہ وکسر فا ابن صفوان المصطلقی کی زوجہ تھیں مُسافع غزوۂ مریسیع میں مارا گیا۔ یہ گرفتار ہوئیں۔ اور ثابت ابن قیس ابن سماسؓ کے حصّہ میں پڑیں یا ان کے بھائی کے۔ ثابت مذکور انصار کے خطیب تھے۔ اُنکا اور اُن کے خطبہ کا ذکر وفود میں ہو چکا ہے۔

واقدی کی روایت ہے کہ جویریہ رضی اللہ عنہا نے ثابت ابن قیس سے نو اوقیہ سونا پر مکاتبت کر لی تھی۔ اور حضورؐ کی خدمت میں آکر آپ سے امداد چاہی۔ حضورؐ نے وہ ادا کر دیا۔ اور اُن کی مرضی معلوم کرنے کے بعد اُن سے نکاح بھی کر لیا۔ نکاح کی خبر جب صحابہ کو معلوم ہوئی تو بنی المصطلق کے جتنے قیدی اُن کے پاس تھے۔ اُنہوں نے سب کو آزاد کر دیا۔ اور کہنے لگے کہ اللہ اکبر یہ سب تو رسول اللہؐ کے قرابت مند ہو گئے ابو داؤد اور امام احمد نے حضرت عائشہؓ سے روایت

کیاہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ کوئی عورت جویریہ سے زیادہ اپنی قوم کے لیے عظیم البرکۃ ثابت ہوئی ہو۔ بنی المصطلق کے ایک سو اہل بیت قید تھے سب چھوڑ دیئے گئے۔

علامہ زُرقانی لکھتے ہیں کہ ایک سو اہل بیت سے ایک سو آدمی مراد نہیں ہیں کیونکہ اُنکی تعداد سات سو سے زیادہ تھی۔ بلکہ ایک سو گھر کے باشندے مراد ہیں۔

ام المومنین جویریہؓ کا تذکرہ غزوۂ بنی المصطلق میں ہوچکا ہے۔ اور اُس غزوہ کی تاریخ پر مفصل بحث ہوچکی ہے۔ اُسی سے اُن کے عقد کی صحیح تاریخ بھی معلوم ہوجاتی ہے۔

۵ھ میں اُن سے رسول اللہ صلعم نے عقد کیا۔ اس وقت اُن کی عمر بیس سال کی تھی۔ اور علی الصحیح ربیع الاوّل ۵۰ھ میں اُن کا انتقال ہوا جیسا کہ تقریب میں ہے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ ان کی عمر پینسٹھ سال کی ہوئی۔ مدینہ میں انتقال ہوا۔ اور بقیع میں اُن کی قبر مشہور ہے۔

ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا

ام المومنین ام حبیبہؓ ابوسفیان کی لڑکی تھیں۔ ابوسفیان کا حال کتاب المغازی میں کئی جگہ ذکر ہوچکا ہے۔ اسلام کے قبل قریش کے تین شخص بہت ذی اثر اور صاحب الرائے تھے۔ عتبہ۔ ابوجہل اور ابوسفیان۔ قریش کا فوجی علم عقاب ابوسفیان ہی کے پاس رہتا تھا۔ ابوسفیان بڑے تاجر تھے۔ شام۔ روم۔ اور عجم میں تجارتی قافلے بھیجتے تھے۔ اور کبھی خود بھی قافلہ کے ساتھ جاتے تھے اُن کی ایک لڑکی زینب عروہ بن مسعود ثقفی سے طائف بیاہی ہوئی تھیں۔ اور دو لڑکیاں ام المومنین زینب بنت حجشؓ کے دو بھائیوں سے بیاہی ہوئی تھیں۔ فارعہ ابواحمد ابن حجش سے اور ام حبیبہ عبید اللہ بن حجش سے۔ اُن کے ایک لڑکے حضرت معاویہؓ ہیں۔ جنکی جنگ حضرت علی کرم سے ہوئی اور معاویہؓ کا لڑکا یزید تھا جس نے حضرت امام حسینؓ کو شہید کیا۔ بنی امیہ کی حکومت کے بانی اوّل یہی تھے۔ ہند بنت عتبہ جس نے حضرت حمزہؓ کا جگر چبایا تھا وہ ابوسفیان کی زوجہ۔ اور

حضرت معاویہؓ کی ماں تھی۔

حضرت معاویہؓ کے سوتیلے بھائی یزید ابن ابی سفیانؓ بڑے مخیرؓ تھے۔ اور یزید الخیر کے نام سے مشہور تھے۔ اُن کی ماں بنی کنانہ کی ایک عورت ام الحکم زینب بنت نوفل ابن خلف تھی۔

ام المومنین ام حبیبہؓ حضرت معاویہؓ اور یزید الخیر کی سوتیلی بہن تھیں۔ اُن کی ماں صفیہ بنت ابی العاص حضرت عثمان بن عفان ابن ابی العاصؓ کی حقیقی پھوپھی تھیں۔ اور خالد ابن سعیدؓ ابن ابی العاص کی بھی پھوپھی تھیں۔ ابن سعد سے اصابہ میں منقول ہے کہ امینہ بنت ابی سفیان کی ماں بھی صفیہ تھیں تو وہ ام حبیبہؓ کی حقیقی بہن ہوئیں۔

ابو سفیان کی ایک اور لڑکی کا نام بالفاظ مختلفہ احادیث میں آتا ہے۔ ام حبیبہؓ نے حضورؐ سے کہا تھا کہ یا رسول اللہؐ آپ کو حمنہ بنت ابی سفیان کی ضرورت ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ہمیں ضرورت کیسی۔ کہا کہ اس سے عقد کیجئے حضورؐ نے فرمایا کہ وہ میرے لئے کیونکر جائز ہو سکتی ہے کسی روایت میں حمنہ نام آتا ہے بجائے مہملہ و میم نون۔ اور کسی روایت میں عزہ بعین مہملہ و زائے معجمہ بعض روایت میں درّہ۔ بعض روایت میں یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے اُن سے کہا کہ تم سب اپنی بہن اور بیٹیوں کا نام نہ پیش کیا کرو۔

ابو سفیان مولفۃ القلوب میں سے تھے بعض علمار نے لکھا ہے کہ بعد کو صادق مسلمان ہو گئے تھے حضرت معاویہؓ بڑے رتبہ کے صحابی ہیں مگر سیاسی اور دنیاوی کاموں میں اُن کی چالاکی بہت بڑھی ہوئی تھی۔ یزید الخیرؓ بہت مخیر۔ بڑے پارسا۔ اور بڑے دلیر تھے۔ شام کی لڑائیوں میں یہ سپہ سالار بھی رہے ہیں۔

ابو سفیان اور اُن کی بیوی ہندہ اور اُن کے خاندان کے اکثر آدمی فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے اور اس وقت بھی یہ صادق مسلمان نہ تھے بلکہ مولفۃ القلوب میں سے تھے لیکن اُنکی دو لڑکیاں ام حبیبہ اور فارعہ اپنے شوہروں کے ساتھ بہت پہلے مسلمان ہو چکی تھیں اور ہجرت کر کے حبشہ گئی تھیں عبید اللہ بضم عین مصغر ام حبیبہؓ کے شوہر۔ وہیں حبشہ میں نصرانی ہو گئے۔ اور شراب پیتے پیتے

نصرانیت ہی پراُن کا انتقال ہوگیا۔ ام حبیبہؓ اسلام پر ثابت قدم رہیں۔ اور اُن کے ساتھ اُن کی لڑکی حبیبہ بنت جحش بھی جو وہیں پیدا ہوئی تھیں۔ جب حضورؐ کو اُن کی حالت معلوم ہوئی تو آپ نے عمرو ابن امیۃ الضمریؓ کو نجاشی کے پاس حبشہ بھیجا۔ اور لکھا کہ ام حبیبہؓ کا عقد میرے ساتھ کردو۔ نجاشی کو جب یہ پیغام پہنچا تو اُس نے اپنی خاص لونڈی ابرہہ کو جو اُس کے لڑکی کی کھلائی تھی ام حبیبہؓ کے پاس بھیجا۔ اور رسول اللہؐ کے پیغام کی خبر دی۔ ام حبیبہؓ یہ سنکر بہت خوش ہوئیں۔ اور اپنا زیور اِس خوشخبری کے انعام میں ابرہہ کو دیا۔ اور خالد بن سعید بن ابی العاص کو جو اُن کے ماموں کے لڑکے تھے اُن کو وکیل بنا کر نجاشی کے پاس بھیجا۔

نجاشی نے حضرت جعفرؓ اور دوسرے صحابہ کو جو اس وقت حبشہ میں موجود تھے بلایا۔ اور سب کے سامنے نکاح کیا۔ خود خطبہ پڑھا۔ اور چارسو دینار اپنے پاس سے مہر ادا کیا جو اسیوقت خالد بن سعیدؓ کے سپرد کیا گیا[1]۔ جیسا کہ مستدرک وغیرہ میں ہے۔ اصابہ میں ابن سعد سے منقول ہی کہ یہ عقد ۶ ہجری میں ہوا۔ یہی روایت اشہر ہے۔ مہر کے بارہ میں اور روایتیں بھی ہیں۔ مثلاً مستدرک کی ایک روایت ہے کہ چار ہزار دینار۔ اور ابو داؤد کی روایت ہے چار ہزار درہم ابن ابی خیثمہ نے زہری سے روایت کیا ہے چالیس اوقیہ۔ مگر علامہ زرقانی نے عیون سے نقل کیا ہی کہ اثبت چارسو دینار کی روایت ہے۔ عقد کے بعد نجاشی نے ام حبیبہؓ کو شرحبیل ابن حسنہ کے ساتھ مدینہ بھیجدیا۔

ابن حزم نے دعوی کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ ام حبیبہؓ کا عقد حبشہ میں ہوا۔ اور اصحاب سیر اس پر متفق ہیں لیکن قتادہ۔ اور زہری سے ایک روایت ہے کہ اُن کا عقد مدینہ میں حضرت

[1] یہ مہر جب حضرت ام حبیبہؓ کے پاس آیا تو انہوں نے اُس میں سے پچاس دینار ابرہہ کو دینا چاہا لیکن ابرہہ نے نہیں لیا اور کہا کہ ہمیں نجاشی نے منع کیا ہے۔ بلکہ زیور جو پہلے اس نے لیا تھا وہ بھی واپس کردیا اور نجاشی نے بہت سا عود۔ عنبر۔ مشک اور چیزیں حضرت ام حبیبہؓ کے پاس بھیجی۔ یہ تمام باتیں خود حضرت ام حبیبہؓ نے بیان کی ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

عثمان ابن عفانؓ نے کیا۔ اور اُس میں انہوں نے ولیمہ بھی کیا جس میں گوشت کھلایا تھا مگر ہو سکتا ہے
کہ مدینہ میں تجدید نکاح ہوا ہو۔

البتہ مشکل یہ ہے کہ صحیح مسلم میں حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت ہے عکرمہ بن عمار
ابی زمیل سے۔ وہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ابو سفیان نے رسول اللہؐ سے کہا کہ
ہم تین باتیں چاہتے ہیں حضورؐ نے ابو سفیان کی وہ تینوں باتیں قبول کر لیں۔ ایک بات انہیں
یہ تھی کہ ابو سفیان نے کہا کہ میرے پاس عرب کی حسین ترین عورت ام حبیبہؓ ہے اس کا آپ سے
نکاح کر دوں۔

اہل سیر متفق ہیں کہ ام حبیبہؓ کا نکاح حبشہ میں ہوا۔ اور فتح مکہ کے قبل قریش نے بنو خزاعہ پر
زیادتی کر کے عہد شکنی کی تھی تو اس عہد کی تجدید کے لیئے خود ابو سفیان مدینہ آئے تھے۔ اسوقت
ام حبیبہؓ رسول اللہؐ کے پاس موجود تھیں۔ اور اُنہوں نے رسول اللہؐ کے فرش پر ابو سفیان کو
مشرک ہونے کی وجہ سے بیٹھنے نہیں دیا تھا جیسا کہ فتح مکہ میں لکھ چکا ہوں۔ اور ابن سعد کی
روایت ہے کہ ام حبیبہؓ کے نکاح کی خبر ابو سفیان کو مکہ میں ملی اس وقت وہ رسول اللہؐ کے
محارب اور دشمن تھے مگر اس نکاح کو ناپسند نہیں کیا۔

ان واقعات سے جو نہایت صحت کے ساتھ ثابت ہے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ صحیح مسلم والی
روایت صحیح نہیں ہو سکتی۔ ابن حزم تو کہتے ہیں کہ بلا شک وہ روایت موضوع ہے۔ اور
یہ عکرمہ ابن عمار کا کذب ہے۔ ابن جوزی کہتے ہیں کہ اس میں ذرا بھی شک و تردد نہیں ہے کہ
اس میں بعض رواۃ کو وہم ہو گیا ہے۔ اور لوگ عکرمہ ابن عمار کو متہم کرتے ہیں۔

ابن صلاح اس کے خلاف ہیں۔ اُنہوں نے ابن حزم کا سختی سے انکار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ
ائمہ حدیث کی پوری جماعت میں سے کسی نے عکرمہ کی طرف وضع کی نسبت نہیں کی اور وکیع و
ابن معین نے اُن کو ثقہ کہا ہے۔

علماء نے عکرمہ کے روایت کی کئی تاویلیں کی ہیں۔ مگر حق یہ ہے کہ اُن میں سے کوئی تاویل

تشفی بخش نہیں ہے واللہ اعلم

ابن سعد نے جزماً بیان کیا ہے کہ ام حبیبہؓ کا انتقال مدینہ میں چوالیس ۴۴ھ میں ہوا۔ بلاذری نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ جیساکہ زرقانی نے ذکر کیا ہے۔ اور صحیح یہی کہ مدینہ ہی میں دفن ہوئیں واللہ اعلم

صفیہ بنت حُیَیّ بن اخطب رضی اللہ عنہا

ام المومنین صفیہؓ بنت حُیَیّ بضم حار مہملہ وفتح تحتانیہ اول ابن اَخطب بفتح ہمزہ وسکون معجمہ۔ حضرت ہارون ابن عمران علیہ السلام کی اولاد تھیں لاوی ابن یعقوب کی نسل سے۔ اور ماں کا نام ضرّہ بفتح ضاد معجمہ وتشدید رار مہملہ بنت سَموَأل بفتح سین ومیم وسکون واو وفتح ہمزہ وآخر لام کذا فی زُرقانی

پہلے سلام بن مشکم قرظی کی زوجہ تھیں۔ اس نے جدا کر دیا تب کنانہ ابن ابی الحُقیق سے اُنکا عقد ہوا حُقَیق بضم حار مہملہ وفتح قاف اوّل۔

کنانہ سے عقد کو تھوڑا ہی دن ہوا تھا کہ محرم ۷ھ میں غزوہ خیبر ہوا۔ اور اُس میں کنانہ مارا گیا اور یہ قیدیوں میں گرفتار ہو کر آئیں۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو دحیہ بن خلیفہ کلبی نے حضورؐ سے ایک لونڈی مانگا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ لے لو۔ اُنہوں نے حضرت صفیہؓ کو لیا۔ مگر ایک شخص نے رسول اللہؐ سے آکر کہا کہ یا رسول اللہؐ آپ نے دحیہ کلبی کو صفیہ بنت حُیَیّ حوالہ کر دیا جو بنی قُریظہ اور بنی نضیر کے سردار کی لڑکی ہے۔ اور ایسے گھر کی لڑکی ہے جس میں ریاست اور نبوت دونوں رہی ہے۔ اور حسن وجمال میں بھی وہ بے مثل ہے۔

گو روایتوں میں یہی ہے کہ ایک شخص نے آکر حضورؐ سے یہ کہا۔ اور حافظ وغیرہ کہتے ہیں کہ اس اعتراض کرنے والے کا نام ہمیں معلوم نہ ہوسکا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کا خیال جیش کے اور لوگوں میں بھی پیدا ہو گیا تھا۔ کیونکہ اس صورت میں تمام جیش پر دحیہ کلبی کو غیر معمولی ترجیح

ہوجاتی تھی۔ حالانکہ اُن سے افضل اشخاص موجود تھے۔ دوئم خود صفیہ کے لیئے یہ بات بڑی رنجدہ تھی اُن کا خاندانی شرف۔ اعلےٰ اخلاق۔ بڑا مرتبہ۔ اور کمال حسن وجمال مقتضی تھا کہ اُن کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔

حضوؐر نے دحیہ کلبیؓ کو مع حضرت صفیہؓ کے بلوایا۔ اور فرمایا کہ تم دوسری لونڈی لے لو۔ اور اُن کو حضوؐر نے خود اپنے صفی میں لیا۔ اور آزاد کر کے نکاح کیا۔ اور بخاری میں ہے کہ آزادی کو اُنکا مہر مقرر کیا۔ اور فرمایا اعتقها صداقها

امام شافعی کتاب الاُم میں واقدی کے واسطہ سے روایت کرتے ہیں کہ دحیہ کلبیؓ کو حضوؐر نے حضرت صفیہؓ کے بدلہ اُن کے شوہر کنانہ ابن الربیع کی بہن کو دیا۔ اور ابن اسحٰق کی روایت ہے کہ اُن کے بنت عم کو۔ اور صحیح مسلم میں ہے کہ صفیہؓ کو حضوؐر نے دحیہ کلبی سے سات انسان کے بدلہ خریدا علامہ زرقانی کہتے ہیں کہ خریدنا مجازاً کہا گیا ہے۔

بخاری کی ایک روایت ہے کہ حضوؐر خیبر سے روانہ ہوئے اور مقام صہباؔ میں پہنچے تو وہاں ام سلیمؓ یعنی حضرت انسؓ کی ماں نے اُنکی کنگھی کی۔ کپڑہ بدلا۔ خوشبو لگایا۔ اور وہیں زفاف ہوا اور وہیں ولیمہ ہوا۔ کوئی کھجور۔ کوئی چربی۔ کوئی حیس لاتا تھا جب جمع ہوگیا تو سبنے ملکر کھایا یہی ولیمہ تھا۔ صحیحین کی روایت میں حضرت انسؓ سے اس ولیمہ کا ذکر مروی ہے۔

یہاں سے روانہ ہونے لگے تو لوگوں کو شک تھا کہ حضرت صفیہؓ سے حضوؐر نے نکاح کیا ہے یا ملک یمین کی بناپر اُنکو اپنے تصرّف میں رکھا ہے مگر حضوؐر نے اُن پر پردہ کیا بعض روایات میں ہے کہ اُن کے اور لوگوں کے درمیان حجاب کھینچا۔ اور بعض روایت میں ہے کہ اپنے عبا سے پردہ کیا۔ تب لوگوں کو معلوم ہوا کہ حضوؐر نے نکاح کیا ہے کیونکہ پردہ کا حکم حرّہ کے لیئے ہے لونڈی پر پردہ نہیں ہے۔

ابن سعد نے عطار بن یسار سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت صفیہؓ خیبر سے مدینہ آئیں تو حارثہ ابن النعمانؓ کے مکان میں ٹھہرائی گئیں۔ اُن کے حسن وجمال کا شہرہ ہوا تو انصار کی عورتیں اُن کو دیکھنے آئیں۔ اور حضرت عائشہؓ بھی نقاب اوڑھ کر آئیں مگر رسول اللہ نے اُن کو پہچان لیا۔ جب

واپس چلیں تو حضورؐ بھی اُن کے ساتھ چلے۔ اور پوچھا کہ عائشہؓ تم نے کیسا دیکھا۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ دیکھا۔ یہودیہ ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ نہ کہو۔ وہ مسلمان ہوگئی ہے۔ اور اچھی مسلمان ہوئی ہے۔ ترمذی میں حضرت صفیہؓ سے مروی ہے کہ اُن کو خبر ملی کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کہتی ہیں کہ ہم عندالرسول زیادہ مکرم ہیں کیونکہ ہم رسول اللہؐ کی ازواج بھی ہیں۔ اور بنت عم بھی۔ حضرت صفیہؓ نے رسول اللہؐ سے اِس کو ذکر کیا۔ تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ کیا تم نے یہ نہ کہا کہ تم ہم سے زیادہ مکرم کیونکر ہوسکتی ہو میرے شوہر محمدؐ ہیں۔ میرے باپ ہارون نبی ہیں۔ میرے چچا حضرت موسیٰ نبی ہیں علیہم السلام

اصابہ میں ہے کہ ایک دفعہ کسی سفر میں حضرت صفیہؓ کے لیے حضرت زینب بنت حجشؓ سے رسول اللہؐ نے ایک فاضل اونٹ مانگا۔ انہوں نے فرمایا کہ کیا میں یہودیہ کو اونٹ دوں۔ حضورؐ اس سے بہت ناخوش ہوئے اور اُن سے دو یا تین مہینہ تک بات نہ کی۔

ابن سعد نے امیہ بنت ابی قیس غفاریہؓ سے بطریق واقدی روایت کیا ہے کہ حضرت صفیہؓ نے فرمایا کہ جب میں رسول اللہؐ کے پاس آئی تو پورے سترہ برس کی نہ تھی۔ اور حضرت صفیہؓ کا انتقال ۵۲ھ میں ہوا اور واقدی کی ایک روایت ہے کہ ۵۰ھ میں انتقال ہوا۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ یہی اقرب الی الصواب ہے ابن مندہ اور ابن حبان ۳۶ھ کہتے ہیں مگر ابن حجر کہتے ہیں کہ وہ غلط ہے کیونکہ ۳۶ھ میں علی بن حسینؓ پیدا بھی نہ ہوئے تھے حالانکہ صحیحین میں اُن کی روایت حضرت صفیہؓ سے ثابت ہے واللہ اعلم حضرت صفیہؓ کا حال غزوۂ خیبر میں بھی بیان ہوچکا ہے۔

میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا

ام المومنین حضرت صفیہؓ کے بعد حضورؐ نے ام المومنین میمونہ بنت الحارثؓ الہلالیہ سے عقد کیا۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ یہ سب سے آخری عورت ہیں جن سے حضورؐ نے عقد کیا۔ اور خلوت ہوئی حضرت میمونہؓ ہلالیہ تھیں یہ کئی بہنیں تھیں۔ اور بڑے بڑے معززین سے اُن کا رشتہ تھا۔ ایک بہن اُن کی اُم الفضل لبابہ کبریٰ تھیں۔ حضرت عباسؓ کی زوجہ جنکے چھ لڑکے مشاہیر اسلام سے ہیں فضلؓ عبداللہ

عُبَیدُاللہ۔ مَعبَد۔ قُثَم۔ اور عبدالرحمٰن۔ دُوسری بہن لبابہ صُغریٰ تھیں یعنی حضرت خالد بن الولیدؓ کی ماں تھیں۔ ابن حجر نے اصابہ میں ابن الکلبی سے نقل کیا ہے کہ عصماء انہیں کا نام تھا۔ زُرقانی نے بعض سے نقل کیا ہے کہ عصماء اُبیؓ کی زوجہ تھیں۔ زرقانی کہتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ خالد بن الولیدؓ کی کی پیدائش کے بعد ولید نے طلاق دیدیا ہوا ور اُبیؓ نے عقد کرلیا ہو۔ ایکؓ بہن برزہؓ یزید ابن الاصم کی ماں تھیں بعض کہتے ہیں کہ انہیں کا نام عزہ تھا بعض کہتے ہیں کہ عزہ دوسری بہن کا نام تھا جو بنی کلاب میں بیاہی ہوئی تھیں ایکؓ بہن ام حفید جنکا نام ہُزیلہ تھا۔ موطا میں تفصیل سے اور صحیحین میں اختصار کے ساتھ روایت ہے کہ رسول اللہ حضرت میمونہؓ کے مکان میں تشریف لے گئے وہاں عبداللہ ابن عباسؓ۔ اور خالد بن ولیدؓ بھی تھے اور سامنے گوہ کا گوشت بھی تھا حضرت میمونہؓ نے فرمایا کہ یہ میری بہن ہُزیلہ بنت الحارث نے ہدیہ دیا ہے حضورؐ نے اُس میں سے خود نہیں کھایا لیکن آپ کی اجازت سے اوروں نے آپ کے دسترخوان پر کھایا۔ طحاوی نے ایک روایت لکھی ہے کہ آپ کے نہ کھانے سے حضرت میمونہؓ نے بھی نہ کھایا۔

یہ سب باپ کی طرف سے حضرت میمونہؓ کی بہنیں تھیں۔ اور مواہب لدنیہ میں ہے کہ ماں کی طرف سے اُن کی ایک بہن اسماء بنت عمیسؓ تھیں۔ جو حضرت جعفر ابن ابی طالبؓ کی زوجہ تھیں۔ اور اُن سے اُن کو تین لڑکے تھے عبداللہ۔ محمد اور عون۔ اُن کے شہید ہونے کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اُنسے عقد کیا۔ اُن سے محمد ابن ابی بکرؓ پیدا ہوئے۔ اُن کے بعد اُن سے حضرت علی کرم نے عقد کیا تو یحیےٰ۔ اور عون پیدا ہوئے۔ ماں کی طرف سے دوسری بہن سلمیٰ بنت عمیسؓ تھیں جو حضرت حمزہ ابن عبدالمطلبؓ کی زوجہ تھیں۔ اور اُن کو اُن سے ایک لڑکی تھیں امۃ اللہ جنکو حضورؐ نے ام المؤمنین ام سلمہؓ کے لڑکے سلمہ ابن ابی سلمہؓ سے بیاہ دیا تھا۔ حضرت حمزہؓ کے بعد سلمیٰ بنت عمیسؓ نے شدّاد ابن الہاد اللیثیؓ سے عقد کیا تو عبداللہ اور عبدالرحمٰن پیدا ہوئے۔ ماں کی طرف سے اُنکی ایک بہن اور سلامہ بنت عمیس تھیں مگر وہ مسلمان نہ ہوئیں۔

حضورؐ سے پہلے حضرت میمونہؓ ابی رُہم بضم رائے مہملہ وسکون ہا ابن عبدالعزیٰ ابن عبدودّ

ابن مالک ابن حسل ابن عامر ابن لوی کے پاس تھیں۔ یا سخبرہ بفتح سین وسکون خا معجمہ وفتح بائے موحدہ ورا مہملہ ابن ابی رُہم کے پاس۔ یا حویطب ابن عبدالعزی کے یعنی ابی رُہم کے بھائی کے یا فروہ ابن عبدالعزی کے۔ اصابہ میں ہے کہ فروہ حویطب کا بھائی تھا لیکن زُرقانی کہتے ہیں کہ ابن ابی خیثمہ نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ اس فروہ کا نسب ہے فروہ ابن عبدالعزی ابن اسد ابن غنم ابن دودان اس سے معلوم ہوا کہ یہ دوسرا شخص ہے حویطب کا بھائی نہیں ہے۔ اور زُرقانی نے البرہان سے نقل کیا ہے کہ ابی رُہم سے پہلے حضرت میمونہؓ مسعود ابن عمرو ابن عمیر الثقفی کی زوجہ تھیں۔

حضرت میمونہؓ سے حضورؐ نے عمرۃ القضاۃ کے زمانہ میں عقد کیا۔ اِس پر سب کا اتفاق ہے لیکن فقہاء کا شدید اختلاف اس امر میں ہے کہ نکاح کے وقت آپ محرم تھے یا نہیں۔ میں نے عمرۃ القضاہ میں اس بحث کو پوری تفصیل سے لکھ دیا ہے۔ ابن حجر اصابہ میں لکھتے ہیں کہ بعض نے ان اقوال کو اس طرح جمع کیا ہے کہ جب آپ نے نکاح کیا تو محرم تھے لیکن زفاف احرام سے خارج ہونے کے بعد حل میں ہوا اور کہتے ہیں کہ سیاق قصہ سے یہ بالکل واضح ہے۔

اصابہ میں ہے کہ میمون ابن مہران صفیہؓ بنت شیبہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے حضرت میمونہ سے مقام سرف میں عقد کیا۔ اور سرف ہی میں ایک قبہ میں زفاف ہوا۔ اور سرف ہی میں حضرت میمونہؓ کا انتقال ہوا۔ اور اسی مقام میں دفن ہوئیں جہاں زفاف کا قبہ تھا۔

حضرت میمونہؓ کا انتقال ۵۱ھ میں ہوا۔ ابن حجر اسی کو صحیح کہتے ہیں (۶۱) (۶۳) اور (۶۶) کی روایتیں صحیح نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ ثابت ہے کہ انکا انتقال حضرت عائشہؓ سے پہلے ہوا واللہ اعلم

دوسری ازواج | یہ حضورؐ کی گیارہ ازواج مطہرات ہیں جن پر سب کا اتفاق ہے اور کسیکو اختلاف نہیں ان میں سے حضرت خدیجہؓ کا ہجرت سے پہلے انتقال ہو گیا۔ اور ام المساکین والمومنین زینب بنت خزیمہؓ کا عقد کے دو تین مہینہ بعد حضورؐ کے سامنے انتقال ہو گیا۔ حضورؐ کے انتقال کے وقت نو بیویاں موجود تھیں جنمیں سے آٹھ پر باریاں تقسیم ہوتی تھیں لیکن حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہؓ کو ہبہ کر دیا تھا۔ ان نو میں سے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے

سب سے پہلے سنہ ۲۰ ہجری میں انتقال کیا۔ اور سب کے بعد سنہ ۶۲ ہجری یا سنہ ۶۳ ہجری میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے انتقال کیا۔

واقدی کا قول مختار یہ ہے کہ حضرت ریحانہؓ کو آزاد کر کے اُن سے بھی حضورؐ نے عقد کیا تھا بعض علماء اسی کو ثابت کہتے ہیں لیکن مشہور اور صحیح یہ ہے کہ حضرت ریحانہؓ ملک یمین کی بناپر حضورؐ کے تصرف میں تھیں۔ اُن سے عقد نہیں ہوا۔

ابن قیم زاد المعاد میں لکھتے ہیں کہ یہ حضورؐ کی مشہور ازواج مطہرات ہیں جن سے حضورؐ نے نکاح کیا ہے اور خلوت ہوئی۔ باقی چار یا پانچ عورتیں اور ہیں جن سے حضورؐ کے نکاح کا پیغام ہوا مگر نکاح ہوا نہیں۔ یا جنہوں نے اپنے نفس کو حضورؐ کے لیئے ہبہ کیا مگر حضورؐ نے اُن کو اپنی زوجیّت میں لیا نہیں۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ ایسی تیس عورتیں ہیں۔ مگر جو لوگ رسول اللہؐ کی سیرت اور حالات سے اچھی طرح واقف ہیں وہ اس کا انکار کرتے ہیں۔

جونیہ کندیہ کی نسبت صحیح یہ ہے کہ اُس کے پاس حضورؐ نے پہلے نکاح کا پیغام بھیجا۔ پھر خود تشریف لے گئے اور پیغام دیا تو اس نے استعاذہ کیا اسلیئے آپ نے اس سے نکاح نہ کیا۔ کلبیہ[1] کا بھی

---

[1] ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے اپنی لڑکی زینبؓ کے انتقال کے بعد فاطمہ بنت الضحاک کلابیہ سے نکاح کیا۔ اور جب آیت تخیر نازل ہوئی تو اُس کو اختیار دیا۔ اور اُس نے دنیا اختیار کی۔ اور ابن سعد نے واقدی سے روایت کیا ہے کہ حضورؐ نے کلابیہ سے ذیقعد سنہ ۸ ہجری میں نکاح کیا جعرانہ سے لوٹنے کے بعد۔ اور واقدی نے زہری سے روایت کیا ہے کہ فاطمہ بنت الضحاک وہ عورت ہے جس نے استعاذہ کیا تھا تو حضورؐ نے طلاق دیدیا۔ پیچھے یہ مینگنیاں چنا کرتی تھی اور کہتی تھی انا الشقیّۃ

لیکن حدیث صحیح میں ہے کہ ضحاک ابن سفیان نے رسول اللہؐ کے سامنے اپنی بیٹی کا نام پیش کیا۔ اور اسکے ساتھ یہ بھی ذکر کیا کہ وہ کبھی بیمار نہیں پڑی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ کوئی خوبی نہیں ہے بیماری گناہوں کا کفّارہ ہوتی ہے۔ اور آپ نے نکاح سے انکار کر دیا۔ تخییر کے حکم میں اس کا شامل ہونا بھی صحیح نہیں ہے۔ بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہتی ہیں کہ تخییر کا حکم نازل ہوا تو حضورؐ نے سب سے پہلے مجھ سے پوچھا۔ میں نے خدا و رسولؐ کو اختیار کیا اور ازواج رسول اللہؐ نے میری اتبّاع کی۔ اور بعض روایت میں تصریح ہے کہ تمام ازواج رسول اللہؐ نے خدا و رسولؐ کو اختیار کیا۔ قتادہ اور عکرمہ کہتے ہیں کہ تخییر کے وقت حضورؐ کی نو زوجہ تھیں

یہی حال ہے۔ اور جس کے بدن پر برص کا سفید داغ تھا[۱] اس کا بھی یہی حال ہے اُن میں سے کسی کے ساتھ نہ نکاح ہوا نہ خلوت ہوئی۔ اور جس نے اپنے نفس کو حضورؐ کے لیے ہبہ کیا تھا اُس کا عقد آپ نے ایک صحابی سے کر دیا۔ اور قرآن پاک کی بعض سورتیں مہر مقرر کر دیں۔ واہبہ کا حال صحیحین کے مختلف ابواب میں بالتفصیل[۲] موجود ہے۔

امام بخاری اپنی صحیح میں تعلیقاً ذکر کرتے ہیں کہ عباس بن سہیل اپنے والد اور ابی اسیدؓ سے روایۃ روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے امیمہ بنت شراحیل سے عقد کیا۔ اور ابن حجر اصابہ میں ابو عمر کا قول لکھتے ہیں کہ اس پر اجماع ہے کہ رسول اللہؐ نے اسماء بنت نعمان ابن الحارث بن شراحیل سے عقد کیا۔ اس میں اختلاف نہیں ہے۔ اختلاف اس میں ہے کہ تفریق کیونکر ہوئی۔ لیکن خود امام بخاری اس سے پہلے اسکو

بقیہ صفحہ ۶۰۶

اور وہ وہی نو عورتیں ہیں جو آپ کی وفات کے وقت تھیں واللہ اعلم ۱۲ منہ

[۱] مسند امام احمد میں یزید بن کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے کہ بنی غفار کی ایک عورت سے آپ نے تزوّج کیا۔ اور اسکے پاس گئے بیٹھے لیکن اس کے بدن میں سفید داغ دیکھا تو الگ ہوگئے۔ اور جو کچھ اُس کو دیا تھا وہ واپس نہ کیا۔ اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس عورت سے نکاح ہوا تھا۔ مگر صحبت نہیں ہوئی واللہ اعلم ۱۲ منہ

[۲] بخاری میں تعلیقاً حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جن عورتوں نے خود کو رسول اللہؐ کے لیے ہبہ کیا تھا اُن میں ایک خولہ بنت حکیم ہیں۔ خولہ حضرت عثمان ابن مظعون کی زوجہ تھیں بعض کہتے ہیں کہ یہ قصہ حضرت عثمان سے نکاح کے قبل کا ہے۔ مگر خولہ ہی نے حضرت سودہؓ اور حضرت عائشہؓ کی نسبت رسول اللہؐ سے کی تھی اور اسوقت بھی حضرت عثمان کی زوجہ تھیں اور یہ متفق علیہ ہے کہ حضرت خدیجہؓ کی حیات میں حضورؐ نے کسی عورت سے نکاح نہ کیا دُوم اُس وقت حضرت عائشہؓ کی عمر ہی کیا تھی کہ اُنھوں نے حضرت خولہ پر طعن کیا اور اُن کے طعن پر آیۃ نازل ہوئی۔ یا تو پیدا بھی نہ ہوئی ہوں گی۔ یا ہوں گی تو ۵ برس سے کم کی ضرور ہوں گی۔ دوسری واہبہ کہا جاتا ہے کہ ام شریک ہیں مگر یہ طے نہیں ہوا کہ یہ کون تھیں اور کب انھوں نے اپنے کو ہبہ کیا بعض کہتے ہیں کہ خولہ بنت حکیم کی کنیت ہے بعض کہتی ہیں کہ قرشیہ تھیں اور ابتدائے اسلام میں اُن سے عقد ہوا۔ مگر یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت خدیجہؓ کی حیات میں آپ نے کسی سے عقد نہیں کیا۔ بعض انصاریہ کہتے ہیں بعض دَوسیہ مگر اس بارہ میں کوئی اچھی روایت نہیں ہے قیاسات ہیں۔ صحیح روایتیں انہیں واہبہ کی ہیں جنکا آپ نے ایک صحابی سے عقد کر دیا واللہ اعلم ۱۲ منہ

دوسری طرح مسند اگر روایت کرتے ہیں۔ روایت کرتے ہیں کہ امیمہ بنت شراحیل کے مکان میں جونیہ آکر ٹھہری تھی۔ اس کے پاس رسول اللہؐ گئے تھے۔ اور حضرت اسیدؓ بھی ساتھ تھے۔ اور جونیہ وہی اسماء بنت النعمان ہے ابو عمر تو کہتے ہیں کہ اس کے نکاح پر اجماع ہے لیکن ابن قیم کہتے ہیں کہ اصحاب سیر کو اس کا علم نہیں ہے کہ نکاح ہوا۔

اس باب میں تین۳ روایتیں بہت صحیح ہیں۔ بخاری میں ہے کہ ابنۃ الجون جب رسول اللہؐ کے پاس داخل ہوئی۔ اور آپ اُس کے قریب ہوئے تو اُس نے کہا اعوذ باللہ منک حضورؐ نے فرمایا عذت بعظیم الحقی باھلک یعنی تو نے بڑے کی پناہ مانگی۔ اپنے لوگوں میں جاؤ۔

دوسری حدیث اسی بخاری میں ہے حمزہ ابن اُسیدؓ اپنے والد حضرت اُسیدؓ سے روایۃ کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہؐ کے ساتھ جونیہ کے پاس آئے۔ جو امیمہ بنت النعمان بن شراحیل کے مکان میں ٹھہری ہوئی تھی۔ یہ مکان کھجوروں (کے باغ) میں تھا۔ اور اُس کے ساتھ اُسکی دایہ بھی تھی۔ حضورؐ اسکے پاس داخل ہوئے اور فرمایا کہ تو اپنے کو میرے لیئے ہبہ کردے۔ اُس نے کہا کہ کیا کوئی ملکہ اپنے آپ کو کسی بازاری کے لیئے ہبہ کرتی ہے۔ رسول اللہؐ نے اُس کو تسکین دینی چاہی مگر اُس نے کہا اعوذ باللہ منک حضورؐ نے فرمایا عذت بمعاذ تو نے اس کی پناہ مانگی جو پناہ دینے والا ہے۔ اور اس کے پاس سے نکل آئے اور حضرت اسیدؓ سے کہا کہ اُس کو دو کپڑے پہنا دو۔ اور اسکے اپنے لوگوں میں پہنچا دو۔

اور صحیح مسلم میں حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے عرب کی ایک عورت کا حال سُنا تو حضرت اُسیدؓ سے کہا کہ اُس کو بلاؤ۔ وہ آئی اور بنی ساعدہ میں آکر ٹھہری۔ اس کے بعد رسول اللہؐ اس کے پاس داخل ہوئے۔ گفتگو ہوئی تو اُس نے کہا اعوذ باللہ منک حضورؐ نے فرمایا قد اعذتک منی یعنی میں نے تجھ کو اپنے سے پناہ دیدی۔ لوگوں نے اُس کے بعد اس سے پوچھا کہ تو نے سمجھا کہ یہ کون تھے کہا کہ نہیں۔ لوگوں نے کہا کہ یہ رسول اللہؐ تھے۔ اور اس لیئے آئے تھے کہ تجھ کو نکاح کا پیغام دیں۔ اس نے کہا کہ میں بدبخت تھی کنت اشقی من ذالک[۱]

---

[۱] یہ تو صحیح مسلم کے الفاظ ہیں اور بعض علماء کا خیال ہے کہ سیر کی روایتوں میں جو ایک کی حالت مذکور ہے کہ وہ مینگنیاں چنتی تھی اور کہتی تھی انا شقیۃ وہ یہی ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

ظاہر ہے کہ یہ سب ایک ہی قصّہ ہے۔ اور مسلم کی روایت نے فیصلہ کر دیا کہ نکاح ہوا نہیں تھا بلکہ حضورؐ نکاح کا پیغام دینے گئے تھے۔ بخاری کے الفاظ میں ھبی لی نفسك ہے اس کا مطلب بھی وہی ہو کہ مجھ سے نکاح کرو۔ باقی ضعیف اور غیر مستند روایات میں جو اور تصریحات ہیں۔ وہ اِس کے مقابلہ میں قابل قبول نہیں ہو سکتیں۔

سراری

حضورؐ کی چار کنیزیں تھیں جنہیں ملک یمین کی بنا پر آپ تصرف کرتے تھے۔

(۱) حضرت ماریہ قبطیہ مقوقس نے ۷ھ میں اُن کو حضورؐ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ اُن کی ماں رومی تھیں اور یہ قبطی اِس لیے بہت حسین تھیں۔ اور بہت سفید پوش۔ یہ حضورؐ کی ام ولد ہیں۔ ذوالحجہ ۸ھ میں اُن سے حضورؐ کو ایک اولاد ہوئی۔ ان کا نام حضرت ابراہیمؑ تھا۔ بچپن میں انتقال ہو گیا۔ حضرت ماریہؓ گو کنیز تھیں مگر حضورؐ اُن کو پردہ میں رکھتے تھے۔ ۱۵ھ یا ۱۶ھ میں ان کا انتقال ہوا اور بقیع میں مدفون ہوئیں۔

(۲) ریحانہ بنت شمعون بشین معجمہ وغین معجمہ۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ بنی قریظہ کی تھیں۔ اور ابن سعد کہتے ہیں کہ بنی نضیر کی تھیں لیکن بنی قریظہ میں بیاہی گئی تھیں۔ پہلا قول عندالاکثر صحیح ہے ابن اسحاق کہتے ہیں کہ اُن میں ملک یمین کی بنا پر حضورؐ تصرف کرتے تھے۔ مگر ابن سعد بسند واقدی روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے آزاد کر کے اُن سے عقد کیا تھا۔ پہلا قول صحیح ہے۔ ۱۰ھ میں حجۃ الوداع کے بعد حضورؐ کے سامنے اُنہوں نے انتقال کیا۔ اور بقیع میں دفن ہوئیں

(۳) حضرت زینب بنت جحشؓ کی ایک کنیز تھیں نفیسہ اُنہوں نے حضورؐ کو ہبہ کر دیا تھا (اصابہ)

(۴) ایک کنیز اور تھیں جو حسین تھیں۔ اور کسی غزوہ میں آئی تھیں۔

مہر

حضرت عائشہؓ سے صحیح مسلم میں مروی ہے کہ رسول اللہؐ کا مہر اپنی ازواج کے ساتھ بارہ[۱۲] اوقیہ اور

[۱] مجھ کو اپنا نفس ہبہ کر دو۔

ایک نَش تھا۔ اور حضرت عائشہؓ نے ابو سلمہؓ سے پوچھا کہ جانتے ہو نَش کیا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ نہیں۔ فرمایا کہ نصف اوقیہ۔ تو یہ پانچ سَو درہم ہوتا ہے۔ اوقیہ چالیسؔ درہم اور نَش بیس درہم ہوتا ہے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم ہے کہ رسول اللہؐ نے اپنی کسی زوجہ یا کسی لڑکی کا نکاح بارہؔ اوقیہ سے زیادہ پر کیا ہو۔ اِس کو اماؔ احمد۔ ترمذی۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ ابن ماجہ اور دارمی نے روایۃ کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے نَش کا ذکر نہیں کیا غالباً اس وجہ سے کہ انکار اوقیہ کی زیادتی کا ہے کسرات کا نہیں۔

حضرت صفیہؓ کے نسبت متفق علیہ روایت ہے کہ جعل عتقھا صداقھا یعنی اُن کے عتق کو حضورؐ نے اُن کا مہر قرار دیا۔ یہ حضرت عمرؓ کی روایت کے خلاف نہیں ہے اسلیئے کہ اُس میں زیادتی کا انکار ہے کمی کا نہیں۔ اور حضرت عائشہؓ کی روایت کا حکم اکثری ہے کلی نہیں۔

ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے کہ نجاشی نے حبشہ میں حضرت ام حبیبہؓ کا نکاح رسول اللہؐ سے کیا۔ اور چارؔ ہزار اور ایک روایت میں ہے کہ چار ہزار درہم اپنے پاس سے مہر ادا کیا۔ اور انکو شرجیل ابن حسنہ کے ساتھ رسول اللہؐ کے پاس بھیجدیا۔ حضرت عمرؓ نے اس کا اعتبار نہ کیا شاید اس وجہ سے کہ وہ نجاشی نے خود مقرر کیا تھا۔ اور خود ادا کیا تھا۔

ابن اسحٰق نے بعض ازواج کا مہر چارؔ سَو درم لکھا ہے۔ مگر مذکورہ بالا روایت کو اُس پر جو ترجیح حاصل ہے وہ ظاہر ہے۔

حضرت خدیجہؓ کا مہر گو اسلام کے قبل مقرر ہوا تھا مگر وہ بھی پانچسَو درہم تھا۔ البتہ خواجہ ابوطالب کے خطبہ میں بیسؔ اونٹ ہے۔ اور ورقہ ابن نوفل کے خطبہ میں چارؔ سَو مثقال۔ مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے۔ اور درہم ساڑھے تین ماشہ کا۔ تو اس حساب سے چار سو مثقال کا پانچسو چودہ درہم ایک ماشہ ہوتا ہے۔ یہ کچھ قابل اعتبار فرق نہیں ہے۔ اور اگر اونٹ کی قیمت پچیسؔ درہم اُسوقت تسلیم کریں تو پانچسَو درہم ہو جاتا ہے۔

اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ مہر زیادہ ہونا اچھا نہیں ہے حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ

مہر میں زیادتی نہ کرو اگر یہ دنیا یا دین میں اچھا ہوتا تو رسول اللہ زیادہ کرتے

اسلام کی خدمت

امہات المومنین کا حصہ اسلامی تعلیمات میں بہت زیادہ ہے خصوصاً حضرت عائشہ صدیقہ کا جنکی کثیر بے حد مفید حدیثوں نے بہت سے مشکل مسائل کی گرہ کشائی کی ہے۔ امہات المومنین کی دو ہزار آٹھ سو بائیس حدیثیں صحاح وغیر صحاح میں اس وقت متداول ہیں جنمیں دو ہزار دو سو دس حدیثیں حضرت عائشہ کی ہیں۔ ایک سو چوہتر متفق علیہ چون افراد بخاری سرسٹھ افراد مسلم باقی اور کتابوں میں پانچ حضرت سودہ کی ایک بخاری میں چار دوسری کتابوں میں ساٹھ حدیثیں حضرت حفصہ کی ہیں۔ جس میں چار متفق علیہ ہیں۔ تین سو اٹھتر حضرت ام سلمہ کی ہیں تیرہ متفق علیہ تین افراد بخاری۔ تیرہ افراد مسلم۔ گیارہ حضرت زینب بنت جحش کی ہیں جس میں دو متفق علیہ ہے۔ سات حضرت جویریہ کی جس میں دو افراد بخاری دو افراد مسلم پینسٹھ حضرت ام حبیبہ کی ہے جس میں دو متفق علیہ ہی ایک افراد مسلم دس حضرت صفیہ کی جس میں ایک متفق علیہ ہے۔ اور چہتر حضرت میمونہ کی جس میں متفق علیہ ایک افراد بخاری ایک افراد مسلم۔

حضرت عائشہ نے بہت سی مفید حدیثیں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں اس کے علاوہ اپنے والد حضرت ابوبکر صدیق سے۔ حضرت عمر سے۔ حضرت فاطمہ۔ حضرت بن ابی وقاص حضرت اسید ابن حضیر۔ جذامہ بنت وہب اور حمزہ بنت عمرو سے۔ اور حضرت عائشہ سے بھی بہت سے صحابی روایت کرتے ہیں۔ حضرت عمر۔ حضرت عبداللہ بن عمر۔ حضرت ابوہریرہ۔ حضرت ابو موسیٰ حضرت زید ابن خالد۔ حضرت ابن عباس۔ حضرت ربیعہ ابن عمرو الجرشی۔ حضرت سائب ابن یزید صفیہ بنت شیبہ عبداللہ بن عامر ابن ربیعہ۔ عبداللہ بن الحارث بن نوفل وغیرہ۔ حضرت عائشہ کے عزیزوں نے بھی اُن سے روایت کی ہے۔ اُن کی بہن کلثوم بنت ابی بکر اور رضاعی بھائی عوف ابن الحارث اور محمد ابن ابی بکر کے دو لڑکے عبداللہ اور قاسم اور عبدالرحمن ابن ابی بکر کی دو لڑکیاں حفصہ اور اسماء

عبدالرحمن ابن ابی بکر کے پوتے عبداللہ ابن ابی عتیق ابن عبدالرحمن۔ اُن کی بہن حضرت اسماءؓ کے دولڑکے عبداللہ ابن زبیر اور عروہ ابن زبیر اور عبداللہ ابن زبیر کے دولڑکے عباد اور حبیب اور اُن کی بہن کلثوم بنت ابی بکر کی لڑکی عائشہ بنت طلحہ یہ سب بلاواسطہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ اور حضرت عائشہؓ کے غلاموں میں سے ابو بکرؒ۔ ذکوانؒ۔ ابو یونسؒ۔ ابن فروخ بھی ان سے روایۃ کرتے ہیں۔ کبار تابعین میں سے یہ لوگ بلاواسطہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ سعید ابن المسیّب۔ عمرو ابن میمون۔ علقمہ ابن قیس۔ مسروق۔ عبداللہ بن حکیم۔ اسود ابن یزید۔ ابوسلمہ ابن عبدالرحمن۔ ابو وائل۔

حضرت ام سلمہؓ نے بھی بہت حدیثیں رسول اللہؐ سے روایت کی ہے۔ اور حضرت ابوسلمہؓ سے اور ام سلمہؓ سے ان کی دو اولاد روایت کرتے ہیں۔ عمر اور زینب اور انکے مکاتب نبہان۔ انکے بھائی عامر ابن ابی امیۃ اور عبداللہ بن رافع۔ نافع۔ سفینہ۔ ابو کثیر۔ سلیمان ابن یسار اور اُن سے بعض اصحاب رسول اللہؐ نے بھی روایت کیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ۔ حضرت عائشہؓ۔ ابو سعید خدریؓ۔ قبیصہ ابن ذویبؒ۔ نافع مولے ابن عمرؓ۔ اور عبدالرحمن ابن الحارثؒ بن ہشام وغیرہم۔ رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین۔

تم الجلد الاوّل من کتاب السیرۃ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیّۃ

۱۳۵۰ھ



کتاب کے کُل صفحات

دیباچہ و فہرست مضامین	۲۰ صفحات
مقدمہ	۴۴ "
کتاب	۶۱۲ "
کوَر	۴ "
کُل	۶۸۰ صفحات

ملنے کا پتہ

مطب مولانا حکیم عبدالرؤف صاحب مصنّف

نمبر ۲۹/۲ چونا گلی کلکتہ